خطباتِ مسرور

خطباتِ جمعہ

فرمودہ امام جماعت احمدیہ عالمگیر

حضرت مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2018ء

جلد16

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD

خطبات مسرور

(جلد16)

Khutbat-e-Masroor – *Volume* 16 (Urdu)

A collection of Friday Sermons delivered by
Hazrat Mirza Masroor Ahmad Khalifatul-Masih V aba
in 2018

First published in the UK in 2023

© Islam International Publications Limited

Published by:
Islam International Publications Ltd
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey GU9 9PS, UK

Printed at:

For more information please visit
www.alislam.org

ISBN: 978-1-84880-205-6 (set vol. 13-20)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقت کی آواز

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: "خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے وہ اس کو زمانہ کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے..... اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔

("الفرقان" ممئی، جون 1967ء صفحہ 37)

ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وقت کے امام کو پہچاننے کی توفیق دی، اس خدائے رب رحمٰن کا سراسر فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کے نظام میں شامل کیا، ہمیں ایک خلیفہ عطا کیا جو ہمارے لئے درد رکھتا ہے، ہمارے لئے اپنے دل میں پیار رکھتا ہے، اس خوش قسمتی پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ اس شکر کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ جہاں ہم اپنے اس پیار کرنے والے کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہیں وہاں ہم خدا کے اس خلیفہ کی آواز کو سنیں، اور اس پر عمل کریں۔ کیونکہ اسکی آواز کو سننا باعثِ ثواب اور اس کی باتوں پر عمل کرنا دین و دنیا کی بھلائی کا موجب ہے۔ اس کی آواز وقت کی آواز ہے، زمانے کی ضرورت کے مطابق خدا کی خاص رہنمائی کے تابع یہ بندہ بولتا ہے۔ خدائی تقدیروں کے اشاروں کو دیکھتے ہوئے وہ دنیا کی رہنمائی کرتا ہے۔ الٰہی تائیدات و نصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور خدائی صفات اس کے اندر جلوہ گر ہوتی ہیں۔ خطباتِ مسرور کی اس جلد میں ہم اس امام ہمام کی قیمتی اور زریں نصائح ملاحظہ کر سکیں گے۔

اس جلد میں اخلاقی، روحانی تربیت اور ان کے علمی و عملی معیار کو بہتر سے بہتر کرنے کے لئے بہترین نصائح پر مشتمل تفصیلی رہنمائی پائیں گے۔ عہدیداران کے فرائض اور ان کو نصائح کا بھی بیان ہے۔ جماعت کو وحدت کی لڑی میں پروئے رکھنے میں ایک اہم ذریعہ جو اللہ تعالیٰ نے دیا یعنی ایم ٹی اے، اس کی اہمیت وافادیت کا ذکر، دنیا بھر سے ہزاروں سعید فطرت لوگوں کے خواب اور ایم ٹی اے کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے کے ایمان

افروز واقعات کا تذکرہ، خدا کی محبت میں سرشار اور خلافت کی محبت میں مسرور و مخمور احمدی مرد و عورت، بوڑھوں اور بچوں کے خدمت خلق میں مصروف رہنے اور مالی قربانی کے روح پرور واقعات کا ذکر بھی ہے۔ فرد و معاشرہ اور دنیا بھر میں بڑھتی ہوئی افراتفری اور بے چینی کے اسباب اور ان سے بچنے کے طریق اور خدا کے حضور رحم کی دعائیں کرنے کی تحریک۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان، ہمارے آقا و مطاع خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اعلیٰ و ارفع مقام اور آپ ﷺ کی خوبصورت سیرت کا بیان ہے۔ اور آنحضور ﷺ کے عاشق صادق کی پاکیزہ سیرت و سوانح کا بیان بھی اس جلد میں آپ پڑھیں گے۔ آپؐ کے جاں نثار صحابہؓ کی سیرت کے واقعات اور آپؐ کے عاشق صادق اور غلام کامل حضرت امام مہدی مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح کا بیان ہو گا۔ اور خاص طور پر اس سال کی جلد میں جنگ بدر میں شامل ہونے والے عشق وفا کے پیکر جاں نثار صحابہؓ کی سیرت و سوانح کا مسلسل بیان ہے۔ جو کسی بھی خلیفہ کی جانب سے اتنی تفصیل کے ساتھ پہلی بار ہو رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو بھی پورا کرنے والا ہے کہ ”**جنگِ بدر کا قصہ مت بھولو**“

دنیا بھر میں دہشت گردی کی مذمت کے علاوہ دہشت گردی کے اسباب کا بڑی گہرائی میں جا کر بڑی جرأت کے ساتھ اظہار بھی ہے۔ ہمارا امام ہر احمدی کو اس کا مقام اور اس کے فرائض بھی یاد دلاتا ہوا نظر آتا ہے۔ خلافت جیسی عظیم نعمت کی قدر کرنے اور اس کے مقام کو سمجھنے کے سلیقے بیان کرتا ہوا بھی نظر آتا ہے۔ 25 نومبر 2019ء کو جرمنی میں خدام الاحمدیہ کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

”خدام الاحمدیہ کا ایک کام، بہت بڑا کام خلافتِ احمدیہ کی حفاظت بھی ہے اور اس کے لیے وہ عہد بھی کرتے ہیں۔ اور حفاظت یہ نہیں ہے کہ صرف عمومی کی ڈیوٹی دے دی یا

حفاظتِ خاص کی ڈیوٹی دے دی۔ یہ کام تو اور دوسرے بھی کر سکتے ہیں۔ اصل حفاظت یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کے الفاظ کو پھیلایا جائے۔ ان پر عمل کیا جائے۔ ان پر عمل کروایا جائے۔ اور نئی نسل کو سنبھالا جائے۔ صرف یہ دعویٰ کر لینا کافی نہیں کہ ہم دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ یہ لڑائی کا تو مسئلہ نہیں ہے۔ آج کل کی لڑائی، آج کل کا جہاد یہ ہے کہ باتوں پر عمل کیا جائے۔ اور یہی وہ اصل کام ہے جو خدام الاحمدیہ نے کرنا ہے۔ ہر قائد کا کام ہے، ہر زعیم کا کام ہے، ہر ناظم کا کام ہے، ہر مہتمم کا کام ہے اور صدر صاحب کا کام ہے۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ جو باتیں کہی جاتی ہیں۔ آپ تقاریر میں سنتے ہیں یا جو خطبات سنتے ہیں ان پر عمل کریں اور ان پر عمل کروائیں۔ اپنے نمونے پیش کریں گے تو دوسرے بھی اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے یاد ہے میری خلافت کے شروع میں مبشر ایاز صاحب نے مجھے لکھا کہ خلفاء کے خطبات اور تقاریر کا مجموعہ شائع ہوتا ہے۔ اور ان کے جانے کے بعد شائع ہوتا ہے جبکہ ان کی زندگی میں ہونا چاہیے۔ اس لیے انہوں نے لکھا، اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میری خواہش ہے کہ خلافتِ خامسہ کے دور کے جو میرے خطبات ہیں وہ ساتھ ساتھ ہر سال شائع ہوتے رہیں۔ میں نے اجازت دے دی اور بات بھی یہی ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ کے خلفاء میں، اور آئندہ بھی ان شاء اللہ خلفاء آتے رہیں گے، ہر ایک کا ایک دور رکھا ہوا ہے۔ اور ہر دور کے مطابق خود رہ نمائی فرماتا رہتا ہے۔ اور جو موجودہ وقت کے تقاضے ہیں اس کے مطابق خلیفۂ وقت رہ نمائی کرتا ہے۔ اس لیے وہ دور جب ختم ہو جائے اور جب نئے خلیفہ کا انتخاب ہو جائے اور نئے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ یہ اعزاز عطا فرما دے تو پھر اس کے مطابق ہی چلنا ہو گا جس طرح وہ رہ نمائی کرے نہ کہ پرانی کتابیں شائع کرنے سے۔ ٹھیک ہے بعض تاریخی چیزیں بھی ان میں مل جاتی ہیں۔ بعض علمی باتیں بھی مل جاتی ہیں۔ وہ شائع ہونی چاہئیں۔ لیکن عمل کے

لیے ضروری ہے کہ خلیفۂ وقت کی بات کو سنو۔ اس پر عمل کرو۔ نہ یہ کہ اس سے منشاء یہ تھا یا وہ تھا۔ بعض لوگ آپس میں جب بات کر رہے ہوں تو عہدیداروں کی طرف سے یہ ہوتا ہے کہ نہیں خلیفۂ وقت نے جو یہ الفاظ کہے تو ان کا منشاء یہ تھا۔ اگر منشاء یہ تھا یا وضاحت کی ضرورت ہے تو خلیفۂ وقت موجود ہے اس سے پوچھو۔ اور اگر سابق خلفاء کی باتیں تھیں اور ان کا منشاء تھا تو اس کا فیصلہ کرنا بھی خلیفۂ وقت کا کام ہے کہ اُس بات کی کیا تشریح ہو گی یا حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے ہیں یا ان کی باتیں ہیں تو اس کی کیا وضاحت ہو گی۔ یہ کام ہر عہدیدار کا نہیں ہے۔ یہ باتیں کہ اس کی تشریح کیا ہونی ہے یہ فیصلہ کرنا خلیفۂ وقت کا کام ہے۔ اس لیے خدام الاحمدیہ ہمیشہ یاد رکھے، ہر عہدیدار ہمیشہ یاد رکھے کہ آپ نے خلیفۂ وقت کے الفاظ کو دیکھنا ہے، اس کی باتوں کو سننا ہے۔ اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اور پرانے منشاء اور پرانی باتیں کھنگالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ جب تک بہتر سمجھتا ہے ایک خلیفہ کو زندگی دیتا ہے اور اس کے کام کو جاری رکھتا ہے۔ اور جب وہ بہتر سمجھتا ہے تو ایک دور ختم ہو جاتا ہے اور اگلا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس بات کو، اس حقیقت کو سمجھنے کی ہر ایک عہدیدار کو کوشش کرنی چاہیے۔ اور خدام الاحمدیہ کا خاص طور پر یہ کام ہے کہ جب خلافت کے نظام کی حفاظت کی ذمہ داری ان پر ہے تو حفاظت اسی طرح ہے کہ اپنے نوجوانوں میں، اپنے بچوں میں یہ روح پیدا کریں کہ تم نے خلیفۂ وقت کی باتوں کو سننا ہے اور ان پر عمل کرنا ہے۔ اور یہی حقیقت ہے جو خلافت کی حفاظت کا اہل بناتی ہے ورنہ اس کے علاوہ سب باتیں ہی ہیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل لندن 15 نومبر 2019ء صفحہ 2)

ناشر

فہرست خطباتِ مسرور 2018ء

جلد 16

نمبر شمار	خطبہ جمعہ فرمودہ	صفحہ	نمبر شمار	خطبہ جمعہ فرمودہ	صفحہ
1	خطبہ جمعہ فرمودہ 5 جنوری	1	21	خطبہ جمعہ فرمودہ 25 مئی	234
2	خطبہ جمعہ فرمودہ 12 جنوری	14	22	خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جون	247
3	خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جنوری	25	23	خطبہ جمعہ فرمودہ 08 جون	258
4	خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جنوری	37	24	خطبہ جمعہ فرمودہ 15 جون	270
5	خطبہ جمعہ فرمودہ 2 فروری	48	25	خطبہ جمعہ فرمودہ 22 جون	280
6	خطبہ جمعہ فرمودہ 09 فروری	60	26	خطبہ جمعہ فرمودہ 29 جون	293
7	خطبہ جمعہ فرمودہ 16 فروری	75	27	خطبہ جمعہ فرمودہ 06 جولائی	306
8	خطبہ جمعہ فرمودہ 23 فروری	85	28	خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جولائی	321
9	خطبہ جمعہ فرمودہ 02 مارچ	97	29	خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جولائی	336
10	خطبہ جمعہ فرمودہ 09 مارچ	110	30	خطبہ جمعہ فرمودہ 27 جولائی	347
11	خطبہ جمعہ فرمودہ 16 مارچ	120	31	خطبہ جمعہ فرمودہ 03 اگست	358
12	خطبہ جمعہ فرمودہ 23 مارچ	134	32	خطبہ جمعہ فرمودہ 10 اگست	367
13	خطبہ جمعہ فرمودہ 30 مارچ	146	33	خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست	382
14	خطبہ جمعہ فرمودہ 06 اپریل	155	34	خطبہ جمعہ فرمودہ 24 اگست	395
15	خطبہ جمعہ فرمودہ 13 اپریل	160	35	خطبہ جمعہ فرمودہ 31 اگست	408
16	خطبہ جمعہ فرمودہ 20 اپریل	172	36	خطبہ جمعہ فرمودہ 07 ستمبر	422
17	خطبہ جمعہ فرمودہ 27 اپریل	183	37	خطبہ جمعہ فرمودہ 14 ستمبر	432
18	خطبہ جمعہ فرمودہ 04 مئی	197	38	خطبہ جمعہ فرمودہ 21 ستمبر	442
19	خطبہ جمعہ فرمودہ 11 مئی	209	39	خطبہ جمعہ فرمودہ 28 ستمبر	456
20	خطبہ جمعہ فرمودہ 18 مئی	221	40	خطبہ جمعہ فرمودہ 05 اکتوبر	470

نمبر شمار	خطبہ جمعہ فرمودہ	صفحہ	نمبر شمار	خطبہ جمعہ فرمودہ	صفحہ
41	خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر	484	47	خطبہ جمعہ فرمودہ 23 نومبر	561
42	خطبہ جمعہ فرمودہ 19 اکتوبر	498	48	خطبہ جمعہ فرمودہ 30 نومبر	578
43	خطبہ جمعہ فرمودہ 26 اکتوبر	507	49	خطبہ جمعہ فرمودہ 07 دسمبر	590
44	خطبہ جمعہ فرمودہ 02 نومبر	520	50	خطبہ جمعہ فرمودہ 14 دسمبر	602
45	خطبہ جمعہ فرمودہ 09 نومبر	533	51	خطبہ جمعہ فرمودہ 21 دسمبر	614
46	خطبہ جمعہ فرمودہ 16 نومبر	547	52	خطبہ جمعہ فرمودہ 28 دسمبر	625

1

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 05/ جنوری 2018ء بمطابق 05/ صلح 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مالی قربانی کی اہمیت:

قرآن کریم میں مالی قربانی کی طرف مومنوں کو توجہ دلانے کا ذکر کئی جگہ ملتا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلِاَنۡفُسِکُمۡ (البقرۃ:273)۔ اور جو بھی تم مال میں سے خرچ کرو تو وہ تمہارے اپنے ہی فائدہ کے لئے ہے۔ اور ساتھ ہی مومن کی یہ نشانی بتادی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہی خرچ کرتے ہیں۔ فرماتا ہے۔ وَ مَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ اللّٰہِ (البقرۃ:273)۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے علاوہ خرچ بھی نہیں کرتے۔ پس کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس سوچ کے ساتھ اپنے مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور **آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے روئے زمین پر سوائے احمدی کے کوئی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے مالی قربانی کرنے کی سوچ رکھتا ہو**۔ شاید کچھ اَور لوگ بھی دنیا میں ہوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں یا اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرتے ہیں لیکن مِن حَیثُ الجماعت صرف جماعت احمدیہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے غریبوں اور ضرورتمندوں کی مدد کے علاوہ دین کی اشاعت اور اسلام کی حقیقی تصویر دنیا کو دکھانے کے لئے اپنے اوپر بوجھ ڈال کر بھی مالی قربانیاں کرتی ہے۔ اصل میں تو یہ سب خرچ چاہے وہ کسی انسان کی مدد کے لئے ہو یا دین کے لئے خرچ کرنا ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات کے لئے تو کسی مال کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی خاطر خرچ کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کی مخلوق کی بہتری کے لئے اور اس کے دین کی برتری کے لئے خرچ کیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حوالے سے فرماتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تُو اپنا خزانہ میرے پاس جمع کر کے مطمئن ہو جا۔ نہ آگ لگنے کا خطرہ، نہ پانی میں ڈوبنے کا اندیشہ اور نہ کسی چور کی چوری کا ڈر۔ میرے پاس رکھا ہوا خزانہ مَیں پورا اُس دن تجھے دوں گا جب تُو سب سے زیادہ اس کا محتاج ہو گا۔

(کنز العمال جلد 6 صفحہ 352 حدیث 16021 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

پس جس کو ہم بظاہر خرچ سمجھ رہے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خرچ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اصل میں خرچ نہیں ہے۔ بلکہ میری رضا چاہنے کے لئے میرے کہے ہوئے مقاصد کے لئے جو خرچ تم نے کیا وہ حقیقت میں خرچ نہیں بلکہ تمہارے اکاؤنٹ میں جمع ہو گیا ہے اور جب تمہیں اس کی ضرورت ہو گی اللہ تعالیٰ اسے واپس لوٹا دے گا۔

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن حساب کتاب ختم ہونے تک انفاق فی سبیل اللہ کرنے والے اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے اپنے مال کے سائے میں رہیں گے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 895 حدیث 17466 مسند عقبة بن عامرؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

لیکن ساتھ ہی آپ نے ایک جگہ یہ بھی شرط لگائی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو گندہ مال پسند نہیں ہے۔ غلط طریق سے کمایا ہوا مال پسند نہیں ہے۔ بلکہ پاک کمائی اور محنت سے کمایا ہوا مال اگر اس کی راہ میں خرچ ہو گا تو قبول ہو گا۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ تعرج الملائکة ... الخ حدیث 7430)

پس اس بات کو ہمیں ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہئے کہ ہمارا مال ہمیشہ پاک مال رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کس طرح کوشش کر کے اور محنت کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی مالی تحریک میں حصہ لینے کے لئے کماتے تھے اور چندے دیتے تھے۔ صدقات دیتے تھے، اس کا ایک روایت میں یوں ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابو مسعودؓ انصاری کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی صدقے اور مالی قربانی کا ارشاد فرماتے تو ہم میں سے بعض بازار جاتے اور وہاں محنت مزدوری کرتے اور کسی کو اُجرت کے طور پر اگر ایک مُدّ بھی ملتا تو وہ اسے اس تحریک میں خرچ کرتا۔

مُدّ ایک پیمانہ ہے جس سے اناج تولا یا ناپا جاتا ہے۔ شاید کلو سے بھی کم وزن ہو یا اس کے برابر ہو۔ لیکن بہر حال وہ صحابی کہتے ہیں کہ اس وقت جن کا یہ حال تھا کہ قربانی میں تھوڑا سا حصہ ڈالنے کے لئے بازار جاتے تھے اور کمائی کرتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دنیا میں جو نوازا ہے تو ان میں سے بعض کا یہ حال ہے کہ ایک ایک لاکھ درہم یا دینار ان کے پاس ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرة ... الخ حدیث 1416)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک روایت آتی ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کے پاس اس کاروبار اور جائیداد کے علاوہ جو ان کی تھی چالیس ہزار اشرفی جمع شدہ تھی۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ یہ سب میں دین کے لئے خرچ کر دوں گا اور خرچ کرتے رہے اور ہجرت کے وقت ان کے پاس اس میں سے صرف پانچ سو اشرفی بچی تھی۔ (خطباتِ ناصر جلد اوّل صفحہ 457)

(تاریخ و سیرت کی عام مروجہ کتب میں پانچ ہزار اشرفیوں کا ذکر ملتا ہے۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 91 باب ذکر اسلام ابی بکرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء۔ از ریسرچ سیل)

آج اگر اُس زمانے کی اشرفی کا جو سونے کی اشرفی تھی قیمت کے لحاظ سے اندازہ لگائیں تو شاید گیارہ بارہ ملین پاؤنڈ بنیں گے۔ ہمارا دیکھ رہا تھا ہمارے وقف جدید کا جو تمام دنیا کا بجٹ ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ تو صحابہ کا یہ حال تھا کہ جن کے پاس کچھ نہیں تھا انہوں نے بھی محنت کر کے چاہے چند پینی (penny) یا چند سینٹ (cent) دیئے ہوں، چند روپے دیئے ہوں وہ دینے کی کوشش کی۔ اور جن کے پاس تھا انہوں نے تنگدستی کی کچھ پرواہ نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ خرچ کیا۔

مالی قربانی کیلئے جوش:

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ میں ہم دیکھتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی قربانی کے قصے سنتے ہیں۔ جب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا آپ نے بے انتہا قربانی دی۔ اسی طرح حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدینؓ صاحب تھے جو حضرت اُمّ ناصر کے والد تھے۔ انہوں نے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے بارے میں سنا تو فوراً کہا کہ اتنے بڑے دعوے والا شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا اور فوراً بیعت کر لی اور پھر مالی قربانیوں میں بھی پیش پیش رہے۔ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے۔ سرکاری ملازم تھے۔ بڑی کشائش تھی۔ اچھی کمائی کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اپنے بارہ حواریوں میں لکھا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ان کی قربانیاں اس قدر بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو یہ سند دی کہ آپ نے سلسلہ کے لئے اس قدر مالی قربانیاں کی ہیں کہ آئندہ قربانی کی ضرورت ہی نہیں۔ بہرحال یہ لوگ قربانیاں کرتے تھے۔

لیکن اس سند کے باوجود یہ نہیں کہ انہوں نے قربانیاں چھوڑ دیں۔ قربانیاں کرتے چلے گئے۔ جب گورداسپور کا مقدمہ چل رہا تھا تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دوستوں میں یہ تحریک کی کہ اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ مقدمے کے بھی اخراجات ہیں۔ خاص طور پر جو لنگر خانہ ہے اس کے اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہاں قیام کی وجہ سے گورداسپور میں بھی لنگر چل رہا تھا۔ اور قادیان میں بھی لنگر چل رہا تھا۔ دونوں جگہ لنگر چل رہا تھا تو اس کے لئے جب آپ نے رقم کی تحریک کی تو اس پر خلیفہ رشید الدین صاحب جن کو اتفاق سے اسی دن تنخواہ ملی تھی جس دن ان کو اس تحریک کا پتا چلا۔ **چنانچہ انہوں نے اپنی تمام تنخواہ جو اس زمانے میں چار سو پچاس روپے تھی اور بہت بڑی رقم تھی۔ آجکل کے لاکھوں کے برابر ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجوا دی۔** ان کو ان کے کسی دوست نے کہا کہ اپنے گھر کی ضروریات کے لئے بھی کچھ رکھ لیتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا مسیح کہتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے تو پھر کس کے لئے رکھتا۔ (ماخوذ از تقاریر جلسہ سالانہ 1926ء، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 403)

پس جب دین کے لئے ضرورت ہے تو دین کے لئے ہی سب کچھ جائے گا۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے پیار سے اپنے **بعض غریب احمدیوں کا بھی ذکر**

کیا ہے ان کی قربانیوں کا ذکر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیر الدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں۔ وہ تینوں غریب بھائی ہیں جو شاید تین آنے یا چار آنے روزانہ مزدوری کرتے ہیں۔ لیکن سرگرمی سے ماہواری چندے میں شریک ہیں۔ باقاعدگی سے چندہ دیتے ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ان کے دوست میاں عبدالعزیز پٹواری کے اخلاص سے بھی مجھے تعجب ہے۔ باوجود قلّت معاش کے ایک دن سو روپیہ دے گئے کہ مَیں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہ سو روپیہ شاید اس غریب نے کئی برسوں میں جمع کیا ہو گا مگر للّٰہی جوش نے خدا کی رضا کا جوش دلا دیا۔

(ماخوذ از ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313-314)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے مَیں نے ایک دو واقعات بیان کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ کے ایک دو واقعات بیان کئے۔ یہ جو مالی قربانیوں کا سلسلہ ہے یہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے **آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں یہ نظر آتا ہے۔** اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو اس قربانی کا وہ اِدراک دیا ہے جو جیسا کہ میں نے کہا کہ دنیا میں کسی اور کو نہیں ہے اور اس کے بے شمار نمونے ہم ہر سال دیکھتے ہیں۔

مالی قربانی کے ایمان افروز واقعات:

آج کیونکہ حسب روایت جنوری کے پہلے خطبہ میں **وقف جدید کے نئے سال کا اعلان ہوتا ہے** اس لئے اس لحاظ سے میں وقف جدید میں مالی قربانی کرنے والوں کے بعض ایمان افروز واقعات بیان کروں گا۔ کس طرح پھر اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کی وجہ سے انہیں اس دنیا میں بھی نواز دیتا ہے جو اُن کے ایمان کی مضبوطی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

مالی قربانی کس شوق سے لوگ کرتے ہیں اور اس نمونے پر عمل کرتے ہیں جو صحابہ کا تھا جس کا میں نے ذکر کیا کہ مالی تحریک پر صحابہ بازار جاتے تھے اور جو معمولی مزدوری ملتی تھی اس کو لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ ایسے نمونے ہم میں آج بھی ملتے ہیں۔

برکینا فاسو کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ وود گو ریجن میں ہماری ایک جماعت کاری (Kari) ہے۔ وہاں اس کے قریب حکومت زمین میں فائبر آپٹک (Fibre Optic) تار بچھا رہی ہے تو کاری جماعت کے بعض خدام نے ٹھیکیدار سے بات کی کہ وہ ان کو ایک کلو میٹر کی کھدائی کا کام دے دے۔ چنانچہ کام ملنے پر جماعت کے خدام نے مل کر کھدائی کا کام کیا اور اس کے عوض ملنے والی ایک ملین فرانک سیفا کی رقم جو تقریباً کوئی بارہ سو پچاس پاؤنڈ بنتے ہیں وقف جدید کے چندہ میں ادا کر دی۔ پس یہ جذبہ ہے کہ جیسا مَیں نے کہا آج جماعت احمدیہ کے علاوہ اور کہیں نظر نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ کس طرح نوجوانوں اور بچوں کے ایمانوں میں بھی چندے کی برکت سے مضبوطی

عطا فرماتا ہے اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ برکینا فاسو کے ملک میں بَنْفَورہ ریجن کی ایک جماعت ہے۔ وہاں کے ایک ممبر اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک سفر پر جانا تھا اور وقف جدید کا سال ختم ہو رہا تھا۔ دوسری طرف فصل کی بھی برداشت ہو رہی تھی۔ کاٹی جا رہی تھی۔ تو میں نے جانے سے پہلے اپنے بچوں سے کہا کہ فصل جب مکمل ہو جائے تو اس میں سے دسواں حصہ نکال کر چندے میں دے دینا۔ یہ کہہ کر میں سفر پر چلا گیا۔ بعد میں بچے جو فصل تھی، اناج تھا تمام گھر لے آئے اور چندہ ادا نہیں کیا۔ کہتے ہیں جب میں واپس آیا اور میں نے دیکھا، پتا کیا تو پتا لگا کہ بچوں نے تو سارا اناج گھر میں رکھ لیا ہے۔ اس پر میں نے بچوں سے کہا کہ ابھی سارا اناج گھر سے باہر نکالو اور چندے کا حصہ علیحدہ کرو۔ چنانچہ جب بچوں نے وہ سارا اناج گھر سے نکالا اور چندے کا حصہ نکال کر اسی جگہ پہ وہ واپس رکھا تو کہتے ہیں اس میں کوئی بھی کمی نہیں تھی اور بچے یہ چیز دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چندہ علیحدہ کیا ہے لیکن اس کے باوجود اناج اتنے کا اتنا ہی ہے۔ اس پر کہتے ہیں مَیں نے انہیں بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دکھایا ہے کہ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہ صحیح اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے والے ان لوگوں کا ایمان ہے جو ہزاروں میل دور بیٹھے ہیں اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا، مانا۔

چندے کی برکت سے مشکلات کے دور ہونے اور مضبوط ایمان کا بھی ایک واقعہ ہے۔ آئیوری کوسٹ کی جماعت دِپِنگُو ہے۔ وہاں سے تعلق رکھنے والے ایک احمدی دوست یعقوب صاحب کہتے ہیں کہ میں کافی دیر سے احمدی تھا لیکن چندے کے نظام میں شامل نہیں تھا۔ پہلے میری زندگی ہمیشہ مسائل میں گھری رہتی تھی۔ کبھی بچے بیمار رہتے تھے تو کبھی فصل کی وجہ سے پریشانی رہتی۔ لیکن گزشتہ تین سال سے میں چندہ وقف جدید کے بابرکت نظام میں شامل ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مالی نظام کا مستقل حصہ بننے کے بعد خدا تعالیٰ نے زندگی بدل دی ہے۔ اب میرے بچے پہلے سے زیادہ صحت مند ہیں اور فصل بھی زیادہ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کس طرح نومبایعین میں بھی قربانی کی روح پیدا ہو رہی ہے۔ آئیوری کوسٹ کے ایک دوست زَبُلُو احمد صاحب نے کچھ عرصہ قبل عیسائیت سے احمدیت قبول کرنے کی توفیق پائی۔ اپنے شہر میں اکیلے احمدی ہیں اور باقاعدگی سے میرے خطبات بھی سنتے ہیں۔ بہت سے جماعتی پروگرام بھی سنتے رہتے ہیں۔ ان میں بڑا اخلاص ہے۔

انہوں نے ایمان اور اخلاص میں بڑی ترقی کی ہے۔ بیعت کے بعد فرنچ زبان میں موجود جماعتی لٹریچر کا مطالعہ کیا اور اب ایک اچھے داعی الی اللہ بھی بن چکے ہیں۔ تبلیغ کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنا گاؤں چھوڑ کر ہمارے جماعتی سینٹر کے قریب رہائش اختیار کر لی تا کہ اسلام کے متعلق زیادہ سے زیادہ سیکھ سکیں۔ اس دوران ان کے پاس کام کاج نہیں تھا۔ جگہ چھوڑی۔ کام میں فرق پڑا۔ کام کی تلاش میں تھے۔ صرف ان کی اہلیہ کچھ پیسے کما رہی تھی اور اس سے گھر کا خرچ چل رہا تھا۔ انہیں جب چندے کی تحریک کی گئی تو سخت

حالات کے باوجود پانچ ہزار فرانک سیفا کی رقم چندے میں ادا کر دی اور کہنے لگے کہ یہ میرا اور میری فیملی کا چندہ ہے۔ ٹھیک ہے حالات خراب ہیں لیکن چندے کی برکات سے مَیں محروم نہیں رہنا چاہتا۔

چندہ دینے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی کس طرح سکون ملتا ہے۔ اس بارے میں آئیوری کوسٹ کے ہمارے ایک مبلغ لکھتے ہیں کہ بَنْدُو کُو شہر آئیوری کوسٹ میں اسلام کا گڑھ سمجھا جاتا ہے اور مولویوں کی اکثریت ہے۔ یہاں ایک زیر تبلیغ دوست عبدالرحمن صاحب نے بیعت کی تھی۔ ان کو جماعت کے ساتھ تعارف ایک پمفلٹ کے ذریعہ ہوا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں چار سال قبل مع فیملی عیسائیت سے مسلمان ہوا تھا۔ لیکن میرا دل مطمئن نہیں ہوتا تھا لیکن جب جماعت کے متعلق پتا چلا اور مشن ہاؤس جا کر بعض سوالات کئے تو مجھے میرے سارے سوالوں کے جوابات مل گئے اور میں نے بیعت کر لی۔

کہتے ہیں جب میں نے بیعت کی تو دسمبر کا مہینہ تھا۔ مبلغ صاحب نے مسجد میں چندہ وقف جدید کی اہمیت بتائی اور چندے کی تحریک کی۔ میری جیب میں اس وقت دو ہزار فرانک سیفا تھا جس میں سے ایک ہزار میں نے اسی وقت وقف جدید کی مدّ میں دے دیئے۔ کہتے ہیں الحمدللہ اس دن سے اللہ تعالیٰ نے میری زندگی ہی بدل دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے کام میں برکت ڈال دی ہے۔ جس جگہ میں کام کرتا ہوں وہاں افسروں سمیت سب میری عزت کرتے ہیں اور محدود آمدنی میں بھی اتنی برکت ہے کہ خوشحال زندگی گزار رہا ہوں۔

موصوف بیعت کرنے کے بعد پہلے دن سے ہی چندے کے نظام کا مستقل حصہ بن گئے ہیں۔

تنزانیہ کے ایک گاؤں کے ایک نومبایع جِینائی پاؤلو (Jinai Paulo) صاحب کی مثال ہے۔ گاؤں کا نام Shatimba ہے۔ وہ **بیان کرتے ہیں کہ مَیں چندہ دینے کے حوالے سے بہت کنجوسی کرتا تھا۔** کہتے ہیں جب مجھے چندے کے بارے میں یاددہانی کروائی جاتی تو مَیں کوئی نہ کوئی بہانہ بنا دیتا تھا۔ کہتے ہیں میں کوئلہ تیار کرنے کا کام کرتا ہوں اور میرے مالی حالات بھی اچھے نہ تھے اس لئے بھی چندہ دینے سے گریز کرتا تھا۔ لیکن جب سے مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا مضمون سمجھ آیا ہے میری زندگی ہی بدل گئی ہے اور اس سال جب میں نے فصل لگائی تو جس کھیت سے پہلے آٹھ یا دس بوریاں ملتی تھیں اسی کھیت سے چاولوں کی چھپّن بوریاں مجھے حاصل ہوئیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا نتیجہ ہے۔ جب سے میں نے چندہ دینا شروع کیا ہے میری زندگی بدل گئی ہے۔ میرے مالی حالات اچھے ہو گئے ہیں۔ اب میں چھ کمروں کا نیا مکان بنا رہا ہوں اور بڑا گھر بنانے کی وجہ یہ ہے کہ مَیں چاہتا ہوں کہ جب بھی جماعتی مہمان ہمارے گاؤں آئیں تو وہ میرے گھر میں رہیں اور مجھے میزبانی کا شرف بخشیں۔ اب یہ خرچ بھی جو اپنے رہائشی مکان کی تعمیر پہ خرچ کر رہے ہیں اس میں بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دین کی رضا کو مقدم رکھا ہے۔ اس کے دین کے لئے خرچ کرنا ان کی پہلی ترجیح ہے۔

مالی کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک دن ہمارے مشن ہاؤس میں ایک دوست عبدالرحمن صاحب آئے اور کہنے لگے کہ مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ جب ان سے پوچھا کہ آپ کیوں بیعت کرنا چاہتے ہیں تو کہنے لگے کہ

میرے دادا ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ امام مہدی علیہ السلام آ چکے ہیں اور اس کی ایک نشانی یہ بتائی تھی کہ امام مہدی کے پیروکار اشاعت اسلام کے کام میں امام مہدی کی مالی امداد کریں گے۔ جب میں نے آپ لوگوں کا ریڈیو سنا۔ کہتے ہیں کہ میں نے ریڈیو میں سنا جو کہ امام مہدی علیہ السلام کے آنے کا اعلان کرتا ہے اور ساتھ ہی خلیفۃ المسیح کے خطبات سنے جن میں وہ مالی قربانی کے واقعات کا ذکر کرتے ہیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہی وہ امام مہدی ہیں جن کے متعلق ہمارے دادا نے ہمیں خبر دی تھی اس لئے میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ موصوف نے بیعت بھی کی اور بڑی باقاعدگی سے چندہ بھی دے رہے ہیں اور مالی نظام میں بھی شامل ہیں۔

غربت کی انتہا کو پہنچے ہوئے جو لوگ ہیں وہ بھی مالی قربانی کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ بھی انہیں عجیب رنگ میں نوازتا ہے اور ان کے ایمانوں کو مضبوط کرتا ہے۔ گیمبیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک خاتون فاطمہ جالو صاحبہ جن کی عمر انچاس برس ہے وہ نَیَامِینَا ویسٹ میں کُنڈا (Kunda) نامی گاؤں میں رہتی ہیں۔ جب انہیں چندہ وقف جدید کی تحریک کی گئی تو کہنے لگیں کہ میرے پاس پیسے تو نہیں ہیں لیکن میری سہیلی نے کچھ دن پہلے مجھے ایک مرغی تحفہ میں دی تھی۔ اب یہ بھی وہی مثال ہے جس طرح قادیان میں ایک عورت مرغی کے انڈے اور مرغی لے کر حضرت مصلح موعودؓ کے پاس آ گئی تھی۔ جو اُسے کسی نے تحفہ میں دی تھی کہ اگر جماعت اسے قبول کر لے تو وہ وقف جدید کا چندہ ادا کر دیں گی۔ چنانچہ انہوں نے مرغی ہی چندے میں دے دی۔ چندہ ادا کرنے کے بعد کہنے لگیں کہ میں اپنے چچا کے سلسلہ میں بہت پریشان ہوں جو گھر کے واحد کفیل تھے اور چار مہینے پہلے بدامنی کے الزام میں سینیگال میں انہیں سات سال کی سزا سنائی گئی ہے اور وہ جیل میں ہیں۔ مجھے انہوں نے دعا کے لئے خط بھی لکھا اور اس کے بعد کہتی ہیں چندہ بھی ادا کیا۔

بہرحال چندے کی بھی برکت تھی۔ کہتی ہیں دو مہینے بعد انہیں خبر ملی کہ ان کے چچا کو گورنمنٹ نے معاف کر دیا ہے اور وہ جیل سے رہا ہو گئے ہیں۔ ان کی رہائی کے متعلق جس نے بھی سنا وہ یہی کہتا تھا یہ کوئی معجزہ ہے ورنہ اس جرم میں رہائی ناممکن ہے۔ ان خاتون کے چچا لامین جالو صاحب ہیں۔ ان کو جب اس واقعہ کا پتا چلا کہ ان کی بھتیجی نے اس طرح چندہ ادا کیا تھا اور مجھے دعا کے لئے بھی لکھا تھا اور پھر ان کی رہائی بھی ہو گئی تو اس سے بہت متأثر ہوئے اور انہوں نے بھی احمدیت قبول کر لی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے فاطمہ صاحبہ باقاعدگی سے چندہ ادا کرتی ہیں۔ تبلیغ بھی کرتی ہیں اور لوگوں کو بتاتی ہیں کہ چندے کی برکت کے نتیجہ میں ان کے چچا کو رہائی مل گئی جس کی وجہ سے وہ پریشان تھیں۔ پھر صرف افریقہ میں نہیں، احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان ترقی یافتہ ممالک میں بھی ایمان و اخلاص کا نمونہ دکھلاتے ہیں۔

آسٹریلیا کے مبلغ سید ودود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ میلبرن میں ایک خادم جو کہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں وہ وعدے کے مطابق وقف جدید کا چندہ ادا کر چکے تھے۔ لیکن جمعہ پر مالی قربانی کی طرف دوبارہ توجہ دلائی گئی اس پر اس خادم نے مزید پانچ سو پچاس ڈالر کا وعدہ کیا اور اگلے دن ادائیگی بھی کر دی۔ یہ خادم پڑھائی

کے ساتھ ساتھ پارٹ ٹائم کام بھی کرتے ہیں اور انہیں ہر پندرہ روز کے بعد پانچ سو تیس ڈالر ملتے ہیں لیکن اس ہفتے وہ کہتے ہیں ان کو بارہ سو بتیس ڈالر ملے جس کی انہیں بالکل امید نہیں تھی۔ کہنے لگے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے نتیجہ میں ہوا ہے۔

پھر امیر صاحب فجی ہیں۔ وہ نَسَرُ وَانگا جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بہت ہی مخلص ہیں۔ سیکرٹری مال کے طور پر خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے جب سے **چندے کی ادائیگی شروع کی اللہ تعالیٰ نے ان کے کاروبار میں بہت برکت ڈالی۔** ان کی اہلیہ جو کہ ایک عیسائی خاندان سے آئی ہوئی ہیں وہ کہتی ہیں کہ سب خدمت دین اور مالی قربانی کا نتیجہ ہے ورنہ ہمارے قرضے ختم ہی نہیں ہوتے تھے۔

پھر بینن کے پاراکو ریجن کی ایک پرانی جماعت "اِنا" ہے وہاں کے معلم حمید صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں کے لوکل زیادہ تر کھیتی باڑی کرتے ہیں اور کپاس کی کاشت کرتے ہیں۔ اس سال کاشتکاروں نے کپاس چُن کر گاؤں کے پاس ایک جگہ ڈھیر لگایا تا کہ فیکٹری میں بھجوائی جائے۔ لیکن ایک دن اچانک کپاس کے ڈھیر کو آگ لگ گئی اور کروڑوں روپے کی کپاس جل کر راکھ ہو گئی۔ اس وقت صرف ایک آدمی کی کپاس بچی جو جماعت کے مخلص ممبر ہیں۔ مقامی لوگوں نے ان سے کہا کہ یہ تو ایک معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی کپاس کو بچا لیا ہے۔ اس پر وہ احمدی دوست کہنے لگے کہ میرا یقین ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرے اموال کو اس لئے بچایا ہے کہ میں احمدی ہوں اور ہر ماہ اللہ کی راہ میں چندہ دیتا ہوں۔

کانگو برازاویل کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک خاتون مادام عائشہ سرکاری سکول میں پڑھاتی ہیں۔ ایک دن یہ اپنے بیٹے کے ساتھ مشن ہاؤس آئیں اور اپنی شدید مالی پریشانی کا اظہار کیا۔ مالی پریشانی کی ایک وجہ خاوند کی طرف سے کچھ بھی خرچ نہ دینے کے علاوہ یہ بھی تھی کہ حکومت کی طرف سے بطور ٹیچر جو ماہانہ الاؤنس ملتا تھا وہ بھی سابقہ قرضے کی کٹوتی کی وجہ سے آدھا مل رہا تھا۔ انہوں نے قرض لیا ہوا تھا آدھی تنخواہ مل رہی تھی۔ خاوند کچھ دے نہیں رہا تھا بڑی پریشان تھی۔ یہ کہتے ہیں ان کی پریشانی سن کر ایک تو انہوں نے مجھے خط لکھنے کا کہا کہ دعا کے لئے خط لکھیں اور ایک نسخہ یہ بتایا کہ جتنی بھی توفیق ہے آپ چندہ کی ادائیگی باقاعدگی سے کیا کریں۔ کہتے ہیں انہوں نے فوراً خط تو خیر لکھا لیکن چندہ کی ادائیگی بھی باقاعدگی سے کرنی شروع کر دی اور اپنی فیملی کی طرف سے بھی چندہ ادا کیا۔

کہتے ہیں ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ خاوند نے خود بخود گھر کا کرایہ، بچے کی سکول فیس ادا کرنی شروع کر دی۔ دوسری طرف ان کی بڑی بہن جس نے والد مرحوم کی ساری جائیداد پر قبضہ کیا ہوا تھا اس نے پہلی دفعہ اپنی اس بہن کو ایک لاکھ فرانک سیفا بھیجا۔ اس احمدی خاتون نے فوراً مشن ہاؤس فون کر کے اطلاع دی کہ **چندے کی برکت سے میری ساری پریشانی دور ہو گئی ہے** اور پھر خود مشن ہاؤس آ کر اس رقم میں سے مزید دس ہزار فرانک سیفا چندہ ادا کیا۔

صدر لجنہ کینیڈا لکھتی ہیں کہ یونیورسٹی کی ایک بچی نے بتایا کہ ایک دفعہ میری لوکل سیکرٹری وقف جدید نے مجھے کہا کہ تم چندہ وقف جدید ضرور دو۔ خدا تعالیٰ اس طرح تمہاری مشکلات دور فرمائے گا۔ اس بچی نے بتایا کہ میرے پاس اس وقت صرف پچاس ڈالر تھے جو کہ ایک سٹوڈنٹ ہونے کے ناطے میرے لئے بہت بڑی رقم تھی لیکن میں نے چندہ وقف جدید میں ادا کر دیئے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں یہ رقم دینے کے کچھ عرصہ بعد ہی مجھے یونیورسٹی سے آٹھ سو ڈالر سکالر شپ مل گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے میری قربانی سے بہت بڑھ کے نوازا۔

مصر کے ہمارے ایک احمدی عبدالرحمن صاحب ہیں۔ کہتے ہیں جب انہوں نے لکھا۔ غالباً انہوں نے جون میں لکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ گزشتہ جمعہ کے روز میرے پاس سو مصری پاؤنڈ تھے جن میں سے پچاس پاؤنڈ میں نے جماعت کو دے دیئے اور پچاس سفر خرچ اور باقی ضروریات کے لئے رکھ لئے۔ میں اپنے گھر اور علاقے سے دور رہتا ہوں جہاں خدا کے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ اگلے دن اچانک علم ہوا کہ ماہوار تنخواہ جو بالعموم تاخیر سے آتی ہے اس دفعہ جلدی آگئی ہے اور مجھے اسی دن وصولی کرنی چاہئے۔ تاہم میں دو دن بعد گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حکومت نے تنخواہ میں ساٹھ فیصد اضافہ کر دیا ہے۔ اب میرا ارادہ ہے کہ اگلے جمعہ کو اس کا نصف بھی خدا کی راہ میں دے دوں۔ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے کی لذّت عطا فرمائے۔

پھر انڈیا کے ہمارے ایک انسپکٹر سلیم خان صاحب ہیں لکھتے ہیں کہ صوبہ گجرات کی ایک جماعت سمبڑیالہ کے دورے پر گئے تو وہاں کے ایک دوست سے فون پہ رابطہ ہوا۔ انہیں بتایا کہ ہم ایک گھنٹے تک آپ کی طرف آرہے ہیں۔ جب ایک گھنٹے کے بعد گئے تو کہتے ہیں کہ ابھی بات چیت چل رہی تھی کہ اچانک دو آدمی آئے اور ان سے بات کی۔ اس کے بعد ان کا ریفریجریٹر اٹھا کے لے گئے۔ کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ آپ نے کہا تھا ہم آرہے ہیں اور پیسے ہمارے پاس آج تھے کوئی نہیں تو ریفریجریٹر گھر میں پڑا تھا۔ میں نے اس کا سودا کر دیا اور اس کو فروخت کر دیا۔ اس پہ کہتے ہیں ہم نے کہا کہ اس کی اتنی جلدی کیا تھی۔ نہ کرتے۔ ابھی بھی واپس رکھ لیں۔ انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ مرکز سے نمائندہ یا مرکز کی نمائندگی میں کوئی ہمارے پاس آئے اور ہم اس کو خالی ہاتھ جانے دیں۔ ریفریجریٹر کا کیا ہے فریج ہم دوبارہ خرید لیں گے انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ان کے مال میں برکت ڈالے۔ موصوف کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ مستری کا کام کرتے ہیں لیکن اپنی تنگدستی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی سے گریز نہیں کیا۔

اسی طرح انڈیا سے ہی انسپکٹر وقف جدید منور صاحب ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جماعت ساندھن صوبہ یوپی کے دورے کے دوران ایک دوست کے پاس چندہ وقف جدید کی وصولی کے لئے گئے تو انہوں نے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ کل صبح آجائیں پھر دیکھتے ہیں۔ کہتے ہیں اگلے روز میں دوبارہ ان کے گھر گیا تو موصوف نے بتایا کہ پیسوں کا انتظام نہیں ہوا۔ ان بچوں کو دیکھیں۔ **بچوں**

میں قربانی کی کتنی روح ہے۔ ان کی چھوٹی بیٹی پاس کھڑی سن رہی تھی وہ اپنے والد کے پاس آکر کہنے لگی کہ آپ نے مجھے وعدہ کیا تھا کہ سردی بڑھ رہی ہے اور آپ مجھے سردیوں میں جوتے خرید کر دیں گے۔

آپ نے میری سردی کے جوتوں کے لئے جو رقم رکھی ہوئی ہے وہ مجھے دے دیں۔ بچی نے ضد کر کے اپنے والد سے یہ رقم حاصل کی اور ساری چندہ وقف جدید میں ادا کر دی اور کہنے لگی کہ جوتے تو بعد میں بھی آتے رہیں گے پہلے چندہ لے لیں۔ ویسے تو میں نے ان کو کہا ہوا ہے کہ ایسے گھروں کا، ایسے لوگوں کا خیال رکھا کریں اور وہ دینا بھی چاہیں تو ان سے نہ لیا کریں لیکن بہرحال بعض لوگ مجبور کرتے ہیں اور ضد کر کے دیتے ہیں لیکن جماعت کو بعد میں ان کا خیال بھی رکھنا چاہئے۔

پھر انڈیا کے وقف جدید کے ایک انسپکٹر فرید صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نومبر کے مہینہ میں یوپی میں وقف جدید کے مالی دورے پر گیا تو معلوم ہوا کہ میرٹھ میں بھی ایک احمدی گھر ہے جو کئی سالوں سے جماعت کے رابطے میں نہیں ہے۔ چنانچہ جب ان کے گھر پہنچے اور انہیں مالی قربانی کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے کہا ہم صرف وقف جدید میں ہی نہیں بلکہ تمام چندہ جات میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ لہٰذا موصوف نے اپنا بالشرح لازمی چندہ کا بجٹ لکھوایا اور ساتھ ہی وقف جدید اور تحریک جدید اور ذیلی تنظیمات کے چندہ جات کا بجٹ بھی بنوایا اور پندرہ ہزار روپے اسی وقت چندہ وقف جدید میں بھی ادا کر دیئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے وقف جدید کی بابرکت تحریک کی بدولت ایک خاندان کا جماعت احمدیہ کے ساتھ رابطہ بھی بحال کر دیا۔ پس جیسا کہ پہلے بھی میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ ہماری طرف سے، ہمارے کارکنان کی طرف سے سستی ہوتی ہے۔ جماعتوں سے رابطہ نہیں کرتے اور بعض دفعہ ایک لمبا عرصہ رابطہ نہیں ہوتا۔ **اس لئے سارے نظام کو بھی فعال ہونا چاہئے تا کہ لوگوں تک پہنچ سکیں۔**

یہ چند واقعات ہیں جو میں نے بیان کئے۔ یہ جہاں دین کی خاطر مالی قربانیوں کے کرنے کے بارے میں ہمیں علم دیتے ہیں وہاں یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور جماعت احمدیہ کی سچائی اور اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم ہونے کی بھی ایک دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ احباب جماعت کا ایمان اور یقین ترقی کرتا رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ قربانیوں میں بڑھتے جائیں۔

گزشتہ سال میں جماعت نے وقف جدید میں جو قربانیاں دی ہیں اور جماعتوں کی جو پوزیشن ہے اس بارے میں اب کچھ بتاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے 31/ دسمبر کو وقف جدید کا ساٹھواں سال ختم ہوا ہے۔ یکم جنوری سے اکسٹھواں نیا سال شروع ہو گیا ہے اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر نے دوران سال وقف جدید میں اٹھاسی لاکھ باسٹھ ہزار پاؤنڈ کی قربانی پیش کی۔ گزشتہ سال کی نسبت یہ آٹھ لاکھ بیالیس ہزار پاؤنڈ زیادہ ہیں۔ الحمد للہ۔ پاکستان کے علاوہ۔ وہ تو مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلے نمبر پہ ہوتا ہی ہے۔ باقی جو دنیا میں وقف جدید میں پوزیشن ہے وہ پہلے دس ملکوں کی اس طرح ہے کہ برطانیہ پہلے نمبر پر ہے۔ جرمنی دوسرے نمبر پر ہے۔ تحریک

جدید میں یہ الٹ تھا۔ امریکہ تیسرے نمبر پر۔ کینیڈا چوتھے نمبر پر۔ ہندوستان پانچویں نمبر پر۔ آسٹریلیا چھٹے نمبر پر۔ مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے ساتویں نمبر پر۔ انڈونیشیا آٹھویں نمبر پر۔ پھر نویں نمبر پر مڈل ایسٹ کی جماعت ہے گھانا دسویں نمبر پر۔ گھانا نے بھی اس دفعہ کافی ترقی کی ہے۔

مقامی کرنسی کے لحاظ سے گزشتہ سال کے مقابل پر نمایاں اضافہ کرنے والے ممالک میں اس سال کینیڈا سرفہرست ہے۔ اس نے کافی ترقی کی ہے۔ اس کے علاوہ افریقہ کے ممالک میں نائیجیریا نے کافی ترقی کی ہے۔ تراسی فیصد اضافہ کیا ہے۔ مالی نے پچپن فیصد اضافہ کیا ہے۔ سیرالیون نے پینتالیس فیصد اضافہ کیا ہے۔ کیمرون نے پینتالیس فیصد اضافہ کیا ہے۔ غانا نے چوبیس فیصد اضافہ کیا ہے۔ یعنی گزشتہ سال کی نسبت زائد وصولیاں کی ہیں۔

شاملین کی تعداد۔ اصل تو یہ چیز ہے کہ شاملین بڑھنے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال وقف جدید میں سولہ لاکھ سے زائد چندہ دہندگان شامل ہوئے ہیں اور نئے شامل ہونے والوں کی تعداد دو لاکھ اڑسٹھ ہزار ہے۔ اور شاملین میں اضافے کے اعتبار سے نائیجیریا نمبر ایک پہ ہے۔ پھر سیرالیون ہے۔ پھر نائیجر ہے۔ پھر بینن ہے۔ پھر مالی ہے۔ پھر کیمرون ہے۔ آئیوری کوسٹ ہے۔ سینیگال ہے۔ برکینا فاسو ہے۔ گیمبیا ہے۔ گنی بساؤ ہے۔ پھر کینیا ہے۔ تنزانیہ ہے۔ زمبابوے ہے۔ انہوں نے نمایاں کام کیا ہے۔

وقف جدید میں دو چندے ہوتے ہیں۔ اطفال کا اور بالغان کا۔ چندہ بالغان میں پاکستان اور کینیڈا کا زیادہ کام ہے لیکن اس دفعہ آسٹریلیا نے بھی کیا ہے۔

بالغان میں پاکستان میں جو پہلی تین پوزیشنیں ہیں اس میں پہلے نمبر پہ لاہور ہے۔ دوسرے پہ ربوہ ہے۔ تیسرے پہ کراچی۔ اور اضلاع کی پوزیشن کے لحاظ سے پہلے نمبر پہ اسلام آباد۔ پھر راولپنڈی۔ پھر سرگودھا۔ پھر گجرات۔ پھر عمرکوٹ۔ پھر حیدرآباد۔ پھر میرپور خاص۔ پھر ڈیرہ غازی خان۔ پھر کوٹلی آزاد کشمیر۔ اور پھر کوئٹہ۔

پاکستان میں وصولی کے لحاظ سے جو پہلی دس جماعتیں اسلام آباد شہر۔ ٹاؤن شپ۔ گلشن اقبال کراچی۔ سمن آباد لاہور۔ راولپنڈی شہر۔ عزیز آباد کراچی۔ دہلی گیٹ لاہور۔ مغلپورہ لاہور۔ سرگودھا شہر۔ اور ڈیرہ غازی خان شہر ہیں۔

اطفال کی تین بڑی جماعتیں ہیں۔ اوّل لاہور۔ دوم کراچی۔ سوم ربوہ۔ اور اضلاع کی پوزیشن کے لحاظ سے نمبر ایک پہ سرگودھا۔ نمبر دو پہ راولپنڈی۔ نمبر تین پہ گجرات۔ نمبر چار فیصل آباد۔ نمبر پانچ حیدرآباد۔ نمبر چھ نارووال۔ سات نمبر پہ ڈیرہ غازی خان۔ آٹھویں پہ کوٹلی آزاد کشمیر۔ نویں پہ شیخوپورہ۔ اور دسویں پہ بدین۔

برطانیہ کی دس بڑی جماعتیں۔ نمبر ایک پہ ووسٹر پارک۔ نمبر دو پہ مسجد فضل۔ نمبر تین برمنگھم ساؤتھ۔ نمبر چار جلنگھم۔ نمبر پانچ برمنگھم ویسٹ۔ چھ نیو مولڈن۔ سات گلاسگو۔ آٹھ اسلام آباد۔ نو پٹنی۔ اور دس ہیز۔

اور ریجن کے لحاظ سے لنڈن بی نمبر ایک پہ۔ لنڈن اے دو۔ پھر مڈ لینڈز۔ نارتھ ایسٹ۔ مڈل سیکس۔ ساؤتھ لندن۔ اسلام آباد۔ ایسٹ لندن۔ نارتھ ویسٹ۔ اور ہرٹس (ہارڈ فورڈ شائر)۔ اور سکاٹ لینڈ۔

امریکہ کی پہلی دس جماعتیں ہیں۔ سلیکون ویلی نمبر ایک پہ۔ پھر سیاٹل۔ ڈیٹرائٹ۔ سلور سپرنگ۔ سینٹرل ورجینیا۔ بوسٹن۔ لاس اینجلس ایسٹ۔ ڈیلس۔ ہیوسٹن نارتھ اور لورل (Lourel)۔

وصولی کے لحاظ سے جرمنی کی پانچ لوکل امارات یہ ہیں۔ ہیمبرگ نمبر ایک پہ، فرینکفرٹ دو۔ ویزبادن۔ پھر گراس گراؤ۔ مورفلڈن والڈورف۔

اور مجموعی وصولی کے لحاظ سے دس جماعتیں ہیں روئیڈرمارک۔ نوئس۔ مہدی آباد۔ نیڈا۔ فریڈبرگ۔ کوبلنز۔ فلورزہائیم۔ وائن گارٹن۔ پنّے برگ۔ اور لانگن۔

وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتیں ہیں نمبر ایک پہ وان۔ پھر کیلگری۔ پھر پیس ویلیج۔ بریمپٹن، وینکوور۔ مسی ساگا۔

دس بڑی جماعتیں ہیں۔ ڈرہم نمبر ایک پہ۔ پھر ایڈمنٹن ویسٹ۔ سسکاٹون ساؤتھ۔ ونڈسر۔ بریڈفورڈ۔ سسکاٹون نارتھ۔ مونٹریال ویسٹ۔ لائیڈمنسٹر۔ ایڈمنٹن ایسٹ۔ ایبٹس فورڈ۔

اور دفتر اطفال میں پانچ نمایاں جماعتیں۔ ڈرہم نمبر ایک پہ۔ پھر بریڈفورڈ۔ سسکاٹون ساؤتھ۔ سسکاٹون نارتھ۔ لائیڈمنسٹر۔

اور دفتر اطفال میں پانچ نمایاں امارتیں۔ پیس ویلیج نمبر ایک پہ۔ کیلگری۔ وان۔ وینکوور۔ ویسٹن۔

بھارت کی صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر ایک پہ کیرالہ۔ پھر جموں کشمیر۔ پھر تلنگانا۔ کرناٹکا۔ پھر تامل ناڈو۔ پھر اڑیسہ۔ ویسٹ بنگال۔ پھر پنجاب۔ پھر اُتّر پردیش۔ پھر مہاراشٹرا۔

اور وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی جو جماعتیں ہیں وہ ہیں۔ کالیکٹ نمبر ایک پہ۔ پھر حیدرآباد۔ پھر پاٹھاپریام۔ پھر قادیان۔ پھر کولکتہ۔ پھر بینگلور۔ پھر کانور ٹاؤن۔ پینگاڈی۔ کارولائی اور کارُونا گاپلی۔

آسٹریلیا کی دس جماعتیں ہیں۔ نمبر ایک پہ کاسل ہل، نمبر دو برزبن لوگان۔ مارزڈن پارک۔ پھر ملبرن لانگ وارن۔ بیروِک۔ پیز تھ۔ پلمپٹن۔ بلیک ٹاؤن۔ ایڈیلیڈ ساؤتھ اور کینبرا۔

دفتر اطفال میں آسٹریلیا کی جماعتیں ہیں۔ برزبن لوگان۔ پیز تھ۔ برزبن ساؤتھ۔ ملبرن بیروک۔ ایڈیلیڈ ساؤتھ۔ ملبرن لانگ وارن۔ پلمپٹن۔ کاسل ہل۔ مارزڈن پارک۔ ماؤنٹ ڈروئیٹ۔

اللہ تعالیٰ تمام قربانی کرنے والوں کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت ڈالے۔ ان کے ایمان و اخلاص میں بھی اضافہ کرے اور ہر ایک اپنے ہر قول و فعل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق عمل کرنے والے ہوں۔

نمازوں کے بعد میں ایک **نماز جنازہ حاضر بھی پڑھاؤں گا جو عزیزم علی گوہر منور ابن وجیہ منور صاحب کا ہے**۔ یہاں آلڈرشاٹ یُوکے کے ہیں۔ 23/ دسمبر 2017ء کو اپنی فیملی کے ساتھ جرمنی جاتے ہوئے کولن شہر کے نزدیک ان کی کار کو حادثہ پیش آگیا۔ ٹائر پھٹ گیا تھا۔ والدہ ان کی کار چلا رہی تھی۔ پانچ

سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ علی گوہر وقف نَو کی تحریک میں شامل تھے۔ اس کے دادا چوہدری منور حفیظ صاحب کا تعلق نارووال سے تھا۔ انہوں نے علی کا نام اپنے پڑدادا حضرت علی گوہرؓ صاحب کے نام پر رکھا تھا جو کہ خاندان کے پہلے احمدی تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ جبکہ عزیزم علی کے نانا مکرم محمد ادریس صاحب کا تعلق حیدرآباد دکن سے ہے۔

علی کی والدہ نصرت جہاں ہمارے دفتر کی انگلش ڈاک ٹیم میں کام کرتی ہیں۔ حادثہ میں جیسا کہ میں نے کہا اس کی والدہ ہی گاڑی چلا رہی تھیں۔ نصرت جہاں کی والدہ یعنی بچے کی نانی بھی ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہیں بھی کافی چوٹیں آئی ہیں اور ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صحت و سلامتی والی زندگی دے اور ان کے والدین کو بھی۔ بچے کے والدین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ماں نے خاص طور پر بڑے صبر سے اس صدمے کو برداشت کیا ہے اور بچے تو معصوم ہیں ہی۔ اللہ تعالیٰ یقیناً بچوں کو فوری جنت میں لے ہی جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے والدین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان کو نعم البدل بھی عطا فرمائے۔ نماز کے بعد جیسا کہ میں نے کہا جنازہ پڑھاؤں گا۔ جنازہ حاضر ہے۔ اس لئے مَیں باہر جاؤں گا اور احباب یہیں مسجد کے اندر ہی رہیں اور جنازہ میں شامل ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26 جنوری 2018ء تا 01 فروری 2018ء جلد 25 شمارہ 04 صفحہ 05 تا 09)

2

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 12 / جنوری 2018ء بمطابق 12 / صلح 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: میرا مذہب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی ایسی تھی کہ کسی دوسرے نبی کو دنیا میں نہیں ملی۔ اسلام کی ترقی کا راز یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت جذب زبردست تھی اور پھر آپ کی باتوں میں وہ تاثیر تھی کہ جو سنتا تھا وہ گرویدہ ہو جاتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو آپ نے کھینچا انہیں پاک صاف کر دیا۔

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں کس قسم کی تبدیلیاں پیدا کیں فرماتے ہیں کہ:

صحابہ کی حالت کو دیکھتے ہیں تو ان میں کوئی جھوٹ بولنے والا نظر نہیں آتا۔ حالانکہ جب عرب کی ابتدائی حالت پر نگاہ کرتے ہیں تو وہ تحت الثری میں پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بت پرستی میں منہمک تھے۔ یتیموں کا مال کھانے اور ہر قسم کی بدکاریوں میں دلیر اور بے باک تھے۔ ڈاکوؤں کی طرح گزارہ کرتے تھے۔ گویا سر سے پیر تک نجاست میں غرق تھے۔ لیکن ایسا انقلاب آپ نے ان میں پیدا کیا جس کی نظیر دوسری قوموں میں نہیں ملتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معجزہ اتنا بڑا ہے کہ آپ نے ایک جگہ یہ فرمایا کہ دنیا کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کا درست کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بہت مشکل ہے کہ کسی ایک ایک آدمی کی بھی اصلاح کی جائے مگر یہاں تو ایک قوم تیار کی گئی کہ جنہوں نے اپنے ایمان اور اخلاص کا وہ نمونہ دکھایا کہ بھیڑ بکری کی طرح اس سچائی کیلئے ذبح ہو گئے جس کو انہوں نے اختیار کیا تھا۔ درحقیقت یہ ہے کہ وہ زمینی نہ رہے تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم، ہدایت اور مؤثر نصیحت نے ان کو آسمانی بنا دیا تھا۔ قدسی صفات ان میں پیدا ہو گئی تھیں۔..... یہ وہ نمونہ ہے جو ہم اسلام کا دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسی اصلاح اور ہدایت کا باعث تھا جو اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ رکھا جس سے زمین پر آپ کی ستائش ہوئی کیونکہ آپ نے زمین کو امن، صلح کاری اور اخلاق فاضلہ اور نیکوکاری سے بھر دیا تھا۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ: 84 تا 86)

آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ انصاف سے کام لینے والے اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی جاہل، اجڈ اور نجاست میں غرق لوگوں کو تعلیم یافتہ انسان بنا دیا اور باخدا انسان بنا دیا۔

چند سال ہوئے ایک یہودی سکالر مجھے ملنے آئے اور کہنے لگے کہ باوجود اس کے کہ یہودیوں کو مسجد اقصیٰ میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں وہاں گیا تھا اور ساری دیکھ کر آیا ہوں۔ انہوں نے اس کو دیکھنے کی جو تفصیل مجھے سنائی وہ تو بڑی لمبی ہے۔ بہر حال کہتے ہیں کہ وہاں دکھانے والا جو نگران تھا اس کو کئی دفعہ مجھ پر شک ہوا کہ یہ مسلمان نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ ہر دفعہ میں نے کوئی ایسی بات کی جس سے ان کا مسلمان ہونا ظاہر ہوتا تھا یہاں تک کہ وہاں کے نگران کو تسلی دلانے کیلئے یہ یہودی کہنے لگے کہ میں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مَحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰہِ کا کلمہ بھی پڑھ دیا۔ خیر جب میں مسجد اچھی طرح دیکھ چکا تو پھر وہاں کے نگران نے مجھے کہا کہ بیشک آپ نے کلمہ بھی پڑھ دیا ہے لیکن مجھے ابھی بھی آپ کے مسلمان ہونے میں شبہ ہے۔ مجھے تسلی نہیں ہوئی۔ اب دیکھ تو چکے ہیں، اب مجھے حقیقت بتائیں کہ حقیقت کیا ہے؟ کہتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں مسلمان نہیں ہوں اور یہودی ہوں۔ جہاں تک کلمہ پڑھنے کا سوال ہے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر میں یقین رکھتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو میں نے مَحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کہا تو وہ بھی میں مانتا ہوں کیونکہ میں عربوں کی تاریخ سے واقف ہوں کہ اس زمانے میں عربوں کی کیا حالت تھی۔ عربوں کی جو حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے پہلے حالت تھی اسے ایک نبی ہی ٹھیک کر سکتا تھا۔ کوئی دنیادار لیڈر وہ حالت نہیں بدل سکتا تھا۔ اس لئے باوجود اس کے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤں یا نہ لاؤں میں ان کو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا نبی سمجھتا ہوں۔ **بہر حال اس نے باوجود دنیاداری کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم انقلاب لانے کو تسلیم کیا۔**

پس آج بھی اگر کوئی انصاف کی نظر سے دیکھے تو صحابہ میں جو غیر معمولی تبدیلیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی سے پیدا ہوئیں وہ یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ واقعی آپ خدا کے رسول تھے۔ صحابہ کے بارے میں، **ان کے غیر معمولی مقام کے بارے میں، ان میں غیر معمولی تبدیلیاں پیدا ہونے** کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ:

"صحابہؓ کی نظیر دیکھ لو۔ دراصل صحابہ کرامؓ کے نمونے ایسے ہیں کہ کُل انبیاء کی نظیر ہیں۔ خدا کو تو عمل ہی پسند ہیں۔ انہوں نے بکریوں کی طرح اپنی جانیں دیں۔ اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے نبوت کی ایک ہیکل آدم علیہ السلام سے چلی آتی تھی۔" یعنی جو شکل اور صورت اور مقام نبوت کا ایک تصور ہے وہ آدم کے زمانے سے چلا آتا ہے۔ لیکن فرماتے ہیں کہ" اور سمجھ نہ آتی تھی مگر صحابہ کرامؓ نے چمکا کر دکھلا دیا اور بتلا دیا کہ صدق اور وفا اسے کہتے ہیں۔ "پھر آپ فرماتے ہیں کہ "..... پھر جیسی بے آرامی کی زندگی انہوں نے بسر کی اس کی نظیر کہیں نہیں پائی جاتی۔ صحابہ کرامؓ کا گروہ عجیب گروہ قابلِ قدر اور قابلِ پیروی گروہ تھا۔ ان کے دل یقین سے بھر گئے ہوئے تھے۔" آپ فرماتے ہیں کہ "جب یقین ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ اوّل مال وغیرہ دینے کو جی چاہتا ہے پھر جب بڑھ جاتا ہے تو صاحبِ یقین خدا

کی خاطر جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔ " (ملفوظات جلد 5 صفحہ: 42)

پھر صحابہ کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔(النور:38)۔" قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل کرتی۔ آپ کی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "یہ ایک ہی آیت صحابہؓ کے حق میں کافی ہے کہ انہوں نے بڑی بڑی تبدیلیاں کی تھیں اور انگریز بھی اس کے معترف ہیں کہ ان کی کہیں نظیر ملنا مشکل ہے۔ بادیہ نشیں لوگ اور اتنی بہادری اور جرأت۔ تعجب آتا ہے۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ: 304)

فرماتے ہیں کہ "وہ ایسے مرد ہیں کہ ان کو یادِ الٰہی سے نہ تجارت روک سکتی ہے اور نہ بیع مانع ہوتی ہے یعنی محبت الٰہیہ میں ایسا کمال تام رکھتے ہیں کہ دنیوی مشغولیاں گو کیسی ہی کثرت سے پیش آویں ان کے حال میں خلل انداز نہیں ہو سکتیں۔" (براہین احمدیہ، جلد اول صفحہ: 617 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔(النور:38) جب دل خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ اس کی ایک کیفیت اس طریق پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے، کسی کام میں مصروف ہو مگر اس کا دل اور دھیان اسی بچہ میں رہے گا۔ اسی طرح پر جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں وہ کسی حال میں بھی خدا تعالیٰ کو فراموش نہیں کرتے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 21-20)

پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے وہ سچا تعلق اور عشق خدا تعالیٰ سے پیدا کر لیا تھا کہ سوال ہی نہیں تھا کہ وہ کسی طرح بھی خدا تعالیٰ سے غافل ہوں یا کسی بھی قربانی سے وہ دریغ کرنے والے ہوں۔ صحابہ کی بہت سی مثالیں ہیں۔

حضرت خَبّاب بن الْاَرت کے بارے میں آتا ہے جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ کا اتنا خوف اور خشیت تھی کہ انہوں نے اپنا کفن دیکھنے کے لئے منگوایا اور دیکھا تو وہ ایک عمدہ کپڑے کا کفن تھا۔ اپنے عزیزوں سے کہا کہ اتنا عمدہ کفن مجھے دو گے؟ اور رو پڑے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کو ایک چادر کفن کے لئے میسر ہوئی تھی اور وہ بھی اتنی چھوٹی کہ پاؤں ڈھانکتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر پاؤں کو گھاس سے ڈھانپ دیا گیا۔ پھر انتہائی خشیت سے کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک دینار یا درہم کا بھی میں مالک نہیں تھا اور آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے انعامات کی وجہ سے، ان قربانیوں کو قبول کرنے کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی دولت دی ہے کہ میرے گھر کے کونے میں جو صندوق پڑا ہے اس میں ہی چالیس ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں۔

کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے اعمال کی جزا اس دنیا میں

ہی نہ دے دی ہو اور کہیں آخری زندگی میں جو اجر ہے، اخروی زندگی کے جو اجر ہیں ان سے میں کہیں محروم نہ کر دیا جاؤں۔ ان کی آخری بیماری میں جب صحابہ ان کی عیادت کے لئے گئے اور انہیں یہ تسلی دی کہ لگتا ہے آپ بھی اپنے بزرگ صحابہ سے ملنے والے ہیں تو رو پڑے۔ اور ساتھ ہی یہ کہنے لگے کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں موت کے ڈر سے رویا ہوں بلکہ اس لئے رویا ہوں کہ جن صحابہ کا تم نے مجھے بھائی کہا ہے ان کا مقام بہت بلند تھا۔ پتا نہیں میں ان کا بھائی ہونے کا اہل بھی ہوں یا نہیں۔ کہنے لگے وہ لوگ جو ہم سے پہلے گزر گئے انہوں نے دنیاوی مال و متاع جس سے ہم فیض اٹھا رہے ہیں اس سے فیض نہیں اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ کا یہ مقام تھا کہ اپنے آپ کو انتہائی کمزور سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف تھا، فکر تھی کہ مرنے کے بعد خدا تعالیٰ راضی بھی ہوتا ہے کہ نہیں اور یہی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعدجلد3 صفحہ 88-89 خباب بن الارتؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

آپ کی قربانی اور دین کیلئے خدمت کسی سے کم نہیں تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ تھے تو حضرت علیؓ نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ اور ان کے بارے میں تاریخی کلمات کہے۔ ان الفاظ سے ہی حضرت خباب کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت خباب پر رحم کرے۔ انہوں نے نہایت محبت اور رغبت سے اسلام قبول کیا اور پھر ہجرت کی توفیق پائی۔ پھر جو زندگی انہوں نے گزاری وہ ایک مجاہد کی زندگی تھی۔ وہ شدید ابتلاؤں میں سے گزرے اور انتہائی صبر اور استقامت کا نمونہ دکھایا۔ حضرت علیؓ نے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے اجر ضائع نہیں کرتا جو نیک اعمال بجالانے والے ہوں۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 677 خباب بن الارتؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت خبابؓ کا جو مقام حضرت عمرؓ کی نظر میں تھا وہ بھی دیکھیں کیسا عظیم تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت خباب کو بلا کر اپنی مسند پر بٹھایا اور کہا۔ خباب! آپ اس لائق ہیں کہ میرے ساتھ اس مسند پر بیٹھیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ سوائے بلال کے میرے ساتھ اس مسند پر بیٹھنے کا کوئی اور مستحق ہو۔ انہوں نے یعنی حضرت بلال نے بھی ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کر کے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ حضرت خباب نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین بیشک بلال بھی حقدار ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بلال کو مشرکین سے بچانے والے موجود تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ لیکن میرا تو کوئی بھی نہیں تھا جو مجھے اس ظلم سے بچاتا۔ اور ایک دن ایسا بھی آیا کہ مجھے کافروں نے پکڑ لیا اور آگ میں ڈال دیا اور ایک ظالم نے میرے سینے پر پاؤں رکھ دیا جس سے میرے لئے اس آگ سے نکلنا ممکن نہ رہا۔ میری پیٹھ کوئلوں پر پڑے پڑے جل گئی۔ کوئلے دہکا کر انہیں اس پہ لٹا دیا۔ پھر حضرت خباب نے اپنی پیٹھ پر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا جہاں سفید لکیروں کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ دہکتے کوئلوں پر لیٹنے کی وجہ سے یہ نشان پڑے ہوئے ہیں۔ چربی پگھل گئی تھی۔ کھال پگھل گئی تھی۔ اس کے بعد یہ سفید کھال نیچے سے نکل آئی۔ حضرت خباب جو تھے وہ جنگ بدر اور خندق میں بھی شامل ہوئے۔ احد میں بھی شامل ہوئے۔ اس سب کے باوجود وفات کے وقت فکر ہے کہ پتا نہیں اللہ تعالیٰ راضی بھی ہوتا ہے یا نہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3صفحہ 88 خباب بن الارتّ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

پھر معاذؓ بن جبل ایک صحابی تھے ان کے بارے میں آتا ہے کہ تہجد ادا کرنے والے اور لمبی عبادت کرنے والے تھے۔ ان کی تہجد کی نماز کا ان کے قریبیوں نے یوں نقشہ کھینچا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے کہ اے میرے مولیٰ اس وقت سب سوئے ہوئے ہیں۔ آنکھیں سوئی ہوئی ہیں۔ اے اللہ تُو حیّ وقیّوم ہے میں تجھ سے جنت کا طلب گار ہوں مگر اس میں کچھ سُست رَو ہوں۔ یعنی عمل کرنے میں میں سست ہوں۔ اور آگ سے دور بھاگنے میں کمزور اور ناتواں ہوں۔۔ مجھے پتا ہے کہ جہنم کی آگ بھی ہے اور اس کے لئے نیکیاں کرنی پڑتی ہیں لیکن اس سے بچنے کے لئے میں بہت کمزور ہوں۔ اے اللہ تو مجھے اپنے پاس سے ہدایت عطا کر دے اور وہ ہدایت دے جو مجھے قیامت کے دن بھی نصیب ہو جس دن تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت خرچ کیا کرتے تھے اور خرچ کرنے کی وجہ سے ان پر قرض بھی چڑھ جاتا تھا۔

(اسد الغابہ جلد 4صفحہ 402معاذ بن جبلؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت کعب بن مالک کے بیٹے حضرت معاذؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حضرت معاذؓ کے ساتھ عجیب سلوک تھا۔ وہ نہایت حسین بھی تھے۔ بہت سخی بھی تھے۔ ان کی دعائیں بھی بہت قبول ہوتی تھیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے مانگتے اللہ تعالیٰ انہیں عطا بھی کر دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ان سے خاص معاملہ تھا۔ اگر قرض چڑھتے بھی تھے تو اترنے کے سامان بھی اللہ تعالیٰ فرما دیتا تھا۔ ایک عجیب فہم و فراست اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہوئی تھی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 20 صفحہ 30 تا 32 حدیث 44 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2002ء)

عشق و محبت کی داستانیں:

اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے ان صحابہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت تھی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے ہی خدا تعالیٰ سے بھی محبت پیدا ہوئی تھی کیونکہ آپ کی قوت قدسی نے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کا ادراک ان لوگوں میں پیدا کیا تھا۔ جیسا کہ ذکر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نے ان میں ایک انقلاب پیدا کیا تھا ورنہ یہ عشق و محبت کی داستانیں جو ہیں کبھی رقم نہ ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت تھی وہ بھی ایسی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ذکر کیا ہے۔

چنانچہ حضرت شماسؓ بن عثمان کے بارے میں تاریخ نے ایسا واقعہ محفوظ کیا ہے جو ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی ایک مثال بن گیا اور اسلام کی خاطر قربانی کے اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے کی بھی مثال ہے۔ جنگ احد میں جہاں حضرت طلحہؓ کی عشق و محبت کی داستان کا ذکر ملتا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے رکھا کہ کوئی تیر آپ کو نہ لگے وہاں حضرت شماس نے بھی بڑا عظیم کردار ادا کیا ہے۔ حضرت شماس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ہر حملہ اپنے اوپر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شماس کے بارے میں فرمایا کہ شماس کو اگر میں کسی چیز سے تشبیہ دوں تو

ڈھال سے تشبیہ دوں گا کہ وہ احد کے میدان میں میرے لئے ایک ڈھال ہی تو بن گیا تھا۔ وہ میرے آگے پیچھے دائیں اور بائیں حفاظت کرتے ہوئے آخر دم تک لڑتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف نظر ڈالتے آپؐ فرماتے ہیں شماس انتہائی بہادری سے وہاں مجھے لڑتے ہوئے نظر آتا۔ جب دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے میں کامیاب ہو گیا اور آپ کو غشی کی کیفیت طاری ہوئی۔ آپ گر گئے۔ تب بھی شماس ہی ڈھال بن کر آگے کھڑے رہے یہاں تک کہ خود شدید زخمی ہو گئے۔ اسی حالت میں انہیں مدینہ لایا گیا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے کہا کہ یہ میرے چچا کے بیٹے ہیں میں ان کی قریبی ہوں، رشتہ دار ہوں اس لئے میرے گھر میں ان کی تیمار داری اور علاج وغیرہ ہونا چاہئے۔ لیکن زخموں کی شدت کی وجہ سے ڈیڑھ دو دن بعد ہی ان کی وفات ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شماس کو بھی اس کے کپڑوں میں ہی دفن کیا جائے جس طرح باقی شہداء کو کیا گیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3صفحہ 131 شماس بن عثمانؓ، صفحہ 115 طلحہ بن عبیدؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

ایک صحابی سعیدؓ بن زید تھے یہ حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے اور وہی ہیں جن کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مارنے کے لئے جب حضرت عمرؓ نے ہاتھ اٹھایا تو ان کی بیوی اور حضرت عمرؓ کی بہن سامنے آ گئیں اور زخمی ہو گئیں جس کا اثر حضرت عمرؓ پر بھی ایسا ہوا کہ اسلام قبول کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ مائل ہوئے۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 251-252 اسلام عمر بن الخطابؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت سعید کے غنٰی اور خوف خدا کے معیار کے بارے میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ان کی ایک جاگیر پر گزر بسر تھی۔ زمین تھی۔ کچھ رقبہ تھا اسی پہ گزارہ ہوتا تھا۔ ایک عورت کا رقبہ بھی آپ کے ساتھ ملتا تھا۔ اس عورت نے ان کی زمین پر ملکیت کا دعویٰ کر دیا کہ آپ نے اس میں سے میرا کچھ رقبہ دبایا ہوا ہے۔ حضرت سعید نے کہا کوئی مقدمہ لڑنے کی ضرورت نہیں اور اپنی اس پوری زمین سے ہی دستبردار ہو گئے۔ رقبہ اس عورت کو دے دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص ناحق کسی کی زمین ایک بالشت بھی لیتا ہے اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔ تو میں یہ الزام اپنے اوپر نہیں لینا چاہتا اور لڑنا بھی نہیں چاہتا۔ لیکن دنیا یہ بھی نہ کہے کہ کسی کی زمین پر قبضہ کیا ہے۔ کوئی یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ آپ نے ایک عورت کی زمین پر قبضہ کیا ہے اور اب یہ پتا لگ گیا ہے تو زمین واپس دے رہے ہیں آپ بہت زیادہ صاحب دعا گو تھے۔ اس لئے اپنے آپ کو اس بات سے، اس الزام سے بری کرنے کے لئے آپ نے اس عورت کے لئے یہ دعا کی کہ اگر یہ مظلوم نہیں ہے اور ظالم عورت ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پکڑے اور اس کا بد انجام ہو۔ چنانچہ کہنے والے کہتے ہیں کہ وہ عورت اندھی ہو کر ہلاک ہوئی اور عبرت کا نشان بنی۔

(صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم الظلم ... الخ حدیث 4024)

حق بات کہنا اور کسی سے نہ ڈرنا صحابہ کا شیوہ تھا۔ حضرت سعیدؓ بن زید کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دن کوفہ میں امیر معاویہ کے مقرر کردہ جو گورنر تھے وہ گورنر ایک دن وہاں جامع مسجد میں بیٹھے تھے۔ حضرت سعید

بھی وہاں تشریف لائے۔ گورنر نے بڑی عزت اور تکریم کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ اپنے ساتھ بٹھایا۔ اسی دوران وہاں کوفہ کا ایک شخص آیا اور اس نے حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سعیدؓ اس پر سخت ناراض ہوئے۔ یہ نہیں کیا کہ گورنر کے سامنے بول رہے ہو تو حکمت اسی میں ہے کہ میں چپ رہوں۔ اور فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ بن عوام، سعدؓ اور عبدالرحمنؓ بن عوف جنت میں ہوں گے اور کہنے لگے کہ دسواں بھی ہے۔ اس کا نام میں نہیں لیتا جب زور دے کر پوچھا گیا تو بتایا کہ وہ دسواں میں یعنی سعید بن زید ہوں۔ (سنن ابو داؤد کتاب السنة باب فی الخلفاء حدیث 4649۔ 4650)

آپ سے ایک یہ بھی حدیث مروی ہے کہ سب سے بڑا سود یعنی حرام چیز مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ ہے۔ (سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی الغیبة حدیث 4876)

آج اسی چیز کو مسلمانوں نے بھلا دیا ہے اور بڑے پیمانے سے لے کر چھوٹے معاملات تک ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان مسلمان کی عزت پر اپنے مفادات کے لئے حملے کرتا ہے۔

پھر ایک صحابی حضرت صہیبؓ بن سنان رومی کا ذکر ملتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے اذن سے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت ہوئی تو حضرت صہیب نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپ آئے تو ایک غلام کی حیثیت سے تھے پھر آزاد ہوئے۔ پھر ترقی کی اور تجارت شروع کی اور آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے بڑے مالدار تاجر ہو گئے۔ تجارت کے ذریعہ سے بڑا مال کمایا۔ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو اہل مکہ نے کہا کہ تم ایک مفلس غلام کے طور پر ہمارے شہر میں آئے تھے ہم تمہیں یہاں سے کمایا ہوا مال ہرگز نہیں لے جانے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا میں اپنا مال چھوڑ دیتا ہوں۔ اگر مال چھوڑ دوں تو اب تو جانے دو گے۔ بہر حال انہوں نے اپنا نصف مال اہل مکہ کے حوالے کیا اور ہجرت کا پروگرام بنایا۔ جب آپ اپنے خاندان کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے تو بعض قریش نے آپ کا پیچھا کیا۔ صہیب بہت بہادر انسان تھے۔ تیر اندازی بھی بڑے اچھے طریق سے کرتے تھے۔ تیر اندازی میں بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے کفار کو دیکھ کر اپنے ترکش سے تمام تیر نکال کر زمین پر پھیلا دیئے اور ان لوگوں کو دیکھ کر کہا کہ اے قریش! تم جانتے ہو کہ میں تم سے بہتر تیر انداز ہوں۔ میرا آخری تیر ختم ہونے تک تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے بعد میری تلوار ہے اس کے ساتھ تمہیں مجھ سے لڑنا پڑے گا۔ تم مجھے امن سے جانے دو بہتر یہی ہے اور اس کے عوض جو میرا باقی مال ہے جو میں نے فلاں جگہ رکھا ہوا ہے وہ لے لو۔ چنانچہ انہوں نے بڑی حکمت سے اور اپنے مال کی قربانی کر کے بھی اپنے بچوں کو بھی بچایا اور خود بھی امن سے پہنچ گئے۔ صہیب جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کس طرح وہ سارا مال دے کر جان اور ایمان بچا کر یہاں آ گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ گھاٹے کا سودا نہیں کیا۔ بڑا اچھا سودا ہوا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 121 صہیب بن سنانؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

ہر صحابی کا اپنا اپنا انداز ہے۔ ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے حضرت صہیبؓ سے کہا کہ تم کثرت سے

لوگوں کو کھانا وغیرہ کھلاتے ہو مجھے ڈر ہے کہ اس میں اسراف نہ ہوتا ہو۔ حضرت صہیبؓ نے کہا کہ یہ جو میں کھانا کھلاتا ہوں یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے مطابق ہے۔ آپ نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور سلام کو رواج دیتے ہیں۔ لوگوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا یہ ایک نیکی ہے اور بہترین لوگوں کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نشانی بتائی ہے۔ کہتے ہیں یہ نصیحت جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی جو مدینہ آنے پر آپ نے مجھے فرمائی تھی تو میں نے اس کو پلے باندھ لیا ہے اور میں سوائے جائز حق کے مال خرچ نہیں کرتا، اسراف نہیں کرتا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 924 حدیث 24422 مسند صہیب بن سنانؓ مطبوعہ عالم الکتب العلمیۃ بیروت 1998ء)

حضرت صہیبؓ کا مقام حضرت عمرؓ کی نظر میں بھی بہت بڑا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنا جنازہ حضرت صہیبؓ سے پڑھوانے کی وصیت فرمائی تھی اور جب تک اگلا خلیفہ منتخب نہ ہو نمازوں کی امامت بھی یہی کرواتے رہے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3صفحہ 423 عبید اللہ بن عمرؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت اسامہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے بیٹے تھے۔ حضرت اسامہؓ وہ خوش قسمت تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیار کی سند دی تھی۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 91 اسامہ بن زیدؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اتنا پیار کرتے تھے کہ اسامہ خود بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین اور انہیں دونوں کو دونوں رانوں پر بٹھا لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ! ان دونوں سے محبت کر۔ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 3 صفحہ 47 حدیث 2642 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2002ء)

لیکن جہاں تربیت اور دین کا معاملہ ہے وہاں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں۔ پھر وہ یہ ذاتی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت اسامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چھوٹی عمر کے تھے بلکہ وفات کے وقت بھی ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ لیکن بعض لڑائیوں میں شمولیت کا موقع انہیں ملا۔ ایک واقعہ آتا ہے کہ جب جنگ میں ایک کافر اسامہؓ کے سامنے آیا تو اس نے فوراً کلمہ پڑھ دیا۔ لیکن آپ نے اسے پھر بھی قتل کر دیا کہ موت کے ڈر سے یہ کلمہ پڑھ رہا ہے۔

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس شخص کے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کی کہ اس نے محض بچنے کے لئے کلمہ پڑھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ اور پھر فرمایا کیا تو نے اسے کلمہ شہادت پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا؟ اسامہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ اتنی بار

دہرایا کہ میں نے چاہا کہ کاش آج سے پہلے میں مسلمان نہ ہوتا۔ اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی بھی کسی شخص کو جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے گا قتل نہیں کروں گا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث النبیﷺ اسامہ بن زیدؓ ... الخ حدیث 4269)

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 91-92 اسامہ بن زیدؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

دنیا میں اسلام کے نام پر ظلم:

کاش کہ یہ باتیں آج کے مسلمانوں کو بھی سمجھ آ جائیں۔ اسلام کے نام پر غیروں پر تو جو ظلم کر رہے ہیں وہ کر ہی رہے ہیں۔ یہ اپنی جگہ پر ہے لیکن آپس میں مسلمان مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے۔ اب شام کی جنگ ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ گذشتہ کئی سالوں میں جب سے یہ شروع ہوئی ہے لاکھوں لوگ وہاں قتل کر دیئے گئے ہیں۔ مسلمان نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے۔ جو کلمہ گو ہیں وہی دوسرے کو مار رہے ہیں یا اس کے نام پر مار رہے ہیں۔ یمن میں کلمہ گوؤں کو مارا جا رہا ہے۔ دوسرے ظلم روا رکھے جا رہے ہیں۔ ٹارچر دیئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو بھی عقل دے کہ صحابہ کی محبت اور رسول کی محبت کے صرف نعرے نہ لگائیں بلکہ ان کے عمل کے مطابق عمل کرنے والے بھی ہوں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کے نام پر اپنی اناؤں کی تسکین کر رہے ہیں۔ ان کو اسلام کا، اسلام کی تعلیم تو الف ب کا بھی پتا نہیں ہے۔ اپنی برتری ثابت کرنا ان کا کوشش ہے۔ منہ پر تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے لیکن دل میں صرف اور صرف ان کی اپنی ذات ہے۔ دنیا میں اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حقیقی تقویٰ پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا ہے۔ پس ان مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کہ ان کی تو اصلاح ہو نہیں سکتی جب تک یہ قبول نہ کریں، ہمیں شکر گزاری کرنی چاہئے اور شکر گزاری کے جذبات سے ہمیں بڑھنا چاہئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ اس رہنما کو مانا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام صادق بنا کر بھیجا۔ **آپ نے ہمیں صحابہ کے مقام کے بارے میں بھی بتایا** اور ان کے پیچھے چلنے کے لئے بھی نصیحت فرمائی۔ یہ بتایا کہ صحابہ کے نمونے کس قسم کے ہیں۔ تمہیں انہیں اسوہ سمجھنا چاہئے اور ان کے پیچھے چلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پس یہی ایک ذریعہ ہے جسے ہم اگر اپنے سامنے رکھیں اور آپ کی باتوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں تو حقیقی مسلمان بھی بن سکتے ہیں۔

آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان اپنی خواہشوں اور اغراض سے الگ ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور نہیں آتا ہے وہ کچھ حاصل نہیں کرتا بلکہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ لیکن جب وہ تمام نفسانی خواہشات اور اغراض سے الگ ہو جاوے اور خالی ہاتھ اور صافی قلب لے کر خدا تعالیٰ کے حضور جاوے تو خدا اس کو دیتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کی دستگیری کرتا ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ انسان مرنے کو تیار ہو جاوے اور اس کی راہ میں ذلت اور موت کو خیر باد کہنے والا بن جاوے۔"

پھر آپ فرماتے ہیں:

"دیکھو دنیا ایک فانی چیز ہے مگر اس کی لذت بھی اسی کو ملتی ہے جو اس کو خدا کے واسطے چھوڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کا مقرب ہوتا ہے۔" اب صحابہ کے واقعات میں ہم نے دیکھا کہ جب خدا کے لئے چھوڑا تو خدا تعالیٰ نے بہت نوازا لیکن پھر بھی ان کو اپنے انجام کی فکر ہے۔ اس نوازے جانے کے باوجود اپنی آخرت کی فکر ہے گویا کہ مکمل طور پر خدا کے ہو گئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "جو شخص خدا تعالیٰ کا مقرب ہوتا ہے خدا تعالیٰ دنیا میں اس کے لئے قبولیت پھیلا دیتا ہے۔ یہ وہی قبولیت ہے جس کے لئے دنیادار ہزاروں کوششیں کرتے ہیں کہ کسی طرح کوئی خطاب مل جاوے یا کسی عزت کی جگہ یا دربار میں کرسی ملے اور کرسی نشینوں میں نام لکھا جاوے۔ غرض تمام دنیوی عزتیں اسی کو دی جاتی ہیں اور ہر دل میں اسی کی عظمت اور قبولیت ڈال دی جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کے لئے سب کچھ چھوڑنے اور کھونے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ نہ صرف آمادہ بلکہ چھوڑ دیتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے واسطے کھونے والوں کو سب کچھ دیا جاتا ہے اور وہ نہیں مرتے ہیں جب تک وہ اس سے کئی چند نہ پالیں جو انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کا قرض اپنے ذمہ نہیں رکھتا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ان باتوں کو ماننے والے اور ان کی حقیقت پر اطلاع پانے والے بہت ہی کم لوگ ہیں۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 398-399)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم آپ کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی حقیقی پیروی کرنے والے اور احکامات پر عمل کرنے والے ہو جائیں۔

نمازوں کے بعد میں ایک **جنازہ حاضر پڑھاؤں گا جو مکرمہ امۃ المجید احمد صاحبہ کا ہے** جو چوہدری ناصر احمد صاحب نائب امیر یُوکے اور مرکزی جائیداد شعبہ کے انچارج بھی ہیں، کی اہلیہ تھیں۔ 9/ جنوری 2018ء کو ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مولوی عبد اللہ سنوری صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پڑپوتی تھیں۔ شادی کے بعد 1978ء سے فضل مسجد کے قریب رہائش پذیر تھیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ چندوں میں باقاعدہ۔ بہت ہمدرد، ملنسار، مہمان نواز، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ سب کے دکھ درد میں شامل ہوتی تھیں۔ خلافت سے بہت زیادہ تعلق تھا۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ اس تعلق کو قائم رکھنے کے لئے تلقین کرتیں۔ نماز کی پابندی کی تلقین کرتیں۔ بچوں کی اچھی تربیت کرنے کی کوشش کی۔ اس کے ساتھ ہی محلے کے بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی بھی توفیق پائی۔ لجنہ یو۔کے میں خدمت خلق اور ضیافت کے شعبوں کے علاوہ جلسہ سالانہ یُوکے پر بطور ناظمہ مہمان نوازی خدمت کی توفیق پائی۔

پسماندگان میں ان کے میاں چوہدری ناصر احمد صاحب اور چار بیٹیاں ہیں۔ موجودہ صدر صاحبہ لجنہ یُوکے اور سابقہ شمائلہ ناگی صاحبہ جو ہیں ان دونوں نے یہ لکھا ہے کہ نہایت محبت کرنے والی خاتون تھیں اور ان کی بے لوث محبت کو ہر ملنے والا محسوس کرتا تھا۔ جلسہ پر لمبا عرصہ ناظمہ مہمان نوازی کا کام سنبھالا۔ بڑے اخلاص اور محنت سے یہ خدمت سرانجام دی۔ سیکرٹری ضیافت کے طور پر بھی خدمت بجالانے کی توفیق پائی اور بڑی عاجزی سے یہ کام کیا۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے اور ان کی نیکیاں اللہ تعالیٰ ان کے بیٹیوں میں بھی جاری فرمائے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ نمازوں کے بعد جنازہ حاضر ہے۔ باہر جا کے جنازہ پڑھاؤں گا۔ احباب یہیں صفیں درست کر لیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 02 فروری 2018ء تا 08 فروری 2018ء جلد 25 شمارہ 05 صفحہ 05 تا 08)

3

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 19 / جنوری 2018ء بمطابق 19 / صلح 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دیرینہ خادم سلسلہ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب:

دو دن پہلے ایک دیرینہ خادم سلسلہ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روحانی اور جسمانی دونوں رشتوں کا اعزاز بخشا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو اس دنیا میں آیا اس نے ایک دن اس دنیا سے رخصت بھی ہونا ہے۔ ہر چیز کو فنا ہے اور ہمیشہ رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ لیکن **خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس دنیاوی زندگی کو بامقصد بنانے کی کوشش کرتے ہیں** اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ کسی نیک آدمی یا ولی یا نبی کے ساتھ صرف جسمانی رشتہ ہونا ہی ان کی زندگی کو بامقصد نہیں بنا سکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بنا سکتا ہے بلکہ انسان کا خود اپنا فعل اور عمل ہے جو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بناتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے تھے کہ فاطمہ صرف میری بیٹی ہونے کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں کر سکتی۔ اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی کو اس کے حکموں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو اور جب یہ کر لو تو تب بھی اللہ تعالیٰ کا خوف رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ میری ان کوششوں کو قبول بھی فرمائے اور اپنے فضل سے انجام بخیر کرے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 343)

میں خود بھی اس بات کو جانتا ہوں اور بڑا گہرا ذاتی تعلق بھی مرزا خورشید احمد صاحب سے تھا۔ ان کو اچھی طرح دیکھنے کا موقع ملا اور اسی طرح لوگوں نے بھی مجھے لکھا۔ بہت سے خطوط آئے ہیں کہ **انہوں نے عاجزی سے اپنے وقف کو نبھانے اور اپنے کام سرانجام دینے کی کوشش کی۔** کبھی خاندانی تفاخر کا اظہار نہیں کیا۔

گزشتہ سال جلسہ پر یہاں آئے ہوئے تھے تو انجام بخیر ہونے کی فکر کا اظہار مجھ سے بھی کیا اور اس شخص کی مثال دی جو کہ بڑا بزرگ آدمی تھا اور فوت ہوتے ہوئے یہی کہتا رہا کہ ابھی نہیں، ابھی نہیں اور اسی طرح فوت ہو

گیا۔ آخر اس کے مریدوں نے بڑی دعا کی کہ کیا وجہ تھی کیوں کہتا تھا؟ ابھی نہیں۔ ابھی نہیں۔ ایک دن خواب میں مرید نے دیکھا وہی بزرگ نظر آئے۔ ان سے پوچھا کہ آپ وفات کے وقت 'ابھی نہیں۔ ابھی نہیں' کرتے رہے۔ تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ جب میرا آخری وقت تھا تو شیطان میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا کہ تم میرے ہاتھ سے نکل گئے، بچ گئے۔ تم بڑے نیک کام کرتے رہے۔ اور مَیں یہی کہتا رہا کہ ابھی نہیں۔ جب تک جسم میں سانس ہے کوئی پتا نہیں مَیں کیا حرکت کر دوں۔ تو مَیں مرتے وقت بھی شیطان کو 'ابھی نہیں' کہہ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسی حالت میں جان نکالی اور میں اب جنت میں ہوں۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 306)

تو یہ طریق ہے ان کا جن کو انجام کی فکر ہوتی ہے۔ بہر حال انہوں نے مجھے یہ مثال دی۔ بڑی فکر تھی۔ وقف کی روح کو سمجھتے تھے اور سمجھتے ہوئے کام کرنے والے بزرگ تھے۔ یہاں کے وقت کے مطابق پرسوں رات کو تقریباً دس بجے ان کی وفات ہوئی۔ 85 سال ان کی عمر تھی۔ **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے** اور حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے ان کے یہ پوتے تھے اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ پوتے ہیں جنہوں نے اپنے والد سے پہلے آپؑ کی بیعت کی تھی۔

12/ ستمبر 1932ء کو لاہور میں پیدا ہوئے تھے اور 21/ اپریل 1945ء کو انہوں نے ساڑھے بارہ سال کی عمر میں وقف زندگی کا فارم پُر کیا جبکہ آپ نویں کلاس میں پڑھتے تھے۔ پھر میٹرک قادیان کے ہائی سکول سے کیا۔ پھر ٹی آئی کالج سے تعلیم حاصل کی اور پھر اس کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے انگلش کیا۔ 10/ ستمبر 1956ء کو بطور واقف زندگی آپ نے ٹی آئی کالج ربوہ کو جوائن (join) کیا اور 17 سال وہاں شعبہ انگریزی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ بڑے محنت سے لیکچر تیار کرتے تھے۔ میں بھی ان سے پڑھا ہوا ہوں۔ اور بہت سارے شاگردوں نے مجھے لکھا کہ بڑی محنت کر کے آتے تھے اور بڑی محنت سے پڑھاتے تھے۔ اپنے مضمون پر انہیں مکمل دسترس حاصل تھی۔ اس لئے طلباء میں مقبول بھی تھے۔ سٹوڈنٹ ان کو پسند کرتے تھے۔ 1964ء میں انگلش فنیٹک (Phonetic) کورس کے لئے برٹش کونسل کی سکالرشپ پر ایک سال کے لئے انگلستان آئے۔ یہاں لیڈز یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ ان کی جو بعض جماعتی خدمات ہیں وہ پیش کرتا ہوں۔ 1974ء کے ہنگامی حالات میں مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ معاونت کی یعنی ان کی خدمت کے لئے ہمہ وقت وہیں رہتے تھے۔ دو تین مہینے ان حالات میں قصر خلافت میں ہی رہے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منظوری سے ربوہ میں یتیم اور نادار بچوں کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت کے لئے 1962ء کے وسط میں ایک 'دارالاقامۃ النصرت' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس کا نام "مدّ امداد طلباء" رکھا۔ اس شعبہ کے 1978ء سے جولائی 1983ء تک آپ نگران رہے۔ اس کے بعد یہ کام نظارت تعلیم کے سپرد ہو گیا تھا۔

30/ اپریل 1973ء کو آپ ناظر خدمت درویشاں مقرر ہوئے اور یکم مئی 1976ء سے 1988ء تک

آپ نے بطور ایڈیشنل ناظر اعلیٰ خدمات سرانجام دیں۔ مختلف کمیٹیوں کے ممبر کے طور پر بھی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اکتوبر 1988ء سے ستمبر 1991ء تک بطور ناظر امور عامہ خدمات سرانجام دیں۔ اگست 1992ء سے مئی 2003ء تک ناظر امور خارجہ رہے اور اس کے بعد میری خلافت کے دوران میں نے ان کو پھر ناظر اعلیٰ مقرر کیا اور امیر مقامی ربوہ بھی۔ اور بڑے احسن رنگ میں انہوں نے یہ خدمت سرانجام دی۔ تقریباً بارہ تیرہ سال مجلس افتاء کے بھی ممبر رہے۔ بارہ تیرہ سال قضاء بورڈ کے بھی ممبر رہے۔ 1973ء میں ان کو اللہ تعالیٰ نے حج کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

ان کا نکاح 26/دسمبر 1955ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پڑھایا تھا۔ اور پانچ چھ مختلف نکاح تھے جو اس وقت پڑھائے اور مرزا خورشید احمد صاحب کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خطبہ میں جو ارشاد فرمایا وہ یہ تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ لڑکا بھی ہمارے خاندان میں سے وقف ہے۔ مرزا عزیز احمد صاحب کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ اپنے اس بچے کو اعلیٰ تعلیم دلائیں۔ چنانچہ ان کا یہ لڑکا ایم اے میں پڑھ رہا ہے۔ ابھی پاس تو نہیں ہوا (یعنی ایم اے مکمل نہیں کیا) مگر انگریزی میں ایم اے کا امتحان دے رہا ہے اور کہتے ہیں کہ انگریزی میں بڑا لائق ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ بعد میں یہ کالج میں پروفیسر کے طور پر کام کرے اور پھر باقیوں کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ ترجمانی میں بھی کام آئیں گے۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 622 تا 625 خطبہ فرمودہ 26 دسمبر 1955ء)

اللہ تعالیٰ نے ان کو چھ بیٹوں سے نوازا اور چار بیٹے ان کے واقف زندگی ہیں۔ دو ڈاکٹر ہیں ایک نظارت تعلیم میں نائب ناظر ہیں۔ انہوں نے پی ایچ ڈی کیا ہوا ہے۔ اور اسی طرح ایک مشیر قانونی کے دفتر میں اسسٹنٹ کے طور پہ ہیں انہوں نے لاء (Law) کیا ہوا ہے۔ ذیلی تنظیموں میں بھی مختلف حیثیتوں سے کام کرنے کی توفیق ملی۔ 2000ء سے 2003ء تک صدر انصار اللہ پاکستان بھی رہے۔

ان کے ایک بیٹے ڈاکٹر مرزا سلطان احمد لکھتے ہیں کہ **ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بہت زیادہ محبت تھی۔** چند سال قبل ان کو دل کی تکلیف شروع ہوئی بلکہ کافی عرصے سے تھی لیکن آہستہ آہستہ بڑھتی رہی۔ زیادہ ہو گئی۔ یہ سفر پہ اوکاڑہ گئے ہوئے تھے وہاں سے ان کا پتا لگا تو ان کے ایک بیٹے ان کو لینے گئے۔ ڈاکٹر نوری بھی ساتھ تھے۔ یہ اُدھر سے آرہے تھے تو راستے میں ہی ملاقات ہو گئی۔ مرزا خورشید احمد صاحب کہنے لگے کہ سارا راستہ میں یہ دعا کرتا رہا کہ مَیں ربوہ پہنچ جاؤں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قدموں میں جان نکلے۔ یعنی وہ بستی جہاں آپ دفن ہیں اور جو آپ نے آباد کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے عشق و محبت کی یہ کہانی تھی۔ پھر یہی لکھتے ہیں کہ جب یہ بیمار ہوئے تو بیماری میں ایک رات بڑی بے چینی سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے ابھی میں نے ایک لمبی خواب دیکھی ہے کہ بعض لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر اعتراض کر رہے ہیں اور لوگ اس کا جواب نہیں دے رہے۔ اس وجہ سے آپ بہت پریشان تھے کہ لوگ جواب کیوں نہیں دے رہے اور پھر اسی بے چینی میں دوبارہ سوئے بھی نہیں۔ یہ اکثر کہا کرتے تھے کہ **حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے مخالفین کا بغض بہت زیادہ ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی زیادہ ہے** کیونکہ مخالفین کا یہ خیال ہے اور یہ کسی حد تک درست ہے بلکہ کافی حد تک درست ہے کہ حضرت خلیفۃ

المسیح الثانیؓ نے نظام جماعت بنایا اور مضبوط کیا ہے۔ اگر آپ نظام جماعت نہ بناتے تو جماعت مخالفین کے خیال میں ختم ہو جاتی۔ گو کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے یہ تو چلنی تھی اور یہ سب کچھ ہونا تھا لیکن بہت سارے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مخالفت اس لئے کرتے ہیں کہ آپ نے جماعت کو ایک مضبوط اور مربوط نظام دے دیا۔

1974ء میں جیسا کہ میں نے کہا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جو ٹیم بنائی تھی اس کا ایک حصہ تھے۔ ان کو وہاں خدمت کی توفیق ملی اور یہ قصر خلافت میں ہی رہتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد شاید مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے بعد ان کو ہفتے کے بعد گھر جانے کی اجازت ملا کرتی تھی کہ سات دن بعد ایک دو گھنٹے کے لئے گھر چلے جاتے تھے۔ بچے بھی ان کو وہیں آکر ملا کرتے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ ان ایام میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کئی راتیں سوئے نہیں بلکہ بیٹھے بیٹھے ہی آرام کر لیا کرتے تھے اور سارا دن اور ساری رات یا جماعت کے کاموں میں مصروف یا دعاؤں میں مصروف رہتے اور ساتھ ہی یہ لوگ بھی جو ڈیوٹی پر تھے پھر جاگا کرتے تھے۔

ان کے یہ بیٹے ان کی طرف سے ایک اور روایت بیان کرتے ہیں کہ **1984ء کے پر آشوب دور میں یہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی جو ٹیم تھی اس میں بھی شامل تھے۔** کہتے ہیں کہ آپ بتایا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب بھی ہنگامی حالات تھے، بجائے اس میں کسی قسم کا panic ہونے کے غیر معمولی طور پر ریلیکس (Relax) رہا کرتے تھے۔

آپ کو یہ بھی اعزاز رہا کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ہجرت کی ہے تو ربوہ سے کراچی تک آپ بھی اس قافلے میں شامل تھے۔ اسی طرح 2010ء میں جب لاہور میں 28/ مئی کا واقعہ ہوا ہے تو اس وقت باوجود بیماری کے ہنگامی حالات میں ایک تو یہ کہ آپ نے بڑی ہمت سے تمام معاملات کو سنبھالا۔ پھر ہر شہید جس کا جنازہ آتا تھا اس کا گرمی کے باوجود خود جنازہ پڑھاتے تھے اور تدفین کے لئے جاتے تھے۔ اسی طرح حفظ مراتب کا ان کو بڑا خیال تھا۔ ان کے بیٹے مرزا عدیل احمد لکھتے ہیں کہ مقامی ربوہ کی رپورٹس جب ہم بھجواتے تو بعض دفعہ یا کسی دن یہ بے احتیاطی ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ صرف (ص) لکھ دیا گیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ 'علیہ السلام' پورا لکھا گیا۔ اس پر آپ نے خاص طور پر توجہ دلائی کہ حفظ مراتب کا خیال رکھنا چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم پورا لکھا کریں۔ نمازوں کی بہت پابندی کرتے۔ بہت مجبوری کی حالت میں نمازیں جمع کی جاتیں۔ آخری بیماری میں بھی جب ہسپتال میں داخل تھے تو سوائے چند ایک کے ساری نمازیں اپنے وقت پر الگ الگ ادا کیں۔

آخری دنوں میں ناظر اعلیٰ تھے۔ اور ناظر اعلیٰ کی کافی ذمہ داری ہوتی ہے۔ تو وہاں کے جو معاملات ہیں ان کے بارے میں اور جماعتی کیسز کے بارے میں بڑی فکر تھی۔ ہسپتال میں بھی بار بار پوچھتے تھے کہ فلاں فلاں کیس کی کیا تاریخ ہے اور کیا اپ ڈیٹ ہے۔ اسی طرح جو لوگ جو اپنی خوشیوں میں، شادیوں کے موقعوں پر بطور ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی بلاتے تھے تو ضرور جاتے تھے کہ اب یہ میرے فرائض میں داخل ہو گیا ہے کیونکہ خلیفہ وقت کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ اسی طرح وفات وغیرہ پر بھی، غمی کے موقع پہ بھی لوگوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ پھر ضرورتمندوں کو

بیماروں کو پوچھنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اور باوجود بیماری کے وقت پر دفتر آنا اور پورا وقت رہنا، کام کرنا ان کا خاص شیوہ تھا۔ آخری بیماری کے دنوں میں بھی دفتر آئے تو بہت سارے لوگوں کو غیر حاضر پایا تو انہوں نے ایک سرکلر کیا کہ اگر خاکسار وقت پر دفتر آسکتا ہے تو باقی کیوں نہیں آسکتے۔ تنظیمی لحاظ سے، انتظامی لحاظ سے بھی جہاں پکڑنا ہوتا تھا سختی کی لیکن پیار سے سمجھانا۔ **ان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات پر جو اسلام آباد پاکستان میں ہوئی تھی اور وہاں جنازہ پڑھایا گیا** تو انہوں نے جنازہ پڑھایا کیونکہ انجمن کے یہ نمائندہ تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بھی ان کو یہی کہا کہ آپ پڑھائیں۔ آپ بڑے بھی ہیں لیکن خلیفہ رابعؒ نے کہا نہیں۔ اور ان کو ہی کہا کہ کیونکہ آپ انجمن کے نمائندے ہیں اس لئے جنازہ آپ پڑھائیں۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو غسل دینے کا بھی اعزاز حاصل ہوا۔

مکرم مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ 74ء کے جو حالات تھے ان میں یہ دو تین مہینے وہاں رہے۔ اس کے بعد جب حالات بہتر ہوئے تو پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو کہہ دیا کہ جاؤ گھر چلے جاؤ لیکن بعض کام جو دیا کرتے تھے ان کی روزانہ صبح ناشتے پر آکر رپورٹ دینی ہے اور یہ روزانہ بلا ناغہ احکامات لے کر جاتے تھے اور اگلے دن آکے پھر اس کی تعمیل کی رپورٹ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کے بعد خلافت رابعہ کے انتخاب کے دوسرے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو اَلْیَسَ اللّٰہ کی انگوٹھی تھی وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے کہیں misplace ہو گئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو بڑی فکر تھی۔ **انہوں نے مکرم مرزا خورشید احمد صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ یہ میرے وفادار ہیں اور ہر خلافت کے وفادار ہیں۔** اس لئے ان کو فرمایا کہ اس طرح یہ گم گئی ہے۔ تلاش کرو۔ اللہ کے فضل سے پھر وہ مل بھی گئی تھی۔ گذشتہ سال ان کی اہلیہ بھی فوت ہوئیں۔ اس کے بعد یہ کافی بیمار بھی ہو گئے۔ دل کی تکلیف پہلے بھی چل رہی تھی تو مَیں نے کہا یہاں جلسے پہ آجائیں۔ پہلے تو بڑا تھا کہ شاید میں سفر نہ کر سکوں لیکن بہرحال پھر آگئے اور یہاں آکے ان کی طبیعت بڑی اچھی ہو گئی۔ بڑے ہشّاش بشّاش رہے اور پھر موسم جیسا بھی ہو روزانہ مجھے رات کو ملنے بھی آیا کرتے تھے اور کبھی انہوں نے موسم کی پرواہ نہیں کی۔ جتنا عرصہ یہاں رہے ہیں مجھے روزانہ باقاعدگی سے رات کو آکر ملتے تھے۔

مکرمہ فوزیہ شمیم صاحبہ صدر لجنہ لاہور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی بیٹی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ یہ کہتی ہیں کہ ناظر اعلیٰ بننے کے بعد ان کی خوبیاں نمایاں ہو کر سامنے آئیں۔ **نہایت عاجز خادم دین تھے۔** میں نے بارہا آپ کو کام سے فون کئے۔ اگر میٹنگ میں ہوتے تو پھر دوبارہ فون کر لیتے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ میرے پاس اچانک مریم شادی فنڈ کی درخواست آئی اور فوری مطالبہ ہوا۔ میں فون کرتی اور معذرت کرتی اور مجبوری بتاتی اور اس وقت انتہائی تحمل سے کہتے کہ امیر صاحب سے پیسے لے لو یا خود انتظام کر لو رقم بھجوا دوں گا۔ بڑے ہمدرد تھے۔ کہتی ہیں کہ میں نے آپ جیسا ہمدرد کوئی نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ ہمارے ایک گاؤں کی جوان بچی کو ابتلا آگیا۔ بچی ہاتھوں سے نکل رہی تھی۔ کسی طرح سے مان نہیں رہی تھی۔ میں نے آپ کو یہ کیس بھیجا۔ آپ نے انتہائی ہمدردی اور پیار سے اس کو ہینڈل (Handle) کیا اور ان عام دنوں میں یہ

قادیان بھی جارہے تھے۔ جلسہ کے علاوہ کے دن تھے۔ مجھے بتایا کہ میں نے قادیان جا کر بیت الدعا میں اس بچی کیلئے خاص دعا کی ہے۔ کہتی ہیں کہ الحمد للہ وہ بچی راہ راست پر آ گئی۔ اس کی شادی بھی ہو گئی اور جب شادی ہوئی تو اس کو بہت خوبصورت زیور کا ایک سیٹ بھجوایا۔ بعد میں بھی پوچھتے رہے۔ بڑے شفیق تھے۔ کہتی ہیں میں نے جب بھی آپ سے مشورہ مانگا بڑا صحیح مشورہ دیا۔ انتہائی دعا گو تھے۔ اب ایسا بزرگ کہاں ملے گا۔ دل اتنا گداز ہے۔ یہ مجھے لکھ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ خلافت کو نعم البدل عطا کرے اور اللہ تعالیٰ خاندان میں بھی ان کی جگہ لینے والا عطا فرمائے۔

چوہدری حمید اللہ صاحب۔ وکیل اعلیٰ تحریک جدید ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ تعلیم الاسلام کالج جب 1954ء میں لاہور سے ربوہ منتقل ہوا تو جو انگریزی پڑھانے والے غیر احمدی استاد تھے وہ لاہور میں ہی رہ گئے اور ربوہ نہیں آئے۔ اس کے بعد محترم میاں خورشید احمد صاحب نے ہی 1956ء میں انگریزی شعبہ کو نئے سرے سے آرگنائز کیا۔ آپ کی اپنی انگلش بہت اچھی تھی۔ ہمیں یاد ہے کہ آپ کے دور میں کالج میں انگلش کا معیار بہت بہتر ہوا۔ پھر ان کے بارے میں چوہدری حمید اللہ صاحب ہی لکھتے ہیں کہ بہت نرم طبیعت کے مالک تھے۔ عفو و درگذر بہت تھا۔ غرباء کی ذاتی حیثیت سے بھی اور جماعتی عہدیدار کی حیثیت سے بھی بہت پرورش کیا کرتے تھے۔ پھر کہتے ہیں کالج کے زمانہ، جلسہ سالانہ، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ، قادیان کے جلسوں کے انتظامات تمام امور میں میرے ساتھ بہت تعاون کیا۔ **لوگوں کی غمی خوشی میں ضرور شریک ہوا کرتے تھے۔**

شادی ہو یا وفات ہو ضرور پہنچا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے پرانے کارکن فوت ہو گئے اور میاں صاحب کو پتا نہ لگا جس کا آپ کو بڑا افسوس تھا۔ نظارت علیاء کے کارکن طفیل صاحب کہتے ہیں کہ بیشمار خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کو بیان کرنا تو ممکن نہیں۔ آپ نہایت شفیق اور محبت کرنے والے اور ملنسار، نہایت نرم دل، دکھی اور مشکلات میں مبتلا لوگوں کے ساتھ نہایت درجہ ہمدردی کرنے والے، سادہ طبیعت کے لیکن نہایت پروقار شخصیت کے مالک بہت ہی پیارے وجود تھے۔ خاکسار کو کم و بیش دس سال آپ کی صحبت اور زیر سایہ کام کرنے کا موقع نصیب ہوا اور خاکسار کو یاد نہیں پڑتا کہ آپ نے کبھی کسی وجہ سے ناراضگی یا غصہ کا اظہار کیا ہو۔ اگر کبھی کوئی غلطی سرزد ہو بھی جاتی تو نہایت شفقت، نرمی اور پیار سے رہنمائی کرتے۔

پھر خواجہ مظفر صاحب مربی جو نظارت علیا میں ہی کام کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ نے طویل صبر آزما بیماری کا نہایت حوصلے اور وقار کے ساتھ مقابلہ کیا۔ خاکسار کو آپ کے قرب میں رہ کر لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ آپ انتہائی مہربان، باپ سے بڑھ کر شفیق، رحمدل اور خدمت خلق کے انتہائی مقام پر فائز تھے۔ متعدد بار خاکسار کو تجربہ ہوا کہ جب کوئی ضرورتمند عورت یا مرد آتا آپ سے ملاقات کروائی جاتی۔ آپ راشن چارپائی، ٹی وی، بستر یا مالی امداد کی منظوری دیتے۔ لیکن بعض اوقات کسی ضرورت مند کے جانے کے بعد مجھے روک کر ہدایت کرتے کہ ان کے گھر جا کر ان کے بارے میں معلوم کرو پھر مجھے بتاؤ۔ اور یہ مربی صاحب کہتے ہیں کہ دوسرے روز جب میں رپورٹ دیتا تو کہتے کہ دل کہتا تھا کہ یہ زیادہ ضرورت مند ہیں اور اتنی اس کی مدد نہیں کی گئی ہے۔ تو صرف یہی نہیں کہ مطالبہ پر بلکہ اپنے طور پر بھی تحقیق کرواتے تھے تا کہ جائز مدد کی جا سکے۔ یہ لکھتے ہیں انتہائی محسن، متحمّل مزاج،

چہرے پر تبسم، عاجز، چشم پوشی اور درگذر کرنے والے تھے۔ کسی شکایت کنندہ کے شکوہ یا کسی کے حسب منشاء خواہش کی تکمیل نہ ہونے پر ہمیشہ پیار سے توجہ دلاتے۔ دیر تک بڑے تحمّل سے بات سنتے اور یہ تحمل سے بات سننا ہر جماعتی عہدیدار کا فرض ہے۔ اگر تحمل سے لوگوں کی باتیں سنی جائیں تو بہت سے مسائل بلکہ شکوے دور ہو جاتے ہیں۔ مربی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ دفتر میں ایک شخص نے کھڑے کھڑے اپنی بات پیش کی اور بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے غصہ میں پیش کردہ درخواست پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔ آپ خاموش رہے۔ غالباً اس شخص کے لئے دعا کرتے رہے۔ کہتے ہیں میں پاس ہی کھڑا تھا۔ مجھے اس شخص کی یہ بے ادبی بری لگی تو کچھ عرض کرنے لگا۔ لیکن آپ نے کہا کہ کوئی بات نہیں جانے دیں۔ اسے کچھ نہیں کہنا۔ ہر ایک کا اپنا اپنا طریق ہے۔ **کہتے ہیں کہ آپ کا تحمل، بردباری اور وسعت حوصلہ دیکھ کر رشک آتا تھا** کہ کمزور ہونے کے باوجود یعنی بیماری کی وجہ سے کمزور ہونے کے باوجود اتنے مضبوط قویٰ کے مالک تھے۔ پھر ان کا حافظہ بھی بڑا قابل تعریف تھا۔ قابل رشک تھا اور یادداشت کمال کی تھی۔ کہتے ہیں سوچ مدبرانہ تھی۔ کہتے ہیں سینکڑوں خطوط اور رپورٹس روزانہ مشاہدہ کرتے لیکن بار بار ایسا ہوا کہ کوئی معاملہ کئی مہینے قبل فائل ہو چکا ہوتا اور کئی مہینوں کے بعد درخواست کنندہ دعا یا مزید کارروائی کے لئے پوچھتا تو کارکن تو وہ کمپیوٹر سے تلاش کر رہے ہوتے تھے اور ان کو یاد ہوتا تھا کہ کیا کارروائی ہوئی ہے یا کیا ہدایت دی گئی ہے اور کتنے کاغذات تھے، کہاں ہوں گے۔ گویا اپنے دفتر کی جو فائلیں تھیں وہ تک بھی ان کو یاد رہتی تھیں اور اپنے معاملات میں پوری دسترس تھی۔

ناظم قضاء راشد جاوید صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک معاملہ میں خاوند جو ہر حالت میں صلح چاہتا تھا اور تقریباً تمام معاملات حل ہو گئے لیکن بیوی کی طرف سے ڈیمانڈ تھی کہ یہ رقم واپس کرے جو میرے سے لی ہے۔ لیکن خاوند کے مالی حالات نہایت کمزور تھے۔ ناظم قضاء کہتے ہیں کہ میں نے زبانی جا کر میاں صاحب سے درخواست کی کہ کچھ آپ دے دیں کچھ میں کہیں سے کروا دیتا ہوں۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ بڑے ہیں سارے ہی آپ دے دیں، اس پر ہنس کر کہنے لگے کہ اگر اس طرح اس کی صلح ہوتی ہے تو لکھ کر بھیج دو۔ چنانچہ وہ رقم ادا کر دی اور چند منٹ میں ان کی صلح کا معاملہ طے ہو گیا۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کے مربی ربانی صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خاکسار کی بہنیں ایک دفعہ ربوہ آئیں ان کو جلد کی بیماری تھی۔ انہوں نے صفائی کے خیال سے نئے دارالضیافت میں قیام کی اجازت چاہی۔ انتظامیہ کے بعض قوانین کی وجہ سے میری بہنوں کو کہا گیا کہ استثنائی اجازت ناظر اعلیٰ سے مل سکتی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم نہایت سہمی ہوئی کہ جماعت کے بڑے عہدے پر فائز انتہائی مصروف شخصیت اتنے بڑے شخص سے کس طرح ملیں؟ ہمیں وقت بھی دیں گے یا نہیں؟ لیکن بہر حال ہم گئے۔ انہوں نے ہمیں دفتر بلایا شفیق باپ کی طرح بیٹیوں کی طرح ہمیں ٹریٹ (treat) کیا اور فوراً ہماری تکلیف بھی دور کر دی۔ اجازت بھی دے دی۔ اور کہتی ہیں اس وجہ سے ہمارا بھی نظام جماعت پر اعتماد زیادہ قائم ہوا اور ہمارے ایمان میں بھی اضافہ ہوا۔

امیر ضلع خوشاب منور مجوکہ صاحب لکھتے ہیں کہ ایک اعلیٰ منتظم، **انتہائی شریف النفس، نافع الناس وجود تھے۔ فرائض کی ادائیگی میں انتہائی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی بیحد خیال رکھتے تھے۔** غریب پروری اور

انتہائی باریک بینی سے فرائض کی ادائیگی سے متعلق کہتے ہیں کہ میں ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کرتا ہوں جو میرے ذہن پر ان کی عظیم شخصیت کے ان مٹ نقوش چھوڑ گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ غالباً 2015ء کے اوائل کی بات ہے میں اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ دو غریب خواتین جن کا ضلع خوشاب سے ہی تعلق تھا میرے پاس آئیں اور کہا کہ ہمیں میاں صاحب نے، ناظر اعلیٰ صاحب نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ ہماری امداد کی درخواست پر امیر ضلع کی سفارش اور دستخط کر دیں۔ کہتے ہیں میں نے ان خواتین سے جب ان کی بات سنی، انٹرویو لیا تو یہ فیصلہ کیا کہ ان کی امداد ہم ضلعی سطح پر کر دیں گے بجائے اس کے کہ مرکز کو بھیجا جائے اور ان دونوں کو اپنے ضلع کے سیکرٹری امور عامہ کے پاس بھجوا دیا اور ان کی امداد بھی ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ دوسرے دن خاکسار اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ میاں صاحب کا براہ راست فون آ گیا اور مجھ سے استفسار کیا کہ کل آپ کے پاس آپ کے ضلع کی دو غریب عورتیں دستخط اور سفارش کے لئے بھجوائی تھیں وہ آج دوسرے دن بھی میرے پاس امداد لینے واپس نہیں آئیں اور مجھے بے چینی ہے کہ آپ نے انہیں واپس نہ بھجوا دیا ہو۔ لہٰذا ان کی سفارش کر کے میرے پاس بھجوائیں تا کہ ان کی امداد بروقت ہو سکے۔ کہتے ہیں اس پر میں نے عرض کیا کہ چونکہ ہم نے ضلعی سطح پر ان کی امداد کر دی تھی لہٰذا آپ کے پاس دوبارہ نہ بھجوایا۔ امیر صاحب لکھتے ہیں کہ اس چھوٹے سے واقعہ سے آپ کی غریب پروری اور خدمت خلق اور چھوٹے چھوٹے امور کا خیال رکھنا آپ کی بڑی شخصیت کے لئے ایک معمولی سا خراج تحسین ہے۔

یہ احساس ہے جو ہمارے ہر عہدیدار میں پیدا ہونا چاہئے کہ کس طرح کام کرنا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ کام کے لئے بھیج دیا بلکہ جو بھی درخواست آتی ہے وہ درخواست دینے والا خود تو اس کو فالو اَپ (follow up) کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن عہدیداروں کو بھی جب تک اس پر عمل درآمد نہ ہو جائے اور شکایت دور نہ ہو جائے یا جو معاملہ ہے وہ طے نہ ہو جائے اس وقت تک اس معاملے کو دیکھنا چاہئے اور کوشش کر کے حل کرنا چاہئے بجائے اس کے کہ سر سے ٹالا جائے۔ اگر ہر عہدیدار میں یہ عادت پیدا ہو جائے جیسا کہ میں نے پہلے کہا تو ہمارے بہت سے مسائل ہمارے ختم ہو سکتے ہیں۔

حافظ مظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ مَیں گواہ ہوں کہ حضرت میاں صاحب نے خلافت سے محبت اور وفا کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے سپرد امانتوں کے حق ایسے ادا کر کے دکھائے کہ زندگی کے آخری سانس تک خلیفۃ المسیح کی اطاعت اور عہد وقف میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجاآوری میں پوری عمر صرف کر دی۔ ہر چند کہ آپ کے پاس جماعت کا بڑا عہدہ تھا مگر نہایت منکسر المزاج، اخلاق فاضلہ سے متصف اور بااصول نگران تھے۔

اسی طرح حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ باجماعت نماز کی ادائیگی کے اہتمام میں آپ ایک خوبصورت نمونہ تھے۔ جب صدر انصار اللہ بنے تو ہر میٹنگ میں بار بار نماز باجماعت اور قیام نماز کی طرف توجہ دلاتے تھے بلکہ خود ہی کہتے تھے کہ تم لوگ کہو گے کہ صرف ایک ہی بات پر اس کی سوئی اٹکی رہتی ہے۔ لیکن میں کیا کروں جب تک اس ذمہ داری کا حق ادا نہیں ہوتا میرا فرض ہے کہ مَیں یاد دہانی کرواتا رہوں۔ اور عہدیداروں کو بھی چاہئے میں نے

دیکھا ہے بعض عہدیدار بھی باجماعت نماز تو علیحدہ رہی بعض دفعہ نمازیں بھی چھوڑ دیتے ہیں۔

اسی طرح گرمی ہو یا سردی مقررہ اوقات پر دفتر سے واپس جانا عمر بھر آپ کا معمول رہا۔ باقاعدگی سے پابندی سے وقت پر آتے اور ہمارے لئے مثال تھے۔

ان کے ایک کارکن نظارت علیا کے کلرک محمد انور صاحب ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ آپ کی شفقتوں عنایتوں اور محبتوں کو بھلانا بہت مشکل ہے۔ کہتے ہیں باوجود بزرگی اور بیماری کے وقت پر دفتر تشریف لاتے اور دفتر کے کاموں میں مشغول ہو جاتے۔ اپنے نفس پر خدمت دین کو ترجیح دیتے رہے۔ اپنی وفات سے قبل آخری دن یکم جنوری کو تشریف لائے تو سانس کی تکلیف زیادہ تھی۔ سانس لینے میں بہت دشواری نظر آ رہی تھی لیکن بہت ہی ضبط سے اس تکلیف کو چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کہتے ہیں انہوں نے مجھے کہا کہ آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے جلدی گھر چلا جاؤں گا۔ پورا وقت دفتر بیٹھ نہیں سکوں گا لیکن جلدی گھر جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں نے کام نہیں کرنا۔ اس لئے اس کلرک کو کہا کہ جو بھی دستخط ہونے والی ڈاک ہے وہ جلدی لے آؤ۔ تو یہ کارکن کہتے ہیں کہ حسب ہدایت مَیں نے جلدی ڈاک پیش کر دی۔ کچھ وصیت کی فائلیں دستخط کروا کے عرض کیا کہ طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو باقی بعد میں دستخط کروالیں گے۔ لیکن آپ نے کہا کہ نہیں ساری فائلیں دستخط کروالو۔ کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد ضروری ہدایات دے کر اور بعض ناظران اور افسران کو مل کر گئے اور **اس طرح آپ اپنے عمل سے ہمیں سمجھا گئے کہ خدمت دین کس طرح کی جاتی ہے اور وقف کی رُوح کیا ہے۔**

پھر ایک مربی سلسلہ ملک محمد افضال صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ چہرہ جھکائے مسجد میں بیٹھنا۔ رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں باقاعدگی سے بعد نماز عصر مسجد مبارک میں درس قرآن کریم میں غرق ہونا۔ اگر کوئی صاحب ان کے پاس اپنا مسئلہ پیش کرتا تو اس کے مسئلہ کو خوشی اور تسلّی سے سننا اور اس کے مسئلہ کا حل بتانا یہ تمام مشاہدات ہیں جو ربوہ کا ہر باسی روز مشاہدہ کرتا تھا۔ کہتے ہیں جامعہ کی پڑھائی کے دوران ایک دفعہ میں بہت ہی پریشانی کے عالم میں تھا اور معاملہ میری سمجھ سے باہر تھا۔ دعا ہی آخری حل تھا۔ کہتے ہیں میں مکرم مرزا خورشید احمد صاحب کی خدمت میں ان کے دفتر گیا۔ باوجود بے انتہا مصروفیات کے انہوں نے مجھے اپنے کمرے میں بلا لیا اور جب میں نے سب معاملہ سامنے رکھا تو میرا مقصد تو صرف دعا کا تھا لیکن انہوں نے تمام پریشانی کو سنا اور پھر خود ہی سوالات بھی پوچھے۔ اور کہتے ہیں دفتر آنے سے پہلے میرے تو ذہن میں بھی نہیں تھا کہ میں اتنا زیادہ وقت لوں گا۔ لیکن آپ نے کمال حد تک شفقت کا مظاہرہ کیا اور بہت سا وقت مجھے دیا۔ اس کے بعد جب ان کے دفتر سے میں باہر نکلا ہوں تو دل پر گزرنے والے بوجھ کو بہت ہلکا محسوس کیا اور دل میں ایک نئی آس لے کر اس کمرے سے باہر نکلا۔ **تو دوسروں کی جو تسلی کروانا ہے یہ ہر عہدیدار کا فرض ہونا چاہئے۔** یہ لکھتے ہیں کہ نرم خُو اور مجسّم شفیق فرشتہ انسان تھے۔ کہتے ہیں ایک دوست نے مجھے بتایا کہ جب مَیں ٹین ایجر (Teenager) تھا تو پہلی بار موٹر بائیک (Motorbike) سیکھ رہا تھا۔ میاں خورشید احمد صاحب امیر مقامی کے گھر کے باہر باڑ میں جا کر ٹکرایا۔ اس وقت اتفاق سے آپ خود اس باڑ کے پودوں کو باہر سڑک پہ پانی لگا رہے تھے تو میں گھبرایا ہوا تھا اور شرمندگی مجھے الگ

تھی۔ ایک تو غلطی، اوپر سے Under Age ڈرائیونگ۔ پھر گرا بھی تو ان کے سامنے۔ کوئی بھی اور شخص ہوتا تو شاید بہت ڈانٹتا کیونکہ باغیچہ کا نقصان بھی ہوا تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت میں اس قدر شفقت اور نرمی تھی کہ آپ نے لپک کر مجھے اٹھنے میں مدد دی۔ پھر پوچھا کہ بیٹا کہیں زیادہ چوٹ وغیرہ تو نہیں آئی۔ پھر مجھے شفقت سے سمجھایا کہ اپنی زندگی کی قدر کرو۔

اسی طرح مربیان اور واقفین زندگی کے ساتھ بہت پیار اور محبت کا سلوک تھا۔ علم وسیع ہونے کے باوجود بڑی عاجزی اور نرمی تھی۔ اپنی کم علمی کا اظہار فرماتے تھے۔ جامعہ احمدیہ کے درجہ شاہد کی جب پہلی convocation ہوئی تو اس موقع پر میں نے ان کو نمائندہ مقرر کیا تو کہتے ہیں کہ اپنے خطاب میں انہوں نے convocation میں جامعہ کے لڑکوں کو کہا کہ مَیں تو ساری عمر مربی صاحبان اور علماء صاحبان کے ارشادات سننے کا عادی ہوں۔ ان کے سامنے میں کس طرح زبان کھول سکتا ہوں۔ لیکن پھر نصیحت فرمائی اور بہت ساری باتوں کے علاوہ ان کو کہا کہ خاکسار اتنا ہی عرض کرے گا کہ نہایت ضروری اور اشد ضروری اور سب سے ضروری امر ہے کہ جو ارشادات خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں ان کو سنا جائے، ان پر غور کیا جائے۔ ان پر جہاں تک ہمارے لئے، جماعت کے عہدیداروں کے لئے اور آپ لوگوں کے لئے جو آپ مربی بن کر جا رہے ہیں ممکن ہے اور عمل کر سکتے ہیں تو عمل کریں۔ ہم سب لوگ ان ہدایت کو حرزِ جاں بنائیں۔ ان پر عمل کرنے کی پوری طرح کوشش کریں اور یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر بدوملہی کے مربی سلسلہ مسعود صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ میاں صاحب سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ ہر ملاقات محبت اور شفقت کے جذبات کا سمندر رکھتی ہے۔ آپ ہر دلعزیز محبت کرنے والے نہایت شفیق مرقع اخلاق تھے۔ عاجزی کے مجسم پیکر تھے۔ دفتر میں ملاقات میں آنے والے ہر شخص سے کرسی سے اٹھ کر سلام کرتے اور مصافحہ کا شرف بخشتے خواہ وہ چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ جو بھی ملاقات کے لئے آتا آپ اپنے ضروری کام چھوڑ کر بھی بڑی توجہ اور دلچسپی سے ہمہ تن گوش ہو کر ان کی بات سنتے اور ان میں گھل مل جاتے۔ اس لئے ہر ایک آپ کے پاس فریاد لے کر آتا۔ یہ ہر ایک نے اسی طرح لکھا ہے۔ آپ کے دفتر میں غریب امیر، عہدیدار یا عام احمدی ہر ایک کے ساتھ برابر کا سلوک ہوتا تھا۔ ہر ایک کی بات پر ایسے فوری ردّعمل دکھاتے کہ جیسے یہ شخص بہت اہم ہے۔

ڈاکٹر نوری صاحب لکھتے ہیں کہ آپ لوگوں کے احساسات اور ضروریات اور جذبات کا دوسروں سے بڑھ کر خیال رکھتے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک مریض کو اینجیو پلاسٹی کے لئے آدھی قیمت کی رعایت کی گئی۔ بعد میں جب اس نے آپ سے، ناظر اعلیٰ سے، رابطہ کیا تو ساری قیمت ہی معاف کر دی اور ڈاکٹر نوری صاحب کہتے ہیں کہ مجھے کہا کرتے تھے کہ خلیفہ وقت نے مجھے ہدایت دی ہے کہ کوشش کریں کہ تمام مستحق مریضوں کی مدد کیا کریں۔ اس لئے اس کو نبھانا ہمارا فرض ہے۔ اور پھر کہتے ہیں جب ہسپتال میں زیر علاج تھے تو نرسوں کے لئے اور جو انڈر ٹریننگ نرسیں ہیں۔ نرسیں وغیرہ جو ٹریننگ لے رہی ہیں یا مرد لے رہے ہیں۔ ان کیلئے انہوں نے مجھے کہا کہ میرے بیٹے سے اس کے پیسے لے لیں اور ان سب کو میری طرف سے سویٹر

تحفہ خرید کر دیں۔ دوسروں کی محنت کو بڑا سراہتے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں ایک دن مجھے انہوں نے لکھا کہ بعض احساس اور جذبات اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ ان کا منہ در منہ اظہار کرنا (آمنے سامنے اظہار کرنا) ناممکن سا ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں کچھ یہی کیفیت میری بھی تم لوگوں سے یعنی ہسپتال سے رخصت ہوتے وقت تھی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔

پھر کہتے ہیں **خلافت سے ان کو بڑا والہانہ پیار اور محبت تھی**۔ طاہر ہارٹ کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا۔ ڈاکٹر نوری صاحب لکھتے ہیں ایک مرتبہ مجھے کہا کہ نوری! طاہر ہارٹ تو خلیفۂ وقت کا ایک بچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خلیفہ وقت کی اس خواہش کو پورا کرے اور یہ ادارہ حقیقی معنوں میں دارالشفاء کا نمونہ بنے اور پھر انہوں نے نوری صاحب کو کہا کہ میں تو روزانہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ خلیفۂ وقت کی تمام خواہشات اس کے حق میں پوری کرے۔ کہتے ہیں بیماری کے دنوں میں جب میں رپورٹ لکھ کے دیتا تھا۔ نوری صاحب ان کی رپورٹ روزانہ مجھے بھجواتے تھے۔ تو کہتے ہیں ایک دن میرا ہاتھ پکڑ کر بڑے جذباتی ہو کر کہنے لگے کہ کیا ہمارے پاس حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بیماری اور تکلیف کے علاوہ کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔

اسی طرح کے اَور بھی بہت سارے لوگوں کے خطوط ہیں۔ آپ کے اوصاف بیان کئے ہیں اور عاجزی اور ہمدردی کے بارے میں تو ہر ایک نے لکھا ہے۔ خلافت سے جو تعلق اور محبت تھی اس کا اظہار آپ نے ایک دفعہ میری اہلیہ کے سامنے اس طرح کیا کہ جب میری اہلیہ نے انہیں کہا کہ خلیفہ وقت کے لئے تو آپ دعائیں کرتے ہوں گے میرے لئے اور بچوں کے لئے بھی دعا کریں۔ تو کہنے لگے کہ خلیفہ وقت کے لئے مخصوص سجدوں میں مَیں ان کے بیوی بچوں کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔ اور اس وقت جب یہ کہہ رہے تھے تو ان کی بڑی جذباتی کیفیت تھی۔ امیر اور بالا افسر کی اطاعت کا معیار بھی ان کا بہت بلند تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بیماری کے دنوں میں، سن 2000ء کی بات ہے، میں اور مکرم مرزا خورشید احمد صاحب یہاں لندن آئے ہوئے تھے۔ میں ان دنوں میں ناظر اعلیٰ تھا۔ کسی بات پر میرا اور ان کا تھوڑا سا اختلاف ہوا جس پر انہوں نے ذرا سختی سے میری بات کو ردّ کیا۔ خیر بات آئی گئی ہو گئی۔ میں ان سے چند دن پہلے لندن سے واپس ربوہ چلا گیا اور یہ چند دن بعد آئے اور میرے دفتر میں آئے اور آ کر بڑے سنجیدہ بیٹھے تھے۔ پھر کہنے لگے کہ میں معذرت کرنے آیا ہوں۔ میرے سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ میں نے کہا کون سی غلطی مجھے تو یاد نہیں۔ کہنے لگے کہ لندن میں مَیں نے جو اختلاف کیا تھا اس میں میری آواز میں تھوڑا سا غصہ شامل ہو گیا تھا اور یہ جو بات ہے امیر کے احترام کے خلاف ہے اس لئے مَیں معافی چاہتا ہوں اور معذرت چاہتا ہوں۔ باوجود میرے کہنے کہ کوئی بات نہیں ہے۔ معذرت ہی کرتے رہے۔ **تو یہ ان کی عاجزی تھی اور امیر کا احترام تھا۔**

پھر کے پہلو جو ہیں ان کو بھی اپنے گھر سے شروع کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ دوسروں کی اصلاح کی اور اپنے بچوں کو نہیں دیکھنا۔ چند سال ہوئے میں نے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کو ایک خط لکھا جس میں انہیں ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔ بعض شکایات جو مجھ تک پہنچی تھیں ان کے بارے میں ان کو دور کرنے کی

عمومی نصیحت کی۔ یہ خط میں نے جب پاکستان بھیجا تو پاکستان میں ان کو کہا کہ جو افراد خاندان وہاں ہیں انہیں جمع کر کے میرا یہ خط پڑھا دیں۔ جب یہ خط انہوں نے افراد خاندان کے سامنے پڑھا تو بڑے جذباتی انداز میں یہ بھی فرمایا کہ میں واضح کر دوں کہ میری اولاد بھی ان چیزوں سے پاک نہیں ہے جن کی نشاندہی کی گئی ہے اور مَیں ان کو بھی اور ان کی اولادوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ یہ کمزوریاں ہمیں دور کرنی چاہئیں اور خلیفۂ وقت جو ہم سے توقع رکھتے ہیں اس پر پورا اترنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

تو یہ ان کی سچائی اور تقویٰ کے معیار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کی نیکیوں کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اور خلافت احمدیہ کو باوفا مخلص اور تقویٰ پر چلنے والے معاون و مددگار عطا فرمائے۔

مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ انہوں نے ان کے بارے میں جو مجھے لکھا اس میں وہ لکھتے ہیں کہ بھائی خورشید تمام عمر خلافت کے قدموں میں بیٹھ کر آخری وقت تک سلسلہ کی خدمت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور بیشمار فضلوں اور رحمتوں کے سائے میں رکھے۔ **انہوں نے تو اپنا حق پورا کر دیا۔ یہ انہوں نے بالکل صحیح لکھا ہے۔ یقیناً انہوں نے اپنا حق پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے حق پورے کرنے اور نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔**

نمازوں کے بعد مَیں ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا انشاء اللہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09 فروری 2018ء تا 15 فروری 2018ء جلد 25 شمارہ 06 صفحہ 05 تا 08)

4

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 26/ جنوری 2018ء بمطابق 26/ صلح 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دعاؤں کی برکات اور فلاسفی:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر دعا کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"ایک بچہ جب بھوک سے بیتاب ہو کر دودھ کے لئے چلّاتا اور چیختا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مار کر آ جاتا ہے۔ بچہ دعا کا نام بھی نہیں جانتا لیکن اُس کی چیخیں دودھ کو کیونکر کھینچ لاتی ہیں؟" فرمایا کہ "..... بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ مائیں دودھ کو محسوس بھی نہیں کرتیں مگر بچہ کی چلّاہٹ ہے کہ دودھ کو کھینچ لاتی ہے۔" آپ فرماتے ہیں "تو کیا ہماری چیخیں جب اللہ تعالیٰ کے حضور ہوں تو وہ کچھ بھی نہیں کھینچ کر لا سکتیں؟ آتا ہے اور سب کچھ آتا ہے۔ مگر آنکھوں کے اندھے جو فاضل اور فلاسفر بنے بیٹھے ہیں وہ دیکھ نہیں سکتے۔" آپ نے فرمایا کہ "بچہ کو جو مناسبت ماں سے ہے اس تعلق اور رشتہ کو انسان اپنے ذہن میں رکھ کر اگر دعا کی فلاسفی پر غور کرے تو وہ بہت آسان اور سہل معلوم ہوتی ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 129)

اللہ تعالیٰ کا ہم احمدیوں پر بڑا فضل ہے کہ ہمارے اکثر چھوٹے بڑے اس بات کو سمجھتے ہیں کہ اگر بیتاب ہو کر، گڑگڑا کر عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا جائے اور اس سے دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور **بعض دفعہ دعا کی قبولیت کے ایسے واقعات ہوتے ہیں** جو غیروں کو بھی حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسی ناامیدی کی کیفیت ہو جاتی ہے اور کس طرح ہر طرف سے ناامید ہو جاتے ہیں اس وقت جب ہم اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے تو اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا جو ہمارے ایمانوں میں مضبوطی کا باعث بنا۔ مَیں **اس وقت بعض ایسے واقعات پیش کروں گا** جو مختلف رپورٹس میں آتے ہیں۔

ناظر دعوت الی اللہ قادیان لکھتے ہیں کہ ضلع ہوشیار پور کے امیر نے بتایا کہ چند سال قبل ان کے گاؤں کھیڑا اچھروال میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے گاؤں والے بہت پریشان تھے حتی کہ کنوئیں کا پانی بھی نچلی حد تک پہنچ گیا تھا۔ یہاں کی ہندو اکثریت نے وہاں کے معلم کو دعا کرنے کو کہا۔ مشرقی پنجاب میں معلم کو، مولوی کو 'میاں جی' کہتے ہیں۔ انہیں یقین تھا کہ احمدی معلم کو دعا کے لئے کہیں گے تو ضرور بارش ہو گی۔ بہر حال ہمارے معلم نے پہلے تو ان کو اسلامی دعا کے آداب بتائے اور اللہ تعالیٰ کی صفات بتائیں۔ پھر دعا کروائی۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت

احمدیہ کے اس معلّم کی دعا کو قبول فرمایا اور اپنے فضل سے دو تین گھنٹے کے اندر موسلا دھار بارش برسا دی اور **اپنے سمیع الدعا ہونے کا ثبوت دیا۔** اس واقعہ کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورے گاؤں میں اچھا اثر ہوا اور گاؤں والوں نے برملا کہا کہ احمدیوں کی دعا کی وجہ سے بارش ہوئی۔

پھر اسی طرح جزائر فجی کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ طوالو فجی کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ اس کے دورے پر جانے سے قبل طوالو کے مبلغ نے بتایا کہ یہاں ایک عرصے سے بارش نہیں ہوئی اور پانی کا انحصار بارش پر ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ دورہ پر جانے سے پہلے **انہوں نے مجھے بھی دعا کے لئے خط لکھا کہ بارش کے لئے دعا کریں۔** کہتے ہیں جب ہم شام کو طوالو پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے بہت زیادہ پریشانی کا ذکر کیا کہ اب پانی بالکل خشک ہو رہا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اسی دن رات کو نماز عشاء پر اعلان کیا کہ ہم نماز کا جو آخری سجدہ پڑھیں گے اس میں بارش کے لئے بھی دعا کریں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور رات کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہوئی اور اس کے بعد تین چار دفعہ بارش ہوئی جبکہ محکمہ موسمیات کے مطابق ایک لمبے عرصے کے لئے خشک موسم کی پیشگوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم جہاں بھی گئے لوگوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ آپ کے آنے پر یہاں بارش ہوئی ہے۔ چنانچہ کیتھولک چرچ کے بشپ اور فونا فوتی قبیلے کے ایک بڑے چیف نے بھی اس بات کا اظہار کیا کہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور جماعت اور آپ کے خلیفہ وقت کی دعائیں ہیں جو اس طرح غیر معمولی طور پر یہاں بارش ہوئی اور یہ بارش نہ صرف احمدیوں کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث بنی بلکہ غیر از جماعت کے لئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان بنی۔

بعض جگہ بارش کا ہونا خدا تعالیٰ کی تائید اور قبولیت کا نشان بن جاتا ہے تو بعض جگہ بارش کا رکنا دعا کی قبولیت کا نشان بن جاتا ہے۔ اور غیر، چاہے اسلام کو قبول کریں یا نہ کریں لیکن اس بات کا ضرور اعتراف کرتے ہیں کہ اسلام کا خدا دعاؤں کو سننے والا خدا ہے۔

گنی بساؤ افریقہ کا ایک ملک ہے۔ وہاں کے معلّم عبد اللہ صاحب ہیں۔ کہتے ہیں ہم ایک گاؤں سین چانگ کَامُسا (Sinchang Kamsa) میں تبلیغ کے لئے گئے اور لوگوں کو جمع کر کے انہیں جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچایا۔ جب انہیں تبلیغ کی جا رہی تھی تو اسی دوران سخت بارش شروع ہو گئی اور بارش کے شور کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ میری آواز حاضرین تک نہیں پہنچ رہی تھی اور یوں لگ رہا تھا کہ ابھی لوگ اٹھ کے چلے جائیں گے۔ لوگ پریشان ہو رہے تھے اور جانے والے تھے۔ تو کہتے ہیں اس وقت مَیں نے دعا کی کہ اے اللہ! بارش بھی تیری ہے اور جو پیغام میں لے کر آیا ہوں وہ بھی تیرا ہے لیکن بارش کی وجہ سے یہ لوگ تیرا یہ پیغام سن نہیں رہے۔ اور اٹھنے والے ہیں۔ کہتے ہیں ابھی دعا کرنے کی دیر ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کو تھما دیا اور پھر وہاں موجود تقریباً ایک سو پچاس لوگوں کو تبلیغ کی گئی اور کہتے ہیں الحمد للہ تبلیغ کے بعد تمام افراد نے بیعت کرنے کی توفیق حاصل کی۔

دعا کے بعد بارش کے رکنے نے جہاں ہمارے معلّم کے ایمان کو مضبوط کیا وہاں ان لوگوں کو بھی دعاؤں

کے سننے والے خدا کو دکھایا۔ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کس طرح نظر آتا ہے؟ خدا اسی طرح اپنی قدرتوں کو دکھا کر نظر آتا ہے۔ وہی لوگ جو بارش کی وجہ سے وہاں سے اٹھ کر جانے والے تھے اللہ تعالیٰ کے اس فضل کو دیکھ کر نہ صرف بیٹھے رہے بلکہ احمدیت اور حقیقی اسلام کو قبول کیا۔

اسی طرح باندوندو کے مبلغ حافظ مزمّل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں لوکل معلّم اور دو خدّام کے ساتھ ایک گاؤں کے دورے پر روانہ ہوا۔ راستے میں شدید بارش شروع ہو گئی۔ آگے جانا ناممکن دکھائی دیتا تھا کیونکہ راستہ کچا اور شدید پھسلن تھی۔ چنانچہ یہ کہتے ہیں ہم لوگ ایک جگہ پر رک گئے اور وہاں دعا کی کہ یا اللہ تیرے مسیح کا پیغام پہنچانے جا رہے ہیں۔ وہاں پہلے اطلاع کی ہوئی تھی۔ لوگ وہاں جمع تھے۔ تُو فضل فرما تا راستے کی ہر روک دُور ہو جائے۔ کہتے ہیں **اللہ تعالیٰ نے فوراً ہماری دعا سن لی اور بارش اچانک رک گئی**۔ کیونکہ بظاہر لگتا تھا کہ بارش شام تک چلے گی اس لئے ہم بڑے پریشان تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور پروگرام کے مطابق صحیح وقت پر گاؤں پہنچے اور تبلیغی اور تربیتی پروگراموں کا انعقاد کیا۔

پھر بارش کے دعا کے ذریعہ رُکنے کے ضمن میں وہاب طیب صاحب سوئٹزرلینڈ کے مبلغ ہیں وہ کہتے ہیں کہ جماعت نے زخوِل (Zuchwil) کے علاقے میں مسجد کی تعمیر کے لئے جگہ خریدی۔ وہاں امن کی علامت کے لئے ایک پودا لگانے کے حوالے سے پروگرام رکھا گیا جس میں دوسرے مہمانوں کو بھی مدعو کیا گیا۔ جس دن پودا لگانے کا پروگرام تھا اس دن پیشگوئی کے مطابق شدید بارش ہونی تھی۔ چونکہ پروگرام کی ساری کارروائی آؤٹ ڈور (out door) تھی اس لئے ان کو بڑی پریشانی تھی۔ اس حوالے سے انہوں نے مجھے بھی لکھا اور ان کے کافی خط آتے رہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ پروگرام والے دن جب وہاں گئے تو پہلے سخت بارش شروع ہو گئی اور بظاہر بارش کے رکنے کے کوئی آثار بھی نہیں تھے۔ مگر پھر دعاؤں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ابھی پروگرام شروع ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا کہ بارش بالکل رک گئی اور سورج نکل آیا۔

کہتے ہیں کہ پروگرام کے وقت مقامی کونسل کے صدر بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے تو بڑی حیرانی کے ساتھ یہی کہا کہ کیا آپ **لوگوں نے اپنے پروگرام کے لئے موسم بھی آرڈر کروایا ہوا ہے؟** اس پر انہیں بتایا گیا کہ ہم دعا بھی کرتے ہیں۔ **ہم نے اپنے خلیفہ کو بھی دعا کے لئے لکھا اور ہمیں پوری امید تھی کہ اللہ تعالیٰ** فضل فرمائے گا اور اس طرح یہ پروگرام کامیاب رہا جس کی خبر وہاں کے لوکل اخباروں نے بھی دی اور اس کے ذریعہ سے کافی لوگوں کو جماعت کا تعارف پہنچا۔ بیشک ہم موسم کو آرڈر تو نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں لیکن اس خدا کے حضور ضرور جھکتے ہیں جس کے حکم کے تابع موسم ہے اور پھر وہی اپنی قدرت کے نظارے دکھاتا ہے۔

اب موسموں سے ہٹ کر قبولیت دعا کے بعض اَور واقعات ہیں وہ پیش کرتا ہوں۔ ہمارا خدا صرف موسموں کا خدا نہیں ہے بلکہ قادر مطلق اور ہر قسم کی دعائیں سننے والا خدا ہے۔ اس کی بیشمار صفات ہیں اور اپنی صفات کے وہ جلوے دکھاتا ہے۔

بینن سے معلم سلسلہ متین صاحب کہتے ہیں کہ چند دن ہوئے ایک نو مبایع دوست آئے کہ مربی صاحب

ہمارے گھر آئیں۔ اس نے کہا کہ میری بیوی کی حالت بہت خراب ہے۔ تو کہتے ہیں اس بات پر میں اپنی بیوی کو لے کر ان کے گھر چلا گیا کیونکہ ان کی بیوی کا زچگی کا معاملہ تھا اس لئے عورت کی ضرورت تھی اور وقت بالکل قریب تھا اور اس کو بڑا تیز بخار تھا اور تیز بخار کی وجہ سے رِحم کے سکڑنے کی وجہ سے بچے کی پیدائش نہیں ہو رہی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ گزشتہ دو دفعہ بھی اس طرح ہی ہو چکا ہے جس میں یا تو بچہ بچ سکتا تھا یا والدہ۔ لہٰذا دونوں دفعہ انہوں نے والدہ کو بچانے کی کوشش کی اور اولاد کی قربانی دینی پڑی اور اب یہ تیسری بار ایسا ہو رہا ہے۔ معلّم سلسلہ نے کہا کہ ایسی حالت میں ہم دوا کے ساتھ دعا بھی کرتے ہیں اور اپنے امام کو بھی دعا کے لئے لکھتے ہیں لیکن اب تو یہاں اتنا وقت نہیں ہے۔ دعا کا جو ظاہری طریقہ ہے وہ تو کریں گے ہی اور لکھنے کا وقت نہیں۔ چلو ہم خود ہی دعا کرتے ہیں۔

چنانچہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں کا واسطہ دے کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر دعا شروع کی اور دعا ختم کرنے پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر پانی پر پھونکا اور اس عورت کو پلایا۔ کہتے ہیں اس طرح مَیں نے دو تین دفعہ کیا اور پانی پھونک کر عورت کو پلانے کے لئے بھجوایا۔ تیسری دفعہ خاوند خوشی سے آیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بیوی بھی بچالی اور بیٹا بھی دے دیا اور اس نو مبالیع کا ایمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا تعالیٰ کی ذات پر اَور بھی بڑھا اور دعا پر ایمان مزید مضبوط ہوا اور تب سے یہ خود بھی باقاعدہ توجہ سے، انکسار سے، عاجزی سے، تڑپ سے دعائیں کرنے لگ گیا۔

اسی طرح ایک بیمار کا ذکر کرتے ہوئے کینیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ وہاں کی ایک جماعت کے صدر صاحب بہت بیمار تھے۔ ان کی خیریت دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے دو ہسپتالوں سے جواب دے دیا گیا ہے اور اب میری حالت بہت خراب ہے۔ کسی وقت بھی آپ کوئی بری خبر سن سکتے ہیں۔ ان کی جلد کا رنگ بھی بہت بدل گیا تھا۔ جسم بالکل ٹھنڈا اور بے جان محسوس ہوتا تھا۔ انہیں تسلی دی کہ آپ ہمت نہ ہاریں۔ خود بھی دعا کریں اور معلم کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے مجھے بھی یہاں خط لکھا۔ معلم بتاتے ہیں کہ ایک ہفتے کے بعد جب مَیں دوبارہ اس جماعت میں نماز جمعہ پڑھانے گیا تو میں نے دیکھا کہ ان کی حالت بہتر ہے اور کچھ دنوں بعد یہاں سے میرا جواب بھی ان کو مل گیا کہ اللہ تعالیٰ انشاء اللہ کامل شفا عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی صحت مسلسل بہتری کی طرف مائل ہوئی اور اب کچھ عرصہ بعد وہ بالکل تندرست ہو گئے ہیں اور اپنا کام کاج کر رہے ہیں۔ پس دعا کے طفیل انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نئی زندگی عطا ہوئی اور اس نے بھی ان کے ایمان میں اضافہ کیا ہے۔

پھر کرناٹک انڈیا سے وہاں کے امیر ضلع لکھتے ہیں۔ وہاں کے ایک جماعت کے صدر جماعت لکھتے ہیں کہ ان کو **برین ٹیومر ہو گیا اور ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ ان کا علاج ممکن نہیں ہے۔** آپریشن کرتے وقت جان بھی جا سکتی ہے۔ انہوں نے فوراً دعا کے لئے مجھے بھی یہاں لکھا اور میرا جواب بھی ان کو گیا کہ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے۔ کہتے ہیں کہ ایک ماہ کے بعد ڈاکٹروں نے دوبارہ ان کا معائنہ کیا تو حیران ہو گئے کہ برین ٹیومر کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اور دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کہ حسین صاحب مکمل طور پر شفایاب ہو گئے۔

پھر ایک مریض کا ذکر ہے جس کے بارے میں حافظ احسان سکندر مبلغ بیلجیم لکھتے ہیں کہ ایک احمدی

دوست داؤد صاحب بیمار تھے۔ ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ ان کے جگر گردے اور پھیپھڑوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ ہسپتال میں ہی انہیں دل کا دورہ بھی پڑا۔ انہیں وینٹی لیٹر (ventilator) پر لگا دیا گیا۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹروں نے جواب دے دیا یہاں تک کہ ان کی فیملی نے جماعت سے درخواست بھی کر دی کہ جنازہ وغیرہ کی تیاری میں مدد کی جائے۔ حافظ صاحب کہتے ہیں انہوں نے مجھے بھی دعا کے لئے لکھا خود بھی دعا کی۔ جماعت کو بھی دعاؤں کے لئے کہا۔ اگلے دن جماعتی وفد جس میں صدر انصار اللہ، سیکرٹری تبلیغ اور یہ شامل تھے ان کو وزٹ کرنے گئے تو ڈاکٹر کہنے لگے کہ ایک معجزہ ہو گیا ہے کہ جو دوائی ہم پہلے انہیں دے رہے تھے اور ان کا جسم اسے قبول نہیں کر رہا تھا اب وہی دوائی اثر کر رہی ہے اور ان کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے بہتر ہو رہی ہے۔ ہم نے ڈاکٹر کو کہا کہ یہ معجزہ دعا کی وجہ سے ہوا ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ نئی زندگی عطا فرمائی ہے۔

دعا کی قبولیت کے بعض اور متفرق واقعات ہیں جو لوگوں کے لئے **جماعت اور خلافت سے تعلق اور جماعت کی سچائی اور خدا تعالیٰ پر ایمان میں ترقی کا باعث بنتے ہیں۔**

مصطفیٰ صاحب سعودیہ کے رہنے والے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے **آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست** کی تھی کہ میرا تبادلہ فلاں شہر میں ہو جائے اور اس طرح مَیں فیملی کے ساتھ رہ سکوں۔ کہتے ہیں بظاہر یہ ناممکن تھا لیکن اب دعا سے ایک ایسا معجزہ ہوا کہ تبادلوں کی ایک رَو چل پڑی اور مَیں تینتیس نمبر سے ایک نمبر پر آ گیا ہوں۔ یعنی اب جب بھی کوئی تبادلہ ہوا مجھے موقع دیا جائے گا اور اس میں فیملی کے ساتھ رہ سکوں گا۔ یہ کہتے ہیں میرے لئے تو یہ ایک معجزے سے کم نہیں ہے۔ اپنے اپنے حالات ہر کوئی جانتا ہے۔ بظاہر بعض باتیں بڑی معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن جس پر گزر رہی ہوتی ہے اس کو احساس ہوتا ہے کہ یہ کس قسم کی اَنہونی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور دعاؤں سے ہو گئی۔

تنزانیہ کے ریجن مورو گورو کے معلّم لطیف صاحب ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت کی ایک مسجد سے کسی نے سولر سسٹم کی بیٹری چوری کر لی۔ جب اگلے دن احباب جماعت کو پتا چلا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ پولیس میں رپورٹ کرنے سے **بہتر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔** وہاں بھی کچھ نہیں ہونا۔ پولیس نے نوٹ کر لینا ہے اور قصہ ختم ہو جانا ہے تو بہتر ہے ہم دعا کریں۔ اللہ کے آگے جھکیں اور اس سے مانگیں۔ ہم یہ دعا کریں گے کہ جس نے بھی یہ بیٹری چوری کی ہے اس کو خود اللہ تعالیٰ سزا دے دے اور ہماری بیٹری ہمیں لَوٹا دے۔ کہتے ہیں اس موقع پر چوری کا سن کر بعض غیر احمدی لوگ بھی اکٹھے ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ خبر اس گاؤں میں پھیل گئی کہ احمدیوں نے دعا کی ہے کہ جس نے بھی بیٹری چوری کی ہے اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے اور سزا دے۔ غیر از جماعت احباب نے کہنا بھی شروع کر دیا کہ احمدیوں کی دعائیں بڑی قبول ہوتی ہیں۔ اب چور ضرور پکڑا جائے گا کیونکہ اب اس کے لئے کوئی اور راستہ نہیں۔ کہتے ہیں ابھی ایک ہی دن گزرا تھا کہ جس کسی نے بھی چوری کی تھی وہ چوری چھپے صبح سویرے بیٹری صدر صاحب جماعت کے گھر کے سامنے رکھ گیا۔ اس طرح کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کی دعا کو سنا اور غیر از جماعت احباب کا ایمان بھی دعاؤں پر مزید پختہ ہوا کہ یہ واقعی نیک اور سچے لوگ ہیں۔

بہر حال اس سے یہ تو پتا چل گیا کہ وہاں کے چوروں میں بھی خدا تعالیٰ کا خوف ہے اور خدا تعالیٰ کے نام سے ڈر گئے۔ لیکن پاکستان کے مُلّاں کے دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بالکل خالی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نام پر اس کے حکموں کی خلاف ورزیاں کرتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جنہوں نے قوم میں بھی بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔ **اللہ تعالیٰ قوم پر بھی رحم کرے اور ان ظالموں سے قوم کو بھی جلد چھڑائے۔**

ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے مبلغ انچارج صاحب گنی کناکری لکھتے ہیں کہ ایک مخلص نومبایع نوجوان سلیمان صاحب نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ وہ وقف کر کے جماعت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ہم نے انہیں سیرالیون جامعہ احمدیہ میں داخل ہونے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے بخوشی قبول کر لیا۔ تیاری شروع ہو گئی۔ کہتے ہیں جب ہم نے ان کے والدین جو ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے ان کو مشن ہاؤس بلوایا تا کہ ان کی رضامندی حاصل کی جا سکے تو بظاہر وہ خوش ہوئے اور تمام معلومات لے کر دو دن کے بعد واپس آنے کا کہہ گئے۔ واپس جا کر انہوں نے اپنے مولوی سے مشورہ کیا تو انہوں نے انہیں بہکا دیا اور ہمارے خلاف پولیس میں مقدمہ درج کروا دیا کہ جماعت احمدیہ ایک غیر مسلم اور متشدد جماعت ہے اور یہ لڑکے کو بھی ورغلا رہی ہے اور شدت پسند بنا رہی ہے۔ کہتے ہیں اس پر ہمیں بڑی پریشانی ہوئی۔ مجھے بھی انہوں نے دعا کے لئے لکھا اور بہر حال میں نے بھی ان کو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ کوشش کرتے رہیں دعا بھی کرتے رہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں جب پولیس نے انکوائری کی اور جماعت کا تعارف جب انہیں پیش کیا پولیس کو لیف لٹس (Leaflets) وغیرہ دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پولیس کمشنر نے نہ صرف کیس خارج کر دیا بلکہ کہنے لگا کہ مجھے تو ان کا بیان کردہ اسلام زیادہ صحیح اور پُرامن لگتا ہے اور پولیس کمشنر نے کہا کہ مجھے مزید معلومات فراہم کریں مَیں بھی اس جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔

پھر ایک واقعہ مالی ریجن کے مبلغ مستنصر صاحب لکھتے ہیں کہ اس سال جلسہ سالانہ مالی کے لئے احباب کو تحریک کی کہ کثرت سے لوگ شامل ہوں۔ چونکہ جہاں جلسہ ہونا تھا وہاں کا فاصلہ کافی ہے تقریباً چار سو کلو میٹر۔ وہاں کے رہنے والے غریب لوگ ہیں۔ وہاں جانے کا، اتنا فاصلہ طے کرنے کا دس ہزار فرانک سے زائد کرایہ لگتا ہے۔ غریب آدمیوں کے لئے اتنی رقم مہیا کرنا کہ سارا خاندان جائے بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ تو ایک ممبر یحییٰ صاحب ہیں جو دریا سے مچھلیاں پکڑتے ہیں اور مارکیٹ میں فروخت کرتے ہیں۔ انہوں نے بڑی کوشش سے سارے سال میں ایک آدمی کا کرایہ بنایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ سال تو مَیں گیا تھا۔ اس سال کیونکہ ایک آدمی کا کرایہ ہے اس لئے مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنی بیوی کو جلسہ پر بھجواؤں گا۔ مربی صاحب نے انہیں کہا کہ آپ کی نیت تو اچھی ہے۔ لیکن کوشش کریں کہ آپ بھی جلسہ میں شامل ہوں اور اس کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دریا سے مچھلی کا ایسا شکار آپ کو دے دے کہ آپ کا بھی کرایہ بن جائے۔ چنانچہ جس دن صبح جلسہ کے لئے وہاں سے قافلہ چلنا تھا اس سے پہلے رات آٹھ بجے وہ شخص مشن میں آئے۔ ان کے ہاتھ میں تقریباً بارہ کلو کی ایک بہت بڑی مچھلی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ **جب صبح دریا میں جال ڈالنے گیا تو میں نے بڑی دعا کی کہ کل قافلہ روانہ ہونا ہے اور میرے پاس کرایہ نہیں ہے۔ اے اللہ میری مدد کر** کہ مَیں جلسہ میں شامل ہو سکوں۔ نیت میری نیک ہے۔ کہتے ہیں عصر کے

وقت جال نکالا تو یہ مچھلی لگی ہوئی تھی۔ جب کنارے پر آیا تو ایک آدمی نے اٹھارہ ہزار فرانک سیفا کی خرید لی۔ میں نے اس آدمی سے اجازت لی ہے کہ مَیں آپ کو مچھلی دکھاؤں۔ تو اس مچھلی سے میرا کرایہ بھی پورا ہو گیا ہے۔ ہم دونوں میاں بیوی شریک ہو سکتے ہیں اور زائد پیسے بھی بچ گئے۔

اللہ تعالیٰ قبولیت دعا کے ذریعہ کس طرح احمدیوں کو ایمان میں پختگی اور خلافت پر یقین قائم فرماتا ہے اس بارے میں اپنا ایک واقعہ لکھتے ہوئے مالی کے ایک صاحب ادریس تراوڑے صاحب کہتے ہیں کہ 2008ء میں جب آپ نے گھانا کا دورہ کیا (جب مَیں 2008ء میں خلافت جوبلی کے جلسہ میں شامل ہوا تھا) تو اس وقت یہ احمدی شخص بھی جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔ کہتے ہیں مَیں مرغیوں کا کاروبار کرتا تھا اور میں مرغیاں چھوڑ کر گھانا چلا گیا۔ پیچھے میری ساری مرغیاں مر گئیں۔ تو جس آدمی کے پیسوں سے مَیں یہ کاروبار کرتا تھا اس کو جب پتا چلا کہ مَیں احمدی ہوں اور احمدیوں کے جلسہ پر گیا ہوں اور مرغیاں مر گئی ہیں تو وہ مخالفت میں اور بھی اندھا ہو گیا اور میرے واپس آنے کے بعد مجھے پیغام بھیجا کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر میرے ایک لاکھ پچاس ہزار فرانک سیفا واپس کرو۔ کہتے ہیں مَیں بہت پریشان ہوا۔ میرے پاس تو رقم نہیں ہے۔ یہ مخالف مجھے بہت ذلیل کرے گا۔ کہتے ہیں ساری **رات مَیں نے بڑی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرا کچھ انتظام کر دے۔ میں تو خلیفہ کی محبت میں جلسہ میں شامل ہونے** کے لئے گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ ایک ٹرک سے کچھ اناج گرا ہوا ہے جسے مَیں سمیٹ رہا ہوں۔ ایک خاص جگہ دکھائی گئی کہ وہاں ٹرک ہے اور وہاں اناج گرا ہوا ہے۔ وہاں سے سمیٹ رہا ہوں۔

کہتے ہیں جو جگہ خواب میں دیکھی تھی مَیں صبح صبح وہاں گیا تو وہاں ٹرک تو کوئی نہیں تھا۔ لیکن اناج گرا ہوا تھا۔ کچھ دانے گرے ہوئے تھے جو مَیں سمیٹنے لگا تو اچانک ایک کالے رنگ کا پلاسٹک کا لفافہ ملا۔ اس کو کھولا تو اس میں ایک لاکھ اسی ہزار فرانک سیفا تھے۔ میں نے وہاں علاقے کے لوگوں سے پوچھا تو بتایا گیا کہ یہاں رات ایک ٹرک کھڑا تھا جو اَب سینیگال کی طرف چلا گیا ہے۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ مجھے یہاں سے یہ رقم ملی ہے اگر کسی کی ہو تو بتا کر لے لے۔ کوئی آدمی نہیں آیا۔ بہرحال جب شام کو قرض خواہ قرض لینے آیا اور پھر بدتمیزی پر اتر آیا تو مَیں نے اسے کہا صبر کرو مَیں تمہیں قرض دے دیتا ہوں۔ میرا اللہ تعالیٰ نے انتظام کر دیا ہے اور میں نے اس کی وہ رقم واپس کر دی۔ کہتے ہیں اب کئی سال ہو گئے ہیں۔ لیکن اس رقم کی ملکیت کا وہاں کسی نے دعویٰ نہیں کیا۔ کوئی نہیں آیا اسے پوچھنے۔

اسی طرح جرمنی سے مبلغ سلسلہ حفیظ اللہ بھروانہ صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک نومبایع احسان صاحب جو لبنانی ہیں۔ ان کی وہاں جرمنی میں میرے سے ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے دوران انہوں نے دعا کے لئے مجھ سے اپنی اسائلم کے حوالے سے مشکلات کا ذکر کیا کیونکہ پولیس نے ان کو بتایا تھا کہ انہیں کسی وقت بھی واپس بھجوا دیا جائے گا۔ کہتے ہیں لیکن اس آدمی کے ایمان میں بڑا اضافہ ہوا۔ خدا تعالیٰ نے بڑا معجزہ دکھایا کہ ان کا کیس باوجود اس کے کہ پولیس کا خیال تھا کہ کوئی سیاسی پناہ نہیں ملے گی اور واپس جائیں گے۔ تین سال کے لئے ان کو سیاسی پناہ مل گئی اور اب **وہ بڑے خوش ہیں اور ہر ایک کو بتاتے ہیں کہ دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دکھایا ہے۔**

اللہ تعالیٰ غیر مسلموں کو بھی احمدیوں کی دعاؤں کی قبولیت کے ایسے نظارے دکھاتا ہے جو ان کو اس بات کا قائل کر دیتے ہیں کہ **اسلام کا خدا دعاؤں کا سننے والا خدا ہے**۔ مرزا افضل صاحب کینیڈا سے لکھتے ہیں کہ ہم وینکوور کے مغرب میں ایک انٹر فیتھ کانفرنس میں ایک شہر میں گئے اور ایک فون بک دیکھ کر ایک سکھ کو فون کیا کہ ہم یہاں انٹر فیتھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے ہمیں اپنے گھر خوش آمدید کہا۔ کھانا کھلایا۔ اپنے گھر میں ہی ہمیں ظہر عصر کی نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ انہوں نے کانفرنس میں ہر قسم کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ جب ہم چلنے لگے تو انہوں نے نہایت عاجزی سے کہا کہ اس کے بیٹے کی تین بیٹیاں ہیں اور یہ کہ ہم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بیٹا بھی دے دے۔ کہتے ہیں ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ ہاتھ اٹھا کے وہیں دعا بھی کی اور انہیں بتایا کہ ہم اپنے خلیفہ کو بھی دعا کے لئے لکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر ایک ڈیڑھ سال کے بعد ان کا بڑا خوشی سے فون آیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پوتا عطا فرمایا ہے۔

دعاؤں کے قبولیت کے یہ چند واقعات ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: "قانون قدرت میں قبولیت دعا کی نظیریں موجود ہیں۔ "جیسا کہ شروع میں بچے کے چلّانے کی وجہ سے ماں کے دودھ کے اترنے کی مثال کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہ قانون قدرت ہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اسی قانون کے تحت "اور ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ زندہ نمونے بھیجتا ہے۔"
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 199)

اور اگر قبولیت دعا کے زندہ نمونوں کا حصہ بننا ہے تو پھر بعض لوازمات ہیں۔ بعض شرطیں ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں دعا قبول نہیں ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ان کے لئے بعض شرطیں بھی ضروری ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "دعا کے لوازمات سے اوّل ضروری یہ ہے کہ اعمال صالحہ اور اعتقاد پیدا کریں کیونکہ جو شخص اپنے اعتقادات کو درست نہیں کرتا اور اعمال صالحہ سے کام نہیں لیتا "ان کو بہتر نہیں کرتا "اور دعا کرتا ہے وہ گویا خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 200)

پس ایمان کو جہاں اعتقادی لحاظ سے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے وہاں عملی حالت کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکموں کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ویسے تو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق پانچ وقت نمازوں پہ توجہ نہ دیں۔ لوگوں کے بنیادی حق ادا نہ کریں اور جب مشکل میں گرفتار ہوں تو اس وقت پھر ہمیں اللہ بھی یاد آ جائے۔ لوگوں کے حق ادا کرنے بھی یاد آ جائیں۔ پہلے اپنی حالتوں کو بہتر کرنا ہو گا۔ اعتقادی حالت جو بہتر کی ہے تو صرف اعتقادی حالت کے بہتر ہونے سے ہی کام پورا نہیں ہو تا جب تک عمل صالح نہ ہو۔ اور عمل صالح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق بھی ادا کئے جائیں اور اس کے مخلوق کے حق بھی ادا کئے جائیں۔ پس یہ ہو گا تو اللہ تعالیٰ پھر دعاؤں کو بھی سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے حکموں کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے اور عبادتوں اور دعاؤں کے حق ہمیشہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز کے بعد مَیں دو جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ مکرم چوہدری نعمت اللہ ساہی صاحب کا ہے جنہوں نے اپنے ریٹائرمنٹ کے بعد بلکہ اس سے پہلے ہی زندگی وقف بھی کی تھی اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے ناظم جائیداد رہے ہیں۔ 15/ جنوری کو کینیڈا میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ کے خاندان میں احمدیت حضرت حسین بی بی صاحبہؓ، والدہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کے ذریعہ آئی تھی انہوں نے اپنی ایک خواب کے ذریعہ قادیان جا کر بیعت کی تھی۔ حسین بی بی صاحبہ کے خاوند حضرت نصر اللہ خان صاحب کے چھوٹے بھائی غلام احمد صاحب نے بھی قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ چوہدری نعمت اللہ صاحب کے دادا تھے۔ چوہدری صاحب کو جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔ امیر جماعت ضلع حیدرآباد رہے۔ انصار اللہ کے ضلع حیدرآباد کے ناظم رہے۔ قائد خدام الاحمدیہ حیدرآباد رہے۔ ناظم جائیداد صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان رہے۔ بچپن سے ہی باقاعدہ تہجد کے عادی تھے اور آخر دم تک اس کے لئے کوشش کرتے رہے۔ نماز باجماعت باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ موسم کی شدت سردی یا بارش میں آپ کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ مسجد پہنچیں اور نماز باجماعت پڑھیں۔ دعا پر آپ کو غیر معمولی یقین تھا۔

خلافت سے انتہائی عقیدت تھی۔ جلسہ سالانہ میں شمولیت کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ خلافت سے پہلے ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ حیدرآباد کے دورے پر تھے تو راستے میں چوہدری صاحب کا گھر آتا تھا۔ آپ وہاں گئے۔ تھوڑی دیر قیام کیا۔ چوہدری صاحب تو گھر میں نہیں تھے ان کی اہلیہ سے فرمایا کہ چوہدری صاحب سے کہیں کہ اب دین کی خدمت کریں۔ حالانکہ ویسے تو جماعتی لحاظ سے وہ ایک عہدیدار کی حیثیت سے خدمت کر ہی رہے تھے لیکن جب باقاعدہ ایک پیغام چوہدری صاحب کو ملا تو اس کے بعد آپ نے زندگی وقف کر دی۔ اس کا خط لکھا۔ ہمیشہ کارکنان سے پہلے دفتر میں پہنچنے کی کوشش کرتے تھے۔

بڑے صابر اور شاکر تھے اور دوسروں کی تکلیف کا بڑا خیال رکھنے والے تھے۔ اپنے نفس پر قابو تھا۔ بڑے دھیمے ٹھنڈے مزاج کے تھے۔ معمولی بیماری یا تکلیف کا کبھی کسی سے ذکر نہیں کیا۔ ملازمت کے دوران ان کی بڑی اچھی تنخواہ ہوتی اس کے باوجود کبھی اپنے پر زائد خرچ نہیں کرتے تھے یا پیسے کا اظہار نہیں تھا اور بڑی ایمانداری سے انہوں نے کام کیا۔ ٹیکسٹائل ملوں میں انہوں نے کام کیا اس کی وجہ سے ان کے جو مالکان تھے ان کو بھی آپ پہ بڑا زیادہ اعتماد تھا۔ آپ کے بیٹے نے جب فیصل آباد میں ٹیکسٹائل کے شعبہ میں کام شروع کیا تو آپ کی ایمانداری کی وجہ سے بہت ساری ملوں کے مالکان نے کہا کہ آپ کے ساتھ ہم بغیر کسی گارنٹی اور ضمانت کے کام کر دیتے ہیں کیونکہ ہمارے لئے یہی ضمانت کافی ہے کہ تم چوہدری صاحب کے بیٹے ہو۔ ان کا ٹیکسٹائل انڈسٹری میں بڑا نام تھا۔ اولاد کو بھی ہمیشہ خلیفہ وقت کو خط لکھنے کے لئے تلقین کرتے رہتے تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ موصی تھے۔

ان کے ایک عزیز لکھتے ہیں کہ چوہدری نعمت اللہ صاحب کے والد عنایت اللہ صاحب چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ ایک دفعہ ان کو پتا لگا کہ چوہدری نعمت اللہ صاحب سے ان کے والد ناراض ہیں تو

چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے ان کے والد کو خط لکھا کہ میں پاکستان میں تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ کو عزیز نعمت اللہ پر کسی سبب سے کچھ خفگی ہے۔ کہتے ہیں مجھے تو نہیں معلوم کس وجہ سے خفگی ہے۔ بہرحال مَیں یہ کہتا ہوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ جتنا عرصہ عزیز نعمت اللہ انگلستان میں رہا۔ یہاں وہ پڑھنے کے لئے آئے تھے جب چوہدری صاحب بھی یہاں ہوتے تھے۔ میں جب بھی انگلستان گیا وہ مجھ سے ملتا رہا اور جب وہ اپنی بیماری کے عرصہ میں سوئٹزرلینڈ میں تھا تو وہاں بھی ملاقات ہوتی رہی۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ لکھتے ہیں کہ مَیں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مَیں نے عزیز کو ہر طرح سے فرمانبردار، متواضع، شریف الطبع، خوش اخلاق اور مخلص معاون پایا۔ اس کے حسن اخلاق اور اس کی طبیعت کی شرافت پر آپ کو اس کا باپ ہونے کے لحاظ سے بجا طور پر فخر ہونا چاہئے۔ پھر لکھتے ہیں کہ جتنا عرصہ باہر رہا نہایت نیک رہا اور میری طبیعت اس سے بہت خوش رہی۔ میں متواتر اس کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں اور اب بھی ہر نماز میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ نہایت سچائی سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے تینوں عزیزوں میں سے جو اس عرصے میں انگلستان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے (کہتے ہیں کہ) عزیز نعمت اللہ ان تینوں میں سب سے زیادہ نیک اور شریف طبیعت ہے۔

پھر ان کے دفتر نظامت جائیداد کے ایک مختار عام لکھتے ہیں کہ کبھی ان کا افسروں والا رویّہ نہیں تھا بلکہ ہمیشہ شفیق بزرگ ہی انہیں پایا۔ نہایت درجہ کا عجز و انکسار تھا۔ بڑی درویش صفت طبیعت تھی۔ دنیاوی طور پر نہایت کامیاب اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے مگر اس کے باوجود کمال کی عاجزی تھی اور افسران کے ساتھ تعلق میں نہایت درجے کے مؤدب اور احترام والا تعلق تھا۔ افسران کا چاہے عمر میں چھوٹا ہی کیوں نہ ہوتا بڑی عزت اور احترام کرتے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے اور بڑا صحیح لکھا ہے کہ وقف زندگی کی منظوری کے بعد وہ اپنی ذات کو مٹا چکے تھے۔ اَنانیت کا کوئی پہلو ان کی ذات میں نظر نہیں آتا تھا۔ کہتے ہیں اکثر میں دفتر میں جب بھی آپ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے۔ کہتے ہیں جہاں نظام جماعت کی بات آتی تو تمام تعلقات اور رشتوں کو ایک طرف رکھ دیتے۔ ویسے بڑے رشتوں کو نبھانے والے تھے۔ کہتے ہیں ربوہ میں کسی احمدی نے جماعت کی جگہ پر قبضہ کر لیا تھا اور لوگوں کو یہ تاثر دینا شروع کر دیا کہ چوہدری صاحب سے میری رشتہ داری ہے اور مجھے کوئی کچھ نہ کہے۔ چوہدری صاحب کو جب معلوم ہوا تو بڑی سختی سے اس شخص سے پیش آئے۔ کہتے ہیں ایسی سختی انہوں نے پہلے کسی اور سے نہیں کی جتنی اس اپنے رشتہ دار سے کی حالانکہ اور بھی ناجائز قابضین تھے۔

یہ کہتے ہیں کہ ایک بار مجھے چوہدری صاحب نے بتایا کہ میں نے ساری زندگی کبھی اپنی اہلیہ سے لڑائی نہیں کی۔ خلافت کا ذکر ہوتا تو آنکھوں میں چمک آجاتی۔ ایک دفعہ ان کے ایک بیٹے کا کہیں رشتہ ہوا تو ان کو کسی ذریعہ سے پتا لگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔ تو انہوں نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ مَیں تمہیں یہ تو نہیں کہتا کہ رشتہ توڑ دو۔ ختم کر دو۔ زبردستی نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ جب مجھے یہ پتا لگ گیا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو پسند نہیں تو مَیں اس شادی میں شامل نہیں ہوں گا۔ تو پھر بیٹے نے خود ہی وہ رشتہ ختم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ ظفر اللہ خان بٹّر صاحب کرتو، شیخوپورہ کا ہے۔ ان کی 9/ جنوری کو وفات ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے والد چوہدری اللہ دتّہ صاحب نے 1928ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ اپنے گاؤں کرتو ضلع شیخوپورہ میں ان کو بطور صدر جماعت خدمت کی توفیق ملی۔ نماز تہجد بہت باقاعدگی سے ادا کرنے والے۔ پنجوقتہ نماز ادا کرنے والے۔ خطبات باقاعدگی سے سننے والے۔ چندوں میں بہت باقاعدہ تھے۔ طبیعت میں سادگی تھی لیکن اولاد کی تربیت کے معاملہ میں ہر باریک پہلو کو مدّ نظر رکھتے تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے ساجد محمود بٹر صاحب مربی سلسلہ ہیں اور آجکل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا میں بطور استاد خدمت بجا لا رہے ہیں۔ اپنی جماعتی ذمہ داریوں کی وجہ سے اپنے والد کی وفات پر پاکستان نہیں جا سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

یہ کہتے ہیں کہ بچپن میں ہمیشہ ماں باپ نے ہماری تربیت کا خیال رکھا۔ ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ مسجد لے کر جاتے تھے اور جب کوئی مہمان آتا تو بڑی خوشی سے میرا تعارف کرواتے کہ میں نے اس بیٹے کو وقف کیا ہے اور اسے جامعہ بھجوانا ہے۔ کہتے ہیں اس کا یہ اثر تھا کہ کبھی میرے دل میں کسی اور تعلیم کا خیال ہی نہیں آیا اور ہمیشہ یہی خیال رہتا کہ میں نے جامعہ جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی نیکیاں ان کی اولاد میں بھی جاری رکھے اور جس جذبے اور احساس سے انہوں نے اپنے بیٹے کو وقف کیا تھا اللہ تعالیٰ ان کے بیٹے کو بھی حقیقت میں وقف کی روح کے ساتھ اپنے وقف کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16 فروری 2018ء تا 22 فروری 2018ء جلد 25 شمارہ 07 صفحہ 05 تا 08)

5

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 02/ فروری 2018ء بمطابق 02/ تبلیغ 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

حٰمٓ۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ۔ ذِي الطَّوْلِ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ (المؤمن:1-4)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔ (البقرۃ:256)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا بن مانگے دینے والا بار بار رحم کرنے والا ہے۔ حمید ہے مجید ہے۔ صاحبِ حمد صاحبِ مجد۔ اس کتاب کا اتارا جانا اللہ کامل غلبہ والے اور کامل علم والے کی طرف سے ہے جو گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا پکڑ میں سخت اور بہت عطا اور وسعت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لَوٹ کر جانا ہے۔

دوسری آیت آیۃ الکرسی ہے۔ اس کا ترجمہ ہے کہ اللہ، اُس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قائم بالذات ہے۔ اُسے نہ تو اونگھ پکڑتی ہے اور نہ نیند۔ اُسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کون ہے جو اُس کے حضور شفاعت کرے مگر اس کے اِذن کے ساتھ۔ وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم کا کچھ بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی بادشاہت آسمانوں اور زمین پر مُمتد ہے۔ ان دونوں کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں اور وہ بہت بلند شان اور بڑی عظمت والا ہے۔

یہ آیات سورۃ المؤمن کی پہلی چار آیات ہیں۔ یہ بسم اللہ سمیت چار آیات ہیں اور ایک آیت جیسا کہ میں نے کہا آیۃ الکرسی ہے جو سورۃ البقرۃ کی آیت ہے۔

صفات الٰہیہ کی پر معارف تشریح:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کی شان اور عظمت بیان کی گئی ہے۔ ان آیات کی اہمیت کے بارے میں احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملتا ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کے وقت حٰمٓ۔ المؤمن سے لے کر

اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ تک پڑھا اور آیۃ الکرسی بھی پڑھی تو ان دونوں کے ذریعہ سے اس کے شام کرنے تک کی حفاظت کی جائے گی اور جس نے یہ دونوں شام کے وقت پڑھیں تو ان کے ذریعہ اس کے صبح کرنے تک حفاظت کی جائے گی۔

(سنن الترمذی ابواب فضائل القرآن باب ما جاء فی سورۃ البقرۃ و آیۃ الکرسی حدیث 2879)

حٰمٓ جو ہے سورۃ المؤمن کی دوسری آیت ہے۔ پہلی بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ رحمن اور رحیم کی ترجمہ سے وضاحت ہو گئی۔ پھر حٰمٓ ہے جو حروف مقطعات ہیں۔ یہ جو فرمایا حٰمٓ۔ یہ حمید اور مجید کے الفاظ ہیں۔ حمید کا مطلب ہے وہ جو تعریف کے قابل اور حقیقی تعریف اسی کو زیبا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ ہی ہے جو صاحبِ حمد ہے۔

حمد کی تفسیر:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حمد کے لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

واضح ہو کہ حمد اس تعریف کو کہتے ہیں جو کسی مستحقِ تعریف کے اچھے فعل پر کی جائے۔ نیز ایسے انعام کنندہ کی مدح کا نام ہے جس نے اپنے ارادہ سے انعام کیا ہو اور اپنی مشیّت کے مطابق احسان کیا ہو۔ اور فرمایا اور حقیقتِ حمد کما حقّہٗ صرف اسی ذات کے لئے متحقق ہوتی ہے جو تمام فیوض و انوار کا مبدء ہو اور علی وجہ البصیرت کسی پر احسان کرے نہ کہ غیر شعوری طور پر یا کسی مجبوری سے۔

حمد اسی کی کی جاتی ہے، حقیقی حمد کا وہی حقدار ہے جو احسان کسی وجہ سے نہیں، مجبوری سے نہیں کرتا بلکہ بے شمار احسانات کرتا چلا جاتا ہے اور فرمایا کہ حمد کے یہ معنی صرف خدائے خبیر و بصیر کی ذات میں ہی پائے جاتے ہیں اور وہی محسن ہے اور اوّل و آخر میں سب احسان اسی کی طرف سے ہیں اور سب تعریف اسی کے لئے ہے اِس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی۔ اور ہر حمد جو اس کے غیروں کے متعلق کی جائے اس کا مرجع بھی وہی ہے۔

(ماخوذ از اعجاز المسیح مترجم صفحہ 97 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

یعنی اگر کسی غیر کے متعلق حمد کی جاتی ہے تو وہ جو دوسروں کو تعریف کے قابل بنایا ہے یا اس قابل بنایا کہ انہوں نے کوئی ایسا کام کیا جس کی تعریف کی جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہی فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں توفیق دی کہ وہ ایسا کام کریں جس سے ان کی تعریف ہو۔ حمد کے لفظ کی وضاحت فرماتے ہوئے مزید آپ نے فرمایا کہ:

"حمد اس تعریف کو کہتے ہیں جو کسی صاحب اقتدار شریف ہستی کے اچھے کاموں پر اس کی تعظیم و تکریم کے ارادہ سے زبان سے کی جائے اور کامل ترین حمد ربِّ جلیل سے مخصوص ہے اور ہر قسم کی حمد کا مرجع خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ ہمارا وہ رب ہے جو گمراہوں کو ہدایت دینے والا اور ذلیل لوگوں کو عزت بخشنے والا ہے۔ اور وہ محمودوں کا محمود ہے۔" (کرامات الصادقین مترجم صفحہ 133 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

یعنی وہ ہستیاں جو خود قابل حمد ہیں (قابل تعریف ہیں) وہ سب اس کی حمد میں لگی ہوئی ہیں۔ پھر آپ نے اسی لفظ حمد کی وضاحت کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ:

لفظ حمد میں ایک اور اشارہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ **اے میرے بندو! میری صفات سے مجھے شناخت کرو اور میرے کمالات سے مجھے پہچانو۔** میں ناقص ہستیوں کی مانند نہیں بلکہ میری حمد کا

مقام انتہائی مبالغہ سے حمد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے اور تم آسمانوں اور زمینوں میں کوئی قابل تعریف صفات نہیں پاؤ گے جو تمہیں میری ذات میں نہ مل سکیں۔ اور اگر تم میری قابلِ حمد صفات کو شمار کرنا چاہو تو تم ہرگز انہیں نہیں گن سکو گے۔ اگرچہ تم کتنا ہی جان توڑ کر سوچو اور اپنے کام میں مستغرق ہونے والوں کی طرح ان صفات کے بارے میں کتنی ہی تکلیف اٹھاؤ۔ خوب سوچو! کیا تمہیں کوئی ایسی حمد نظر آتی ہے جو میری ذات میں نہ پائی جاتی ہو؟ کیا تمہیں ایسے کمال کا سراغ ملتا ہے جو مجھ سے اور میری بارگاہ سے بعید ہو؟ اور اگر تم ایسا گمان کرتے ہو تو تم نے مجھے پہچانا ہی نہیں اور تم اندھوں میں سے ہو۔ پس ہر حمد اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہے۔

فرمایا بلکہ یقیناً مَیں اللہ تعالیٰ "اپنی ستودہ صفات اور اپنے کمالات سے پہچانا جاتا ہوں اور میری موسلا دھار بارش کا پتہ میری برکات کے بادلوں سے ہوتا ہے۔ پس جن لوگوں نے مجھے تمام صفاتِ کاملہ اور تمام کمالات کا جامع یقین کیا اور انہوں نے جہاں جو کمال بھی دیکھا اور اپنے خیال کی انتہائی پرواز تک انہیں جو جلال بھی نظر آیا انہوں نے اسے میری طرف ہی نسبت دی اور ہر عظمت جو اُن کی عقلوں اور نظروں میں نمایاں ہوئی اور ہر قدرت جو اُن کے افکار کے آئینہ میں انہیں دکھائی دی انہوں نے اسے میری طرف ہی منسوب کیا۔ پس یہ ایسے لوگ ہیں جو میری معرفت کی راہوں پر گامزن ہیں۔ حق ان کے ساتھ ہے اور وہ کامیاب ہونے والے ہیں۔

فرمایا کہ پس اللہ تعالیٰ تمہیں عافیت سے رکھے۔ اٹھو! خدائے ذوالجلال کی صفات کی تلاش میں لگ جاؤ اور دانشمندوں اور غور و فکر کرنے والوں کی طرح ان میں سوچ و بچار اور امعانِ نظر سے کام لو۔ یعنی گہری نظر سے کام لو۔ کیونکہ حمد کی صفت کا ادراک ہونے سے ہی باقی صفات کا بھی ادراک ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے۔

فرمایا کہ اچھی طرح دیکھ بھال کرو اور کمال کے ہر پہلو پر گہری نظر ڈالو اور اس عالم کے ظاہر میں اور اس کے باطن میں اسے اس طرح تلاش کرو جیسے ایک حریص انسان بڑی رغبت سے اپنی خواہشات کی تلاش میں لگا رہتا ہے۔ "اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جاننے کے لئے، اس کی صفات کو جاننے کے لئے، اس کی حمد کرنے کے لئے، راستے تلاش کرنے کے لئے بڑی کوشش کرو۔ ایک حریص انسان کی طرح کوشش کرو۔

فرمایا کہ پس جب تم اس کے کمالِ تام کو پہنچ جاؤ اور اس کی خوشبو پالو تو گویا تم نے اسی کو پالیا اور یہ ایسا راز ہے جو صرف ہدایت کے طالبوں پر ہی کھلتا ہے۔ پس یہ تمہارا ربّ اور تمہارا آقا ہے جو خود کامل ہے اور تمام صفات کاملہ اور محامد کا جامع ہے۔ (ماخوذ از کرامات الصادقین مترجم صفحہ 135 تا 137 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

ساری حمد، ساری تعریفیں یا تعریف کے قابل چیزیں اسی میں جمع ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے صاحبِ حمد ہونے کا یہ ادراک ہے جو ہمیں حاصل ہونا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی باقی صفات کو بھی ہم پہچان سکیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجید ہے۔ صاحبِ مجد ہے۔ بزرگی والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بزرگی وہ بزرگی نہیں ہے جو ہم انسانوں کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ بڑا بزرگ ہے یا بڑی عمر کے لوگوں کو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ بزرگ ہو گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ بہت ہی قابل تعریف اور بلند شان والا ہے جس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ وہ جس کے فیض کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جو دیتا ہے اور دیتا چلا جاتا ہے، کبھی نہیں تھکتا۔ پس آیت پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے

صاحبِ مجد ہونے کے یہ معنی سامنے ہونے چاہئیں۔ پہلے حمد کے معنی پھر اس کے مجید ہونے کے معنی۔

پھر فرمایا کہ وہ عزیز ہے۔ یعنی وہ طاقتوں کا مالک ہے۔ سب طاقتوروں سے زیادہ طاقتور ہے۔ وہ ناقابل شکست ہے۔ اسے شکست دینا ناممکن ہے۔ سب عزّتیں اسی کی ہیں۔ اس کی قدر و قیمت کا کوئی شمار ہی نہیں ہے۔ وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ اس جیسا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ہے عزیز کے معنی۔

پھر فرمایا وہ علیم ہے۔ یعنی وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ اس چیز کا بھی جو ہو چکی ہے اور اس بات کا بھی جو آئندہ ہونے والی ہے۔ جس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے جس کا علم مکمل طور پر ہر چیز پر حاوی ہے۔ پس یہ وہ خدا ہے جس نے یہ کتاب اتاری ہے یعنی قرآن کریم اور جس نے یہ آخری شریعت اتاری ہے۔ اس نے ہر زمانے کی ضروریات کا علم اس میں مہیا کر دیا اور اب ہر قسم کی حفاظت اور غلبہ اس پر حقیقی رنگ میں عمل کرنے سے ہو گا اور ہو سکتا ہے۔

پھر فرمایا وہ غَافِرِ الذَّنْبِ ہے۔ گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ پس اس کے آگے جھکتے ہوئے گناہوں کی بخشش مانگنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی بہت جگہ وضاحت فرمائی ہے کہ اپنے گناہوں کی ہمیشہ بخشش مانگتے رہنا چاہئے۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ انسان کو جو روشنی عطا ہوتی ہے وہ عارضی ہوتی ہے۔ یعنی کوئی بھی دینی روحانی روشنی عطا ہوتی ہے تو وہ عارضی ہوتی ہے۔ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انبیاء جو استغفار کرتے ہیں اس کی بھی یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان کو خطرہ لگا رہتا ہے کہ نور کی جو چادر ہمیں عطا کی گئی ہے ایسا نہ ہو کہ وہ چھن جاوے۔ فرمایا کہ استغفار کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ موجودہ نور جو خدا تعالیٰ سے حاصل ہوا ہے وہ محفوظ رہے اور زیادہ اور ملے۔ فرمایا کہ اس کی تحصیل کے لئے اسے حاصل کرنے کے لئے پنجگانہ نماز بھی ہے۔ مغفرت کو حاصل کرنے کے لئے، اس نور کو حاصل کرنے کے لئے نماز بھی اسی کا حصہ ہے۔ کیونکہ نماز میں بھی انسان گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ معافی مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بخشش مانگتا ہے۔ فرمایا تا کہ ہر روز دل کھول کھول کر خدا تعالیٰ سے مانگ لیوے۔ جسے بصیرت ہے وہ جانتا ہے کہ نماز ایک معراج ہے اور وہ نماز ہی کی تضرع اور ابتہال سے بھری ہوئی دعا ہے جس سے یہ امراض سے رہائی پا سکتا ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 124-125)

دعا اور استغفار کی اہمیت:

یعنی روحانی اور جسمانی ہر قسم کے امراض کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اور دعاؤں میں استغفار کی ضرورت ہے اور نماز بھی اسی کا حصہ ہے۔ پس جب ان آیات کے پڑھنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو صرف پڑھنے سے کچھ نہیں ہو گا بلکہ عملی حالت بھی بہتر کرنی ہو گی۔ اپنی طرف توجہ رکھنی ہو گی کہ کس طرح ہم نے استغفار کرنی ہے۔ کس طرح ہم نے اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہے تا کہ پھر ہماری بھی حفاظت ہو۔ آپ نے استغفار کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا کہ:

"اِستغفار کے یہی معنی ہیں کہ ظاہر میں کوئی گناہ سرزد نہ ہو اور گناہوں کے کرنے والی قوت ظہور میں نہ آوے۔" یعنی وہ گناہ جس چیز سے سرزد ہو سکتے ہیں وہ موقع ہی پیدا نہ ہو اور وہ طاقت ہی پیدا نہ ہو۔ فرمایا کہ "انبیاء کے استغفار کی بھی یہی حقیقت ہے کہ وہ ہوتے تو معصوم ہیں مگر وہ استغفار اس واسطے کرتے ہیں کہ تا آئندہ وہ قوت

ظہور میں نہ آوے۔ اور عوام کے واسطے استغفار کے دوسرے معنی بھی لئے جاویں گے "عام آدمی کے لئے استغفار کے معنی یہ بھی ہیں "کہ جو جرائم اور گناہ ہو گئے ہیں ان کے بد نتائج سے خدا بچائے رکھے اور ان گناہوں کو معاف کر دے اور ساتھ ہی آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔" فرمایا" بہر حال یہ انسان کے لئے لازمی امر ہے وہ استغفار میں ہمیشہ مشغول رہے۔" فرمایا کہ "یہ جو قحط اور طرح طرح کی بلائیں دنیا میں نازل ہوتی ہیں ان کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ لوگ استغفار میں مشغول ہو جائیں۔" پس جب انسان مشکلات میں گرفتار ہوتا ہے **یا احمدیوں پر مشکلات ہیں تو دعاؤں کی طرف توجہ ہونی چاہئے اور استغفار کی طرف بھی توجہ ہونی چاہئے۔** فرمایا "مگر استغفار کا یہ مطلب نہیں ہے جو استغفر اللہ ، استغفر اللہ کہتے رہیں۔ اصل میں غیر ملک کی زبان کے سبب لوگوں سے حقیقت چھپی رہی ہے۔ عرب کے لوگ تو ان باتوں کو خوب سمجھتے تھے مگر ہمارے ملک میں غیر زبان کی وجہ سے بہت سی حقیقتیں مخفی رہی ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے اتنی دفعہ استغفار کیا۔ سو تسبیح یا ہزار تسبیح پڑھی مگر جو استغفار کا مطلب اور معنی پوچھو تو بس کچھ نہیں۔ ہکّا بکّا رہ جاویں گے۔ انسان کو چاہئے کہ حقیقی طور پر دل ہی دل میں معافی مانگتا رہے کہ وہ معاصی اور جرائم جو مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں ان کی سزا نہ بھگتنی پڑے۔ اور آئندہ دل ہی دل میں ہر وقت خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرتا رہے کہ آئندہ نیک کام کرنے کی توفیق دے اور معصیت سے بچائے۔" فرمایا کہ "خوب یاد رکھو کہ لفظوں سے کچھ کام نہیں بنے گا۔ اپنی زبان میں بھی استغفار ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ پچھلے گناہوں کو معاف کرے اور آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق دے اور یہی حقیقی استغفار ہے۔ کچھ ضرورت نہیں کہ یونہی استغفر اللہ، استغفر اللہ کہتا پھرے اور دل کو خبر تک نہ ہو۔" اگر دل میں بھی استغفار سے وہ نرمی اور رقّت اور جوش پیدا نہیں ہوتا اور خوف اور اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا نہیں ہوتی تو اس وقت تک اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ دل میں جوش پیدا ہونا چاہئے فرمایا کہ " **یاد رکھو کہ خدا تک وہی بات پہنچتی ہے جو دل سے نکلتی ہے۔** اپنی زبان میں ہی خدا تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگنی چاہئیں۔ اس سے دل پر بھی اثر ہوتا ہے۔ زبان تو صرف دل کی شہادت دیتی ہے۔ اگر دل میں جوش پیدا ہو اور زبان بھی ساتھ مل جائے تو اچھی بات ہے۔ بغیر دل کے صرف زبانی دعائیں عبث ہیں۔ "فضول ہیں "ہاں دل کی دعائیں اصلی دعائیں ہوتی ہیں۔ جب قبل از وقتِ بلا انسان اپنے دل ہی دل میں خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگتا رہتا ہے اور استغفار کرتا رہتا ہے تو پھر خداوند رحیم و کریم سے وہ بلا ٹل جاتی ہے۔" یہ نہیں کہ مصیبت آ گئی، مشکل آ گئی، تکلیف آ گئی، تب دعائیں مانگو۔ اس سے پہلے ہی دعائیں مانگتے رہنا چاہئے۔ تو فرمایا خداوند رحیم و کریم ان بلاؤں کو پھر ٹال دیتا ہے۔ "لیکن جب بلا نازل ہو جاتی ہے پھر نہیں ٹلا کرتی۔ بلا کے نازل ہونے سے پہلے دعائیں کرتے رہنا چاہئے اور بہت استغفار کرنا چاہئے۔ اس طرح سے خدا بلا کے وقت محفوظ رکھتا ہے۔" فرمایا کہ "ہماری جماعت کو چاہئے کہ کوئی امتیازی بات بھی دکھائے۔" فرق ہونا چاہئے کوئی۔ "اگر کوئی شخص بیعت کر کے جاتا ہے اور کوئی امتیازی بات نہیں دکھاتا۔ اپنی بیوی کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہے جیسا پہلے تھا اور اپنے عیال و اطفال سے پہلے کی طرح ہی پیش آتا ہے تو یہ اچھی بات نہیں۔ اگر بیعت کے بعد بھی وہی بد خُلقی اور بد سلوکی رہی اور وہی حال رہا جو پہلے تھا تو پھر بیعت کرنے کا کیا فائدہ؟ چاہئے کہ بیعت کے بعد غیروں کو بھی اور اپنے

رشتہ داروں اور ہمسایوں کو بھی ایسا نمونہ بن کر دکھاوے کہ وہ بول اٹھیں کہ اب یہ وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔" فرمایا "خوب یاد رکھو کہ صاف ہو کر عمل کرو گے تو دوسروں پر تمہارا اضرور رُعب پڑے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا رُعب تھا۔ ایک دفعہ کافروں کو شک پیدا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بد دعا کریں گے تو وہ سب کافر مل کر آئے اور عرض کی کہ حضور بد دعا نہ کریں۔ سچے آدمی کا ضرور رُعب ہوتا ہے۔ چاہئے کہ بالکل صاف ہو کر عمل کیا جاوے اور خدا کے لئے کیا جاوے۔ تب ضرور تمہارا دوسروں پر بھی اثر اور رعب پڑے گا۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 372 تا 374)

پس استغفار کرنے اور اس کی روح کو سمجھنے کا اِدراک پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ذکر اذکار، دعائیں اس وقت کام آتی ہیں جب ساتھ ساتھ عملی حالت بھی بہتر کرنے کی کوشش ہو۔ لوگ کہتے ہیں کوئی چھوٹی سی دعا بتا دیں ہم پڑھتے رہیں۔ چھوٹی سی دعائیں بھی تب فائدہ دیتی ہیں جب فرائض بھی ادا ہو رہے ہوں۔ نمازیں پڑھیں۔ نمازیں بھی وقت پر ادا ہو رہی ہوں اور پابندی سے ادا ہو رہی ہوں اور شوق سے ادا ہو رہی ہوں تو تبھی ذکر بھی کام آئیں گے۔

پھر یہاں اللہ تعالیٰ کی صفت بیان فرمائی کہ وہ قَابِلِ التَّوْبِ ہے۔ کہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ توبہ کے معنی ہیں۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف لَوٹنا۔ پس جب انسان اس عہد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کہ مَیں آئندہ سے گناہ نہیں کروں گا اور ہمیشہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہوں گا تو اللہ تعالیٰ پھر اس جذبے اور ارادے سے اپنی طرف آنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو بھی ایک جگہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔ کہ فرمایا:

"وہ دن کونسا دن ہے جو جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن ہے؟ مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے جو اِن سب سے بہتر ہے اور ہر عید سے بڑھ کر ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس دن وہ بد اعمال نامہ جو انسان کو جہنم کے قریب کرتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غضبِ الٰہی کے نیچے اسے لا رہا تھا دھو دیا جاتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حقیقت میں اس سے بڑھ کر انسان کے لیے اور کونسا خوشی اور عید کا دن ہو گا جو اسے ابدی جہنم اور ابدی غضب الٰہی سے نجات دیدے۔ توبہ کرنے والا گنہگار جو پہلے خدا تعالیٰ سے دُور اور اس کے غضب کا نشانہ بنا ہوا تھا اب اس کے فضل سے اس کے قریب ہوتا اور جہنم اور عذاب سے دور کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (البقرۃ: 223) یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے۔ اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔" حقیقی توبہ وہی ہے جس کے ساتھ حقیقی پاکیزگی بھی ہو۔ ارادہ انسان پکا کرے کہ میں نے آئندہ سے گناہ نہیں کرنا۔ پس جب یہ ہو گا، پاکیزگی اور طہارت ہو گی تو تبھی توبہ بھی قبول ہو گی۔ فرمایا کہ "ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے الگ ہونا ضروری شرط ہے ورنہ نری توبہ اور لفظ کے تکرار سے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ پس جو دن ایسا مبارک دن ہو کہ انسان اپنی بد کرتوتوں سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا عہدِ صلح باندھ لے اور اس کے

احکام کے لئے اپنا سر خم کر دے تو کیا شک ہے کہ وہ اس عذاب سے جو پوشیدہ طور پر اس کے بد عملوں کی پاداش میں تیار ہو رہا تھا بچایا جاوے گا اور اس طرح پر وہ وہ چیز پالیتا ہے جس کی گویا اسے توقع اور امید ہی نہ رہی تھی۔"

فرمایا کہ "تم خود قیاس کر سکتے ہو کہ ایک شخص جب کسی چیز کے حاصل کرنے سے بالکل مایوس ہو گیا ہے اور اس ناامیدی اور یاس کی حالت میں وہ اپنے مقصود کو پالے تو اسے کس قدر خوشی حاصل ہو گی۔ اس کا دل ایک تازہ زندگی پائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ احادیث اور کتب سابقہ سے یہی پتہ لگتا ہے کہ جب انسان گناہ کی موت سے نکل کر توبہ کے ذریعہ نئی زندگی پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی سے خوش ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ خوشی کی بات تو ہے ہی کہ انسان گناہوں کے نیچے دبا ہو اور ہلاکت اور موت ہر طرف سے اس کے قریب ہو۔ عذاب الٰہی اس کے کھا جانے کو تیار ہو کہ وہ یکا یک ان بدیوں اور بدکاریوں سے جو بُعد اور ہجر کا موجب تھیں توبہ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف آجاوے۔ وہ وقت خدا کی خوشی کا ہوتا ہے اور آسمان پر ملائکہ بھی خوشی کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی بندہ تباہ اور ہلاک ہو۔ بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ اگر اس کے بندہ سے کوئی غلطی اور کمزوری بھی ظاہر ہوئی ہے پھر بھی وہ توبہ کر کے امن میں داخل ہو۔ پس یاد رکھو کہ وہ دن جب انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے بہت ہی مبارک دن ہے اور سب ایّام سے افضل ہے۔ کیونکہ وہ اس دن نئی زندگی پاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے قریب کیا جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ دن (جس میں تم میں سے بہتوں نے اقرار کیا ہے یعنی بیعت کا دن کہ مَیں آج اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے گناہوں سے بچتا رہوں گا) یومِ توبہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک شخص کے جس نے سچے دل سے توبہ کی ہے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے اور وہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ کے نیچے آگیا ہے۔ گویا کہ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ مگر ہاں مَیں پھر کہتا ہوں کہ اس کے لیے یہ شرط ہے کہ حقیقی پاکیزگی اور سچی طہارت کی طرف قدم بڑھایا جاوے۔ اور یہ توبہ نری لفظی توبہ ہی نہ ہو بلکہ عمل کے نیچے آجاوے۔ یہ چھوٹی سے بات نہیں ہے کہ کسی کے گناہ بخش دیئے جاویں بلکہ ایک عظیم الشان امر ہے۔"

فرمایا: "دیکھو۔ انسانوں میں اگر کوئی کسی کا ذرا سا قصور اور خطا کرے تو بعض اوقات اس کا کینہ پُشتوں تک چلا جاتا ہے۔ وہ شخص نسلاً بعد نسلٍ تلاشِ حریف میں رہتا ہے کہ موقع ملے تو بدلہ لیا جاوے۔ لیکن اللہ تعالیٰ بہت ہی رحیم کریم ہے۔ انسان کی طرح سخت دل نہیں جو ایک گناہ کے بدلے میں کئی نسلوں تک پیچھا نہیں چھوڑتا اور تباہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر وہ رحیم کریم خدا ستّر برس کے گناہوں کو ایک کلمہ سے ایک لحظہ میں بخش دیتا ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ وہ بخشنا ایسا ہے کہ اس کا فائدہ کچھ نہیں۔ نہیں۔ وہ بخشنا حقیقت میں فائدہ رساں اور نفع بخش ہے اور اس کو وہ لوگ خوب محسوس کر سکتے ہیں جنہوں نے سچے دل سے توبہ کی ہو۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 148 تا 150)

پس یہ حقیقی توبہ ہے جو پھر حفاظت کے انتظام کرتی ہے۔ اگر یہ نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بھی یاد رکھو کہ وہ شَدِیْدُ الْعِقَابِ بھی ہے۔ یعنی انسان جب اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پرواہ نہیں کرتا تو وہ اسے سزا بھی دیتا ہے۔ اور پھر فرمایا وہ ذِی الطَّوْلِ ہے وہ بہت دینے والا ہے۔ وہ فائدہ پہنچانے کی انتہا کر دیتا ہے۔ اس کی جو عطا ہے

اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے پاس طاقت ہے۔ وہ سب کچھ عطا کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے خزانے لا محدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری ان صفات کو یاد رکھو تو ہمیشہ تم فیض پاتے رہو گے جس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے جو اتنی طاقت رکھتا ہو۔ اور ہم نے اس دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اُسی کی طرف جانا ہے۔ پس جب یہ احساس رہے گا کہ آخر کار لَوٹنا خدا تعالیٰ کی طرف ہے تو پھر نیکیاں کرنے اور اس کے حکموں پر چلنے کی طرف توجہ رہے گی اور جب یہ حالت ہو پھر خدا تعالیٰ یقیناً حفاظت فرماتا ہے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت:

پھر دوسری آیت ہے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر اس طرح بھی توجہ دلائی ہے جو آیۃ الکرسی کے بارے میں ہے۔ حدیث میں ذکر ملتا ہے یہ حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک کوہان ہوتا ہے اور قرآن کریم کا کوہان سورۃ بقرہ ہے۔ اور اس میں ایک ایسی آیت ہے جو قرآن کریم کی سب آیتوں کی سردار ہے اور وہ آیت الکرسی ہے۔

(سنن الترمذی ابواب فضائل القرآن باب ما جاء فی فضل سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی حدیث 2878)

اس کی وضاحت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ (البقرۃ:256) یعنی وہی خدا ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ وہی ہر ایک جان کی جان اور ہر ایک وجود کا سہارا ہے۔ اس آیت کے لفظی معنے یہ ہیں کہ زندہ وہی خدا ہے اور قائم بالذّات وہی خدا ہے۔ پس جبکہ وہی ایک زندہ ہے اور وہی ایک قائم بالذّات ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص جو اس کے سوا زندہ نظر آتا ہے وہ اسی کی زندگی سے زندہ ہے اور ہر ایک جو زمین یا آسمان میں قائم ہے وہ اسی کی ذات سے قائم ہے۔" (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 120)

پھر مزید وضاحت فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ "جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے قرآن شریف نے دو نام پیش کئے ہیں۔ اَلْحَیُّ اور الْقَیُّوْمُ۔ اَلْحَیُّ کے معنی ہیں خود زندہ اور دوسروں کو زندگی عطا کرنے والا۔ الْقَیُّوْمُ۔ خود قائم اور دوسروں کے قیام کا اصلی باعث۔ ہر ایک چیز کا ظاہری، باطنی قیام اور زندگی انہی دونوں صفات کے طفیل سے ہے۔ پس حَیّ کا لفظ چاہتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔" یہ غور طلب ہے۔" حَیّ کا لفظ چاہتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ جیسا کہ اس کا مظہر سورۃ فاتحہ میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہے اور الْقَیُّوْمُ چاہتا ہے کہ اس سے سہارا طلب کیا جاوے۔ اس کو اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے۔" زندہ رہنا ہے۔ روحانی طور پر بھی زندہ رہنا ہے اور حَیّ صفت سے فائدہ اٹھانا ہے تو اس کی عبادت کرنا ضروری ہے اور عبادت کے لئے مدد بھی اس سے مانگنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم عبادت کرنے والے ہوں۔ فرمایا کہ " حَیّ کا لفظ عبادت کو اس لئے چاہتا ہے کہ اس نے پیدا کیا اور پھر پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا۔ جیسے مثلاً معمار جس نے عمارت کو بنایا ہے اس کے مر جانے سے عمارت کا کوئی حرج نہیں ہے۔" ایک شخص ہے جس نے کوئی بلڈنگ تعمیر کی ہے۔ اس کے مر جانے سے اس بلڈنگ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔" مگر انسان کو خدا کی ضرورت ہر حال میں لاحق رہتی ہے۔" انسان کو خدا کی ضرورت ہر حال میں لاحق رہتی ہے

"اس لئے ضروری ہوا کہ خدا سے طاقت طلب کرتے رہیں اور یہی استغفار ہے۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 217)

استغفار کے مضمون کی وضاحت پہلے تفصیل سے ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیض کی روشنی کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے اور یہ استغفار ہی عبادت ہے اور اس سے طاقت عطا ہوتی ہے۔

پھر آیۃ الکرسی میں جو شفاعت کا مضمون بیان ہوا ہے اس کو بیان فرماتے ہوئے یہ نکتہ آپ نے بیان فرمایا کہ ہر انسان دوسرے کے لئے جب دعا کرتا ہے تو یہ بھی ایک طرح کی شفاعت ہے۔ اور یہ ایک مومن کی صفت ہونی چاہئے جو ہمیشہ وہ کرتا رہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"خدا کے اِذن کے سوا کوئی شفاعت نہیں ہو سکتی۔" اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے۔" قرآن شریف کی رُو سے شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص اپنے بھائی کے لئے دعا کرے کہ وہ مطلب اس کو حاصل ہو جائے یا کوئی بلا ٹل جائے۔" یعنی جس مقصد کے لئے کسی دعا کے لئے کہا ہے اس کے لئے دعا کرے کہ وہ مقصد اس کا پورا ہو جائے۔ اگر مصیبت اور بلا ہے تو وہ بلا ٹل جائے۔ فرمایا کہ "پس قرآن شریف کا حکم ہے کہ جو شخص خدائے تعالیٰ کے حضور میں زیادہ جھکا ہوا ہے وہ اپنے کمزور بھائی کے لئے دعا کرے کہ اس کو وہ مرتبہ حاصل ہو۔ یہی حقیقتِ شفاعت ہے۔ سو ہم اپنے بھائیوں کے لئے بیشک دعا کرتے ہیں کہ خدا ان کو قوت دے اور ان کی بلا دُور کرے اور یہ ایک ہمدردی کی قسم ہے۔"

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 463)

آپس میں ہمدردی کی برکت:

پھر آپ نے فرمایا کہ "چونکہ تمام انسان ایک جسم کی طرح ہیں اس لئے خدا نے ہمیں بار بار سکھلایا ہے کہ اگرچہ شفاعت کو قبول کرنا اس کا کام ہے مگر تم اپنے بھائیوں کی شفاعت میں یعنی ان کے لئے دعا کرنے میں لگے رہو۔ اور شفاعت سے یعنی ہمدردی کی دعا سے باز نہ رہو کہ تمہارا ایک دوسرے پر حق ہے۔" **ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا ایک دوسرے پر حق ہے۔** "اصل میں شفاعت کا لفظ شفع سے لیا گیا ہے۔ شفع جُفت کو کہتے ہیں جو طاق کی ضد ہے۔ پس انسان کو اس وقت شفیع کہا جاتا ہے جبکہ وہ کمال ہمدردی سے دوسرے کا جُفت ہو کر اس میں فنا ہو جاتا ہے اور دوسرے کے لئے ایسی ہی عافیت مانگتا ہے جیسا کہ اپنے نفس کے لئے۔ اور یاد رہے کہ کسی شخص کا دین کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ شفاعت کے رنگ میں ہمدردی اس میں پیدا نہ ہو۔" انتہائی ہمدردی ہونی چاہئے ایک دوسرے کے لئے۔ فرمایا" بلکہ دین کے دو ہی کامل حصے ہیں۔ ایک خدا سے محبت کرنا اور ایک بنی نوع سے اس قدر محبت کرنا کہ ان کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھ لینا اور ان کے لئے دعا کرنا جس کو دوسرے لفظوں میں شفاعت کہتے ہیں۔"

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 464)

یہ ایک نکتہ ہے جسے آیۃ الکرسی پڑھتے وقت ہم سامنے رکھیں تو بنی نوع انسان کی ہمدردی کے لئے جذبات بڑھیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں یہ پڑھنے کی تلقین فرمائی تو اس میں ایمان لانے والوں کے آپس کے ہمدردی کے تعلقات قائم کرنے کے لئے بالخصوص ارشاد ہے اور بنی نوع انسان کے لئے بالعموم توجہ دلائی ہے کہ ہر ایک کے لئے ہمدردی کا جذبہ تمہارے دل میں ہونا چاہئے۔ لیکن بدقسمتی ہے کہ مسلمان آجکل آپس

میں ہی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم قرآن اور حدیث پر عمل کرنے والے ہیں۔ بہرحال یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ حقیقی شفاعت کا حق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا اور اس کے نظارے آپ کی زندگی میں ہم نے دیکھے۔ چنانچہ اس کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"آخرت کا شفیع وہ ثابت ہو سکتا ہے جس نے دنیا میں شفاعت کا کوئی نمونہ دکھلایا ہو۔" آخرت میں بھی وہی شفیع ہو گا۔ یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آیا ہے کہ وہ شفاعت کریں گے کہ وہی ثابت ہو سکتا ہے جس نے دنیا میں بھی کوئی شفاعت کا نمونہ دکھلایا ہو۔" سو اس معیار کو آگے رکھ کر جب ہم موسیٰ پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی شفیع ثابت ہوتا ہے کیونکہ بارہا اس نے اترتا ہوا عذاب دعا سے ٹال دیا۔ اس کی توریت گواہ ہے۔ اسی طرح جب ہم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کا شفیع ہونا اَجلیٰ بدیہیات معلوم ہوتا ہے۔" یعنی بہت واضح اور صاف طور پر، روشن طور پر نظر آتا ہے۔ "کیونکہ آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ آپ نے غریب صحابہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اور آپ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ وہ لوگ باوجود اس کے کہ بت پرستی اور شرک میں نشو و نما پایا تھا ایسے موحّد ہو گئے جن کی نظیر کسی زمانے میں نہیں ملتی۔ اور پھر آپ کی شفاعت کا ہی اثر ہے کہ اب تک آپ کی پیروی کرنے والے خدا کا سچا الہام پاتے ہیں۔ خدا ان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ مگر مسیح ابن مریم میں یہ تمام ثبوت کیونکر اور کہاں سے مل سکتے ہیں۔" فرمایا کہ "ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر اس سے بڑھ کر اور زبردست شہادت کیا ہو گی کہ ہم اس جناب کے واسطے سے جو کچھ خدا سے پاتے ہیں ہمارے دشمن وہ نہیں پا سکتے۔ اگر ہمارے مخالف اس امتحان کی طرف آویں تو چند روز میں فیصلہ ہو سکتا ہے۔"

(عصمتِ انبیاء، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 699-700)

پھر آیۃ الکرسی کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی جو دو صفات بیان کی گئی ہیں یعنی عَلِیّ۔ انتہائی بلند شان والا اور اس سے بلند کسی کی شان نہیں ہے۔ وہی زمین و آسمان کا مالک ہے۔ اور وہ عظیم ہے۔ اس کی عظمت اور بڑائی اور بلند شان کا وہ مقام ہے جس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اس کی بلند شان ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس کے دائرے اور احاطے سے باہر نہیں ہے۔ عَلِیّ ہونا یہ اس کی بلند شان ہے۔ اور عظیم ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی عظمت اور بڑائی اور بلند شان کا مقام ہے جس تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ یہ عظیم ہونے کے معنی ہیں۔ اور عظیم ہونے کے یہ بھی معنی ہیں کہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس کے دائرے اور احاطے سے باہر نہیں ہے۔ یہ ہے اس کی عظمت اور بلندی۔

اس آیت کے آخری حصّہ کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"خدا تعالیٰ کی کرسی کے بارے میں یہ آیت ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ۔ وَ لَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔ (البقرۃ:256) یعنی خدا کی کرسی کے اندر تمام زمین و آسمان سمائے ہوئے ہیں اور وہ ان سب کو اٹھائے ہوئے ہے۔ ان کے اٹھانے سے وہ تھکتا نہیں ہے۔ اور وہ نہایت بلند ہے۔ کوئی عقل اس کی کُنہ تک پہنچ نہیں سکتی۔ اور نہایت بڑا ہے۔ اس کی عظمت کے آگے سب چیزیں ہیچ ہیں۔ یہ ہے ذکر کرسی کا اور یہ محض ایک استعارہ ہے جس سے یہ جتلانا منظور ہے کہ زمین و آسمان سب خدا کے تصرف میں ہیں اور ان سب سے

اس کا مقام دُور تر ہے اور اس کی عظمت ناپیدا کنار ہے۔" (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 118 حاشیہ)

پس یہ وہ عظیم خدا ہے جس کی عظمت کا کوئی کنارہ نہیں ہے اور جس کی حدود لا محدود ہیں۔ اس نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ اور ہر چیز اس کے احاطے میں ہے۔ ہر چیز کو اس نے گھیرا ہوا ہے۔ پس جب انسان کو ان باتوں کی سمجھ ہو گی اور یہ سمجھ کر انسان آیات پڑھے تو تبھی اللہ تعالیٰ کی آغوش میں آ سکتا ہے۔ اس کی حفاظت میں آ جاتا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر انسان اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی اور بندوں کے حقوق بھی ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کرنی چاہئے۔ اور جب یہ حقوق ادا ہو رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ بھی پھر حفاظت فرماتا چلا جاتا ہے۔

پس یہ مضمون ہے جسے ہمیں اپنے سامنے رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ تلقین فرمائی ہے کہ جو یہ آیات پڑھے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔ **تو آیات صرف پڑھنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے مضمون پر غور کرتے ہوئے** ان باتوں کو اپنانے کی بھی ضرورت ہے اور وہ فہم اور اِدراک حاصل کرنے کی بھی ضرورت ہے جو ان آیتوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کریم نے اس کی وضاحت کئی جگہ پر کی۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو کھول کر ہمارے سامنے رکھا۔ اگر یہ باتیں ہوں گی تو پھر انسان خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کی حفاظت میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز کے بعد آج بھی **مَیں ایک جنازہ غائب پڑھاؤں گا جو عابدہ بیگم صاحبہ اہلیہ پروفیسر عبد القادر ڈاہری** صاحب کا ہے۔ یہ نوابشاہ کی رہنے والی تھیں۔ 22/ جنوری کو 75 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد کا نام نیاز محمد خان تھا۔ یہ سرکاری افسر تھے۔ پہلے وہاں مشرقی پاکستان میں، پھر کراچی میں بھی چیف کمشنر رہے۔ لیکن یہ احمدی نہیں تھے۔ عابدہ بیگم کی والدہ احمدی تھیں اور اولاد میں سے عابدہ بیگم جو ہیں یہ احمدی ہوئیں اور انہوں نے 1963ء میں بیعت کی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے وصیت بھی کی۔ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ہی ان کی شادی تعلیم مکمل کرنے، بی۔اے کرنے کے بعد پروفیسر عبد القادر ڈاہری صاحب سے کروائی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹے سے نوازا۔ نوابشاہ شہر کی صدر لجنہ رہیں۔ پھر لمبا عرصہ صدر لجنہ ضلع نوابشاہ رہیں اور کافی خدمت کا موقع ملا۔ صدارت کے دوران میٹنگز کے انعقاد میں لجنہ کے ساتھ بھرپور رابطہ رکھا۔ ضلع کے دورے بڑے دُور دُور کے علاقوں میں کرتی رہیں۔ گو متموّل گھرانے سے تعلق تھا لیکن خود انتہائی سادہ مزاج تھیں۔ کمزوروں اور غریبوں کی مدد کرتیں اور کمزور احمدی گھرانے جو تھے اُن میں ضرور جایا کرتی تھیں۔ تبلیغ کا ان کو بڑا شوق تھا۔ نوابشاہ سے انہوں نے تقریباً کوئی سترہ عورتوں کو تبلیغ کر کے بیعت کروائی۔ گھر کے آس پاس رہنے والے بچوں کو قرآن کریم بھی پڑھاتی تھیں۔ ان کے شوہر کو سندھی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہ نوابشاہ شہر کے امیر بھی رہے اور پھر ضلع نوابشاہ کے امیر بھی بنے۔ آجکل اُن کے بیٹے امیر ضلع ہیں۔ بچوں کو انہوں نے اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ انتہائی عبادتگزار، نڈر، بہادر، انتہائی

صابر و شاکر اور سادہ طبیعت کی مالک تھیں۔ فدائی اور باوفا خاتون تھیں۔ جماعت اور خلافت کے ساتھ انتہائی محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔ ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح کی رہنمائی ہر کام میں حاصل کرنے کی کوشش کرتیں۔ یہاں تک کہ دو سال قبل شدید بیمار ہو گئیں اور شوگر کی وجہ سے ٹانگ میں ایسا زخم تھا کہ ٹانگ کاٹنے کی ضرورت تھی۔ تو انہوں نے کہا جب تک خلیفۂ وقت سے اجازت نہیں ملے گی مَیں آپریشن نہیں کرواؤں گی اور کئی دن اس انتظار میں رہیں اور جب تک انہوں نے مجھ سے یہاں سے اجازت لے نہیں لی ٹانگ نہیں کٹوائی۔ اس کے بعد انہوں نے کہا اب بیشک جو مرضی کرو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیعت کے بعد باوجود عورت ہونے کے ان کی ثابت قدمی کا یہ حال تھا کہ یہ اور ان کی والدہ احمدی تھیں تو والدہ کی وفات کے بعد ان کے بھائیوں نے کہیں غیر احمدیوں کے ہی کسی قبرستان میں ان کی تدفین کروادی۔ والدہ چونکہ موصیہ تھیں۔ انہوں نے بھائیوں کے دباؤ کے باوجود وہاں سے نعش نکلوائی اور پھر اپنی والدہ کی نعش کو ربوہ لے کر آئیں اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کروائی۔

اللہ کے فضل سے ہر معاملے میں حکمت سے کام کرنے والی تھیں۔ قادیان اور یُوکے کے جلسہ میں باقاعدہ شامل ہوتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کے بارے میں ان کے بیٹے کو ایک دفعہ کہا کہ تمہیں پتہ ہے کہ تمہاری والدہ احمدیت کے لئے ایک ننگی تلوار ہے۔ 85ء میں جب ضیاء آرڈیننس کے بعد کلمہ مٹایا جارہا تھا تو کلمہ سے محبت کا ثبوت انہوں نے اس طرح دیا کہ جب جماعت کو کہا گیا کہ اپنے گھروں میں کلمہ لکھیں تو سیڑھی لگا کر خود ٹینکی پر چڑھ کر اپنے ہاتھ سے کلمہ لکھ دیا۔ حالانکہ ایک تو خاتون تھیں دوسرے ایسے خاندان کی تھیں جو عموماً ان باتوں کا بڑا لحاظ رکھتے ہیں۔ جاتے جاتے بھی جو اُن کے آخری دن تھے۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ وفات سے کچھ دیر پہلے سانس لینے میں دقّت تھی تو کچھ پیسے ان کے ہاتھ میں دیئے کہ وقف جدید اور تحریک جدید کا بقایا چندہ ہے یہ فوری ادا کرو۔

ڈِش لگوانے کے لئے انہوں نے وہاں احمدی گھروں کے لئے ایک سکیم اس طرح شروع کی کہ کمیٹی لجنہ کی ڈالی اور ہر مہینہ کسی نہ کسی کی کمیٹی نکلتی تھی تو اس سے ہر گھر میں ڈِش لگ جاتا تھا اور اس سے خطبہ سننے کا انتظام ہو جاتا تھا۔ ان کے داماد مرزا احسن عمران آسٹریلیا کے جماعت کے عہدیدار ہیں وہ بھی لکھتے ہیں کہ بڑی نڈر اور بہادر اور احمدیت کے لئے ہر وقت قربانی کے لئے تیار رہتی تھیں۔ تلاوت اور خطبات انتہائی باقاعدگی سے کرتی اور سنتی تھیں۔ باوجود اس کے کہ ان کو سندھی زبان نہیں آتی تھی بلکہ اردو بھی صحیح طرح نہیں آتی تھی۔ سرکاری افسر کی بیٹی ہونے کی وجہ سے پہلے ایسٹ پاکستان میں رہیں پھر دوسری جگہوں پر رہیں اور انگریزی سکولوں میں پڑھیں۔ انگلش زبان ان کی بہت اچھی تھی لیکن انہوں نے شادی کے بعد اپنے ماحول میں اپنے آپ کو ایڈجسٹ (adjust) کیا اور اس ماحول میں رہ کر سندھی زبان بھی سیکھی اور اپنے غیر احمدی سندھی رشتہ داروں کو تبلیغ بھی کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23 فروری 2018ء تا 01 مارچ 2018ء جلد 25 شمارہ 08 صفحہ 05 تا 09)

6

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 09/ فروری 2018ء بمطابق 09/ تبلیغ 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت مروی ہے کہ جس میّت کا جنازہ سو مسلمان پڑھیں اور وہ سب کے سب اس کی بخشش کی سفارش کریں تو ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز باب من صلی علیہ مائۃ شفعوا فیہ حدیث2198)

پھر یہ بھی ایک روایت ہے کہ ایک جنازہ جانے پر لوگوں نے جب اس شخص کی تعریف کرنی شروع کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر جنت واجب ہو گئی۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ثناء علی المیت حدیث1367)

صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کے اوصاف حمیدہ کا بیان:

میرا خیال تھا کہ مَیں نے آج دو جنازے پڑھانے ہیں اس لئے جنازوں اور تجہیز و تکفین کے بارے میں بعض اَور احادیث بھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات بھی اور فقہی باتیں بھی بیان کروں گا اور پھر مرحومین کا ذکر کروں گا۔ لیکن آج اس مضمون کے مطابق احادیث اور اقتباسات بیان کرنا ممکن نہیں **کیونکہ جس خادم سلسلہ اور وفا کے ساتھ وقف نبھانے والے اور خلافت کے اطاعت گزار کے بارے میں میں ذکر کرنا چاہتا ہوں** اور جن کا جنازہ غائب ابھی پڑھاؤں گا ان کے بارے میں اتنا زیادہ مواد جمع ہو گیا ہے جو لوگوں نے بھیجا ہے کہ وہی مشکل سے بیان ہو سکتا ہے۔ اور اس میں سے بھی شاید میں نے پانچواں حصہ لیا ہے اور جو لیا ہے وہ بھی شاید نہ بیان کر سکوں۔ اور یہ واقعات اپنے طور پر ہی ایک واقف زندگی کے لئے، اسی طرح خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کے لئے، عہدیداران کے لئے اور افراد جماعت کے لئے کئی رنگ میں رہنمائی کرنے والے اور قابل تقلید ہیں۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں گزشتہ دنوں مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا 78 سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کی وفات ان کے اچانک دل کے دورے کی وجہ سے ہوئی۔ گو ان کو عرصے سے دل کی تکلیف تھی لیکن cardiac arrest ہوا جس کی وجہ سے فوری گھر میں ہی وفات ہوئی۔

مکرم مرزا غلام احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے تھے۔ حضرت مرزا سلطان احمد

صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے ان کے پوتے تھے۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کے نواسے تھے۔ اور میرے بہنوئی بھی تھے۔ ان کی والدہ صاحبزادی نصیرہ بیگم حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ یہ تمام رشتے اتنے قابل ذکر نہیں۔ اصل میں ان رشتوں کو جو چیز قابل ذکر بناتی ہے وہ ان کے اوصاف ہیں جو مَیں بیان کروں گا۔ خادم دین تھے۔ وقف زندگی تھے۔ اور ان دنوں میں باوجود کمزوری کے، بیماری کے اور بڑے بھائی کی وفات ہوئی تھی اس کے اثر کے باوجود جب مَیں نے ان کو ناظر اعلیٰ مقرر کیا تو تمام فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ دفتر میں حاضر رہے۔ اسی طرح فنکشنوں پہ بھی حاضر ہوتے رہے۔ ایک دن پہلے مدرسۃ الحفظ کا فنکشن تھا۔ کامیاب ہونے والے حفاظ میں اسناد تقسیم کرنی تھیں۔ وہاں شرکت کی۔ شام کو خدّام الاحمدیہ کے پروگرام میں شمولیت اختیار کی۔ وفات والے دن بھی صبح کئی لوگوں کے گھروں میں گئے۔ مریضوں کی عیادت کی۔ پھر اسی طرح پانچوں نمازیں مسجد مبارک میں جا کے ادا کیں۔

وقف زندگی کی حیثیت سے ان کی زندگی کا آغاز مئی 1962ء میں ہوا ہے۔ انہوں نے ایم۔اے پولیٹیکل سائنس گورنمنٹ کالج لاہور سے کی اور پھر انہوں نے پبلک سروس کمیشن کا، CSS کا امتحان دیا اور اس میں کامیاب ہوئے۔ بڑی اچھی طرح کامیاب ہوئے بلکہ انہوں نے خود مجھے بتایا کہ مَیں نے یہ امتحان صرف اس لئے دیا تھا کہ لوگ کہتے تھے کہ یہ بڑا مشکل امتحان ہوتا ہے اور بڑی مشکل سے کامیابی ہوتی ہے۔ تاکہ دنیاوی لحاظ سے بھی کامیاب ہونے کے بعد پھر مَیں وقف کروں تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ کہیں اور جگہ نہیں ملی تو یہاں آ گئے۔ اس کامیابی کے باوجود سرکاری نوکری نہیں کی۔ پبلک سروس کمیشن میں نہیں گئے اور زندگی وقف کی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا 1962ء میں انہوں نے زندگی وقف کی۔ پھر ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بطور مینیجنگ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز ربوہ کی خدمت سپرد کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان کو یہ بھی فرمایا کہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ جو تم نے حاصل کر لی ہے دینی تعلیم بھی حاصل کرو۔

چنانچہ حضرت سید میر داؤد احمد صاحب سے انہوں نے حدیث اور دینی علوم حاصل کئے۔ حضرت میر داؤد احمد صاحب ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر تھے اور رشتہ میں ان کے ماموں بھی تھے۔ ان کا پہلا نام مرزا سعید احمد تھا۔ بعد میں حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی والدہ کے کہنے پر ان کا نام مرزا غلام احمد رکھا۔ انہوں نے سیرۃ المہدی میں کوئی واقعہ پڑھا تھا اور اس لحاظ سے ان کا خیال تھا کہ مرزا سعید احمد نام نہ رکھا جائے۔ مرزا سعید احمد ان کی پہلی والدہ سے ان کے بھائی تھے جن کی جوانی میں وفات ہو گئی تھی۔ یہاں یُوکے میں بھی آ کے وہ پڑھتے رہے۔ مرزا مظفر احمد صاحب وغیرہ کے کلاس فیلو تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو انہوں نے ساتھ یہ بھی کہا کہ اگر کوئی نام بدلا تو حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کو رنج ہو گا تو ان کی بھی تسلی ہو جائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پھر ہم ایسا نام رکھتے ہیں جس وجہ سے اُن کے والد کو بھی تکلیف نہ ہو اور پھر آپ نے مرزا غلام احمد نام رکھا اور ساتھ ہی حضرت مصلح موعودؓ نے یہ فرمایا کہ ہم اس کو احمد

کہہ کر پکاریں گے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کو ابھی اتنا عرصہ نہیں ہوا اور میرے لئے بہت مشکل ہے کہ میں غلام احمد کر کے نام لوں۔ 1964ء میں میری ہمشیرہ کے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تو ان دنوں میں بیمار تھے۔ ان کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ اور دو بیٹے وقف زندگی ہیں۔ مرزا فضل احمد ربوہ میں ناظر تعلیم ہیں اور مرزا ناصر انعام یہاں یُوکے کے جامعہ کے پرنسپل ہیں۔ اور مرزا احسان احمد جو ہیں وہ امریکہ میں ہیں۔ گو دنیاوی نوکری ہے لیکن وہاں بھی جماعت کی خدمت کر رہے ہیں۔ نیشنل مجلس عاملہ میں سیکرٹری مال ہیں۔ اسی طرح افسر جلسہ گاہ ہیں۔ ان کی ایک بیٹی امۃ الولی زبدہ ہیں۔ دوسری امۃ العلی زہرا ہیں جو میر محمود احمد صاحب، یہ میر مسعود احمد صاحب کے بیٹے ہیں، ان کی بیوی ہیں اور وہ بھی وقف زندگی ہیں اور آجکل ناظر صحت ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کی جو خدمات ہیں انہوں نے ناظر تعلیم کے طور پر کام کیا۔ کئی سال ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد مقامی کے طور پر کام کیا۔ ناظر دیوان کے طور پر کام کیا بلکہ جب تک ناظر اعلیٰ نہیں بنائے گئے تھے یہ 96ء سے لے کے 2018ء تک ناظر دیوان کے طور پر رہے۔ پھر یہ صدر مجلس کارپرداز کے طور پر بھی 2012ء سے 2018ء تک تھے۔ پھر مرزا خورشید احمد کی وفات کے بعد ان کو میں نے ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی اور صدر صدر انجمن احمدیہ بنایا۔ اس سے پہلے خلافت رابعہ میں بھی کئی دفعہ ان کو قائمقام ناظر اعلیٰ اور قائمقام امیر مقامی بننے کی توفیق ملی۔ اسی طرح مجلس وقف جدید کے ممبر تھے اور 2016ء سے 18ء تک یہ صدر مجلس وقف جدید بھی رہے۔ انصار اللہ میں عاملہ میں رہے۔ مختلف قیادتیں ان کے سپرد رہیں۔ پھر نائب صدر صف دوم بھی رہے۔ پھر نائب صدر بنے۔ پھر 2004ء سے لے کے 2009ء تک صدر انصار اللہ پاکستان خدمت کی توفیق ملی۔ خدام الاحمدیہ میں مختلف سالوں میں مہتمم کے طور پر کام کیا۔ پھر نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ رہے۔ اس کے بعد پھر 75ء سے 79ء تک صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ بھی رہے۔ اور میر داؤد احمد صاحب کے بعد ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز بھی ہوئے۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر خدمات انجام دیں۔ خلافت لائبریری کمیٹی کے صدر تھے۔ بیوت الحمد سوسائٹی ربوہ کے صدر تھے۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر تھے۔ اسی طرح جلسہ سالانہ میں ان کو کئی سال خدمت کی توفیق ملی۔ ڈیوٹیاں دیتے رہے۔ جب تک ربوہ میں جلسے ہوتے رہے یہ بطور نائب افسر جلسہ سالانہ اور ناظم محنت رہے۔ ناظم محنت کا بڑا محنت طلب کام ہوتا ہے اور ایسی لیبر سے واسطہ ہوتا ہے جو غیر احمدی بھی ہوتی ہے اور روٹی پکانے والے نانبائی اور پیڑے والے بگڑے ہوئے بھی ہوتے ہیں۔ ان کو صحیح طرح قابو رکھنا جلسے کا ایک بڑا کام ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو بڑے احسن رنگ میں اس خدمت کی توفیق ملی۔ تبرکات کمیٹی کے صدر رہے۔ رجسٹر روایات صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کمیٹی کے ممبر تھے۔ مجلس افتاء کے ممبر تھے۔ تاریخ احمدیت کمیٹی کے ممبر تھے۔ سیکرٹری خلافت کمیٹی تھے۔ نگران مینیجنگ ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ بھی رہے۔ نظارت کے ساتھ ساتھ یہ بہت سارے کام اور کمیٹیاں بھی ان کے سپرد تھیں۔ 1989ء میں ان کو اور مرزا خورشید

احمد صاحب کو اور انجمن کے دو کارکنان کو C 298 کے تحت چند دن اسیر راہِ مولیٰ رہنے کی بھی سعادت ملی۔

لاہور میں 28/ مئی 2010ء کا جو واقعہ ہوا تھا جہاں احمدیوں کی بہت ساری شہادتیں ہوئی تھیں۔ اس وقت ناظر اعلیٰ نے لاہور جماعت کی تسلی کے لئے، شہداء کی فیملیز کو ملنے کے لئے، مریضوں کو دیکھنے کے لئے جو وفد **فوری طور پہ لاہور بھجوایا تھا ان کے امیر مرزا غلام احمد صاحب تھے**۔ شہداء کو ابھی ہسپتال لے جایا جا رہا تھا کہ یہ لاہور پہنچ گئے تھے اور اگلے تقریباً دو ہفتے تک انہوں نے لاہور میں ہی قیام کیا اور لاہور کے جو انتظامات تھے ان کی خود نگرانی کرتے رہے۔ دارالذکر میں یہ وفد گیا اور بڑی فراست اور محنت سے انہوں نے تمام کام سرانجام دیئے اور زخمیوں کے علاج کی نگرانی بھی کرتے رہے اور شہداء کی فیملیوں کے گھروں میں بھی گئے۔ دارالذکر میں اسی دن عاملہ کا اجلاس بلایا اور نئے امیر کا بھی وہاں اعلان کیا۔ مغرب عشاء کی نمازیں آپ نے وہیں پڑھائیں تاکہ لوگوں کو یہ حوصلہ رہے کہ واقعہ ہونے کے بعد یہ نہیں کہ مسجد خالی کر دینی ہے۔ اور جب یہ ہسپتال میں مریضوں کو پوچھنے کے لئے گئے تھے تو اس وقت کے گورنر سلمان تاثیر صاحب وہاں آئے۔ انہوں نے تعزیت کی۔ مرزا غلام احمد صاحب نے ان کی اس طرف توجہ مبذول کروائی کہ جو حملہ ہوا ہے وہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت انگیز مواد کی تشہیر ہو رہی ہے اور بحیثیت گورنر آپ کا فرض ہے کہ اس طرف توجہ دیں۔

اسی طرح جاوید مائیکل صاحب جو اقلیتی امور کے صوبائی وزیر تھے وہ بھی تعزیت کرنے کے لئے آئے۔ یہاں بھی انہوں نے بڑی بہادری سے وزیر موصوف کو کہا کہ آپ تعزیت کے لئے آئے ہیں اس کے لئے ہم آپ کے مشکور ہیں۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ ہم خود کو اقلیت ہرگز نہیں مانتے۔ ہم مسلمان ہیں۔ جس پر وزیر نے عرض کیا کہ دراصل مَیں انسانی حقوق کا بھی وزیر ہوں اور مَیں اس لحاظ سے بھی آیا ہوں۔ آپ نے ان کو کہا کہ اپنی کابینہ میں آپ کو آواز اٹھانی چاہئے اور جماعت کے خلاف جو مہم ہے حکومت کو اس کو ختم کرنا چاہئے۔ لیکن بہرحال یہ تو ان کو ان کے فرائض کی طرف ایک توجہ دلائی تھی۔ اصل تو ہماری نظر ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر ہی ہے اور اسی نے یہ حالات ٹھیک کرنے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ 29 اور 30 مئی کو انہوں نے یہاں پریس کانفرنس بھی کی۔ 2/ جون کے ایکسپریس نیوز کے لائیو پروگرام میں پوائنٹ بلینک میں رات گیارہ بجے سے بارہ بجے تک انہوں نے شرکت کی۔ سوئس نیشنل ٹی وی اور بی بی سی اور وائس آف امریکہ اور صحاراٹی وی، چینل فائیو اور دنیا ٹی وی وغیرہ سب کو انٹرویو دیا۔ بہرحال یہ وفد پھر 12/ جون تک وہاں رہا اور واپس آ گیا۔ اس میں انہوں نے بڑا واضح طور پر ان کو کہا تھا کہ ہم مسلمان ہیں اور کوئی ہمارے سے ہمارا مسلمان ہونا نہیں چھین سکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ایک خطبہ میں اپنی ایک رؤیا سنائی تھی اور اس میں انہوں نے ان کا جو ذکر کیا وہ یہ تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کہتے ہیں کہ مَیں سوچ رہا تھا کہ مجھے اپنی مصروفیتیں بڑھانی چاہئیں تو **رات کو خواب میں میاں احمد کو دیکھا۔ مرزا غلام احمد صاحب کو دیکھا جو ہمیشہ بہت اچھا مشورہ دیا کرتے ہیں۔** حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے متعلق بھی انہی کا مشورہ تھا کہ بجائے اس کے کہ تفسیر صغیر کے پیچھے نوٹس لکھوں۔ میں اپنا نیا ترجمہ کروں اور آپ فرماتے ہیں کہ الحمدللہ کہ خدا تعالیٰ نے اس ترجمہ کی توفیق

عطا فرمائی اور بہت سے مسائل اس میں حل ہوئے۔ اور باقی پھر لمبی خواب ہے اس میں ذکر ہے کہ کس طرح انہوں نے شادی بیاہ کے متعلق اور لڑکوں کی ملازمتوں کے لئے کہا کہ کیا تجویزیں ہونی چاہئیں۔ خواب میں میاں احمد نے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو وہ بتائیں کہ آپ اس میں مدد کر سکتے ہیں۔

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل 19 تا 25 جنوری 2001ء صفحہ 5۔ خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 15 دسمبر 2000ء)

ایک خط میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو لکھا کہ عزیزم احمد سلمہ اللہ۔ السلام علیکم۔ آپ کی پریشانی کا خط ملا۔ میں آپ کے لئے عاجزانہ دعا کرتا ہوں۔ **آپ کی فطرت میں خدا تعالیٰ نے سچائی اور سعادت رکھی** ہے اور ان دو صفات کے حامل انسان کو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بیش از پیش روحانی ترقیات عطا فرماتا رہے اور طمانیت قلب کی جنت نصیب کرے۔

اسی طرح ایک اَور خط میں انہوں نے فرمایا کہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں۔ آپ سب کا حق بھی ہے اور خدمت دین میں بھی میرے سلطان نصیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی امان میں رکھے۔ صحت و سلامتی دے اور کبھی کوئی فکر اور پریشانی نہ آئے۔ اور پھر لکھا کہ مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ میری شدید خواہش ہے کہ احمدیت کو لوگ بہت جلد قبول کریں۔ پھر فرمایا کہ ایم ٹی اے کا ہتھیار بھی ساری دنیا میں چل رہا ہے اور میری خواہش کو عملی رنگ دے رہا ہے۔ اچھے اچھے پروگرام بھجوائیں تا کہ نور ہی نور ہو جائے۔ طاغوت اور شیطان رمضان میں پوری طرح جکڑا جائے۔

ان کی اہلیہ امۃ القدوس صاحبہ کہتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب بیمار تھے تو رات کو روزانہ وہاں جا کے ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ یہ رشتے سے پہلے کی بات ہے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں بھی خلافت سے بہت وابستہ تھے۔ **حضور ان پر بہت اعتماد کرتے تھے اور 1974ء میں** کافی عرصہ، یہ بھی اور مرزا خورشید احمد صاحب بھی، دن رات وہیں رہے۔ اور گھر آنے کی اجازت نہیں تھی۔

1973ء اور 74ء میں خاص طور پر اور بعد ازاں جب خدام الاحمدیہ کے صدر تھے اس وقت بھی یہ حضور کے ساتھ کام کرتے تھے۔ ایک لمبا عرصہ تو گھر آتے ہی نہیں تھے۔ پہلے بھی صبح کے گئے رات دس بجے کے قریب گھر آتے تھے۔ **حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک اعزاز سے نوازا کہ** ایک اجتماع کے موقع پر جب انہوں نے درخواست کی کہ حضور عہد دہروائیں گے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ تم دہراؤ۔ یعنی صدر خدام الاحمدیہ کو کہا تم دہراؤ اور پھر حکماً ان سے عہد دہروایا۔ اور حضور نے خود باقی خدّام کی طرح کھڑے ہو کر پیچھے عہد دہرایا۔ مرزا خورشید احمد صاحب کی وفات پر مَیں نے یہ ذکر کیا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح **الرابعؒ نے کہا تھا کہ یہ جو دو شخص ہیں وہ میرے بڑے وفادار ہیں اور ہر خلافت کے وفادار ہیں۔** انہوں نے مجھے لکھا تھا لیکن مجھے زبانی بھی بتا چکے تھے۔ اس وقت کیونکہ ان کو جھجک تھی اس لئے اپنا نام نہیں لکھا تھا۔ اس لئے مَیں نے بھی جمعہ پہ نہیں بتایا۔ صرف مرزا خورشید احمد صاحب کا ہی بتایا۔

اصل میں مرزا غلام احمد صاحب اور مرزا خورشید احمد صاحب کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

نے فرمایا تھا کہ یہ ہر خلافت کے وفادار ہیں اور میرے وفادار ہیں۔ جب حضور کی انگوٹھی گمی تو اس کو تلاش کرنے کے لئے انہی کو بلایا اور یہ کہا کرتے تھے کہ پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے میرا نام لیا۔ احمد اور پھر خورشید یہ دونوں میرے وفاداروں میں سے ہیں اور ہر خلافت کے وفاداروں میں سے ہیں۔

پھر ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ رات کے نوافل میں اتنی گریہ وزاری ہوتی تھی کہ گھر گونج رہا ہوتا تھا

جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے، خلیفۂ وقت کے لئے، جماعت کے لئے، ماں باپ کے لئے، بہن بھائیوں کے لئے، بیوی بچوں کے لئے، رشتہ داروں کے لئے دعائیں کرتے تھے اور اپنے نوافل میں سورۃ فاتحہ کی بعض آیات کئی کئی دفعہ دہراتے رہتے تھے۔ کہتے ہیں اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے بہت زیادہ تعلق تھا۔ لیکن یہ تھا کہ ناانصافی نہیں تھی۔ اپنے گھر والوں سے بیوی کی عزت کروائی اور بیوی کا تعلق گھر والوں سے قائم کیا۔ یعنی دونوں رشتوں میں ایک توازن قائم رکھا۔ چھوٹے سے چھوٹا تحفہ بھی کوئی ان کو دیتا تو اس کی شکر گزاری کرتے۔ یا تو اس کو تحفہ کے طور پر لَوٹاتے یا گھر جا کے اس کا شکریہ ادا کرتے یا خط لکھ کے شکریہ ادا کرتے۔ ایک خوبی یہ تھی کہ جو کام بھی سپرد کرو جب تک وہ سرانجام نہ دے لیتے چین سے نہیں بیٹھتے تھے۔ علم بھی بہت تھا۔ یادداشت بھی ان کی خوب تھی۔ کوئی روایت ہو، پرانا رشتہ ہو، کہتی ہیں ان سے پوچھتی تو ان کو یاد ہوتا تھا۔ اور کہتی ہیں کہ مجھے سیروں کا شوق تھا تو مالی حالات چاہے اچھے ہوں یا نہ ہوں، طبیعت ٹھیک ہو یا نہ ہو بیوی کا حق ادا کرنے کے لئے سیروں پہ ضرور لے کر جاتے۔ ان کی اہلیہ، میری ہمشیرہ نے، لکھا ہے کہ عبدالرحمن انور صاحب کی بیوی بتاتی ہیں کہ عبدالرحمن انور صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ان کی والدہ کے گھر کے دروازے پر گلاب کی بہت ہی خوبصورت دو بیلیں چڑھ رہی ہیں جن میں بہت خوبصورت پھول لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ خواب تو سچی ہوئی۔ ان کی اہلیہ لکھتی ہیں کہ ہر آمد پر پہلے چندہ ادا کرتے تھے۔

اس کے بعد اس کو خرچ میں لایا جاتا تھا۔ ان کی اہلیہ کو بھی ہماری والدہ کی طرف سے یا والد کی طرف سے جو جائیداد سے حصہ ملا اس کی پہلے وصیت ادا کی، حصہ جائیداد ادا کیا۔ اور جو آمد ہوتی تھی، اس کا حصہ جائیداد ادا کر دیتے تھے اور پھر مجھے بتاتے تھے کہ مَیں چندہ ادا کر آیا ہوں۔ اس طرح انہوں نے میری ساری جائیداد کا چندہ چکا دیا اور مجھے کوئی بوجھ بھی نہیں پڑا۔ بیٹے بیٹی کو گھر بنا کے دیا اور ان کی وصیت بھی خود اتار دی۔

پھر بہت سارے لکھنے والوں نے مجھے لکھا اور مَیں بھی دیکھتا ہی رہتا تھا کہ یہ دونوں بھائی ہمیشہ وہاں اکٹھے ہوتے تھے۔ ہماری ہمشیرہ یہی لکھتی ہیں کہ مرزا داؤد احمد صاحب کی اہلیہ کہا کرتی تھیں کہ احمد اور خورشید کو اگر دیکھ لوں کہ اکٹھے کہیں جا رہے ہیں تو مجھے لگتا تھا کوئی جماعتی مسئلہ ہو گیا ہے کہ یہ دونوں اکٹھے جا رہے ہیں۔ ہر کرائسس (crisis) میں بڑے حوصلے سے، ہمت سے، فہم سے، فراست سے کام کیا کرتے تھے۔ خلافت کی اطاعت تو تھی۔ یہاں جلسہ پہ آئے تھے تو کمزوری کافی تھی۔ ان کو میں نے کہا سوٹی لیا کریں۔ تو فوری طور پر انہوں نے سوٹی شروع کر دی کہ اب تو حکم مل گیا ہے اب لینی پڑے گی۔ چھڑی استعمال کرنی پڑے گی۔

چند سال قبل مَیں نے کہا تھا کہ ناظر ان جماعتوں میں جائیں اور ہر ایک گھر میں جا کے میرا اسلام پہنچائیں۔

ان کے حصہ میں سندھ آیا۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ واپس آئے تو لنگڑا کر چل رہے تھے۔ مَیں نے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ ایک گھر کی سیڑھی سے گر گیا تھا۔ جب فضل عمر ہسپتال میں دکھایا گیا تو پاؤں کی چھوٹی انگلی کی ہڈی کریک (crack) تھی اور دوسرے پاؤں کے ٹخنہ میں بھی ذرا سا، ہلکا سا کریک (crack) آیا ہوا تھا یا چوٹ تھی۔ ہلکا سا فریکچر تھا۔ کہتی ہیں مَیں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو درد نہیں ہوتی تھی۔ **کہنے لگے درد تو محسوس ہوتی تھی لیکن کیونکہ خلیفۂ وقت کا پیغام گھر گھر پہنچانا تھا اس لئے** گیارہ دنوں میں اس تکلیف کا احساس نہیں کیا اور اپنا کام ختم کر کے آئے۔ ان کے بڑے بیٹے لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے بعد حضور کے خطبہ کی کیسٹ سب سے پہلے آپ کے پاس آتی تھی اور بڑے اہتمام سے آپ سب کو اکٹھا کرتے اور حضور کا خطبہ سناتے تھے۔ پھر ایم ٹی اے آنے کے بعد بھی خطبات سننے کا خاص اہتمام کرتے تھے اور اس بات کو یقینی بناتے تھے کہ سب گھر والے یہ خطبہ سنیں۔ حتی کہ جو گھر میں کام کرنے والے افراد ہیں یا باہر ملازم ہیں ان کو سنانے کے لئے بھی انہوں نے خاص اہتمام کیا ہوا تھا۔ لاؤڈ سپیکر لگایا ہوا تھا یا ٹی وی لگا کے دیا ہوا تھا۔ جب یہ لاہور گئے ہیں تو وہاں کا ایک واقعہ ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ جب رات میو ہسپتال گئے تو وہاں پر بہت رَش تھا اور ایمبولینس والے منہ مانگی قیمت مانگ رہے تھے۔ تو وہاں انہوں نے اونچی آواز میں اعلان کیا کہ سب انتظام صدر انجمن احمدیہ کرے گی۔ سب کی تدفین ربوہ میں ہو گی۔ سارے جنازے وہاں لے کے جائیں گے انشاء اللہ اور کوئی آبائی جگہ لے کر جانا چاہتا ہے تو اُسے اجازت ہے۔ بہر حال اس سے لوگوں میں کافی اطمینان پیدا ہوا۔ ہر زخمی کے گھر میں گئے۔ شہداء کے گھروں میں گئے۔ ان کے گھروں میں کھانے کا انتظام کروایا۔ اگر کوئی کمانے والے نہیں تھا تو ان کے لئے انتظام کروایا۔ اُس وقت بعض اطلاعات تھیں کہ بعض لوگ ان کے پیچھے ہیں اور ایجنسیوں کی طرف سے اطلاع تھی کہ ان کی جان کو خطرہ ہے تو ان کو وہاں سے واپس بلایا گیا۔

لیکن 28/ مئی سے جو اگلا جمعہ تھا یہ پھر وہاں گئے اور وہیں دارالذکر میں جا کر انہوں نے خود جمعہ پڑھایا تا کہ جماعت کے لوگوں کو بھی حوصلہ رہے۔ غریبوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ پرانے دوستوں کا خیال رکھتے تھے۔ ان کے بچپن کے ایک کلاس فیلو تھے جو پڑھائی پوری نہیں کر سکے اور انہوں نے گھروں میں رنگوں کا، رَنگ پینٹ (paint) کا کام شروع کر دیا، اس کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد اس کے بچوں کا خیال رکھا۔ 1989ء میں جب یہ گرفتار ہوئے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ خدام الاحمدیہ کا اجتماع ہو رہا تھا اور اس وقت مرزا خورشید احمد صاحب ناظر امور عامہ تھے۔ وہ ربوہ سے باہر تھے۔ یہ ان کے قائمقام تھے۔ مجسٹریٹ نے ان کو بلایا اور حکم دیا کہ اجتماع بند کرو۔ انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں نے ہمیں اجتماع کرنے کی تحریری اجازت دی ہے اب بند کرنے کی بھی تحریری اجازت دے دیں۔ ہم بند کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا زبانی حکم ہے۔ تم بند کرو۔ انہوں نے کہا پھر زبانی پہ ہم بند نہیں کریں گے۔

خیر شام کو مرزا خورشید احمد صاحب بھی آ گئے۔ ان کو بلایا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ جس کے نتیجہ میں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ انہوں نے چند دن اسیری میں گزارے۔ ان کو گرفتار کر لیا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا۔

ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ ہمارے ابّا نے پوری کوشش کی کہ خلافت کے وفادار رہیں اور ہمیں بھی یہی نصیحت کی۔ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ ابّا نے مجھے بہت تڑپ سے دعا کے لئے کہا بلکہ کئی دن کہتے رہے۔ مجھے نہیں پتا کہ معاملہ کیا تھا؟ لیکن بہرحال یہ تأثر تھا کہ خلیفۂ وقت کی طرف سے کوئی ہلکی سی ناراضگی کا معاملہ ہے جس کی وجہ سے ابّا کی نمازوں میں اتنی تڑپ ہوتی تھی جس کا میرے ذہن پر بھی اثر ہوا اور میری کیفیت بھی ویسی ہی ہو گئی۔

پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت ہوئی ہے اُس وقت ان کی والدہ صاحبزادی سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ بہت بیمار تھیں اور کافی حالت خراب تھی اور جس رات ہجرت تھی اس رات لگ رہا تھا کہ آج ان کی والدہ کی آخری رات ہے۔ لیکن آپ وہاں جماعتی معاملات میں مصروف تھے۔ ہجرت کے معاملات میں مصروف تھے۔ اس لئے والدہ کے کمرے تک بھی نہیں گئے اور جماعتی کاموں میں مصروف رہے۔

اسی طرح ان کا خلافت خامسہ میں میرے ساتھ بھی ہمیشہ اطاعت کا، وفا کا تعلق رہا ہے۔ بلکہ اپنے بیٹے کو پوچھنے پر یہی کہا تم دیکھتے نہیں خلافت کی صداقت کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات کس طرح خلافت خامسہ کے ساتھ ہیں۔ ان کے ایک بیٹے لکھتے ہیں کہ ہمیں نماز پر جگایا کرتے تھے۔ عام طور پر ذرا سخت تھے لیکن آخری دنوں میں اتنے درد سے جگاتے کہ اس سے شفقت ظاہر ہوتی۔ جو بھی ان کو اور ان کی اہلیہ کو خلفاء کے خطوط آئے ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ ان تمام خطوط کی کاپیاں بنا کے اور فائل بنا کے ہم تمام بچوں کے سپرد کر دیں کہ یہ ہماری عمر کا اَثاثہ ہے۔ ان خطوط کو اپنے پاس رکھنا۔

مرزا انس احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب ان کی وفات ہوئی ہے مَیں خواب دیکھ رہا تھا کہ بھائی خورشید اور میاں احمد اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے ہیں اور ان کی ملاقات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہو رہی ہے اور کہتے ہیں کہ اُس وقت خواب میں میرے دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ کرے میری ملاقات بھی اسی طرح ہو جائے۔ سو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! مجھے بھی اپنے قرب میں بلا لے۔ تو پھر اللہ نے فرمایا کہ تم آگے آجاؤ۔ کہتے ہیں میاں احمد سے میرا پرانا تعلق تھا اور تقریباً ہم عمر تھے۔ ان کی نیکیوں کو دیکھتا ہوں تو شرمندہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ایسا موقع دے۔ کہتے ہیں کبھی کسی بات پر مجھ سے ناراض ہو جاتے تو ہمیشہ وہ مجھے معاف کرنے میں پہل کرتے تھے۔ پھر اسی طرح انہوں نے ان کی نمازوں کی حالت کے بارے میں لکھا ہے کہ جب ان کو نماز پڑھتے دیکھتا تو ایسی رقّت کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے کہ مجھے رشک آتا تھا۔ انتہائی ذہین، ذمہ دار تھے۔ پنجوقتہ نماز کے لئے مسجد میں جانا، غرباء کی مدد کرنا اور ان کے کام آنا، اپنی قوتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق انہوں نے پائی۔

چوہدری حمید اللہ صاحب **نے بھی یہی لکھا کہ بڑے معاملہ فہم اور صائب الرائے تھے اور اکثر اوقات** مشورے کی مجالس میں آپ کی رائے ہی فیصلہ کُن ہوتی تھی۔ سلسلہ کے لٹریچر اور تاریخ سے گہری واقفیت تھی۔ جب بھی موقع پیش آتا سلسلہ کی خدمت میں آگے ہوتے۔ 74ء کے فسادات میں کئی ماہ تک حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بھرپور معاونت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بیرون ملک دوروں میں شریک سفر ہوئے۔ ایک

دفعہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نمائندہ کے طور پر حضور کے وفد میں شامل ہوئے۔

قادیان کے کارکن اکرم صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے مرزا خورشید احمد صاحب کی وفات پر ان کو افسوس کیا تو انہوں نے بڑے درد سے مجھے کہا کہ میرے لئے قادیان میں خود بھی دعا کرنا اور دوسرے بزرگان کو بھی دعا کے لئے کہنا کیونکہ میاں خورشید کی وفات کے بعد اپنے آپ کو اکیلا محسوس کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے نئی ذمہ داریاں کما حقہ ادا کرنے کی توفیق دے۔ اس طرح دعا کے لئے بھی کہتے رہتے تھے۔ جب قادیان کا سفر کرتے تو درویشوں کے گھروں میں جاتے اور اسی طرح وہاں کے درویشوں کی بیوگان اور یتامیٰ کی خدمت کرنے کی کوشش کرتے۔

مقامات مقدسہ کا ان کو بڑا علم تھا۔ اکرم صاحب ہی یہ لکھتے ہیں کہ قادیان پہنچ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہاں دعا کیا کرتے تھے اکثر وہاں کھڑے ہو کر نوافل پڑھا کرتے تھے اور مجھے بھی نصیحت کیا کرتے تھے کہ آپ لوگ خوش قسمت ہیں۔ ان مقامات میں، مقدس مقامات میں رہتے ہیں۔ اس لئے یہاں بہت دعائیں کیا کریں۔ خدام الاحمدیہ کے صدر کے طور پر ان کی بڑی خدمات ہیں۔ ہر جگہ خدام تک پہنچے۔ (مبشر) گوندل صاحب نے بھی لکھا کہ ایک دفعہ ان کا سندھ کا دورہ تھا تو بعض جگہ سواری نہیں جا سکتی تھی۔ کار بھی نہیں جا سکتی تھی تو پیدل سفر کر کے جنگلوں میں خدّام تک پہنچے جس کا خدّام پہ بڑا اچھا اثر ہوا اور اب تک وہ یاد کرتے ہیں۔

اسی طرح اسفندیار منیب صاحب جو شعبہ تاریخ کے انچارج ہیں وہ لکھتے ہیں کہ تاریخ احمدیت کے لئے بھی بطور خاص مفید وجود تھے۔ مشاورتی پینل کے رکن تھے۔ نہایت باریک بینی سے تاریخ کے مسودے کو دیکھتے تھے اور نہایت قیمتی اور وقیع تجاویز دیتے اور رہنمائی فرماتے تھے۔ جماعتی تاریخی واقعات کے پس منظر یا جزئیات و نفسیات سے بخوبی واقف تھے۔ اور محمد دین ناز صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن کہتے ہیں جب ناظر اعلیٰ کی تعیناتی ہوئی تو میں ان کے کمرے میں گیا تو یہ نظارت علیاء کی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور حالت دیدنی تھی کہ آنسوؤں سے آنکھیں بھری ہوئی تھیں۔ دعاؤں کے جذبات سے مغلوب چہرہ تھا اور محویت میں ڈوبا ہوا تھا اور بڑی عاجزی سے انہوں نے مجھے بھی دعا کے لئے کہا۔

زاہد قریشی صاحب کہتے ہیں کہ یہ جب یہ خدام الاحمدیہ کے صدر تھے تو قائد خدام الاحمدیہ لاہور نے مجھے کسی کام کے لئے ان کے پاس بھیجا۔ میں ایوان محمود میں ملاقات کے لئے دفتر میں گیا اور کاغذ ان کے سپرد کئے۔ گرمیوں کا موسم تھا اور دوپہر کا وقت تھا۔ تو کاغذات لینے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ کھانا کھا لیا ہے؟ میں نے کہا کہ ابھی کام سے فارغ ہو کر مَیں دارالضیافت میں جا کے کھاتا ہوں۔ انہوں نے کہا نہیں میرے ساتھ چلو۔ تھوڑی دیر بیٹھو۔ ابھی انتظام ہو جائے گا۔ تو کہتے ہیں مَیں سمجھا کہ یہیں ایوان محمود میں انتظام ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد باہر آئے۔ سائیکل نکالی اور پھر کہا کہ میرے پیچھے بیٹھو۔ کہتے ہیں خیر چل پڑے۔ مَیں نے راستے میں کہا کہ مَیں دارالضیافت چلا جاتا ہوں۔ راستے میں دارالضیافت آتا ہے تو انہوں نے کہا نہیں پیچھے بیٹھے رہو۔ سخت گرمی میں سائیکل پر گھر لے گئے اور اپنے گھر میں جا کے وہاں کھانا کھلایا اور پھر مجھے رخصت کیا۔ جب صدر خدام الاحمدیہ تھے تو ہر خادم سے ان کا ذاتی طور پر بڑا تعلق تھا۔

اسی طرح بہت سارے لوگوں نے لکھے ہیں کہ ہم نے بہت سارے کام کے سلیقے ان سے سیکھے۔ ڈاکٹر سلطان مبشر بھی لکھتے ہیں کہ بہت سارے کام کے اسلوب اور طریقے ان سے سیکھے۔ ان کو بڑی گہرائی میں جا کر کام کرنے کی عادت تھی۔ ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب ہی لکھتے ہیں کہ 84ء کے آرڈیننس کے بعد وفاقی شرعی عدالت میں جو اپیل کی گئی اس کے انتظامات کے ذمہ دار میاں احمد صاحب تھے۔ کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ میاں صاحب اچانک ایوان محمود، جہاں خاکسار بیڈمنٹن کھیل رہا تھا، خود تشریف لائے اور کہنے لگے کہ لاہور عدالت میں کتب کی ضرورت ہوتی ہے جو یہاں لائبریری سے لے جانا ہوں گی اور یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ وہاں لے کے جایا کریں اور جن کتب کی ضرورت ہوتی تھی وہ لاہور سے فون پر ربوہ لکھوا دی جاتی تھیں اور پھر لائبریری کے عملے کے ساتھ یہ خود محنت کرتے، کوشش کرتے اور کتابیں نکلواتے۔

یہ نہیں کہ صرف کہہ دیا تو چلے گئے بلکہ ان کو بیٹھ کر خود کام کروانے کی عادت تھی۔ یتیموں اور بیواؤں کا خیال رکھنے والے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ آج ہی میرے پاس آؤٹ ڈور میں ایک خاتون بشریٰ صاحبہ یہاں ربوہ کی رہنے والی ہیں آئیں۔ شوگر اور بلڈ پریشر کی مریضہ تھیں۔ ان کے ریزلٹ دیکھ کر میں نے انہیں کہا کہ خدا کے فضل سے اب تو آپ کے نتائج نارمل آئے ہیں۔ یہ سن کر وہ رو پڑی۔ تو میں نے تعجب سے انہیں دیکھا تو انہوں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا کہ ہاں ڈاکٹر صاحب میری شوگر تو ٹھیک ہو گئی ہے مگر میرا مفت علاج کرانے والے دونوں حضرات مرزا خورشید احمد صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب اس دنیا سے چلے گئے۔ کہتے ہیں مَیں نے انہیں تسلی دی کہ خدا کے فضل سے جماعتی نظام کے تحت یہ علاج جاری رہے گا مگر وہ بہت یاد کرتی رہیں اور روتی رہیں۔

عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل کہتے ہیں کہ 73ء کے آخر میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ کے مشورے کے بعد صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مقرر کیا تو مرزا غلام احمد صاحب اس وقت نائب صدر تھے۔ مَیں نے بھی انہیں اپنی عاملہ میں ان کے وسیع تجربے کی وجہ سے نائب صدر کے طور پر تجویز کیا۔

مرزا غلام احمد صاحب اپنے علم اور تجربہ اور اپنی عمر اور مقام کے لحاظ سے مجھ سے بہت سینئر تھے لیکن جب آپ کو نائب صدر مقرر کیا گیا تو عطاء المجیب صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے انتہائی عاجزی سے ہر کام میں بھرپور تعاون کیا اور کسی مرحلے پر بھی ذرہ برابر بھی اظہار نہیں ہونے دیا کہ وہ تو مجھ سے بہت سینئر ہیں۔

ایک شاہد عباس صاحب ہیں۔ ملائیشیا سے لکھتے ہیں کہ 2005ء میں مَیں نے بیعت کی اور مرکز کی زیارت کے لئے گیا تو دفاتر میں مرزا غلام احمد صاحب تشریف لا رہے تھے تو میرے ساتھی معلّم دانیال صاحب نے مجھے کہا کہ یہ خلیفۂ وقت کے بڑے قریبی رشتہ دار ہیں۔ ان کو دعا کے لئے کہہ دیں۔ کہتے ہیں مَیں ان کے پاس گیا اور کہا کہ میں شیعہ فرقے سے جماعت احمدیہ میں داخل ہوا ہوں میرے لئے دعا کریں۔ انہوں نے مجھے گلے لگایا اور میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور بڑے جوش سے کہا کہ مَیں آپ کو ایک ایسی ہستی کیوں نہ بتا دوں جن کو میں خود دعا کے لئے

درخواست کرتا ہوں۔ تو مَیں نے پوچھا وہ کون ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ خلیفہ وقت اور فرمایا کہ خلیفہ وقت کو دعا کے لئے لکھا کرو۔ یہ نومبایع کہتے ہیں کہ مَیں نے ان کی آنکھوں میں خلیفۂ وقت کی جو محبت اور جوش دیکھا تھا وہ قابل دید تھا اور وہ لمحات خاکسار کی آنکھوں میں نقش ہو کے رہ گئے ہیں۔

انجم پرویز صاحب یہاں عربی ڈیسک کے مربی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ چوہدری محمد علی صاحب نے بتایا کہ ایک دن دوپہر کو شدید گرمی میں سائیکل پر میاں احمد کسی شخص کو تلاش کر رہے تھے جو رنگ و روغن کرنے والا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ اتنی گرمی میں کس کو تلاش کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کو میں نے ایک غلط ہومیو پیتھی دوائی دے دی ہے اور اب اس کی تلاش کر رہا ہوں کہ کہیں وہ کھانہ لے تو صحیح دوائی اس تک پہنچا دوں۔ اس لئے مَیں خود اس کو تلاش کر کے اس کو دوائی پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں اور وہ مل نہیں رہا۔

اسی طرح جو بھی فرائض اور بہت ساری جگہوں پر جو خدمات ان کے سپرد تھیں وہ بڑے احسن رنگ میں انجام دیتے رہے۔ بہت سارے واقعات لوگوں نے لکھے ہیں۔ اسی طرح جو بھی دفتروں میں ان کے ساتھ کام کرنے والے تھے وہ کہتے ہیں کہ انتہائی نرمی سے اور پیار سے اور محبت سے کام کرواتے تھے۔ دکھی اور مشکلات میں مبتلا لوگوں اور ضرورتمندوں کی ممکن حد تک ہمدردی کرنے والے اور ان کی مشکلات دور کرنے والے اور بڑے زیرک، معاملہ فہم تھے۔ ایسی خداداد صلاحیت تھی کہ فوری طور پر معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے اور پھر جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا کہ فوری طور پر کارروائی کر کے ان کو کام سرانجام دینے کی عادت تھی۔

اسی طرح ایک دفعہ کچھ لڑکے دفتر میں آئے۔ یہ وفات سے چند دن پہلے کی بات ہے حفاظت مرکز کے جو بعض کارکنان ہیں انہوں نے ان سے زیادتی کی تھی۔ کوئی مارا مُورا تھا یا سختی کی تھی۔ وہ شکایت لے کر آئے تھے۔ کسی کو زیادہ ضربیں بھی لگی ہوئی تھیں۔ اس پر انہوں نے ان سے کہا کہ تم نے ہسپتال میں جا کر دکھایا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو ان کو کہا کہ پہلے جا کر علاج کرواؤ۔ آج دفتر میں چھٹی ہے۔ جب دفتر کھلتا ہے تو میں انشاء اللہ ساری کارروائی کروں گا اور جو بھی قصوروار ہے، چاہے وہ عہدیدار ہو اس کو سزا ملے گی اور فوری طور پر وہاں کارروائی بھی کر دی اور لڑکوں کو بھیجا کہ پہلے اپنا ہسپتال سے علاج کروا کے آؤ۔

دیوان میں اقبال بشیر صاحب ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جب میاں احمد صاحب کو ناظر دیوان بنایا گیا تو دفتر کا عملہ تھوڑا تھا اور صرف دو کلرک تھے اور ایک مددگار تھا۔ کام جب زیادہ ہو جاتا تھا تو اکثر اوقات یہ ہوتا تھا کہ میاں احمد صاحب ہمارے ساتھ آ کے بیٹھ جاتے تھے اور ڈاک کی آمد و روانگی وغیرہ کا کام ہمارے ساتھ کیا کرتے تھے۔

ریاض محمود باجوہ صاحب، مربی رہے ہیں۔ ریٹائر ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دن میں دفتر میں بیٹھا تھا تو دوران گفتگو میاں صاحب کے لہجے میں سختی آ گئی اور عام طور پر ہو بھی جاتا ہے اور مجھے اس پر کوئی ملال اور تعجب بھی نہیں تھا۔ مَیں گھر آ گیا۔ شام ہوئی تو دروازے پر دستک ہوئی۔ مَیں نے دروازہ کھولا تو میاں صاحب کھڑے تھے۔ ان کو دیکھ کر حیرانی ہوئی۔ وہ کہنے لگے کہ آج آپ سے دفتر میں تلخی سے بات ہوئی ہے۔ اس پر آپ سے معذرت کرنے آیا ہوں۔ کہتے ہیں ان کا یہ رویّہ تو میرے تصور میں بھی نہیں تھا۔ اس وقت سے میں ان کا قائل ہوں۔ اسی

طرح ایک مددگار کارکن نے بھی لکھا۔ ایک عام کارکن نے بھی لکھا کہ مجھے پہلے ڈانٹا۔ اس کے بعد معذرت کی۔ اسی طرح ایک اور واقعہ کسی نے لکھا کہ میرے سے دفتر میں کچھ زیادتی ہوئی تو انہوں نے تھوڑی سی تنبیہ کی۔ مَیں گھر میں بیٹھا استغفار کر رہا تھا تو اتنے میں دروازہ کھٹکا اور جب میں باہر گیا تو دیکھا کہ میاں احمد صاحب کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج میں نے تمہیں کچھ سخت الفاظ کہہ دیئے تھے۔ اس کے لئے معذرت ہے اور واپس مڑ کے کار میں بیٹھے اور واپس آ گئے۔

مبشر ایاز صاحب کہتے ہیں کہ مَیں خالد رسالہ کا ایڈیٹر تھا۔ محمود بنگالی صاحب مرحوم آسٹریلیا سے تشریف لائے ہوئے تھے ان کا انٹرویو تھا۔ انہوں نے ایک واقعہ بتایا کہ جب میاں احمد صاحب صدر تھے تو اس وقت وہ تربیتی کلاس کے دوران ناظم اعلیٰ تربیتی کلاس تھے۔ جب کلاس ختم ہوئی تو انہوں نے جب بِل پیش کیا تو کچھ آنے بجٹ سے زائد خرچ ہو گئے تھے۔ کچھ آنے کا مطلب ہے کہ چند پیسے۔ صدر صاحب کی طرف سے بل مسترد ہو گیا۔ رد ہو گیا کہ یہ نہیں پاس ہو سکتا۔ کہتے ہیں مَیں خود ان کے پاس گیا کہ یہ کون سی بڑی بات ہے۔ چند آنے زائد ہوئے ہیں اور یہ کوئی ایسی بڑی رقم نہیں ہے۔ اگر آپ نہیں دیتے تو مَیں اپنی جیب سے خرچ کر لیتا ہوں۔ تو انہوں نے کہا کہ جیب سے خرچ کرنے کا معاملہ نہیں ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ **مَیں آپ لوگوں کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جماعتی اموال کو خرچ کرنے میں احتیاط کرنی چاہئے اور جو جماعتی قواعد ہیں جو نظام موجود ہے ان کو فالو (follow) کرنا چاہئے۔** اور اگر ضرورت زیادہ تھی تو پہلے منظوری لیتے پھر خرچ کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ بنگالی صاحب کہا کرتے تھے کہ ان کی یہ گرفت جو تھی یہ پھر باقی زندگی میں میرے بہت کام آئی۔

کہتے ہیں خلافت کے ساتھ بھی ان کا بڑا تعلق تھا۔ ایک دفعہ ایک افتاء کمیٹی میں زکوٰۃ کے معاملے میں بات ہو رہی تھی۔ افتاء نے ایک رپورٹ تیار کی تھی۔ میرا خیال ہے گھوڑوں کے اوپر زکوٰۃ نہ ہونے کے اوپر شاید بحث ہو رہی تھی۔ اس کو مَیں نے ردّ کر دیا اور میں نے کہا اس کا دوبارہ جائزہ لیں۔ اجتہاد کی ضرورت ہے۔ کئی کمیٹیاں بنیں۔ ہر دفعہ علماء کی لمبی لمبی بحثیں ہوتی تھیں اور نتیجہ پہ نہیں پہنچتے تھے۔ آخر صدر صاحب نے ان کو اس کمیٹی کا صدر بنایا۔ وہاں بھی علماء بڑی تیاری کر کے آئے تھے کہ مَیں نے جو بات کی ہے اس کے اُلٹ کریں۔ تو انہوں نے کچھ دیر تو ان کی بات سنی۔ پھر مبشر ایاز صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے بڑے جلالی رنگ میں کہا کہ جب خلیفۂ وقت نے فیصلہ کر دیا تو پھر ہم یہ سوچ کیوں رہے ہیں کہ اس کے خلاف ہو سکتا ہے اور ساری دلیلوں کو ردّ کر دیا اور یہ نہیں دیکھا کہ کون بڑا عالم ہے اور کون کیا کہہ رہا ہے۔

کہتے ہیں تاریخ احمدیت اور جماعتی واقعات اور روایات کے تو گویا یہ انسائیکلوپیڈیا تھے اور کہتے ہیں کہ آجکل مَیں سوانح حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھ رہا ہوں کہیں مجھے دقّت پیش آتی تو ان کی طرف رجوع کرتا اور ان کا اس بارے میں بڑا مستند اور ثقہ اور ٹھوس علم تھا۔ اسی طرح قادیان کے مقامات کے بارے میں بڑا علم تھا اور اگر قادیان میں کوئی ان کو کہہ دیتا کہ ہمیں دکھائیں اور وہاں کے تاریخی مقامات کا تعارف کروائیں تو بڑی خوشی سے تعارف کروایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ تو یہ بیمار تھے۔ پاؤں میں موچ پڑی ہوئی تھی لیکن پھر بھی کسی کو احساس

نہیں ہونے دیا اور لے کے پھرتے رہے۔ جب سیڑھیاں چڑھنے لگے تو تب مبشر ایاز صاحب کہتے ہیں ہمیں احساس ہوا بلکہ انہوں نے خود ہی بتایا کہ مجھے یہ تکلیف ہے۔ تب ہمیں شرمندگی ہوئی کہ کیوں ان کو تکلیف دی۔

اسی طرح اور بہت سارے معاملات ہیں۔ جب بھی جماعتی خدمت کے لئے کہیں بھیجا تو پھر انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ رستے میں تکالیف کیا ہیں۔ ایک دفعہ کسی جماعتی معاملہ میں دو فریقین میں لڑائی ہو گئی تھی۔ ان کی صلح کے لئے ان کو بھیجا گیا اور راستہ بڑا خراب تھا۔ کار آگے جا نہیں سکتی تھی۔ ٹریکٹر ٹرالی پر مرزا خورشید احمد صاحب بھی اور میاں غلام احمد صاحب بھی دونوں بیٹھے اور مربیان کو ساتھ بٹھایا اور چلے۔ راستے میں ایک ایسا راستہ آیا کہ ٹرالی کا وہاں سے گزرنا بھی خطرناک تھا۔ وہاں سے پھر اترے۔ پھر پیدل چلے اور آخر کار جب اس گاؤں، اس جگہ پر پہنچے تو مسجد میں بلا کر فیصلہ دیا۔ انہوں نے دعائیں بھی کیں اور لوگوں کو بھی احساس ہوا ہو گا کہ جب اتنی دُور سے اور مشکل سفر کر کے آئے ہیں تو سالوں کی جو لڑائی تھی اور ان کا معاملہ تھا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی قربانی اور ان کی دعاؤں کی وجہ سے حل ہو گیا۔

اور بہت سارے واقعات ہیں۔ کچھ ملتے جلتے، کچھ نئے۔ لیکن اب وقت نہیں ہے کہ بیان کئے جائیں۔ ہر ایک نے لکھا ہے کہ کارکنوں کے ساتھ بہت زیادہ محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھنا۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ جب یہ نائب ناظر تعلیم تھے تو اگر خلیفہ وقت کی طرف سے بعض حالات کی وجہ سے کسی طالبعلم کے وظیفہ کی نامنظوری آجاتی تو اس وقت یہ کہا کرتے تھے کہ وظیفہ کی منظوری یا دوسری خوشی کی کوئی خبر ہو تو خلیفۂ وقت کی طرف سے دیا کرو اور اگر ناراضگی اور نامنظوری ہے تو ہمیں اپنی طرف سے دینی چاہئے۔

ظفر احمد ظفر صاحب مربی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے بھی پاؤں میں فریکچر ہونے کا وہی واقعہ پھر سنایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہم بھی ساتھ تھے پاؤں سوج گیا لیکن انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ سلیم صاحب بھی یہ لکھتے ہیں کہ جب آپ حضرت خلیفۃ ثالثؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے تو جب زیادہ ڈاک اکٹھی ہو جاتی تھی تو سارے سٹاف کو کہا کرتے تھے کہ اپنی اپنی ساری ڈاک ایک جگہ اکٹھی کر دو اور پھر سب تقسیم کرو اور تقسیم میں خود اپنے ذمہ بھی لیتے تھے اور کہتے ہیں ہم کلرکوں سے زیادہ ڈاک یہ خود پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر اپنے ذمہ لیا کرتے تھے اور جواب دے کے ہمارے سے پہلے کام بھی ختم کر لیا کرتے تھے۔

خط لکھنے میں ڈرافٹنگ میں بھی ان کو بڑا اچھا ملکہ تھا اور تحریر بھی ان کی بڑی شُستہ تھی۔ بڑی پختہ تحریر تھی اور ڈرافٹنگ جیسا کہ مَیں نے کہا بہت اچھی تھی۔ وکالت مال ثانی کے ایک کارکن لکھتے ہیں کہ تحریک جدید کی ہم تاریخ لکھ رہے تھے 'مالی قربانی ایک تعارف' اس پہ ہم لکھ رہے تھے۔ کئی غلطیاں نکلیں اور آخر فائنل ڈرافٹنگ کر کے جو وکیل المال تھے انہوں نے کہا کہ یہ فائنل میاں احمد کو دے آؤ تا کہ وہ پڑھ لیں اور دیکھ لیں کوئی نقص تو نہیں رہ گیا۔ کہتے ہیں تو میں نے کہا چلو ٹھیک ہے میاں احمد کو دے دیتے ہیں۔ 150 سے 200 صفحے ہیں۔ اتنا کام تھا کہ چار پانچ دن تو ہمیں سکون ملے گا۔ لیکن کہتے ہیں صبح مَیں دفتر آیا تو وہ لفافہ پڑا ہوا تھا اور اس پہ درستیاں بھی کی ہوئی تھیں اور نشان بھی لگائے ہوئے تھے اور راتوں رات وہ ساری پڑھ کے انہوں نے صبح اس تک پہنچا دی۔ یہ تھی ان کی

کام کی efficiency جو ہر کارکن کے لئے ایک نمونہ ہے۔

صدر مجلس کارپرداز تھے۔ وہاں بھی بڑی گہرائی سے جائزہ لیا کرتے تھے۔ پھر جب یہ ناظر اصلاح وارشاد مقامی تھے تو سمیع اللہ زاہد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے مجھے کہا کہ جتنے مربیان کی فیملیز یہاں رہتی **ہیں ان کی فہرست بناؤ۔ چنانچہ جب میں نے ان کو فہرست دی تو اپنی اہلیہ کے ساتھ ہر فیملی کے گھر میں گئے اور ان کو کہا کہ تمہارے خاوند میدان عمل میں ہیں اس لئے تمہاری کوئی پریشانی ہو**، کوئی ضرورت ہو تو اُن کو پریشان نہیں کرنا۔ تم مجھے آ کے بتایا کرو۔

فرید الرحمن صاحب یہاں تعمیل و تنفیذ کے وکالت کے کارکن ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ چوہدری محمد علی صاحب کی کتاب کی کمپوزنگ مَیں نے کی اور فائنل مسودہ دکھانے کے لئے چوہدری صاحب نے مجھے ان کے پاس بھیج دیا۔ میں نے ان کو دیا اور تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ تو انہوں نے پوچھا کہ کوئی مسئلہ ہے۔ میں نے بڑے ڈرتے ڈرتے کہا میری والدہ کا آپریشن ہے۔ کہتے ہیں مَیں نے اتنی بات ہی کی تھی تو انہوں نے کہا کہ کتنی رقم چاہئے؟ اور اپنی دراز سے خزانے کی چیک بُک نکالی اور میز پر رکھی۔ تو مَیں نے کہا سات ہزار روپیہ چاہئے۔ ضرورت ہے مجھے دے دیں اور جب میرا بل آئے گا تو اس میں سے کاٹ لیں۔ لیکن انہوں نے اپنے ذاتی اکاؤنٹ میں سے مجھے چیک دیا اور فرمایا کہ دعا بھی کروں گا۔ تمہارا یہ مسئلہ نہیں ہے کہ بل آئے، کاٹوں یا نہ کاٹوں۔ تم یہ پیسے لے جاؤ اور اگر اَور بھی ضرورت ہو تو میرے پاس آ جانا اور ڈرنا نہ۔ اسی طرح حافظ صاحب نے بھی لکھا ہے کہ خلافت سے ان کا ایک خاص تعلق تھا جو ہر موقع پر ظاہر ہوتا تھا۔ اور جب ان کو ناظر اعلیٰ بنایا گیا ہے تو انجمن کے اجلاس میں ناظر ان کے سامنے مجلس میں انہوں نے جو پہلی بات کی وہ یہ تھی کہ مجھے تعاون کے لئے کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو آپ سب خدّام سلسلہ بہرحال کریں گے کیونکہ خلیفۃ المسیح نے مجھے مقرر کیا ہے۔ لیکن مجھے آپ کی دعاؤں کی بہت ضرورت ہے کیونکہ بعض وجودوں کے قدموں میں جگہ پانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح جب نظارت دیوان سے یہ بدلے گئے اور ناظر اعلیٰ بنائے گئے تو ان کے ایک کارکن لکھتے ہیں کہ دفتر جانے سے پہلے ہمیں خود دفتر ملنے کے لئے آئے اور پھر کہا کہ آپ سے رخصت لینے آیا ہوں۔ یہ الفاظ سن کر ہمارا دل بہت بھر آیا تو ہم نے کہا کہ میاں صاحب! آپ یہیں رہ جائیں یا ہمیں بھی ساتھ لے جائیں۔ جس پر انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا کہ مَیں کیسے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔ مَیں تو خود خلیفۃ المسیح کے حکم پر جا رہا ہوں۔ اور پھر یہاں سے چند دنوں بعد ہی اپنے رب کے حکم سے اُس کے پاس چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ یہ اس جگہ چلے گئے جہاں ہر ایک نے اپنی باری پر جانا ہے۔ **لیکن خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جو خدا کی رضا کے لئے اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں**۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر قائم رہنے کی اور وہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جس طرح انہوں نے وفا کے ساتھ اپنے وقف کو نبھایا اور اپنے سپرد خدمات کو نبھایا اللہ تعالیٰ باقیوں کو بھی نبھانے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام واقفین زندگی اور عہدیدار ان کو بھی چاہئے کہ اسی طرح کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو آئندہ بھی نیک، صالح، فدائیت اور وفا کے ساتھ

خدمت کرنے والے کارکنان مہیا کرتا رہے۔

دوسرا جنازہ جو آج **مَیں نے پڑھانا ہے وہ مکرمہ دیپانو فرخ ھود صاحبہ کا ہے۔ 26/ جنوری کو 47 سال** کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کی وفات ہائی بلڈ پریشر اور انتڑیوں میں انفیکشن کی وجہ سے ہوئی۔ آپریشن ہوا لیکن ایک ہفتہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے کافی لمبی بیماری دیکھی ہے کیونکہ 15 سال کی عمر میں ان کے دونوں گُردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود جب سے وہ احمدی ہوئی ہیں نماز وقت پر ادا کرتی تھیں اور تہجد کا بھی خیال رکھتی تھیں اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کیا کرتی تھیں حالانکہ یہ عیسائیت سے احمدی ہوئی تھیں۔ 2004ء میں انہوں نے اسلام قبول کیا اور اس کے بعد سے نمازوں میں، تلاوت میں اور تہجد میں باقاعدگی رکھی۔ انہوں نے احمدیت سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ بعد میں پھر احمدی مسلمان بنیں۔ انہیں اس بات کا احساس تھا کہ مسلمانوں کی حالت میں اس وقت کوئی خرابی ہے۔ چنانچہ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرت کے بارے میں پیشگوئیوں کی بناء پر حقیقت کو تلاش کرنا شروع کیا اور اس وجہ سے پھر احمدیت میں شامل ہوئیں۔ یہ کہتی ہیں میں اپنے آپ کو آہستہ آہستہ موت کی طرف جاتا محسوس کر رہی تھی یہاں تک کہ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو یہ تقریباً موت کی آغوش میں تھیں۔ ان کے ڈاکٹر جو غیر مسلم تھے وہ کہتے تھے کہ جب سے یہ اللہ سے ملی ہے ان کا دل نئی سانسیں لے رہا ہے۔ اسلام احمدیت قبول کرنے سے پہلے انہیں ہیپاٹائٹس سی (Hepatitis C) بھی ہو گئی تھی مگر بیعت کرنے کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ نے معجزانہ شفا عطا فرمائی۔ اپنی اس معجزانہ شفا کا یہ اپنی فیملی کے لوگوں سے اکثر ذکر کیا کرتی تھیں۔ دو دفعہ یہ مجھے مل چکی ہیں اور ہمیشہ بڑے اخلاص اور وفا کا اظہار کیا۔ امیر صاحب کہتے ہیں مَیں ان سے چند دن پہلے ملنے گیا تو کھانا تیار کیا ہوا تھا۔ جب میں نے ان سے کہا کہ اس تکلّف کی کیا ضرورت تھی۔ تو انہوں نے کہا آپ پہلی بار میرے گھر آئے ہیں اور خلیفۂ وقت کے نمائندے کی حیثیت سے آئے ہیں۔ ہر وقت ان کے گھر میں ایم ٹی اے لگا رہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی جو خواہشات تھیں کہ ان کی فیملی بھی احمدی مسلمان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ان خواہشات اور دعا کو قبول فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 02 مارچ 2018ء تا 08 مارچ 2018ء جلد 25 شمارہ 09 صفحہ 05 تا 10)

7

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 16 / فروری 2018ء بمطابق 16 / تبلیغ 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ہمیں عبادت کیلئے پیدا کیا گیا ہے:

ایک مومن کو، ایک ایسے شخص کو جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57) یعنی ہم نے جنّ و اِنس کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ **پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادت کے طریق بھی بتائے** جن میں عملی حصہ بھی ہے یعنی ظاہری حرکات و سکنات اور دعاؤں کے الفاظ بھی ہیں جسے ذکر بھی کہہ سکتے ہیں۔ نماز میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ یعنی ظاہری حرکات بھی ہیں اور ذکر بھی ہے۔ دعائیں بھی ہیں۔ لیکن نمازوں کے علاوہ بھی ذکر اور دعائیں اور خدا تعالیٰ کو یاد رکھنا ایک مومن کا کام ہے۔ **قرآن کریم میں ہی اللہ تعالیٰ نے بہت سی دعائیں مختلف انبیاء کے حوالے سے بتائی ہیں** جو ہم نماز میں بھی پڑھ سکتے ہیں اور چلتے پھرتے ذکر کے طور پر بھی پڑھتے ہیں اور پڑھ سکتے ہیں۔ لوگ اپنے خطوں میں لکھتے ہیں کہ ہمیں فلاں مشکل ہے، فلاں پریشانی ہے، کوئی دعا اور ذکر بتائیں جس کا ورد ہم کرتے رہا کریں اور ہماری مشکلات اور **پریشانیاں دُور ہوں۔ عموماً لوگوں کو مَیں یہی لکھتا ہوں کہ نمازوں کی طرف توجہ دیں۔ سجدوں میں دعائیں کریں۔** نماز میں دعائیں کریں۔ اور اپنے خدا تعالیٰ سے مدد مانگیں۔

آخری تین سورتوں کی فضیلت اور اہمیت:

لیکن آج میں ایک ذکر کے بارے میں بھی بتانا چاہتا ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت بھی ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اتری ہوئی دعائیں بھی ہیں اور جس کے مطالب پر غور کر کے پڑھنے سے جہاں انسان اللہ تعالیٰ کی توحید کا ادراک حاصل کرتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں بھی آتا ہے اور ہر قسم کے شرور سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ خود باقاعدگی سے روزانہ رات کو سونے سے پہلے ان آیات اور دعاؤں کو پڑھا کرتے تھے بلکہ صحابہ کو بھی پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے اور بہت ساری جگہوں پر اِن دعاؤں کی ان آیات کی اہمیت بیان فرمائی۔ آپ نے اس کے فوائد بیان فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ذاتی عمل کے بارے میں اس سلسلہ میں روایت آتی ہے۔

روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سوتے وقت آیۃ الکرسی، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق اور سورۃ النّاس یعنی قرآن کریم کی جو آخری تین سورتیں ہیں، یہ اور آیۃ الکرسی تین دفعہ پڑھ کر ہاتھوں پر پھونکتے اور پھر اپنے ہاتھوں کو جسم پر اس طرح پھیرتے کہ سر سے شروع کر کے جہاں تک جسم پر ہاتھ جا سکتا جسم پر پھیرتے۔

پس جس کام کو آپؐ نے باقاعدہ جاری رکھا یا باقاعدگی سے کیا تو یہ آپ کی سنّت بنی اور اس کام کو ہر مسلمان کو کرنا چاہئے اور ہم احمدی جن کی اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت پر عمل کرنے کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید رہنمائی فرمائی ہے ہمیں اس پر عمل کرنے کی خاص کوشش کرنی چاہئے اور خاص طور پر ان حالات میں جن میں سے ہم گزر رہے ہیں دعاؤں اور نمازوں اور اذکار کی طرف خاص طور پر نہ صرف اپنی ذاتی روحانی اور دنیاوی ضروریات کے لئے توجہ دینی چاہئے بلکہ جماعتی فتنوں اور فسادوں اور حاسدوں اور دشمنوں کے **شر سے بچنے کے لئے بھی ایک انتہائی اہم فرض سمجھ کر توجہ دینی چاہئے۔**

اس ذکر اور آیات کی اہمیت بعض اور احادیث سے بھی ملتی ہے جو مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

جہاں تک آیۃ الکرسی کا تعلق ہے اس کے بارے میں دو جمعہ پہلے مَیں بیان کر چکا ہوں۔

آج قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کے بارے میں احادیث کے حوالے سے بات کروں گا۔

کس طرح بار بار اور مختلف رنگ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ان سورتوں کے پڑھنے کے بارے میں تلقین فرمائی ہے۔

ایک روایت میں آخری تینوں قُل پڑھ کر جسم پر پھونکنے کے بارے میں حضرت عائشہؓ اس طرح بیان فرماتی ہیں۔ فرمایا کہ ہر رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے تو اپنی ہتھیلیوں کو جوڑتے اور پھر ان پر پھونکتے اور ان میں یہ پڑھتے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ وقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ یعنی یہ تینوں سورتیں پڑھتے اور پھر جہاں تک ممکن ہوتا دونوں ہاتھوں کو جسم پر پھیرتے۔ آپ اپنے سر اور چہرے سے دونوں ہاتھ پھیرنا شروع کرتے اور پھر جو جسم کا حصہ آتا جہاں تک آپ کا ہاتھ جا سکتا تھا آپ تین بار ایسا کرتے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب فضل المعوذات..... 5017)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اہتمام اس باقاعدگی سے فرماتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری میں خود یہ دعائیں پڑھتیں اور آپ کے ہاتھوں پر پھونک کر آپ کے ہاتھ ہی آپ کے جسم پر پھیرتیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو معوّذات پڑھ کر اپنے اوپر پھونکتے۔ کہتی ہیں جب آپ کی بیماری سخت ہو گئی تو مَیں یہ سورتیں آپ پر پڑھتی اور آپ کے ہاتھ ان کی برکت کی امید سے آپ پر پھیرتی۔ (صحیح بخاری۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب فضل المعوذات..... 5016)

پس یہ خیال حضرت عائشہ کو آنا یقیناً اس وجہ سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بہت باقاعدہ تھے اور اس کی برکت کی اہمیت حضرت عائشہ پر خوب کھول کر واضح فرمائی تھی۔

پھر صحابہ کو ان سورتوں کی برکات اور اہمیت کا کس طرح احساس دلایا۔ اس بارے میں حضرت عقبہ

بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا اے عقبہ بن عامر۔ کیا مَیں تمہیں تورات اور انجیل اور زبور اور فرقان عظیم میں جو سورتیں اتاری گئی ہیں ان میں سے تین بہترین سورتوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ مَیں نے عرض کی۔ کیوں نہیں۔ اللہ مجھے آپ پر فدا کرے۔ پھر آپ نے مجھے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر سنائیں۔ پھر فرمایا اے عقبہ! تم انہیں مت بھولنا اور کوئی رات ایسی نہ گزارنا جب تک تُو انہیں پڑھ نہ لے۔ عقبی کہتے ہیں کہ جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تُو انہیں نہ بھولنا۔ تو اس وقت سے میں انہیں نہیں بھولا اور میں نے کوئی رات ایسی نہیں گزاری جب تک میں نے انہیں پڑھ نہ لیا ہو۔

(مسند احمد بن حنبلؒ مسند عقبه بن عامرؓ جلد 5۔ صفحہ 895-896 مطبوعہ بیروت۔ ایڈیشن 1998ء۔ حدیث نمبر 17467)

پس آپ کا یہ فرمانا کہ تم انہیں مت بھولنا اور کوئی رات ایسی نہ گزارنا کہ جب تک انہیں پڑھ نہ لو، صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی کس باقاعدگی کے ساتھ اس کو پڑھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں پر، احکامات پر، دعاؤں پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور تبھی آپ دوسروں کو فرمایا کرتے تھے۔

پھر سورۃ اخلاص کی اہمیت کے بارے میں یعنی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ جو سورت شروع ہوتی ہے اس کے بارے میں ایک حدیث میں اس طرح ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک آدمی کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے ہوئے سنا جو اس کو بار بار پڑھ رہا تھا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری بات بیان کی اور گویا کہ وہ اِس شخص کو کم یا چھوٹا سمجھ رہا تھا اس لئے شکایت کے رنگ میں بیان کیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ قرآن کے تیسرے حصہ کے برابر ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ.... 5013)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ضمن میں ایک جگہ تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ ایک رات میں ایک تہائی قرآن مجید پڑھے۔ یہ بات صحابہ پر بڑی گراں گزری۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے کہ ایک تہائی قرآن کریم رات میں پڑھ لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ الواحد الصمد۔ یعنی سورۃ اخلاص ایک تہائی قرآن ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ.... 5015)

سورۃ اخلاص کے قرآن کریم کے تیسرے حصہ کے حوالے سے صحیح مسلم نے ایک روایت اس طرح لکھی ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جمع ہو جاؤ مَیں تمہیں قرآن کا تیسرا حصہ پڑھ کر سناؤں گا۔ ساروں کو اکٹھا کیا، جمع کیا کہ مسجد میں آ جاؤ۔ پس لوگ اکٹھے ہو گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تلاوت فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آسمان سے کوئی خبر یعنی وحی آئی ہے جس کی وجہ سے آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور اندر چلے گئے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا

مَیں نے تم سے کہا تھا کہ مَیں تم پر قرآن کا تیسرا حصہ پڑھوں گا۔ غور سے سنو یہ سورۃ اخلاص قرآن کے تیسرے حصہ کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرھا۔ باب فضل قراءۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ..... 1888)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تیسرا حصہ کیوں کہا؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو توحید کو ثابت کرنے اور اس کے قیام کے لئے نازل فرمایا۔ پس اس سورۃ میں بڑے واضح الفاظ میں اور جامع انداز میں توحید کو بیان کیا گیا ہے۔ پس اس کے الفاظ پر غور کرنے اور عمل کرنے سے انسان حقیقی توحید پر عمل کر سکتا ہے اور پھر قرآن کریم کو خدائے واحد کا کلام سمجھ کر جب بھی عمل کی کوششیں کرے گا تو گویا حقیقی توحید کو سمجھنے والا اور اس پر قائم ہونے والا ہو گیا اور پھر قرآن کریم کی تعلیم پر مکمل طور پر عمل کرنے کی توفیق بھی ملے گی۔ تو انسان کو صرف اتنا ہی نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ مَیں نے سورۃ اخلاص پڑھ لی تو تین حصہ قرآن کریم پڑھ لیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اس کو پڑھو اور پھر توحید پر قائم ہو اور اس پر عمل کرو۔

اسی طرح بعض روایات میں بعض اور آیات بھی ہیں جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک حصہ ہے۔ یہ ایک چوتھائی حصہ ہے۔ تو اگر اسی کو لیا جائے تو گویا ان چند آیتوں کو پڑھ کر لوگ کہیں گے کہ قرآن کریم مکمل ہو گیا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے مراد یہ ہے کہ یہ ایسی باتیں ہیں جن پر تم لوگ عمل کرو اور پھر قرآن کریم پر غور کرو، توحید کے قیام کی کوشش کرو تو تبھی تم قرآن کریم کو پڑھنے والے ہو گے۔ اور قرآن کریم کیا ہے؟ قرآن کریم کی تعلیم توحید کے قیام کے لئے ہی ہے جس کے لئے ہر انسان کو کوشش بھی کرنی چاہئے اور دعا بھی کرنی چاہئے۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت ہے۔ آپ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک سریّہ کا امیر بنا کر بھیجا۔ جنگ کے لئے روانہ کیا۔ جو اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تھا اور قراءت کا اختتام قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پر کیا کرتا تھا۔ جب صحابہ واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس سے پوچھو کہ وہ کیوں ایسا کرتا ہے؟ صحابہ نے جب اس سے پوچھا تو اس نے کہا اس لئے کہ یہ رحمان خدا کی صفت ہے۔ اس وجہ سے مَیں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اسے خبر دے دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرھا۔ باب فضل قراءۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ..... 1890)

پھر اسی بارے میں بخاری میں حضرت انسؓ کے حوالے سے ایک حدیث ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی مسجد قبا میں ان کی امامت کرایا کرتا تھا۔ وہ جب ان سورتوں میں سے جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں کوئی سورۃ شروع کرتا تو پہلے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ یعنی سورۃ اخلاص پڑھتا۔ جب اسے پڑھ لیتا تو پھر اس کے ساتھ کوئی اور سورت پڑھتا اور ہر رکعت میں ایسا ہی کرتا۔ اس کے ساتھیوں نے اس بارے میں اس سے بات کی اور کہا کہ تم سورۃ اخلاص سے شروع کرتے ہو اور پھر نہیں سمجھتے یہ سورۃ تمہیں کافی ہو گئی بلکہ ایک اور سورت بھی اس کے ساتھ پڑھتے ہو۔ یا تو تم اسی کو پڑھا کرو یا اس کو چھوڑ دو اور کوئی دوسری سورت پڑھو۔ اس نے کہا کہ مَیں تو اسے ہرگز

نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تم پسند کرتے ہو کہ مَیں اسی طرح تمہاری امامت کراؤں تو مَیں تمہارا امام رہوں گا۔ اور اگر تمہیں یہ پسند نہیں ہے تو مَیں تمہیں چھوڑ دوں گا یعنی کہ امامت چھوڑ دوں گا۔ سورت کو نہیں چھوڑوں گا۔

وہ لوگ اس کو اپنے میں سب سے زیادہ بہتر سمجھتے تھے۔ انہوں نے پسند نہ کیا کہ اس کے سوا کوئی اور ان کا امام ہو۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے آپؐ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا اے فلاں جو بات تمہارے ساتھی تم سے کہتے ہیں تمہیں اس فعل سے کون سی بات روکتی ہے۔ "یعنی کہ سورۃ اخلاص نہ پڑھو یا وہی پڑھو اور دوسری سورتیں نہ پڑھو۔ تو اکٹھی پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟" اور کیا وجہ ہے کہ تم نے یہ سورۃ ہر رکعت میں لازم کر لی ہے؟ اس نے کہا یہ سورت مجھے بہت پیاری ہے۔ **آپ نے فرمایا اس کی محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا۔**

(صحیح البخاری ۔ کتاب الاذان ۔ باب الجمع بین السورتین فی الرکعۃ.....774)

پھر حضرت اُبَیّ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اپنے رب کا شجرہ نسب ہمیں بتائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ نازل فرمائی۔ پس صمد وہ ہے جو نہ کسی کا باپ ہے۔ نہ اس کا کوئی باپ ہے۔ کیونکہ کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو پیدا ہوئی مگر اس نے ضرور مرنا ہے۔ اور کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس نے مرنا ہے مگر اس کا ضرور کوئی نہ کوئی وارث ہو گا۔ جبکہ اللہ عزّ وجلّ نہ تو وفات پائے گا۔ نہ ہی اس کا کوئی وارث ہو گا۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ کہا کہ اس کے مشابہ کوئی اور نہیں۔ اور نہ ہی کوئی اس جیسا، اور نہ ہی اس کی مانند کوئی اَور چیز ہے۔

(سنن الترمذی ۔ابواب تفسیرالقرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ باب وَمِنْ سورۃِ الاخلاص.....3364)

پھر اس بارے میں ایک جگہ حضرت ابوہریرہؓ سے یوں روایت ملتی ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ یعنی کسی بھی چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ "یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی سوال ہوتے تھے۔ آج بھی یہ سوال بڑے اٹھائے جاتے ہیں۔" آپ نے فرمایا پس جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہو یہاں تک کہ تم یہ سورت ختم کر لو۔ "یعنی سورۃ اخلاص پوری پڑھو۔ اس کے معنی پہ غور کرو تو تمہیں پتا لگ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کو پیدا کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔" فرمایا کہ پھر اس کو چاہئے کہ وہ شیطان سے پناہ طلب کرے تو وہ اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(الابانۃالکبریٰ لابنِ بطہ باب ترک السؤال عمّا لَایُغْنِیْ وَالْبحثِ والتنقیرجزء:1صفحہ:413حدیث نمبر327)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ پڑھتے ہوئے سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی۔ مَیں نے پوچھا کیا چیز واجب ہو گئی؟ آپؐ نے فرمایا **جس اخلاص سے یہ پڑھ رہا ہے اس پر جنت واجب ہو گئی۔**

(سنن الترمذی۔ابواب تفسیرالقرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ باب وَمِنْ سورۃِ الاخلاص..... 2897)

پھر حضرت سہیلؓ بن سعد سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنی

غربت کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو اگر کوئی گھر میں ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کہا کرو۔ اور اگر کوئی نہ ہو تو پھر بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کہہ دیا کرو۔ اپنے اوپر ہی سلامتی بھیجا کرو۔ والسلام تمہیں مل جائے گا اور ایک دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرو۔ تو اس آدمی نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا رزق عطا کیا کہ اس کے ہمسائے بھی اس سے فیضیاب ہونے لگے۔

(روح البیان لاسماعیل حقی بن مصطفیٰ زیر آیت سورۃ الاخلاص جلد 10 صفحہ 558۔ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ 2003ء)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس برکت سے اسے اتنا رزق عطا فرمایا کہ وہ ایک وقت ایسا تھا کہ خود اس کو ہاتھ تنگ تھا۔ فاقے ہوتے تھے۔ اب اتنی کشائش پیدا ہوئی کہ وہ اپنے ہمسایوں کی بھی مدد کیا کرتا تھا۔

پس جب انسان توحید کا سبق سیکھ لے اور اس پر عمل کرے اور خدا تعالیٰ کو تمام قدرتوں اور طاقتوں کا مالک سمجھے تو پھر اللہ تعالیٰ بے انتہا نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور جگہوں پر بھی فرماتا ہے کہ وہ متقی کو ایسی ایسی جگہوں سے **رزق دیتا ہے کہ جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔**

حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے یہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پسند ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا اس سورت سے پیار تجھے جنت میں داخل کر دے گا۔

(مسند احمد بن حنبلؒ۔ مسند المکثرین من الصحابۃ۔ مُسند اَنس بن مالك۔ جلد:4 حدیث 12459)

پھر حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہر روز پچاس مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی اسے قیامت کے دن اس کی قبر سے پکارا جائے گا کہ کھڑا ہو جا اور جنت میں داخل ہو جا۔

(المعجم الاوسط۔ باب الیاء۔ من اسمہٗ یعقوب۔ جزء:6۔ حدیث 9446 صفحہ: 472-473 دار الفکر عمان 1999)

ابن دیلمی سے روایت ہے جو کہ نجاشی کی بہن کے بیٹے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بھی کرتے رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز میں یا اس کے علاوہ سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ سے نجات فرض کر دی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی۔ جلد 18 صفحہ 331۔ باب الفاء فیروز الدیلمی حدیث 852۔ المکتبۃ الشاملۃ)

پس یہ اہمیت ہے سورۃ اخلاص کی۔ اور جب ہم رات کو یہ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں یہ پڑھنی چاہئے۔ جب ہم کہیں کہ خدا تعالیٰ اَحَد ہے تو ساتھ ہی اس کے صمد ہونے کا مقام بھی اور مرتبہ بھی ہمارے سامنے آنا چاہئے۔ صمد وہ چیز ہے جو کسی کی محتاج نہیں ہے اور کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ کبھی ہلاک ہونے والی نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

صمد کے معنی ہیں کہ "بجز اس کے تمام چیزیں ممکن الوجود اور هَالِكُ الذات ہیں۔"

(براہین احمدیہ صفحہ:518 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3۔ حاشیہ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد نمبر 4 صفحہ 756)

یعنی جو پیدا ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں اور ختم ہونے والی ہیں انہیں فنا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے جو صمد ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ صمد کا مطلب بے نیاز ہے۔ بے نیازی اس کی یہ ہے کہ نہ وہ ہلاک ہونے والا ہے، ختم ہونے والا ہے اور نہ اس جیسی کوئی چیز پیدا ہو سکتی ہے۔ پس یہ ہمارا خدا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

اور آپ فرماتے ہیں کہ "خدا اپنی ذات اور صفات اور جلال میں ایک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ سب اس کے حاجت مند ہیں۔ ذرّہ ذرّہ سی سے زندگی پاتا ہے۔ وہ کُل چیزوں کے لئے مبدءِ فیض ہے۔ "یعنی دنیا کو فائدہ پہنچانے والی اور فیض دینے والی اسی کی ذات ہے۔ اسی سے ہر فیض کے چشمے پھوٹتے ہیں "اور آپ کسی سے فیضیاب نہیں۔ "یعنی اس کو کوئی فیض پہنچانے والا نہیں ہے۔ وہی ہے جو دنیا کو فیض پہنچا رہا ہے۔ "وہ نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کسی کا باپ۔ اور کیونکر ہو کہ اس کا کوئی ہم ذات نہیں۔ قرآن نے بار بار خدا کا کمال پیش کر کے اور اس کی عظمتیں دکھلا کے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ایسا خدا دلوں کا مرغوب ہے۔ نہ کہ مردہ اور کمزور اور کم رحم اور کم قدرت۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 417۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد نمبر 4 صفحہ 757)

سورۃ اخلاص، سورۃ فلق اور سورۃ النّاس کے نازل ہونے کے بارے میں حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات ایسی آیات اتری ہیں کہ ان جیسی پہلے کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ اور وہ یہ ہیں یعنی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔

(صحیح مسلم۔ کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرھا۔ باب فضل قراءۃ المعوّذتین..... 1891)

پھر احادیث میں تینوں قُل پڑھنے کی اہمیت کے بارے میں روایت آتی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک جنگی سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی مہار پکڑ کر آگے آگے چل رہا تھا کہ آپ نے فرمایا اے عقبہ! پڑھ۔ مَیں نے آپ کی طرف کان لگایا تا کہ آپ جو فرمائیں وہ میں سن کر پڑھوں۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا اے عقبہ! پڑھ۔ مَیں پھر متوجہ ہوا کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیا پڑھوں مَیں؟ آپ نے تیسری مرتبہ پھر یہی فرمایا تو میں نے عرض کیا۔ کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ پھر آپ نے آخر تک سورۃ پڑھی۔ پھر آپ نے سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ آخر تک پڑھی۔ میں بھی آپ کے ساتھ پڑھتا رہا۔ پھر آپ نے سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ آخر تک پڑھی۔ مَیں بھی آپ کے ساتھ پڑھتا رہا۔ پھر آپ نے فرمایا کسی شخص نے ان جیسی سورتوں یا کلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل نہیں کی۔" (سنن النسائی کتاب الاستعاذۃ حدیث 5432)

یعنی یہ ایسا کلام اور ایسی دعا ہے کہ جس سے انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتا ہے اور کبھی ضائع نہیں ہوتا اور تمام شرور سے بچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا اس سے بہتر اَور کوئی ذریعہ ہی نہیں۔ اور احادیث میں ایسی روایت ملتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس سے بہتر اللہ تعالیٰ کی اور کوئی پناہ نہیں۔

پھر سورۃ فلق اور النّاس کے بارے میں حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ مَیں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام پکڑے چل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اے عقبہ! کیا مَیں تجھے ایسی دو سورتیں نہ سکھاؤں جن کی قراءت انتہائی بہتر اور نفع بخش ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ تو آپ نے فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ اور جب آپ نے صبح کی نماز کے لئے پڑاؤ کیا تو آپ نے انہی کی قراءت کی۔ یہی تلاوت کی۔ پھر جب آپ نے نماز ادا کر لی تو میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے عقبہ! تو کیسے دیکھتا ہے؟ (شاید اس لحاظ سے بھی انہوں نے کہا ہو کہ بڑی چھوٹی سورتیں آپ نے پڑھی ہیں۔

فرمایا ان میں تو سب کچھ ہے۔) (سنن ابوداؤد۔ ابواب الوتر۔ باب فی المعوّذتین۔ حدیث 1462)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنّات کی نظر سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ جب معوّذتین نازل ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار کر لیا اور باقی سب ترک کر دیا۔ (سنن ابن ماجہ۔ کتاب الطب۔ باب من استرقی من العین حدیث 3511)

اس معاملے میں جو بھی دعائیں پہلے تھیں ان کو ختم کر دیا اور پھر یہی پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابنِ عابسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابنِ عابس! کیا مَیں پناہ لینے کے بارہ میں تجھے تعوّذ کے سب سے افضل کلمات کے بارے میں نہ بتاؤں؟۔ بہترین پناہ کس طرح کی ہے جن سے پناہ مانگنے والا پناہ مانگا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا وہ سورتیں ہیں سورۃ فلق اور سورۃ ناس۔

(مسند احمد بن حنبلؒ۔ جلد 5 صفحہ 322۔ مسند المکّیین۔ حدیث ابن عابس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث 15527)

پھر آخری دو سورتوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ایک صحابی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔ چونکہ سواری کے جانور کم تھے اس لئے لوگ باری باری سوار ہوتے تھے۔ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے اترنے کی باری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے میرے قریب آئے اور میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھو۔ میں نے یہ کلمہ پڑھ لیا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورۃ مکمل پڑھی اور میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسے پڑھ لیا۔ پھر اسی طرح اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھنے کے لئے فرمایا اور پوری سورۃ پڑھی جسے مَیں نے بھی پڑھ لیا۔ پھر آپ نے فرمایا جب نماز پڑھا کرو تو یہ دونوں سورتیں نماز میں پڑھ لیا کرو۔

(مسند احمد بن حنبلؒ۔ جلد 6 صفحہ 918۔ اوّل مسند البصریین۔ حدیث رجلٍ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث 21025)

عقبہ بن عامر جہنی سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب فجر طلوع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی اور اقامت کہی۔ پھر مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کیا۔ پھر آپ نے معوّذتین کے ساتھ قراءت کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تُو نے کیسا دیکھا؟ (وہ پہلے والی روایت سے ملتا ہے۔) میں نے عرض کی کہ تحقیق مَیں نے دیکھ لیا یا رسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی تُو سوئے اور جب بھی اٹھے تُو یہ دونوں سورتیں پڑھا کر۔

(المصنف فی الاحادیث والآثار از ابوبکر بن ابی شیبۃ جلد 1۔ صفحہ 403۔ کتاب الصلوات من کان یخفّفُ القراءۃ فی السفر۔ حدیث 3688)

ایک اہم قرآنی دعا:

پس یہ اہمیت ہے ان سورتوں کی اور اس زمانے میں ذاتی طور پر ہماری روحانی ترقی اور شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے اور جماعتی طور پر اسلام کے خلاف جو سازشیں ہو رہی ہیں ان سے بچنے کے لئے ان کے پڑھنے کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ آجکل اسلام کے خلاف ایک طرف اسلام مخالف طاقتوں کی بڑی ہوشیاری سے کوششیں جاری ہیں تو دوسری طرف نام نہاد مسلمان علماء اور مسلمان لیڈروں نے ایک ایسی صورتحال پیدا کر دی ہے جہاں فتنہ و فساد پیدا

ہو چکا ہے۔ مسلمان علماء مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف عامّۃ المسلمین کو بھڑکا کر شیطانی قوتوں کو بھی اور موقع دے رہے ہیں کہ ان کے ہاتھ مضبوط ہوں۔ اسی طرح دہریت ہے تو وہ بھی آجکل اپنے زوروں پر ہے۔ سورۃ فلق کے حوالے سے اس بات کو بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ وضاحت فرماتے ہیں کہ

"تم جو..... مسیح موعود کے دشمنوں کا نشانہ بنو گے یوں دعا مانگا کرو کہ مَیں تمام مخلوق کے شر سے جو اندرونی اور بیرونی دشمن ہیں اس خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو صبح کا مالک ہے۔ یعنی روشنی کا ظاہر کرنا اس کے اختیار میں ہے۔" یہ روشنی روحانی روشنی ہے جو مسیح موعود کے آنے سے ظاہر ہوئی ہے "اور مَیں اس اندھیری رات کے شر سے جو..... انکار مسیح موعود کے فتنے کی رات ہے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔" (تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 221-220)

ان میں ایک تو اسلام دشمن لوگ ہیں جو اسلام کی تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں اور دوسرے علماء اسلام ہیں جو اپنی غلطی کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور مسیح موعود کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے میں مصروف ہیں۔ جن میں پاکستان کے علماء ہم دیکھتے ہیں کہ سرِ فہرست ہیں۔

پس ایسے حالات میں پاکستان میں تو احمدیوں کو خاص طور پر اس سنت کو جاری کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ سورۃ فلق میں جو شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ کہا گیا ہے اس میں اندھیری رات کے شر کے فتنہ سے بچنے کی دعا ہے۔ غَاسِق کہتے ہیں رات کو اور وَقَب کا مطلب ہے اندھیرے اور ظلمت کا چھا جانا اور یہ اندھیری رات کا فتنہ مسیح موعود کے انکار کے فتنہ کی شب تار ہے جس سے پناہ مانگی گئی ہے۔

افسوس ہے مسلمانوں کی حالت پر کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دعا سکھائی اور روشنی کے بعد اندھیرے اور ظلمات کے فتنہ سے بچنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دعاؤں کو بلاناغہ روزانہ پڑھا کرو تا کہ توحید پر بھی قائم رہو اور اندھیروں اور ظلمات کے فتنوں سے بھی بچو۔ لیکن مسلمانوں نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ مسلمان تو اکثر ان فتنوں میں ڈوب رہے ہیں اور اسی وجہ سے آج دنیا میں غیر مسلموں کو مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ بہر حال مسلمانوں کی یہ حالت ہمیں توجہ دلاتی ہے کہ ان سورتوں پر غور کر کے پڑھیں تا کہ ان اندھیروں سے ہم بچ سکیں۔ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہیں۔ جو نَفّٰثٰت کے شرّ ہیں، جو گرہیں ہیں ان سے بھی ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہیں۔

یعنی ان لوگوں سے جو اسلام اور احمدیت کے خلاف بڑے طریقے سے لوگوں کے دلوں میں بغض و کینہ پیدا کر رہے ہیں۔ اور اس میں جیسا کہ مَیں نے کہا غیر مسلم اور نام نہاد علماء دونوں شامل ہیں۔ ایک تو دین کے خلاف ہونے کی وجہ سے اپنی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ غیر مسلم اسلام کے خلاف ہونے کی وجہ سے کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اور دوسرے دین کے نام پر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کے خلاف لوگوں کو بھڑکا کر یہ کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اور دونوں ہی اس زمرہ میں شامل ہیں جن کے بارے میں فرمایا کہ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ۔

پھر سورۃ النّاس میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور مالکیت اور حقیقی معبود ہونے کا بیان ہے۔ یہ بیان کر کے اس کی پناہ میں آنے اور شیطان کے وسوسے سے بچنے کی دعا کی ہے۔ آجکل دہریت اور دنیا کا بھی بڑا زور ہے اور

دنیاداری نے اس قدر معاشرے میں عمومی طور پر اپنے پنجے گاڑ دیئے ہیں کہ بعض نوجوان اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ پس یہ دعائیں جب ہم اپنے پر پھونکیں تو ساتھ ہی اپنے بچوں پر بھی پھونکیں تا کہ ہر قسم کے شرور سے ہماری نسلیں بھی محفوظ رہیں اور دین پر قائم رہنے والی اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو سمجھنے والی ہوں۔

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک ان سورتوں کے مضمون کو سمجھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر عمل کرنے والا ہو۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا مضمون ہم پر واضح ہو۔ اس کے علاوہ کسی اور کے آگے ہم جھکنے والے نہ ہوں۔ اسی کو سب طاقتوں کا سرچشمہ سمجھیں۔ نہ صرف دل میں بلکہ ہر عمل سے اسے ثابت کریں کہ اللہ تعالیٰ ہی سب طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ ہر روشنی کا منبع ہے۔ اور ہر فیض کا دینے والا ہے۔ مخلوق کے شر سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں بجائے اس کے کہ مخلوق سے امید رکھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر ہم نے جس روشنی کو حاصل کر لیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی نور کا پرتَو ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر ہمیشہ قائم رکھے اور کبھی ہم اندھیروں اور ظلمات میں بھٹکنے والے نہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعاموں میں سے جو خلافت کا انعام ہمیں ملا ہے اس سے ہم ہمیشہ وابستہ رہیں۔ ہر نقصان پہنچانے والے کے شر سے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے چاہے وہ دینی شر ہے یا دنیاوی شر ہے۔ ہر حاسد کے حسد سے اور اس کے نقصانات سے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

ہمیشہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا ربّ اور اپنا پالنے والا سمجھ کر ہم اس کی پناہ میں رہیں۔ سب بادشاہوں سے افضل خدا تعالیٰ کو سمجھیں اور اس کی مالکیت پر کامل یقین رکھنے والے ہوں۔ اس معبود حقیقی کی عبادت کے بھی حق ادا کرتے ہوئے ہر دم اس کی پناہ میں آنے کی کوشش کریں۔ وسوسے پیدا کرنے والوں کے شر سے بچیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئیں۔ اپنے دلوں کو بھی ہر وسوسے سے پاک رکھنے کی کوشش رکھیں اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہم باقاعدگی سے سونے سے پہلے یہ آیات پڑھ کر، ان دعاؤں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنے پر پھونکنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09 مارچ 2018ء تا 15 مارچ 2018ء جلد 25 شمارہ 10 صفحہ 05 تا 08)

8

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23/ فروری 2018ء بمطابق 23/ تبلیغ 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یوم مصلح موعودؓ کی اہمیت:

آجکل ان دنوں میں جہاں جہاں بھی جماعتیں قائم ہیں پیشگوئی مصلح موعود کی مناسبت سے یوم مصلح موعود کے جلسے منعقد کئے جارہے ہیں۔ 20/ فروری کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر ایک بیٹے کی پیدائش کی خبر دی تھی جس کی مختلف خصوصیات بیان کی گئی تھیں۔ اس بارے میں اشتہار شائع فرمایا تھا۔ یہ اشتہار 20/ فروری 1886ء کو شائع ہوا۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا اس مناسبت سے جہاں ممکن ہے وہاں 20/ فروری کو یوم مصلح موعود منایا جاتا ہے اور جہاں اس تاریخ کو سہولت میسر نہ ہو وہاں تاریخیں آگے پیچھے کرلی جاتی ہیں۔

یوم مصلح موعود کا منایا جانا اور اس کے حوالے سے جلسے منعقد کرنا اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم پیشگوئی کے پورا ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پیدائش کی وجہ سے۔ یہ وضاحت مَیں نے اس لئے کی ہے کہ بعض لوگ اور یہاں کی نئی نسل، نوجوان یا کم علم یہ سوال کرتے ہیں کہ **یوم مصلح موعود جب مناتے ہیں تو پھر باقی خلفاء کے یوم پیدائش کیوں نہیں مناتے۔ ایک تو یہ بات واضح ہو کہ یہ دن حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش کا دن نہیں ہے۔** آپ کی پیدائش تو 1889ء میں 12/ جنوری کو ہوئی تھی۔

پس اس وضاحت کے بعد آج مَیں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے بات کروں گا۔ سب سے پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں اس پیشگوئی کے الفاظ پیش کروں گا اور پھر یہ بھی کہ آپ کی تحریروں سے یہ بات بھی ثابت ہے اور آپ کا یہ خیال تھا کہ **اس پیشگوئی کے مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی تھے۔** اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا بھی یہی خیال تھا۔ بعض دوسرے بزرگان کا بھی یہ خیال تھا کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہی ہیں۔ اسی طرح جیسا کہ مَیں نے کہا اس کی مختلف خصوصیات تھیں، علامتیں تھیں اور یہ علامتیں جس طرح پوری ہوئیں اور اپنوں اور غیروں نے جس طرح ذکر کیا اور انہوں نے محسوس کیا اس کی بعض مثالیں مَیں پیش کروں گا۔

پیشگوئی کے الفاظ:

سب سے پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اس پیشگوئی کے الفاظ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے آج 20/ فروری 1886ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاول ہے برعایت ایجاز و اختصار کلمات الہامیہ نمونہ کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصّل رسالہ میں درج ہو گی۔" یعنی بعد میں۔ "انشاء اللہ تعالیٰ۔" فرمایا کہ "پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اِعلامہٖ عزّوجلّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ و عزّ اسمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔" یعنی اللہ تعالیٰ قادر ہے "اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریّت و نسل ہو گا۔" یعنی آپ کی جسمانی اولاد ہو گی۔ اور آپ کی نہ صرف جسمانی اولاد ہو گی بلکہ آپ ہی کی اولاد ہو گی فرمایا کہ "خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیّوری نے اسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔..... دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند۔ گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعَلَا۔ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اَسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔

وَ کَانَ اَمْرًا مَقْضِیًّا۔" (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

تو یہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے وہ الفاظ تھے۔ پھر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بارے میں اس پیشگوئی کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں کہ

"ایسا ہی جب میرا پہلا لڑکا فوت ہو گیا تو نادان مولویوں اور ان کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی اور بار بار ان کو کہا گیا کہ 20/ فروری 1886ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔ پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خورد سالی میں فوت ہو جاتا۔ تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔ تب خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ **دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔**" آپ فرماتے ہیں "وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر 1888ء ہے۔" اب یہ اعلان آپ ستمبر 1888ء میں فرما رہے ہیں کہ اگرچہ وہ اب تک جو یکم ستمبر 1888ء ہے "پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہو گا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔" فرمایا کہ "یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔" (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 373-374)

پہلے جو مَیں نے بتایا تھا وہ پہلے کی ایک تحریر ہے۔ پھر بعد میں آگے "حقیقۃ الوحی" میں آپ نے جو لکھا ہے وہ مَیں نے بیان کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بارے میں اَور بھی حوالے ہیں۔ لیکن مزید حوالوں کی بجائے **اب مَیں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا آپ کے مقام کے بارے میں کیا خیال تھا،** اس بارے میں ایک روایت پیش کرتا ہوں۔

پیر منظور محمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں۔ "حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات سے چھ ماہ قبل حضرت پیر منظور محمدؓ صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آج حضرت اقدس علیہ السلام کے اشتہارات پڑھ کر پتا مل گیا کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں۔ "یعنی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد۔" اس پر حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا۔ ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔ پیر صاحب موصوف نے یہی الفاظ لکھ کر تصدیق کے لئے پیش کئے تو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے ان پر تحریر فرمایا۔ "یہ لفظ مَیں نے برادرم پیر منظور محمد سے کہے ہیں۔" اور پھر دستخط فرمائے۔ "نور الدین 10/ ستمبر 1913ء۔"

آپ فرماتے ہیں 11/ ستمبر 1913ء کی شام کے بعد (اوپر والے واقعہ کے اگلے روز جو بیان کیا گیا ہے) حضرت خلیفۃ المسیح گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے مَیں پاؤں سہلانے لگ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بغیر کسی گفتگو اور تذکرے کے خود بخود فرمایا۔ "یعنی حضرت خلیفہ اول نے کہ "ابھی یہ مضمون شائع نہ کرنا۔ "یعنی یہ بات کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ "جب مخالفت ہو اس وقت شائع کرنا۔"

(پسر موعود صفحہ 28-27 بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نمبر۔ جون، جولائی 2008ء صفحہ 75-76)

ایک بزرگ مکرم غلام حسین صاحب نمبر دار محلہ اراضی یعقوب شہر سیالکوٹ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو آپ کے مصلح موعود ہونے کے اعلان کے بعد لکھا کہ: "میرے پیارے پیشوا، ہادی ورہنما حضرت خلیفۃ المسیح الثانی و مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز.....۔ اخبار الفضل 30/ جنوری پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ الحمد للہ کہ میری رؤیا کو بھی خدا تعالیٰ نے سچا کر دکھایا ہے۔" لکھتے ہیں کہ "حضور کو معلوم ہو گا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی زندگی میں خاکسار نے دفتر "الفضل" میں بموجودگی شادی خان صاحب مرحوم سیالکوٹی حضور کو مبارکباد دی تھی کہ **اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رؤیا میں دکھلایا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے بعد آپ خلیفہ ہوں گے اور کامیاب ہوں گے اور آپ پر وحی بھی نازل ہو گی۔** یہ رؤیا میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو بھی سنایا تھا اور حضور نے بہت ہی خوش ہو کر تصدیق کی تھی اور فرمایا تھا کہ اسی لئے اس کی سخت مخالفت شروع ہو گئی ہے۔ سید حامد شاہ صاحب مرحوم کو بھی یہ رؤیا سنایا تھا۔ الحمد للہ کہ حضور نے خود بھی مصلح موعودؓ ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔" کیونکہ حضرت مصلح موعودؓ نے یہ اعلان 1944ء میں کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ "ورنہ مجھ کو تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی زندگی میں ہی آپ کے خلیفۃ اللہ اور مصلح موعود ہونے کا حق الیقین ہو گیا تھا۔" (الفضل قادیان جلد 32 نمبر 44 مورخہ 20 فروری 1944ء صفحہ 19)

اسی طرح ایک اور بزرگ مکرم صوفی مطیع الرحمن صاحب بنگالی، حضرت مصلح موعود کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔ (مصلح موعود کا جو اعلان ہوا تھا اس کے بعد یہ انہوں نے لکھا تھا) کہ "مَیں اپنا ایک خواب بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ رؤیا میں نے تیس یا چوبیس سال پہلے دیکھا تھا۔ ایک دفعہ پہلے بھی حضور پُر نور کی خدمت میں لکھ چکا ہوں۔ اب حضور اقدس کے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کرنے پر مجھے اس بات پر یقین ہو گیا کہ یہ رؤیا اس پیشگوئی کے متعلق ہے۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ عید کا جلسہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک نہایت ہی بلند مقام پر کھڑے ہو کر سبز چوغہ زیب تن کئے خطبہ فرما رہے ہیں۔ خطبہ ختم ہونے پر جب میں مصافحہ کے لئے بڑھا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں بلکہ حضور انور ہیں۔" یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ہیں۔ "یہ خواب مَیں نے اپنے مکرم کپتان ڈاکٹر بدرالدین صاحب اور اپنے بھائی جناب مولوی ظلّ الرحمن صاحب مبلغ بنگال کی خدمت میں بیان کیا۔ مولوی ظلّ الرحمن صاحب نے بتایا کہ تم کو حضرت امیر المؤمنین کے متعلق پیشگوئی کہ "حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا" دکھائی گئی۔" (الفضل قادیان جلد 32 نمبر 199 مورخہ 25 اگست 1944ء صفحہ 2)

(پیشگوئی کے الفاظ یہ بھی ہیں کہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔) اسی طرح حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی کا بیان ہے کہ "ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود ہی ہیں۔ اور ہم نے آپ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ مَیں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔"
(الحکم 28 دسمبر 1939ء بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نمبر۔ جون، جولائی 2008ء صفحہ 38)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب تک اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا آپؓ نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور جب آپؓ کو واضح طور پر اعلان کرنے کا اِذن دیا گیا تب آپ نے اعلان کیا۔ اُس وقت آپ نے یہ فرمایا کہ: "اس میں شبہ نہیں کہ اس موعود فرزند کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو علامات بیان فرمائی ہیں ان میں سے کئی ایک کے پورا ہونے کی وجہ سے ہماری جماعت کے بہت سے لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ پیشگوئی میرے ہی متعلق ہے مگر مَیں ہمیشہ یہی کہتا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے یہ حکم نہ دے کہ مَیں کوئی ایسا اعلان کروں، مَیں نہیں کروں گا۔ آخر وہ دن آ گیا جب خدا تعالیٰ نے میری زبان سے اس کا اعلان کرانا تھا۔"

(الفضل قادیان مصلح موعودؓ نمبر جلد 49/14 نمبر 40 مورخہ 19 فروری 1960ء صفحہ 7)

پھر آپؓ نے اعلان کے وقت جلسہ ہوشیار پور میں فرمایا کہ "مَیں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے۔"

(الفضل قادیان جلد 47/12 نمبر 13 مورخہ 15 جنوری 1958ء صفحہ 4)

پھر لاہور کے جلسہ میں آپ نے فرمایا: "میں اس واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افتراء کرنے والا اس کے عذاب سے بھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اس شہر لاہور میں نمبر 13 ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ اور مَیں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہو گی۔"

(الفضل قادیان جلد 47/12 نمبر 13 مورخہ 15 جنوری 1958ء صفحہ 4)

مصلح موعودؓ کی اٹھاون نشانیاں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی مصلح موعود میں موعود بیٹے کی جو باون یا اٹھاون نشانیاں بتائی تھیں وہ مختلف ملتی ہیں۔ بہر حال پچاس سے زائد نشانیاں ہیں اور آپ کی یہ خصوصیات اپنوں اور غیروں نے کس طرح حضرت مصلح موعودؓ میں دیکھیں ان کا ذکر کرتا ہوں۔

حضرت مصلح موعود کی وفات کے وقت دمشق کے حضرت سید ابو الفرج الحصنی بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت امیر المؤمنین الخلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے ہمارے دلوں کو انتہائی تکلیف اور غم ہوا اور یہ وہ تکلیف ہے جس نے ہر احمدی پر المناک اثر کیا ہے۔ جماعت دمشق کو بالخصوص انتہائی حُزن و غم ہوا ہے کیونکہ جماعت دمشق حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا براہ راست لگایا ہوا پودا ہے جس کو آپ کے مبارک ہاتھوں نے ہی لگایا تھا اور اس کو آپ کی خاص توجہ اور روحانیت نے سیراب کیا تھا۔ چنانچہ یہ پودا پھلا اور پھولا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق سچ فرمایا تھا کہ "قومیں اس سے برکت پائیں گی۔" ہم نے آپ کی دعا کی برکت اور توجہ سے فیض الٰہی حاصل کیا۔ "لکھتے ہیں کہ "مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ مَیں نے جب کبھی بھی حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا کی درخواست کی تو مَیں نے اس کی قبولیت کے آثار روحانی اور مادی لحاظ سے واضح طور پر محسوس کئے اور خدائی

وحی آپ کے حق میں بالکل سچی ہے۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔"
(الفضل قادیان جلد 55/20 نمبر 10 مورخہ 12 جنوری 1966ء صفحہ 5)

27/ جولائی 1944ء کے الفضل میں مکرم محمد موہیل صاحب کی ایک خواب کا یوں ذکر ملتا ہے کہ "محمد موہیل صاحب احمدی نے کمال ڈیرہ سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اپنے ایک غیر احمدی رشتہ دار محمد اکرم صاحب کا حسب ذیل خواب تحریر کیا ہے۔ یہ صاحب جو ابھی تک احمدی نہیں ہوئے لکھتے ہیں جب حضور 1936ء میں نوابشاہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اس سے ایک رات قبل میں نے دیکھا کہ نوابشاہ کے چکرہ (گول دائرے کا بازار ہے) اسٹیشن کی طرف سے مغرب کی طرف ایک شخص شیر پر سوار ہو کر آ رہا ہے۔ جب میرے قریب آیا تو دیکھا کہ اس کے جسم مبارک پر قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ میں نے آدمیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ **انہوں نے کہا کہ حضرت میرزا محمود احمد قادیانی ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ وہ کیسا ہے؟ جواب دیا کہ دنیا میں سب سے بڑے ولی اللہ ہیں۔**" (الفضل قادیان جلد 32 نمبر 174 مورخہ 27 جولائی 1944ء صفحہ 4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی صداقت کا اظہار اللہ تعالیٰ نے غیروں سے بھی کروایا۔ چنانچہ ایک معزز غیر احمدی عالم مولوی سمیع اللہ خان صاحب فاروقی نے قیام پاکستان سے قبل 'اظہارِ حق' کے عنوان سے ایک ٹریکٹ میں لکھا۔ آپ کو (یعنی حضرت مسیح موعودؑ کو) اطلاع ملتی ہے کہ "مَیں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریّت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے۔" لکھتے ہیں کہ "اس پیشگوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر ایمان سے کہو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اس وقت موجودہ خلیفہ ابھی بچے ہی تھے اور مرزا صاحب کی جانب سے انہیں خلیفہ مقرر کرانے کے لئے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی گئی تھی بلکہ خلافت کا انتخاب رائے عامہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

چنانچہ اس وقت اکثریت نے حکیم نور الدین صاحبؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا جس پر مخالفین نے محوّلہ صدر پیشگوئی کا مذاق بھی اڑایا۔ "حضرت خلیفہ اول بنے تو پیشگوئی کا مذاق اڑایا کہ دیکھو کہتے تھے بیٹا ہو گا۔ بیٹا تو بنا نہیں "لیکن حکیم صاحب کی وفات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے۔" یہ غیر احمدی لکھ رہے ہیں۔ احمدی نہیں ہیں۔ "اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے زمانہ میں احمدیت نے جس قدر ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے۔ خود مرزا صاحب کے وقت میں احمدیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ خلیفہ نور الدین صاحب کے وقت میں بھی خاص ترقی نہ ہوئی تھی۔ لیکن موجودہ خلیفہ کے وقت میں مرزائیت قریباً دنیا کے ہر خطہ تک پہنچ گئی اور حالات یہ بتلاتے ہیں کہ آئندہ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد 1931ء کی نسبت دگنی سے بھی زیادہ ہو گی۔

بحالیکہ اس عہد میں مخالفین کی جانب سے مرزائیت کے استیصال کے لئے جس قدر منظّم کوششیں ہوئی ہیں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں۔ "لکھتے ہیں کہ "الغرض آپ کی ذریّت میں سے ایک شخص پیشگوئی کے مطابق جماعت کے لئے قائم کیا گیا" پیشگوئی کے مطابق وہ جماعت کے لئے قائم کیا گیا" اور اس کے ذریعہ جماعت کو حیرت انگیز ترقی

ہوئی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی من و عن پوری ہوئی۔"

(تاریخ احمدیت جلد اوّل۔ صفحہ 287-286۔ مطبوعہ قادیان 2007ء)

پھر "ہندوستان کے ایک غیر مسلم سکھ صحافی اَرجن سنگھ ایڈیٹر "رنگین" امرتسر نے تسلیم کیا۔" کہتے ہیں "مرزا صاحب نے 1901ء میں جبکہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجودہ خلیفہ ابھی بچہ ہی تھے یہ پیشگوئی کی تھی کہ

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا جو ہو گا ایک دن محبوب میرا

کروں گا دُور اس مَہ سے اندھیرا دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ"

لکھتے ہیں کہ "یہ پیشگوئی بیشک حیرت پیدا کرنے والی ہے۔ 1901ء میں نہ میرزا بشیر الدین محمود کوئی بڑے عالم و فاضل تھے اور نہ آپ کی سیاسی قابلیت کے جوہر کھلے تھے۔ اس وقت یہ کہنا کہ تیرا ایک بیٹا ایسا اور ایسا ہو گا، ضرور کسی روحانی قوت کی دلیل ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ میرزا صاحب نے ایک دعویٰ کر کے گدّی کی بنیاد رکھ دی تھی اس لئے آپ کو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ میرے بعد میری جانشینی کا سہرا میرے لڑکے کے سر پر رہے گا۔ لیکن یہ خیال باطل ہے۔ اس لئے کہ میرزا صاحب نے خلافت کی یہ شرط نہیں رکھی کہ وہ ضرور مرزا صاحب کے خاندان سے اور آپ کی اولاد سے ہی ہو۔ چنانچہ خلیفہ اوّل ایک ایسے صاحب ہوئے جن کا میرزا صاحب کے خاندان سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ پھر بہت ممکن تھا کہ مولوی حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اوّل کے بعد بھی کوئی اور صاحب خلیفہ ہو جاتے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور خلافت کے لئے امیدوار تھے۔ لیکن اکثریت نے میرزا بشیر الدین صاحب کا ساتھ دیا اور اس طرح آپ خلیفہ مقرر ہو گئے۔" لکھتے ہیں کہ "اب سوال یہ ہے کہ اگر بڑے میرزا صاحب کے اندر کوئی روحانی قوت کام نہ کر رہی تھی **تو پھر آخر آپ یہ کس طرح جان گئے کہ میرا ایک بیٹا ایسا ہو گا۔** جس وقت مرزا صاحب نے مندرجہ بالا اعلان کیا ہے اس وقت آپ کے تین بیٹے تھے۔ آپ تینوں کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے لیکن پیشگوئی صرف ایک کے متعلق ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ **ایک فی الواقع ایسا ثابت ہوا ہے کہ اس نے ایک عالم میں تغیّر پیدا کر دیا ہے۔**"

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 287-288 مطبوعہ قادیان 2007ء)

اس وقت کے جو جماعتی حالات تھے اور اس وقت جو دنیا کے موجود ذرائع جماعت کے پاس تھے وہ آج کی طرح نہیں تھے۔ گو آج بھی ہمارے پاس ہر طرح کے وسائل نہیں لیکن پھر بھی ان حالات سے بہت بہتر ہیں۔ لیکن ان حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے دنیا میں تقریباً 50 سے زائد ممالک میں احمدیت کا پودا لگا۔ جماعتیں قائم ہوئیں۔ اور تقریباً ہر براعظم میں جماعت قائم ہوئی۔ یہ حضرت مصلح موعود کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کا پھیلنا اور آپ کی اولوالعزمی کا نتیجہ تھا۔

پھر پسر موعود کی آمد کا مقصود یہ تھا کہ تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ برصغیر پاک و ہند کے مشہور مسلم لیڈر اور ایک شعلہ نوا شاعر زمیندار رسالہ کے مولوی ظفر علی خان صاحب نے کھلے لفظوں

میں اعتراف کرتے ہوئے اپنے لوگوں کو کہا کہ کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا دھرا ہے؟..... تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا..... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے..... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 288 مطبوعہ قادیان 2007ء)

پسر موعود سے متعلق وعدہ الٰہی تھا کہ وہ "اولوالعزم" ہو گا۔ نیز یہ کہ "وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔" چنانچہ ہندوستان کے نامور صوفی خواجہ حسن نظامی دہلوی..... نے آپ کی قلمی تصویر کھینچتے ہوئے حضرت مصلح موعود کے بارے میں لکھا ہے کہ "اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئ جوانمردی کو ثابت کر دیا اور یہ بھی کہ مغل ذات کار فرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں۔ یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں۔" (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 288 مطبوعہ قادیان 2007ء)

پسر موعود کے متعلق ایک اہم خبر یہ دی گئی تھی کہ "وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔ یہ پیشگوئی بھی مختلف رنگ میں پوری ہوتی رہی اور اس طرح بھی پوری ہوتی ہے کہ انسانی عقل کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ تحریک آزادئ کشمیر اس پر شاہد ہے کیونکہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کا سہرا آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سر ہے اور یہ مشہور کمیٹی حضرت مصلح موعود کی تحریک اور ہندو پاکستان کے بڑے بڑے مسلم زعماء مثلاً سر ذوالفقار علی خان، ڈاکٹر سر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی دہلوی، سید حبیب مدیر اخبار سیاست وغیرہ کے مشورے سے 25/ جولائی 1931ء کو شملہ میں قائم ہوئی۔ اور اس کی صدارت خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو سونپی گئی۔ آپ کی کامیاب قیادت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانانِ کشمیر جو مدتوں سے انسانیت کے ادنیٰ حقوق سے بھی محروم ہو کر غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے ایک نہایت قلیل عرصہ میں آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے۔ ان کے سیاسی اور معاشی حقوق تسلیم کئے گئے۔ ریاست میں پہلی دفعہ اسمبلی قائم ہوئی اور تقریر و تحریر کی آزادی کے ساتھ انہیں اس میں مناسب نمائندگی ملی۔ جس پر مسلم پریس نے حضرت مصلح موعودؓ کے شاندار کارناموں کا اقرار کرتے ہوئے آپ کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ جس زمانے میں کشمیر کی حالت نازک تھی اور اس زمانے میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور اُمّت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 289 مطبوعہ قادیان 2007ء)

مولانا محمد علی جوہر صاحب نے (یہ بہت بڑے سیاستدان بھی تھے۔ عالم بھی تھے۔) اپنے اخبار ہمدرد 26/ ستمبر 1927ء میں لکھا کہ "ناشکری ہو گی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی

ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم، تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔ اور وہ وقت دُور نہیں جبکہ اس منظم فرقہ کا طرزِ عمل سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمتِ اسلام کے بلند بانگ دور باطن ہیچ دعاوی کے خُوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہو گا۔"

(ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر۔ جون، جولائی 2008ء صفحہ 320-321)

انہوں نے کہا تم مولوی صرف بیٹھے منبروں پر بیٹھے دعوے کرتے ہیں لیکن یہ لوگ کام کرتے ہیں۔

پھر ایک مشہور مفسّر قرآن علامہ عبدالماجد دریا آبادی مدیر' صدق جدید' نے حضرت مصلح موعودؓ کی وفات پر ایک شذرہ تحریر کیا جس میں حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت قرآن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "قرآن اور علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ تعالیٰ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔"

(صدق جدید لکھنؤ 18 نومبر 1965ء-سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 168)

ایک امریکن پادری ایک دفعہ قادیان آیا۔ یہ بھی علوم ظاہری و باطنی سے پُر کئے جانے کی ایک مثال ہے۔ 1914ء کی بات ہے۔ اس نے بعض احمدیوں کے سامنے چند مذہبی سوالات پیش کئے جو نہایت اہم تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مَیں امریکہ سے چل کر یہاں تک آیا ہوں اور مَیں نے کئی علماء کے سامنے یہ سوال کئے ہیں مگر ان سوالوں کے تسلی بخش جواب نہیں مل سکے۔ مَیں یہاں ان سوالوں کو آپ کے خلیفہ کے سامنے پیش کرنے کے لئے آیا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ مولوی عمر دین شملوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ سوالات اتنے پیچیدہ اور عجیب قسم کے تھے کہ انہیں سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت صاحب ابھی بالکل نوجوان ہیں اور الٰہیات کی کوئی باقاعدہ تعلیم بھی انہوں نے نہیں پائی۔ عمر بھی چھوٹی ہے اور واقفیت بھی بہت تھوڑی ہے۔ وہ ان سوالوں کا جواب ہرگز نہیں دے سکیں گے اور اس طرح سلسلہ احمدیہ کی بڑی بدنامی اور سُبکی ہو گی۔ ساری دنیا میں سُبکی ہو جائے گی کیونکہ جب حضرت صاحب اس کے سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو یہ امریکن پادری واپس جا کر ساری دنیا میں اس امر کا پراپیگنڈہ کرے گا کہ احمدیوں کا خلیفہ کچھ بھی نہیں جانتا اور عیسائیت کے مقابلے میں ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ وہ صرف نام کا خلیفہ ہے۔ ورنہ علمیت خاک بھی نہیں رکھتا۔ یہ مولوی صاحب کا خیال تھا تو کہتے ہیں اس صورت حال سے مَیں کافی پریشان ہوا اور مَیں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ امریکن پادری حضرت صاحب سے نہ ملے اور ویسے ہی واپس چلا جائے مگر مجھے اس کوشش میں ناکامی ہوئی۔ وہ اس بات پر مصر تھا کہ مَیں نے ضرور مل کر جانا ہے۔ کہتے ہیں ناچار مَیں حضرت صاحب کے پاس گیا۔ بتایا کہ امریکن پادری آیا ہے اور کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہے۔ اب کیا کریں۔ اس پر حضرت صاحب نے بغیر توقّف کے فرمایا۔ تو بلا لو اسے۔

کہتے ہیں بہرحال مَیں اس کو لے کر حاضر ہو گیا۔ ان دونوں کے درمیان ترجمان میں ہی تھا۔ کہتے ہیں

امریکن پادری نے کچھ رسمی گفتگو کے بعد اپنے سوالات حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کئے جن کا ترجمہ میں نے آپ کو سنا دیا اور حضرت مصلح موعودؓ نے نہایت سکون کے ساتھ ان سب سوالوں کو سنا اور پھر فوراً ان کے ایسے تسلی بخش جوابات دیئے کہ مَیں سن کر حیران ہو گیا۔ مجھے ہرگز بھی یقین نہ تھا کہ ان سوالوں کے حضرت صاحب پُر معارف اور بے نظیر جواب دے سکیں گے۔ جب مَیں نے یہ جوابات انگریزی میں امریکن پادری کو سنائے تو وہ بھی حیران ہو گیا اور کہنے لگا کہ مَیں نے آج تک ایسی معقول گفتگو اور ایسی مدلّل تقریر کسی کے منہ سے نہیں سنی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خلیفہ بہت بڑا سکالر ہے اور مذاہب عالم پر اس کی نظر بہت گہری ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بڑے ادب سے حضرت صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور واپس چلا گیا۔

(ماخوذ از ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر۔ جون، جولائی 2008ء صفحہ 319-320)

فروری 1945ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے احمدیہ ہاسٹل لاہور میں 'اسلام کا اقتصادی نظام' کے نام پر ایک پُر شوکت لیکچر دیا۔ دنیاوی علوم کا بھی ان کو ایک خاص ملکہ تھا۔ لیکچر کے بعد صدر جلسہ جناب لالہ رام چند مچندہ صاحب نے ایک مختصر تقریر کی جس میں انہوں نے کہا کہ مَیں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی قیمتی تقریر سننے کا موقع ملا اور مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ تحریک احمدیت ترقی کر رہی ہے اور نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ جو تقریر اس وقت آپ لوگوں نے سنی ہے اس کے اندر نہایت قیمتی اور نئی نئی باتیں حضور نے بیان فرمائی ہیں۔ مجھے اس تقریر سے بہت فائدہ ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بھی ان قیمتی معلومات سے بہت فائدہ اٹھایا ہو گا۔ مجھے اس بات سے بھی بہت خوشی ہوئی ہے کہ اس جلسہ میں نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی شامل ہوئے ہیں۔ اور مجھے خوشی ہوئی ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات بہتر ہو رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے بہت سے معزز دوستوں سے مجھے تبادلہ خیالات کا موقع ملتا رہتا ہے۔

یہ جماعت اسلام کی وہ تفسیر کرتی ہے جو اس ملک کے لئے نہایت مفید ہے۔ پہلے تو مَیں سمجھتا تھا اور یہ میری غلطی تھی کہ اسلام صرف اپنے قوانین میں مسلمانوں کا ہی خیال رکھتا ہے۔ غیر مسلموں کا کوئی لحاظ نہیں رکھتا۔ مگر آج حضرت امام جماعت احمدیہ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کی تعلیم دیتا ہے اور مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہے مَیں غیر مسلم دوستوں سے کہوں گا کہ اس قسم کے اسلام کی عزت اور احترام کرنے میں آپ لوگوں کو کیا عذر ہے؟ آپ لوگوں نے جس سنجیدگی اور سکون سے اڑھائی گھنٹے تک حضور کی تقریر سنی ہے اگر کوئی یورپین اس بات کو دیکھتا تو حیران ہوتا کہ ہندوستان نے اتنی ترقی کر لی ہے۔ جہاں مَیں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اس بات پر کہ آپ لوگوں نے سکون کے ساتھ تقریر کو سنا وہاں میں اپنی طرف سے اور آپ سب لوگوں کی طرف سے حضرت امام جماعت احمدیہ کا بار بار اور لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی نہایت ہی قیمتی معلومات سے پُر تقریر سے ہمیں مستفید فرمایا۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 495-496 مطبوعہ قادیان 2007ء)

جناب اختر اورینوی صاحب (ایم۔اے صدر شعبہ اردو۔ پٹنہ یونیورسٹی)، پروفیسر عبدالمنان بیدل صاحب (سابق صدر شعبہ فارسی) کے تفسیر کبیر کے بارے میں اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ

میں نے یکے بعد دیگرے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تفسیر کبیر کی چند جلدیں پروفیسر عبد المنان بیدل سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج پٹنہ وحال پرنسپل شبینہ کالج پٹنہ کی خدمت میں پیش کیں اور وہ ان تفسیروں کو پڑھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مدرسہ عربیہ شمس الھدیٰ پٹنہ کے شیوخ کو بھی تفسیر کی بعض جلدیں پڑھنے کے لئے دیں اور ایک دن کئی شیوخ کو بلوا کر انہوں نے ان کے خیالات دریافت کئے۔ ایک پیشگوئی تھی علوم قرآن سے بھی پُر کیا جانا ایک شیخ نے کہا کہ فارسی تفسیروں میں ایسی تفسیر نہیں ملتی۔ پروفیسر عبد المنان صاحب نے پوچھا کہ عربی تفسیروں کے متعلق کیا خیال ہے؟ شیوخ خاموش رہے۔ کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک نے کہا کہ پٹنہ میں ساری عربی تفسیریں ملتی نہیں ہیں۔ مصر اور شام کی ساری تفاسیر کے مطالعہ کے بعد ہی صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے قدیم عربی تفسیروں کا تذکرہ شروع کیا اور فرمایا کہ مرزا محمود کی تفسیر کے پائے کی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔ آپ جدید تفسیریں بھی مصر اور شام سے منگوالیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے۔ عربی اور فارسی کے علماء مبہوت رہ گئے۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 158-159 مطبوعہ قادیان 2007ء)

قریشی عبد الرحمن صاحب سکھر حضور کی سحر انگیز علمی شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضور کے سکھر کے قیام کے دوران سب دوست اپنے غیر از جماعت دوستوں کو ملانے لاتے تھے۔ میں ایک دوست کو جو اکثر اپنے علم کی ڈینگیں مارتے تھے، ملانے لایا۔ حضور مجلس میں تشریف فرما تھے۔ دوست بعض سوالات کرتے تھے حضور جواب دیتے تھے۔ مگر وہ شخص شروع سے آخر تک خاموش ہی رہا۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے کوئی سوال نہیں پوچھا؟ اس نے بھی بے ساختہ کہا کہ یہاں بولنا گویا اپنی پردہ دری کرنے والی بات تھی۔ وہ ایک شدید مخالف تھا مگر حضور کی گفتگو اتنی موثر تھی کہ اس نے کہا کہ مَیں تو یہی سمجھتا رہا کہ مَیں یہاں سے اپنا ایمان سلامت لے جاؤں تو بڑی بات ہے۔ سوال کرنا تو دُور کی بات ہے۔
(ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 553)

ایک ہفتہ وار اخبار "پارس" کے ایڈیٹر لالہ کرم چند کچھ اخبار نویسوں کے ساتھ قادیان گئے اور حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت متاثر ہو کر واپس آئے اور اپنی اخبار میں اس کے متعلق مضمون بھی لکھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم تو ظفر اللہ خان کو بڑا آدمی سمجھتے تھے۔ یعنی چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ان دنوں وائسرائے کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبر بھی تھے مگر بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سامنے اس کی حیثیت ایک طفل مکتب کی ہے۔ وہ ہر معاملے میں ان سے بہتر رائے رکھتے ہیں۔ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تو حیثیت بہت بلند ہے اور بہت بہتر رائے رکھتے ہیں اور بہترین دلائل پیش کرتے ہیں۔ اس میں بے پناہ تنظیمی قابلیت ہے۔ ایسا آدمی بآسانی کسی ریاست کو بامِ عروج تک لے جاسکتا ہے۔ (ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 558)

ایک علم دوست بزرگ جلسہ قادیان میں شامل ہوئے۔ انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ اور آپ کے پیروکاروں کے متعلق اپنے تاثرات بیان کئے۔ کہتے ہیں مَیں نے ایک اور بات جسے غور کے ساتھ دیکھا وہ یہ تھی کہ سارا گروہ، سارا سلسلہ، سارا ہجوم، سارا انبوہ اس پاک نفس خلیفہ کی ایک چھوٹی انگلی کے اشارے پر چل رہا تھا۔

حضرت امام جماعت احمدیہ کے متعلق اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ شخص قلم کا دھنی بھی ہے۔ تقریر کا اعلیٰ درجہ کا مالک بھی ہے۔ اور تنظیم کا اعلیٰ درجہ کا گورنر بھی ہے۔ (ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 538)

علامہ نیاز فتح پوری صاحب تفسیر کبیر جلد سوم کے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں کہ تفسیر کبیر جلد سوئم آجکل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل اور نقل کو بڑے حُسن سے ہم آہنگ کر دیا گیا ہے۔ آپ کی تبحّر علمی، آپ کی وُسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حُسنِ استدلال آپ کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک اس سے بے خبر رہا۔ کاش کہ مَیں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ھود کی تفسیر حضرت لوط علیہ السلام پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسّرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 7۔ تعارف)

پس اپنوں اور غیروں کے حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں جو تأثرات ہیں وہ آپ سے مل کر آپ کی شخصیت کا جو گہرا اثر اُن پر ہوتا تھا اور آپ کی خصوصیات کا جب علم ہوتا تھا وہ ہر ایک کو حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ **پیشگوئی کی صداقت کا یہ سب کھلا اظہار ہے۔** ان جلسوں میں جو آجکل ہو رہے ہیں پیشگوئی کا ذکر اور آپ کے کارہائے نمایاں کی باتیں سن کر جہاں ہمیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات کے بڑھتے چلے جانے کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں وہاں اپنی حالتوں کے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ احمدیت کی ترقی کے لئے ایک عزم کے ساتھ ہر فرد جماعت کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کو نکھارنا اور استعمال کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم یہ کریں گے تو ہم احمدیت کی ترقی کو اپنی زندگیوں میں پہلے سے بڑھ کر پورا ہوتے دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16 مارچ 2018ء تا 22 مارچ 2018ء جلد 25 شمارہ 11 صفحہ 05 تا 08)

9

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 02/ مارچ 2018ء بمطابق 02/ امان 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اعلیٰ اخلاق کی تعلیم اور اس پر عمل کی ضرورت:

اسلام میں اعلیٰ اخلاق اپنانے، اچھے اخلاق ہر موقع پر ظاہر کرنے، گھروں میں بھی اور معاشرے میں بھی اور ہر سطح پر اعلیٰ اخلاق دکھانے، اپنوں اور غیروں سے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے کی جتنی تعلیم دی گئی ہے اور کسی چھوٹے سے چھوٹے پہلو کو بھی نہیں چھوڑا گیا، کسی اور مذہب میں اس طرح تفصیل سے ان کا بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمان ہی ہیں جو اس لحاظ سے عموماً نچلے ترین درجہ پر سمجھے جاتے ہیں۔ غیر مسلم ان پر انگلی اٹھاتے ہیں کیونکہ جو کچھ وہ کہتے ہیں ان کے عمل اس کے خلاف ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی اور مختلف مواقع پر بار بار **اپنی اُمّت کو اخلاق کے اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے پر زور دیا ہے۔** مسلمان عمومی طور پر رسول کی محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں اور سنّت پر عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔ مسلمانوں کی اسی حالت کے پیش نظر جب یہ حالات ہونے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا۔ لیکن اس طرف بھی یہ لوگ توجہ دینے سے انکاری ہیں بلکہ بعض لوگ مخالفت میں بعض جگہوں پر یا بعض ملکوں میں انتہا پر پہنچے ہوئے ہیں اور معمولی اخلاق سے ہٹ کر، بلکہ ایک اخلاق سے نیچے گرے ہوئے شخص سے بھی گھٹیا بن کر، انتہائی گندی اور غلیظ زبان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے ماننے والوں کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ بھی یہ دنیا میں ہر جگہ بھگت رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا غیر مسلم ان پہ انگلی اٹھاتے ہیں۔ ان کی یہ حالت ہم احمدیوں کو اس طرف توجہ دلانے والی ہونی چاہئے کہ ہم اپنی تمام تر کوششوں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کو اپنانے کی کوشش کریں۔ **تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کو اپنانے کی کوشش کریں** جو اسلام کی تعلیم ہے اور جس کا اُسوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے قائم فرمایا یا کسی بھی رنگ میں ان باتوں کے بارے میں نصیحت فرمائی ہے۔ ورنہ پھر ہمیں احمدی ہونے اور کہلانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ہم دیکھیں تو حیرت انگیز معیار نظر آتے ہیں۔ آپ کے گھریلو حالات کو دیکھیں تو کہیں آپ اپنی بیوی کے دوسری بیوی کے چھوٹے قد کا مذاق اڑانے پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار

فرماتے ہیں کہ کسی کو جذباتی تکلیف نہیں دینی چاہئے۔(سنن ابو داؤد کتاب الأدب باب فی الغیبۃ حدیث 4875)
تو کہیں اس بات پر ایک بیوی کو سمجھا رہے ہیں کہ معمولی سی بھی ناپسندیدگی کا اظہار دوسری بیوی کے کسی کام پر نہیں ہونا چاہئے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب الحکم فیمن کسر شیئا حدیث 2333)

کہیں آپ بچوں کے اخلاق بلند کرنے کی نصیحت فرماتے ہیں کہ لوگوں کے پھلوں کے درختوں پر پتھر مار کر ان کا کچا پکا پھل جو ہے وہ ضائع نہ کرو۔ آپ نے ایک بچے کو فرمایا کہ اگر بہت بھوک لگی ہوئی ہے برداشت نہیں ہوتا تو درخت سے نیچے گری ہوئی پکی کھجوریں ہیں وہ اٹھا کر کھالو۔ لیکن ساتھ ہی یہ نصیحت بھی فرمائی کہ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ مَیں تمہیں دعا دیتا ہوں کہ تمہیں ایسی حالت کی نوبت بھی نہ آئے کہ تمہیں نیچے سے اٹھا کے کھجوریں کھانی پڑیں۔ تم مجبور ہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے سامان فرماتا رہے۔
(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب من قال انہ یاکل مما سقط حدیث 2622)

اس دعا کے ساتھ بچے کو بھی توجہ دلا دی کہ اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، نہ کہ غلط طریقے سے لوگوں کے مالوں کو اٹھاؤ۔ کیونکہ گو مجبوری میں بعض دفعہ اس طرح کی چیزیں جو نیچے زائد پڑی ہیں جائز بھی بن جاتی ہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ اعلیٰ اخلاق اختیار کرو اور یہی نیکی ہے۔ پھر ایک بچے کو تیزی سے کھانے اور اپنا ہاتھ کھانے کی پلیٹ پر یا تھالی پر پھیرنے کی وجہ سے فرمایا کہ پہلے بسم اللہ پڑھو، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔(صحیح البخاری کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ علی الطعام ... الخ حدیث 5376)

پس بچوں کی تربیت بھی اس رنگ میں کرنی چاہئے تا کہ بڑے ہو کر ان میں اعلیٰ اخلاق پیدا ہوں۔
پھر جھوٹ ایک گناہ ہے اور سچائی ایک نیکی ہے اور خُلق ہے۔ اس کو بچپن سے ہی بچوں کے دلوں میں قائم کرنے کے لئے آپ نے اس طرح نصیحت فرمائی کہ ایک صحابی اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور مَیں اپنے بچپن کی وجہ سے تھوڑی دیر بعد ہی گھر میں آپ کی موجودگی میں ہی کھیلنے کے لئے باہر جانے لگا تو میری ماں نے مجھے اس بابرکت ماحول سے دُور جانے سے روکنے کے لئے کہا کہ اِدھر آؤ۔ ابھی یہیں رہو۔ مَیں تمہیں ایک چیز دوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ تم اسے کچھ دینا چاہتی ہو؟ میری ماں نے کہا کہ ہاں میں اسے ایک کھجور دوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ اگر تمہارا یہ ارادہ نہ ہوتا اور تم صرف بچے کو بلانے کے لئے یہ کہتی تو تم پھر جھوٹ بولنے کا گناہ کرنے والی ہوتی۔
(سنن ابی داؤد کتاب الأدب باب فی التشدید فی الکذب حدیث 4991)

اب اس بچے پر بھی اس چھوٹی عمر میں سچائی کی اہمیت اور جھوٹ سے نفرت واضح ہو گئی اور بڑے ہونے تک انہوں نے یہ بات یاد رکھی اور اس کے بعد بیان فرمائی کہ میرے دل میں یہ اہمیت تھی۔
ایک مرتبہ ایک شخص کو فرمایا کہ اگر تم ساری برائیاں نہیں چھوڑ سکتے تو جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ ایک برائی کم از کم چھوڑو۔
(تفسیر کبیر امام رازی جلد 8 جزء 16 صفحہ 176 تفسیر سورۃ التوبۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)
اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا آجکل کے مسلمانوں کے یہ معیار ہیں کہ اس باریکی سے جھوٹ سے بچیں اور

سچائی کو قائم کریں بلکہ ہمیں اپنے بھی جائزے لینے چاہئیں کہ کیا ہمارے یہ معیار ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے بارے میں بتاتے ہوئے فرمایا کہ گناہ کبیرہ یہ ہے کہ اللہ کا شرک کرنا۔ والدین کی نافرمانی کرنا اور پھر راوی کہتے ہیں کہ آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے یہ باتیں کر رہے تھے تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ غور سے سنو۔ جھوٹ اور جھوٹی گواہی۔ پھر آپ نے فرمایا جھوٹ اور جھوٹی گواہی۔ اور بار بار فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ یہ کہتے چلے گئے اور ہم نے خواہش کی کہ کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب خاموش ہو جائیں۔

(صحیح البخاری کتاب الأدب باب عقوق الوالدین من الکبائر حدیث 5976)

پھر ہم اس رنگ میں بھی آپ کے اخلاق کا مظاہرہ دیکھتے ہیں۔ برداشت اور صبر کا کیا معیار ہے اور کس طرح آپ نصیحت فرماتے تھے۔ ایک بدّو مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگ اس کی طرف روکنے کے لئے دوڑے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور جہاں پیشاب کیا ہے وہاں پانی بہا دو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کی آسانی کے لئے پیدا کئے گئے ہو نہ کہ تنگی کے لئے۔ اس پر وہ بدّو ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا ذکر کیا کرتا تھا۔

(سنن الترمذی ابواب الطهارة باب ما جاء فی البول یصیب الارض حدیث 147)

آجکل تو لگتا ہے کہ مسلمان حکومتیں بھی، علماء بھی، گروہ بھی، دنیا میں تنگی پیدا کرنے کے لئے سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ نہ چھوٹی بات پہ آسانیاں پیدا کرنے والے ہیں نہ بڑی بات پہ۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ تم برا کر رہے ہو یا اچھا کر رہے ہو تو پھر اپنے ہمسائے کی طرف دیکھو کہ وہ تمہارے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ (سنن ابن ماجه کتاب الزهد باب الثناء الحسن حدیث 4222)

پھر افسروں کو فرمایا کہ تمہارے اعلیٰ اخلاق کا تب پتا چلے گا جب تم اپنے آپ کو قوم کا خادم سمجھو گے اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ عوام کی خدمت کرو گے۔

(کنز العمال جلد 6 صفحہ 710 حدیث 17517 مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت 1885ء)

یہ معیار ہمارے لیڈروں میں اور افسروں میں کہاں نظر آتے ہیں۔ **پس ہمارے جو جماعتی عہدیدار ہیں ان کو بھی اس بات کی طرف توجہ دینی چاہئے۔**

پھر جب تمام طاقتیں آپ کو مل گئیں اور عرب پر فتوحات ہو گئیں تو ہم آپ کے معیار کا یہ حال دیکھتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے کس طرح اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا کہ دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ ایسے دشمن جو جانی دشمن تھے جنہوں نے مسلسل تکلیفیں دی تھیں اور پھر یہی معافی جو ہے وہ بہت سوں کے اسلام لانے کا موجب بن گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ ترین معیار کا، اعلیٰ ترین اخلاق کے معیار کا، ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"اللہ جلّ شانہٗ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:5) یعنی تُو ایک بزرگ خُلق پر قائم ہے۔ سو اسی تشریح کے مطابق اس کے معنی ہیں یعنی یہ کہ تمام قسمیں اخلاق کی۔ "کون سی قسمیں "سخاوت" ہے"، شجاعت" ہے"، عدل" ہے"، رحم، احسان، صدق، حوصلہ وغیرہ" یعنی حوصلے سے کسی چیز کو برداشت کرنا" تجھ میں جمع ہیں۔ غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ادب، حیا، دیانت،

مروّت، غیرت، استقامت، عفت، زہادت، اعتدال، مؤاسات یعنی ہمدردی۔ ایسا ہی شجاعت، سخاوت، عفو، صبر، احسان، صدق، وفا وغیرہ۔ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبّر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقع پر ظاہر کی جائیں گی تو سب کا نام اخلاق ہو گا۔ اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقع کے لحاظ سے بالارادہ ان کو استعمال کیا جائے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 333)

ایک عادتاً نہیں بلکہ ہر خلق جو ہے اس کو اس لحاظ سے استعمال کیا جائے کہ اس کے نیک نتیجے پیدا ہوں۔ بعض دفعہ سزا دینی پڑتی ہے تو سزا اس ارادے سے کہ نیک نتائج پیدا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلیٰ اخلاق دکھانے کی مختلف حالتوں کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ: اعلیٰ اخلاق کا دو حالتوں میں پتا لگتا ہے۔ ابتلاؤں میں بھی اور تنگی کی حالت میں بھی، ابتلاؤں اور تنگی کی حالت میں اور انعام اور کشائش کی حالت میں۔ ابتلاء اور تنگی میں جو صبر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کا نمونہ دکھائے وہ اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے اور انعام اور حکومت میں جو عاجزی اور انصاف قائم کرے وہ اعلیٰ اخلاق والا کہلا سکتا ہے اور یہ دونوں حالتیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں روشن ہو کر ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ کس طرح فتح مکہ کے موقع پر اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "انسان کے اخلاق ہمیشہ دو رنگ میں ظاہر ہو سکتے ہیں یا ابتلا کی حالت میں اور یا انعام کی حالت میں۔ اگر ایک ہی پہلو ہو اور دوسرا نہ ہو تو پھر اخلاق کا پتا نہیں مل سکتا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مکمل کرنے تھے اس لئے کچھ حصہ آپ کی زندگی کا مکی ہے اور کچھ مدنی۔ مکہ کے دشمنوں کی بڑی بڑی ایذا رسانی پر صبر کا نمونہ دکھایا اور باوجود ان لوگوں کے کمال سختی سے پیش آنے کے پھر بھی آپ ان سے حلم اور بردباری سے پیش آتے رہے اور جو پیغام خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے اس کی تبلیغ میں کوتاہی نہ کی۔ پھر مدینہ میں جب آپ کو عروج حاصل ہوا اور وہی دشمن گرفتار ہو کر پیش ہوئے تو ان میں سے اکثروں کو معاف کر دیا۔ باوجود قوتِ انتقام پانے کے پھر انتقام نہ لیا۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 195-196)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا مزید ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

ان باتوں کو نہایت توجہ سے سننا چاہئے۔ اکثر آدمیوں کو میں نے دیکھا اور غور سے مطالعہ کیا ہے کہ بعض سخاوت تو کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی غصہ وَر اور زُود رنج ہیں۔ بڑے سخی ہیں لوگوں کو دیتے بھی ہیں لیکن ساتھ غصہ بھی آ جاتا ہے اور ذرا ذرا سی بات پر ناراضگی بھی آ جاتی ہے۔ کسی کو دیا تو اس کے بعد پھر احسان بھی جتا دیا۔ ناراضگی ہوئی تو۔ فرمایا کہ بعض حلیم تو ہیں لیکن بخیل ہیں۔ بعض غضب اور طیش کی حالت میں ڈنڈے مار مار کر گھائل کر دیتے ہیں مگر تواضع اور انکسار نام کو نہیں۔ بعض کو دیکھا ہے کہ تواضع اور انکسار تو ان میں پرلے درجہ کا ہے مگر شجاعت نہیں ہے... عاجزی ہے، انکساری ہے لیکن بہادری نہیں۔ ذرا سی کوئی بات موقع آئے تو فوراً بزدلی دکھانے لگ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ہر انسان جامع صفات بھی نہیں ہوتا۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی ہے کہ بالکل محروم بھی نہیں

ہے۔ اور پھر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان اخلاق کے بارے میں سب سے اکمل نمونہ اور نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو جمیع اخلاق میں کامل تھے اسی لئے آپ کی شان میں فرمایا۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 132-133)

پس تکالیف کے زمانہ میں بھی آپ نے اخلاق دکھلائے اور صبر کا وہ مظاہرہ کیا کہ دنیا حیران ہو گئی اور تمام عرب کی حکومت ملی جیسا کہ فرمایا کہ میں نے تو تمام ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیا۔ پس اخلاق کے اعلیٰ معیار ہیں جو ہر حالت میں ایک حقیقی مسلمان کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے کو ہمیشہ سامنے رکھنے چاہئیں اور دکھانے چاہئیں۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری کس طرح رہنمائی فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں فرماتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ اعلیٰ اخلاق ایسے تھے جنہوں نے لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیا اور ایک اعجاز دکھایا۔ پھر آپ ہمیں فرماتے ہیں کہ اگر تم اس سنت پر چلتے ہوئے اپنے اخلاق اچھے کر لو اور ہر خُلق کو موقع اور محل کے مطابق استعمال کرو تو تم بھی اعجاز دکھانے والے بن سکتے ہو۔

آپ فرماتے ہیں "خوارق پر تو کسی نہ کسی رنگ میں لوگ عذرات پیش کر دیتے ہیں اور اس کو ٹالنا چاہتے ہیں۔ لیکن اخلاقی حالت ایک ایسی کرامت ہے جس پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑا اور قوی اعجاز اخلاق ہی کا دیا گیا۔ جیسے فرمایا اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔" فرمایا کہ "یوں تو آنحضرت صلعم کے ہر ایک قسم کے خوارق قوت ثبوت میں جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بجائے خود بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر آپؐ کے اخلاقی اعجاز کا نمبر ان سب سے اوّل ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ نہیں بتلا سکتی اور نہ پیش کر سکے گی۔" فرمایا کہ "مَیں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو اپنے اخلاق سیّئہ کو چھوڑ کر "برے اخلاق کو چھوڑ کر "عادات ذمیمہ کو ترک کر کے خصائل حسنہ کو لیتا ہے۔ "اچھی خصلتیں اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ "اس کے لئے وہی کرامت ہے۔ "تو یہ بہت بڑی کرامت ہے۔ اگر اس طرح کر لو کہ برے اخلاق کو چھوڑ دو اور نیکیاں اپنے اندر پیدا کر لو۔ "مثلاً اگر بہت ہی سخت تُند مزاج اور غصہ وَر ان عاداتِ بد کو چھوڑتا ہے اور حلم اور عفو کو اختیار کرتا ہے یا اِمساک کو چھوڑ کر سخاوت اور حسد کی بجائے ہمدردی حاصل کرتا ہے تو بیشک یہ کرامت ہے۔ "سخت مزاج آدمی ہے۔ غصہ ور آدمی ہے۔ یہ بری عادتیں ہیں انکو چھوڑ کر نرمی اور معاف کرنے کی صفت اختیار کرتا ہے یا کنجوسی کو چھوڑ کر سخاوت کرتا ہے، اپنے ہاتھ کو روکے رکھنے کی بجائے اور حسد کے بجائے ہمدردی کرتا ہے تو اگر ایسی تبدیلی پیدا کر لو تو یہ ایک کرامت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نتیجے بھی دکھاتی ہے۔ "اور ایسا ہی خودستائی اور خود پسندی کو چھوڑ کر جب انکساری اور فروتنی اختیار کرتا ہے تو یہ فروتنی ہی کرامت ہے۔ "اپنے آپ کی تعریف کرنا یا اپنے آپ کو اظہار کرنا یا تعریف کروانا ان باتوں کو چھوڑ کر عاجزی اختیار کرو تو یہ کرامت بن جائے گی۔

فرمایا کہ "پس تم میں سے کون ہے جو نہیں چاہتا کہ کراماتی بن جاوے۔ مَیں جانتا ہوں ہر ایک یہی چاہتا ہے۔ تو بس یہ ایک مدامی اور زندہ کرامت ہے۔ انسان اخلاقی حالت کو درست کرے کیونکہ یہ "ایک "ایسی کرامت

ہے جس کا اثر کبھی زائل نہیں ہوتا بلکہ نفع دُور تک پہنچتا ہے۔ مومن کو چاہئے کہ خَلق اور خَالق کے نزدیک اہلِ کرامت ہو جاوے۔ بہت سے رِند اور عیّاش ایسے دیکھے گئے ہیں جو کسی خارق عادت نشان کے قائل نہیں ہوئے لیکن اخلاقی حالت کو دیکھ کر انہوں نے بھی سر جھکا لیا ہے اور بجز اقرار اور قائل ہونے کے دوسری راہ نہیں ملی۔ بہت سے لوگوں کے سوانح میں اس امر کو پاؤ گے کہ انہوں نے اخلاقی کرامات ہی کو دیکھ کر دین حق کو قبول کر لیا۔"
(ملفوظات جلد 1 صفحہ 141-142)

بظاہر عموماً دنیادار بھی اخلاق دکھا رہے ہوتے ہیں۔ لیکن جس بات کو اخلاق کا نام دیا جاتا ہے وہ حقیقت میں عموماً ایک دکھاوا ہوتا ہے اور صرف اپنے آپ کو اچھا ثابت کرنے کے لئے یہ کر رہے ہوتے ہیں جہاں اپنے ذاتی مفادات بھی نہ ہوں وہاں اپنے آپ کو اچھا ثابت کرتے ہیں۔ دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ یا پھر بعض دفعہ کسی بڑے افسر کے سامنے یا بڑے امیر آدمی کے سامنے اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ بڑے اچھے اخلاق ہیں حالانکہ وہ مداہنت ہے۔ ایسی چیز ہے جو کمزوری ہے اور خوف کے مارے یا بزدلی کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے کیونکہ یہ اسلام کے سچے اخلاق نہیں ہیں۔ بلکہ اعلیٰ خُلق یہ ہے کہ دل سے اس بات کا اظہار ہو رہا ہو۔ اگر ہمدردی ہے تو دل سے ہو۔ اگر دوسری باتوں کا اظہار ہے تو دل سے ہو۔

چنانچہ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ: "**اخلاق دو قسم کے ہوتے ہیں۔** ایک تو وہ ہیں جو آجکل کے نو تعلیم یافتہ پیش کرتے ہیں کہ ملاقات وغیرہ میں زبان سے چاپلوسی اور مداہنہ سے پیش آتے ہیں اور دلوں میں نفاق اور کینہ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ یہ اخلاق قرآن شریف کے خلاف ہیں۔

دوسری قسم اخلاق کی یہ ہے کہ سچی ہمدردی کرے۔ دل میں نفاق نہ ہو اور چاپلوسی اور مداہنہ وغیرہ سے کام نہ لے۔ جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی (النحل:91)۔ تو یہ کامل طریق ہے۔ "عدل کرو۔ انصاف سے کام کرو۔ جو حقیقت ہے اس کو بیان کرو۔ پھر ایسی صورتیں پیدا ہوتی ہیں جہاں احسان کرنے کی ضرورت ہے وہاں احسان کرو۔ پھر اس سے آگے بڑھو تو دوسروں سے اس طرح سلوک کرو ایسے اخلاق دکھاؤ جس طرح ایک ماں اپنے بچے سے کرتی ہے یا کوئی بہت قریبی رشتہ دار قریبی رشتے سے کرتا ہے۔ تو فرمایا کہ "یہ کامل طریق ہے اور ہر ایک کامل طریق اور ہدایت خدا کے کلام میں موجود ہے جو اس سے روگردانی کرتے ہیں وہ اور جگہ ہدایت نہیں پاسکتے۔ اچھی تعلیم اپنی اثر اندازی کے لئے دل کی پاکیزگی چاہتی ہے۔ جو لوگ اس سے دُور ہیں اگر عمیق نظر سے ان کو دیکھو گے تو ان میں ضرور گند نظر آئے گا۔" پس اس کے لئے دل کی پاکیزگی کی ضرورت ہے۔ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکموں پر چلانے کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ "زندگی کا اعتبار نہیں ہے۔ نماز، "اور" صدق وصفا میں ترقی کرو۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 200)

اپنی عبادتوں میں ترقی کرو۔ اپنے سچائی کے معیار کو بڑھاؤ۔ اپنی ہر بات میں سچائی پیدا کرو۔

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ نیکیاں کیا ہیں؟ بعض سمجھتے ہیں کہ صرف ظاہری نمازیں اور عبادت ہی نیکی ہے یا معمولی اخلاق دکھا دیئے تو بڑی نیکی ہو گی اور دوسرے بہت سارے بنیادی اخلاق کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس پر

بڑے خوبصورت انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"**اخلاق دوسری نیکیوں کی کلید ہے۔**" ایک چابی ہے اس کی۔ "جو لوگ اخلاق کی اصلاح نہیں کرتے وہ رفتہ رفتہ بے خیر ہو جاتے ہیں۔" ان سے پھر کوئی خیر نہیں ہوتی فائدہ نہیں پہنچتا۔ فرمایا کہ "میرا تو یہ مذہب ہے کہ دنیا میں ہر ایک چیز کام آتی ہے۔ زہر اور نجاست بھی کام آتی ہے۔ اسٹرکنیا بھی کام آتا ہے۔ اعصاب پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ مگر انسان جو اخلاقِ فاضلہ کو حاصل کر کے نفع رساں ہستی نہیں بنتا۔ "یہ زہر بھی کام آسکتے ہیں۔ گند بھی کام آسکتا ہے لیکن اخلاق فاضلہ کو حاصل کرتا ہے۔ اگر انسان ایسا نہیں کرتا اور لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا تو فرمایا کہ "ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ کسی بھی کام نہیں آسکتا۔" پس انسان تبھی کام آسکتا ہے جب اس میں اعلیٰ اخلاق ہوں۔

فرماتے ہیں کہ: "مردار حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی تو کھال اور ہڈیاں بھی کام آجاتی ہیں۔ اس کی تو کھال بھی کام نہیں آتی اور یہی وہ مقام ہے جہاں انسان بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف:180) کا مصداق ہو جاتا ہے۔ "انتہائی گری ہوئی چیز بن جاتا ہے۔" پس یاد رکھو کہ اخلاق کی درستی بہت ضروری چیز ہے کیونکہ نیکیوں کی ماں اخلاق ہی ہے۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 76)

اگر اخلاق پیدا ہوں گے تو دوسری نیکیاں کرنے کی بھی توفیق ملے گی۔ روزمرہ معاملات میں یہ اخلاق کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ: "بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ سائل کو دیکھ کے چڑ جاتے ہیں۔" کوئی سوالی آئے تو اس کو دیکھ کے چڑ جاتے ہیں۔ کوئی ضرورت مند آئے تو اس کو دیکھ کر چڑ جاتے ہیں۔" اور کچھ مولویت کی رگ ہو تو اس کو بجائے کچھ دینے کے سوال کے مسائل سمجھانا شروع کر دیتے ہیں۔" مسائل بیان کرنے شروع کر دیتے ہیں بجائے اس کے کہ اس کو دیں۔ مانگنے والا آیا ہے تو وہ اس سے علمی باتیں شروع کر دیں گے یا سوال کرنے کی برائیاں اور اچھائیاں بیان کرنی شروع کر دیں گے۔ فرمایا "اور اس پر اپنی مولویت کا رعب بٹھا کر بعض اوقات سخت سست بھی کہہ بیٹھتے ہیں۔ افسوس ان لوگوں کو عقل نہیں اور سوچنے کا مادہ نہیں رکھتے جو ایک نیک دل اور سلیم الفطرت انسان کو ملتا ہے۔ اتنا نہیں سوچتے کہ سائل اگر باوجود صحت کے سوال کرتا ہے تو وہ خود گناہ کرتا ہے۔" اگر کوئی سوالی ایسا ہے جو صحت کے باوجود سوال کرنے آیا ہے تو اس کا گناہ اس کے سر ہے۔ تمہارے پاس کچھ ہے، مانگ رہا ہے تو اس کو دے دو۔ "اس کو کچھ دینے میں تو گناہ لازم نہیں آتا۔

بلکہ حدیث شریف میں لَوْ اَتَاكَ رَاكِبًا کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی خواہ سائل سوار ہو کر بھی آوے تو بھی کچھ دے دینا چاہئے اور قرآن شریف میں وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ:11) کا ارشاد آیا ہے کہ سائل کو مت جھڑک۔" فرمایا کہ "اس میں یہ کوئی صراحت نہیں کی گئی کہ فلاں قسم کے سائل کو مت جھڑک اور فلاں قسم کے سائل کو جھڑک۔ پس یاد رکھو کہ سائل کو نہ جھڑکو۔" سوالی، سوال کرنے والے کو نہ جھڑکو "کیونکہ اس سے ایک قسم کی بد اخلاقی کا بیج بویا جاتا ہے۔ اخلاق یہی چاہتا ہے کہ سائل پر جلد ہی ناراض نہ ہو۔ یہ شیطان کی خواہش ہے کہ وہ اس طریق سے تم کو نیکی سے محروم رکھے اور بدی کا وارث بنادے۔"

پھر آپ فرماتے ہیں: "غور کرو کہ ایک نیکی کرنے سے دوسری نیکی پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح پر ایک

بدی دوسری بدی کا موجب ہو جاتی ہے۔ جیسے ایک چیز دوسری چیز کو جذب کرتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے یہ تجاذب کا مسئلہ۔ "یہ جذب کرنے کا مسئلہ "ہر فعل میں رکھا ہوا ہے۔ پس جب سائل سے نرمی کے ساتھ پیش آئے گا اور اس طرح پر اخلاقی صدقہ دے دے گا۔" سائل سے نرمی کے ساتھ جب تُو پیش آئے گا اور اس طرح پر اخلاقی صدقہ دے دے گا" تو قبض دُور ہو کر دوسری نیکی بھی کر لے گا۔ "یعنی جو دل میں ایک روک پیدا ہو جاتی ہے وہ دُور ہو جائے گی اور پھر دوسری نیکیوں کی بھی توفیق ملے گی "اور اس کو کچھ دے بھی دے گا۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 75-76)

پھر ہمارے معاشرے میں عموماً والدین کے بارے میں یہ سوال ہوتا ہے۔ والدین اگر احمدی نہیں یا مخالفت کر رہے ہیں تو ان کا احترام کس طرح آپ نے قائم فرمایا۔ آپ نے شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی کو ان کے والد کے بارے میں دریافت فرماتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ "ان کے حق میں دعا کیا کرو۔ ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دلجوئی کرنی چاہئے اور ان کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر اسلام کی صداقت کا قائل کرو۔" کیونکہ وہ مسلمان نہیں تھے اس لئے ان کو اپنا نمونہ دکھاؤ تا کہ وہ اسلام کی سچائی کے قائل ہو جائیں۔ "اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی دوسرے معجزے برابری نہیں کر سکتے۔ سچے اسلام کا یہ معیار ہے کہ اس سے انسان اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک ممیّز شخص ہوتا ہے۔ شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ دنیوی امور میں جن سے دین کا حرج نہیں ہوتا ان کی ہر طرح سے پوری فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ دل و جان سے ان کی خدمت بجالاؤ۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 175۔ حاشیہ نمبر 1)

آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اخلاق ہی ہیں جو انسان اور جانوروں میں فرق کرتے ہیں۔ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ:

"اوّل چارپایہ کیفیت اور کمیت میں فرق نہیں کر سکتا اور جو کچھ آگے آتا ہے اور جس قدر آتا ہے کھاتا ہے۔ جیسے کتّا اس قدر کھاتا ہے کہ آخر قے کرتا ہے۔" کیا کیفیت ہونی چاہئے۔ کس حالت میں ہونی چاہئے۔ کس طرح ہونی چاہئے اور اس میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ کتّے کی مثال دی کہ اس کو یہ نہیں پتا کتنا کھانا ہے۔ وہ کھاتا ہے تو کھاتا چلا جاتا ہے اور آخر قے کر دیتا ہے۔ یہاں ہم نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں کا یہی حال ہے۔ لالچ ختم ہی نہیں ہوتی اور جائز اور ناجائز طریقے سے چاہے وہ کھانا ہو یا لوگوں کا مال ہو کھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

فرمایا کہ "دوسرا یہ کہ اَنعام حلال اور حرام میں تمیز نہیں کرتے۔" ایک تو یہ ہے کہ ان کو یہ فرق نہیں پتا کہ کیسی حالت رہنی چاہئے۔ کس طرح رہنی چاہئے۔ روحانیت کیا کہتی ہے اور کس حد تک تمہیں اپنے جائز ذرائع سے کھانے اور کمانے کی اجازت دیتی ہے۔ صرف یہی نہیں ہے کہ جیبیں بھرتے چلے جاؤ اور اپنے خزانے بھرتے چلے جاؤ بلکہ اس کا اندازہ ہونا چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جانور حلال اور حرام میں تمیز نہیں کرتا۔ فرمایا کہ "ایک بیل مثلاً" بیل کی مثال ہے کبھی یہ تمیز نہیں کرتا کہ یہ ہمسایہ کا کھیت ہے اس میں نہ جاؤں۔ "کھلا بیل ہے، جانور ہے

گھاس چر رہا ہے تو اپنے کھیت سے اگر باڑ نہیں لگی ہوئی تو دوسرے کھیت میں بھی چلا جائے گا۔ اس کو تمیز ہی نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ "ایسا ہی ہر ایک امر جو کھانے کے لحاظ سے ہو "وہ" نہیں کرتا..." فرمایا کہ "یہ لوگ جو اخلاقی اصولوں کو توڑتے ہیں اور پرواہ نہیں کرتے کہ گویا انسان نہیں۔ پاک پلید کا تو یہ حال "ہے کہ" عرب میں مردے کتّے کھالیتے تھے..." پھر آگے آپ نے مثال دی کہ اس زمانے میں بھی لوگ کھالیتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ "یتیموں کا مال کھانے میں کوئی تردّد و تامّل نہیں۔ جیسے یتیم کا گھاس گائے کے سامنے رکھ دیا جاوے، بلا تردّد کھا لے گی "یعنی کہ گائے جو ہے اس کے سامنے گھاس رکھ دو، چاہے وہ جائز طریقے سے آیا ہے یا ناجائز طریقے سے، تو گائے نے تو کھالینا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ یتیموں کا مال جائز اور ناجائز طریقے سے کھالیتے ہیں۔ فرمایا "ایسا ہی ان لوگوں کا حال ہے۔ یہی معنی ہیں وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (محمد: 13)۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا۔ "جب ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں تو پھر ایسے انسانوں کا ٹھکانہ دوزخ بن جاتا ہے۔ فرمایا کہ "غرض یاد رکھو کہ دو پہلو ہیں۔ ایک عظمتِ الٰہی کا۔ جو اس کے خلاف ہے، وہ بھی اخلاق کے خلاف ہے۔ اور دوسرا شفقت علی خلق اللہ کا۔ پس جو نوع انسان کے خلاف ہو، وہ بھی اخلاق کے برخلاف ہے۔ "اللہ کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ اس کی عظمت نہیں مانتے۔ اس کی عبادت نہیں کرتے۔ اس کی باتوں کو توجہ سے نہیں سنتے۔ اس کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو یہ بھی اخلاق نہیں۔ اور اگر لوگوں کے حق ادا نہیں کرتے۔ ناجائز طریقے سے ان کے مال کھاتے ہو۔ نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہو یا اور طریقے سے بداخلاقی دکھاتے ہو تو یہ بھی اخلاق کے خلاف ہے۔ آپ فرماتے ہیں "آہ! بہت تھوڑے لوگ ہیں جو ان باتوں پر جو انسان کی زندگی کا اصل مقصد اور غرض ہیں غور کرتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 78-79)

پھر ایک برائی تکبر کی ہے جو نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بنا دیتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں "صوفی کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اخلاقِ رذیلہ کے بہت سے جنّ ہیں۔ "گھٹیا اخلاق کے بہت سے جنّ ہیں جو انسان کے اندر ہوتے ہیں۔" اور جب یہ نکلنے لگتے ہیں تو نکلتے رہتے ہیں۔ مگر سب سے آخری جنّ تکبر کا ہوتا ہے جو اس میں رہتا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور انسان کے سچے مجاہدہ اور دعاؤں سے نکلتا ہے۔ "فرمایا کہ "بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں" بڑی عاجزی دکھاتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت عاجز ہیں "لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبر ہوتا ہے۔ اس لئے تکبر کی باریک در باریک قسموں سے بچنا چاہئے۔ بعض وقت یہ تکبر دولت سے پیدا ہوتا ہے۔ دولتمند متکبّر دوسروں کو کنگال سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے۔ بعض اوقات خاندان اور ذات کا تکبّر ہوتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ میری ذات بڑی ہے اور یہ چھوٹی ذات کا ہے... بعض وقت تکبر علم سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ ایک شخص غلط بولتا ہے تو یہ جھٹ اس کا عیب پکڑتا ہے اور شور مچاتا ہے کہ اس کو تو ایک لفظ بھی صحیح بولنا نہیں آتا۔ غرض مختلف قسمیں تکبّر کی ہوتی ہیں اور یہ سب کی سب انسان کو نیکیوں سے محروم کر دیتی ہیں اور لوگوں کو نفع پہنچانے سے روک دیتی ہیں۔ ان سب سے بچنا چاہئے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 402)

پھر آپ فرماتے ہیں "کسی کو اخلاق کی کوئی قوت نہیں دی گئی مگر اس کو بہت سی نیکیوں کی توفیق ملی۔ ترکِ اخلاق ہی بدی اور گناہ ہے۔" فرمایا کہ نیکیوں کی انسان کو توفیق ملتی ہے اور فرمایا کہ ترک اخلاق ہی بدی اور گناہ ہے۔ جب اخلاق کو ترک کر دو گے تو یہ بدی اور گناہ بن جاتا ہے۔ اور پھر اس سے نیکیوں کی یہ توفیق بھی ختم ہو جاتی ہے۔ فرمایا "ایک شخص جو مثلاً زنا کرتا ہے اس کو خبر نہیں کہ اس عورت کے خاوند کو کس قدر صدمہ عظیم پہنچتا ہے۔" کسی عورت کے ساتھ اگر زنا کیا ہے، شادی شدہ تھی "اب اگر یہ اُس تکلیف اور صدمے کو محسوس کر سکتا اور اس کو اخلاقی حصہ حاصل ہوتا تو ایسے فعلِ شنیع کا مرتکب نہ ہوتا۔ اگر ایسے نابکار انسان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ اس فعل بد کے ارتکاب سے نوع انسان کے لئے کیسے کیسے خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں تو ہٹ جاتا۔"

فرمایا کہ "ایک شخص جو چوری کرتا ہے کمبخت ظالم اتنا بھی تو نہیں کرتا کہ رات کے کھانے کے واسطے" کسی غریب آدمی کے گھر میں چوری کر لیتا ہے اس کے لئے کچھ "ہی چھوڑ جائے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک غریب کی کئی سالوں کی محنت کو ملیامیٹ کر دیتا ہے....." پھر آپ فرماتے ہیں "اب اگر ان حالتوں کو محسوس کرتا اور اخلاقی حالت سے اندھا نہ ہوتا تو کیوں چوری کرتا۔ آئے دن اخبارات میں دردناک موتوں کی خبریں پڑھنے میں آتی ہیں کہ فلاں بچہ زیور کے لالچ سے مارا گیا۔ فلاں جگہ کسی عورت کو قتل کر ڈالا... اب سوچ کر دیکھو کہ اگر اخلاقی حالت درست ہو تو ایسی مصیبتیں کیوں آئیں؟ ممکن ہے کہ اپنے جیسے انسان پر مصیبت آئے اور یہ محسوس نہ کرے۔"
(ملفوظات جلد 2 صفحہ 77-78)

اگر یہ اخلاق ہی نہ ہوں، احساس ہی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا خوف ہی نہ ہو تو تبھی یہ حالت پیدا ہوتی ہے۔ نہیں تو اگر اللہ تعالیٰ کا خوف ہو یا انسانیت انسان میں ہو تو کبھی اس قسم کی حرکتیں نہ کریں۔

اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "جو شخص اپنے ہمسایہ کو اپنے اخلاق میں تبدیلی دکھاتا ہے کہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے وہ گویا ایک کرامت دکھاتا ہے۔ اس کا اثر ہمسایہ پر بہت اعلیٰ درجہ کا پڑتا ہے۔ ہماری جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ترقی ہو گئی ہے۔ "لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمیں نہیں پتا کہ جماعت میں کیا ترقی ہو گئی ہے" اور تہمت لگاتے ہیں کہ افتراء، غیظ و غضب میں مبتلا ہیں۔" یہ الزام بھی ہم پر لگاتے ہیں کہ غیظ و غضب میں بھی مبتلا ہیں اور افترا بھی کرتے ہیں۔" کیا یہ ان کے لئے باعث ندامت نہیں ہے کہ انسان عمدہ سمجھ کر اس سلسلہ میں آیا تھا۔" ایسے لوگ جو اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں تو پھر ان کو شرمندہ ہونا چاہئے۔ فرمایا کہ "جیسا کہ ایک رشید فرزند اپنے باپ کی نیک نامی ظاہر کرتا ہے کیونکہ بیعت کرنے والا فرزند کے حکم میں ہوتا ہے..." اس لئے تم لوگ بھی جو بیعت میں آئے ہو تو لوگ جو الزام لگاتے ہیں کہ یہ ہوا یہ ہوا۔ وہ الزامات تمہارے پہ سچ ثابت نہیں ہونے چاہئیں۔ فرمایا "روحانی باپ آسمان پر لے جاتا" جس طرح جسمانی باپ زمین پر لانے کا موجب ہوتا ہے اور ظاہری زندگی کا باعث بنتا ہے اسی طرح روحانی باپ آسمان پر لے جاتا ہے "اور اس مرکز اصلی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔" فرمایا کہ "کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدنام کرے؟ طوائف کے ہاں جاوے؟ اور قمار بازی کرتا پھرے۔ شراب پیوے یا اور ایسے افعال قبیحہ کا مرتکب ہو جو باپ کی بدنامی کا

موجب ہوں۔" فرمایا کہ "مَیں جانتا ہوں کوئی آدمی ایسا نہیں ہو سکتا جو اس فعل کو پسند کرے۔ لیکن جب وہ ناخلف بیٹا ایسا کرتا ہے تو پھر زبانِ خَلق بند نہیں ہو سکتی۔ لوگ اس کے باپ کی طرف نسبت کر کے کہیں گے کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا فلاں بد کام کرتا ہے۔ پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی باپ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے اور اس سلسلہ کی عظمت اور عزت کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے خلاف کرتا ہے تو وہ عند اللہ ماخوذ ہوتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ جائے گا" کیونکہ وہ صرف اپنے آپ ہی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتا بلکہ دوسروں کے لئے ایک برا نمونہ ہو کر ان کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محروم رکھتا ہے۔" بدنمونہ جو لوگ دیکھیں گے تو ان کو پھر اس جماعت سے دُوری پیدا ہو جائے گی۔ وہ قریب نہیں آئیں گے۔ اور پھر اس سعادت سے، جماعت میں شامل ہونے کی جو برکات ہیں اس سے محروم رہ جائیں گے۔

"پس جہاں تک آپ لوگوں کی طاقت ہے خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور اپنی پوری طاقت اور ہمت سے اپنی کمزوریوں کو دُور کرنے کی کوشش کرو۔ جہاں عاجز آ جاؤ وہاں صدق اور یقین سے ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ خشوع اور خضوع سے اٹھائے ہوئے ہاتھ جو صدق اور یقین کی تحریک سے اٹھتے ہیں خالی واپس نہیں ہوتے۔ ہم تجربہ سے کہتے ہیں کہ ہماری ہزارہا دعائیں قبول ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔" فرمایا کہ "یہ ایک یقینی بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر اپنے ابنائے جنس کے لئے ہمدردی کا جوش نہیں پاتا وہ بخیل ہے۔" اگر دوسرے انسان کے لئے ہمدردی کا جوش نہیں تو پھر وہ بخیل اور کنجوس ہے۔" اگر میں ایک راہ دیکھوں جس میں بھلائی اور خیر ہے تو میرا فرض ہے کہ مَیں پکار پکار کر لوگوں کو بتلاؤں۔ اس امر کی پرواہ نہیں ہونی چاہئے کہ کوئی اس پر عمل کرتا ہے یا نہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 146-147)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ "جب تک انسان مجاہدہ نہ کرے گا، دعا سے کام نہ لے گا، وہ غمرہ جو دل میں پڑ جاتا ہے دُور نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد:12)۔ یعنی خدا تعالیٰ ہر ایک قسم کی آفت اور بلا کو جو قوم پر آتی ہے دُور نہیں کرتا ہے جب تک خود قوم اس کو دُور کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہمت نہ کرے۔ شجاعت سے کام نہ لے تو کیونکر تبدیلی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک لا تبدیل سنّت ہے جیسے فرمایا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (الاحزاب:63)۔ پس ہماری جماعت ہو یا کوئی ہو وہ تبدیل اخلاق اسی صورت میں کر سکتے ہیں جبکہ مجاہدہ اور دعا سے کام لیں ورنہ ممکن نہیں ہے۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 137)

اللہ تعالیٰ ہمیں اُسوہ رسول پر چلتے ہوئے اپنے اخلاق کو ہر لحاظ سے اور ہر موقع پہ اور ہر جگہ اور ہر صورت میں بہتر سے بہتر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے اخلاق کے معیار اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہوں، نہ کہ دنیا دکھاوے کے لئے۔ مخلوق کی سچی ہمدردی ہمارے دلوں میں پیدا ہو۔ تقویٰ کے معیار بلند کرنے والے ہم ہوں۔ ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے تو ہماری سوچ ہر وقت یہ رہے کہ ہمارا کوئی عمل اسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کی بدنامی کا باعث نہ بنے بلکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو ہم پھیلانے والے ہوں اور دنیا کو اس سے متاثر کرنے والے ہوں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ہم اپنے اخلاق کے معیاروں کو بڑھانے کی ہر وقت

کوشش کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھک کر دعا سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس کے حصول کے لئے مدد طلب کرنے والے ہوں۔

نمازوں کے بعد مَیں ایک جنازہ غائب پڑھاؤں گا جو مکرم شیخ عبدالمجید صاحب ابن شیخ عبدالحمید صاحب حلقہ ڈیفنس سوسائٹی کراچی کا ہے۔ 15/ فروری کو 88 سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا حضرت شیخ نور احمد صاحب جالندھر کے ذریعہ سے آئی تھی جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب انجام آتھم میں 313 صحابہ کی فہرست میں 242 نمبر پر شیخ نور احمد صاحب جالندھر حال ممباسہ کے نام سے کیا ہے۔ (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 328)

یہ 1929ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم الاسلام کالج قادیان سے ایف ایس سی (FSC) کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیمیکل انجنیئرنگ میں ایم ایس سی (MSC) کی اور کالج میں ٹاپ بھی کیا۔ پھر 1951ء سے 1953ء تک یہاں یوکے کی سرے (Surrey) یونیورسٹی میں میٹالوجیکل انجنیئرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ اور اس کے بعد پھر آپ کو کراچی میں جماعتی خدمات انجام دینے کی توفیق ملی۔ سیکرٹری جائیداد، صدر امداد کمیٹی، حلقے کے صدر رہے۔ نائب امیر کراچی کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ مجلس تحریک جدید مرکزیہ کے ممبر تھے۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹی ہیں سلمیٰ طارق جو طارق سجاد صاحب کی اہلیہ ہیں اور دو نواسے اور ایک نواسی ہیں۔

ان کے نواسے لکھتے ہیں کہ قادیان میں بزرگوں کی صحبت میں رہ کے بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ سے ایک خاص تعلق تھا۔ اور کہتے ہیں میٹرک کے امتحان میں انگریزی کا پرچہ اچھا نہیں ہوا تو یہ مسجد کی طرف آ رہے تھے تو راستے میں حضرت مولانا شیر علی صاحب ملے۔ وہ مسجد سے نکل رہے تھے۔ مولانا صاحب نے امتحان کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ پرچہ اچھا نہیں ہوا۔ مولانا شیر علی صاحب نے ہاتھ اٹھا کر وہیں دعا کی اور ان کو کہا کہ آپ پاس ہو جائیں گے۔ خوشخبری دی۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد دعا ایسی قبول ہوئی کہ ہر امتحان میں مَیں پاس ہی ہوتا چلا گیا۔ تنگی اور خوشی کے مختلف حالات ان پر آئے۔ یہاں سے جانے کے بعد مختلف نوکریاں بھی انہوں نے کیں اور جماعتی مخالفت کی وجہ سے بھی یا افسران کے آپس کے کچھ غلط رویّوں کی وجہ سے ان کو نوکریوں سے نکالا جاتا رہا۔

آخر انہوں نے کاروبار شروع کیا اور کاروبار میں یہ عہد کیا کہ اپنے خرچ کے لئے کچھ تھوڑا سا رکھوں گا۔ باقی جو کچھ ہو گا وہ جماعت کو پیش کر دیا کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے تازندگی اس عہد کو جو اللہ تعالیٰ سے کیا تھا نبھایا۔ انہوں نے بزنس کیا ہے۔ کارخانے لگائے۔ اس کا جو بھی منافع آتا اس سے بے انتہا انہوں نے جماعت پر خرچ کیا اور جماعت کو ہمیشہ چندہ دیتے رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب ایم ٹی اے کا اجراء فرمایا تو اس وقت بھی انہوں نے فوری طور پر ایک کروڑ روپیہ وہاں ادا کر دیا۔ اسی طرح رشیا میں ایک دفعہ مسجد بنانے کا خیال پیدا ہوا تھا تو اس وقت تحریک سے پہلے احمدیوں کا ایک رشین وفد یہاں آ کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں باتیں ہو رہی تھیں تو اسی دوران میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو پرائیویٹ سیکرٹری نے بتایا کہ شیخ صاحب نے بغیر کسی تحریک کے یہ

خطیر رقم وہاں مسجد کے لئے دی ہے۔ اور پرائیویٹ سیکرٹری نے ان کو بتایا کہ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بڑا خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح وہاں کے مربی صاحب لکھتے ہیں کہ 2010ء میں جب دارالذکر میں اور ماڈل ٹاؤن میں 28/ مئی کا واقعہ ہوا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اسی دن شام کو میں دفتر گیا تو دیکھا کہ وہاں کے سیکرٹری مال ایک رسید کاٹ رہے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ صفر پہ صفر ڈال رہے ہیں۔

میں نے ان سے پوچھا کہ آپ غلطی سے تو نہیں کر رہے۔ تو انہوں نے کہا نہیں بلکہ ابھی شیخ صاحب سیّدنا بلال فنڈ کے لئے ایک کروڑ روپے کی رقم دے کر گئے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کی اشاعت کے لئے انہوں نے بڑی خطیر رقمیں دیں۔ جماعت کراچی کے بیشمار پراجیکٹ تھے ان کے لئے چندے دیئے اور انہوں نے ہمیشہ بڑی سادگی سے زندگی گزاری۔ ان کے ظاہری رکھ رکھاؤ سے لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ شخص دو فیکٹریوں کا مالک اور بڑا امیر آدمی ہے کیونکہ جو کمائی ہوتی تھی اپنے اخراجات کے لئے اور گھر کے اخراجات کے لئے رکھ کے باقی جماعت کو دے دیا کرتے تھے اور آخر میں بھی یہی وصیت کر کے گئے کہ یہ جو میری جائیداد ہے یہ جماعت کی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔ درجات بلند فرمائے۔ اور ان کے نواسوں نواسی کو اور بچوں کو، بیٹی کو بھی صبر و حوصلہ بھی عطا فرمائے اور ان کے نیک نمونوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نمازوں کے بعد ان کا نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23 مارچ 2018ء تا 29 مارچ 2018ء جلد 25 شمارہ 12 صفحہ 05 تا 09)

10

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 09/ مارچ 2018ء بمطابق 09/ امان 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرتؐ کے صحابہؓ کا عظیم الشان مقام:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی قربانیوں اور ان کے مقام و مرتبہ اور اللہ تعالیٰ کے ان پر انعامات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا مال و متاع خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اور آپ کمبل پہن لیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر انہیں کیا دیا۔ تمام عرب کا انہیں بادشاہ بنا دیا اور اسی کے ہاتھ سے اسلام کو نئے سرے سے زندہ کیا اور مرتد عرب کو پھر فتح کر کے دکھا دیا اور وہ کچھ دیا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔" فرماتے ہیں "غرض ان لوگوں کا صدق و وفا اور اخلاص و مروّت ہر مسلمان کے لئے قابل اُسوہ ہے۔ صحابہؓ کی زندگی ایک ایسی زندگی تھی کہ تمام نبیوں میں سے کسی نبی کی زندگی میں یہ مثال نہیں پائی جاتی...۔"

فرماتے ہیں کہ "اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان اپنی خواہشوں اور اغراض سے الگ ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور نہیں آتا ہے وہ کچھ حاصل نہیں کرتا بلکہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ لیکن جب وہ تمام نفسانی خواہشات اور اغراض سے الگ ہو جاوے اور خالی ہاتھ اور صافی قلب لے کر خدا تعالیٰ کے حضور جاوے تو خدا اس کو دیتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کی دستگیری کرتا ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ انسان مرنے کو تیار ہو جاوے اور اس کی راہ میں ذلّت اور موت کو خیر باد کہنے والا بن جاوے۔"

فرمایا "دیکھو دنیا ایک فانی چیز ہے۔" کوئی اس میں مستقل نہیں رہتا" مگر اس کی لذت بھی اسی کو ملتی ہے جو اس کو خدا کے واسطے چھوڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کا مقرّب ہوتا ہے خدا تعالیٰ دنیا میں اس کے لئے قبولیت پھیلا دیتا ہے۔ یہ وہی قبولیت ہے جس کے لئے دنیا دار ہزاروں کوششیں کرتے ہیں کہ کسی طرح کوئی خطاب مل جاوے یا کسی عزت کی جگہ یا دربار میں کرسی ملے اور کرسی نشینوں میں نام لکھا جاوے۔ غرض تمام دنیوی عزتیں اسی کو دی جاتی ہیں اور ہر دل میں اسی کی عظمت اور قبولیت ڈال دی جاتی ہے جو خدا تعالیٰ کے لئے سب کچھ چھوڑنے اور کھونے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ نہ صرف آمادہ بلکہ چھوڑ دیتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے واسطے کھونے والوں کو سب کچھ دیا جاتا ہے۔"

آپ مجلس میں بیٹھے یہ باتیں فرما رہے تھے۔ دوسری جگہ ایک اور روایت میں اس کے یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ "زمینی گورنمنٹوں کے لئے جو ذرا سا کچھ گنواتا ہے ان کو اجر ملتا ہے۔" عام دنیاداری میں دیکھو تم کچھ دیتے ہو، ان کی خاطر کچھ کرتے ہو تو اجر ملتا ہے۔ فرمایا "تو جو خدا کے لئے گنوائے تو کیا اسے اجر نہ ملے گا؟۔" پھر آپ فرماتے ہیں "اور وہ نہیں مرتے ہیں جب تک وہ اس سے کئی چند نہ پالیں جو انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کا قرض اپنے ذمہ نہیں رکھتا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ان باتوں کو ماننے والے اور ان کی حقیقت پر اطلاع پانے والے بہت ہی کم لوگ ہیں۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 398-399 مع حاشیہ)

یہ صدق و وفا اور اخلاص و مروّت دکھانے والوں کے نمونے ہمیں اس شان سے نظر آتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نے نہ صرف ان کی محبتوں کے رخ بدل دیئے۔ پہلے محبتوں کے رخ کسی اور طرف تھے پھر اور طرف کر دیئے۔ دنیا سے خدا کی طرف کر دیئے۔ بلکہ ان محبتوں کے پیمانوں کو وہ عروج عطا کر دیا، وہ بلندیاں دے دیں جس کی مثال پہلے دنیا میں نہیں ملتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس خوبصورتی سے اس عروج اور بلندی کی مثال دی ہے کہ فرمایا کہ ان کے اس معیار محبت اور قربانی کی سابقہ انبیاء کی زندگی میں بھی مثال نہیں پائی جاتی۔ اور جہاں تک نبیوں کے ماننے والوں کا سوال ہے تو ان کی شان کیا، ان کی حالت تو صحابہ کے مقابلہ میں بہت ہی گری ہوئی تھی۔ **یہ صحابہ اپنی تمام نفسانی خواہشات سے پاک تھے۔** صاف دل ہو کر اور اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہو کر صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لئے اپنی زندگیاں گزارنے والے تھے اور جب یہ حالت ہو تو پھر خدا تعالیٰ بھی نوازتا ہے اور بے انتہا نوازتا ہے اور ہم صحابہ کی زندگی میں یہ باتیں دیکھتے ہیں۔

بعض صحابہ کے واقعات پیش کرتا ہوں کہ کس طرح انہوں نے اپنے نفسوں کو خدا تعالیٰ کے ماتحت کر لیا تھا۔ کیا نمونے انہوں نے دکھائے۔

حضرت عَبّاد بن بشر ایک انصاری صحابی تھے۔ عین جوانی میں تقریباً پینتالیس سال کی عمر میں ان کو شہادت نصیب ہوئی تھی۔ (اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ جلد 3 صفحہ 46 عباد بن بشرؓ دار الفکر بیروت 2003ء)، (الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد 3 صفحہ 496 عباد بن بشرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

ان کی عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت جاگے تو مسجد سے قرآن کریم کی تلاوت کی آواز آ رہی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے بہت جلدی جاگا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ آواز عَباد کی ہے؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں مَیں نے عرض کی کہ انہی کی آواز لگتی ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی کہ اے اللہ عَبّاد پر رحم کر۔

(صحیح البخاری کتاب الشهادات باب شهادة الأعمى...الخ حدیث 2655)

کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جو قرآن کریم کی تلاوت میں اپنی راتیں گزار کر آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی دعاؤں کے براہ راست حاصل کرنے والے بنے۔ اور راتوں کو اٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اور اس کی رحمتوں کو حاصل کرنے کے لئے پکارتے تھے۔

حضرت عَبّاد کو اپنی ایک خواب کی وجہ سے یہ یقین تھا کہ انہیں شہادت کا رتبہ حاصل ہو گا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبّاد نے ایک دفعہ مجھے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان پھٹا ہے اور مَیں اس میں داخل ہو گیا ہوں تو پھر وہ جڑ گیا ہے۔ واپس اپنی اصلی حالت میں آ گیا ہے۔ اس خواب سے وہ کہتے تھے کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا رتبہ دے گا۔ ان کی یہ خواب جنگ یمامہ میں پوری ہوئی اور بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے انہوں نے شہادت پائی۔ لیکن جس دشمن سے لڑ رہے تھے اس پر آپ کے دستے نے جس میں تمام انصار شامل تھے فتح پائی۔ آپ تو شہید ہو گئے لیکن دشمن پر فتح پائی۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ جنگ کے بعد ان کا چہرہ تلوار کے زخموں کی وجہ سے پہچانا نہیں جاتا تھا۔ ان کی نعش کو ان کے جسم کے ایک نشان کی وجہ سے پہچانا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد مترجم جلد 4 صفحہ 31-30 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

پھر تاریخ ہمیں ایک اور صحابی کے متعلق بتاتی ہے جن کا نام حرام بن ملحان تھا۔ یہ نوجوان نوجوانوں اور دوسروں کو قرآن سکھانے اور غریبوں اور اصحاب صفہ کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔ جب بنی عامر کے ایک وفد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں تبلیغ کے لئے کچھ لوگ بھیجیں تا کہ ہمیں بھی اسلام کا پتہ چلے اور ہمارے لوگ اسلام میں داخل ہوں۔ نیت ان کی اس وقت بھی خراب تھی لیکن بہرحال انہوں نے یہ درخواست کی۔ یہ لوگ قابل اعتبار نہیں تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں سے خطرہ ہے کہ جس کو میں بھیجوں گا اسے شاید تمہارے لوگ نقصان پہنچائیں تو ان کے سردار نے کہا۔ وہ ابھی مسلمان نہیں ہوا۔ لیکن کہنے لگا کہ میں ذمہ داری لیتا ہوں۔ میں ذمہ دار ہوں گا اور سارے میری امان میں ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ایک وفد بنی عامر کی طرف بھیجا۔ حرام بن ملحان کو امیر مقرر کیا۔ جب یہ وفد وہاں پہنچا تو حضرت حرام بن ملحان کو شک ہوا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ ان کے طور کوئی صحیح نظر نہیں آ رہے تھے۔ دور سے پتا لگ رہا تھا کہ ان لوگوں کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ احتیاطی تدبیر کرنی چاہئے اور سب کو وہاں اکٹھے نہیں جانا چاہئے کیونکہ اگر انہوں نے گھیر لیا تو سب کو ایک ہی وقت میں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لئے تم سب یہیں رہو اور مَیں اور ایک اور ساتھی جاتے ہیں۔ اگر تو انہوں نے ہم سے صحیح سلوک کیا تو تم لوگ بھی آ جانا اور اگر ہمیں نقصان پہنچایا تو پھر تم لوگ حالات کے مطابق فیصلہ کرنا کہ کیا کرنا ہے۔ واپس جانا ہے یا ان سے لڑنا ہے یا وہیں رہنا ہے۔

جب یہ حرام بن ملحان اور ان کے ساتھی ان لوگوں کے قریب گئے تو بنی عامر کے سردار نے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے پیچھے سے حرام بن ملحان پر نیزے سے حملہ کیا۔ ان کی گردن سے خون کا فوارہ نکلا۔ انہوں نے اس خون کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور کہا کہ رب کعبہ کی قسم! مَیں کامیاب ہو گیا۔ کعبہ کے رب کی قسم مَیں کامیاب ہو گیا۔ اور بعد میں پھر ان کے دوسرے ساتھی کو بھی شہید کر دیا گیا اور پھر باقاعدہ حملہ کر کے باقی جو ستّر لوگ تھے، ان سب کو

شہید کر دیا سوائے ایک یادو کے جو بچے۔ جب ان لوگوں کو ظالمانہ طور پر دھوکے سے شہید کیا جارہا تھا تو انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ ایک تو ہماری یہ قربانیاں قبول فرمالے اور ہماری اس حالت کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دے کیونکہ یہاں تو اطلاع پہنچانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرائیل نے ان صحابہ کا سلام پہنچایا اور وہاں کے حالات اور شہادت کی اطلاع دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اطلاع دی کہ وہ سب شہید کر دیئے گئے ہیں۔ ستر صحابہ تھے جیسا کہ میں نے کہا، اور ان سب کی شہادت کا آپ کو بڑا انتہائی صدمہ تھا۔ آپ نے تیس دن تک ان قبائل کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ ان میں سے جنہوں نے یہ ظلم کیا ہے خود ان کی پکڑ کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہادتوں کو بڑی عظیم شہادتیں قرار دیا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع...الخ حدیث 4091)(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب ثبوت الجنۃ للشہید حدیث 4917)(تاریخ الخمیس جلد اوّل صفحہ 452 سریہ المنذر بن عمرو الی بئر المعونۃ مطبوعہ موسسۃ شعبان بیروت)(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 355 حدیث 12429 مسند انس بن مالکؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عشق و محبت اور دین کی خاطر عظیم الشان قربانی کا ذکر کرتے ہوئے ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ محبت ایک ایسی شئے ہے کہ وہ سب کچھ کرا دیتی ہے۔ ایک شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے تو معشوق کے لئے کیا کچھ نہیں کر گزرتا۔ پھر دنیا والوں کی ایک مثال دی آپ نے کہ ایک عورت کسی پر عاشق تھی۔ اس کو کھینچ کھینچ کر لاتے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ ماریں کھاتی تھی مگر وہ کہتی تھی کہ مجھے لذّت ملتی ہے۔ جبکہ جھوٹی محبتوں، فسق و فجور کے رنگ میں جلوہ گر ہونے والے عشق میں مصائب اور مشکلات کے برداشت کرنے میں ایک لذت ملتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں دنیاداروں کا یہ حال ہے تو خیال کرو کہ وہ جو خدا تعالیٰ کا عاشق زار ہو، اس کے آستانہ اُلوہیت پر نثار ہونے کا خواہشمند ہو وہ مصائب اور مشکلات میں کس قدر لذت پا سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حالت دیکھو۔ مکّہ میں ان کو کیا کیا تکلیفیں پہنچیں۔ بعض ان میں سے پکڑے گئے۔ قسم قسم کی تکلیفوں اور عقوبتوں میں گرفتار ہوئے۔ مرد تو مرد بعض مسلمان عورتوں پر اس قدر سختیاں کی گئیں کہ ان کے تصوّر سے بدن کانپ اٹھتا ہے۔ اگر وہ مکّہ والوں سے مل جاتے تو اس وقت بظاہر وہ ان کی بڑی عزت کرتے کیونکہ وہ ان کی برادری ہی تو تھے۔ مگر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو مصائب اور مشکلات کے طوفان میں بھی حق پر قائم رکھا۔ وہ وہی لذت اور سرور کا چشمہ تھا جو حق کے پیار کی وجہ سے ان کے سینوں سے پھوٹ نکلتا تھا۔

پھر آپ اس واقعہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ایک صحابی کی بابت لکھا ہے کہ جب اس کے ہاتھ کاٹے گئے تو اس نے کہا کہ میں وضو کرتا ہوں۔ آخر لکھا ہے کہ سر کاٹو تو پھر کہا کہ سجدہ کرتا ہے۔ کہتا ہوا مر گیا۔ اس وقت اس نے دعا کی کہ یا اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچا دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ میں تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے جا کر السلام علیکم کہا۔ آپ نے علیکم السلام کہا اور اس واقعہ پر اطلاع ملی۔ غرض اس لذت کے بعد جو خدا تعالیٰ میں ملتی ہے ایک کیڑے کی طرح کچل کر مر جانا منظور ہوتا ہے جس طرح ان

صحابی نے کہا تھا میں نے ربِّ کعبہ کو پالیا۔ جو انتہا تھی عشق کی وہاں میں پہنچ گیا۔

فرماتے ہیں کہ اور مومن کو سخت سے سخت تکالیف بھی آسان ہی ہوتی ہیں۔ سچ پوچھو تو مومن کی نشانی ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ مقتول ہونے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو کہہ دیا جاوے کہ یا نصرانی ہو جا یا قتل کر دیا جائے گا۔ اس وقت دیکھنا چاہئے کہ اس کے نفس سے کیا آواز آتی ہے؟ آیا وہ مرنے کے لئے سر رکھ دیتا ہے یا نصرانی ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر وہ مرنے کو ترجیح دیتا ہے تو وہ مومن حقیقی ہے ورنہ کافر ہے۔ غرض ان مصائب میں جو مومنوں پر آتے ہیں اندر ہی اندر ایک لذت ہوتی ہے۔ بھلا سوچو تو سہی کہ اگر یہ مصائب لذت نہ ہوتے تو انبیاء علیہم السلام ان مصائب کا ایک دراز سلسلہ کیونکر گزارتے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 308-309)

یہاں تو صحابہ کی جو مثالیں ہیں ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نے ایک ایسی روح پھونک دی تھی کہ جاتے ہوئے بھی یہ کہتے تھے، مرتے ہوئے یہ کہتے تھے جیسا کہ ہم نے سنا کہ کعبہ کے رب کی قسم ہم کامیاب ہو گئے۔ ہم نے خدا کو پالیا۔ لیکن یہ وہ لوگ تھے جو نیکیاں کرنے والے تھے۔ جن پر جب ظلم کئے جاتے تھے تو اس ظلم کی خاطر قربانیاں دیتے تھے نہ کہ خود ظالم بن کر ظلم کرتے جس طرح کہ آج کل کے بعض گروہوں نے کام شروع کیا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم شہید ہو گئے یا شہید ہو جائیں گے تو جنت میں چلے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ نہیں تھے۔ یہ لوگ ظلم کے خلاف جنگ کرنے والے تھے۔ ظلم پھیلانے والے نہیں تھے۔

پھر حضرت عبداللہؓ بن عمرو ایک انصاری صحابی تھے جن کے بارے میں یوں بیان ہوا ہے کہ اُحد کی جنگ میں جاتے ہوئے انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا کہ سب سے پہلے مجھے شہادت حاصل ہو گی۔ شاید انہوں نے خواب دیکھی تھی یا اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا۔ کہنے لگے کہ میری موت کے بعد تم اپنی بہنوں کا خیال رکھنا۔ ان کی بیٹیاں تھیں۔ اور ایک یہودی سے مَیں نے قرض لیا ہوا ہے۔ وہ قرض میرے کھجور کے باغات میں سے ادا کر دینا جب اس کی آمد آئے گی۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب هل یخرج المیت من القبر واللحد لعلة حدیث 1351، کتاب المناقب باب علامات النبوة حدیث 3580) (عمدة القاری شرح صحیح البخاری جلد 8 صفحہ 244 حدیث 1351 کتاب الجنائز باب هل یخرج المیت من القبر واللحد لعلة مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت 2003ء)

یہ تھا اللہ تعالیٰ سے محبت اور تقویٰ، پاکیزگی اور حقوق کی ادائیگی کا معیار۔ جنگ میں جا رہے ہیں۔ جان کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ کوئی فکر نہیں۔ بلکہ اس بات کی خوشی ہے کہ میں شہید ہونے والوں میں سے پہلے شہید کی سعادت پانے والا ہوں یا پاؤں گا۔ یہ خوف نہیں کہ میری جوان بیٹیاں ہیں ان کے حقوق بھی ادا کرنے ہیں۔ ان حقوق کی ادائیگی کے لئے ایک توتوکّل علی اللہ ہے۔ اللہ پر توکل کیا۔ پھر بیٹے کو نصیحت کی کہ اب تم نے گھر کا بڑا بن کر ان فرائض کو پورا کرنا ہے اور بہنوں کا خیال رکھنا ہے۔ اور پھر قرض کی ادائیگی کی بھی فکر ہے کہ یہودی سے قرض لیا ہوا ہے اس کا سامان بھی مَیں تمہیں نہیں کہتا کہ تم اپنی ذات سے کرو بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ باغات کی آمد سے ادا ہو جائے گا۔ تمہارے پہ بوجھ نہیں ڈال رہا۔ ہاں ایک فرض سے تمہیں آگاہ کر رہا ہوں۔ ایک اسلامی حکم سے تمہیں آگاہ کر رہا ہوں کہ قرض کی ادائیگی کرنی ضروری ہے اور قرض اتار کر پھر ہی تم میری جائیداد کے وارث بن سکتے

ہو۔ پہلی بات اور پہلا حکم یہی ہے کہ قرض اتارو۔

حضرت عبداللہ کی شہادت اور قربانی کو بھی کس طرح اللہ تعالیٰ نے نوازا۔ اس کا ذکر یوں ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ کے بیٹے کو افسردہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیت فرمانے کے بعد فرمایا کہ مَیں تمہیں ایک خوش کرنے والی بات بتاتا ہوں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کو شہادت کے بعد اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا کہ مجھ سے جو چاہو خواہش کرو مَیں تمہیں عطا کروں گا۔ حضرت عبداللہ نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے خدا! میں نے حقِ بندگی تو ادا نہیں کیا۔ تیرے سامنے خواہش کس منہ سے کروں۔ حالانکہ آپ کے عبادتوں کے معیار تھے، قربانیوں کے معیار تھے۔ لیکن پھر بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ مَیں نے تیرا حقِ بندگی تو ادا نہیں کیا۔ اور پھر کس منہ سے تیرے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کروں۔ تیرا رحم اور فضل ہے جو عطا کر دے۔ پھر عرض کیا کہ خواہش میری اگر پوچھتا ہے اے اللہ! تو یہی خواہش ہے کہ مجھے تُو پھر دنیا میں لوٹا دے تا کہ مَیں پھر تیرے نبی کے ساتھ ہو کر دشمن کا مقابلہ کروں اور پھر شہید ہو کر آؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مَیں یہ فیصلہ کر چکا ہوں جس کو ایک دفعہ موت دے دوں وہ دوبارہ دنیا میں لوٹایا نہیں جاتا۔

(مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 389 حدیث 15757 کتاب المناقب باب فی عبد اللہ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

اس لئے یہ خواہش تو پوری نہیں ہو سکتی۔ باقی انشاء اللہ، اللہ چاہتا ہے کہ شہید کا جو مقام ہے وہ تو ملنا ہی ہے۔ اسی طرح ایک اور صحابی حضرت عمروؓ بن جموح کے بارے میں ان کے جذبہ قربانی اور شہادت کا ذکر ملتا ہے کہ وہ اپنے پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے لنگڑا کر چلتے تھے۔ کافی تکلیف تھی۔ اس وجہ سے بدر کی جنگ میں ان کے بیٹوں نے ان کے معذور ہونے کی وجہ سے انہیں شامل نہیں ہونے دیا۔ جب اُحد کا موقع آیا اور دشمن نے حملہ کیا۔ کافر لوگ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اب تم جو چاہو کر لو مَیں نے اب تمہاری بات نہیں ماننی اور اس میں ضرور شامل ہونا ہے۔

چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے بیٹے میرے پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے جنگ میں مجھے شامل ہونے سے روک رہے ہیں۔ لیکن میں آپ کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ اور عرض کیا کہ خدا کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری دلی خواہش پوری کرے گا اور مجھے شہادت عطا فرمائے گا اور میں اپنے لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معذوری کی وجہ سے تم پر جہاد تو فرض نہیں بنتا۔ لیکن اگر تمہاری یہی خواہش ہے، تم یہی خواہش رکھتے ہو تو پھر شامل ہو جاؤ۔ اور بیٹوں کو بھی فرمایا کہ انہیں شامل ہونے دو۔ چنانچہ حضرت عمرو جنگ میں شامل ہوئے اور یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے شہادت عطا کر اور مجھے ناکام و نامراد اپنے گھر کی طرف نہ لوٹانا اور پھر واقعۃً ان کی یہ خواہش پوری بھی ہوئی اور وہ میدان اُحد میں شہید ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 688-689 مترجم۔ عمرو بن الجموح مطبوعہ المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

پس یہ لوگ ایمان میں بڑھے ہوئے تھے۔ یقین میں بڑھے ہوئے تھے۔ کسی بھی صحابی کے واقعہ کو

لے لیں۔ وہ اخلاص اور وفا اور خدا تعالیٰ کی خاطر جان کے نذرانے پیش کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

حضرت ابو طلحہؓ ایک انصاری صحابی تھے جو تیر اندازی میں مشہور تھے۔ احد کی جنگ میں تیر اندازی کرتے ہوئے انہوں نے بڑے جوہر دکھائے۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی طلحه انصاریؓ حدیث 3811)،(صحیح البخاری کتاب المغازی باب اذ همت طائِفتان ۔۔۔ الخ حدیث 4064)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ابو طلحہ کے آگے تیر ڈال دو۔ کیونکہ وہ بڑی تیزی سے تیر استعمال کرتے تھے اور ان کے یہ تیر بڑے نشانوں پر لگتے تھے۔ ان کو بھی اُحد کی جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈھال بن کر کھڑے ہونے کی توفیق ملی۔ یہ انصاری تھے۔ حضرت طلحہؓ نے تو اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے سامنے کیا ہوا تھا۔ اور ابو طلحہؓ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھانے کا موقع ملا۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی طلحه انصاریؓ حدیث 3811)

بے خوف اور بے دھڑک خطرناک ترین جگہوں پر کھڑے ہونے کو جنگ کے دوران ترجیح دیتے تھے۔ اس لئے کہ دشمن جو اسلام کو ختم کرنا چاہتا ہے اس کے ساتھ لڑیں۔ اس لئے کہ دنیا میں امن اور سلامتی قائم کر سکوں جیسا کہ میں نے کہا ان لوگوں نے ظلم کرنے کے لئے جنگیں نہیں کیں۔ بلکہ دشمن نے جب حملہ کیا تو پھر بزدلی نہیں دکھائی۔ بلکہ بہادری اور جرأت کے جوہر دکھائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں استعمال کیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "خدا "تعالیٰ" کی طرف سے جو معلوم ہوتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ اَسباب کیا شئے ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری راہ میں جاؤ گے تو مُرٰغَمًا کَثِیْرًا (النساء:101) پاؤ گے۔ صحت نیت سے جو قدم اٹھاتا ہے۔ خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ انسان اگر بیمار ہو تو اس کی بیماری دور ہو جاتی ہے۔" فرمایا کہ "صحابہؓ کی نظیر دیکھ لو۔ دراصل صحابہ کرامؓ کے نمونے ایسے ہیں کہ کُل انبیاء کی نظیر ہیں۔ خدا کو تو عمل ہی پسند ہیں۔ انہوں نے بکریوں کی طرح اپنی جانیں دیں اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے نبوت کی ایک ہیکل آدم علیہ السلام سے چلی آتی تھی....." نبوت کی ایک شکل ہے، ایک عظمت ہے جس کو ظاہر صورت میں بتایا جاتا ہے۔ ہمارے مذہب کی تاریخ میں ہمیں حضرت آدم علیہ السلام سے چلی آتی نظر آتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ "**مگر صحابہ کرام نے چمکا کر دکھلا دی۔**" صرف اس کی علمی حیثیت نہیں بتائی بلکہ عمل سے اس کو چمکا کر دکھلا دیا" اور بتلا دیا کہ صدق اور وفا اسے کہتے ہیں۔"

آپ فرماتے ہیں "حضرت عیسیٰ کا تو حال ہی نہ پوچھو۔ موسیٰؑ کو کسی نے فروخت نہ کیا۔ مگر عیسیٰ کو ان کے حواریوں نے تیس روپے لے کر فروخت کر دیا۔ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ حواریوں کو عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت پر شک تھا جبھی تو مائدہ مانگا اور کہا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا (المائدۃ: 114) تا کہ تیرا سچا اور جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزولِ مائدہ سے پیشتر ان کی حالت نَعْلَمُ کی نہ تھی۔ پھر جیسی بے آرامی کی زندگی

انہوں نے "یعنی صحابہ کرام نے "بسر کی اس کی نظیر کہیں نہیں پائی جاتی۔ "فرماتے ہیں کہ "صحابہ کرامؓ کا گروہ عجیب گروہ قابلِ قدر اور قابلِ پیروی گروہ تھا۔ ان کے دل یقین سے بھر گئے ہوئے تھے۔ جب یقین ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ اوّل مال وغیرہ دینے کو جی چاہتا ہے۔ پھر جب بڑھ جاتا ہے تو صاحبِ یقین خدا کی خاطر جان دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 42)

یہ یقین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کی وجہ سے ہر وقت بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

ان صحابہ کے عام روز کے معاملات بھی عشق رسول کے عجیب نظارے دکھاتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کس طرح کوئی موقع ملے اور ہم اپنی محبت کا اظہار کریں۔

حضرت عبداللہ بن عَمرو کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کس طرح عام حالات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و وفا کا اظہار کریں۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ اپنے بیٹے حضرت جابرؓ کے ہاتھ گھر میں پکی ہوئی کوئی میٹھی چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوائی۔ جب وہ واپس آئے تو بیٹے سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جابر گوشت لائے ہو۔ اس پر حضرت عبداللہؓ بن عمرو نے کہا کہ میرے آقا کو گوشت کی خواہش ہے۔ اسی وقت گھر کی ایک بکری ذبح کی اور پھر گوشت بھون کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاندان کو بھی دعا سے نوازا۔

(الجامع لشعب الایمان جلد 8 صفحہ 62-63 حدیث 5503 مطبوعہ مکتبۃ الرشد ناشرون ریاض 2003ء)

صحابہ کو شروع میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی تبلیغ کرنے میں بڑی دقّتیں پیش آتی تھیں۔

کہیں بیٹا مسلمان ہوا اور باپ نہیں تو مشکلات ہیں۔ کہیں کوئی اَور کمزور رشتہ دار مرد یا عورت مسلمان ہوا تو دوسرے بڑے رشتہ دار تنگ کر رہے ہیں یا وہ ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن جموح سے پہلے ان کے بیٹے نے بیعت کر لی تھی۔ باپ مشرک تھا۔ باپ کو تبلیغ کرنے کے لئے جب اور کوئی رستہ نہیں دیکھا، وہ مانتے نہیں تھے تو بیٹے نے یہ راستہ نکالا کہ اپنے باپ کا وہ بُت جو گھر میں بڑا سجا کر رکھا گیا تھا اسے رات کو اٹھا کر کوڑے کے گڑھے میں پھینک دیا۔ عمروؓ بن جموح دوبارہ تلاش کر کے اپنے گھر میں اس کو لے آئے اور بڑے غصہ سے کہا کہ اگر مجھے پتا چل جائے کہ کس نے میرے بت کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو میں اسے بڑی عبرتناک سزا دوں۔ اگلے دن پھر بیٹا اپنے باپ کے بت کے ساتھ وہی سلوک کرتا اور کسی گڑھے میں پڑا ہوا وہ بت ملتا۔

آخر ایک دن انہوں نے یعنی عمرو نے اس بت کو خوب صاف کیا اور سجایا اور ساتھ اپنی تلوار رکھ دی اور اس بت کو کہا کہ مجھے نہیں پتا لگتا کہ کون تمہارے ساتھ یہ حرکتیں کر رہا ہے۔ لیکن اب میں تلوار بھی تمہارے ساتھ رکھ رہا ہوں اب اپنی حفاظت تم خود کر لینا۔ اگلے دن جب دیکھا تو بت پھر غائب تھا۔ تلاش کرنے پر ایک گند کے ڈھیر پر ایک مردہ کتے کے گلے میں بندھا ہوا ملا۔ عمرو یہ دیکھ کر سوچ میں پڑ گئے کہ وہ بت جسے میں نے خدا بنا رکھا ہے اس میں تو اتنی ہمت بھی نہیں ہے کہ تلوار پاس ہونے کے باوجود اپنا دفاع کر سکے تو اس نے میری حفاظت کیا کرنی

ہے۔ چنانچہ انہوں نے بت کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تم سچے خدا ہوتے تو یوں کتے کے گلے میں نہ پڑے ہوئے ہوتے۔ پس میں بلند و برتر اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو رزق عطا کرنے والا اور انصاف کرنے والا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ انصار میں سب سے آخر میں اسلام قبول کرنے والے عمرو بن جموح ہی تھے۔

(اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 688 مترجم مطبوعہ المیزان ناشرون و تاجران کتب لاہور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ سے محبت کا جو انداز تھا اور پھر جس طرح آپ کی قوت قدسی سے اللہ تعالیٰ سے ان صحابہ کا تعلق پیدا ہوا اور پھر خدا تعالیٰ بھی بعض دفعہ ان صحابہ کو براہ راست نوازتا تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توسّط سے ان کو نوازتا تھا۔ اس کا ذکر بھی صحابہ کے مقام و مرتبہ کا پتا دیتا ہے۔

حضرت ابیّ بن کعب کا تعلق باللہ کا بھی ایک خاص مقام تھا۔ بخاری میں بھی یہ روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تجھے قرآن پڑھ کر سناؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے اپنے صحابی کو کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبیّ بن کعب حیرانی سے پوچھنے لگے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے۔ اس خدا نے جو سارے جہان کا مالک ہے میرا نام لے کر کہا ہے کہ مجھے قرآن سنایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تمہارا نام لے کر کہا ہے۔ اس پر اُبیّ بن کعب شدت جذبات سے رونے لگے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی سورۃ پڑھ کر سنائی۔ یعنی سورۃ اَلْبَيِّنَة۔

(صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآن باب کلّا لئن لم ینته ... الخ حدیث 4960-4961)

جب کسی نے ایک دفعہ بعد میں اُبیّ بن کعب سے پوچھا کہ آپ تو یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے ہوں گے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو دیکھ کر اور یاد کر کے خوش ہوا کرو تو میں خوش کیوں نہ ہوتا۔

(اسد الغابہ مترجم جلد 1 صفحہ 111 ابی بن کعبؓ مطبوعہ المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

حضرت اُبیّ بن کعب فہم قرآن بھی بہت رکھتے تھے۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ (یہ دو تین ہفتے پہلے بھی مَیں ایک خطبہ کے دوران بیان کر چکا ہوں) کہ قرآن کریم کی کون سی آیت ایسی ہے جسے سب سے عظیم کہا جائے؟ تو انہوں نے پہلے تو یہی کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر عرض کی کہ آیۃ الکرسی ایسی ہے جسے عظیم کہنا چاہئے۔ آیۃ الکرسی کے ضمن میں مَیں نے یہ روایت بھی بیان کی تھی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ اے اُبیّ! اللہ تعالیٰ تیرا علم مبارک کرے۔ واقعی آیت الکرسی ہی قرآن کریم کی عظیم آیت ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الوتر باب ما جاء فی أیة الکرسی حدیث 1460)

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے سال ان کے ساتھ سارے قرآن کا دَور کیا۔ (کنز العمال جلد 13 صفحہ 266 حدیث 36779 مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت 1985ء)

حضرت عمر کی اجازت سے آپ لوگوں کو قرآن کریم کا علم سکھایا کرتے تھے۔ تفسیر بتایا کرتے تھے۔
(صحیح البخاری کتاب صلاۃ التراویح باب فضل من قام رمضان حدیث 2010)

تو یہ تھے وہ صحابہ جو ترقی کرتے کرتے اپنے انتہائی مقام کو پہنچے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "چونکہ ترقی تدریجاً ہوتی ہے اس لئے صحابہ کی ترقیاں بھی تدریجی طور پر ہوئی تھیں....." فرماتے ہیں کہ "آپؐ صحابہ کو دیکھ کر "یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو دیکھ کر" چاہتے تھے کہ پوری ترقیات پر پہنچیں۔ لیکن یہ عروج ایک وقت پر مقدر تھا۔ "یعنی تدریجی ہوتا ہے" آخر صحابہ نے وہ پایا جو دنیا نے کبھی نہ پایا تھا اور وہ دیکھا جو کسی نے نہ دیکھا تھا۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 52)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر صحابہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بڑے سیدھے سادے تھے جیسے کہ ایک برتن قلعی کروا کر صاف اور ستھرا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ان لوگوں کے دل تھے جو کلام الٰہی کے انوار سے روشن اور کدورت نفسانی کے زنگ سے بالکل صاف تھے۔ گویا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشمس:10) کے سچے مصداق تھے۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 15)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ "صحابہ نے اس قدر صدق دکھایا اور انہوں نے نہ صرف بُت پرستی اور مخلوق پرستی سے ہی منہ موڑا" نہ صرف بت پرستی سے اور مخلوق پرستی سے یعنی لوگوں کو پوجنے سے اور لوگوں کی خوش آمدیں کرنا یا ان کی منّتیں کرنا یہ بھی پوجنا ہی ہوتا ہے۔ "بلکہ درحقیقت ان کے اندر سے دنیا کی طلب ہی مسلوب ہو گئی اور وہ خدا کو دیکھنے لگ گئے۔ وہ نہایت سرگرمی سے خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسے فدا تھے کہ گویا ہر ایک ان میں سے ابراہیم تھا۔"
(ملفوظات جلد 6 صفحہ 137)

پھر فرمایا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جسم کی طرح ہیں اور "آپ کے "صحابہ کرامؓ آپ کے اعضاء ہیں۔"
(ملفوظات جلد 6 صفحہ 279)

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح رنگ میں صحابہ کے مقام کو بھی پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے نمونوں پر چلتے ہوئے اپنے اخلاص و وفا کو بھی بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 30 مارچ 2018ء تا 05 اپریل 2018ء جلد 25 شمارہ 13 صفحہ 05 تا 08)

11

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 16 / مارچ 2018ء بمطابق 16 / امان 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صحابہ کرامؓ کا مقام ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر صحابہ رضوان اللہ علیہم کا مقام بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"**صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے روشن ثبوت ہیں**۔ اب کوئی شخص ان ثبوتوں کو ضائع کرتا ہے تو وہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ضائع کرنا چاہتا ہے۔ پس وہی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی قدر کر سکتا ہے جو صحابہ کرامؓ کی قدر کرتا ہے۔" فرمایا کہ "جو صحابہ کرامؓ کی قدر نہیں کرتا وہ ہرگز ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہیں کرتا۔ وہ اس دعوی میں جھوٹا ہے اگر کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ کیونکہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو اور پھر صحابہ سے دشمنی۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 278)

آپ نے فرمایا کہ "صحابہ کرامؓ کی وہ پاک جماعت تھی جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی الگ نہیں ہوئے اور وہ آپؐ کی راہ میں جان دینے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے بلکہ دریغ نہیں کیا۔"

فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسے گم ہو گئے کہ وہ اس کے لئے ہر ایک تکلیف اور مصیبت اٹھانے کو ہر وقت تیار تھے۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 277)

پس یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کا وہ مقام ہے جو ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ جب ہم صحابہ کی سیرت کے بارے میں پڑھتے ہیں اور ان کے عملی نمونوں کے بارے میں علم حاصل کرتے ہیں تب ہی ان کا اہم مقام ابھر کر سامنے آتا ہے اور یہ جو مقام ہے یہ ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلانے والا ہونا چاہئے کہ ان کی سیرت، ان کا اُسوہ، ان کے کام، ان کی اطاعت، ان کی عبادت کے معیار ہمارے لئے نمونہ ہیں اور ہم ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی کوشش کریں۔ اس وقت میں بعض صحابہ کے کچھ واقعات بیان کروں گا۔

ایک صحابی ابو دجانہ انصاریؓ تھے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ مدینہ کے رہنے والے تھے۔ ان کو بھی یہ اعزاز حاصل تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ جنگ بدر میں شامل ہوئے اور انتہائی بہادری کے جوہر دکھائے۔ اسی طرح اُحد کی جنگ میں بھی شمولیت کی انہیں توفیق ملی اور جنگ کا رخ پلٹنے کے بعد، یعنی جب مسلمان پہلے جیت رہے تھے تو پھر رخ پلٹا اور ایک جگہ چھوڑنے کی وجہ سے کافروں نے دوبارہ حملہ کیا اور جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے خلاف ہو گیا تو جو صحابہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہ گئے تھے ان میں حضرت ابو دجانہؓ بھی شامل تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں یہ انتہائی زخمی بھی ہو گئے تھے لیکن ان زخموں کے باوجود یہ پیچھے نہیں ہٹے۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 207 حضرت ابو دجانہ انصاریؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

(الاستیعاب جلد 4 صفحہ 1644 ابو دجانہ ؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

یہ واقعہ بھی آپ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار بلند کر کے ایک موقع پر فرمایا کہ کون ہے جو آج اس تلوار کا حق ادا کرے گا تو حضرت ابو دجانہ انصاریؓ ہی آگے بڑھے تھے اور کہا تھا کہ مَیں اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ اس تلوار کا حق ادا کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ جذبہ دیکھ کر ان کو تلوار دے دی۔ پھر انہوں نے دوبارہ جرأت کر کے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس تلوار کا حق ادا کس طرح ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تلوار کسی مسلمان کا خون نہیں بہائے گی۔ دوسرے اس سے کوئی دشمن کافر بچ کر نہیں جائے گا۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضل ابودجانہؓ ... الخ حدیث 6353)

(کنز العمال جلد 4 صفحہ 339 حدیث 10792 مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

دشمن کافر، وہ کافر جو دشمنی کرنے والے ہیں، جو اسلام کے خلاف جنگ کرنے والے ہیں یہ ان کے خلاف استعمال کرنی ہے۔ آپ یہ تلوار لے کر بڑے فخر سے اور اکڑ کر میدان جہاد میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عام حالات میں تو اللہ تعالیٰ کو بڑائی کا اس قسم کا اظہار جو ہے پسند نہیں ہے۔ لیکن آج میدان جنگ میں ابو دجانہ کی اکڑ کر چلنے کی جو ادا ہے یہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی ہے۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 93 ابو دجانہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذّاب کے خلاف جنگ کرتے ہوئے آپ نے شہادت پائی۔ انہوں نے بڑی بہادری سے قلعہ کا دروازہ کھولنے کے لئے (وہ قلعہ کے اندر بند ہو گیا تھا اور دروازہ بند کر لیا تھا) ایک تدبیر کی اور اپنے ساتھیوں کو کہا کہ مجھے دیوار سے اندر پھینک دو۔ بڑی اونچی فصیل تھی۔ اس طرح جب ان کو پھینکا گیا تو گرنے سے ان کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئی لیکن اس کے باوجود بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور مسلمان اندر داخل ہو گئے۔ حیرت انگیز جرأت اور مردانگی کا اظہار تھا جو انہوں نے کیا۔ لیکن بہرحال اس حالت میں لڑتے ہوئے وہ شہید ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 551 سماک بن خرشۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

ایک دفعہ بیماری میں اپنے ساتھی کو کہنے لگے کہ شاید میرے دو عمل اللہ تعالیٰ قبول کر لے۔ ایک یہ کہ

میں کوئی لغو بات نہیں کرتا۔ غیبت نہیں کرتا۔ لوگوں کے پیچھے ان کی باتیں نہیں کرتا۔ دوسرے یہ کہ کسی مسلمان کے لئے میرے دل میں کینہ اور بغض نہیں ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 420 باب ابو دجانۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر حضرت محمد بن مَسْلَمَہ کا ذکر ملتا ہے جو ابتدائی انصاری مسلمانوں میں سے تھے۔ بڑے بہادر اور نڈر انسان تھے۔ اُحد کی جنگ میں محمدؓ بن مسلمہ بھی تھے جو بڑی ثابت قدمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹے رہے۔ ایک خصوصیت جو ان کو حاصل تھی وہ یہ ہے کہ ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ان کو اپنی تلوار عطا فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب تک مشرکین کے ساتھ تمہاری جنگ ہو اس تلوار کے ساتھ ان سے جنگ کرتے رہنا۔ اور جب ایسا زمانہ آئے کہ مسلمان آپس میں لڑنے لگ جائیں تو یہ تلوار توڑ دینا اور اپنے گھر بیٹھ جانا یہاں تک کہ کوئی تم پر حملہ آور ہو یا تمہاری موت آجائے۔

انہوں نے اس نصیحت پر عمل کیا اور یہ عمل حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد کیا کہ عملاً اس تلوار کو توڑ دیا اور لکڑی کی ایک تلوار بنائی جو میان میں لٹکاتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ اس کا کیا فائدہ ہے؟ فرمانے لگے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ رعب قائم رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل بھی میں نے کر لی ہے کہ اب لوہے کی تلوار نہیں رکھنی اور لکڑی کی تلوار کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ بعض صحابہ کہتے تھے کہ اگر کسی پر فتنہ کا اثر نہیں ہوا یعنی وہ فتنہ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں شروع ہوا تو اس کا اگر کسی پہ اثر نہیں ہوا تو وہ محمدؓ بن مسلمہ تھے۔ انہوں نے فتنوں سے بچنے کے لئے ویرانے میں ڈیرہ ڈال لیا اور فرماتے تھے کہ جب تک فتنے ٹل نہیں جاتے میرا یہی ارادہ ہے کہ میں ویرانوں میں زندگی گزاروں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 338 تا 340 باب محمد بن مسلمۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پس یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے جب جنگ کی تو اس لئے کہ مذہب پر حملہ ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مشرکین جو دین کو ختم کرنے کے لئے حملہ کر رہے ہیں ان سے لڑو۔ جب تک مسلمان اس بات پر قائم رہے ان کی طاقت بھی ایسی رہی کہ وہ غالب آتے رہے۔ اور جب آپس میں لڑائیاں شروع ہوئیں، جب منافقین کی باتوں میں آکر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگے تو بیشک حکومتیں تو چلتی رہیں لیکن وحدت نہیں رہی اور آہستہ آہستہ حکومت بھی کمزور ہوتی گئی۔ اور **آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے آپس میں جو اختلافات ہیں ان کی انتہا ہوئی ہوئی ہے** اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ایک دوسری پیشگوئی تھی وہ بھی پوری ہو چکی ہے کہ اندھیرے زمانے کے بعد جب روشنی کا زمانہ آئے، مسیح موعود کا زمانہ آئے تو مسیح موعود کو مان لینا اور جماعت کے ساتھ منسلک ہو جانا کہ اسی میں برکت ہے۔ لیکن اس آنے والے کو نہ مان کر اب ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان اپنے ہی ملکوں میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج غیر مسلم دنیا عملاً مسلمانوں پر حکومت کر رہی ہے۔

حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے انتہائی صائب الرائے ہونے اور اطاعت گزار ہونے کے بھی واقعات ملتے ہیں اور اس وجہ سے خلفاء ان پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ خاص طور پر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے انہیں بعض بہت اہم کام دیئے۔ بعض مہمّات سپرد کیں۔ تو بعض دفعہ عُمّال کی جو شکایات آتی تھیں، نظام کی طرف سے جو مختلف کام کرنے والے مقرر تھے، ان کے خلاف جب دوسرے ملکوں سے، دوسری جگہوں سے شکایات آتی تھیں تو حضرت عمرؓ ان کی تحقیق کے لئے محمدؓ بن مسلمہ کو بھیجا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ47 باب ذکر المصریین و حصر عثمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

(اسد الغابہ جلد5 صفحہ107 محمد بن مسلمہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1996ء)

ایک ابتدائی صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ تھے۔ یہ وہ خوش قسمت تھے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ کے وقت ابتدائی زمانے میں مدینہ میں میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ ہر شخص کی خواہش تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر قیام فرمائیں اور اُس وقت ہر ایک اس بات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار کر رہا تھا۔ آپ کی خدمت میں درخواست دے رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو کھلا چھوڑ دو جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو گی یہ ٹھہر جائے گی۔ ابو ایوبؓ انصاری کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اونٹنی ان کے گھر کے سامنے رکی۔ لیکن لوگوں کی تسلی پھر بھی نہیں ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے گھر بھی قریب ہیں۔ ہمارے ہاں ٹھہریں۔ اس پر آپ نے قرعہ اندازی کی اور پھر قرعہ اندازی میں بھی حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا نام ہی نکلا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد1 صفحہ183 ذکر خروج رسول اللہ ﷺ ... الخ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

(سیر الصحابہ جلد3 صفحہ110 ابو ایوب انصاریؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

ان کے گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ ان کا جو گھر تھا دو منزلہ تھا۔ اوپر کی منزل میں ابو ایوبؓ انصاری رہتے تھے۔ نچلا حصہ سارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ وہاں قیام کا واقعہ ہے کہ ایک رات اوپر کی منزل میں یہ تھے تو پانی کا ایک بڑا گھڑا یا جو برتن تھا وہ ٹوٹ گیا۔ مٹی کے برتن ہوتے تھے، پکی مٹی کے اس میں پانی رکھا جاتا تھا۔ اب بھی تیسری دنیا میں ہمارے غریب ملکوں میں پاکستان میں افریقہ میں ایسے برتنوں میں پانی رکھا جاتا ہے۔ بہرحال وہ ٹوٹ گیا۔ ابو ایوبؓ انصاری اور ان کی بیوی ساری رات اپنے لحاف سے اس کو خشک کرتے رہے۔ اگلے دن انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات کا واقعہ سنایا اور عرض کی کہ حضور آپ اوپر کی منزل میں رہائش رکھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کر لی اور تقریباً چھ سات مہینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں مقیم رہے۔ مہمان نوازی کا بھی انہوں نے خوب حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے ہوئے کھانے سے یہ کھانا کھاتے تھے۔ روایت میں لکھا ہے کہ جو کھانا بچ کے آتا تھا تو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نشان ہوتے تھے وہاں سے یہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ ایک روز دیکھا کہ کھانے پر آپ کے نشان نہیں ہیں اور کھانا کھایا ہوا نہیں لگ رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور آپ نے آج کھانا نہیں کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں کھانا کھانے لگا تو میں نے

دیکھا کہ اس میں پیاز اور لہسن ڈالا ہوا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں اس لئے نہیں کھایا۔ حضرت ابوایوبؓ انصاری نے عرض کی کہ جسے حضور پسند نہیں کرتے اسے مَیں بھی ناپسند کرتا ہوں اور آئندہ یہ دونوں چیزیں نہیں کھاؤں گا۔ عجیب عشق و محبت کے قصے ہیں یہ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 781 حدیث 23966 مسند ابو ایوب انصاریؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)
(صحیح مسلم الاشربہ باب اباحۃ اکل الثوم ... الخ حدیث 5356)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 1 صفحہ 183 ذکر خروج رسول اللہ ﷺ ... الخ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت ابوایوبؓ انصاری تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 369 باب ابو ایوب انصاریؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

خیبر کی جنگ میں یہودی سردار جو جنگ میں مارا گیا تھا اس کی بیٹی صفیہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو رخصتانے کے اگلے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح نماز پڑھانے کے لئے باہر آئے تو دیکھا کہ ابوایوبؓ انصاری باہر پہرہ پر کھڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تم پہرے پر کھڑے ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ حضرت صفیہ کے عزیز رشتہ داروں کو ہمارے ہاتھوں نقصان پہنچا ہے۔ کچھ مارے بھی گئے ہیں۔ اس لئے مجھے خیال پیدا ہوا کہ کوئی شرارت نہ کرے۔ کوئی آ کے اپنا بدلہ لینے کی کوشش نہ کرے۔ اس لئے مَیں پہرے کے لئے آ گیا تھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں یوں دعا کی کہ اے اللہ! ابوایوب کو ہمیشہ اپنی حفاظت اور امان میں رکھنا جس طرح رات بھر یہ میری حفاظت کے لئے مستعد رہا ہے۔

حضرت ابوایوبؓ جنگ روم میں بھی شامل ہوئے۔ باوجود اس کے کہ آپؓ بوڑھے ہو چکے تھے لیکن صرف اس لئے شامل ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قسطنطنیہ کے بارے میں جو پیش خبری تھی اس کو آپؓ دیکھ سکیں۔ بہرحال اس دوران میں آپؓ بیمار بھی ہو گئے۔ جب آپؓ سے آپؓ کی آخری خواہش کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے کہا کہ تمام مسلمانوں کو میرا اسلام کہنا اور میری قبر دشمن کے علاقے میں جہاں تک جا سکتے ہو وہاں جا کر بنانا۔ چنانچہ آپؓ کی وفات کے بعد رات کے وقت آپ کا جنازہ دشمن کی سرزمین میں جہاں تک لے جایا جا سکتا تھا لے جایا گیا اور وہاں آپ کی تدفین ہوئی۔ **ان کی قبر آج بھی ترکی میں ہے اور دیکھنے والے بتاتے ہیں**، بعض روایتیں ایسی بھی ہیں کہ لوگوں نے بعض بدعات والی روایتیں بھی بنالی ہیں کہ ان سے مانگتے ہیں۔ ان سے تو بہرحال نہیں مانگتے لیکن دعا جو اُن کی قبر پہ کی جائے وہ قبول بھی ہوتی ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 65 غزوہ خیبر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 123 خالد بن زید بن کلیبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

تو بہرحال بعد میں یہ بعض کہانیاں بھی بن جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی حفاظت اور امان کی جو دعا کی تھی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ نے بہت سی جنگوں میں شمولیت کی اور ہر جگہ غازی بن کر آئے اور بڑی لمبی عمر پائی۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی **حضرت عبداللہؓ بن رواحہ تھے** جو عرب کے مشہور شاعر بھی تھے اور شاعرِ رسول کے لقب سے بھی جانے جاتے تھے۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 409 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

غزوۂ بدر کے ختم ہونے کے بعد فتح کی خبر مدینہ پہنچانے والے بھی آپ ہی تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 398 باب عبد اللہ بن رواحۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت، محبت اور غیرت کے اظہار کے بھی واقعات ہیں جن کا ایک جگہ یوں ذکر ملتا ہے۔ عُروہ سے روایت ہے کہ حضرت اُسامہؓ بن زید نے انہیں بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر پالان تھا۔ اس کے نیچے فدک کے علاقے کی چادر تھی۔ آپ نے اپنے پیچھے اُسامہؓ کو بٹھایا ہوا تھا۔ آپ حضرت سعدؓ بن عبادہ کی عیادت کے لئے بنو حارث بن خزرج قبیلہ میں تشریف لے گئے۔ یہ بدر کے واقعہ سے پہلے کی بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان اور مشرکین اور یہود ملے جلے بیٹھے تھے۔ ان میں عبداللہ بن اُبیّ بھی تھا اور اس مجلس میں حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بھی تھے۔ جب مجلس کے قریب پہنچے تو وہاں سواری کی وجہ سے تھوڑی سی گرد اڑی۔ عبداللہ بن اُبیّ نے اپنی ناک اپنی چادر سے ڈھانپ لی۔ پھر کہنے لگا کہ ہم پر گرد نہ ڈالو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں السلام علیکم کہا۔ پھر ٹھہرے اور سواری سے اترے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور ان پر قرآن پڑھا۔ عبداللہؓ بن اُبیّ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے لگا کہ اے شخص یہ اچھی بات نہیں۔ جو تم کہتے ہو اگر سچ ہے تو پھر بھی ہماری مجالس میں ہمیں تکلیف نہ دو اور اپنے ڈیرے کی طرف لوٹ جاؤ اور جو تمہارے پاس آئے اس کے پاس بیان کرو۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپ ہماری مجلس میں تشریف لایا کریں۔ ہم یہ پسند کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب فی دعا النبیﷺ و صبره ... الخ حدیث 4659)

انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی کہ یہ جو اُن کا سردار ہے وہ کیا کہہ رہا ہے۔ تو یہ آپ کا غیرت اور محبت کا بے اختیار اظہار تھا جو عبداللہؓ بن رواحہ نے کیا اور ان سرداروں اور دنیاداروں کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی۔

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم میں اصحاب کو بھیجا جن میں حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بھی شامل تھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ مہم میں شامل باقی اصحاب تو صبح کو روانہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ مَیں پیچھے رہ کر جمعہ کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کر کے پھر ان سے جاملوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا کہ مسجد میں موجود ہیں تو نماز جمعہ کے بعد ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہونے سے روک رکھا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! میری بے حد خواہش اور تمنا تھی کہ میں نماز جمعہ میں حضور کے ساتھ شریک ہو کر حضور کا خطبہ سن لوں اور پھر پیچھے سے جا کر اس دستے سے جاملوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین میں جو کچھ ہے اگر وہ سب بھی تم خرچ کر ڈالو تو جو لوگ حسب ہدایت علی الصبح مہم پر روانہ ہو کر سبقت لے گئے وہ اجر اور ثواب تم ہرگز نہیں پا سکتے۔

(سنن الترمذی ابواب الجمعه باب ما جاء فی سفر یوم الجمعة حدیث 527)

تو یہاں ضروری ہے کہ جو اطاعت ہے وہ فرض ہے۔ اس کے بعد روایات میں آتا ہے کہ جب کسی

غزوے پر یا مہم پر جانا ہوتا تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ سب سے پہلے اس دستہ میں شامل ہوتے اور سب سے آخر میں مدینہ واپس لوٹا کرتے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 236 عبد اللہ بن رواحۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

ایک روایت میں آتا ہے اور یہ حضرت عُروہؓ بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ موتہ میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کو سردار لشکر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفرؓ بن ابی طالب امیر لشکر ہوں گے اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ قیادت سنبھالیں گے۔ اگر عبداللہ بھی شہید ہوں تو مسلمان جس کو پسند کریں اس کو اپنا سردار بنالیں۔ اس لشکر کی روانگی اور الوداع کا وقت آیا تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ رونے لگے۔ لوگوں نے کہا کہ عبداللہ روتے کیوں ہو؟ کہنے لگے کہ خدا کی قسم مجھے دنیا سے ہرگز کوئی محبت نہیں ہے۔ اس کا کوئی شوق نہیں۔ لیکن میں نے اس آیت کہ وَ اِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا (مریم:72) کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر ایک شخص کو ایک دفعہ ضرور آگ کا سامنا کرنا ہے۔ پس میں نہیں جانتا کہ پل صراط پر چڑھنے کے بعد پار اترنے پر میرا کیا حال ہوگا۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 237 باب عبد اللہ بن رواحۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

لیکن ان اللہ کا خوف رکھنے والوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین انجام کی جو خبر دی اس کا بھی ذکر ملتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ موتہ کے امرائے لشکر کے بارے میں فرمایا کہ میں نے ان کو جنت میں سونے کے تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 238 باب عبد اللہ بن رواحۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

پس یہ لوگ اپنی مراد کو پانے والے تھے۔ ان کا جذبہ شہادت ان کے ایک شعر سے یوں ظاہر ہوتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایسے تیر اور نیزے مجھے لگیں جو میری آنتوں سے گزر کر جگر کے پار ہو جائیں اور خدا تعالیٰ کے ہاں میری شہادت قبول ہو جائے۔ اور جب لوگ میری قبر سے گزریں تو یہ کہیں کہ خدا اس کا بھلا کرے کیسا عظیم غازی تھا۔ جنگ موتہ جس میں یہ شہید ہوئے تھے اس کی کچھ تفصیل اس طرح ہے کہ موتہ کے مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ غسّانیوں نے مسلمانوں کے خلاف ہرقل شاہ روم سے مدد طلب کی ہے اور اس نے دو لاکھ کا لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے بھجوایا ہے۔ اس موقع پر مسلمان امرائے لشکر نے باہم مشورہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجنا چاہئے کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے کمک بھجوائی جائے یا پھر جو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو اس پر عمل کیا جائے۔ اس موقع پر حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے مسلمانوں کے بہت حوصلے بڑھائے اور ان کی رزمیہ شاعری بھی خوب کام آئی۔ مسلمانوں کا تین ہزار کا لشکر دو لاکھ کے لشکر کے مقابلے میں اکیلے آگے بڑھا۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 237 باب عبد اللہ بن رواحۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی تمنائے شہادت کا ذکر حضرت زیدؓ بن ارقم یوں بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ مجھے اپنی اونٹنی کے پیچھے سوار کر کے غزوہ موتہ میں ہمراہ لے گئے۔ زیدؓ بن ارقم کو حضرت عبداللہؓ

بن رواحہ نے ایک یتیم بچے کے طور پر لے کر پالا اور ان کی تربیت کی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا جس میں اپنے اہل خانہ کی یاد کے ساتھ یہ ذکر تھا کہ اب میں کبھی لَوٹ کر واپس گھر نہیں جاؤں گا۔

بڑے مزے سے وہ شعر گنگنا رہے تھے جن میں حضرت عبداللہؓ اپنی اہلیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے تھے کہ جمعرات کی وہ شام جب تم نے میرے اونٹ کے پالان کو سفر جہاد کے لئے درست کیا تھا اور آخری دفعہ میرے قریب ہوئی تھی تیری وہ حالت کیا خوب اور مبارک تھی۔ تجھ میں کوئی عیب یا خرابی تو نہیں مگر اب مَیں اس میدان جنگ میں آ چکا ہوں اور اس سے لَوٹ کر میں تمہاری طرف کبھی واپس نہیں آؤں گا۔ گویا اپنے اہل خانہ کو یہ ان کا غائبانہ الوداع تھا۔ کم سن زید نے یہ سنا تو افسردہ ہو کر رو دیئے۔ حضرت عبداللہؓ نے انہیں ڈانٹا اور کہا کہ اے ناسمجھ! اگر اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمائے تو تیرا کیا نقصان بلکہ تم تو میری سواری لے کر اکیلے آرام سے اس پر بیٹھ کر واپس لوٹو گے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 236-237 باب عبد اللہ بن رواحۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

میدان جہاد میں حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ حضرت نعمانؓ بن بشیر بیان کرتے تھے کہ حضرت جعفرؓ کی شہادت ہوئی تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ لشکر کے ایک جانب تھے لوگوں نے ان کو بلایا۔ وہ اپنے آپ کو مخاطب کر کے یہ رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اے میرے نفس! کیا تم اس طرح لڑائی نہیں لڑو گے کہ جان دے دو۔ موت کے تالاب میں تم داخل ہو چکے ہو۔ شہادت کی جو خواہش تم نے کی تھی اسے پورا کرنے کا وقت آ چکا ہے۔ اب اگر جان کا نذرانہ پیش کرو تو شاید نیک انجام پا جاؤ۔

مصعب بن شیبہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ بھی شہید ہو گئے تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ میدان میں آگے تشریف لائے۔ جب انہیں نیزہ لگا تو خون کی ایک دھار جسم سے نکلی۔ آپ نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور ان میں خون لے کر اپنے منہ کے اوپر مل لیا۔ پھر وہ دشمن اور مسلمانوں کی صفوں کے درمیان گر گئے مگر آخری سانس تک سردار لشکر کے طور پر مسلمانوں کا حوصلہ بڑھاتے رہے اور نہایت مؤثر جذباتی رنگ میں مسلمانوں کو انگیخت کرتے ہوئے اپنی مدد کے لئے بلاتے رہے کہ دیکھو اے مسلمانو! یہ تمہارے بھائی کا لاشہ دشمنوں کے سامنے پڑا ہوا ہے۔ آگے بڑھو اور دشمنوں کو اپنے اس بھائی کے راستے سے دور کرو اور ہٹاؤ۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس موقع پر بڑے زور کے ساتھ کفار پر حملہ کیا اور پے در پے حملے کرتے رہے یہاں تک کہ اس دوران حضرت عبداللہؓ کی شہادت بھی ہو گئی۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 237-238 باب عبد اللہ بن رواحۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

ان کی ایک خصوصیت کے بارے میں ان کی بیوہ نے ان کی شہادت کے بعد بتایا۔ ان کی بیوہ کی شادی ہوئی **تو اس شوہر نے کہا کہ عبداللہؓ بن رواحہ کی پاکیزہ سیرت کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ**۔ تو اس خاتون نے کیا ہی خوبصورت گواہی دی۔ کہنے لگیں کہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کبھی گھر سے باہر نہیں جاتے تھے جب تک کہ دو

رکعت نفل نماز ادا نہ کر لیں۔ اسی طرح جب گھر میں داخل ہوتے تھے تو آپ کا پہلا کام یہ ہوتا تھا کہ وضو کر کے دو رکعت نفل نماز ادا کیا کرتے تھے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 74 عبد اللہ بن رواحۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

یہ لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں اور ہر وقت یاد رکھنے والے تھے۔ ان کی اطاعت کے معیار کا روایت میں یوں ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابو لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس دوران آپ نے فرمایا کہ لوگو! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ مسجد سے باہر خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو رہے تھے۔ وہ وہیں پر بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلَى طَوَاعِيَةِ اللّٰهِ وَطَوَاعِيَةِ رَسُوْلِهٖ۔ کہ اے عبد اللہ بن رواحہ! اللہ اور رسول کی اطاعت کا تمہارا یہ جذبہ اللہ تعالیٰ اور بڑھائے۔

دینی باتیں کرنے، دینی مجالس لگانے، بامقصد گفتگو کرنے، ایک دوسرے کے حق ادا کرنے کے لئے ان لوگوں کے کیا معیار تھے۔ اس بارہ میں حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے تھے کہ میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میرے اوپر کوئی ایک ایسا دن آئے جب میں حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ کو یاد نہ کروں۔ ہر روز میں ان کو یاد کرتا ہوں اور اس کی وجہ ان کی، حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ کی، یہ خوبی ہے کہ جب بھی میرے سے ملاقات ہوئی اگر وہ پیچھے سے آ رہے ہوتے تو اپنا ہاتھ میرے کندھوں پر رکھ دیتے اور سامنے سے آ رہے ہوتے تو سینے پر ہاتھ رکھتے اور فرماتے کہ اے ابو درداء! آؤ ذرا مل بیٹھیں اور ایمان تازہ کریں۔ کچھ ایمان کی باتیں کریں۔ پھر وہ میرے ساتھ بیٹھتے اور جب تک ہمیں موقع ملتا ہم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے۔ پھر فرماتے کہ اے ابو درداء! یہ ایمان کی مجالس ہیں۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 236 باب عبد اللہ بن رواحۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

پس ان ایمان کی مجالس لگانے والوں نے وہ نمونے قائم کئے ہیں جو ہمارے لئے اُسوہ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی باتوں اور مجلسوں کو کس طرح سند عطا فرمائی۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ کو عادت تھی کہ جب اپنے کسی صحابی سے ملتے تو ان کو یہ تحریک کرتے تھے کہ تَعَالَ نُؤْمِنْ بِرَبِّنَا سَاعَةً۔ آؤ تھوڑی دیر اپنے رب پر ایمان لے آئیں۔ ایک دن انہوں نے یہی بات ایک آدمی سے کہی تو وہ غصہ میں آ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! ابنِ رواحہ کو تو دیکھئے۔ یہ لوگوں کو آپ پر ایمان لانے سے موڑ کر تھوڑی دیر کے لئے ایمان کی دعوت دے رہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَرْحَمُ اللّٰهُ ابْنَ رَوَاحَةَ۔ کہ اللہ عبد اللہؓ بن رواحہ پر رحم کرے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ان مجلسوں کو پسند کرتے ہیں جن پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 676 حدیث 13832 مسند انس بن مالکؓ مطبوعہ عالم الکتب العلمیہ بیروت 1998ء)

آپ ایک بلند پایہ شاعر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کے شعراء میں حضرت کعبؓ بن مالک اور حضرت حسّانؓ بن ثابت کے علاوہ یہ تیسرے بلند پایہ شاعر تھے۔ ان کی شاعری رزمیہ تھی۔ معجم الشعراء

کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ زمانہ جاہلیت کی شاعری میں بھی بہت قدر و منزلت رکھتے تھے اور زمانہ اسلام میں بھی ان کو بہت بلند مقام اور مرتبہ حاصل تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک شعر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے ایسا کہا کہ اسے آپ کا بہترین شعر کہا جا سکتا ہے۔ وہ شعر آپ کی دلی کیفیت کو خوب بیان کرتا ہے جس میں حضرت عبداللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

لَوْلَمْ تَكُنْ فِيْهِ آيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ

كَانَتْ بَدِيْهَتُهُ تُنْبِيْكَ بِالْخَبَرِ

(الاصابة فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 75 عبد اللہ بن رواحۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اگر سچائی اور صداقت کا اظہار کرنے کے لئے وہ تمام کھلے کھلے اور روشن نشانات نہ بھی ہوتے جو آپ کے ساتھ تھے تو بھی محض آپ کا چہرہ ہی آپ کی صداقت کے لئے کافی تھا جو خود آپ کی سچائی کا اعلان کر رہا تھا۔ یہ لوگ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھ کر ہی حق کو پہچانا۔

پھر تاریخ میں ہمیں دو چھوٹی عمر کے بھائیوں کا بھی ذکر ملتا ہے جن کی جرأت حیرت انگیز تھی۔

حضرت مُعاذؓ بن حارث بن رفاعۃ اور حضرت مُعَوَّذ بن حارث بن رفاعۃ۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ ابوجہل کے قتل میں بھی انہوں نے حصہ لیا۔ بدر کا جو میدان تھا اس میں شدید جنگ ہو رہی تھی اور مسلمانوں کے سامنے ان سے تین گنا زیادہ جماعت تھی جو ہر قسم کے سامان حرب سے آراستہ تھی اور اس عزم کے ساتھ میدان میں نکلی تھی کہ ہم نے اسلام کا نام و نشان مٹا دینا ہے۔ مسلمان بیچارے تعداد میں تھوڑے تھے۔ اس سارے واقعہ کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی اپنی کتاب سیرۃ خاتم النبیین میں لکھا ہے۔ اور مسلمانوں کی غربت اور بے وطنی کی حالت تھی۔ ظاہری اسباب کے لحاظ سے اہل مکہ کے سامنے جو مسلمان لوگ تھے یہ چند منٹوں کا شکار تھے مگر توحید اور رسالت کی محبت نے انہیں ایسا بنا دیا تھا۔ وہ ایسے اس جذبہ میں ڈوبے ہوئے تھے کہ جس سے زیادہ اس وقت طاقتور دنیا میں اور کوئی چیز نہیں تھی اور یہ ایمان تھا۔ ان کا زندہ ایمان جس نے ایک غیر معمولی طاقت ان کے اندر بھر دی تھی۔ اس وقت میدان جنگ میں وہ خدمت دین کا ایک ایسا نمونہ دکھا رہے تھے جس کی مثال نہیں ملتی۔ ہر ایک شخص دوسرے سے بڑھ کر خدا کی راہ میں جان دینے کے لئے بیقرار نظر آتا تھا۔

انصار کے جوش کا، اخلاص کا یہ عالم تھا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب عام جنگ شروع ہوئی تو میں نے اپنے دائیں بائیں نظر کی۔ مگر کیا دیکھتا ہوں کہ انصار کے دو نوجوان لڑکے میرے پہلو میں کھڑے ہیں۔ انہیں دیکھ کر میرا دل کچھ بیٹھ سا گیا کہ ایسی جنگوں میں دائیں بائیں کے ساتھیوں پر انحصار ہوتا ہے اور وہی شخص اچھی طرح لڑ سکتا ہے جس کے پہلو محفوظ ہوں۔ مگر عبدالرحمن کہتے ہیں کہ مَیں اس خیال میں ہی تھا کہ یہ بچے میری کیا حفاظت کریں گے کہ ان لڑکوں میں سے ایک نے مجھے آہستہ سے پوچھا جیسے دوسرے سے اپنی بات چھپانا چاہتا ہو کہ چچا! وہ ابوجہل کہاں ہے جو مکّہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیا

کرتا تھا۔ لڑکا کہنے لگا میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ میں اسے قتل کروں گا یا قتل کرنے کی کوشش میں مارا جاؤں گا۔ کہتے ہیں میں نے ابھی اس کا جواب نہیں دیا تھا کہ دوسری طرف سے دوسرے نے بھی اسی طرح آہستہ سے یہی سوال کیا تو مَیں ان کی جرأت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ ابوجہل گویا سردارِ لشکر تھا اور اس کے چاروں طرف آزمودہ کار سپاہی موجود تھے۔ بڑے تجربہ کار سپاہی تھے۔ میں نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ وہ ابوجہل ہے۔

عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میرا اشارہ کرنا تھا کہ دونوں بچے باز کی طرح جھپٹے اور دشمن کی صفیں کاٹتے ہوئے آن کی آن میں وہاں پہنچ گئے اور اس تیزی سے وار کیا کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی دیکھتے رہ گئے اور ابوجہل کو نیچے گرا لیا۔ عکرمہ بن ابوجہل بھی اپنے باپ کے ساتھ تھا۔ وہ اپنے باپ کو تو نہیں بچا سکا مگر اس نے پیچھے سے معاذ پر ایسا وار کیا کہ ان کا دایاں بازو کٹ گیا اور لٹکنے لگا۔ معاذ نے عکرمہ کا پیچھا کیا مگر وہ بچ گئے۔ چونکہ کٹا ہوا بازو لڑنے میں روک پیدا کر رہا تھا تو معاذ نے اسے زور کے ساتھ کھینچ کر اپنے جسم سے علیحدہ کر دیا اور پھر لڑنے لگ گئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 362)

تو ان لڑکوں میں غیرت ایمانی تھی۔ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق تھا جس نے انہیں نڈر بنا دیا کہ** وہ شخص جو اسلام کو ختم کرنا چاہتا تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی سال تک تکلیفیں دیتا رہا اس کا انجام ہمارے ہاتھوں سے ہو۔ یہ آجکل کے نام نہاد جہادیوں کی طرح نہیں تھے جو نوجوانوں کو، بچوں کو ریڈیکلائز (radicalize) کر لیتے ہیں کہ آؤ اور اسلام کے لئے جنگ کرو بلکہ ان کا ایک مقصد تھا کہ دشمن اگر ہمیں اب امن نہیں دیتا باوجود اس کے کہ ہم علیحدہ ہو گئے ہیں تو پھر اس کے لئے ہمیں ہر قربانی دینی چاہئے تا کہ امن کا قیام ہو۔ نہ کہ فتنہ پیدا ہو۔ آجکل تو حکومتوں پہ قبضہ کرنے کے لئے نوجوانوں کو زبردستی اغوا کیا جاتا ہے۔ پھر ریڈیکلائز (radicalize) کیا جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں یہ خبر تھی کہ سیریا میں چودہ سال کا ایک لڑکا ان سے بچ کے نکل کے آیا تو کہنے لگا کہ میں سکول سے آ رہا تھا مجھے اغوا کر لیا اور اغوا کر کے پھر زبردستی مجھے ٹریننگ دی۔ پہلے میں نہیں مانا تو مجھ پر سختی کی گئی۔ آخر مجھ سے جنگ کروائی جاتی تھی اور بڑی مشکل سے پھر میں وہاں سے بچ کے آیا ہوں۔ **تو مسلمان اسلام کے نام پر اس قسم کی حرکتیں کر رہے ہیں جو سراسر اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں۔** اسلام نے اگر جنگ کی، اسلام نے اگر جانیں دیں اور ان لوگوں میں قربانی دینے کا جذبہ تھا تو اس لئے کہ دین کو بچانا ہے اور دنیا میں امن قائم کرنا ہے۔ پس آجکل کے جہادیوں میں اور ان جہاد کرنے والوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

یہی نمونہ صحابہؓ کا اپنی جماعت میں دیکھنا چاہتا ہوں:

"**مَیں یہی نمونہ صحابہ کا اپنی جماعت میں دیکھنا چاہتا ہوں** کہ اللہ تعالیٰ کو وہ مقدم کر لیں اور کوئی امر ان کی راہ میں روک نہ ہو۔ وہ اپنے مال و جان کو ہیچ سمجھیں۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگوں کے کارڈ آتے ہیں۔ کسی تجارت یا اور کام میں نقصان ہوا یا اور کسی قسم کا ابتلا آیا تو جھٹ شبہات میں پڑ گئے۔" کہ پتا نہیں ہم نے مسیح موعود کو

مان کے غلطی تو نہیں کر لی۔ تو اس قسم کے شبہات دین کے بارے میں، خدا تعالیٰ کی ذات کے بارہ میں، حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں آتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "ایسی حالت میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اصل مطلب اور مقصد سے وہ کس قدر دُور ہیں۔ غور کرو کیا فرق ہے صحابہ میں اور ان لوگوں میں۔ صحابہ یہ چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کو راضی کریں خواہ اس راہ میں کیسی ہی سختیاں اور تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ اگر کوئی مصائب اور مشکلات میں نہ پڑتا اور اسے دیر ہوتی تو وہ روتا اور چِلّاتا تھا۔" یعنی صحابہ میں سے وہ سمجھتے تھے کہ مشکلات میں پڑنا اللہ تعالیٰ کا قرب دلائے گا۔ وہ یہ سمجھ چکے تھے فرماتے ہیں کہ "وہ سمجھ چکے تھے کہ ان ابتلاؤں کے نیچے خدا تعالیٰ کی رضا کا پروانہ اور خزانہ مخفی ہے۔" آپ نے ایک فارسی کا شعر یہاں بیان فرمایا کہ

"ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است"

کہ جو بھی آزمائش خدا تعالیٰ کی طرف سے اس قوم پر آئے اس کے نیچے خدا کے کرم کا ایک خزانہ چھپا ہوتا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف ان کی تعریف سے بھرا ہوا ہے۔ اسے کھول کر دیکھو۔ صحابہ کی زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا عملی ثبوت تھا۔ صحابہؓ جس مقام پر پہنچے تھے اس کو قرآن شریف نے اس طرح پر بیان فرمایا ہے۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (الاحزاب:24) یعنی بعض ان میں سے شہادت پا چکے اور انہوں نے گویا اصل مقصود حاصل کر لیا اور بعض اس انتظار میں ہیں کہ چاہتے ہیں کہ شہادت نصیب ہو۔ صحابہ دنیا کی طرف نہیں جھکے کہ عمریں لمبی ہوں اور اس قدر مال و دولت ملے اور یوں بے فکری اور عیش کے سامان ہوں۔" آپ فرماتے ہیں کہ "میں جب صحابہؓ کے اس نمونے کو دیکھتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کمالِ فیضان کا بے اختیار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ کس طرح پر آپ نے ان کی کایا پلٹ دی اور انہیں بالکل رُو بخدا کر دیا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

آپ فرماتے ہیں کہ "خلاصہ یہ کہ ہمارا فرض یہ ہونا چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے جویا اور طالب رہیں اور اسی کو اپنا اصل مقصود قرار دیں۔ ہماری ساری کوشش اور تگ و دَو اللہ تعالیٰ کے رضا کے حاصل کرنے میں ہونی چاہئے خواہ وہ شدائد اور مصائب ہی سے حاصل ہو۔ یہ رضائے الٰہی دنیا اور اس کی تمام لذات سے افضل اور بالاتر ہے۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 82-83)

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز کے بعد ایک جنازہ غائب پڑھاؤں گا جو مکرم الحاج اسماعیل بی۔ کے آڈو صاحب کا ہے۔ غانا کے احمدی تھے۔ 84 سال کی عمر میں 8/مارچ کو ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ پیدائشی احمدی تھے اور ان کے والد کا نام اسماعیل Kwabena آڈو اور والدہ کا نام جنت آڈو تھا۔ ان کے والد پہلے عیسائی تھے۔ 1928ء میں انہوں نے بیعت کی اور جماعت میں شامل ہوئے۔ اسماعیل آڈو صاحب کی

والدہ کا انتقال چھوٹی عمر میں ہی ہو گیا تھا۔ انہوں نے ٹی آئی احمدیہ سکول کماسی سے سیکنڈری سکول کی تعلیم حاصل کی۔ پھر 1964ء میں انگریزی میں بی اے کیا۔ بعد میں ٹیچر ٹریننگ کالج گھانا سے اپنی پیشہ وارانہ تعلیم مکمل کی اور پھر مختلف جگہوں پر ٹیچر مقرر ہوئے اور 1980ء تک اسسٹنٹ ہیڈ ٹیچر رہے۔ سالٹ پانڈ سینٹرل ریجن کے ایک سکول میں منتقل ہو گئے اور وہاں انگلش کے سکول ٹیچر رہے۔ جس سکول میں ہوتے تھے وہاں مسلمان طلباء کے لئے ان کی سہولتوں کا انتظام کرتے تھے۔ انہوں نے وہاں مسلمان طلباء کے لئے مسجد بھی بنوائی۔

پھر Nkrumah یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی جو تھی اس میں یہ انگریزی کے استاد لگے۔ پھر مختلف کالجوں میں ان کو پڑھانے کا موقع ملا۔ پھر انہوں نے انگریزی پڑھانے کے بارے میں ایک کتاب بھی لکھی جو غانا اور نائیجیریا میں بڑی مشہور ہوئی جو پڑھائی جاتی ہے۔ محکمہ سے اس سلسلہ میں ان کو سکالرشپ ملا اور یُوکے کی یونیورسٹی آف بینگور (Bangor) ویلز میں انہیں بھجوایا گیا اور یہاں یُوکے میں آ کے انہوں نے انگریزی زبان میں ڈپلومہ حاصل کیا۔ پھر ان کی جماعتی خدمات یہ ہیں کہ غانا میں متعدد جماعتی عہدوں پر فائز رہے۔

1980ء میں غانا کی حکومت نے آپ کو Addis Ababa ایتھوپیا کے لئے بطور سفیر منتخب کیا اور اسی عہدہ پر تھے کہ UN نے آپ کو بحیثیت چیئرمین او۔اے۔یُو (OAU) لبریشن کمیٹی مقرر کیا جس کی وجہ سے آپ نے موزمبیق اور انگولا کی ریاستوں کو آزادی دلوانے کے لئے نمایاں کردار ادا کیا۔ کچھ عرصہ آپ لیبیا میں بھی بطور سفیر مقرر ہوئے۔ ان کی خصوصیت تھی، جہاں بھی گئے ان کا اپنا ایک ہمیشہ خاص وصف تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے اور اپنی یہ پہچان ہمیشہ قائم رکھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے بعد، آپ کے یُوکے آنے کے بعد انہوں نے اپنے سیاسی کیریئر کو بھی الوداع کہا اور پھر یہیں آ گئے تا کہ اپنے بچوں کے ساتھ خلافت کے قریب رہ سکیں اور یہاں آ کے پھر آپ سکول میں بطور ٹیچر کام کرتے رہے۔ ان کو خلافت سے، ہر خلافت سے ایک خاص عشق تھا۔ انہوں نے بڑے پیار اور محبت کا سلوک اور اطاعت کا نمونہ دکھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے سلمان رشدی کے خلاف کتاب لکھنے والی جو ایک کمیٹی بنائی تھی اس کا ان کو بھی ممبر بنایا تھا۔ تبلیغ کے میدان میں بھی ان کا بڑا نمایاں کردار تھا۔ مختلف جگہوں پر تبلیغی سٹال لگاتے تھے۔ ریڈیو پر تبلیغی پروگرام کرتے تھے۔ مختلف جماعتی مجالس میں سوال و جواب کی مجلس بھی لگاتے تھے اور اسی طرح 1986ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے پَین افریقن احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن قائم کی تو ان کو پہلا صدر مقرر کیا۔

یہاں پیکم (Peckham) جماعت کے پہلے صدر بھی مقرر ہوئے تھے۔ 1994ء میں ایم۔ٹی۔اے کے اجراء کے بعد اردو کلاس کے یہ خاص شاگردوں میں سے تھے اور اس وقت اردو سیکھنے کے لئے بڑی محنت کرتے تھے۔ جو بھی جتنی بھی کوشش کر سکتے تھے کرتے تھے۔ اور اردو کلاس میں یہ 'بڑے بچے' کے نام سے مشہور تھے۔ لوگ ان کو جانتے ہیں۔ گھانین تھے اور ان کی دو بیویاں تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات کے موقع پر جو مجلس انتخاب خلافت تھی اس کے بھی یہ رکن تھے۔ جامعہ کا جب اجراء ہوا ہے تو یہاں یُوکے میں کچھ عرصہ انہوں

نے جامعہ میں بھی انگریزی پڑھائی ہے۔ ان کو وہاں مقرر کیا تھا۔ تقویٰ پر چلنے والے، بڑے عبادت گزار، صابر اور شاکر، رحم دل اور نہایت مشفق انسان تھے۔ عبادت کا بھی جوش تھا۔ ان کے گھر والوں نے یہ بتایا ہے کہ تہجد کی نماز ہمیشہ باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ اگر بیمار ہوتے تب بھی ناغہ نہیں کرتے تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے اور درد کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

قرآن کریم کی بہت ساری آیات ان کو یاد تھیں اور ان کا ترجمہ اور پھر تفسیر بھی یاد کیا کرتے تھے تا کہ آگے تبلیغ میں کام آئیں یا تربیت میں کام آئے بلکہ بعض گھانین کہتے ہیں کہ ان کے گھروں میں قرآن کریم کے ایسے نسخے موجود ہیں جن میں آڈو صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے نوٹس بھی ہیں۔ 2005ء میں ان کو اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ حج کرنے کی سعادت ملی۔ بڑے ہنس مکھ اور سادہ انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے دس بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ تیئس پوتے پوتیاں۔ اللہ تعالیٰ ان کی نسل کو بھی نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھے اور جماعت سے وابستہ رکھے۔ ابھی نمازوں کے بعد جیسا کہ مَیں نے کہا ان کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 06 اپریل 2018ء تا 12 اپریل 2018ء جلد 25 شمارہ 14 صفحہ 05 تا 09)

12

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23/ مارچ 2018ء بمطابق 23/ امان 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

23 مارچ کی تاریخ اور پس منظر:

آج 23/ مارچ ہے اور یہ دن جماعت میں 'یوم مسیح موعود' کے حوالے سے یاد کیا جاتا ہے۔ یوم مسیح موعود کے جلسے بھی جماعتیں اس دن کی مناسبت سے منعقد کرتی ہیں۔ آئندہ دو دنوں میں ہفتہ اتوار، weekend آرہا ہے۔ بہت سی جماعتیں یہ جلسے منعقد کریں گی اور اس میں اس کی تاریخ، پس منظر، سارا کچھ بیان کیا جائے گا۔

اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض ارشادات پیش کروں گا جن میں آپ نے **مسیح موعود کی بعثت کے مقصد اور ضرورت اور مقام** کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔ آپ کے دعوے کے بعد نام نہاد مسلمان علماء نے عامۃ المسلمین کو آپ کے خلاف بھڑکانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ انتہائی کوشش کی۔ جس حد تک وہ جاسکتے تھے گئے اور اب تک یہی کر رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تائید سے آپ کی جماعت ترقی کر رہی ہے اور نیک فطرت لوگ جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔

بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدائی وعدوں کے مطابق اپنی آمد کا ذکر کرتے ہوئے اور یہ اعلان **فرماتے ہوئے کہ میں ہی آنے والا مسیح موعود ہوں** فرماتے ہیں کہ:

"توحید حقیقی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عفّت، عزّت اور حقّانیت اور کتاب اللہ کے منجانب اللہ ہونے پر ظلم اور زُور کی راہ سے حملے کئے گئے ہیں تو کیا خدا تعالیٰ کی غیرت کا تقاضا نہیں ہونا چاہئے کہ اس کا سر الصلیب کو نازل کرے؟" کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس زمانے میں حملے عیسائیوں کی طرف سے ہو رہے تھے۔ فرماتے ہیں "کیا خدا تعالیٰ اپنے وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) کو بھول گیا؟ یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے وعدے سچے ہیں۔ اس نے اپنے وعدہ کے موافق دنیا میں ایک نذیر بھیجا ہے۔ دنیا نے اس کو قبول نہ کیا مگر خدا تعالیٰ اس کو ضرور قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔" آپ فرماتے ہیں کہ "مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہوں۔ چاہو تو قبول کرو۔ چاہو تو ردّ کرو۔ مگر تمہارے ردّ کرنے سے کچھ نہ ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے پہلے سے براہین میں فرمادیا ہے صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 206)

یعنی اللہ اور اس کے رسول کی بات سچی نکلی اور خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ پھر ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا کہ:

"**منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو آزمائیں** اور پھر دیکھیں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ خیالی اصولوں اور تجویزوں سے کچھ نہیں بنتا۔ اور نہ مَیں اپنی تصدیق خیالی باتوں سے کرتا ہوں۔ مَیں اپنے دعویٰ کو منہاجِ نبوت کے معیار پر پیش کرتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسی اصول پر اس کی سچائی کی آزمائش نہ کی جاوے۔" فرماتے ہیں کہ "جو دل کھول کر میری باتیں سنیں گے مَیں یقین رکھتا ہوں کہ فائدہ اٹھاویں گے اور مان لیں گے۔ لیکن جو دل میں بخل اور کینہ رکھتے ہیں ان کو میری باتیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گی۔ ان کی تو اَحوَل جیسی مثال ہے۔" یعنی وہ شخص جو بھینگا ہوتا ہے جس کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ "جو ایک کے دو دیکھتا ہے۔ اس کو خواہ کسی قدر دلائل دیئے جائیں کہ دو نہیں ایک ہی ہے وہ تسلیم ہی نہیں کرے گا۔ کہتے ہیں" آپ مثال دیتے ہیں "کہ ایک اَحوَل خدمتگار تھا۔" بھینگا آدمی کسی شخص کا خدمت کرنے والا تھا ملازم تھا۔" آقا نے "اس کو" کہا کہ اندر سے آئینہ لے آؤ۔ وہ گیا اور واپس آکر کہا کہ اندر تو دو آئینے پڑے ہیں۔ کونسا لے آؤں؟ آقا نے کہا کہ ایک ہی ہے۔ دو نہیں۔ اَحوَل نے کہا تو کیا مَیں جھوٹا ہوں؟" اس کے "آقا نے کہا اچھا ایک کو توڑ دے۔ جب توڑا گیا تو اسے معلوم ہوا کہ درحقیقت میری غلطی تھی۔"

آپ فرماتے ہیں کہ "مگر اِن اَحوَلوں کا جو میرے مقابل ہیں کیا جواب دوں؟" فرماتے ہیں کہ "غرض ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بار بار اگر کچھ پیش کرتے ہیں تو حدیث کا ذخیرہ جس کو خود یہ ظن کے درجہ سے آگے نہیں بڑھاتے۔ ان کو معلوم نہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ ان کے رطب و یابس امور پر لوگ ہنسی کریں گے۔" جو اوٹ پٹانگ باتیں یہ کرتے ہیں اس پر لوگ ہنسی کیا کریں گے۔ فرماتے ہیں "یہ ہر ایک طالبِ حق کا حق ہے کہ وہ ہم سے ہمارے دعویٰ کا ثبوت مانگے۔" بڑی صحیح بات ہے ثبوت مانگنا چاہئے۔ اس پر ہر ایک کا حق ہے۔ "اس کے لئے ہم وہی پیش کرتے ہیں جو نبیوں نے پیش کیا۔" آپ فرماتے ہیں کہ "نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ، عقلی دلائل یعنی موجودہ ضرورتیں جو مصلح کے لئے متدعی ہیں۔ پھر وہ نشانات جو خدا نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے مَیں نے ایک نقشہ مرتب کر دیا ہے۔" آپ فرماتے ہیں "میں نے ایک نقشہ مرتب کر دیا ہے اس میں ڈیڑھ سو کے قریب نشانات دیئے ہیں جن کے گواہ ایک نوع سے کروڑوں انسان ہیں۔ بیہودہ باتیں پیش کرنا سعادتمند کا کام نہیں۔" فرمایا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا تھا کہ وہ حَکَم ہو کر آئے گا۔" یعنی مسیح موعود جب آئے گا تو وہ حَکَم ہو گا "اس کا فیصلہ منظور کرو۔" وہ فیصلہ کرنے والا ہو گا اس کا فیصلہ منظور کرو۔" جن لوگوں کے دل میں شرارت ہوتی ہے وہ چونکہ ماننا نہیں چاہتے ہیں اس لئے بیہودہ حجتیں اور اعتراض پیش کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ آخر خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کرے گا۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر میں افترا کرتا تو وہ مجھے فی الفور ہلاک کر دیتا۔ مگر میرا سارا کاروبار اس کا اپنا کاروبار ہے۔ اور میں اسی کی طرف سے آیا ہوں۔ میری تکذیب اس کی تکذیب ہے۔ اس لئے وہ خود میری سچائی ظاہر کر دے گا۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 34-35)

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ مسیح موعود کی تکذیب اور انکار کا نتیجہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار تک تمہیں لے جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرا لیتا ہے۔ جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا جب کہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدیؐ سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اس نے معاذ اللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس اُمّت میں نہیں۔ اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیلِ مُوسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ معاذ اللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اَتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اسی اُمّت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا۔ اسی طرح پر جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ:4) میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی۔ بلکہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اَلْحَمْدُ سے لے کر وَالنَّاس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کہ کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے؟ یہ مَیں از خود نہیں کہتا۔ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا، وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے۔ "اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ "اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ۔" آپ فرماتے ہیں کہ "بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے۔ ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے؟"

اس بات کو مزید کھول کر بیان فرماتے ہوئے کہ **تکذیب مسیح موعود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟** کس طرح مسیح موعود کے انکار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ "یعنی مسیح موعود کے انکار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ "اس طرح پر کہ آپؐ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا۔ پھر آپؐ نے جو اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ فرمایا تھا، وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے۔ اور آپ نے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح و مہدی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذ اللہ غلط نکلی کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا۔ عملی طور پر کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکذّب ٹھہرے گا یا نہیں؟" آپ فرماتے ہیں "پس پھر مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان

امر نہیں۔ مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر بننا ہو گا۔ مجھے بے دین اور گمراہ کہنے میں دیر ہو گی۔ مگر پہلے اپنی گمراہی اور رُوسیاہی کو مان لینا پڑے گا۔ مجھے قرآن و حدیث کو چھوڑنے والا کہنے کے لئے پہلے خود قرآن اور حدیث کو چھوڑ دینا پڑے گا اور پھر بھی وہی چھوڑے گا۔" یعنی مَیں نہیں چھوڑوں گا۔ وہی چھوڑے گا جو مجھے چھوڑنے والا کہتا ہے۔ آپ کہتے ہیں "مَیں قرآن و حدیث کا مُصدّق و مِصداق ہوں۔ میں گمراہ نہیں بلکہ مہدی ہوں۔ میں کافر نہیں بلکہ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْن کا مصداق صحیح ہوں۔ اور جو کچھ مَیں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے۔ جس کو خدا پر یقین ہے، جو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مانتا ہے اس کے لئے یہی حجّت کافی ہے کہ میرے منہ سے سن کر خاموش ہو جائے۔ لیکن جو دلیر اور بے باک ہے اس کا کیا علاج۔ خدا خود اس کو سمجھائے گا...." آپ یہ سب باتیں ایک آئے ہوئے مہمان کو سمجھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ "میرے معاملے میں جلدی سے کام نہ لیں بلکہ نیک نیتی اور خالی الذہن ہو کر سوچیں۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 14 تا 16)

پھر آپ ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ:

"پس اگر ان لوگوں کے دل میں بخل اور ضد نہیں تو میری بات سنیں اور میرے پیچھے ہو لیں۔ پھر دیکھیں کہ کیا خدا تعالیٰ ان کو تاریکی میں چھوڑتا ہے یا نور کی طرف لے جاتا ہے؟ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جو صبر اور صدق دل سے **میرے پیچھے آتا ہے وہ ہلاک نہ کیا جاوے گا** بلکہ وہ اسی زندگی سے حصہ لے گا جس کو کبھی فناء نہیں ...."یعنی اس دنیا میں بھی عزت پانے والا ہے اور پھر آخری زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ اس پر انعامات کرے گا۔ آپ فرماتے ہیں "جس کا دل صاف ہے اور خدا ترسی اس میں ہے اس کے سامنے دوبارہ آنے کے متعلق حضرت عیسیٰؑ ہی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں۔ وہ مجھے سمجھاوے کہ یہودیوں کے سوال کے جواب میں (کہ مسیح سے پہلے ایلیا کا آنا ضروری ہے) جو کچھ مسیحؑ نے کہا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ یہودی تو اپنی کتاب پیش کرتے تھے کہ ملاکی نبی کے صحیفہ میں ایلیا کا آنا لکھا ہے۔ مثیل ایلیا کا ذکر نہیں۔" ایلیا کے خود آنے کا ذکر ہے۔ مثیل کا ذکر تو نہیں۔ اس کے نمونے پر کسی آنے والے کا ذکر تو نہیں لکھا ہوا۔

آپ فرماتے ہیں کہ "مسیحؑ یہ کہتے ہیں کہ آنے والا یہی یوحنا ہے چاہو تو "اسے "قبول کرو۔ اب کسی منصف کے سامنے فیصلہ رکھو اور دیکھو کہ ڈگری کس کو دیتا ہے۔" ظاہری بات پر اگر فیصلہ کروانا ہے کسی بھی جج کے سامنے رکھ دو اور دیکھو وہ ڈگری کس کو دیتا ہے "وہ یقیناً یہودیوں کے حق میں فیصلہ دے گا" کیونکہ ظاہری طور پر جو لکھا ہوا ہے اس کے مطابق فیصلہ ہو گا۔ مگر آپ فرماتے ہیں لیکن یہ فیصلہ صحیح نہیں ہے کیونکہ "مگر ایک مومن جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور جانتا ہے کہ خدا کے فرستادے کس طرح آتے ہیں وہ یقین کرے گا کہ مسیحؑ نے جو کچھ کہا اور کیا وہی صحیح اور درست ہے۔" آپ فرماتے ہیں "اب اس وقت وہی معاملہ ہے یا کچھ اور؟" ہے۔ بتاؤ "اگر خدا کا خوف ہو تو پھر بدن کانپ جاوے یہ کہنے کی جرأت کرتے ہوئے کہ یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ افسوس اور حسرت کی جگہ ہے کہ ان لوگوں میں اتنا بھی ایمان نہیں جتنا کہ اس شخص کا تھا جو فرعون کی قوم میں سے تھا اور جس نے یہ کہا کہ اگر یہ کاذب ہے تو خود ہلاک ہو جائے گا۔ میری نسبت اگر تقویٰ سے کام لیا جاتا تو اتنا ہی کہہ دیتے اور دیکھتے کہ کیا خدا تعالیٰ میری

تائیدیں اور نصرتیں کر رہا ہے یا میرے سلسلہ کو مٹا رہا ہے۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 30-31)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ایک آواز جو ایک چھوٹی سی بستی سے اٹھی تھی دنیا کے 210 ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے اور یہی آپ کی سچائی کی دلیل بھی ہے۔ دور دراز کے علاقے جہاں تیس چالیس سال پہلے تک بھی احمدیت کے پہنچنے کا تصور نہیں تھا، نہ صرف وہاں پیغام پہنچا ہے بلکہ وہاں ایسے پختہ ایمان والے اللہ تعالیٰ پیدا فرما رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ **ایک واقعہ بھی بیان کرتا ہوں۔**

احمدیت کے حق میں خدا کی قہری تجلّی کا نشان:

بینن افریقہ کا ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ وہاں 2012ء میں ایک جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ وہاں کے ایک گاؤں کے ایک احمدی، ان کا نام ابراہیم صاحب ہے۔ انہوں نے احمدیت قبول کی۔ اس سے پہلے یہ مسلمان تھے اور کافی علم رکھنے والے تھے اور احمدیت قبول کرنے کے بعد انہوں نے اخلاص و وفا میں ترقی کرنی شروع کی۔ اپنے رشتہ داروں کو بھائیوں وغیرہ کو تبلیغ کرنی شروع کی۔ ان کے بھائی نے ان کی تبلیغ سے تنگ آ کر کہ یہ تبلیغ کر کے ہمیں ہمارے دین سے ہٹا رہا ہے، ان سے لڑائی کرنی شروع کر دی لیکن یہ تبلیغ کرتے رہے۔ لوگوں کو احمدیت کا پیغام، حقیقی اسلام کا پیغام پہنچاتے رہے۔ اور اس طرح ان کی کوششوں سے ارد گرد کے تین گاؤں اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت میں شامل ہو گئے۔ تو ابراہیم صاحب کے بھائی نے اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کے ان کے قتل کا منصوبہ بنایا کہ یہ تو احمدیت کو پھیلاتا چلا جا رہا ہے اس لئے ایک ہی علاج ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ ابراہیم صاحب کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کا بڑا بھائی اور اس کا دوست کوئی گڑھا کھود کر اس میں کچھ ڈال رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خواب کے تین دن بعد ہی ان کے بڑے بھائی کا دوست اچانک بیمار ہوا اور اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس پر ان کے بھائی نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ احمدی جو ہے اس نے میرے دوست کو کوئی جادو ٹونہ کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد یہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر ایک خواب دیکھی کہ ان کا بھائی ایک درخت کے ساتھ لگ کر خود کو ماپ رہا ہے۔ اس علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کی قبر کھودنے کے لئے ایک درخت کے تنے کی چھال کے ساتھ میّت کو ماپا جاتا ہے تا کہ قبر اس کے سائز کے مطابق بنائی جائے۔ کہتے ہیں کچھ دن کے بعد بڑے بھائی کی حاملہ بیوی بیمار ہوئی اور دو دن کے اندر فوت ہو گئی۔ اور اس کے سارے بچے بیچارے بیمار ہونے شروع ہوئے۔ ان کو فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ ان کے بھائی نے مشہور کر دیا کہ یہ جادو ٹونہ کرنے والا شخص ہے اور وہاں کا جو مقامی بادشاہ تھا، چیف تھا اس کے پاس شکایت کی۔ اس کو مدد کے لئے کہا۔ اس نے کچھ پیسے مانگے کہ یہ لے کر آؤ تو مَیں اس کا علاج کرتا ہوں۔ خیر ان کے بھائی نے رقم ادا کر دی۔ بادشاہ نے ابراہیم صاحب کو بلایا اور جب یہ گئے تو بڑے غصے اور طیش میں اس نے کہا کہ تم نے یہ کیا تماشا بنایا ہوا ہے۔ یہ نیا مذہب اختیار کیا ہے۔ نیا دین شروع کر دیا ہے۔ اس کو فوراً چھوڑو اور توبہ کرو ورنہ کل کا سورج نہیں تم دیکھ سکو گے۔ تمہارے پر کل کا دن نہیں چڑھے گا۔ ابراہیم صاحب کہنے لگے کہ مذہب تو مَیں نے سچ سمجھ کر قبول کیا ہے اس کو تو مَیں چھوڑ نہیں سکتا اور رہی بات مرنے کی تو زندگی موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اس پر اس چیف نے یا بادشاہ نے کہا کہ اس علاقے کا خدا مَیں ہوں۔ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تم لوگ یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کیا فیصلہ کرنے لگا ہوں اور جس کو میں یہ کہہ دوں کہ وہ کل تک مر جائے گا تو وہ ضرور مرتا ہے۔ ابراہیم صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے تم اپنے روایتی لوگوں کو کہتے ہو گے لیکن میں اس بات میں تمہیں کچھ نہیں کہتا۔ مگر مَیں دین نہیں چھوڑوں گا کیونکہ حقیقت یہی ہے اور سچا اسلام یہی ہے۔ اس پر چیف کو مزید غصہ آیا۔ اس نے اپنے لوگوں کو کہا ان کو لے جا کے کمرے میں بند کر دو۔ وہ لے کے جا رہے تھے تو ابراہیم صاحب نے ان لوگوں کو کہا کہ تم میرے بیچ میں نہ پڑو اور اس معاملے کو چھوڑو۔ مجھے بند کرنے کی بجائے جانے دو۔ خیر وہ لوگ بھی لالچی ہوتے ہیں کچھ رقم لے کے انہوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ اس بادشاہ نے یا چیف نے ان پر صبح کا سورج کیا طلوع کروانا تھا اگلے دن ہی اطلاع ملی کہ اس بادشاہ کو فالج ہو گیا اور وہ ہلنے جلنے کے قابل نہیں رہا اور دو دن بعد ہی وہ فوت ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ان کے بڑے بھائی جو اُن کے مخالف تھے انہوں نے خاندان والوں سے کہا کہ ہماری صلح کرا دیں۔ انہوں نے کہا میری تو لڑائی کسی سے تھی ہی نہیں۔ ہم تو ایسے ہی صلح جُو ہیں اور اسلام کا حقیقی پیغام بھی یہی ہے۔ تو اس چیف کے مرنے کا یہ نشان دیکھ کر وہاں علاقے میں اس کا بہت اثر ہوا اور بڑا چرچا ہوا۔ احمدیت کی سچائی ثابت ہوئی۔ تو یہ چیزیں ہیں جو آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں ثابت ہو رہی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"دیکھو مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ **ہزاروں نشان میری تصدیق کے ظاہر ہوئے ہیں اور ہو** رہے ہیں اور آئندہ ہوں گے۔" یہ نہیں کہ بند ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ آئندہ ہوں گے۔ "اگر یہ انسان کا منصوبہ ہوتا تو اس قدر تائید اور نصرت اس کی ہرگز نہ ہوتی۔" (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 48)

یہ اللہ تعالیٰ کا ہی منصوبہ ہے جس کی وجہ سے تائید ہو رہی ہے۔ ایک موقع پر ضرورت مصلح اور مسیح موعود کی ضرورت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"جیسا کہ ہر ایک فصل کے کاٹنے کا وقت آجاتا ہے۔ ایسا ہی اب مفاسد کے دُور کر دینے کا وقت آگیا ہے....." جو فساد دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، جو برائیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کو دور کرنے کا وقت آگیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "صادق کی توہین اور گستاخی انتہا تک کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر" آپ فرماتے ہیں نعوذ باللہ "مکھی اور زنبور جتنی بھی نہیں کی گئی۔ زنبور سے بھی انسان ڈرتا ہے" ایک بھڑ جو ہے "اور چیونٹی سے بھی اندیشہ کرتا ہے لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے میں کوئی نہیں جھجکتا۔ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا کے مصداق ہو رہے ہیں۔ جتنا منہ ان کا کھل سکتا ہے انہوں نے کھولا اور منہ پھاڑ پھاڑ کر سبّ و شتم کئے۔ اب واقعی وہ وقت آگیا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کا تدارک کرے۔ ایسے وقت میں وہ ہمیشہ ایک آدمی کو پیدا کیا کرتا ہے جو اس کی عظمت اور جلال کے لئے بہت جوش رکھتا ہے۔ ایسے آدمی کو باطنی مدد کا سہارا ہوتا ہے۔ دراصل اللہ تعالیٰ سب کچھ آپ ہی کرتا ہے مگر اس کا پیدا کرنا ایک سنّت کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (الفتح: 24)" اب وہ وقت آگیا ہے..... کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سنت کے موافق بھیجا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ کے صحیفہ قدرت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بات حد سے گزر جاتی ہے تو آسمان پر تیاری کی جاتی ہے۔ یہی اس کا نشان ہے کہ یہ تیاری کا وقت آ گیا ہے۔ سچے نبی ورسول و مجدد کی بڑی نشانی یہی ہے کہ وہ وقت پر آوے اور ضرورت کے وقت آوے۔ لوگ قسم کھا کر کہیں کہ کیا یہ وقت نہیں کہ آسمان پر کوئی تیاری ہو؟" آپ پوچھ رہے ہیں۔ لوگوں سے سوال کر رہے ہیں کہ قسم کھا کے بتاؤ کہ کیا یہ وقت نہیں ہے۔ وہ زمانہ بھی تھا اور آج بھی لوگ یہی کہہ رہے ہیں کہ ہمیں کسی مصلح کی ضرورت ہے بلکہ پاکستان میں تو مولوی خود یہ کہتے ہیں لیکن مسیح موعود کا انکار ہے۔ آپ فرماتے ہیں "مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ آپ ہی کیا کرتا ہے۔ ہم اور ہماری جماعت اگر سب کے سب حجروں میں بیٹھ جائیں تب بھی کام ہو جائے گا اور دجّال کو زوال آجائے گا۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ(اٰل عمران: 141)۔" اس طرح دن آپس میں پھرا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ "اس کا کمال بتاتا ہے کہ اب اس کے زوال کا وقت قریب ہے۔" کسی چیز کو جب عروج حاصل ہو جائے، جب انتہا پہ پہنچ جائے تو وہ سمجھنے لگے کہ اب میں سب طاقتوں کا مالک ہو گیا ہوں اور سب ترقیاں میرے ہاتھ میں آگئی ہیں تو پھر وہ جو عروج ہے اس پر پہنچ کر پھر وہاں سے زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اب ان طاقتوں کا بھی زوال شروع ہو گیا ہے۔ چاہے وہ اسلام کے خلاف طاقتیں ہیں یا وہ لوگ جو احمدیت کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "اس کا ارتفاع ظاہر کرتا ہے کہ اب وہ نیچا دیکھے گا۔" انتہائی بلندی پہ پہنچ گیا۔ اب یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اب وہ نیچے کی طرف آئے گا۔ "اس کی آبادی اس کی بربادی کا نشان ہے۔" وہ سمجھتا ہے کہ اس کی طاقت اور آبادی بہت زیادہ ہے تو اب یہ بربادی کا نشان بن جائے گی۔ "ہاں ٹھنڈی ہوا چل پڑی" ہے۔ "اللہ تعالیٰ کے کام آہستگی کے ساتھ ہوتے ہیں۔" ٹھیک ہے۔ نشان شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے کام آہستگی سے ہوتے ہیں اور وہ انشاء اللہ ہو جائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "اگر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہ ہوتی تاہم زمانے کے حالات پر نظر کر کے مسلمانوں پر واجب تھا کہ وہ دیوانہ وار پھرتے اور تلاش کرتے کہ مسیح اب تک کیوں نہیں کسرِ صلیب کے لئے آیا۔ ان کو یہ نہ چاہئے تھا کہ اسے اپنے جھگڑوں کے لئے بلاتے۔ "اسلام کی غیرت تھی تو اسلام کے دفاع کے لئے بلاتے۔ مسیح کو تلاش کرتے، نہ کے اپنے جھگڑوں کو حل کرنے کے لئے۔ فرمایا" کیونکہ اس کا کام کسرِ صلیب ہے اور اسی کی زمانے کو ضرورت ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 396 تا 398)

اسی طرح ایک جگہ فرمایا کہ دہریت بھی پھیل رہی ہے زیادہ اور میں اس کے ردّ کے لئے بھی آیا ہوں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 28)

آپ فرماتے ہیں کہ "اسی لئے اس کا نام مسیح موعود ہے۔ اگر مُلّانوں کو بنی نوع انسان کی بھلائی اور بہبودی مدّ نظر ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے جیسا ہم سے کر رہے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہئے تھا کہ انہوں نے ہمارے خلاف فتوی لکھ کر کیا بنا لیا ہے۔ جسے خدا تعالیٰ نے کہا کہ ہو جائے اسے کون کہہ سکتا ہے کہ نہ ہو۔ "فتویٰ لکھا تو اس کا کیا فائدہ ہوا۔ جماعت تو اسی طرح ترقی کر رہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ آپ فرماتے ہیں "**یہ لوگ جو ہمارے مخالف ہیں یہ بھی ہمارے نوکر چاکر ہیں کہ کسی نہ کسی رنگ**

میں ہماری بات مشرق و مغرب تک پہنچا دیتے ہیں۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 398)

جو مخالفت کر رہے ہیں وہ بھی حقیقت میں مخالفت کے ذریعہ سے ہی احمدیت اور حقیقی اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں کیونکہ اس طرح بھی لوگوں کو توجہ پیدا ہوتی ہے۔ بہت سارے لوگ خط لکھتے ہیں اور رابطہ کرتے ہیں کہ فلاں مولوی کی مخالفت کی وجہ سے یا فلاں جگہ آپ کے خلاف باتیں ہو رہی تھیں۔ ان کی وجہ سے ہمیں تجسّس پیدا ہوا تو ہم نے تحقیق کرنی شروع کی۔ اور اب تو انٹرنیٹ کے ذریعہ سے ہر جگہ جماعتی لٹریچر بھی میسر ہے اور بہت ساری باتیں مل جاتی ہیں۔ موازنہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ تو تحقیق کر کے اب ہم جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ تو مولویوں کا، مخالفین کا یہ ذریعہ بھی تبلیغ کا ایک ذریعہ بن رہا ہے۔

نیا فرقہ بنانے کی کیا ضرورت تھی؟:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض لوگوں کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ ہم اسلام کی تعلیم پر عمل کر رہے ہیں اور **پہلے ہی جو اتنے فرقے ہیں تو پھر ایک نیا فرقہ بنانے کی کیا ضرورت ہے** اور آپ کی جماعت میں شامل ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ہمارے احمدی بھی معترضین کی یہ باتیں سن کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ اُس زمانے میں اور آجکل بھی بعض ایسے ہیں جو خاموش ہو جاتے ہیں کہ کیا جواب دیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ "بہت سے ایسے لوگ ہیں جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ **اس سلسلہ کی ضرورت کیا ہے** کیا ہم نماز روزہ نہیں کرتے ہیں؟ وہ اس طرح پر دھوکہ دیتے ہیں۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ بعض لوگ جو ناواقف ہوتے ہیں ایسی باتوں کو سن کر دھوکہ کھا جاویں اور ان کے ساتھ مل کر یہ کہہ دیں کہ جس حالت میں ہم نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور وِرد وظائف کرتے ہیں۔ پھر کیوں یہ پھوٹ ڈال دی؟" کہ نیا فرقہ بنا دیا۔ تو کیوں پھوٹ ڈال دی۔ ہم نماز روزہ کر رہے ہیں تو تمہارے اندر شامل ہونے کی، ایک نیا فتنہ فساد پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "یاد رکھو کہ ایسی باتیں کم سمجھی اور معرفت کے نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ میرا اپنا کام نہیں ہے۔ یہ پھوٹ اگر ڈال دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ڈالی ہے جس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ "میں نے تو قائم نہیں کیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ "کیونکہ ایمانی حالت کمزور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ایمانی قوت بالکل ہی معدوم ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ حقیقی ایمان کی روح پھونکے جو اس سلسلہ کے ذریعہ سے اس نے چاہا ہے۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کا اعتراض بیجا اور بیہودہ ہے۔ پس یاد رکھو کہ ایسا وسوسہ ہرگز ہرگز کسی کے دل میں نہیں آنا چاہئے اور اگر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے تو یہ وسوسہ آ ہی نہیں سکتا۔ غور سے کام نہ لینے کے سبب ہی سے وسوسہ آتا ہے جو ظاہری حالت پر نظر کر کے کہہ دیتے ہیں کہ اور بھی مسلمان ہیں۔ اس قسم کے وسوسوں سے انسان جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔" فرمایا کہ "میں نے بعض خطوط اس قسم کے لوگوں کے دیکھے ہیں جو بظاہر ہمارے سلسلہ میں ہیں "بیعت کی ہوئی ہے" اور کہتے ہیں کہ ہم سے جب یہ کہا گیا کہ دوسرے مسلمان بھی بظاہر نماز پڑھتے ہیں اور کلمہ پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور نیک معلوم ہوتے ہیں پھر اس نئے سلسلہ کی کیا حاجت ہے؟" آپ فرماتے ہیں کہ "یہ لوگ باوجود یکہ ہماری بیعت میں داخل ہیں ایسے وسوسے اور اعتراض سن کر

لکھتے ہیں کہ ہم کو اس کا جواب نہیں آیا۔ ایسے خطوط پڑھ کر مجھے ایسے لوگوں پر افسوس اور رحم آتا ہے کہ انہوں نے ہماری اصل غرض اور منشا کو نہیں سمجھا۔ وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ رسمی طور پر یہ لوگ ہماری طرح شعائرِ اسلام بجالاتے ہیں اور فرائض الٰہی ادا کرتے ہیں حالانکہ حقیقت کی روح ان میں نہیں ہوتی۔ "صرف فرضی طور پہ نہیں کرنا۔ ظاہری طور پر نہیں کرنا بلکہ حقیقی طور پر عبادت بھی ہونی چاہئے اور دوسرے فرائض بھی ادا ہونے چاہئیں۔" اس لیے یہ باتیں اور وساوس سحر کی طرح کام کرتے ہیں۔ "وسوسے آجاتے ہیں اور جو باتیں کر رہے ہوتے ہیں اس کا اثر پھر ان پہ جادو کی طرح ہو جاتا ہے۔ "وہ ایسے وقت نہیں سوچتے کہ ہم حقیقی ایمان پیدا کرنا چاہتے ہیں جو انسان کو گناہ کی موت سے بچالیتا ہے اور ان رسوم وعادات کے پیرو لوگوں میں وہ بات نہیں۔ ان کی نظر ظاہر پر ہے حقیقت پر نگاہ نہیں۔ ان کے ہاتھ میں چھلکا ہے جس میں مغز نہیں۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 237 تا 239)

پس بیشک ظاہری عمل تو مسلمان کرتے ہیں لیکن روح ان میں نہیں ہے۔ تقویٰ نہیں ہے۔ اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ اگر مسلمان کہلانے والوں کے اعمال، اعمال صالحہ ہیں تو پھر ان کے پاک نتائج کیوں نہیں پیدا ہوتے۔

آپ بیان فرماتے ہیں کہ "یہ لوگ "یعنی بعض مسلمان" سمجھتے نہیں کہ ہم میں کون سی بات اسلام کے خلاف ہے۔ ہم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور روزے کے دنوں میں روزے بھی رکھتے ہیں اور زکوۃ بھی دیتے ہیں۔ "یعنی کہ یہ لوگ جو غیر از جماعت مسلمان ہیں، دوسرے مسلمان ہیں کہتے ہیں ہماری ہر بات جو ہے وہ تو ہم اسلام کے مطابق کر رہے ہیں۔ کوئی ایسی بات تو ہے نہیں کہ تمہارے ساتھ جُڑ کے ہم زیادہ اچھی طرح اسلام کی حقیقت کو سمجھ جائیں کیونکہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہم کہتے ہیں۔ نمازیں ہم پڑھتے ہیں۔ روزے ہم رکھتے ہیں۔ زکوۃ بھی ہم دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہی کچھ نہیں۔ فرمایا کہ "مگر مَیں کہتا ہوں کہ ان کے تمام اعمالِ اعمال صالحہ کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ محض ایک پوست کی طرح ہیں جن میں مغز نہیں ہے۔ ورنہ اگر یہ اعمالِ صالحہ ہیں تو پھر ان کے پاک نتائج کیوں پیدا نہیں ہوتے؟ اعمال صالحہ تو تب ہو سکتے ہیں کہ وہ ہر قسم کے فساد اور ملاوٹ سے پاک ہوں۔ لیکن ان میں یہ باتیں کہاں ہیں؟ مَیں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ ایک شخص مومن اور متقی ہو اور اعمالِ صالحہ کرنے والا ہو اور وہ اہل حق کا دشمن ہو حالانکہ یہ لوگ ہم کو بے قید اور دہریہ کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کیا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے مامور کر کے بھیجا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت ان کے دل میں ہوتی تو وہ انکار نہ کرتے اور اس سے ڈر جاتے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم خدا تعالیٰ کے نام کی تخفیف کرنے والے ٹھہریں۔ لیکن یہ تب ہوتا جب کہ ان میں حقیقی اور اصل ایمان اللہ تعالیٰ پر ہوتا اور وہ یوم الجزاء سے ڈرتے اور لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرائیل:37) پر اُن کا عمل ہوتا۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 343)

یعنی وہ بات نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ مسیح موعود کی آمد کا مقصد اندرونی اور بیرونی فتنوں اور حملوں سے اسلام کو محفوظ کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی بات کی خبر دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے واسطے خبر دی تھی کہ اس وقت دو رنگ کے فتنے ہوں

گے۔ ایک اندرونی۔ دوسرا بیرونی۔ اندرونی فتنہ یہ ہو گا کہ مسلمان سچی ہدایت پر قائم نہ رہیں گے اور شیطانی عمل دخل کے نیچے آجائیں گے۔ "اعمال صالحہ ان میں کوئی نہیں ہو گا۔ "قمار بازی، زناکاری، شراب خوری اور ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ہو کر حدود اللہ سے نکل جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی نواہی کی پرواہ نہ کریں گے۔ صوم و صلوٰۃ کو ترک کر دیویں گے اور امر الٰہی کی بے حرمتی کی جائے گی اور قرآنی احکام کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کیا جائے گا۔" یہ تو اندرونی فتنہ ہے کہ مسلمانوں کی عملی حالت بگڑ گئی ہے۔ اکثریت مسلمانوں کی یہی ہے۔ آپس میں بھی آپ دیکھ لیں مسلمان دنیا میں بھی کس طرح ایک دوسرے پر ظلم ہو رہے ہیں۔ اور "بیرونی فتنہ یہ ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پہ افتراء کئے جائیں گے۔ "اور یہ بھی آجکل بہت بڑھ کر ہو رہا ہے "اور ہر قسم کے دل آزار حملوں سے اسلام کی توہین اور تخریب کی کوشش کی جاوے گی۔ مسیحؑ کی خدائی کو منوانے کے لئے اور اس کی صلیبی لعنت پر ایمان لانے کے واسطے ہر قسم کے حیلے اور تدابیر عمل میں لائی جاویں گی۔ غرض ان دونوں اندرونی اور بیرونی عظیم الشان فتنوں کی اصلاح کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ ہی یہ بشارت ملی کہ ایک شخص آپ کی اُمّت میں سے مبعوث کیا جاوے گا، جو بیرونی فتنہ اور صلیبی مذہب کی حقیقت کو توڑ دینے والا ہو گا اور اسی لحاظ سے وہ مسیح ابن مریمؑ ہو گا اور اندرونی تفرقوں اور بے راہیوں کو دور کر کے ہدایت کی سچی راہ پر قائم کرے گا اس لئے مہدی کہلائے گا۔ اسی بشارت کی طرف وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ (الجمعۃ:4) میں بھی اشارہ ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 444-445)

پس ہم نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے ہمارے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور تقویٰ کے معیار دوسرے مسلمانوں سے بلند ہونے چاہئیں۔ آپ نے جو عام طور پہ نقشہ کھینچا ہے وہ ہمارا نقشہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہماری عملی حالت دوسروں سے بہتر ہونی چاہئے۔ ہمارے عمل ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اور صالح ہونے چاہئیں۔ چنانچہ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہئے کہ یہ سلسلہ حق ہے۔ "سچائی کو مان لیا۔ کافی ہو گیا۔ "اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے۔ "فرماتے ہیں کہ "صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جب تک اچھے عمل نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو۔ متقی بنو۔ ہر ایک بدی سے بچو۔ یہ وقت دعاؤں سے گزارو۔ رات اور دن تضرع میں لگے رہو۔ جب ابتلا کا وقت ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کا غضب بھی بھڑکا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں دعا، تضرع، صدقہ خیرات کرو۔ زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔ نمازوں میں دعائیں کرو۔ مثل مشہور ہے کہ منّتیں کرتا ہوا کوئی نہیں مرتا۔ نرا ماننا انسان کے کام نہیں آتا۔ اگر انسان مان کر پھر اسے پس پُشت ڈال دے تو اسے فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر اس کے بعد یہ شکایت کرنی کہ بیعت سے فائدہ نہیں ہوا بے سود ہے۔ خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا۔"

عمل صالح کی تعریف:

عملِ صالح کی تعریف کرتے ہوئے کہ عمل صالح کیا چیز ہے فرمایا کہ "قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عملِ صالح بھی رکھا ہے۔ عملِ صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرہ فساد نہ ہو۔ یاد رکھو کہ

انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ "چور" کیا ہیں؟ "کس قسم کے چور پڑتے ہیں عمل پر؟ "ریاکاری۔ (کہ جب انسان دکھاوے کے لئے ایک عمل کرتا ہے۔) عُجب" یہ ہے "(کہ وہ عمل کر کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے) "اس کو عُجب کہتے ہیں "اور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اس سے صادر ہوتے ہیں ان سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔" فرمایا کہ "عملِ صالح وہ ہے جس میں ظلم، عُجب، ریا، تکبر اور حقوقِ انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ جیسے آخرت میں انسان عملِ صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔ "یعنی آخرت میں بھی نیک اعمال جو ہیں انہی کی وجہ سے بچاؤ کا سامان ہو گا۔ اچھے نیک عمل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ راضی ہو گا اور انعامات سے نوازے گا۔ اسی طرح دنیا میں بھی اگر نیک عمل ہوں گے تو بہت سی دنیاوی پریشانیوں اور تکلیفوں سے انسان بچ جاتا ہے۔ فرمایا کہ "اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ جب تک تم میں عملِ صالح نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔ ایک طبیب نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ لے کر اسے پیوے، "استعمال کرے۔" اگر وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے اور نسخہ لے کر رکھ چھوڑے تو اسے کیا فائدہ ہو گا۔ اب اس وقت تم نے توبہ کی ہے۔ اب آئندہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس توبہ سے اپنے آپ کو تم نے کتنا صاف کیا۔ اب زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ تقویٰ کے ذریعہ سے فرق کرنا چاہتا ہے۔

بہت لوگ ہیں کہ خدا پر شکوہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو نہیں دیکھتے۔ انسان کے اپنے نفس کے ظلم ہی ہوتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔" فرمایا کہ "بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ ان کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کرایا ہے۔ "ہمیشہ استغفار کرتے رہنا چاہئے "کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا، خواہ اسے علم ہو یا نہ ہو اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ "یعنی کوئی بھی چیز ایسی نہ ہو، عمل ایسا نہ ہو یا جسم کا اس طرح کوئی استعمال نہ ہو جس سے گناہ صادر ہوتا ہو۔ اس لئے استغفار کرو تا کہ جسم کا ہر حصہ گناہوں سے بچا رہے۔

فرمایا "آجکل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہئے۔ "اور وہ کیا دعا ہے کہ "رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف:24)۔ یہ دعا اوّل ہی قبول ہو چکی ہے۔ غفلت سے زندگی بسر مت کرو۔ جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گزارتا ہر گز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطاقت بلا میں مبتلا ہو۔ "یعنی اللہ تعالیٰ کے خوف سے زندگی گزارنے والا کبھی غیر معمولی مشکلات اور مصیبتوں میں گرفتار نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ "کوئی بلا بغیر اذن کے نہیں آتی جیسے مجھے یہ دعا الہام ہوئی۔ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ۔ "فرماتے ہیں کہ "ہمارا ایمان ہے کہ سب اس کے ہاتھ میں ہے خواہ اسباب سے کرے خواہ بلا اسباب۔"
(ملفوظات جلد 4 صفحہ 274 تا 276)

اللہ تعالیٰ کوئی ذریعہ بناتا ہے یا نہیں بناتا، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ اس لئے یہ دونوں دعائیں پڑھنی چاہئیں۔ اس کی طرف توجہ دیں اور سمجھیں۔

پس ہر احمدی کو، ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہے تو کیا اس ماننے اور بیعت کا حق ادا کرنے والے بھی ہیں؟ اکثر میرے جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہم میں سے کئی ایسے ہیں جو نمازیں بھی پوری طرح ادا نہیں کرتے۔ نمازوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہے۔ استغفار کی طرف تو بعضوں کی بالکل توجہ نہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں۔ اگر یہ حالت ہے تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم اعمال صالحہ بجالانے والے ہیں۔

ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ دوسرے نہ مان کر گناہگار ہو رہے ہیں۔ جنہوں نے نہیں مانا اور انکار کیا وہ گناہگار ہو رہے ہیں۔ اور ہم مان کر پھر اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کر کے، ایک عہد کر کے پھر اسے پورا نہ کرنے کی وجہ سے گناہگار ہو رہے ہیں۔ پس بڑی فکر سے ہم میں سے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم صرف رسمی طور پر یوم مسیح موعود منانے والے نہ ہوں بلکہ مسیح موعود کو قبول کرنے کا حق ادا کرنے والے ہوں اور ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی فتنوں سے بچنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور ہر بلا اور ہر مشکل سے بچائے۔

اخبار "الحکم" کا اجراء:

آج ایک اعلان یہ بھی ہے اور خوشی کی خبر بھی ہے کہ اخبار الحکم جو قادیان سے نکلا کرتا تھا اور دوبارہ اس کی اشاعت 1934ء میں شروع ہوئی۔ پھر بند ہو گیا۔ آج انگریزی زبان میں اس کا یہاں سے اجراء ہو رہا ہے اور آج یوم مسیح موعود بھی ہے۔ یہ اخبار جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کا پہلا اخبار تھا یہ پرنٹ میں تو تھوڑا آئے گا لیکن انٹرنیٹ پہ available ہو گا اور خطبہ کے فوراً بعد یہ اس ویب سائٹ www.alhakam.org پہ دستیاب ہو جائے گا۔ اسی طرح موبائل فون اور ٹیبلٹس (Tablets) وغیرہ کے لئے Al Hakam نام سے اَیپ (App) بھی دستیاب ہو گا جسے ڈاؤن لوڈ کر کے اس پر اخبار کو بسہولت پڑھ سکیں گے۔ یہ ایپ (App) جو ہے یہ معروف موبائل فون سسٹم مثلاً ایپل (Apple) اور اینڈرائڈ (Android) پر ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے خطبہ کے بعد فوراً دستیاب ہو جائے گی۔ اس دفعہ کا جو یہ شمارہ ہے۔ یہ یوم مسیح موعود کے حوالے سے خصوصی شمارہ ہے اور آئندہ ہر جمعہ کے روز تازہ شمارہ اَپ لوڈ ہو جایا کرے گا اور پرنٹ میں اس کی تعداد غالباً تھوڑی ہو گی۔ بہرحال اس سے لوگ استفادہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اب اس دفعہ کا جو اس کا اجراء ہے وہ ہمیشہ جاری رہنے والا ہو اور کیونکہ یہ انگریزی زبان میں ہو گا اس لئے انگریزی دان طبقہ کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13 اپریل 2018ء تا 19 اپریل 2018ء جلد 25 شمارہ 15 صفحہ 05 تا 09)

13

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 30/مارچ2018ء بمطابق30/امان1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت جابر بن عبد اللہ تھے اور یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام کے بیٹے تھے۔ عبد اللہ بن عمرو بن حرام وہی صحابی ہیں جن کے ذکر کے حوالے سے چند جمعہ پہلے میں نے بتایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا تھا کہ تمہاری کیا خواہش ہے؟ بتاؤ میں پوری کروں۔ تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ میری خواہش ہے کہ دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں بھیجا جاؤں اور پھر تیری راہ میں شہید ہو جاؤں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنّت کے خلاف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو نہیں ہو سکتا کیونکہ مرنے والے دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹائے جاتے۔

(سنن الترمذی ابواب تفسیرالقرآن باب ومن سورۃ آل عمران حدیث3010)

اس کے علاوہ بتاؤ کیا بات ہے۔ تو بہر حال اس سے ان کی قربانی کے معیار اور اللہ تعالیٰ کے ان سے غیر معمولی سلوک کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ اپنے عظیم المرتبت صحابی باپ کے بیٹے تھے اور بچپن میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے دوران انہوں نے بیعت کی تھی۔

(اسد الغابہ جلد اوّل صفحہ 492 جابر بن عبد اللہ بن حرامؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1996ء)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام کے واقعہ میں یہ بھی ذکر ہوا تھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا تھا کہ یہودی سے لیا ہوا میرا جو قرض ہے میری شہادت کے بعد اس کو باغ کے پھل کو فروخت کر کے ادا کر دینا۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب هل يخرج الميت من القبر واللحد لعلة حدیث1351)(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد8 صفحہ 244 حدیث 1351 کتاب الجنائز باب هل يخرج الميت من القبر واللحد لعلة مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت2003ء)

روایت کے مطابق انہوں نے وہ قرض ادا کیا۔ اس کے علاوہ بھی اس زمانے میں رواج تھا کہ باغوں اور فصلوں کے مقابل پر قرض لیا جاتا تھا۔ حضرت جابر بھی اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے قرض لیتے تھے۔ اس کا ایک تفصیلی واقعہ کا ذکر ملتا ہے کہ کس طرح آپ نے قرض کی واپسی کے وقت یہودی سے کہا کہ باغ کی آمد کم ہوئی

ہے یا امکان ہے کہ پھل تھوڑا ہے آمد کم ہو گی اس لئے قرض کی وصولی میں سہولت دے دو۔ کچھ حصہ لے لو، کچھ آئندہ سال لے لو۔ لیکن وہ یہودی کسی قسم کی سہولت دینے کو تیار نہ ہوا اور پھر اس پریشانی میں جابر بن عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں پتہ چلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو سفارش کی لیکن وہ نہ مانا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اپنے اس صحابی سے اس کے قرض اتارنے کے سلسلہ میں شفقت فرمائی۔ دعا کی۔ اور کس طرح پھر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ اس کا ذکر روایات میں ملتا ہے۔ یہاں یہ بھی بتا دوں کہ بعض یہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو یعنی حضرت جابر کے والد جو تھے ان کے قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں یہ واقعہ بیان کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو قرض اتارنے کے سلسلہ میں نصیحت فرمائی تھی۔ بہر حال اس وقت پھل کم لگا تھا اور اس قرض کی ادائیگی مشکل تھی۔ پھر جیسا کہ میں نے بتایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک معاملہ پہنچا لیکن صحیح بخاری میں جو روایت ملتی ہے اس سے لگتا ہے کہ یہ بعد میں کسی وقت کا واقعہ ہے۔ بہر حال جو بھی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صحابہ سے شفقت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت دعا کا معجزہ جس طرح بھی یہ بیان کیا جائے اس سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں ایک یہودی تھا جو میرے کھجوروں کے باغ کا نیا پھل تیار ہونے تک مجھے قرض دیا کرتا تھا۔ میری یہ زمین رومہ نامی کنوئیں والے راستہ پر واقع تھی۔ ایک بار سال گزر گیا مگر پھل کم لگا اور پوری طرح تیار بھی نہ ہوا۔ پھل کی برداشت کے موسم میں وہ یہودی حسب معمول اپنا قرض وصول کرنے آ گیا جبکہ اس سال میں نے کوئی پھل نہ توڑا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے مزید ایک سال کی مہلت مانگی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اس کی نیت یہ تھی کہ اس طرح شاید یہ پورے کا پورا باغ میرے قبضہ میں آ جائے۔ تو اس واقعہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے صحابہ کو فرمایا کہ چلو ہم یہودی سے جابر کے لئے مہلت طلب کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع چند صحابہ کے میرے باغ میں تشریف لائے اور یہودی سے بات کی۔ مگر یہودی نے کہا۔ اے ابوالقاسم! میں اسے مہلت نہیں دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا۔ یہودی کا یہ رویّہ دیکھ کر آپ نے کھجور کے درختوں میں ایک چکر لگایا پھر آ کر یہودی سے دوبارہ بات کی۔ لیکن اس نے پھر انکار کر دیا۔ کہتے ہیں اس دوران مَیں نے باغ سے کچھ کھجوریں توڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں جو آپ نے تناول فرمائیں۔

پھر فرمایا جابر یہاں تمہارا جو باغوں میں چھپّر سا ہوتا ہے آرام کرنے کی جگہ ہوتی ہے وہ کہاں ہے؟ میں نے بتایا تو آپ نے فرمایا کہ میرے لئے وہاں چٹائی بچھا دو تا کہ میں کچھ دیر آرام کروں۔ کہتے ہیں میں نے تعمیل ارشاد کی۔ آپ وہاں سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو میں پھر مٹھی بھر کھجوریں لایا۔ آپ نے ان میں سے کچھ کھائیں۔ پھر کھڑے ہوئے اور یہودی سے دوبارہ بات کی مگر وہ نہ مانا۔ آپ نے دوبارہ باغ کا چکر لگایا اور مجھ سے فرمایا جابر کھجوروں سے پھل اتارنا شروع کرو اور یہودی کا قرض ادا کرو۔ میں نے پھل اتارنا شروع کیا۔ اس دوران آپ کھجوروں کے

درختوں میں کھڑے رہے۔ کہتے ہیں میں نے پھل توڑ کر یہودی کا سارا قرضہ ادا کر دیا اور کچھ کھجوریں بچ گئیں۔ میں نے حضور کی خدمت میں یہ خوشخبری عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الأطعمه باب الرطب والتمر ... الخ حدیث 5443)

یعنی یہ جو معجزہ ہوا۔ یہ جو غیر معمولی واقعہ ہوا اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ میری دعائیں سنتا ہے اور میرے کاموں میں برکت ڈالتا ہے۔ پس جہاں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور قبولیت دعا کی وجہ سے پھل میں برکت کا ہم واقعہ دیکھتے ہیں وہاں قرض کی ادائیگی کے لئے صحابہ کی بے چینی بھی نظر آتی ہے۔ پس یہ روح ہے جو حقیقی مومن کا ایک خاص امتیاز ہونی چاہئے۔ بعض دفعہ ہمیں یہاں اپنے معاشرے میں نظر آتا ہے کہ احمدی کہلا کر پھر اس کی فکر نہیں کرتے اور قرض اتارنے کے معاملے میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ سالوں گزر جاتے ہیں مقدمے چل رہے ہوتے ہیں۔ پس ہمیں بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ الفاظ یاد رکھنے چاہئیں کہ میری بیعت میں آنے کے بعد پھر صحابہ کے نمونوں کو اپنے اوپر لاگو کرو۔ وہ اپناؤ۔ تبھی وہ خوبصورت معاشرہ قائم ہو سکتا ہے جو مہدی اور مسیح کے آنے کے بعد قائم ہونا تھا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 413)

قرض کی ادائیگی کی اہمیت کے بارے میں بھی حضرت جابر سے ایک روایت بیان کی جاتی ہے لیکن اس سے پہلے ایک واقعہ بیان کر دوں کہ بعض روایت میں آتا ہے کہ جب یہ پتہ لگا قرض ادا ہو گیا ہے حضرت عمر بھی وہاں آئے۔ حضرت عمر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کیا واقعہ ہوا۔ تو آپ نے کہا مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب آپ نے باغ کا ایک چکر لگایا تھا تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اب یہ پورے کا پورا قرض اس کا ادا ہو جائے گا۔ اور جب دوسرا چکر لگایا تو مزید پختہ یقین ہو گیا۔

(صحیح البخاری کتاب الاستقراض باب اذا قاص او جازفه فی الدین ... الخ حدیث 2396، کتاب الهبة باب اذا وهب دینا علیٰ رجل حدیث 2601)

جیسا کہ میں نے کہا اس قرض کی ادائیگی کی اہمیت کے بارے میں حضرت جابر سے ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک صحابی پر دو دینار کا قرض تھا اور اس کی وفات ہو گئی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس پر دوسرے صحابی نے یہ ضمانت دی کہ میں ذمہ داری لیتا ہوں قرض اتارنے کی تو اس بات پر پھر آپ نے جنازہ پڑھایا۔ اور اگلے دن پھر اس ذمہ لینے والے سے پوچھا کہ تم نے جو دو دینار اپنے ذمہ لئے تھے وہ ادا بھی کر دیئے ہیں کہ نہیں؟

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 104-105 حدیث 14590 مسند جابر بن عبد اللہ ؓ مطبوعه عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس یہ اہمیت ہے قرض کی ادائیگی کی اور یہ فکر ہونی چاہئے۔ لیکن حضرت جابر سے یہ بھی روایت ملتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی مومن مال چھوڑ جائے تو یہ اس کے اہل و عیال کو ملتا ہے جو بھی جائیداد چھوڑے گا۔ اور اگر کوئی قرض چھوڑ جائے اور جائیداد بھی ہو اور ترکہ میں اس کی گنجائش نہ ہو کہ پورا

قرض ادا ہو سکے یا بے سہارا اولاد چھوڑ جائے تو اس کی بے سہارا اولاد اور قرض کی ادائیگی کا انتظام کیا جائے گا۔
(صحیح مسلم کتاب الجمعة باب تخفیف الصلاة والخطبة حدیث 2005)

یعنی حکومت یہ کرے گی۔ ذمہ دار لوگ یہ کریں گے۔ یتیم کی پرورش اور اس کا اخراجات کا انتظام کرنا اس کی بہت زیادہ تلقین اسلام میں کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے یہ فرمایا کہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لگتا ہے کہ یہ دو جو مختلف روایتیں ہیں۔ ایک طرف تو آپ نے دو دینار قرض والے کا جنازہ پڑھنے سے انکار کیا دوسری دفعہ آپ نے فرمایا کہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ یہ دو مختلف مواقع لگ رہے ہیں۔ پہلے تو بلاوجہ قرض لینے والوں کو یہ سمجھانے کے لئے ہے کہ قرض کی بڑی اہمیت ہے اور اس کے لواحقین کو اور قریبیوں کو اس ذمہ داری کو ادا کرنا چاہئے۔ اور دوسرے موقع پر اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ یتیم بچوں کی پرورش اور مرنے والے کی اگر جائیداد قرض اتارنے کی کفیل نہ ہو سکے تو اس کی ادائیگی کرنی چاہئے۔ پس یہ ہے اسلامی حکومتوں کے لئے ایک سبق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا کہ کس طرح اسلامی حکومتوں کو اپنی رعایا کا خیال رکھنا چاہئے۔ لیکن بدقسمتی سے سب سے زیادہ رعایا کے حقوق جو مارے جا رہے ہیں وہ اسلامی حکومتوں میں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جابر پر شفقت کا ایک اور واقعہ بھی ملتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ مَیں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات سنی وہ بیان کریں۔ حضرت جابر نے کہا کہ میں ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھا۔ راوی کہتے تھے کہ میں نہیں جانتا سفر جنگ کا تھا یا عمرہ کا۔ بہرحال جب ہم مدینہ کی طرف لوٹے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے گھر والوں کے پاس جلدی جانا چاہتا ہو وہ جلدی چلا جائے۔ حضرت جابر کہتے تھے کہ یہ سن کر ہم جلدی جلدی چلے اور میں اپنے ایک اونٹ پر سوار تھا جس کا رنگ خاکی تھا۔ کوئی داغ نہ تھا۔ لوگ میرے پیچھے تھے۔ میں اسی طرح جا رہا تھا کہ وہ اونٹ اَڑ گیا۔ چلنے سے انکار کر دیا۔ میرے چلانے سے بھی نہ چلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو مجھے کہا کہ جابر ذرا مضبوطی سے اس کے اوپر بیٹھو اور یہ کہہ کر آپ نے اس کو اپنے کوڑے سے ایک ضرب لگائی تو اونٹ اپنی جگہ سے کود کر چل پڑا اور اس کے بعد بڑی تیزی سے چلنا شروع ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس اونٹ کو بیچتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں بیچتا ہوں۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کئی صحابہ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ گیا اور اس اونٹ کو مسجد کے سامنے پتھر کے فرش کے ایک کونے میں باندھ دیا۔ میں نے آپ سے کہا یہ آپ کا اونٹ ہے۔ آپ باہر نکلے اور آپ نے اس اونٹ کے ارد گرد چکر لگایا۔ فرمایا یہ اونٹ ہمارا اونٹ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے کئی اوقیے بھیجے اور فرمایا یہ جابر کو دے دو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے قیمت پوری کی پوری لے لی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں لے لی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ قیمت اور یہ اونٹ تمہارا ہے۔
(صحیح البخاری کتاب الجهاد باب من ضرب دابة غیره فی الغزو حدیث 2861)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت فرماتے ہوئے اس اونٹ کو بھی واپس کر دیا اور قیمت بھی ادا کر دی۔ ہو سکتا ہے یہ بھی وجہ ہو کہ ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ پانی لانے کے لئے یہ اونٹ استعمال ہوتا تھا اور حضرت جابر

کے ماموں اور رشتہ دار بھی اس کو استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے اعتراض بھی کیا کہ کیوں تم نے بیچ دیا۔ اب ہم پانی کس طرح لائیں گے۔ (صحیح البخاری کتاب الجهاد باب استئذان الرجل الامام حدیث 2967)

تو بہرحال یہ شفقت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو اور ان صحابہ کو جنہوں نے خاص قربانیاں دی ہوں ان کے بچوں کے ساتھ یہ فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند کرے اور یہ مختلف واقعات جو میں بیان کرتا رہتا ہوں ہمیں بھی توفیق دے کہ ان نیکیوں کو جاری رکھیں اپنے اوپر بھی لاگو کریں۔

اس مختصر خطبہ کے بعد اب میں دو مخلصین کا ذکر خیر کروں گا۔ پہلے ہیں مکرم بلال ادلبی صاحب سیریا کے گزشتہ دنوں کار کے حادثہ میں شدید زخمی ہوئے اور 17/ مارچ 2018ء کو رات ڈیڑھ بجے حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ بلال صاحب 1978ء میں پیدا ہوئے جب مرحوم کی عمر 17 سال تھی تو ان کے احمدی بھائی نے ان کو ڈاکٹر مسلّم الدروبی صاحب کی کمپنی میں ملازمت دلوائی جہاں انہیں جماعت اور احمدیوں سے تعارف حاصل ہوا۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے بیعت کر لی۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ سیریا میں 2010ء سے ہم مختلف احمدی گھروں میں نمازیں ادا کرتے آ رہے ہیں۔ اس سال جب ہم قادیان سے لوٹے تو میں نے اس گروپ کے ساتھ نماز ادا کرنی شروع کی جو بلال صاحب کے گھر نماز ادا کرتا تھا۔ اس بات پر کہ انہوں نے میری وجہ سے بیعت کی تھی انہوں نے بڑے جوش سے میرا استقبال کیا۔ مہمان نوازی تو ان کی عادت تھی ہی لیکن اس بات کی شکر گزاری کرتے تھے کہ آپ کی وجہ سے مجھے احمدیت کا راستہ ملا اور بڑی آؤ بھگت کرتے تھے۔

صدر صاحب جماعت ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بلال صاحب کی سپورٹس گارمنٹس کی دوکان تھی۔ وہ کپڑوں میں سب محتاج بھائیوں کی مدد کرتے تھے یہاں تک کہ اگر ان کی دوکان پر کپڑا نہ ہوتا تو وہ کہیں سے خرید کر مہیا کر دیتے۔ بڑے غیرت مند تھے۔ کسی احمدی کو اس حال میں نہ دیکھ سکتے تھے کہ اس کے پاس پہننے کو کچھ نہ ہو۔ اور اگر اسے کوئی تنگی ہوتی تو ہر طرح کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتے۔ اپنے بچوں کا بھی بڑا خیال رکھنے والے تھے۔ انہیں بہترین سکولوں میں داخل کروایا۔ کہتے ہیں مرحوم کی وفات سے دو دن پہلے ہم ان کے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے کہ سیکرٹری مال نے بتایا کہ انہوں نے وصیت اور تحریک جدید اور وقف جدید کے تمام واجب الادا چندے ادا کر دیئے ہیں بلکہ نئی زمین خریدی تھی اس کو بھی وصیت میں شامل کروایا۔

بڑی باقاعدگی سے چندوں کا حساب رکھنے والے، ان کی ادائیگی کرنے والے، خدمت خلق کرنے والے، نمازوں اور عبادت کا بڑا اہتمام کرنے والے، خلافت کے ساتھ انتہائی تعلق، ہر خطبہ کو سنتے تھے۔ بلکہ صدر صاحب لکھتے ہیں کہ جب میں خطبہ کا خلاصہ اگلے ہفتہ سناتا تو یہ منہ ڈھانپ کر رونے لگتے تھے اور ہمیشہ کہتے تھے کہ لگتا ہے خلیفہ وقت میرے بارے میں یا مجھ سے بات کر رہے ہیں۔ انہوں نے پسماندگان میں ایک بیٹا عمر گیارہ سال اور ایک بیٹی عمر بارہ سال چھوڑے ہیں۔ جرمنی میں ان کے بڑے بھائی احمدی ہیں۔ لیکن دو بھائی اور ایک بہن احمدی نہیں اور مخالفت بھی کافی تھی۔ جب ان کے جنازے کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے خود یہ تصرف کیا کہ ان کے بھائی نے کہا کہ آپ لوگ یعنی احمدی جنازہ پڑھ لیں اور ہماری مسجد میں آ کے جنازہ پڑھ لیں۔ کوئی روک نہیں ہے۔ اور کہتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سارے لوگوں نے ہمارے پیچھے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔

دوسرا ذکر ہے سلیمہ میر صاحبہ سابق صدر لجنہ اماء اللہ کراچی کا جو عبد القادر ڈار صاحب کی اہلیہ تھیں۔ یہ بھی 90 سال کی عمر میں 17/مارچ 2018ء کو فوت ہوئی ہیں۔ آپ کے والد میر الٰہی بخش صاحب صحابی تھے جو شیخ پور ضلع گجرات کے تھے۔ انہوں نے 1904ء میں بیعت کی تھی۔ اور سلیمہ میر صاحبہ کی والدہ مریم بیگم صاحبہ مدرسۃ الخواتین قادیان کی تعلیم یافتہ تھیں۔ قرآن کریم کی تدریس سے ان کو خاص شغف تھا۔ 1946ء میں سلیمہ میر صاحبہ کی شادی ہوئی اور تقسیم برصغیر کے بعد یہ کراچی آ گئے۔ اور 1961ء میں یہ لوگ ایران چلے گئے تو وہاں تین چار احمدی گھرانے تھے ان کے لئے نماز جمعہ اور اجلاس وغیرہ کا انتظام کیا۔ 1964ء میں ان کے شوہر فوت ہو گئے اور اس کے بعد یہ اپنے بھائی میر امان اللہ صاحب کے پاس کراچی آ گئیں۔ آٹھ بچوں کی پرورش کے ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ انہوں نے پھر بی۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔ ساتھ ہی لجنہ کے دفتر میں کام کرنا شروع کر دیا۔ ڈاک کے جواب دینے کا کام کیا۔ پھر مختلف حیثیتوں سے ان کو کراچی میں لجنہ کا کام کرنے کی توفیق ملی۔ 1981ء میں جب منتظمہ کمیٹی کا قیام عمل میں آیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آپ کو منتظمہ کمیٹی کی صدر نامزد کیا۔ کہتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جب مجھے کمیٹی کا صدر مقرر کیا تو جب یہ اعلان کیا تو میری عجیب کیفیت تھی۔ مَیں سکتہ کے عالم میں تھی کہ یہ ذمہ داری کس طرح اٹھاؤں گی۔ کہتی ہیں ایک طرف اطاعت امام اور دوسری طرف میری کم مائیگی اور وسیع پیمانے پر کام کرنے کا تجربہ بھی نہ ہونے کا احساس تھا۔ کہتی ہیں میں دعاؤں میں لگ گئی۔ گڑگڑا کر خدا تعالیٰ سے دعا مانگی۔ کام شروع کیا اور جلدی جلدی مجلس عاملہ کے اجلاس بلائے۔ قیادتوں کے دورے کئے اور ان سب کے سامنے اطاعت اور تنظیم سے وابستگی، اسلامی اخلاق اپنانے، بدعات کے خلاف جہاد کرنے، ناجائز اعتراضات سے بکلّی پرہیز کرنے، بعضوں کو عادت ہوتی ہے عورتوں کو خاص طور پہ، اب تو مردوں کو بھی بہت ہے کہ بلاوجہ نظام پہ اعتراضات شروع کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری مجلس میں کسی قسم کا اعتراض نہیں ہونا چاہئے اور کثرت سے استغفار کی طرف بار بار توجہ دلائی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو بھی خط لکھتی تھیں۔ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ کا تصرف ہوا کہ کراچی کی جماعت کی لجنہ ترقی کرنے لگیں۔

1961ء سے انہوں نے ایران میں لجنہ کا کام شروع کیا تھا پھر پاکستان میں اور پھر 1986ء میں جب لجنہ کراچی کا مرکزی لجنہ سے دوبارہ الحاق ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے آپ کو صدر لجنہ کراچی نامزد فرمایا اور انہوں نے 1986ء سے 1997ء تک صدر لجنہ کراچی کے فرائض سرانجام دیئے۔ لجنہ کراچی نے کتب کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ کے دَور میں بڑا کام کیا جن میں ساٹھ کتب اور دو مجلّے آپ کے دور صدارت میں شائع ہوئے۔ آپ کے دَور میں داعیہ الی اللہ کی کلاس کا آغاز بھی ہوا۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ اچھا کام کر رہی ہیں کہ دل سے دعائیں اٹھتی ہیں۔ اللہ آپ کی عمر اور صحت اور خوشیوں میں برکت دے اور پھر آگے آپ کے مخلص ساتھیوں کو دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائے۔

ان کے کام کے بہت سارے واقعات ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے، خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کی

خدمات کو بہت سراہا۔ ایک خط میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے لکھا کہ آپ کی طرف سے لجنہ کراچی کی رپورٹ اور نہایت پُر خلوص جذبات عقیدت پہنچے۔ میں آپ سب کے جذبات عقیدت اور اخلاص کی دل کی گہرائیوں سے قدر کرتا ہوں اور اپنے رب سے ہمیشہ آپ کے لئے بھلائی کا طالب رہتا ہوں اور یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ دن پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ لوٹا دے جن کی یادیں مجھے بہت عزیز ہیں۔

سلیمہ میر صاحبہ 36 سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی تھیں۔ ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ لیکن کبھی کسی قسم کی بے صبری اور ناشکری کا کلمہ ان کے منہ سے نہیں سنا۔ ہمیشہ ہر بات میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتیں اور ہمیشہ مثبت سوچ رکھتی تھیں اور بچوں میں بھی یہ چیز دیکھنا چاہتی تھیں۔ ان کی ایک بیٹی کہتی ہیں کہ میرے شوہر بیمار ہو گئے اور ان کی آخری بیماری ہی تھی۔ کہتی ہیں میری امی یعنی سلیمہ میر صاحبہ میرے پاس آئی ہوئی تھیں۔ جو پہلی چیز مجھے انہوں نے دی وہ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھی اور کہا کہ میں نے بھی تمہارے ابّا کی وفات کے بعد ملفوظات کے ساتھ زندگی گزاری ہے اور سب کچھ خدا کے حوالے کر دیا ہے۔ اور یہ کہا کرتی تھیں کہ سب محبتوں پر حاوی خدا تعالیٰ کی محبت ہونی چاہئے۔ بیٹی کہتی ہیں کہ جب شوہر کا آخری وقت تھا اور ڈاکٹر نے مجھے سائن (sign) کرنے کے لئے کہا تو میں ضبط نہ کر سکی اور رونے لگی اور روتے ہوئے میری آواز اونچی ہو گئی۔ میری والدہ نے بھی سن لی۔ کہتی ہیں اس وقت مَیں انتہائی تکلیف میں تھی۔ سلیمہ میر صاحبہ وہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ بیٹی کا خاوند فوت ہو رہا تھا۔ بیٹی انتہائی تکلیف میں تھی۔ کہتی ہیں جب میں ہسپتال سے جانے لگی تو اپنی امی سلیمہ میر صاحبہ کے پاس رکی۔ لیکن امی نے انتہائی سخت لہجے میں کہا کہ تم میری بیٹی ہو۔ میری بیٹی اتنی بے صبری نہیں ہو سکتی۔ اور تمہاری رونے کی اتنی اونچی آواز کیوں نکلی ہے۔ کہنے لگیں کہ جو صبر اوّل وقت میں ہوتا ہے وہی صبر ہوتا ہے۔ بعد میں تو سب کو صبر آ جاتا ہے۔ کہتی ہیں مجھے نصیحت کی کہ تمہارا شوہر خدا کی امانت تھی۔ اس نے دیا تھا، اس کی چیز تھی، اس نے واپس لے لی۔

چار بیٹیوں کے بعد پہلا بیٹا پیدا ہوا اور کچھ عرصہ بعد اس کی وفات ہو گئی تو بڑے صبر اور حوصلے سے کہتی تھیں کہ اللہ کی امانت تھی اس نے لے لی۔ ہر وقت دعائیں کرنے والی تھیں۔ بچے کہتے ہیں کہ ہمیشہ یہ نصیحت کیا کرتی تھیں۔ پنجابی میں کہتی تھیں کہ "خلیفے دا لڑ نہیں چھڈنا۔" یعنی خلیفہ کا دامن کبھی نہ چھوڑنا۔ خلافت سے وابستہ رہنا۔ پردے کا انتہائی اہتمام کرنے والی تھیں۔ جہاں بھی پردے میں کمزوری دیکھتیں بڑے اچھے انداز میں سمجھا دیتیں تا کہ دوسروں کو بُرا بھی نہ لگے۔ ان کی ایک بیٹی کہتی ہیں کہ میری چھوٹی بہن کے لئے رشتہ آیا تو لڑکے نے کہا کہ پہلے مَیں لڑکی کو دیکھوں گا پھر بات آگے بڑھے گی۔

کہتی ہیں کہ ہم نے امّی سے کہا کہ بہن کو نقاب کی بجائے سکارف میں سامنے کر دیتے ہیں۔ اپنی بیٹی کا رشتہ تھا۔ کہتی ہیں اس پر امّی نے فوراً جواب دیا کہ رشتہ ہوتا ہے تو ہو لیکن نقاب کے بغیر یہ نہیں جائے گی۔ ایک بچی کا لندن میں ڈرائیونگ ٹیسٹ تھا اور انسٹرکٹر مرد تھا تو بیٹی کے ساتھ چل پڑیں کہ مرد کے ساتھ تمہیں اکیلا نہیں جانے دوں گی۔ لوگوں نے مذاق بھی اڑایا۔ لیکن انہوں نے دنیا کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ سر پر سکارف لینے کے لئے یا نقاب لینے کے لئے ہمیشہ کہا کرتی تھیں۔ لجنہ کی جو کتاب ہے جس میں سارے خلفاء کے ارشادات ہیں اس کا نام ہے

"اوڑھنی والیوں کے لئے پھول۔" تو یہ کہا کرتی تھیں کہ اگر پھول لینا چاہتی ہو تو اوڑھنی لینی پڑے گی۔ پھول تو اسی کے لئے ہیں جو پردہ کرنے والی ہیں۔ ایک نواسی کہتی ہیں کہ جب میری شادی ہونے والی تھی تو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی کتاب میں سے بچی کی رخصتی کے موقع پر کی گئی نصائح کو اَنڈر لائن کر کے مجھے دیا کہ اس کو بار بار پڑھو۔

کہتی ہیں رات دیر تک کنواری لڑکیوں کا فنکشن میں رہنا ان کو پسند نہیں تھا۔ کالج کے زمانے میں ہماری سہیلیوں کے گھر میں کوئی فنکشن ہوتا تو خود ساتھ جاتی تھیں۔ آج کل بھی بہت ساری لڑکیاں رات گزارنے یا Night Spend کے لئے لکھتی ہیں۔ یہ بالکل غلط طریقہ ہے۔ ہماری بچیوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

کہتی ہیں ہماری فجر کی نماز چھوٹ جاتی تو سارا دن ہم سے بات نہیں کرتی تھیں۔ یہ ہمیں ان کی بہت بڑی سزا ہوتی تھی۔ ایک دفعہ یہاں شکاگو امریکہ میں آئی ہوئی تھیں تو ایک فنکشن میں کسی عورت نے میوزک لگایا اور رقص کرنے والے انداز میں اٹھی تو آپ نے پیچھے سے جا کر اس کو پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ یہ میوزک بند کر دو۔ تمہیں پتہ نہیں کہ ناچنے والیوں کو کیا کہا جاتا ہے؟ ایک عیسائی لڑکی کو پالا۔ اس کو دعائیں سکھلائیں۔ مختلف اخلاق کی باتیں سکھلائیں۔ بلکہ وہ کہتی تھی کہ میں تو آدھی احمدی ہو چکی ہوں۔

امۃ الباری ناصر صاحبہ کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپا سلیمہ میر صاحبہ سے لجنہ کراچی کی طویل خدمت لی۔ آپ اس دنیا میں نہیں رہیں لیکن آپ کی تربیت یافتہ ممبرات دنیا کے کونے کونے میں لجنہ کے کام کرتی ہوئی آپ کا نام اور کام زندہ رکھیں گی۔ آپ کا نام حسن کارکردگی کی مثال بن گیا ہے اور کہتی ہیں ہمیشہ بڑی سرپرستی کیا کرتی تھیں۔ کام سکھایا کرتی تھیں۔ اپنے نام کی ان کو زیادہ خواہش نہیں تھی بلکہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ جتنی ان کے ساتھ کام کرنے والی ہیں ان کو کسی طرح کام آ جائے۔ اور جب کتابوں کی اشاعت ہوئی ہے اس میں بھی انہوں نے اپنی ٹیم کو بڑا Encourage کیا۔ آخری عمر میں اکثر ملک سے باہر جانا پڑتا تھا۔ جماعت کا کام متاثر نہ ہو اس لئے خود ہی مرکز کو درخواست دے کر ایک دوسری صدر منظور کروالیں اور بڑی خوبصورتی سے ایک میٹنگ بلائی اور ان کو پھولوں کے ہار پہنائے۔ اور مسز بھٹی صاحبہ کو صدر کی کرسی پر بٹھا کر ان کی خدمات کے بارے میں دلنشین تقریر کی اور اطاعت کی تلقین کی اور بڑے وقار سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئیں۔ یہ لکھتی ہیں کہ انتقال اقتدار ایسے بھی ہوتا ہے۔

پس وہ لوگ جنہیں بعض دفعہ جماعتی خدمات سے ہٹایا جائے یا ان کی منظوری نہ دی جائے تو اس پر بڑے اعتراض شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے یہ سبق ہے کہ اگر کام مل جائے تو الحمد للہ اور اگر نہیں ملتا تو تب بھی اللہ کا شکر ادا کریں اور کام کرنے کے، جماعت کی خدمت کرنے کے اَور دوسرے طریقے تلاش کریں۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ عہدہ ہی ملے تو کام ہو سکتا ہے۔

پھر یہ کہتے ہیں کہ سب کام معاملہ فہمی اور راز داری سے کرنے والی تھیں۔ دل کی بات کر کے کبھی یہ خدشہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ بات کہیں نکل جائے گی۔ بڑی راز رکھنے والی تھیں۔ امۃ الباری ناصر صاحبہ لکھتی ہیں کہ پتہ نہیں کیسے وہ سب کے راز اپنے سینے میں دفن رکھتی تھیں اور یہ بہت بڑی خصوصیت ہے جس کی کمی آج کل مردوں میں بھی ہے۔

امۃ النور صاحبہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ سلیمہ میر صاحبہ انتہائی محبت کرنے والی، بے غرض، انتہائی منکسر

المزاج، اپنی ذات کو پیچھے رکھ کر دوسروں کے کام کو بے انتہا سراہنے والی، ہنس مکھ خاتون تھیں۔ ایک خوبصورت چہرے کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ نے انہیں خوبصورت اور نرم دل بھی عطا کیا تھا۔ کہتی ہیں مجھے صدر بنایا تو میں نے کہا یہ علاقہ بہت وسیع ہے اور مجھے تجربہ بھی نہیں ہے، سواری بھی میرے پاس نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کوئی بات نہیں تمہارے قریب ہی میری بیٹی رہتی ہے۔ جب ضرورت پڑے، دورے کرنے ہوں تو اس کو کہہ دیا کرو وہ کار مہیا کر دے گی یا مجھے کہہ دیا کرو مَیں اپنی کار بھیج دیا کروں گی اور کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان میں انتہائی خاکساری تھی۔ کارکنات کے ساتھ بیٹھ کر خود کام کروایا کرتی تھیں۔

کراچی کی ایک سیکرٹری اشاعت لکھتی ہیں کہ آپا سلیمہ میر صاحبہ کے ساتھ 1986ء سے کام کرنے کا موقع ملا۔ میں نے انہیں انتہائی غریب پرور اور منکسر المزاج پایا۔ ایک موقع پر کراچی کی پُرجوش خدمت گزار خاتون جو کسی وجہ سے جماعت سے پیچھے ہٹ گئی تھیں ان کے بارے میں پتہ لگا کہ وہ شدید بیمار ہیں اور ان کے پاس جماعت کے بعض نوادرات ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دعاؤں اور رہنمائی میں آپا سلیمہ صاحبہ کی سرپرستی میں بڑی حکمت سے ان سے رابطہ کیا گیا مگر کچھ حاصل ہونے سے پہلے وہ وفات پا گئیں۔ ان کی ایک رشتہ دار سے کہا کہ اگر ان کا اس طرح کا کوئی سامان آپ کے پاس ہے تو ہم قیمت دینے کے لئے تیار ہیں ہمیں دے دیں کیونکہ یہ جماعت کی تاریخ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرکات تھے۔ تو ہمیں ایک صندوق مل گیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک سے لکھے ہوئے خطوط تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی تحریرات تھیں اور صندوق بھی تاریخی تھا۔ اس کو بڑی حکمت سے انہوں نے لیا۔ جو احمدی خاتون پیچھے ہٹ گئی تھیں ان کا علاج بھی انہوں نے کروایا۔

ہر لکھنے والے نے یہی لکھا ہے بڑی باوقار، باحوصلہ، صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے والی اور اخلاق فاضلہ کا منہ بولتا ثبوت، خلافت سے وابستہ رہنے والی، خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرنے والی، نیکیوں پر قائم رہنے والی، نیکی کی تلقین کرنے والی، اپنے ہوں یا غیر سب کو ایک طرح نصیحت کرتی تھیں۔ اور یہ نہیں ہے کہ اپنے بچوں سے صَرفِ نظر کر لیا بلکہ اپنی بیٹیوں کو بھی نصیحت کی۔ اور توکّل علی اللہ بہت زیادہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر ہر وقت راضی ہونے والی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی، ان کی بیٹیوں کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ابھی نماز جمعہ کے بعد یہ دونوں جنازہ غائب مَیں پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 20 اپریل 2018ء تا 26 اپریل 2018ء جلد 25 شمارہ 16 صفحہ 05 تا 07)

14

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 06/ اپریل 2018ء بمطابق 06/ شہادت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الرحمٰن، ویلنسیا (سپین)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

سپین مغربی ممالک میں سے تو بیشک ہے لیکن معاشی استحکام کے لحاظ سے یورپ کے کم مستحکم ملکوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں کام کے مواقع اور آمد اور معیار زندگی یورپ کے دوسرے ممالک مثلاً فرانس، جرمنی، ہالینڈ یا یُو کے وغیرہ سے کم ہے اور یہ عموماً بتایا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود پاکستان کے مقابلے میں اس کے معاشی حالات پاکستان سے یہاں آنے والوں کے لئے بہتر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے پاکستانی یہاں کاروباری سلسلہ میں بھی اور ملازمت کے سلسلہ میں بھی آتے ہیں۔ اور جہاں تک احمدیوں کا سوال ہے وہ جب پاکستان سے نکلتے ہیں تو دو وجوہات **سے نکلتے ہیں۔ جن میں سے سب سے بڑی وجہ پاکستان میں احمدیوں کے لئے مذہبی پابندیاں اور آزادی کا نہ ہونا ہے۔** دوسرے معاشی حالات کی بہتری ہے۔ یہاں آنے والوں کی اکثریت یہی کہہ کر یہاں اسائلم لیتی ہے یا مستقل رہائش کا ویزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ احمدیوں کے پاکستان میں حالات ایسے نہیں کہ آزادانہ طور پر ہم اپنے آپ کو اپنے ایمان کے مطابق مسلمان کہہ سکیں یا عبادات کر سکیں یا مذہبی رسومات ادا کر سکیں۔ بعض لوگ یہاں جب کیس کرتے ہیں تو صحیح طور پر اپنے حالات بیان کرتے ہیں۔ لیکن بعض یہاں کم اور یورپ کے دوسرے ممالک میں زیادہ زیبِ داستان بھی کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔

مَیں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ اگر حقیقی اور سچی بات بیان کی جائے اور پاکستان میں مذہب کے نام پر ہم پر جو زیادتیاں ہو رہی ہیں انہیں ہی بتا کر صرف یہ کہا جائے کہ ایسے حالات میں میرا وہاں رہنا مجھے ذہنی طور پر شدید دباؤ میں لا رہا ہے یا ڈالتا ہے اور مستقل ٹارچر بھی ہے تو عام طور پر یہ لوگ، حکومتی انتظامیہ بھی یا عدالتوں کے جج بھی یہ بات سمجھ جاتے ہیں اور مدد کا اور ہمدردی کا رجحان رکھتے ہیں۔ **پس کیس کرتے وقت دوسروں کے کہنے میں آ کر یا** وکیلوں کے کہنے میں آ کر اپنے آپ کو یا اپنی بات کو مبالغہ آمیزی کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح شروع سے آخر تک بیان بھی ایک ہی ہونا چاہئے، نہ کہ بیان بدلے جائیں جس سے انتظامیہ کو جھوٹ کا شبہ ہو۔ **جھوٹ سے تو ویسے بھی ایک احمدی کو بچنا چاہئے۔**

اللہ تعالیٰ نے تو جھوٹ کو شرک کے برابر قرار دیا ہے اور ایک احمدی سے کبھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ شرک کرنے والا ہو۔ ایک طرف تو اس کا دعویٰ یہ ہے کہ میں سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنے والا

ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنے والا ہوں۔ اور زمانے کے امام اور مسیح موعود اور مہدی معہود کو مانتا ہوں۔ اور دوسری طرف اس بنیادی گناہ جس سے بچنا ایک موحّد کا پہلا فرض ہے اس سے انسان بچنے والا نہ ہو۔ پس اس لحاظ سے ہر احمدی کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ دنیاوی فوائد کے حصول کے لئے ہم سے کوئی ایسی حرکت سرزد تو نہیں ہو رہی یا ہم کوئی ایسی حرکت تو نہیں کر رہے جو ہمیں خدا تعالیٰ کے نزدیک انتہائی گناہگار بنا رہی ہو۔

پس جیسا کہ میں نے کہا جب ہم اپنے ایمان کو بچانے کے لئے، اپنے دین پر قائم رہنے کے لئے اپنے ملک سے **نکلے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکموں کو سب سے اوّل فوقیت ہمیں دینی چاہئے**۔ ہمیں دیکھنا چاہئے کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام قبول کرنے کے بعد ہماری ترجیحات کیا ہیں اور کیا ہونی چاہئیں۔ اگر یہ ترجیحات خدا تعالیٰ کے احکامات کے مطابق نہیں تو ہم نے اس مقصد کو نہیں پایا جو مقصد ہماری ہجرت کا ہے۔ اور اگر یہ اس کے مطابق ہیں تو ہم نے اس ہجرت کے مقصد کو پالیا اور ایسی صورت میں پھر اللہ تعالیٰ کے فضل بھی ہمارے شامل حال ہوں گے۔ اگر ہماری بنیاد ہی جھوٹ پر ہے اور ہم نے دنیا کے حصول کو اپنا مقصد سمجھا ہوا ہے تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث نہیں بن سکتے۔ اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے والے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کبھی شرک نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے مقصد پیدائش کی حقیقت کو سمجھا ہے ان کی زندگی کا پہلا مقصد خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا کو حاصل کرنا اور دنیا کی رنگینیوں میں ڈوبنا ہمارا مقصد نہیں ہے اور نہ ہی یہ ایک مومن کا مقصد پیدائش ہے۔ اگر ہم خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اس کے بتائے ہوئے مقصد پیدائش کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو تبھی ہم حقیقی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس دنیا میں آنے کے مقصد کو پورا کر سکتے ہیں۔ یہ دنیا اور اس کی نعمتیں تو ہمیں مل ہی جائیں گی کہ اللہ تعالیٰ دین و دنیا کی نعماء سے اپنی طرف آنے والوں کو محروم نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دنیاوی نعمتوں سے بھی محروم نہیں رکھتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ مجھ سے دنیا و آخرت کی حسنات مانگو۔ جیسا کہ فرماتا ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ:202)۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ ایک دنیا کی مختصر زندگی اور اس میں جو کچھ مصائب شدائد ابتلا وغیرہ اسے پیش آتے ہیں ان سے امن میں رہے۔ دوسرے فسق و فجور اور روحانی بیماریاں جو اسے خدا سے دُور کرتی ہیں ان سے نجات پاوے۔" انسان کے لئے دو باتیں ہیں ایک دنیاوی مشکلات اور بیماریاں دوسرے روحانی مشکلات اور بیماریاں۔ پس انسان ان دونوں سے نجات پانے کی کوشش کرتا ہے۔ فرمایا کہ "تو دنیا کا حَسَنَہ یہ ہے کہ کیا جسمانی اور کیا روحانی دونوں طور پر یہ ہر ایک بلا اور گندی زندگی اور ذلّت سے محفوظ رہے۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 302)

آپ پھر رَبَّنَآ کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "دیکھو..... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً....." اس بارے میں آپ نے فرمایا کہ "دراصل رَبَّنَآ کے لفظ میں توبہ ہی کی طرف ایک باریک اشارہ ہے۔" جب انسان رَبَّنَآ کہتا ہے یعنی اے ہمارے رب تو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔ فرمایا "کیونکہ رَبَّنَآ کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ بعض اور ربّوں کو جو اس نے پہلے بنائے ہوئے تھے ان سے بیزار ہو کر اس ربّ کی طرف آیا ہے اور یہ

لفظ حقیقی درد اور گداز کے سوا انسان کے دل سے نکل ہی نہیں سکتا....."جب انسان حقیقی طور پر رَبَّنَآ کہتا ہے تو پھر ایک درد سے رَبَّنَآ نکلتا ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو صرف ظاہری طور پر ہی رَبَّنَآ کی دعا پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن اگر انسان دلی کیفیت سے دعا مانگ رہا ہو تو تبھی حقیقت میں رَبَّنَآ کا لفظ منہ سے نکلتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطابق تو رَبَّنَآ کا لفظ منہ سے نکل ہی نہیں سکتا جب تک حقیقی درد نہ ہو اور گداز نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ "اصل میں انسان نے اپنے بہت سے ارباب بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اپنے حیلوں اور دغا بازیوں پر اسے پورا بھروسہ ہوتا ہے تو وہی اس کے ربّ ہوتے ہیں۔ اگر اسے اپنے علم کا یا قوت بازو کا گھمنڈ ہے تو وہی اس کے ربّ ہیں۔ اگر اسے اپنے حسن یا مال و دولت پر فخر ہے تو وہی اس کا ربّ ہے۔ غرض اس طرح کے ہزاروں اسباب اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ جب تک ان سب کو ترک کر کے ان سے بیزار ہو کر اس واحد لاشریک سچے اور حقیقی ربّ کے آگے سر نیاز نہ جھکائے اور رَبَّنَآ کی پُر درد اور دل کو پگھلانے والی آوازوں سے اس کے آستانے پر نہ گرے تب تک وہ حقیقی ربّ کو نہیں سمجھا۔ "جیسا کہ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں ہم رَبَّنَآ کی دعا بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن فرمایا کہ حقیقی رَبَّنَآ اسی وقت ادا ہوتا ہے جب پُر درد اور دل کو پگھلانے والی آواز نکل رہی ہو۔ اس حقیقت کو جانتا ہو کہ جب میں نے رَبَّنَآ کہا ہے تو میں ایک وحدہٗ لاشریک خدا کو پکار رہا ہوں جو میرا ربّ ہے۔ اور آپ نے فرمایا جب یہ ہو گا تو تبھی وہ حقیقی ربّ کو سمجھتا ہے، اسی سے دعا مانگتا ہے۔ پس فرمایا "پس جب ایسی دل سوزی اور جان گدازی سے اس کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرتا اور اسے مخاطب کرتا ہے کہ رَبَّنَآ یعنی اصل اور حقیقی ربّ تو تُو ہی تھا مگر ہم اپنی غلطی سے دوسری جگہ بھٹکتے پھرتے رہے۔ اب میں نے ان جھوٹے بتوں اور باطل معبودوں کو ترک کر دیا ہے اور صدق دل سے تیری ربوبیت کا اقرار کرتا ہوں۔ تیرے آستانے پر آتا ہوں۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 188-189)

پس یہ ہے وہ حالت جو خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے اور اس کی عبادت کرنے اور اپنے مقصد پیدائش کو سمجھنے کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ جب ہم اس طرح اپنے ربّ کو پکارنے کا حق ادا کریں گے تو دنیا کی حسنات بھی ہمیں مل جائیں گی اور آخرت کی حسنات بھی ملیں گی بلکہ دنیا کی حسنات بھی انسان آخرت کی حسنات کے حصول کے لئے ہی مانگتا ہے تا کہ صحت ہو تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا ہو۔ صحت ایک دنیاوی خیر ہے، بھلائی ہے، حسنات میں شامل ہے۔ اگر صحت ہو گی تو انسان عبادت بھی صحیح طرح کر سکتا ہے۔ مال ہو تو اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اس کی قربانی کا حق ادا کر سکتا ہے۔ اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق اسے مل سکتی ہے۔

پس اس اہم اصول کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے۔ **عبادت کا حق ادا کرنے کی بات ہوئی ہے تو اس بارے میں ہمیشہ** ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ اس وقت ادا کرنے کی کوشش ہو سکتی ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے پیدائش کے مقصد کو پورا کرنے والے بھی ہوں گے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے احکامات کی طرف جب ہم دیکھتے ہیں تو ایک حکم کے بعد دوسرا حکم جس طرف ہمیں لے کر جاتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کو کبھی نہ بھولو۔ تمہاری دنیاوی کوششیں بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کرنے

والی نہیں ہونی چاہئیں اور نہ کبھی صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے دنیاوی خواہشات کی تکمیل تمہارا مطمح نظر ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "**مَیں نے جنّ اور انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں** اور میری پرستش کریں۔ پس اس آیت کی رُو سے اصل مدّعا انسان کی زندگی کا خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا کے لئے ہو جانا ہے۔" فرماتے ہیں "یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو تو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اپنی زندگی کا مدّعا اپنے اختیار سے آپ مقرر کرے۔ کیونکہ انسان نہ اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے واپس جائے گا۔ بلکہ وہ ایک مخلوق ہے۔ اور جس نے اُسے پیدا کیا اور تمام حیوانات کی نسبت عمدہ اور اعلیٰ قویٰ اس کو عنایت کئے "یعنی باقیوں کی نسبت انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، بہترین قویٰ عنایت کئے "اسی نے اس کی زندگی کا ایک مدّعا ٹھہرا رکھا ہے خواہ کوئی انسان اس مدّعا کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ مگر انسان کی پیدائش کا مدّعا بلاشبہ خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا میں فانی ہو جانا ہی ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 414)

پس جب انسان اس مدّعا کو سامنے رکھتا ہے تو وہ حقیقی مومن بنتا ہے اور دنیا کی حسنات کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بناتا ہے۔ پس انسان کی ذہنی صلاحیتیں، انسان کی جسمانی قوتیں، انسان کے بہتر مالی حالات موجودہ زمانے کی ایجادات سے یا اَور ان سب باتوں سے انسان کو کبھی غافل نہ کریں۔ نہ صحت، نہ مال، نہ ذہنی صلاحیتیں، نہ جو ہمارے اردگرد دنیاوی چمک دمک ہے اس بات سے ہمیں غافل کریں کہ ہم اپنے مقصد پیدائش کو بھول جائیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ احمدیوں کی اکثریت ان ملکوں میں دین کی وجہ سے آئی ہے، مذہبی پابندیوں کی وجہ سے آئی ہے جو اُن کو اپنے ملک میں تھیں۔ پس اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھیں۔ احمدی اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ایک لمبے اندھیرے زمانے کے بعد پھر اسلام کا روشن سورج مسیح موعود کے زمانے میں طلوع ہونا تھا جس نے مسلمانوں کے دلوں کو بھی اندھیروں سے روشنی کی طرف حقیقی تعلیم اور بدعات سے پاک تعلیم بتا کر لانا تھا اور غیر مسلموں کو بھی اسلام کی حقیقی خوبصورت تعلیم بتانی تھی۔ **ان ملکوں میں آکر اب ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ وہ** اس اہم فریضہ کو پوری طرح ادا کرنے کی کوشش کرے۔ ہر جگہ جہاں احمدی ہیں اپنے ماحول کو بتائیں کہ حقیقی اسلام کیا ہے۔ ہر احمدی کا عمل، اس کے اخلاق، اس کی عبادت کے معیار ایسے ہوں کہ دوسروں کی توجہ اپنی طرف کھینچنے والے ہوں۔ یہ جہاں احمدیوں کو دوسروں سے ممتاز کریں گے وہاں یہاں کے مقامی لوگوں میں تبلیغ کے راستے کھولنے میں بھی مددگار ہوں گے۔ پس اس بات کو ہر احمدی کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ ہر احمدی کا ایک بہت بڑا مقصد ہے کہ پہلے اس نے خود اپنے مقصد پیدائش کو سمجھنا ہے اور پھر دوسروں کو اس مقصد پیدائش کو سمجھنے کی طرف توجہ دلانی ہے۔ دنیا کو اس حقیقت سے آشنا کروانا ہے کہ دنیا کی نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں وہ خدا تعالیٰ سے دُور لے جانے کے لئے نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے قریب کرنے کے لئے ہیں۔ اس لئے اس میں اعتدال اختیار کرو ورنہ اعتدال سے نکلنے کی وجہ سے تم تباہی کی طرف بڑھ رہے ہو۔ **آج سے چار پانچ سال پہلے دنیا کا اس طرح تباہی کی طرف بڑھنے کا تصور** نہیں تھا یا دنیا اس کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھی لیکن آج حالات بالکل مختلف ہیں اور جس تباہی کی طرف دنیا بڑھ رہی ہے اس کی اصل

وجہ یہی ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی دنیا کی ترقی انہیں بچالے گی اور اگر نقصان ہوا بھی تو ایسا کہ ہم پورا کر لیں گے۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے جو ایسا سوچتے ہیں۔ جب جنگوں کی تباہی آئے گی یا آتی ہے تو پھر بیشک معاشی لحاظ سے زیادہ مستحکم حکومتیں بھی ہوں تو وہ ملک ان جنگوں کے بعد پھر اپنے آپ کو سنبھالنے کی پہلی کوشش کرتے ہیں اور اب بھی کریں گے۔ یورپ کے بعض ممالک جو کم مستحکم ہیں یہ تو پھر اور بھی زیادہ برے حالات میں جاسکتے ہیں۔ پس جہاں جہاں بھی **احمدی ہیں وہ عملی کوشش اور سب سے بڑھ کر دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کو** حاصل کرنے کی طرف توجہ کریں کہ **اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے جو دنیا کو تباہی سے بچاسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل** کو جذب کرنے کے لئے ان باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں۔ اس کے حضور جھک کر ہی اسے راضی کیا جاسکتا ہے۔ ہر احمدی کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننا بھی اسے دنیا و آخرت کی حسنات کا مالک نہیں بنا سکتا، نہ ہی آگ کے عذاب سے بچاسکتا ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا زیادہ ذمہ داری ڈالتا ہے کہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"یاد رکھو نری بیعت سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس رسم سے راضی نہیں ہوتا جب تک کہ حقیقی بیعت کے مفہوم کو ادا نہ کرے۔ اس وقت تک یہ بیعت بیعت نہیں، نری رسم ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بیعت کے حقیقی منشاء کو پورا کرنے کی کوشش کرو۔" اور حقیقی منشاء کیا ہے؟ فرمایا "یعنی تقویٰ اختیار کرو۔ قرآن شریف کو خوب غور سے پڑھو اور اس پر تدبّر کرو اور پھر عمل کرو۔ کیونکہ سنّت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نرے اقوال اور باتوں سے کبھی خوش نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ اس کے احکام کی پیروی کی جاوے اور اس کے نواہی سے بچتے رہو۔" جن باتوں سے اس نے روکا ہے ان سے بچو۔" اور یہ ایک ایسی صاف بات ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بھی نری باتوں سے خوش نہیں ہوتا بلکہ وہ بھی خدمت ہی سے خوش ہوتا ہے۔" آپ فرماتے ہیں کہ "سچے مسلمان اور جھوٹے مسلمان میں یہی فرق ہوتا ہے کہ جھوٹا مسلمان باتیں بناتا ہے، کرتا کچھ نہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں حقیقی مسلمان عمل کر کے دکھاتا ہے، باتیں نہیں بناتا۔ پس جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ میرا بندہ میرے لئے عبادت کر رہا ہے اور میرے لئے میری مخلوق پر شفقت کر رہا ہے تو اس وقت اپنے فرشتے اس پر نازل کرتا ہے اور سچے اور جھوٹے مسلمان میں جیسا کہ اس کا وعدہ ہے فرقان رکھ دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 404-405)

پس ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ سچا مسلمان بننے کی کوشش کرے۔ یہ جو دنیا کی حسنات اور نعمتیں ہیں ان سے فائدہ اس لئے اٹھائے کہ یہ آخرت کی حسنات کا وارث بنانے والی ہوں گی۔ ہم اپنی عبادتوں کے حق ادا کرنے والے بنیں۔ دین کی وجہ سے بامر مجبوری جو ہمیں اپنے ملکوں کو چھوڑنا پڑا ہے تو یہاں آکر پھر دینی تعلیمات پر عمل کرنے کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 27 اپریل 2018ء تا 03 مئی 2018ء جلد 25 شمارہ 17 صفحہ 05 تا 07)

15

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 13 / اپریل 2018ء بمطابق 13 / شہادت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بشارت، پیدرو آباد، سپین

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

دنیا میں بڑھتا ہوا فساد اور اس کا حل:

اس زمانے میں دنیا میں ہر طرف فتنہ و فساد برپا ہے۔ کہیں دین کے نام پر فساد برپا ہے تو کہیں دنیاوی طاقت اور برتری ثابت کرنے کے لئے فساد برپا ہے۔ کہیں غربت اور امارت کے مقابلے کی وجہ سے فساد ہو رہا ہے تو کہیں سیاسی جماعتوں کے حکومتی اختیارات سنبھالنے کے لئے فساد پیدا ہوا ہوا ہے۔ کہیں گھروں میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے اور فساد ہیں تو کہیں ایک دوسرے کے حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد برپا ہو رہا ہے۔ کہیں نسلی برتری ثابت کرنے کے لئے فساد کی کوششیں کی جا رہی ہیں تو کہیں اپنا حق لینے کے لئے غلط طریق اختیار کر کے فتنہ و فساد کی کوشش کی جا رہی ہے۔

غرض کہ جس پہلو سے بھی دیکھیں دنیا فتنہ و فساد میں گھری ہوئی ہے۔ نہ غریب اس سے محفوظ ہے، نہ امیر اس سے محفوظ ہے۔ نہ ترقی یافتہ ممالک اس سے محفوظ ہیں، نہ کم ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ممالک اس سے محفوظ ہیں ۔ گویا کہ انسان جو اپنے آپ کو اس زمانے میں بڑا ترقی یافتہ سمجھ رہا ہے، یہ سمجھتا ہے کہ یہ علم اور عقل اور روشنی کا زمانہ ہے، حقیقت میں اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کو بھول کر دنیا کی تلاش اور اسے ہی اپنا معبود سمجھ کر، اسے ہی اپنا رب سمجھ کر تباہی کے گڑھے کی طرف بڑھ رہا ہے بلکہ اس کے قریب پہنچ چکا ہے۔ ایسے حالات میں غیر مسلم دنیا کا دنیا کی چکا چوند میں ڈوبنا تو کچھ حد تک انسان سمجھ سکتا ہے کیونکہ ان کے دین میں تو بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے ان کا دین جامع اور مکمل حل پیش نہیں کرتا۔ لیکن مسلمانوں پر حیرت ہے جن کے پاس ایک جامع اور مکمل کتاب اپنی اصلی حالت میں موجود ہے اور پھر خدا تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق اس زمانے کے امام کو بھیجا ہے جس نے علماء کے آپس کے اختلافات کی وجہ سے قرآن کریم کی تفسیروں میں یا دین میں جو اختلافات اور غلط رنگ پیدا کر دیا تھا اس کی اصلاح کرنی تھی۔

لیکن بجائے اس کے کہ مسلمان خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس فرستادے کی بات سنیں اور اس بات کی طرف آئیں جو اختلافات اور فسادات کو ختم کرنے والی بات ہے، مسلمانوں کی اکثریت دین کے نام پر فساد پیدا کرنے والے علماء کے پیچھے چل پڑی ہے اور ان کے پیچھے چل کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے کی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ اللہ

تعالیٰ نے تو دنیا کے فساد کو ختم کرنے کے لئے اور آپس میں محبت اور بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے اور خدا تعالیٰ کے پہچاننے کے لئے ایک انتظام کیا تھا۔ لیکن مسلمان اس طرف توجہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ **اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان دنیا اس وقت سب سے زیادہ فسادوں کی نذر ہو رہی ہے۔** ان کے دینی اور دنیاوی رہنما انہیں اندھیروں میں دھکیل رہے ہیں اور آپس میں ایک ہی ملک کے رہنے والے شہری ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ اور اس بات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بیرونی دنیا خاص طور پر غیر مسلم طاقتیں مسلمانوں کے گروہوں کو لڑانے اور اپنے مفادات حاصل کرنے کے لئے جنگی ساز و سامان بھی دے رہی ہیں اور فوجی مدد بھی دے رہی ہیں۔

پس یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ اور یہ حالت جہاں ہمیں اپنے لئے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے، عامّۃ المسلمین کے لئے جنہوں نے نہیں مانا، ان کے لئے دعاؤں کی طرف متوجہ کرنے والی ہونی چاہئے وہاں ہمیں اس بات کی بھی ضرورت ہے، اس طرف توجہ کی بھی ضرورت ہے کہ اپنی عملی حالتوں کو ویسا بنائیں، اپنی روحانی حالتوں کو ویسا بنائیں جیسا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہماری عملی حالتیں ایسی نہیں ہیں جیسا آپ ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں تو عین ممکن ہے کہ ہم بھی اس گروہ میں شامل ہو جائیں جو فتنہ و فساد میں مبتلا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلسل اور بار بار اپنی جماعت کے افراد کو نصیحت فرمائی ہے کہ تمہاری حالتیں بیعت کے بعد کیسی ہونی چاہئیں؟ اس کے لئے تم نے کیا طریق اختیار کرنے ہیں یا کرنے چاہئیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اقتباسات اس وقت مَیں پیش کروں گا جو ان باتوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں اس لئے ہمیں ان کو غور سے سننا چاہئے۔ یہ نہ سمجھیں کہ پہلے بھی کئی مرتبہ سن چکے ہیں یا پڑھ چکے ہیں۔ پڑھ کے اور سن کے بھی بھول جاتے ہیں۔ جس تواتر سے اور جس طرح مختلف پیرائے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ باتیں بیان کی ہیں اور سالوں میں پھیلی ہوئی مجالس میں بار بار جماعت کو اپنی حالتوں کے بہتر کرنے کی تلقین کی ہے یہ اس بات کا اظہار ہے کہ آپ کو اپنی جماعت کی کس قدر فکر تھی کہ کہیں وہ اپنے مقصد کو بھول نہ جائیں۔ کہیں بیعت کے بعد پھر ان میں بگاڑ نہ پیدا ہو جائے۔ پھر وہ اندھیرے کی طرف نہ بڑھنے شروع ہو جائیں۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

"**ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ اس پُر آشوب زمانہ** میں جب کہ ہر طرف ضلالت، غفلت اور گمراہی کی ہوا چل رہی ہے تقویٰ اختیار کریں۔ دنیا کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی عظمت نہیں ہے۔ حقوق اور وصایا کی پرواہ نہیں ہے۔" نہ یہ پتہ ہے کہ ہمارے کیا حق ہیں اور کس طرح ہم نے ادا کرنے ہیں نہ ان باتوں کی پرواہ ہے جس کی ان کو تلقین کی گئی تھی یا جس کی خود وہ وصیت کرتے ہیں یا ان کو وصیت کی گئی۔" دنیا اور اس کے کاموں میں حد سے زیادہ انہماک ہے۔ ذرا سا نقصان دنیا کا ہوتا دیکھ کر دین کے حصہ کو ترک کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کر دیتے ہیں جیسے کہ یہ سب باتیں مقدمہ بازیوں اور شرکاء کے ساتھ تقسیم حصہ میں دیکھی جاتی ہیں۔ لالچ کی نیت سے ایک دوسرے سے پیش آتے ہیں۔ نفسانی جذبات کے مقابلہ میں بہت کمزور واقع ہوئے

ہیں۔ "ذرا سی بات ہوئی تو نفسانی جذبات غالب آ گئے۔" اس وقت تک کہ خدا نے ان کو کمزور کر رکھا ہے گناہ کی جرأت نہیں کرتے۔" اگر گناہ نہیں کر رہے تو اس لئے کہ کمزور ہیں۔ ڈرتے ہیں کہیں پکڑے نہ جائیں اور سزا نہ ملے۔" مگر جب ذرا کمزوری رفع ہوئی اور گناہ کا موقع ملا تو جھٹ اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔" فرمایا کہ" آج اس زمانہ میں ہر ایک جگہ تلاش کر لو تو یہی پتہ ملے گا کہ گویا سچا تقویٰ اٹھ گیا ہوا ہے اور سچا ایمان بالکل نہیں ہے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور ہے کہ ان کے سچے تقویٰ اور ایمان کا تخم ہرگز ضائع نہ کرے جب دیکھتا ہے کہ اب فصل بالکل تباہ ہونے پر آتی ہے تو اَور فصل پیدا کر دیتا ہے۔" ایک نسل خراب ہو رہی ہے، ایک فصل خراب ہو رہی ہے تو اَور فصل پیدا کر دیتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اگر ایک نسل تباہ ہو گی یا کچھ لوگ تباہ ہوں گے یا ایک قوم تباہ ہو گی تو اور قومیں پیدا کر دے گا اور پیدا کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ "وہی تازہ بتازہ قرآن موجود ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کہا تھا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:10)" کہ ہم نے ہی اس ذکر کو اتارا ہے، اس قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ فرمایا کہ "بہت سا حصہ احادیث کا بھی موجود ہے۔ اور برکات بھی ہیں مگر دلوں میں ایمان اور عملی حالت بالکل نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اسی لئے مبعوث کیا ہے کہ یہ باتیں پھر پیدا ہوں۔ خدا نے جب دیکھا کہ میدان خالی ہے تو اس کی الوہیت کے تقاضا نے ہرگز پسند نہ کیا کہ یہ میدان خالی رہے۔" اگر برائیاں پھیل رہی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی غیرت کا تقاضا تھا، اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا تقاضا تھا کہ اس میدان کو دوبارہ ایسے لوگوں سے بھرے یا ایسے لوگ پیدا کرے جو پھر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ دین کا اجرا کرنے والے ہوں۔ دین کو پھیلانے والے ہوں۔ دین پر عمل کرنے والے ہوں۔ آپ فرماتے ہیں "ہرگز پسند نہ کیا کہ یہ میدان خالی رہے اور لوگ ایسے ہی دُور رہیں۔ اس لئے اب ان کے مقابلے میں خدا تعالیٰ ایک نئی قوم زندوں کی پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسی لئے ہماری تبلیغ ہے کہ تقویٰ کی زندگی حاصل ہو جاوے۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 395-396)

پس اگر صحیح بیعت کی ہے تو احمدی کو زندوں میں شامل ہونا ہو گا، روحانی زندوں میں شامل ہونا ہو گا ورنہ کوئی فائدہ نہیں۔ کیا یہ نئی قوم، صرف منہ سے کہہ دینے سے ہم نئی قوم بن جائیں گے۔ نہیں۔ بلکہ اس کے لئے عملی حالتوں کی تبدیلی اور سچا تقویٰ پیدا کرنے کی ضرورت ہے تبھی ہم وہ نئی قوم بن سکتے ہیں جو اسلام کی حقیقت کو سمجھنے والی ہے۔ تبھی ہم وہ لوگ بن سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے ہیں۔ تبھی ہم اپنے عہد بیعت کو پورا کرنے والے ہو سکتے ہیں۔

اسلام کی حقیقت کیا ہے اور اسے ہم کس طرح حاصل کر سکتے ہیں اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"اسلام اللہ تعالیٰ کے تمام تصرّفات کے نیچے آ جانے کا نام ہے اور اس کا خلاصہ خدا کی سچی اور کامل اطاعت ہے۔ مسلمان وہ ہے جو اپنا سارا وجود خدا تعالیٰ کے حضور رکھ دیتا ہے بدُوں کسی امید پاداش کے۔ "بغیر کسی امید کے، بغیر کسی انعام کے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔" مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡہَہٗ لِلّٰہِ وَ ہُوَ مُحۡسِنٌ (البقرۃ:113) یعنی مسلمان وہ ہے جو اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے وقف کر دے اور سپرد کر دے اور

اعتقادی اور عملی طور پر اس کا مقصود اور غرض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور خوشنودی ہو اور تمام نیکیاں اور اعمال حسنہ جو اس سے صادر ہوں وہ بمشقت اور مشکل کی راہ سے نہ ہوں بلکہ ان میں ایک لذت اور حلاوت کی کشش ہو۔" اگر کوئی نیکیاں کرنی ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کر رہے ہیں تو اس لئے نہیں کہ ہمارے پہ بڑا بوجھ پڑ گیا بلکہ ہر نیک کام کرنے میں انسان کو ایک لذت، ایک مزا آنا چاہئے۔ خوش دلی سے کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ "جو ہر قسم کی تکلیف کو راحت سے تبدیل کر دے۔" فرماتے ہیں "حقیقی مسلمان اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہے یہ کہہ کر اور مان کر کہ وہ میرا محبوب و مولیٰ پیدا کرنے والا اور محسن ہے اس لئے اس کے آستانہ پر سر رکھ دیتا ہے۔ سچے مسلمان کو اگر کہا جاوے کہ ان اعمال کی پاداش میں کچھ بھی نہیں ملے گا اور نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے اور نہ آرام ہیں نہ لذات ہیں تو وہ اپنے اعمال صالحہ اور محبت الٰہی کو ہرگز ہرگز چھوڑ نہیں سکتا۔"

یہ ہے اللہ تعالیٰ سے بے نفس محبت جو آپ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ کسی بدلے کے لئے نہیں، دوزخ کے ڈر سے نہیں، جنت کو حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خالص محبت ہونی چاہئے۔ چاہے کچھ بھی نہ ملے تب بھی اللہ تعالیٰ سے محبت ہو۔ "کیونکہ اس کی عبادات اور خدا تعالیٰ سے تعلق اور اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں فنا کسی پاداش یا اجر کی بناء اور امید پر نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وجود کو ایسی چیز سمجھتا ہے کہ وہ حقیقت میں خدا تعالیٰ ہی کی شناخت اس کی محبت اور اطاعت کے لئے بنائی گئی ہے اَور کوئی غرض اور مقصد اس کا ہے ہی نہیں۔ اسی لئے وہ اپنی خداداد قوتوں کو جب ان اغراض اور مقاصد میں صرف کرتا ہے تو اس کو اپنے محبوب حقیقی ہی کا چہرہ نظر آتا ہے۔" جب بے نفس ہو کر اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ کا چہرہ نظر آتا ہے۔ پھر صحیح تعلق پیدا ہوتا ہے۔ "بہشت و دوزخ پر اس کی اصلاً نظر نہیں ہوتی" بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر نظر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عشق میں اپنی حالت کو بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"مَیں کہتا ہوں کہ اگر مجھے اس امر کا یقین دلا دیا جاوے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنے اور اس کی اطاعت میں سخت سے سخت سزا دی جائے گی تو مَیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری فطرت ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان تکلیفوں اور بلاؤں کو ایک لذت اور محبت کے جوش اور شوق کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار ہے اور باوجود ایسے یقین کے جو عذاب اور دکھ کی صورت میں دلایا جاوے کبھی خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری سے ایک قدم باہر نکلنے کو ہزار بلکہ لا انتہا موت سے بڑھ کر دکھوں اور مصائب کا مجموعہ قرار دیتی ہے...۔" فرمایا کہ "ایک سچا مسلمان خدا کے حکم سے باہر ہونا اپنے لئے ہلاکت کا موجب سمجھتا ہے خواہ اس کو اس نافرمانی میں کتنی ہی آسائش اور آرام کا وعدہ دیا جاوے۔" فرماتے ہیں "پس حقیقی مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس قسم کی فطرت حاصل کی جاوے کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کسی جزا اور سزا کے خوف اور امید کی بناء پر نہ ہو بلکہ فطرت کا طبعی خاصہ اور جزو ہو کر ہو پھر وہ محبت بجائے خود اس کے لئے ایک بہشت پیدا کر دیتی ہے اور حقیقی بہشت یہی ہے۔ کوئی آدمی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس راہ کو اختیار نہیں کرتا ہے۔ اس لئے میں تم کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اسی راہ سے داخل ہونے کی تعلیم دیتا ہوں کیونکہ بہشت کی حقیقی راہ یہی ہے۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 181 تا 183)

پس ہمارے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور محبت کے بارہ میں یہ امید اور توقع ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی کامل اطاعت کرنا اور صرف اس کی رضا کو حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن یہ ایسا امر ہے جس کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ تبھی احمدی ہونے کا مقصد بھی حاصل ہو گا۔ چنانچہ آپ نے خود ہی یہ سوال اٹھایا کہ کیا اطاعت ایک سہل امر ہے؟ آسان بات ہے؟ پھر فرماتے ہیں کہ

"**جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔** حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں کہ کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو دوزخ کا بند کرو اور دوسرا کھلا رکھو۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 74)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ "یاد رکھو محض اسم نویسی سے کوئی جماعت میں داخل نہیں۔" صرف نام لکھوانے سے جماعت میں داخل نہیں ہو جاتے "جب تک وہ حقیقت کو اپنے اندر پیدا نہ کرے۔" فرمایا "آپس میں محبت کرو۔ اتلاف حقوق نہ کرو۔" ایک دوسرے کے حق نہ مارو" اور خدا کی راہ میں دیوانہ کی طرح ہو جاؤ تا کہ خدا تم پر فضل کرے۔ اس سے کچھ باہر نہیں۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 75 حاشیہ)

آپ نے واضح فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے کامل ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کی عملی مثال ایسی ہی ہے جیسے زبان سے صرف شیرینی یا مصری کہہ دینا یا میٹھا میٹھا کہنے سے منہ میٹھا نہیں ہو جاتا جب تک میٹھا کھایا نہ جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت اور توحید کا زبانی اقرار فائدہ نہیں دے گا جب تک عملی حصہ نہ ہو اور عملی حصہ اسی وقت ثابت ہو گا جب دنیا کو مقدم کرنے کا بوجھ اتار کر دین کو مقدم کرو گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو پھر دین کو مقدم کرو۔ اگر خدا کو خوش کرنا ہے تو دین کو مقدم کرو۔ دین تمہاری ترجیح ہونی چاہئے۔ آپ نے انذار فرمایا کہ اگر تمہارے اندر وفاداری اور اخلاص نہیں ہے تو تم جھوٹے ہو اور ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہو گا جس میں وفاداری نہیں ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا۔ اس کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 188 تا 190)

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہ کس طرح تم یہ حاصل کر سکتے ہو اور صحابہ نے کس طرح اسے مقدم رکھا اور تمہیں کس طرح اس کی کوشش کرنی چاہئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"دیکھو دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو اسلام قبول کر کے دنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔" فرمایا کہ "میرا یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرنی منع ہے" یا دنیاوی کام کرنا منع ہے۔" نہیں۔ صحابہ تجارتیں بھی کرتے تھے مگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے متعلق سچا علم جو یقین سے ان کے دلوں کو لبریز کر دے انہوں نے حاصل کیا۔ یہی

وجہ تھی کہ وہ کسی میدان میں شیطان کے حملے سے نہیں ڈگمگائے۔ "شیطان ان پر حملہ آور نہیں ہو سکا، شیطان ان پر قابو نہیں پا سکا۔ دنیاوی کام بھی کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ یاد رہتا تھا۔ "کوئی امر ان کو سچائی کے اظہار سے نہیں روک سکا۔" آپ نے فرمایا "میرا مطلب اس سے صرف یہ ہے کہ جو بالکل دنیا ہی کے بندے اور غلام ہو جاتے ہیں گویا دنیا کے پرستار ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں پر شیطان اپنا غلبہ اور قابو پالیتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین کی ترقی کی فکر میں ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہوتا ہے جو حزب اللہ کہلاتا ہے اور جو شیطان اور اس کے لشکر پر فتح پاتا ہے۔ مال چونکہ تجارت سے بڑھتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بھی طلب دین اور ترقی دین کی خواہش کو ایک تجارت ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ (الصف: 11)" کہ کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کے بارے میں بتاؤں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے بچائے گی۔ فرمایا کہ "سب سے عمدہ تجارت دین کی ہے جو دردناک عذاب سے نجات دیتی ہے۔ پس مَیں بھی خدا تعالیٰ کے ان ہی الفاظ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔" فرمایا کہ "میں زیادہ امید ان پر کرتا ہوں جو دینی ترقی اور شوق کو کم نہیں کرتے۔ جو اس شوق کو کم کرتے ہیں مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ شیطان ان پر قابو نہ پالے۔" یعنی جن میں مستقل مزاجی نہیں ہے تو پھر دین دنیا پر مقدم نہیں رہ سکتا۔ پھر سستیاں بھی شروع ہو جاتی ہیں اور پھر آہستہ آہستہ انسان شیطان کے قبضہ میں چلا جاتا ہے۔ فرمایا کہ "اس لئے کبھی سست نہیں ہونا چاہئے۔ ہر امر کو جو سمجھ میں نہ آئے پوچھنا چاہئے تا کہ معرفت میں زیادت ہو۔ پوچھنا حرام نہیں۔ بحیثیت انکار کے بھی پوچھنا چاہئے۔" اگر کوئی کسی بات کو نہیں مانتا، غیر ہیں تو ان کو تبلیغ کرنی چاہئے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بھی پوچھیں "اور عملی ترقی کے لئے بھی۔" ایک مومن جو ہے اگر اس کو عملی ترقی کرنی ہے تو علم حاصل کرنا چاہئے اور سوال پوچھنے چاہئیں۔ فرمایا کہ "جو علمی ترقی چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ قرآن شریف کو غور سے پڑھیں۔ جہاں سمجھ میں نہ آئے دریافت کریں۔ اگر بعض معارف سمجھ نہ سکے تو دوسروں سے دریافت کر کے فائدہ پہنچائے۔" فرمایا کہ "قرآن شریف ایک دینی سمندر ہے جس کی تہہ میں بڑے بڑے نایاب اور بے بہا گوہر موجود ہیں۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 193-194)

ایک موقع پر جماعت کو تقویٰ کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمیں جس بات پر مامور کیا ہے وہ یہی ہے۔" یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جس بات کے لئے بھیجا ہے **وہ یہی ہے "کہ تقویٰ کا میدان خالی پڑا ہے۔ تقویٰ ہونا چاہئے۔** نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ۔" تلواریں نہیں اٹھانی لوگوں کے سر نہیں اڑانے۔ جس طرح آجکل بعض تنظیمیں یا دہشت گرد گروہ اسلام کے نام پر کر رہے ہیں بلکہ دین پھیلانا ہے۔ دین کی تبلیغ کرنی ہے۔ تربیت کرنی ہے۔ تو پہلے اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو۔ تقویٰ ہو گا تو سارے کام بھی آہستہ آہستہ شروع ہو جائیں گے۔ فرمایا تلوار نہیں اٹھانی۔ "یہ حرام ہے۔ اگر تم تقویٰ کرنے والے ہو گے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہو گی۔ پس تقویٰ پیدا کرو۔ جو لوگ شراب پیتے ہیں یا جن کے مذہب کے شعائر میں شراب جُزوِ اعظم ہے ان کو تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ نیکی سے جنگ کر رہے ہیں۔

پس اگر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی خوش قسمت دے اور انہیں توفیق دے کہ وہ بدیوں سے جنگ کرنے والے ہوں اور تقویٰ اور طہارت کے میدان میں ترقی کریں یہی بڑی کامیابی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز موثر نہیں ہو سکتی۔" تلوار سے جنگ نہیں کرنی۔ پہلے تقویٰ پیدا کرنے کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرنی ہے پھر دوسروں کو بھی انسان پیغام پہنچا سکتا ہے اور اس سے لوگ پھر ناراض بھی نہیں ہوں گے۔ فرمایا کہ "اس وقت کُل دنیا کے مذاہب کو دیکھ لو کہ اصل غرض تقویٰ مفقود ہے اور دنیا کی وجاہتوں کو خدا بنایا گیا ہے۔ حقیقی خدا چھپ گیا ہے اور سچے خدا کی ہتک کی جاتی ہے۔ مگر اب خدا چاہتا ہے کہ وہ آپ ہی مانا جاوے اور دنیا کو اس کی معرفت ہو۔ جو لوگ دنیا کو خدا سمجھتے ہیں وہ متوکّل نہیں ہو سکتے۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 358-357)

پس ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ دنیاوی مقاصد کی طرف تو ہماری زیادہ توجہ نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا حق ادا کرنا ہے تو پھر دین کو مقدم کرنا ہو گا اور دنیاوی مقاصد کو پسِ پُشت ڈالنا ہو گا۔ پس یہ ہم نے دیکھنا ہے کہ ہم دین کو مقدم کر رہے ہیں یا دنیا ہمارے دین پر غالب آ رہی ہے۔ تقویٰ میں ہم بڑھ رہے ہیں یا تقویٰ کی کمی ہو رہی ہے۔

دینی علم بڑھانے کی ضرورت اور اس کے ذرائع:

اپنی روحانیت بڑھانے اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے ساتھ اپنے دینی علم کو بڑھانے کی طرف مزید توجہ دلاتے ہوئے ایک موقع پر آپ ہمیں نصیحت فرماتے ہیں کہ:

"مُرشد اور مرید کے تعلقات استاد اور شاگرد کی مثال سے سمجھ لینے چاہئیں۔ جیسے شاگرد استاد سے فائدہ اٹھاتا ہے اسی طرح مُرید اپنے مرشد سے۔ لیکن شاگرد اگر استاد سے تعلق تو رکھے مگر اپنی تعلیم میں قدم آگے نہ بڑھائے تو فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہی حال مرید کا ہے۔" استاد سے یا اپنے ٹیچر سے ایک سٹوڈنٹ صرف تعلق رکھتا ہے، اس سے واقف ہے اور علم حاصل نہیں کر رہا یا اس کی باتوں پہ عمل نہیں کر رہا تو فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ مرید اور مرشد کے تعلق میں صرف یہ کہہ دینا کہ میرا تعلق ہے اس سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا جب تک ان باتوں پر عمل نہیں کرو گے جو تمہیں کہی جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا "پس اس سلسلہ میں تعلق پیدا کر کے اپنی معرفت اور علم کو بڑھانا چاہئے۔ طالب حق کو ایک مقام پر پہنچ کر ہرگز ٹھہرنا نہیں چاہئے ورنہ شیطانِ لعین اَور طرف لگا دے گا۔ اور جیسے بند پانی میں عفونت پیدا ہو جاتی ہے۔" پانی کچھ عرصہ کھڑا رہے تو پھر اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے "اسی طرح اگر مومن اپنی ترقیات کے لئے سعی نہ کرے تو وہ گر جاتا ہے۔" اگر صحیح مومن ہو تو ترقی کی طرف قدم بڑھنا چاہئے۔ ایک جگہ کھڑے رہے تو پھر کھڑے نہیں رہو گے بلکہ گر جاؤ گے، نیچے چلے جاؤ گے۔ فرمایا کہ "پس سعادت مند کا فرض ہے کہ وہ طلبِ دین میں لگا رہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان کامل دنیا میں نہیں گزرا۔ لیکن آپ کو بھی رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ:115) کی دعا تعلیم ہوئی تھی۔ پھر اَور کون ہے جو اپنی معرفت اور علم پر کامل بھروسہ کر کے ٹھہر جاوے اور آئندہ ترقی کی ضرورت نہ سمجھے۔ جوں جوں انسان اپنے علم اور معرفت میں ترقی کرے گا اسے معلوم ہوتا جاوے گا کہ ابھی بہت سی باتیں حل طلب باقی ہیں۔ بعض امور کو وہ ابتدائی نگاہ میں (اس

بچے کی طرح جو اقلیدس کے اشکال کو محض بیہودہ سمجھتا ہے) بالکل بیہودہ سمجھتے تھے۔ لیکن آخر وہی امور صداقت کی صورت میں اُن کو نظر آئے۔ اس لئے کس قدر ضروری ہے کہ اپنی حیثیت کو بدلنے کے ساتھ ہی علم کو بڑھانے کے لئے ہر بات کی تکمیل کی جاوے۔ تم نے بہت سی بیہودہ باتوں کو چھوڑ کر اس سلسلہ کو قبول کیا ہے۔" فرماتے ہیں بہت ساری بیہودہ باتوں کو چھوڑ کر اس سلسلہ کو قبول کیا ہے "اگر تم اس کی بابت پورا علم اور بصیرت حاصل نہیں کروگے تو اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوا۔" یہ کوئی فائدہ نہیں کہ ہم نے بیعت کر لی، احمدی ہو گئے یا ہم پیدائشی احمدی ہیں۔ جب تک خود علم نہیں حاصل کروگے، اپنے علم کو نہیں بڑھاؤ گے، دینی علم کو نہیں بڑھاؤ گے نہ پیدائشی احمدی ہونا کوئی فائدہ دے گا، نہ خود بیعت کرنا کوئی فائدہ دے گا۔ فرمایا کہ "تمہارے یقین اور معرفت میں قوت کیونکر پیدا ہو گی" اگر علم نہ بڑھایا۔ "ذرا ذرا سی بات پر شکوک اور شبہات پیدا ہوں گے اور آخر قدم کو ڈگمگا جانے کا خطرہ ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 193)

بہت سارے لوگ جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں یا جن کو اعتراضات پیدا ہو جاتے ہیں یا جو بعض لوگ صرف اس لئے احمدیت پر یا دین پر قائم ہوتے ہیں کہ ہمارے رشتہ دار احمدی ہیں ان کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر وہ علم حاصل کریں تو جتنے شکوک و شبہات ہیں وہ دور ہو سکتے ہیں اور پھر قدم نہیں ڈگمگائیں گے۔ پھر شیطان حملہ نہیں کرے گا۔

پس جیسا کہ پہلے قرآن کریم پر غور اور فکر کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تلقین فرمائی تھی اسی طرح **آپ کی کتب کو بھی پڑھنے اور دینی علم بڑھانے کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہئے** اور **اسی طرح خلافت سے تعلق** جوڑنے کے لئے بھی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے **جو ایم ٹی اے کی نعمت دی ہے** اس کے ذریعہ رابطہ قائم کرنا چاہئے اور خلیفۂ وقت کے **جو تمام پروگرام ہیں ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔** جو لوگ اس تعلق کو ایک خاص توجہ سے قائم رکھے ہوئے ہیں، بہت سارے لوگ ہیں جو ایم ٹی اے سنتے ہیں اور ایم ٹی اے سے تعلق ہے ان کے مجھے خطوط آتے ہیں کہ ان کے ایمان و یقین میں اس تعلق کی وجہ سے ترقی ہوئی ہے۔ پس یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جس سے ہر احمدی کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔

آپس میں محبت اور پیار کرنے اور ایک دوسرے کی تکلیف کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"اصل بات یہ ہے کہ اندرونی طور پر ساری جماعت ایک درجہ پر نہیں ہوتی۔" یہ نہیں ہو سکتا کہ سب برابر ہوں۔" کیا ساری گندم تخم ریزی سے ایک ہی طرح نکل آتی ہے؟" ہم زمین میں گندم کا بیج ڈالتے ہیں تو سارے بیج تو نہیں نکلتے۔" بہت سے دانے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ضائع ہو جاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو چڑیاں کھا جاتی ہیں۔ بعض کسی اَور طرح قابل ثمر نہیں رہتے۔" ان کو پھل نہیں لگتا۔" غرض ان میں سے جو ہونہار ہوتے ہیں "جو اچھے ہوتے ہیں، اُگنے کی صلاحیتیں ان میں ہوتی ہیں" ان کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کے لئے جو جماعت تیار ہوتی ہے وہ بھی کَزَرْعٍ ہوتی ہے۔" کھیتی کی طرح ہوتی ہے" اسی لئے اس اصول پر اس کی ترقی ضروری ہے۔" کوئی دین کے علم میں زیادہ ہے کوئی کمزور ہے۔ کوئی کسی لحاظ سے بہتر ہے کسی میں کوئی نیکی ہے اور اپنی

اپنی صلاحیتوں کے مطابق وہ پنپتے ہیں۔ جو کمزور ہیں ان کو بھی ساتھ لے کر چلنا ان کا کام ہے جو بہتر ہیں۔ فرمایا کہ "پس یہ دستور ہونا چاہئے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے اور ان کو طاقت دی جاوے۔ یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں۔ ایک تیرنا جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ تو کیا پہلے کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچاوے یا اس کو ڈوبنے دے اس کا فرض ہے کہ اس کو غرق ہونے سے بچائے۔ اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ (المائدۃ:3) "کہ نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ فرمایا کہ "کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ، عملی، ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔" عملی کمزوریاں ہیں تو ان میں بھی شریک ہو جاؤ۔ کس طرح ہو جاؤ کہ ان کی عملی کمزوریاں اختیار کر لو!؟ نہیں۔ ان کو دُور کرنے کی کوشش کرو۔ ایمان میں ان کی کمزوریاں ہیں تو اگر تمہارا ایمان مضبوط ہے تو ان کے ایمان کو بچانے کی کوشش کرو۔

مالی کمزوریاں ہیں تو ان کی مالی مدد اگر کر سکتے ہو تو وہ کرو۔ نہیں تو نظام جماعت کو بتاؤ کہ جس حد تک نظام جماعت کر سکتا ہے مدد کرے۔ فرمایا کہ "بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔" صحت کی حالت نہیں ہے، ظاہری بیماریاں ہیں ان کا بھی علاج کرو۔ فرمایا "کوئی جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور اس کی یہی صورت ہے کہ ان کی پردہ پوشی کی جاوے۔" ایک دوسرے کے عیب بتانے کی بجائے پردہ پوشی کی جائے۔ "صحابہ کو یہی تعلیم ہوئی کہ نئے مسلموں کی کمزوریاں دیکھ کر نہ چڑو۔ کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اور محبت اور ملائمت کے ساتھ برتاؤ کرے۔

دیکھو وہ جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جو ایک دوسرے کو کھائے اور جب چار مل کر بیٹھیں تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں۔" کوئی ایک دوسرے کو کھا تو نہیں سکتا۔ یہاں کھانے سے مراد یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم چغلیاں کرتے ہو، بدظنیاں کرتے ہو تو اسی طرح ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتے ہو۔ پس برائیاں نہ دیکھو۔ ہر ایک کی اچھائیاں دیکھو۔ فرمایا کہ "وہ جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جو ایک دوسرے کو کھائے اور جب چار مل کر بیٹھیں تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں" اس کی برائیاں بیان کرنی شروع کر دیں "اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں اور ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ایسا ہرگز نہیں چاہئے۔ بلکہ اجماع میں چاہئے کہ قوت آ جاوے اور وحدت پیدا ہو جاوے جس سے محبت آتی ہے اور برکات پیدا ہوتے ہیں۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ ذرا ذرا سی بات پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخالف لوگ جو ہماری ذرا ذرا سی بات پر نظر رکھتے ہیں معمولی باتوں کو اخباروں میں بہت بڑی بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔"

آپ نے فرمایا "اور خَلق کو "اس وجہ سے پھر "گمراہ کرتے ہیں۔ "لوگوں کو بتاتے ہیں کہ دیکھو ان میں یہ یہ برائیاں ہیں اور عام لوگ تحقیق تو کرتے نہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا "لیکن اگر اندرونی کمزوریاں نہ ہوں تو کیوں کسی کو جرأت ہو کہ اس قسم کے مضامین شائع کرے اور ایسی خبروں کی اشاعت سے لوگوں کو دھوکہ دے۔ کیوں نہیں کیا جاتا کہ اخلاقی قوتوں کو وسیع کیا جاوے اور یہ تب ہوتا ہے کہ جب ہمدردی، محبت اور عفو اور کرم کو عام کیا جاوے اور تمام عادتوں پر رحم، ہمدردی اور پردہ پوشی کو مقدم کر لیا جاوے۔" کہ ایک کا قصور دیکھ کے اس کی

پردہ پوشی کرنی چاہئے نہ کہ اس کے عیبوں کا اظہار کیا جائے، اس کی کمزوریوں کو باہر نکالا جائے۔ آجکل یہ عجیب رواج پیدا ہو گئے ہیں۔ اب خاوند بیوی بھی ایک دوسرے کی کمزوریاں ظاہر کرنے لگ گئے ہیں اور اس کے لئے ریکارڈنگ کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ "ذرا ذرا سی بات پر ایسی سخت گرفتیں نہیں ہونی چاہئیں جو دل شکنی اور رنج کا موجب ہوتی ہیں۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 347 تا 348)

پھر بھائی چارے اور ہمدردی کی نصیحت فرماتے ہوئے آپ مزید فرماتے ہیں کہ

"ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں۔" اگر پھلنا پھولنا ہے تو پھر آپس میں سچی ہمدردی ہونی چاہئے۔" جو پوری طاقت دی گئی ہے وہ کمزور سے محبت کرے۔" جس کو بھی طاقت دی گئی ہے وہ کمزور سے محبت کرے۔ فرماتے ہیں کہ "مَیں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے حالانکہ چاہئے تو یہ کہ اس کے لئے دعا کرے، محبت کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے۔ مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر عفو نہ کیا جائے، ہمدردی نہ کی جاوے اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے۔" فرمایا کہ "خدا تعالیٰ کو یہ "حرکتیں "منظور نہیں۔ جماعت تب بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کر کے پردہ پوشی کی جاوے۔ جب یہ حالت پیدا ہو تب ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ ایک شخص کا بیٹا ہو اور اس سے کوئی قصور سرزد ہو تو اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور اس کو الگ سمجھا جاتا ہے۔... کبھی نہیں چاہتا کہ اس کے لئے اشتہار دے۔" اپنے بیٹے کی کوئی برائی دیکھتا ہے تو دنیا میں اس کی برائیاں نہیں پھیلاتا۔ قریبی تعلق والا ہو تو اس کی برائیوں کو چھپایا جاتا ہے اس کو پھیلایا نہیں جاتا۔ فرمایا کہ " پھر جب خدا تعالیٰ بھائی بناتا ہے تو کیا بھائیوں کے حقوق یہی ہیں ؟" یہاں بھائی سے مراد ہر قریبی رشتہ ہے۔" دنیا کے بھائی اخوّت کا طریق نہیں چھوڑتے۔" اپنے رشتہ داروں کی مثال دی کہ "میں مرزا نظام الدین وغیرہ کو دیکھتا ہوں۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رشتہ دار تھے مرزا نظام الدین وغیرہ جو آپ کے مخالف بھی تھے اور دین سے بھی ہٹے ہوئے تھے "کہ ان کی اباحت کی زندگی ہے۔ مگر جب کوئی معاملہ ہو تو تینوں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ فقیری بھی الگ رہ جاتی ہے۔" فرمایا کہ "بعض وقت انسان، جانور، بندر یا کتّے سے بھی سیکھ لیتا ہے۔

یہ طریق نامبارک ہے کہ اندرونی پھوٹ ہو۔ خدا تعالیٰ نے صحابہ کو بھی یہی طریق و نعمت، اخوّت یاد دلائی ہے۔ اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کرتے تو وہ اخوّت ان کو نہ ملتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملی۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوّت وہ یہاں قائم کرے گا۔" فرمایا" خدا تعالیٰ پر مجھے بہت بڑی امیدیں ہیں۔ اس نے وعدہ کیا ہے۔ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران:56) "یعنی ان لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے انکار کیا ہے قیامت کے دن تک بالا رکھنے والا ہوں، فوقیت دینے والا ہوں۔ فرمایا کہ "مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ ایک جماعت قائم کرے گا جو قیامت تک منکروں پر غالب رہے گی مگر یہ دن جو ابتلاء کے دن ہیں اور کمزوری کے ایام ہیں۔" اس زمانے میں کمزوری کے ایام تھے۔ آجکل پھر خاص طور پر پاکستان میں احمدیوں کو اس بات پر نظر رکھنی

چاہئے کہ یہ جو اُن کے کمزوری کے حالات ہیں اور حکومت بھی اور قانونی ادارے بھی اور انتظامیہ بھی ان کے خلاف پہلے سے بڑھ کر حرکتیں کر رہے ہیں۔ ان دنوں میں خاص طور پر اپنی حالتوں میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

فرمایا کہ "کمزوری کے ایام ہیں ہر ایک شخص کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اپنی حالت میں تبدیلی کرے۔ دیکھو ایک دوسروں کا شکوہ کرنا، دل آزاری کرنا اور سخت زبانی کر کے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔ اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر غریب بچے جوان بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں۔ ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جدا جدا ہوں۔ مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 348 تا 349)

کشتی نوح کے مطالعہ کی تحریک:

آپ نے ہماری اصلاح کے لئے اپنی کتاب "کشتی نوح" پڑھنے کی تلقین فرمائی اور اس کو بار بار پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ: "میں نے بارہا اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم نرے اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا۔ اس کی حقیقت تک جب تک نہ پہنچو گے تب تک نجات نہیں۔ قشر پر صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے۔" صرف ظاہری شیل (shell) کو دیکھنا کافی نہیں ہے جب تک اس کے اندر جو چیز ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ فرمایا کہ "اگر مرید خود عامل نہیں تو پیر کی بزرگی اسے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ جب کوئی طبیب کسی کو نسخہ دے اور وہ نسخہ لے کر طاق میں رکھ دے تو اسے ہرگز فائدہ نہ ہو گا۔" اسی طرح ہے جس طرح ڈاکٹر سے نسخہ لے کے اس کو استعمال نہ کرو اور کہو کہ میں ٹھیک نہیں ہوا۔ یہی حال روحانی مریضوں کا ہے۔ اگر باتیں سن کے پھر عمل نہیں کرو گے تو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ فرمایا "ہرگز فائدہ نہ ہو گا کیونکہ فائدہ تو اس پر لکھے ہوئے عمل کا نتیجہ تھا جس سے وہ خود محروم ہے۔" فرمایا کہ "کشتی نوح کا بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (الشمس:10) "یقیناً وہ فلاح پا گیا، کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا۔ فرمایا کہ "یوں تو ہزاروں چور، زانی، بدکار، شرابی، بدمعاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر کیا وہ درحقیقت ایسے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اُمّتی وہی ہے جو آپ کی تعلیمات پر پورا کاربند ہے۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 232-233)

پھر اس "کشتی نوح" کو جماعتوں میں پڑھ کر سنانے اور پڑھنے کی طرف توجہ دلانے، اس کا التزام کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ "کشتی نوح میں مَیں نے اپنی تعلیم لکھ دی ہے اور اس سے ہر ایک شخص کو آگاہ ہونا ضروری ہے۔ چاہئے کہ ہر ایک شہر کی جماعت جلسے کر کے سب کو یہ سنا دے۔ ایک مستعد اور فارغ شخص کو بھیج دی جاوے جو پڑھ کر سنا دے اور اگر یونہی تقسیم کرنے لگو تو خواہ پچاس ہزار ہو کافی نہیں ہو سکتی ہیں۔ اس ترکیب سے اس کی اشاعت بھی ہو جائے گی اور وہ وحدت جو ہم چاہتے ہیں جماعت میں پیدا ہونے لگے گی۔"
(ملفوظات جلد 3 صفحہ 408)

پس اس کے لئے اس کو جہاں پڑھنے اور سنانے کا جماعتوں میں انتظام ہونا چاہئے اور **اسی طرح ایم ٹی اے**

میں بھی پڑھنے کا انتظام ہونا چاہئے۔ ہر ایک کو اس کو اپنی زندگی کا حصہ بھی بنانا چاہئے۔ خود بھی پڑھنی چاہئے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرنی چاہئے۔

برائیوں سے بچنے کی تلقین اور حقیقی احمدی کی نشانی بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ "تمہارا کام اب یہ ہونا چاہئے کہ دعاؤں اور استغفار اور عبادت الٰہی اور تزکیہ و تصفیہ نفس میں مشغول ہو جاؤ۔ اس طرح اپنے تئیں مستحق بناؤ خدا تعالیٰ کی عنایات اور توجہات کا جن کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ خدا تعالیٰ کے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے اور پیشگوئیاں ہیں جن کی نسبت یقین ہے کہ وہ پوری ہوں گی مگر تم خواہ نخواہ ان پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ ہر قسم کے حسد، کینہ، بغض، غیبت اور کبر اور رعونت اور فسق و فجور کی ظاہری اور باطنی راہوں اور کسل اور غفلت سے بچو اور خوب یاد رکھو کہ انجام کار ہمیشہ متقیوں کا ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ (الاعراف:129)" انجام متقیوں کا ہی ہے۔ "اس لئے متقی بننے کی فکر کرو۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 283)

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی احمدی بننے اور آپ کی تعلیمات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے بھی ہوں اور اس کی رضا کو حاصل کرنے والے بھی ہوں۔ اپنی عملی اصلاح کرنے والے بھی ہوں۔ اپنے علم میں اضافے کی طرف توجہ دینے والے بھی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے والے بھی ہوں۔

ان دنوں میں خاص طور پر، پہلے بھی مَیں نے اشارہ کیا، پاکستان کے حالات کے متعلق بھی دعا کریں اور پاکستانیوں کو خود بھی اپنے متعلق اور اپنے لئے بہت دعا کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہر شر سے محفوظ رکھے۔ عمومی طور پر ملک کے اندر بھی مولویوں کی وجہ سے جو فساد دوبارہ برپا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کے شر سے ملک کو بھی محفوظ رکھے۔ **عام طور پر دنیا کے لئے بھی دعا کریں بڑی تیزی سے یہ اب جنگ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔**

روس اور امریکہ دونوں تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اور اصل میں تو یہ اپنی برتری ثابت کرنا چاہتے ہیں اور نام یہ ہے کہ ہم مظلوموں کا حق دلوانا چاہتے ہیں۔ اصل میں تو یہ مظلوموں کو حق دلوانے کے نام پر جس میں مسلمان ممالک شامل ہیں مسلمان ملکوں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی عقل دے اور یہ ان لوگوں سے مدد حاصل کرنے کی بجائے خود اپنے فیصلہ کرنے والے ہوں۔ اپنے عوام کے حقوق ادا کرنے والے ہوں۔ عوام اپنی حکومت کے حق ادا کرنے والی ہو۔ اور یہ دہشت گرد گروپ جو اسلام کے نام پر حرکتیں کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی بھی پکڑ کرے اور دونوں فریقوں کو عقل اور سمجھ دے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ زمانے کے امام کو ماننے والے ہوں کیونکہ اس کے بغیر اب کوئی اور چارہ نہیں کہ یہ بچ سکیں گے یا ان کی کسی بھی صورت میں بقا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اور مسلمان ان ظلموں کا حصہ بننے کی بجائے اسلام کی حقیقی تعلیم کے مطابق محبت اور پیار اور بھائی چارے کی تعلیم کو عام کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04 مئی 2018ء تا 10 مئی 2018ء جلد 25 شمارہ 18 صفحہ 05 تا 09)

16

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 20/ اپریل 2018ء بمطابق 20/ شہادت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بشارت، پیدرو آباد، سپین

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (حٰمٓ السجدۃ:34) اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ مَیں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

یہ آیت ایک کامل مثال ہے اور ان تمام خصوصیات کو سمیٹے ہوئے ہے **جو ایک مومن کا خاصہ ہونا چاہئے**۔ ایک حقیقی مسلمان سے زیادہ کون ان باتوں کو کرنے والا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ تین باتیں یا تین خصوصیات بتائی ہیں اگر کسی میں ہوں تو اس کی زندگی میں انقلاب پیدا ہو سکتا ہے اور ایسا شخص نہ صرف اپنی زندگی میں انقلاب پیدا ہو سکتا ہے بلکہ معاشرے میں بھی انقلاب پیدا کرنے والا بن سکتا ہے۔ یہ جو تین باتیں ہیں یعنی دعوت الی اللہ کرنا، عمل صالح کرنا اور اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ دکھا کر یہ اعلان کرنا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تمام باتوں پر عمل کرنے والا یا عمل کرنے کی حتی المقدور کوشش کرنے والا ہوں۔

یہ باتیں ایسی ہیں جن میں سے **پہلی بات ایک مومن کو دینی علم سیکھنے اور اسے دنیا کو سکھانے والا بناتی** ہے۔ جو یہ سکھاتی ہے کہ دنیا کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے حق کیا ہیں اور تم نے انہیں کس طرح ادا کرنا ہے۔ یہ بتاتی ہے کہ دوسروں کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک دوسرے کے کیا حقوق رکھے ہیں اور تم نے انہیں کس طرح ادا کرنا ہے۔ دوسروں کو بتانے کی طرف تبھی توجہ پیدا ہو سکتی ہے جب دوسروں کے لئے ایک درد دل میں ہو۔ ان کو شیطان کے نرغے اور قبضہ سے بچانے کے لئے ایک تڑپ اور توجہ ہو۔ عباد الرحمٰن کے گروہ کو بڑھانے کے لئے ایک تڑپ ہو۔ جس میں یہ خصوصیت پیدا ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کے قریب لانے کے لئے ایک جذبہ اور شوق ہو خاص طور پر ایسے حالات میں جبکہ شیطان کے منصوبے اور اللہ تعالیٰ سے دُور کرنے کے لئے مختلف دلچسپیوں کے سامان اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ایسے حالات میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھنے والا اور اس کے قرب کو تلاش کرنے والا ہی یہ کوشش اور جدوجہد کر سکتا ہے۔

پھر دوسری خصوصیت یہ ہے کہ فرمایا کہ عمل صالح بجالاؤ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حق ادا کرنے کی طرف نہ صرف توجہ دو بلکہ خود ایک مثال بن کر اپنا نمونہ دوسروں کے لئے قائم کرو ورنہ اگر اپنا عمل نہیں تو

تمہارا دینی علم بھی بے فائدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا عمل بھی اللہ تعالیٰ کی برکات اور بہتر نتائج سے خالی ہو گا۔ جب یہ صورتحال ہو تو پھر دعوت الی اللہ کی تمام کوششیں بیکار گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی پھر حاصل نہ ہوئی۔

اور پھر تیسری خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ حقیقی مومن یہ اعلان کرے کہ مَیں کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات پر کامل ایمان لاتا ہوں اور نہ صرف ایمان لاتا ہوں بلکہ ان کو اپنی زندگی کا حصہ بناتا ہوں۔ مَیں دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہوں اور رہوں گا۔ فرمانبرداری میں خلیفۂ وقت اور نظام جماعت کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی آجاتی ہے۔ یہ کہنا کہ میں بڑی تبلیغ کر رہا ہوں، میرے پاس بڑا علم ہے، مجھے کسی نظام کی ضرورت نہیں ہے، یہ طریق اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ ایک جماعت قائم کرنا چاہتا تھا اور اس نے قائم کر دی۔ پس اس کے ساتھ جڑنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ بیشک دعوت الی اللہ بڑی اچھی بات ہے لیکن یہ اعلان بھی ضروری ہے کہ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہ میں اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم رکھتے ہوئے فرمانبرداری کا بھی اعلان کرتا ہوں۔

اسی طرح عمل صالح اور نیک عمل اور تقویٰ کے معیار بھی اسی وقت حاصل ہوتے ہیں جب اطاعت اور فرمانبرداری کا معیار بھی بلند ہو گا۔ بعض دفعہ بظاہر نیک یا دین کا کام کرنے والے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا انجام نظر آتا ہے کہ اچھا نہیں ہوا۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک مومن کو، ایک عمدہ ترین بات کہنے والے کو بھی اعلیٰ نمونہ دکھانے والے کے معیار اس وقت حاصل ہوں گے اور نتیجہ خیز ہوں گے جب وہ یہ اعلان بھی کرے کہ مَیں فرمانبردار ہوتا ہوں۔ مَیں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کی کامل فرمانبرداری اور اطاعت کرتا ہوں۔ اور ہم احمدیوں کے لئے یہ معیار جو کامل فرمانبرداری کے ہیں تبھی قائم ہوں گے، ہماری تبلیغ تبھی کامیاب ہو گی اور ہماری نیکیاں تبھی عمل صالح کہلائیں گی جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نظام خلافت کی بھی پوری اطاعت کرنے والے ہوں گے اور خلافت کے زیر انتظام جو نظام ہے اس سے بھی تعاون کرنے والے ہوں گے۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی کوششوں میں برکت تبھی پڑے گی جب جماعت کا ہر فرد اور ہر عہدیدار بھی، ہر کارکن بھی اور ہر مربی بھی نظام کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والا ہو گا۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے اور ان وعدوں کے مطابق بھیجا ہے کہ جن کاموں کی تکمیل آپ کے سپرد ہے وہ انشاء اللہ پورے ہونے ہیں۔ کچھ تو آپ کی زندگی میں پورے ہوئے اور کچھ آپ علیہ السلام کی زندگی کے بعد پورے ہونے تھے اور ہو رہے ہیں اور آپ کے ذریعہ سے اسلام کا پیغام بھی دنیا کے کونے کونے میں پہنچ رہا ہے اور آہستہ آہستہ پاک دل احمدیت اور اسلام کی آغوش میں آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو جن مقاصد کے لئے بھیجتا ہے ان کو پورا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ: کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (المجادلۃ:22) کہ اللہ تعالیٰ نے

فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ مَیں اور میرا رسول غالب آئیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی متعدد بار یہ الہام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی الہاماً فرمایا۔ (تذکرہ صفحہ 84 ایڈیشن چہارم)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"یہ خدا تعالیٰ کی سنّت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلہ:22) اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ اُن کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔"

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304)

پھر آپ فرماتے ہیں "خدا نے ابتداء سے لکھ چھوڑا ہے اور اپنا قانون اور اپنی سنّت قرار دے دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے....." حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "چونکہ مَیں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے بلکہ اسی نبی کریم خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام پا کر اور اُسی میں ہو کر اور اُسی کا مظہر بن کر آیا ہوں اس لئے مَیں کہتا ہوں کہ جیسا کہ قدیم سے یعنی آدم کے زمانہ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہمیشہ مفہوم اس آیت کا سچا نکلتا آیا ہے ایسا ہی اب بھی میرے حق میں سچا نکلے گا۔" (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 380-381)

پس جس پودے کو اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دنیا کے ہر کونے میں لگانا چاہتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری ہوئی شریعت کا پودا ہے جس کی تکمیل اشاعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مقدر ہے۔ پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جس راستبازی کو اللہ تعالیٰ دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے اس کی تخم ریزی اپنے رسولوں کے ہاتھوں کروا دیتا ہے اور یہ تکمیلِ اشاعتِ اسلام کا بیج اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ لگوا دیا بلکہ اس بیج کی بعض علاقوں میں ہری بھری فصلیں بھی آپ کو دکھا دیں اور پھر نظام خلافت کے ذریعہ سے آپ کے لگائے ہوئے بیج کے پودے دنیا میں پھیل رہے ہیں۔ گویا وہ بیج جو آپ کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے لگوایا تھا اس کے پودے دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی پھیل رہے ہیں۔ جیسے زمیندار جانتے ہیں اور یہاں بھی زمیندارے کا بڑا رواج ہے کہ پودوں کی نرسری تیار کر کے پھر ان پودوں کو کہیں بھی لے جایا جا سکتا ہے اور وہاں لگایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح آپ کی قرآن کریم کے علم و معرفت کی تفسیر کی نرسری اور جس طرح آپ نے ہمیں اسلام کا پیغام قرآن کریم کی روشنی میں واضح کر کے بتایا دنیا کے کونے کونے میں پھیلایا جا رہا ہے اور دنیا اسلام کی خوبصورت تعلیم کی گرویدہ ہو رہی ہے۔

پس اس میں تو کوئی شک نہیں کہ **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اسلام کا خوبصورت پیغام دنیا میں پھیلنا ہے اور پھیل رہا ہے۔ اس کے بارہ میں** آپ کو اللہ تعالیٰ نے متعدد الہاموں کے

ذریعہ خوشخبری بھی دی ہے۔ ایک تو کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی الہام ہیں۔ چند ایک بیان کرتا ہوں۔ مثلاً فرمایا یَنْصُرُکُمُ اللّٰہُ فِیْ دِیْنِہٖ۔ (تذکرہ صفحہ 574 ایڈیشن چہارم)

اللہ تعالیٰ اپنے دین میں تمہاری مدد کرے گا۔ یعنی جس کام کو آپ پھیلا رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے وہ اسلام ہے۔ پھر ایک الہام ہے کہ یَنْصُرُکَ اللّٰہُ مِنْ عِنْدِہٖ۔ (تذکرہ صفحہ 39 ایڈیشن چہارم)

خدا اپنی طرف سے تیری مدد کرے گا۔ پھر ایک الہام ہے کہ "میں تجھے زمین کے کناروں تک عزّت کے ساتھ شہرت دوں گا۔" (تذکرہ صفحہ 149 ایڈیشن چہارم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت قائم ہو گی اور اسلام کا پیغام پہنچانے کی وجہ سے قائم ہو گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم ہو گی۔ پھر یہ الہام ہے جو ہر جگہ کافی مشہور بھی ہے اور ہر جگہ کہا جاتا ہے۔ اس کا میں ذکر کرنا چاہتا تھا کہ "مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچاؤں گا۔" (تذکرہ صفحہ 260 ایڈیشن چہارم)

ہر کوئی جانتا ہے، ہر کوئی کہتا ہے۔ پس اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ کا پیغام دنیا میں پہنچنا ہے اور دنیا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور ایک جری پہلوان کی حیثیت سے جانے گی اور جان رہی ہے۔

ایم ٹی اے کی غیر معمولی افادیت اور اہمیت:

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ دنیا میں خود پیغام پہنچا رہا ہے۔ مَیں پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ ہمارے دنیاوی وسائل کبھی بھی اس بات کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے یا کم از کم اس وقت تک اس بات کے متحمل نہیں ہیں کہ ہم ٹی وی چینل چلائیں، چوبیس گھنٹے چلائیں اور دنیا کی مختلف زبانوں میں پروگرام دیں اور دنیا کے ہر خطے میں اس کے پروگرام پہنچ رہے ہوں اور دنیا کے جو مختلف خطے ہیں، ان میں ہر خطہ میں، میرے خطبات کے ترجمے پہنچ رہے ہوں۔ چھ سات زبانوں میں ساتھ کے ساتھ رواں ترجمہ ہو رہا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے وعدوں کا نتیجہ ہے۔ اور پھر اس کے ذریعہ یعنی میرے خطبات کے ذریعہ اور پروگراموں کے ذریعہ اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں کے ذریعہ سعید فطرت لوگ احمدیت میں شامل ہو رہے ہیں۔

مجھے کئی لوگ لکھتے ہیں کہ کس طرح ایم ٹی اے پر آپ کے خطبات نے یا دوسرے پروگراموں نے ہم پر اثر ڈالا اور ہم نے احمدیت میں دلچسپی لی اور اللہ تعالیٰ نے احمدیت قبول کرنے کی توفیق دی۔ دو تین دن ہوئے Guadelope کے مربی کے ساتھ وہاں کے نو احمدی کا ایک پروگرام آ رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ احمدیت کا تعارف تو مجھے ہو گیا لیکن میں بیعت نہیں کر رہا تھا اور خطبات سننے کے بعد پھر تسلی ہوئی اور ان کے ذریعہ پھر مجھے بیعت کی بھی تحریک پیدا ہوئی۔ پس یہ تو اللہ تعالیٰ کے کام ہیں اور اس کے وعدے ہیں۔ یہ تو پورے ہوتے رہیں گے انشاء اللہ۔ اس میں ہمارا یا کسی انسانی کوشش کا کمال نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہترین مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ دعوت الی اللہ کرے۔ پس اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام میں حصہ دار بنانا چاہتا ہے جو کام وہ خود کر رہا ہے اور جس کے کرنے کا وہ فیصلہ کر چکا ہے۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ ثواب میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ پس ہر احمدی کو اس بات کو اہمیت

دینی چاہئے کہ جو کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے اس میں حصہ دار بن کر ثواب میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں۔

پس آپ لوگ جو یہاں سپین میں ہیں وقت نکال کر مہینہ میں کم از کم ایک دو دن تبلیغ کے لئے دیں۔ یہاں کے لوگوں کی نفسیات کے مطابق تبلیغ کے مختلف طریقے تلاش کریں۔ ایک نو احمدی سپینش ہیں دو تین دن ہوئے مجھے ملنے آئے تو کہنے لگے کہ جس طرح ہمیں یہاں اسلام کی تبلیغ کرنی چاہئے ہم اس طرح نہیں کر رہے، جماعت نہیں کر رہی۔ بلکہ ان کے خیال میں ایک آدھ مربی کے علاوہ مربیان بھی سپینش نفسیات کو سمجھتے ہوئے تبلیغ نہیں کر رہے یا ان کو پتا نہیں کس طرح تبلیغ کرنی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم بیشک یورپ میں شمار ہوتے ہیں لیکن ہماری نفسیات یورپ سے کچھ مختلف ہے۔ یورپ کے لوگوں کی طرح آجکل کے حالات کی وجہ سے اسلام سے اور مسلمانوں سے ہم یہاں کے لوگ خوفزدہ بھی ہیں۔ یورپ کا اثر ہے۔ لیکن ساتھ ہی مسلمانوں کے ایک لمبا عرصہ سپین میں رہنے کی وجہ سے غیر محسوس طریقے پر ہمارے اندر مسلمانوں سے تعلق کا جذبہ بھی ہے جسے ابھارنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر بعض علاقوں میں جیسے اندلس کا صوبہ ہے۔

پس ہمارے مرکزی تبلیغ سیکرٹری بھی اور جماعتوں کے تبلیغی سیکرٹریان بھی اور دوسرے عہدیدار بھی جہاں حالات کے مطابق منصوبہ بندی کریں وہاں ہر احمدی کو بھی خدام، انصار، لجنہ کو بھی تبلیغ کے لئے وقت دینا چاہئے۔ یہاں مسلمانوں کو سات آٹھ سو سال پہلے تلوار کے زور پر عیسائی بنایا گیا لیکن ہم نے محبت پیار اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کے ذریعہ دلوں کو جیتنا ہے۔ جماعت کا تعارف، اسلام کا تعارف تو یہاں وسیع پیمانے پر اب ہو رہا ہے۔ ٹی وی چینل اور اخبار جماعت کے بارے میں لکھتے ہیں اور اس ذریعہ سے بھی ایک تبلیغ ہو رہی ہے۔ قرطبہ کے ایک اخبار کے ایڈیٹر یا شاید مالک مجھے ملنے آئے تھے۔ انہوں نے اخبار دکھایا کہ کس طرح میں جماعت کے بارے میں لکھتا ہوں اور پورا صفحہ لکھا ہوا ہے۔ لندن میں جب ہمارا پیس سمپوزیم ہوا ہے تو وہاں بھی یہاں کے اخبار والے اور ٹی وی چینل کے نمائندے آئے ہوئے تھے۔ ٹی وی چینل کے نمائندے نے میرا انٹرویو بھی لیا اور پھر یہاں آکر اپنے ٹی وی چینل پر جماعت کے بارے میں اور جماعت اسلام کی جو پُرامن تعلیم پیش کرتی ہے اس کے بارے میں ایک پروگرام بھی دکھایا۔ میرے انٹرویو کا کچھ حصہ بھی اس میں دکھایا۔ تو اب سپین کی وہ صورتحال نہیں ہے جو آج سے پینتیس چالیس سال پہلے تھی۔

آج اگر پیغام پہنچانے میں کمی ہے تو ہماری طرف سے ہے۔ پھر یہاں مختلف شہروں میں مراکو اور دوسرے عرب ممالک کے لوگ آکر بس گئے ہیں۔ ان کے علاقوں میں عربی بولنے والوں کے ذریعہ سے تبلیغ کی جائے۔ عربی لٹریچر تقسیم کیا جائے۔ سپینش زبان میں لٹریچر کا جہاں تک تعلق ہے اور اسلام اور احمدیت کے تعارف پر مبنی لٹریچر کا جہاں تک تعلق ہے گزشتہ چند سال سے مَیں یُوکے اور جرمنی کے فارغ التحصیل طلباء جو شاہد کر کے میدان عمل میں آنے والے ہیں، ان کو میدان عمل میں بھیجنے سے پہلے یہاں بھیجتا ہوں اور وہ ہر شہر میں یہ لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ میرے خیال میں شاید تین ملین سے زیادہ کی تعداد میں لٹریچر تقسیم ہو چکا ہو گا۔ نئے مربیان اور

جامعہ کے وہ لڑکے جو یہاں آتے ہیں ان کا بھی عمومی تاثر یہی ہے کہ سپین کے لوگ زیادہ بہتر طریق پر لٹریچر وصول کرتے ہیں اور عموماً عزت اور احترام سے ملتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔ بہت کم ہیں جو پھینکتے ہوں۔ عموماً دیکھتے ہیں، پڑھتے ہیں اور پھر جیب میں ڈال لیتے ہیں۔

اسی طرح ہماری ایک سپینش خاتون ہیں جو احمدی ہوئی ہیں اور لندن میں رہتی ہیں۔ وہاں ہمارے سیکرٹری نومبایعین کی اہلیہ ہیں۔ ان کا خاندان یہیں ہے۔ ماں باپ یہیں ہیں۔ وہ بھی یہاں آتی ہیں تو مختلف سکولوں میں یا یونیورسٹی میں، کالجوں میں جا کر تبلیغ کرتی ہیں۔ وہ لندن سے آ کے مواقع تلاش کر لیتی ہیں کہ کس طرح جماعت کا تعارف کروانا ہے اور اسلام کا پیغام پہنچانا ہے تو جو یہاں رہنے والے ہیں، مربیان ہیں وہ ایسے مواقع کیوں نہیں پیدا کر سکتے۔ پس یہاں رہنے والے احمدی عہدیداروں اور مربیان کو اس بارے میں ایک مضبوط اور مربوط پروگرام بنانا چاہئے۔ نو احمدی سپینش جس کا میں نے ذکر کیا ہے ان کو بھی میں نے یہی کہا تھا کہ تمہارے خیال میں تبلیغ کے جو بہترین طریقے ہو سکتے ہیں وہ مجھے لکھ کر بھجواؤ۔ جب اس کا وہ مشورہ آئے گا تو وہ بھی یہاں بھجوا دوں گا۔ اگر وہ قابل عمل ہے اور آپ لوگوں کو سمجھ آتی ہے تو پھر اس کے مطابق عمل ہونا چاہئے۔ لیکن اصل چیز یہی ہے کہ آپس کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ذاتیات سے ہٹ کر جماعتی مفادات کو مقدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے احمدی ہو کر اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں اور ایک خاص جوش، جذبے اور لگن سے ادا کرنی ہیں۔ صرف سال بعد نئے مربیان کے یہاں مہینہ کے لئے آ کر لٹریچر تقسیم کرنے سے مقصد پورا نہیں ہو گا۔ میں نے ان لوگوں کو اس لئے بھجوانا شروع کیا تھا کہ ایک تو آپ کی مدد ہو جائے گی کیونکہ یہاں افراد جماعت کی تعداد کم ہے۔ دوسرے اس طرح آپ کے دل میں بھی تبلیغ کا شوق پیدا ہو گا یا زبان صحیح طرح نہ آنے کی وجہ سے کم از کم تبلیغ کرنے کے لئے جو حجاب ہے وہ دُور ہو گا اور سب تبلیغ کے کام میں شامل ہو جائیں گے۔ جو مربیان نئے آتے ہیں ان کو تو زبان نہیں آتی لیکن پھر بھی ہر جگہ جاتے ہیں اور اپنا مقصد پورا کر لیتے ہیں۔

پس یہ احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کا کام جو ایک حقیقی مومن کے سپرد کیا ہے اسے ہم نے بھی پورا کرنا ہے۔ ایک تڑپ اور جذبے سے اس میں حصہ لینا ہے اور اس کام میں سب سے زیادہ مربیان کا پہلے فرض ہے کہ وہ تبلیغ کے مختلف راستے تلاش کریں۔ افراد کو بتائیں اور افراد جماعت کو ساتھ لے کر چلیں۔ جو نیشنل سیکرٹری تبلیغ ہیں وہ تبلیغ کے بارے میں بڑے جذبے کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کھل کر تو مجھے نہیں کہا لیکن لگتا ہے کہ انہیں بجٹ کا بھی مسئلہ رہتا ہے۔ افراد جماعت کے تعاون کا بھی مسئلہ رہتا ہے۔ پس یہ امیر جماعت کی بھی ذمہ داری ہے کہ اگر سیکرٹری تبلیغ اور مربیان اور افراد جماعت کو بجٹ کا مسئلہ ہے تو حل کریں، مجھے لکھیں۔ اور اس کے لئے امیر جماعت کا بھی کام ہے کہ بھرپور تعاون دیں۔ پہلے بھی تو اخراجات بہت سارے مرکز پورے کرتا ہے۔ یہی طریق ہے جس سے ہم اسلام کی کھوئی ہوئی شان دوبارہ قائم کر سکتے ہیں۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد تھا۔ زمانے کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے اور اسلام کی موجودہ حالت کو سامنے رکھ کر اپنے دل کے درد کا ذکر فرماتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ اب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسلام کی شان و شوکت

دوبارہ قائم ہو، اسلام کی برتری دنیا پر دوبارہ ثابت ہو، مخالفین اسلام کے منصوبوں کو اللہ تعالیٰ تباہ کرنا چاہتا ہے اور تباہ کرنے والا ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجنے اور سلسلہ کو قائم کرنے کا انتظام فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اب اس سلسلہ کی عظمت کو دکھا رہا ہے۔ ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان پُر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے یہ مبارک ارادہ فرمایا۔ "خدا تعالیٰ نے ان پر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے یہ مبارک ارادہ فرمایا" کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا اور ایک سلسلہ کو قائم کیا۔ مَیں ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اُس کی عزت اور وقعت اُن کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اس زمانے سے بڑھ کر اسلام پر گزرا ہے جس میں اِس قدر سبّ وشتم اور توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی ہو اور قرآن شریف کی ہتک ہوتی ہو؟ پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے۔ اور بعض وقت مَیں اس درد سے بیقرار ہو جاتا ہوں کہ ان میں اتنی حس بھی باقی نہیں رہی کہ اس بے عزتی کو محسوس کر لیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عزت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی جو اس قدر سبّ وشتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا اور ان مخالفینِ اسلام کے منہ بند کر کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمت اور پاکیزگی کو دنیا میں پھیلاتا جبکہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو اس توہین کے وقت اس صلوٰۃ کا اظہار کس قدر ضروری ہے۔ اور اس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی صورت میں کیا ہے۔ "یعنی جماعت احمدیہ کو قائم کر کے۔ فرمایا" مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے اور اس کی آیات ونشانات کے اس قدر لوگ گواہ ہیں کہ اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ان کی تعداد اس قدر ہو کہ رُوئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اتنی فوج نہیں ہے۔ اس قدر صورتیں اس سلسلہ کی سچائی کی موجود ہیں کہ ان سب کو بیان کرنا بھی آسان نہیں۔ چونکہ اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسی توہین کے لحاظ سے اس سلسلہ کی عظمت کو دکھایا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 13-14)

اور ہم گواہ ہیں کہ یہ عظمت اللہ تعالیٰ دکھا رہا ہے۔ یہاں بھی پریس کی اور لوگوں کی توجہ پیدا ہوئی ہے اور دنیا کے بعض ممالک میں اس کے کھل کر اظہار بھی ہو رہے ہیں۔ پس یقیناً یہ باتیں جو ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات کی تصدیق کرنے والی ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے کام تو وہ خود کر رہا ہے لیکن اس میں ہمیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے اس لئے اس میں حصہ دار بنیں اور بھرپور طریقے سے بنیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ ہمیں یہ بتاتے ہوئے کہ **عمر بڑھانی ہے تو تبلیغ کے کام میں مصروف ہو جاؤ، فرماتے ہیں** کہ:

"سب آدمی اپنے اپنے کام اور غرض سے جس کے لئے وہ آئے ہیں واقف نہیں ہوتے۔ بعض کا اتنا ہی

کام ہوتا ہے کہ چوپایوں کی طرح کھا پی لینا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اتنا گوشت کھاتا ہے۔ اس قدر کپڑا پہنتا ہے وغیرہ اور کسی بات کی ان کو پرواہ اور فکر ہی نہیں ہوتی۔ ایسے آدمی جب پکڑے جاتے ہیں تو پھر یک دفعہ ہی ان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔" فرمایا" لیکن جو لوگ خدمت دین میں مصروف ہوں ان کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے اس وقت تک کہ جب تک وہ اس کام اور خدمت کو پورا نہ کر لیں۔" فرمایا کہ "انسان اگر چاہتا ہے کہ اپنی عمر بڑھائے اور لمبی عمر پائے تو اس کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے خالص دین کے واسطے اپنی عمر کو وقف کرے۔ یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ سے دھوکہ نہیں چلتا۔ جو اللہ تعالیٰ کو دغا دیتا ہے وہ یاد رکھے کہ اپنے نفس کو دھوکہ دیتا ہے۔ وہ اس کی پاداش میں ہلاک ہو جاوے گا۔" فرمایا کہ "پس عمر بڑھانے کا اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے کہ انسان خلوص اور وفاداری کے ساتھ اعلائے کلمۃ الاسلام میں مصروف ہو جاوے اور خدمت دین میں لگ جاوے اور آجکل یہ نسخہ بہت ہی کارگر ہے کیونکہ دین کو آج ایسے مخلص خادموں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر عمر کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے۔ یونہی چلی جاتی ہے۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 329-330)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جو نصیحت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمائی تھی وہی ہمارے لئے بھی ایک سنہری نصیحت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ بخدا تیرے ذریعہ ایک آدمی کا ہدایت پا جانا تیرے لئے اعلیٰ درجہ کے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الجهاد باب من اختار الغزو بعد البناء حدیث 2942)

سرخ اونٹ اس زمانے میں بڑی قیمتی چیز سمجھی جاتی تھی۔ سرخ اونٹ رکھنے والا جو ہوتا ہے وہ امیر کبیر انسان سمجھا جاتا تھا۔ پس آپ نے فرمایا یہ دنیاوی مال و متاع جو ہے اس بات کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا کہ تم تبلیغ کرو اور کسی کی ہدایت کا ذریعہ بنو۔

پس بیشک یہاں دنیا کمائیں جو یہاں آئے ہوئے ہیں لیکن کچھ وقت تبلیغ کے لئے بھی ضرور دیں۔

میں نے تو مہینہ میں ایک دو دن کہا ہے اس سے زیادہ آپ لوگوں کو دینا چاہئے۔ اس سے دنیا بھی ملے گی اور اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو گا۔ جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ تبلیغ کرنے کی وجہ سے اپنا دینی علم بھی بڑھے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی نیک کام اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ ثواب اس پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے اور اس کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔

(صحیح مسلم کتاب العلم باب من سنّ سنة حسنة ... الخ حدیث 6804)

پس یہ اس آیت کی وضاحت ہے جو شروع میں تلاوت کی گئی تھی کہ اس سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے۔ بلانے والے کو بھی ثواب مل رہا ہے۔ نیکی کرنے کا بھی ثواب مل رہا ہے اور جس کو ہدایت مل رہی ہے اس کا بھی ثواب مل رہا ہے۔ دعوت الی اللہ کرنے والے کو دنیاوی انعام بھی ملا، عمر میں بھی برکت پڑی اور نیکی کا ثواب بھی ملا۔ پس اللہ تعالیٰ کے انعاموں کا وارث بننے کے لئے ہمیں ضرورت ہے کہ اس وقت تبلیغ اور دنیا کی ہدایت کے لئے وقت دیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں اس اہم خدمت جو اسلام کی خدمت ہے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"اب وقت تنگ ہے۔ مَیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے۔ اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے۔ یہ آخری زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔ اِس وقت صدق و وفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقع دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی موقع نہ ہو گا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھو دے۔" فرماتے ہیں کہ "نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے بلکہ کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو کہ وہ تمہیں صادق بنا دے۔ اس میں کاہلی اور سستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہو جاؤ اور اُس تعلیم پر جو میں پیش کر چکا ہوں عمل کرنے کے لئے کوشش کرو اور اس راہ پر چلو جو میں نے پیش کی ہے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 263-264)

جیسا کہ میں نے **گزشتہ خطبہ میں بھی کہا تھا اور 'کشتی نوح' کے حوالے سے جو بات کی تھی کہ 'کشتی نوح'** میں ہماری تعلیم کا جو حصہ ہے وہ ضرور ہر ایک احمدی کو پڑھنا چاہئے بلکہ پوری 'کشتی نوح' ہی آپ نے فرمایا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 408)

ہمیں دعوت الی اللہ کی جو توفیق ملنی ہے، اور ہمیں اعمال صالحہ بجالانے کی جو توفیق ملنی ہے اس کی طرف بھی یہ ہماری تعلیم والے جو ارشادات ہیں وہ رہنمائی کرتے ہیں اور یہی وہ تعلیم ہے جو ہمیں بہترین مومن بنا سکتی ہے۔

اعمال صالحہ کی طرف مزید توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"اگرچہ عام نظر میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے بھی قائل ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زبان سے تصدیق کرتے ہیں۔ بظاہر نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ روحانیت بالکل نہیں رہی اور دوسری طرف ان اعمال صالحہ کے مخالف کام کرنا ہی شہادت دیتا ہے کہ وہ اعمال، اعمالِ صالحہ کے رنگ میں نہیں کئے جاتے۔ "اللہ تعالیٰ کے جو حکم ہیں ان کے مخالف سارے کام کر رہے ہیں۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ جو کام مسلمان کر رہے ہیں وہ اعمال صالحہ نہیں ہیں اور جو بعض نیکیاں کر بھی رہے ہیں وہ صرف فرمایا" بلکہ رسم اور عادت کے طور پر کئے جاتے ہیں کیونکہ ان میں اخلاص اور روحانیت کا شمّہ بھی نہیں ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ ان اعمال صالحہ کے برکات اور انوار ساتھ نہیں ہیں۔ خوب یاد رکھو کہ جب تک سچے دل سے اور روحانیت کے ساتھ یہ اعمال نہ ہوں کچھ فائدہ نہ ہو گا اور یہ اعمال کام نہ آئیں گے۔ اعمال صالحہ اُسی وقت اعمال صالحہ کہلاتے ہیں جب ان میں کسی قسم کا فساد نہ ہو۔ صلاح کی ضد فساد ہے۔ صالح وہ ہے جو فساد سے مبرّا منزّہ ہو۔ جن کی نمازوں میں فساد ہے اور نفسانی اغراض چھپے ہوئے ہیں ان کی نمازیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہرگز نہیں ہیں اور وہ زمین سے ایک

بالشت بھی اوپر نہیں جاتی ہیں کیونکہ ان میں اخلاص کی روح نہیں اور وہ روحانیت سے خالی ہیں۔"
(ملفوظات جلد 6 صفحہ 237)

اعمال صالحہ کی حقیقت کیا ہے؟ اس کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"یاد رکھو اللہ تعالیٰ روح اور روحانیت پر نظر کرتا ہے۔ وہ ظاہری اعمال پر نگاہ نہیں کرتا۔ وہ ان کی حقیقت اور اندرونی حالت کو دیکھتا ہے کہ ان کے اعمال کی تہہ میں خود غرضی اور نفسانیت ہے یا اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت اور اخلاص۔ مگر انسان بعض وقت ظاہری اعمال کو دیکھ کر دھوکہ کھا جاتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں تسبیح ہے یا وہ تہجد و اشراق پڑھتا ہے، بظاہر اَبرار و اَخیار کے کام کرتا ہے، "بڑی نیکی کی باتیں کر رہا ہے" تو اس کو نیک سمجھ لیتا ہے۔ "ایک انسان عام طور پر تسبیح جس کے ہاتھ میں ہو اس کو انسان دوسرا بڑا نیک سمجھتا ہے" مگر خدا تعالیٰ کو تو پوست پسند نہیں۔ "جو ظاہری چیزیں ہیں وہ پسند نہیں ہیں۔ "یہ پوست اور قشر ہے اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا اور کبھی راضی نہیں ہوتا جب تک وفاداری اور صدق نہ ہو۔ "ظاہری چمک دمک، ایک چیز کی ظاہری حالت، اس کا ایک shell، باہر کا خول یہ چیزیں اللہ کو پسند نہیں ہیں بلکہ یہ راضی نہیں کرتیں۔ فرمایا "بے وفا آدمی کتّے کی طرح ہے۔ جو مردار دنیا پر گرے ہوئے ہوتے ہیں وہ بظاہر نیک بھی نظر آتے ہوں لیکن افعالِ ذمیمہ اُن میں پائے جاتے ہیں۔ "برے کام کرنے والے ہیں" اور پوشیدہ بدچلنیاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ جو نمازیں ریاکاری سے بھری ہوئی ہوں ان نمازوں کو ہم کیا کریں اور ان سے کیا فائدہ؟" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 239-240)

پس ایسے دکھاوے کے جو اعمال ہیں انسان کے کچھ کام نہیں آسکتے۔ ایسے عمل جس میں ہر لحہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضا مدّ نظر نہ ہو اس کا کوئی ثواب نہیں ہوتا۔ ایسی دعوت الی اللہ کرنے والوں کے نتائج بھی خاطر خواہ نہیں ہوتے چاہے وہ جتنی مرضی کوشش کر لیں۔ پس اس طرف بھی ہمیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

پھر اعمال صالحہ کثرت سے بجالانے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

"پس جو شخص ایمان کو قائم رکھنا چاہتا ہے وہ اعمالِ صالحہ میں ترقی کرے۔ یہ روحانی امور ہیں اور اعمال کا اثر عقائد پر پڑتا ہے۔" اگر مضبوط ایمان ہونا ہے تو اعمال بجالانے ضروری ہیں۔ "جن لوگوں نے بدکاری وغیرہ اختیار کی ہے ان کو دیکھو تو آخر معلوم ہو گا کہ ان کا خدا پر ایمان نہیں ہے۔ حدیث شریف میں اسی لئے ہے کہ چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ اس کی بداعمالی نے اس کے سچے اور صحیح عقیدے پر اثر ڈال کر اسے ضائع کر دیا ہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ اعمالِ صالحہ کثرت سے بجالاوے۔ اگر اِس کی بھی یہی حالت رہی جیسے اَوروں کی تو پھر امتیاز کیا ہوا؟ اور خدا تعالیٰ کو اُن کی رعایت اور حفاظت کی کیا ضرورت ہے؟ خدا تعالیٰ اُسی وقت رعایت کرے گا جب تقویٰ، طہارت اور سچی اطاعت سے اسے خوش کرو گے۔ یاد رکھو کہ اس کا کسی سے کچھ رشتہ نہیں ہے۔ "یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔" محض لاف اور یاوہ گوئی سے کوئی بات نہیں بنا کرتی۔ "فضول باتیں کرتے رہو یا دعوے کرتے رہو۔ ان دعووں کا کوئی فائدہ

نہیں ہے جب تک وفانہ ہو۔ فرمایا کہ "سچی اطاعت ایک موت ہے۔ جو نہیں بجالا تا وہ خدا تعالیٰ سے شطرنج بازی کرتا ہے کہ مطلب کے وقت تو خدا سے خوش ہوتا ہے اور جب مطلب نہ ہو تو ناراض ہو گیا۔ مومن کا یہ دستور نہیں چاہئے۔ بھلا غور تو کرو کہ اگر خدا تعالیٰ ہر ایک میدان میں کامیابی دیتا رہے اور کوئی ناکامی کی صورت کبھی پیش نہ آوے تو کیا سب جہان موحّد نہیں ہو سکتا؟ "ایک خدا کو ماننے والا نہ بن جائے۔ "اور خصوصیت کیا رہے گی۔ اسی لئے جو مصیبت میں وفا اور صدق رکھے گا خدا تعالیٰ اسی سے خوش ہو گا۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 366-367)

پس اعمال صالحہ اس وقت اعمال صالحہ ہیں جب اطاعت بھی کامل ہو اور کامل اطاعت کے ساتھ بجالائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے بجالائے جائیں۔ جب اپنی خواہشات کی دیواروں کو مکمل طور پر گرا دیا جائے اور صرف اور صرف ایک مقصد ہو کہ ہم نے اپنے ہر عمل کے پیچھے خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق عمل کرنا ہے۔ اور سچی فرمانبرداری یہی ہے۔ یہ نہیں کہ جہاں مفاد حاصل ہو جائے وہاں اطاعت اور فرمانبرداری کا اعلان کر دیا۔ جہاں مرضی کے مطابق کام نہ ہو وہاں شکوے شروع ہو گئے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ نظام سے بھی غیر ضروری شکوے نظام سے ہٹاتے ہیں۔ پھر دین سے بھی ہٹاتے ہیں۔ خلافت سے بھی دُور کرتے ہیں اور پھر انسان کو اللہ تعالیٰ سے بھی دُوری پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم نے بعض لوگوں کا یہی انجام دیکھا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"**ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت** کو مدّ نظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہے۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو بچو۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 303)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کی اشاعت اور غلبہ کا حصہ بنائے۔ پیغام کو پہنچانے کا اور اشاعت کے غلبہ کا حصہ بھی بنائے۔ توبہ استغفار کرتے ہوئے، دعائیں کرتے ہوئے ہم تبلیغ کے کام کو سرانجام دینے والے ہوں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد بجالانے والے ہوں۔ یہی حقوق ہیں جو اعمال صالحہ بجالانے کی طرف متوجہ رکھتے ہیں۔ ہمارے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہمارے پیش نظر ہو۔ اللہ تعالیٰ کے کامل فرمانبرداروں میں ہم شامل ہوں۔ اور جب ہم ان باتوں کی طرف اپنی توجہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق انشاء اللہ تعالیٰ، اسلام کے غلبہ کے دن بھی دیکھنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11 مئی 2018ء تا 17 مئی 2018ء جلد 25 شمارہ 19 صفحہ 05 تا 09)

17

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 27/ اپریل 2018ء بمطابق 27/ شہادت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گزشتہ دنوں جماعت کے ایک بزرگ اور عالم مکرم عثمان چینی صاحب کی وفات ہوئی

گزشتہ دنوں جماعت کے ایک بزرگ اور عالم مکرم عثمان چینی صاحب کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چین کے ایک دور دراز علاقے سے اپنی خاص تقدیر سے نکال کر پاکستان آنے اور احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ کس کس طرح اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ سلوک کرتا رہا اور انہیں احمدیت قبول کرنے اور دینی علم حاصل کرنے اور پھر زندگی وقف کرنے کی طرف رہنمائی کی اور توفیق عطا فرمائی۔ ان کی اپنی تحریریں ہیں، انہوں نے اپنی یادداشت لکھی ہے اور اس میں کافی تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ تفصیل تو یہاں بیان کرنے کا وقت نہیں۔ انہوں نے مختلف لوگوں کو جو اپنی بعض باتیں بتائیں، لوگوں نے جو اُن کے بارے میں بعض باتیں لکھی ہیں وہ بھی بہت تفصیل سے لکھی ہوئی ہیں اور ان کی تفصیل بیان کرنا بھی یا ان سب کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ **بہت ایمان افروز واقعات ہیں۔** ان کے حالات اور ان کی زندگی اور خدمات اور سیرت کے بارے میں اتنا زیادہ مواد ہے کہ ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ **میرے خیال میں خدام الاحمدیہ پاکستان یہ کام بہتر طور پر کر سکتی** ہے۔ بہرحال اس وقت میں اس درویش صفت انسان، جماعت کے بزرگ واقف زندگی، مبلغ سلسلہ، عالم، بلکہ حقیقت میں عالم باعمل اور ولی اللہ انسان کا کچھ تذکرہ کروں گا جو واقفین زندگی اور مبلغین کے لئے بھی خاص طور پر اور عمومی طور پر ہر ایک کے لئے، ہر احمدی کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔ مختلف لوگوں نے ان کی سیرت کے بارہ میں جو لکھا ہے اس کا جیسا کہ مَیں نے کہا بعد میں مختصراً ذکر کروں گا۔

عثمان چینی صاحب معروف تھے عثمان چینی کے نام سے۔ ان کا پورا نام محمد عثمان چو چنگ شی تھا۔ 13/ اپریل 2018ء کو ان کی وفات ہوئی۔ یہ 13/ دسمبر 1925ء کو چین کے صوبہ آن خوئی میں ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ہائی سکول کے بعد 1946ء میں نان چنگ یونیورسٹی میں ایک سال کا ایڈوانس کورس کیا۔ پھر نان چنگ نیشنل یونیورسٹی کے شعبہ سیاسیات میں تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ چونکہ سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لئے قانون، فلسفہ یا دینیات سیکھنے کا سوچا۔ پہلے کہتے ہیں ترکی جا کر تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ تھا۔ پھر 1949ء میں یہ پاکستان تشریف لے آئے۔ خود تحقیق کر کے انہوں نے بیعت کی۔ جامعہ احمدیہ میں تعلیم شروع کی۔ اپریل

1957ء میں جامعہ احمدیہ سے شہادۃ الاجانب کا امتحان پاس کیا۔ یہ مبلغین کا short course تھا۔ 16/ اگست 1959ء کو آپ نے وقف کیا اور آپ کا تقرر جنوری 1960ء میں ہوا۔ پھر مبلغین کلاس کا کورس پاس کرنے کے لئے انہوں نے دوبارہ اپریل 1961ء میں جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ اور 1964ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ پاکستان میں وکالت تصنیف تحریک جدید ربوہ میں نیز کراچی اور ربوہ میں ان کو بطور واقف زندگی اور مربی خدمت کی توفیق ملی۔ 1966ء میں سنگاپور اور ملائشیا تشریف لے گئے۔ وہاں ان کو تقریباً ساڑھے تین سال سنگاپور میں اور چار مہینے کے قریب ملائشیا میں خدمت کی توفیق ملی۔ 1970ء میں واپس پاکستان آئے اور پھر مختلف جگہوں پہ مربی سلسلہ رہے۔ عمرہ اور حج بیت اللہ کرنے کی بھی سعادت ان کو نصیب ہوئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی ہجرت کے بعد جب یہاں لندن میں مختلف دفاتر کا قیام ہوا، کاموں میں وسعت پیدا ہوئی، جماعتی لٹریچر کا ترجمہ کرنے کی طرف زیادہ وسعت پیدا ہوئی تو چینی ڈیسک بھی قائم کیا گیا۔ پھر ان کو یہاں بلا لیا گیا اور آپ کو چینی کتب کے چینی تراجم کی توفیق ملی جس میں چینی ترجمہ قرآن خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جماعتی عقائد اور تعلیمات پر مشتمل کتب بھی آپ نے لکھیں۔

آپ کے پسماندگان میں آپ کی ایک اہلیہ، ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔ جہاں تک چینی ترجمہ قرآن کا سوال ہے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت پر انہوں نے 1986ء میں چینی ترجمہ قرآن کا کام شروع کیا۔ اسی سال جون میں آپ کو پاکستان سے برطانیہ بلا لیا گیا اور چار سال کی محنت کے بعد یہ ترجمہ مکمل ہوا۔ چینی صاحب خود لکھتے ہیں کہ چینی ترجمہ قرآن کا کام کافی وقت چاہتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی طرف سے ہدایت تھی کہ اسے صد سالہ احمدیہ جشن تشکر کے موقع پر شائع ہونا چاہئے۔ کہتے ہیں مجھے بہت فکر تھی کہ کام وقت پہ مکمل ہو جائے۔ مناسب آدمیوں کی تلاش تھی جو چینی زبان کا معیار بہتر کرنے اور نظر ثانی کے کام میں مدد دے سکیں اور پاکستان یا یُوکے میں رہ کر یہ کام بڑا مشکل تھا۔ مثلاً اگر چینی زبان میں کسی کو عبور تھا تو اسلامیات سے ناواقف تھا اور اگر دین کا علم تھا تو چینی زبان معیاری نہیں تھی۔ یہ بڑا مشکل کام تھا۔ بہرحال کہتے ہیں جب ترجمہ مکمل ہو گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت پر چین اور سنگاپور جا کر چینی زبان کے ماہرین سے بھی مشورہ کیا۔ اس کو بہتر بنایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے چینی زبان میں قرآن کریم کا بڑا معیاری ترجمہ تیار ہوا اور خود یہ بڑی عاجزی سے لکھتے ہیں کہ یہ کام میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس سے یہ ممکن ہوا۔ یہ کہتے ہیں کہ چینی زبان میں اس سے قبل بھی بعض تراجم قرآن کریم موجود تھے اور بعد میں بھی تراجم ہوئے جن کی تعداد دس سے زیادہ ہے۔ لیکن **جماعت احمدیہ کا جو ترجمہ ہے اس کی اپنی منفرد خصوصیات ہیں جو کسی اور ترجمہ میں نہیں ہیں** اور یہ جماعتی علم کلام کی وجہ سے ایک بڑا شاہکار ہے۔ اس کی اشاعت پر چین اور دوسرے ممالک کے اہل زبان کی طرف سے بیشمار تبصرے موصول ہوئے جن میں اس ترجمہ کو بہترین قرار دیتے ہوئے زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ جماعت کا ترجمہ کافی مقبول ہے اور اس کی بڑی ڈیمانڈ ہے۔ بعض لوگ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ جماعتی عقائد بیچ میں ڈال دیئے گئے ہیں یا اپنے مطابق تفسیر کر دی گئی ہے لیکن عمومی طور پر ترجمہ کا معیار ہر ایک نے بہت اعلیٰ قرار دیا۔ چین کے ایک پروفیسر لِن سانگ (Lin Song) ہیں انہوں نے ایک کتاب "اس صدی کے چینی زبان میں تراجم

قرآن" لکھی جس میں ہمارے ترجمہ قرآن کا بھی ذکر کیا اور اس میں تقریباً پندرہ صفحات ہیں جن میں جماعت احمدیہ کے چینی ترجمہ قرآن پہ اس کا تبصرہ ہے اور پروفیسر صاحب بڑی وضاحت کے ساتھ ہمارے قرآن کریم کے ترجمہ کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ عام علماء جب ترجمہ کرتے ہیں تو بعض الفاظ کا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ ترجمہ کی جگہ وہی عربی لفظ لکھ دیتے ہیں یا حاشیہ میں اس کی تشریح کرتے ہیں لیکن آخر تک یوں لگتا ہے جیسے وہ حصہ ان کے لئے مبہم ہے جبکہ عثمان صاحب کے ترجمہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ایسے مقامات کا ترجمہ بھی کرتے ہیں اور جس بنیاد پر وہ ترجمہ کیا ہوتا ہے اس کے تائیدی حوالے حاشیہ میں درج کر دیتے ہیں۔ یہ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ ترجمہ قرآن کے متعلق میں نے تبصرہ لکھا تھا اس کے بعد کئی دفعہ عثمان صاحب سے ملاقات بھی ہوئی۔ میرا تاثر یہ ہے، یہ ایک غیر کا، پڑھے لکھے پروفیسر کا تأثر ہے جو اسلام پر اپنے آپ کو اتھارٹی سمجھتا ہے کہ یہ یعنی عثمان چینی صاحب ایک سیدھا سادہ خاکسار، مخلص، کھرا اور احکام پر سنجیدگی سے عمل کرنے والا شخص ہے۔ کہتے ہیں رمضان میں میں نے انہیں دعوت پر بلایا تھا۔ عثمان صاحب روزہ رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کو شریعت کی اعلیٰ کتاب سمجھتے ہیں۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ اگرچہ ان کے ترجمہ اور تفسیر کے بعض حصے ہمارے چینی سُنّی فرقہ کے لوگوں کے نقطہ نظر سے مطابقت نہیں رکھتے تاہم کیا اس بات سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ یہ شخص توحید کا قائل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا ہے اور احکام الٰہی کی پابندی کرنے والا ہے۔

(ماخوذ از روزنامہ الفضل مورخہ 12 مارچ 2012ء صفحہ 3 جلد 97-62 نمبر 60)

چینی صاحب نے اپنی نگرانی میں جو چائینیز لٹریچر تیار کیا ان کے انگریزی ٹائٹل یہ ہیں۔ My life and ancestary چائینیز میں لکھی ہے۔ Introduction to morality چائینیز میں لکھی۔ سات کتابیں ان کی اپنی ہیں۔ ویسے پینتیس کے قریب کتابیں ہیں جو انہوں نے ترجمہ کیں، یا اپنی نگرانی میں کروائی ہیں۔ An outline of Ahmadiyya Muslim jama'at یہ جماعت کا تعارف ہے۔ Outline of Islam۔ اسلام کا تعارف ہے۔ Fundamental questions and answers about Islam بنیادی سوال ہیں اسلام کے بارہ میں۔ Islamic concept of Jihad and Ahmadiyya Muslim Jama'at یہ بھی انہوں نے چائینیز میں کتاب لکھی ہے۔ Ahmadiyya Muslim comunity's contribution to the world یہ لکھی اور انسانی زندگی میں اسلام کی اور مذہب کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ان کی علمی خدمات ہیں۔ میں نے مختصراً ذکر کیا ہے۔

گھریلو زندگی کے بارہ میں ان کی اہلیہ لکھتی ہیں کہ جب میرے لئے پاکستان سے عثمان صاحب کا رشتہ آیا تو میرے والد صاحب نے عمر کے فرق کی وجہ سے رشتہ پر رضامندی ظاہر نہیں کی۔ ان کی اہلیہ بھی چینی ہیں۔ کہتی ہیں میری عمر اس وقت بیس سال تھی اور عثمان صاحب کی پچاس سال کے قریب تھی۔ کئی ماہ تک والد صاحب نے مجھے اس رشتہ کے متعلق بتایا نہیں۔ پھر آخر جب انہوں نے بتایا تو خط میرے سامنے رکھ دیا کہ میں خود فیصلہ کر لوں۔ کہتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں باہر کے کسی ملک میں ایک بڑے میدان میں بالکل خالی ہاتھ کھڑی ہوں اور اچانک سوچتی ہوں کہ میرا کیا بنے گا۔ تب میں نے کچھ فاصلے پر سفید کپڑوں میں ملبوس ایک شخص کو

دیکھا اور ایک آواز سنی کہ تمہاری ساری ضرورتیں اس شخص کے ذریعہ پوری کی جائیں گی۔ کہتی ہیں اس خط کو دیکھنے کے بعد میں نے عثمان صاحب کو خواب میں دیکھا جبکہ وہ سفید کپڑوں میں ملبوس میرے پاس کھڑے تھے اور میں لیٹی ہوئی تھی۔ بعد میں جب مجھے عثمان صاحب کی تصویر دکھائی گئی تو مجھے معلوم ہوا کہ یہی وہ شخص ہے جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا اور اس طرح میں نے رشتہ قبول کر لیا۔ چار سال منگنی رہی۔ پاسپورٹ نہیں بن رہا تھا۔ وہاں کے حالات بڑے خراب تھے اور سیاسی صورتحال اور کلچرل ریولیوشن (Revelation) کی وجہ سے ان کا آنا بہت مشکل تھا۔ کہتی ہیں عثمان صاحب نے ایک خواب میں دیکھا تھا کہ جب ماؤزے تنگ کی وفات ہو گی تو بیوی آئے گی۔ اور ماؤزے تنگ صاحب جو اس وقت کے چائنا کے چیئرمین تھے، ان کی صحت بھی اچھی تھی کوئی بیمار بھی نہیں تھے اور بڑے آرام سے زندگی گزار رہے تھے۔ بہرحال اس پر انہوں نے کہا یہ تو بڑا لمبا عرصہ ہے پتہ نہیں کب آئے۔ اس پر چینی صاحب نے فیصلہ کیا کہ ماؤزے تنگ کو خط لکھیں۔ کہتے ہیں میں خط پوسٹ کرنے جا رہا تھا کہ ماؤزے تنگ کی وفات کی اطلاع مل گئی۔ ان کی بیوی لکھتی ہیں کہ اس کی وفات کے چند دن بعد ہی مجھے اپنا پاسپورٹ مل گیا۔ اور کہتی ہیں چنانچہ میں پاسپورٹ لے کے اپنے والد صاحب کے گھر آئی اور جب میں گھر آئی تو اس رات بہت بارش ہوئی اور اس سے پہلے بہت خشک سالی تھی۔ اتنی بارش ہوئی کہ پانی کے بہاؤ کی وجہ سے زمین میں جو بڑے بڑے کٹاؤ پیدا ہو جاتے ہیں وہ پیدا ہو گئے۔ ایک غیر احمدی ہمسائے نے مجھے کہا کہ تم پہلے آ جاتی تو ہماری یہ خشک سالی دور ہو جاتی۔ بہرحال کہتی ہیں ایک ہفتہ کے بعد میں چائنا سے نکلی اور سامان میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ دو جوڑے تھے جو عثمان صاحب کے چھوٹے بھائی نے مجھے دیئے تھے اور Soya Sauce کی چند cubes تھیں۔ 12/ اگست 1978ء کو میں کراچی پہنچی۔ وہاں چوہدری احمد مختار صاحب نے نکاح پڑھایا اور خود ہی میرے ولی مقرر ہوئے۔ تیسرے دن ہم نے چائنیز ایمبیسی میں جانا تھا۔ ٹرین کے ذریعہ ہم گئے جس میں مردوں اور عورتوں کا علیحدہ علیحدہ انتظام تھا اور فیصلہ یہ ہوا تھا کہ جب سارے لوگ ٹرین سے اتر جائیں گے تو ہم سٹیشن پر ملیں گے۔ لیکن یہ کہتی ہیں کہ میں تو نئی تھی جس ڈبے میں بیٹھی تھی اس کے سارے لوگ، مسافر اس سے پہلے ہی اتر گئے۔ میں سمجھی یہی آخری سٹیشن ہے اور ٹرین جب دوبارہ چلی تو پھر مجھے احساس ہوا لیکن اس وقت پھر ٹرین پہ چڑھنا مشکل تھا۔ بہت رش تھا۔ خیر میں بڑی پریشان تھی۔ بہرحال ایک پولیس افسر نے جب مجھے پھرتے ہوئے دیکھا تو اس نے ریلوے پولیس والوں کو وہاں بلا لیا اور پھر مجھے چائنیز ایمبیسی بھجوا دیا۔ کہتی ہیں میں نے نقاب اور کوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس وقت ایمبیسی والوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں چائنیز ہوں کیونکہ ایک عورت برقعے میں کس طرح ہو سکتی ہے۔ بہرحال انہوں نے ایک چائنیز رسالہ منگوایا اور مجھے کہا پڑھ کے سناؤ اور پھر ٹیکسی کا انتظام کیا گیا۔ بہرحال ایک لمبی کہانی ہے اور کسی نہ کسی طرح وہ پہنچ گئیں۔ ٹیکسی والا راستے میں پوچھتا جا رہا تھا کہ کہاں لے جانا ہے تو اس نے ان کو پہنچا دیا اور بلکہ ٹیکسی والا بڑا حیران تھا کہ میں نے کبھی اس طرح کسی نوجوان عورت کو گھومتے ہوئے اور پھر اس طرح ملتے ہوئے دیکھا نہیں۔ بہرحال کہتی ہیں کہ یہ ہماری زندگی کی ابتدا تھی۔ عثمان صاحب کے بارے میں لکھتی ہیں کہ اچھے خاوند تھے **بلکہ میرے روحانی استاد تھے**۔ جب میں پاکستان آئی تو انہوں نے سب سے پہلے مجھے نماز پڑھنا سکھائی۔

مسجد میں نماز پڑھانے کے بعد گھر آ کر مجھے باجماعت نماز پڑھاتے۔ کئی کئی گھنٹوں مجھے نماز کے عربی الفاظ سکھاتے۔ انہوں نے مجھے لفظ بہ لفظ اور سطر بہ سطر سکھایا اور نصیحت کی کہ اس کی مشق کرتی رہو اور اگر بھول جاؤ تو دعاؤں کی کتاب پاس رکھو۔ انہوں نے چھ ماہ میں مجھے قاعدہ پڑھنا سکھا دیا۔ انہوں نے مجھے قرآن پڑھنا سکھانا شروع کیا تو ساتھ ہی ترجمہ بھی سکھایا تا کہ میری دلچسپی قائم رہے۔ بہت صبر والے تھے۔ بہت گہرائی تک جا کر مضمون سمجھاتے۔ لمبی مثالوں کے ساتھ سمجھاتے۔ بہت صلہ رحمی رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی والدہ کو چائنا سے پاکستان بلا کر ان کی بھرپور خدمت کی۔ کہتی ہیں بعض دفعہ ہمارے حالات ایسے ہوتے تھے، ایسا وقت بھی آیا کہ دن میں دودھ کی صرف ایک بوتل خرید سکتے تھے اور وہ بھی اپنی والدہ کو دے دیتے تھے۔ جہاں بھی سفر پر جاتے اپنی والدہ کو ساتھ رکھتے۔ چینی صاحب نے والدہ کی بڑی خدمت کی۔ کہتی ہیں آپ کی تمام عمر اپنے کام کے ساتھ لگاؤ پر مشتمل تھی۔ جب آپ کی صحت اچھی تھی تو اکثر رات دیر تک دفتر کام کرتے بلکہ بعض دفعہ کام کرتے کرتے صبح ہو جاتی تھی۔ گھر میں ان کا سب سے اہم کام بچوں کی اچھی تربیت کرنا تھا اور باقی چھوٹے چھوٹے دنیاوی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ اپنے کھانے اور کپڑوں وغیرہ کے متعلق بہت سادہ مزاج تھے۔

پھر ان کی بڑی بیٹی ہیں ڈاکٹر قرۃ العین لکھتی ہیں کہ میرے والد صاحب کی بعض خصوصیات کو الفاظ میں بیان کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ آپ بہت شفیق، مہربان، نہایت محنتی، انتھک، ہمیشہ اچھی امید رکھنے والے، عاجز انسان تھے۔ ہر معاملے میں ہم سارے بہن بھائیوں کو اور پھر اپنے دامادوں کو بھی گفتگو میں شامل ہونے کی ترغیب دیتے تھے۔ ہماری سکول کی پڑھائی میں دلچسپی لیتے تھے۔ ٹیچر کے تاثرات معلوم کرتے تھے کہ کیا کہا ٹیچرز نے اور کہتے تھے تم لوگوں کی زندگی کا مقصد یہ ہے، دنیا میں اس لئے تمہیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے، یہ مقصد ہے تمہارا کہ تبلیغ کرو خاص طور پہ چائنیز لوگوں کو اور ہمیں باقاعدگی سے نصیحت کرتے تھے کہ روحانیت، اخلاق اور علم میں ترقی کرتے رہو۔ اور اکثر کہتے کہ تم لوگوں کی شخصیت، عمل اور رویّہ کو دیکھ کر لوگوں کو یہ احساس ہونا چاہئے کہ خدا کا وجود موجود ہے کیونکہ جو بچے خدا پر یقین رکھتے ہیں وہ ان بچوں سے بہت بہتر ہوتے ہیں جو یہ یقین نہیں رکھتے۔ یہ بھی نصیحت کرتے کہ تمہارے ہر کام میں جو شروع کرو اس میں باقاعدگی ہونی چاہئے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ بچپن میں ڈانٹا ہو۔ ہمیشہ پیار سے سمجھاتے تھے اور جہاں کبھی سختی کی تو وہ نماز کے بارے میں کہ نماز میں باقاعدگی کیوں نہیں رکھی۔ اور کہتی ہیں بلکہ ہمیں بچپن میں عادت ڈالنے کے لئے پانچوں وقت مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے لے جاتے تھے اور چھٹیوں میں ہمیں کوئی نہ کوئی کتاب پڑھنے کے لئے دیتے پھر اس کا ٹیسٹ لیتے۔

پھر کہتی ہیں کہ انہوں نے کشتی نوح کی ایک بہت پرانی کاپی پڑھنے کے لئے دی اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ اس کو پڑھو اس کی اردو اتنی زیادہ مشکل نہیں ہے جتنی دوسری کتابوں کی اردو مشکل ہے۔ اور پھر کہنے لگے کہ یہ کشتی نوح پہلی کتاب ہے جو انہوں نے جامعہ احمدیہ میں خود پڑھی تھی۔ پھر پردے کے بارے میں بھی ان کو فکر تھی۔ یونیورسٹی جاؤ گی تو پردہ کرنا اور اگر نقاب اتارنے کی مجبوری ہو تو پھر یہ ہے کہ میک اَپ نہیں کرنا اور صرف **پڑھائی کے دوران اُتارنا ہے۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے انہوں نے پوچھا تھا اور پھر اس کی اجازت**

دی۔ یونیورسٹی میں اس شرط کے ساتھ پڑھنا ہے کہ تمہارا پردہ ہو اور اگر کلاس میں مجبوراً اتارنا بھی پڑے تو پھر میک اَپ نہیں ہونا چاہئے اور اس کے بعد بھی پھر فوراً پردہ ہو۔

اسی طرح چھوٹی بیٹی ہیں منزہ۔ وہ بھی کہتی ہیں کہ ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ تم لوگوں کو چاند کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اس طرح اگر چاند نہ ملا تو ستارے تو مل ہی جائیں گے۔ یعنی کہ ہمیشہ اونچے مقاصد رکھو اور پنجوقتہ نماز باجماعت کے ساتھ ہمیں تہجد کی بھی ترغیب دیتے۔ پانی کے چھینٹے ڈال کر فجر کی نماز پہ اٹھاتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی کتب پڑھنے کی طرف توجہ دلاتے اور کئی گھنٹوں بیٹھ کر بڑے صبر اور تحمل سے ہمارے سوالوں کے جواب دیتے۔ یہ نہیں کہ ذرا سی بات پر تنگ آ جائیں۔ یہ والدین کے لئے بھی ایک نمونہ ہے۔ ہمیشہ یہ کہتے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں دی ہیں ان کو استعمال کرو۔ کبھی ضائع نہ کرو اور کہتے جو عمل بھی کرو اسے خدا کی عبادت کی نیت سے کرنا چاہئے۔ روحانی ترقی کی مثال دیتے ہوئے کہتے تھے کہ وہ اس سیڑھیوں کی طرح ہوتی ہے جس میں کبھی کبھی توقّف آ جاتا ہے لیکن پھر ساتھ ہی مزید بلندی کی طرف قدم بڑھتا ہے۔

یہ لکھتی ہیں کہ انہوں نے ہمیں سادگی، عاجزی اور دوسروں کو خود پر ترجیح دینا سکھایا۔ جب آپ صدر جماعت اسلام آباد تھے تو تمام گھروں میں سینٹرل ہیٹنگ لگائی جا رہی تھی۔ اس وقت انہوں نے یقین دہانی کی کہ ہمارے گھر میں سب سے آخر میں یہ کام ہو۔ ان کے بیٹے ڈاکٹر داؤد صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ جامعہ کی تعلیم کے دوران انہیں اپنے بڑے بھائی اور والد صاحب کی وفات کا ٹیلیگرام آیا۔ تو اس وقت جامعہ کے امتحانات میں مصروف تھے۔ انہوں نے سوچا کہ یہ افسوس ناک خبر بھی جامعہ کے امتحان کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہے اور یہ سوچ کر آپ نے وقت پر امتحان دیئے اور وقت ضائع نہیں کیا۔

ان کے یہ بیٹے ہی لکھتے ہیں کہ چائنیز لوگوں میں تبلیغ کا انہیں بہت شوق تھا۔ جس فنکشن میں بھی جاتے وہاں لوگوں کو احمدیت کا تعارف کراتے اور لٹریچر تقسیم کرتے یہاں تک کہ جب آپ بیمار ہو گئے اور چل نہیں سکتے تھے تو ویل چیئر (wheel chair) پر آتے تھے، اور ویل چیئر کے خانے میں بھی بڑی بڑی کتابیں ڈالنے پر اصرار کرتے تھے تاکہ لوگوں میں تقسیم کر سکیں۔

پھر یہ کہتے ہیں کہ جب میں چھوٹا تھا تو کبھی ان کے دفتر میں چلا جاتا۔ پین یا پنسل لینے کی کوشش کرتا تو مجھے **اپنے آفس میں رکھے ہوئے پین استعمال کرنے نہیں دیتے تھے۔** اور میری والدہ سے کہتے تھے کہ میرے لئے الگ پین خرید کر دو۔ اس کو پَین کی ضرورت ہے۔ اور اگر کبھی فوٹو کاپی کروانی ہوتی تو مجھے کہتے کہ گھر سے اپنا کاغذ ساتھ لے کر آؤ اور پھر مشین پر فوٹو کاپی کر لینا۔ پھر یہ بیٹے ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے صفاتی نام یاد کرنے کی تلقین کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے صفاتی نام ہیں وہ یاد کرو۔ انہوں نے چائنیز زبان میں ایک نظم لکھی تھی جس میں اللہ تعالیٰ کے سو صفاتی ناموں کی تعریف کی تھی۔ یہ نظم روزانہ رات کو پڑھتے تھے اور کھیل کی صورت میں ہم بہن بھائیوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام یاد کرنے کا مقابلہ کرواتے تھے اور پھر انعام بھی دیتے تھے۔

دو تین مہینے پہلے یہ اپنے داماد اور فیملی کے ساتھ مجھ سے ملنے آئے تو ان کے داماد لکھتے ہیں کہ مجھے انہوں

نے تین پوائنٹ لکھ کے دیئے کہ میں تو بول نہیں سکوں گا۔ انہوں نے میرے سے جو پوچھنا تھا وہ یہ تھا کہ میں کمزور ہوں اور خود کھڑا نہیں ہو سکتا اس لئے ویل چیئر پر بیٹھا ہوں اس کے لئے مجھے معذرت ہے۔ **خلافت کا بڑا احترام تھا۔** اور یہ بھی کہ یہ دعا کریں کہ میں آخری سانس تک تبلیغ کرتا رہوں اور اس کی مجھے اجازت بھی دیں اور پھر یہ کہ دفتر میں جا نہیں سکتا تو گھر میں اپنا کام کرنے کی اجازت دیں۔ کام کی دُھن تھی۔ یہ نہیں تھا کہ گھر میں بیٹھا ہوں تو فارغ بیٹھا رہوں۔ گھر میں بھی کام کرتا رہوں۔ یہ جب حج پہ گئے ہیں تو ان کے داماد بھی ساتھ تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ عثمان صاحب نے اپنے دعائیہ جذبات کو چائینیز منظوم کلام میں لکھا ہوا تھا اور ان کو بتایا کہ میں ان جذبات کو اس لئے منظوم کر رہا ہوں تا کہ آئندہ بھی ان سے فائدہ اٹھا سکوں۔ اور حج کے ہمارے گروپ میں ایک موقع پر چند لوگوں نے مکرم عثمان چینی صاحب سے پوچھا کہ آپ کیا لکھ رہے ہیں۔ آپ نے انہیں مختصراً بتایا کہ میں اپنی چائینیز قوم کے لئے دعائیں کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں حقیقی اسلام کی طرف ہدایت دے۔ ان سوال کرنے والوں نے کافی حیرت کا اظہار کیا کہ ایک عمر رسیدہ بوڑھا شخص جو اس وقت سہارے کے بغیر آسانی سے چل نہیں سکتا اس کو صرف اپنی قوم کی ہدایت کے لئے فکر ہے۔

پھر چینی صاحب اپنے حالات میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ چین میں بدھ ازم اور کنفیوشس ازم اور تاؤ ازم کی بعض تعلیمات آپس میں مخلوط ہو گئی ہیں اور بہت سے چینی ایک وقت میں ان تینوں مذاہب کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ مگر اس زمانے میں انہوں نے ان مختلف تعلیمات کو جمع کر کے اپنے طور پر ایک مذہب بنایا ہے اور اس مذہب میں انسان کی اخلاقی حالت کی طرف خاص توجہ دی جاتی ہے۔ چینی صاحب لکھتے ہیں کہ جب تین چینی اخباروں میں میرے انٹرویو شائع ہوئے تو ملائشیا کی داستا سوسائٹی نے جو نیا مذہب دے ازم ہے اس کی سوسائٹی نے مجھ سے خواہش کی کہ میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کے عنوان پر ایک مضمون لکھوں تا کہ وہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو دوسرے مذاہب کی تعلیمات کے ساتھ ایک رسالہ میں شائع کریں۔ چنانچہ میں نے اس سلسلہ میں ایک مضمون لکھا اور جس پر انہوں نے چینی صاحب کو واپس یہ جواب دیا کہ ہمیں آپ نے اسلام کے بارے میں ایک عظیم الشان مضمون دیا ہم آپ کے بہت ممنون ہیں۔ آپ نے غیر جانبدارانہ رنگ میں اسلام کے حقائق بیان کئے ہیں۔ آپ کی بحث باریک اور لطیف تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بہت اچھی طرح مذہب کے علوم حاصل کئے ہیں۔ چینی لوگوں کو اب تک اسلام سے واقفیت نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ چینی زبان میں اسلام کی تبلیغ نہیں ہوئی۔ اب آپ سنگاپور میں اسلام کی اشاعت کے لئے آ گئے ہیں۔ (جب یہ سنگاپور میں تھے۔) تو یہ لازمی بات ہے کہ اسلام ان ممالک میں چینیوں میں پھیل جائے اور چینی لوگ بھی اس سے برکات حاصل کریں۔

آغا سیف اللہ صاحب ان کے کلاس فیلو بھی تھے یا اس زمانے میں جامعہ میں پڑھتے تھے لکھتے ہیں کہ عثمان چینی صاحب میرے کلاس فیلو بھی تھے۔ آپ بھرپور جوانی کی عمر میں پارسا خوش خصائل اور نیک اطوار کے مالک تھے۔ بڑے سوز و گداز سے نماز ادا کرتے۔ نہایت تضرع سے دعا مانگتے تھے۔ نفلی روزے رکھتے۔ نوافل ادا کرنے کے عادی تھے۔ تسبیح و تحمید اور ذکر الٰہی میں کمال شغف رکھتے تھے۔ احمدیت کی نعمت ملنے پر اظہار تشکر کرتے اور

ہمیشہ عظیم محبت اخلاص اور فدائیت کے جذبات کا مظاہرہ کرتے۔ لکھتے ہیں کہ یہ سچی شہادت ہے کہ زمانہ طالبعلمی میں بعض اوقات شدت اداسی اور تفکّر میں ان کے آنسو بہنے لگتے۔ اپنی والدہ، بھائیوں سے ملاپ اور ان کی خیریت کے بارہ میں وہاں پر قائم نظام حکومت کی وجہ سے بعض اوقات دکھ کا اظہار کرتے اور بڑے الحاح سے اور تضرع اور سوز سے اپنے خالق حقیقی کے حضور اپنے مطلوبہ مقاصد کے لئے دعائیں کرتے۔ کہتے ہیں یہ نظارے اب بڑی عمر میں بھی میرے لئے قابل رشک ہیں۔ آغا سیف اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے کہ اس بندہ خدا نے اس زمانہ ابتلا میں جو مانگا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص اور دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور احمدیت کی برکت سے سب کچھ دیا اور وافر رحمتوں سے بھی نوازا بلکہ مخلوق خدا نے بھی ان کی قبولیت دعا کے ثمرات سے فیض پایا۔ کہتے ہیں کہ مجھے بھی زمانہ طالب علمی میں حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی، حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری، صاحبزادہ سید ابوالحسن صاحب اور دیگر بزرگوں کی خدمت میں بیٹھنے اور درخواست دعا کرنے اور ان کی قبولیت کے اثرات دیکھنے کی بفضلہٖ تعالیٰ توفیق ملی ہے۔ یہ لکھتے ہیں کہ میں پوری احتیاط سے اپنے مشاہدے اور وجدان سے گواہی دے سکتا ہوں کہ عبادت میں سوز و گداز، دعا میں الحاح و تضرع اور قبولیت دعا کے لحاظ سے ان محترم اکابرین کا عکس محترم عثمان چینی صاحب کی ذات میں موجود تھا۔ کہتے ہیں میں نے خود بھی کئی بار ذاتی معاملات میں ان کی قبولیت دعا کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور پھر یہ لکھتے ہیں کہ آپ ہمیشہ مجھے اور میرے ساتھ ملنے والوں کو دعائیں کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپ بڑے زیرک اور مومنانہ فراست کے مالک تھے۔ جماعتی انتظامی معاملات میں اظہار رائے میں نہایت محتاط تھے۔ خود بھی نظام جماعت کا احترام مکمل پابندی سے کرتے تھے۔ اپنے دوستوں اور ملنے والوں کو بھی اس کی ہمیشہ تلقین کرتے۔ خلافت سے مکمل روحانی عقیدت رکھتے اور ان کے احسانات پر تشکر کا اظہار کرتے تھے۔ جب بھی کوئی **آپ سے درخواست کرتا تو پوچھا کرتے تھے کہ خلیفہ وقت کی خدمت میں درخواست دعا کی ہے؟**

یہاں اسلام آباد کے صدر جماعت ڈاکٹر رضوان صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نماز سے ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آخری چند سالوں میں انہیں اپنے گھر سے مسجد تک جانے کے لئے جو صرف چند منٹ کا فاصلہ ہے کئی منٹ لگ جاتے تھے اور راستے میں کئی دفعہ رک کر سانس لینا پڑتا تھا۔ مگر اس کے باوجود میں نے کبھی انہیں نماز جمع کرتے نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ جب مغرب اور عشاء کی نماز میں وقفہ بہت کم تھا تو میں نے انہیں عرض کیا کہ آپ گھر جانے کے بجائے مسجد میں عشاء کا انتظار کر لیا کریں یا جمع کر لیا کریں۔ تو فرمانے لگے کہ چلنے سے exercise ہو جاتی ہے اور گھر سے مسجد تک کا فاصلہ طے کرنے کا ثواب بھی مل جاتا ہے اس لئے میں جاتا بھی ہوں اور آتا بھی ہوں۔

رشید بشیر الدین صاحب ابوظہبی میں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی دعاؤں سے غیر احمدی اور احمدی سب ان سے فیض پاتے تھے۔ جب یہ ڈرگ روڈ کراچی میں مربی تھے تو وہاں قیام کے دوران غیر احمدی مرد و زن چینی صاحب سے اپنی ذاتی اور دیگر معاملات میں مشورے لیتے اور گواہی دیتے کہ ان کے مشوروں پر عمل کرنے سے اور چینی مولوی صاحب سے دعا کروانے کے بعد ان کے بڑے بڑے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ تو مختصر یہ کہ ڈرگ روڈ کراچی کا مشہور چینی مولوی بلا تفریق مذہب ہر ایک کے لئے فیض رساں وجود رہا اور بے شمار محبتیں بانٹتا رہا۔ ان کے

انگلستان چلے جانے کے بعد ایک لمبے عرصہ تک غیر احمدیوں میں ان کا ذکر اور یاد قائم رہی۔

یہ کہتے ہیں مَیں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ چینی صاحب والدہ کی بڑی خدمت کرتے تھے۔ بعض دفعہ والدہ غصہ میں ڈانٹتیں اور یہ لپک کر ان کو باقاعدہ پیار کرتے۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتے اور اتنا انہماک ہوتا کہ اس کی کوئی فکر نہیں ہوتی تھی کہ آس پاس کون دیکھ رہا ہے۔ والدہ سے جو پیار اور ان کا اظہار ہو رہا تھا وہ ایک غیر معمولی تھا۔

جماعت تو کموک قرغزستان کے مجانوف محمد صاحب لکھتے ہیں کہ عثمان چُو صاحب سے میری ملاقات 1994ء میں ایک سفر کے دوران جہاز میں ہوئی۔ ابتداءً مجھے یہ اندازہ نہیں ہوا کہ وہ مسلمان ہیں یا جماعت احمدیہ کے عالم ہیں۔ لیکن جب جہاز پرواز کرنے لگا تو انہوں نے بسم اللہ پڑھا تب مجھے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہیں۔ کچھ دیر کے بعد میں نے انہیں سلام کیا۔ ہمارا تعارف ہوا اور ہم نے مختلف امور پر گفتگو شروع کر دی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ کو جماعت احمدیہ مسلمہ کے بارے میں معلوم ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں میرے علم میں نہیں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ قرآن کریم کا چینی زبان میں ترجمہ پڑھتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ جی میں پڑھتا ہوں۔ اس پر کہنے لگے کہ چینی زبان میں قرآن کریم کے کتنے تراجم کا آپ کو علم ہے؟ میں نے کہا کہ اس وقت جتنے تراجم موجود ہیں میں نے ان کا مطالعہ کیا ہے اور کر رہا ہوں۔ عثمان صاحب نے پوچھا کہ جن مترجمین نے قرآن کریم کے تراجم چینی زبان میں کئے ہیں کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا میں تو سب کو جانتا ہوں۔ تو عثمان صاحب نے کہا ان مترجمین میں سے ایک مترجم کا نام عثمان چُو ہے۔ کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ میں نے کہا جی میں انہیں جانتا ہوں لیکن میں نے ان کا ترجمہ قرآن نہیں پڑھا اور نہ ہی کبھی ان سے ملاقات ہوئی ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ عثمان چُو کو کیسے جانتے ہیں؟ میں نے کہا کہ بس مجھے یہ علم ہے کہ وہ عالم ہیں۔ قرآن کریم کا چینی زبان میں ترجمہ کر چکے ہیں۔ مگر میں نے انہیں کبھی دیکھا نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ میں ہی عثمان چُو ہوں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ عثمان چُو صاحب سے ملاقات کر رہا ہوں۔ انہوں نے مجھے اپنے رابطہ کی اور پھر عارضی طور پر جہاں رہائش رکھے ہوئے تھے اس کی معلومات دیں۔ مَیں نے بھی انہیں اپنا نمبر دیا۔ ایک دو دن کے بعد مجھے چینی صاحب کا فون آیا کہ آپ کے گھر آ کر آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اتنے بڑے مرتبے کے عالم مجھ سے ملنے میرے گھر آئیں گے۔ میں نے ان کا اپنے گھر میں استقبال کیا۔ ان کے ساتھ دو پاکستانی دوست بھی تھے۔ ہم دس منٹ تک بات چیت کرتے رہے۔ اس کے بعد عثمان چُو صاحب نے مجھے ایک ریسٹورنٹ میں دعوت دی۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ مہمان ہیں اور مجھے آپ کو دعوت دینی چاہئے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ آپ طالب علم ہیں اور میں آپ کا بڑا ہوں اور والدین کی جگہ ہوں۔ اس لئے مجھے آپ کی مدد کرنی چاہئے۔ اس کے بعد ہم ریسٹورنٹ میں گئے۔ کھانا کھایا۔ مختلف امور پر گفتگو ہوئی۔ اور اسی طرح کہتے ہیں کہ ایک دن میں ان کو ملنے گیا۔ سینٹرل بنک کی عمارت تھی۔ ہم نے ان کی رہائش گاہ میں بیٹھ کر گفتگو کی اور عثمان چُو صاحب نے مجھ سے وفات مسیح، مسئلہ ختم نبوت، یاجوج ماجوج، جنّ، امام مہدی اور اس طرح قرآن و حدیث کے بارہ میں سوالات کئے۔ میں نے انہیں وہی جواب دیئے جو عام طور پر روایتی مسلمان دیا کرتے ہیں۔ عثمان چو صاحب مسکرانے لگے اور پھر انہوں نے

مجھے ان تمام سوالات کے صحیح جوابات بتائے۔ مجھے الفاظ ہی نہیں مل رہے تھے کہ میں کیا کہوں۔ مجھ پر ان جوابات کا گہرا اثر ہوا۔ اس طرح انہوں نے مجھے قرآن کریم کا ترجمہ اور کچھ کتب بھی تحفہ کے طور پر دیں اور کہا کہ انہیں پڑھو اور پھر ضرور لکھنا اور بتانا کہ ان کتابوں کو پڑھ کر کیسا لگا۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے بہر حال ان کتابوں کو پڑھا اور میری سوچ کلیۃً تبدیل ہو گئی۔ اس وقت مجھے بیعت کا علم نہیں تھا۔ بعد میں پھر میں نے بیعت بھی کر لی۔ اور یہ لکھتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ اس بات کو اعزاز سمجھا کہ مجھے حضرت امام مہدی کے ظہور اور امام مہدی کی سچی جماعت کا علم ہوا۔

دعاؤں کی قبولیت کے لوگوں نے واقعات لکھے ہیں۔ منظور شاد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ربوہ سے کراچی ٹرین پر سفر کر رہے تھے۔ ساٹھ بچے ساتھ تھے۔ ربوہ اطفال کا کوئی فنکشن تھا۔ راستے میں باجماعت نماز ادا کی تو غیر احمدیوں کو پتہ لگ گیا کہ یہ تو احمدی ہیں۔ اس پر مولویوں نے ڈبّوں میں تقریر شروع کر دی کہ ان کے خلاف کارروائی کرو۔ ہم بڑے پریشان تھے۔ عثمان چینی صاحب بھی ساتھ تھے۔ اس وقت سیکیورٹی کے لحاظ سے بھی مختلف لوگوں کی مختلف ڈیوٹیاں لگائی گئیں۔ تو چینی صاحب نے کہا کہ میری بھی لگاؤ۔ اس پر کہتے ہیں کہ میں نے انہیں کہا آپ کا کام یہ ہے کہ برتھ پہ بیٹھ جائیں اور دعا کریں۔ مولویوں کا پروگرام تھا کہ ملتان پہنچ کر ان کے خلاف کارروائی کریں گے اور ماریں گے۔ لیکن کہتے ہیں کہ ملتان گزر گیا تھوڑی دیر بعد مولوی کی طرف سے خاموشی چھا گئی۔ جا کے دیکھا تو مولوی سویا ہوا تھا۔ مولوی صاحب نے تو ملتان اترنا تھا لیکن ایسا سویا کہ ملتان سٹیشن بھی گزر گیا اور اس کی آنکھ نہیں کھلی اور اگلے سٹیشن پر کہیں جا کر وہ اترا اور اس طرح کہتے ہیں کہ ہماری جان بچی۔

اسی طرح عدنان ظفر صاحب ہیں کہتے ہیں کہ میرا ہوم آفس میں کام نہیں ہو رہا تھا۔ پاسپورٹ مانگتا تو کہتے کہ ہمارے ریکارڈ میں آپ کا یُو کے کا ریکارڈ ہی کوئی نہیں ہے۔ مَیں جاب سے چھٹی لے کر تین چار مہینے تک جاتا رہا۔ آخر مایوس ہو گیا۔ ایک دن اسلام آباد میں چینی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ نماز پڑھ کے گھر جا رہے تھے۔ میں نے پاسپورٹ والا اپنا مسئلہ بیان کیا۔ انہوں نے وہیں کھڑے ہو کر دعا کی کہ دعا کرتے ہیں اور اتنی رقّت تھی اور چیخنے والی دعائیں تھیں کہ کہتے ہیں میں بھی ڈر گیا کہ میرے لئے اتنی دعائیں کر رہے ہیں۔ خواہ مخواہ میں نے ان کو تکلیف دی۔ کچھ اور لوگ بھی دعا میں شامل ہو گئے۔ اگلے دن کہتے ہیں میرے وکیل نے جب ہوم آفس فون کیا تو وہاں کوئی اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ کافی لمبی گھنٹی بجی تو وہاں کا جو ڈائریکٹر تھا وہ وہاں سے گزرا اور اس نے فون اٹھا لیا۔ انہوں نے ان کو بتایا کہ اس طرح مسئلہ ہے۔ تو ڈائریکٹر نے کہا کہ اچھا اس سے کہو کہ صبح آ کے مجھے دفتر میں ملے۔ کہتے ہیں میں دفتر میں گیا۔ مسٹر رچرڈ ان کا نام تھا۔ میں reception میں گیا اور reception کو میں نے کہا میں نے ان سے ملنا ہے تو reception والوں نے کہا کہ یہ بڑا افسر ہے وہ تمہیں کہاں ملے گا۔ تم ہمیں بتاؤ تمہارا کیا کام ہے۔ انہوں نے کہا نہیں مجھے انہوں نے خود بلایا ہے۔ کوئی افسر کو اطلاع کرنے کو تیار نہیں تھا۔ آخر ایک آدمی تیار ہوا۔ اس نے جا کر بتایا تو مسٹر رچرڈ خود اپنے دفتر سے اٹھ کے آئے۔ ان کو اپنے ساتھ کمرے میں لے گئے۔ اپنے کمپیوٹر پہ سارا ریکارڈ تلاش کیا۔ پھر اپنے سیکرٹری کو بلایا اور خط دے دیا کہ ان کو پاسپورٹ ایشو کر دیا جائے اور اس کے بعد پھر واپس باہر چھوڑنے آئے۔ اور سارا عملہ دیکھ رہا تھا کہ یہ کون غیر ملکی بڑا آدمی آ گیا ہے کہ جس کو چھوڑنے کے لئے اتنا بڑا افسر

باہر آیا اور دروازہ کھول کر رخصت کر رہا ہے۔ تو اس کو میں کیا بتاتا۔ کہتے ہیں اس وقت میری جو حالت تھی کہ یہ عثمان چُو صاحب کی رقّت بھری دعائیں تھیں جس نے چار مہینے سے پھنسا ہوا کام صرف ایک دن میں کر دیا اور نہ صرف ایک دن میں کر دیا بلکہ بڑے افسر کے ہاتھ سے خود کروا دیا۔

واقعات تو بے شمار ہیں اتنے زیادہ ہیں کہ جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ جو بیان ہو ہی نہیں سکتے۔ چند ایک جو اُن کے قریبی ہیں ان کے بارہ میں بتا دیتا ہوں۔

سید حسین احمد صاحب مربی لکھتے ہیں کہ ہفتہ وار ہمارا اجلاس ہوتا تھا۔ ہمارے مربیان کے پاس سواریاں تو تھیں نہیں۔ بسوں میں بیٹھ کے چلے جاتے تھے۔ رات دیر تک میٹنگ ہوتی تھی جب اس کے بعد جانے کے لئے یہ ہوتا تھا کہ ہم اس انتظار میں ہوتے تھے کہ کسی نہ کسی عاملہ ممبر کے ساتھ چلے جائیں۔ لیکن عثمان چینی صاحب نے کبھی اس کا انتظار نہیں کیا پیدل ہی چل پڑتے تھے یا کوئی بس مل جاتی تھی راستے میں یا کوئی نہ کوئی سواری ان کو لے جاتی تھی اور جس جگہ مشن ہاؤس میں رہتے تھے وہاں اتنی جگہ تھی کہ ایک دفعہ جب انہوں نے دعوت کی تو ہم نے پوچھا کہ آپ رہتے کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یہی کمرہ ہے جو عورتوں کا ہال ہے۔ جب عورتیں نماز پڑھنے آتی ہیں تو اپنا سامان ہم سمیٹ لیتے ہیں اور اس کے بعد یہی ہماری سونے کی جگہ ہے۔ یہی ہمارے کھانے کی جگہ ہے۔ یہی سب کچھ ہے۔ بڑی عاجزی سے انکساری سے چھوٹی سی جگہ پر رہتے رہے۔

رشید ارشد صاحب ہیں جو چینی ڈیسک میں کام کرتے ہیں۔ انہوں نے ان کے ساتھ بڑا لمبا عرصہ کام کیا۔ یہ کہتے ہیں تینتیس سال کام کرنے کا موقع ملا اور ان کے بارے میں جو خصوصیات ہیں وہ لکھتے ہیں کہ نماز باجماعت میں باقاعدگی اور عبادت میں شغف ہمارے لئے ایک نمونہ تھا۔ بارش ہو طوفان ہو برف باری ہو بڑی باقاعدگی سے نماز باجماعت کے لئے مسجد میں تشریف لاتے تھے اور کہتے ہیں ہم نے آپ کو اس حال میں بھی دیکھا ہے کہ بڑھاپے کی وجہ سے کافی کمزور ہو چکے تھے اور اسلام آباد مسجد سے گھر آنے کا، (پہلے بھی اس کا ذکر ہو گیا) چند منٹ کا فاصلہ پندرہ بیس منٹ میں سانس لے لے کر طے کرتے تھے لیکن مسجد ضرور آتے تھے۔ تہجد کا باقاعدگی سے التزام رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کہتے ہیں ہم لمبا سفر کر کے چین کے ایک علاقے میں گئے اور پھر وہاں بھی مقامی احمدی لوگوں سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی اس لئے میرا خیال تھا کہ تہجد کے لئے اٹھنا مشکل ہو گا۔ لیکن صبح دیکھا کہ چینی صاحب تہجد ادا کر رہے ہیں اگرچہ مختصر ادا کی لیکن ناغہ نہیں کیا۔ چینی صاحب نے خود بھی اس بارہ میں لکھا ہے۔ انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جب چین سے ربوہ آئے تو دیکھا کہ ربوہ کے بزرگان کس سوز و گداز سے نمازیں ادا کرتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ اعتکاف کرتے ہیں۔ دعائیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں سنتا بھی ہے۔ اس بات کا آپ پر خاص اثر ہوا اور آپ نے ارادہ کر لیا کہ میں بھی ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلوں گا۔ اس وقت آپ کو خلیفہ وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہنمائی میسر تھی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے وجودوں کی صحبت نصیب تھی۔ مولانا غلام رسول راجیکی صاحب، حضرت مختار احمد صاحب شاہ جہان پوری، حضرت محمد ابراہیم صاحب بقاپوری، سید ولی اللہ شاہ صاحب وغیرہ کی صحبت سے مستفیض ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کی صحبت کی وجہ سے آپ کی شخصیت کو مزید ابھارا اور

اللہ تعالیٰ سے آپ کا مزید تعلق پیدا ہوا۔

کہتے ہیں کہ تبلیغ میں بھی آپ بہت پُرجوش تھے۔ عموماً خاموش طبع اور کم گو طبیعت کے مالک تھے۔ لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ جب تبلیغ شروع ہوتی تھی تو آپ میں غیر معمولی قوت اور جوش پیدا ہو جاتا تھا اور گھنٹوں گفتگو کرتے تھے۔ کئی مرتبہ فون پر بھی گفتگو شروع ہوتی تو وقت کا احساس ختم ہو جاتا اور گھنٹہ گھنٹہ گفتگو ہو جاتی۔ مہمان نوازی بھی آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔ کہا کرتے تھے کہ ہمارے والد بہت مہمان نواز تھے کیونکہ گاؤں میں کوئی ہوٹل نہیں تھا اور ان کے والد کہا کرتے تھے کہ ہمارا گھر ہی ہوٹل ہے۔ مہمان نوازی میں چینی صاحب کی اہلیہ بھی آپ کا بھرپور ساتھ دیتی تھیں۔

اسی طرح جتنے مرضی تھکے ہوں ہر ایک کے جذبات کا خیال رکھنے والے تھے۔ ایک دفعہ رات دیر تک میٹنگ ہوتی رہی اور جب کار میں بیٹھنے لگے تو کسی نے کہا کہ میرا گھر قریب ہے وہاں چلیں تو رشید صاحب کہتے ہیں ہمارا تو خیال تھا کہ انکار کر دیں گے لیکن چل پڑے اور وہاں جا کر اس شخص نے پھر کھانے کا بھی انتظام شروع کر دیا۔ بڑی دیر تک وہاں رہے۔ آپ رات کو Late ایک بجے کے قریب پہنچے۔ لیکن یہ نہیں تھا کہ اس کو انکار کر دیں یا یہ کہیں کہ جلدی کرو میں نے جانا ہے۔

اسی طرح نصیر احمد بدر صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب مجھے چینی زبان سیکھنے کا ارشاد ہوا تو اس کے بعد ان سے رابطہ ہوا۔ وہاں چین کے بہت سے علاقوں میں جا کر دعوت الی اللہ کی توفیق ملتی رہی اور اس موقع پر عثمان چینی صاحب کی نہایت مفید رائے اور مشوروں سے بہت فائدہ اٹھایا۔ کہتے ہیں کہ خطوط کے ذریعہ سے وہاں میری رہنمائی کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ہزاروں چینیوں کو زبانی اور کتب، فولڈر کی شکل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچانے کا موقع ملتا رہا۔ کہتے ہیں تقریباً ہر جگہ عثمان چینی صاحب کا ذکر نہایت اچھے الفاظ میں ہوتا رہا جو چین میں اسلام کے ایک بہت بڑے سکالر سمجھے جاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں چینی زبان کا جو یادگار لٹریچر اپنے پیچھے چھوڑا ہے وہ کبھی آپ کو مرنے نہیں دے گا۔ ان کے قلم سے نکلی ہوئی چینی زبان کی بیسیوں کتب اور تراجم کا ایک سمندر ہے جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی خزائن سے اخذ کیا ہے اور ترجمہ کر کے لوگوں تک پہنچایا۔ ان کی فصیح و بلیغ چینی زبان بھی اپنے اندر ایک خاص کشش و جذب کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ کہتے ہیں اس بات کا اندازہ مجھے چین کے ایک مسلمان مدرسہ میں جا کر ہوا جہاں پہلی دفعہ جانے پر تو انہوں نے کوئی خاص ردّ عمل ظاہر نہیں کیا۔ مسلمانوں کا جو علاقہ ہے وہاں مدرسہ میں گیا لیکن جب میں کچھ عرصہ بعد دوبارہ وہاں گیا تو تمام چینی مسلمان اور امام صاحب بڑا پیار کرتے اور بڑی چاہت سے ملتے تھے۔ اس پر ایک دوست سے میں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ جب میں پہلی دفعہ آپ کے پاس آیا تھا تو آپ میں اتنی چاہت نہ تھی جتنی اب ظاہر ہو رہی ہے۔ اس پر ایک چینی دوست نے بتایا کہ آپ جو چینی زبان کی کتب مولوی صاحب کو دے گئے تھے ان میں سے خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی منتخب تحریرات کا چینی ترجمہ وہ خطبہ میں پڑھ کر سناتے ہیں تو ہمارے اندر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس قسم کی شاندار تحریرات اپنی پوری زندگی میں نہیں سنیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں مزید اس قسم کی کتب لا کر دیں۔

پھر یہ کہتے ہیں کہ چینی صاحب کے آبائی گاؤں میں جانے کا موقع ملا۔ ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملاقات ہوئی۔ سارے کے سارے عثمان چُو صاحب کا نہایت ادب اور محبت سے ذکر کرتے۔ ہر کوئی آتا اور عثمان چُو صاحب سے اپنا رشتہ بتا کر بڑی خوشی کا اظہار کرتا اور کہتے ہیں جتنے دن میں وہاں ٹھہرا سب نے بڑا خیال رکھا۔ بڑی مہمان نوازی کی۔ بڑی آؤ بھگت کی۔ صرف اس لئے کہ عثمان چینی صاحب کو میں جانتا ہوں اور جماعت احمدیہ کا نمائندہ ہوں۔ کہتے ہیں عثمان چینی صاحب کا چینی زبان میں کیا ہوا قرآن کریم کا ترجمہ نہایت سلیس اور آسان الفاظ میں ہر کسی کو سمجھ آنے والا ترجمہ ہے جس میں چینی زبان کی فصاحت و بلاغت کا معیار بھی جھلکتا نظر آتا ہے۔ اس لئے باوجود اس کے کہ قرآن کریم کے دوسرے تراجم بھی چینی زبان میں موجود ہیں لیکن عثمان چو صاحب کا ترجمہ پورے چین میں یکساں مقبول اور سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا اندازہ بہت سے چینی علماء سے مل کر ہوا جو جماعت کے عقائد سے اختلاف رکھنے کے باوجود اس ترجمہ کو نہایت پسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے حد درجہ چاہت رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ علاقے کے دورے کے دوران جب ایک بزرگ امام نے میرے پاس یہ ترجمہ دیکھا تو ان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ اِن کے پاس چینی صاحب والا ترجمہ تھا اور اس کو دیکھ کر انہوں نے نہایت خوشی کا اظہار کیا اور بار بار کہتے رہے کہ مجھے اس ترجمہ کی لمبے عرصہ سے تلاش تھی کیا آپ مجھے یہ قرآن کریم عطا کر سکتے ہیں؟ ہم نے انہیں کہا کہ اس وقت تو ہمارے پاس صرف ایک ہی نسخہ ہے۔ آپ اپنا ایڈریس بھجوا دیں ہم آپ کو عثمان چینی صاحب سے منگوا دیتے ہیں۔ تو کچھ دیر سوچ کر کہنے لگے کہ آپ یہ قرآن کریم تھوڑی دیر کے لئے مجھے ادھار دے دیں۔ میں اس کی فوٹو کاپی کروا لیتا ہوں۔ قریباً ساڑھے چودہ سو صفحات پر مشتمل اس ترجمہ کی فوٹو کاپی کرنے پر ان کا یہ شوق دیکھ کر ہم نے پھر ان کو قرآن کریم دے دیا اور وہ اتنے خوش ہوئے اور بار بار شکر ادا کرتے تھے کہ جیسے ان کو کوئی بے بہا خزانہ مل گیا۔ خزانہ تو یقیناً ہے۔ خوشی کا اظہار ان سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

اسی طرح ان کے بے شمار رابطے تھے۔ ابھی بھی ان کے رابطے تھے۔ اسی طرح اور مبلغین جو وہاں رہے ہوئے ہیں انہوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ چین میں جہاں بھی ہم جاتے تھے ہر جگہ چینی صاحب کا ذکر تھا۔ ظفر اللہ صاحب بھی وہاں مربی سلسلہ رہے ہیں۔ آجکل پاکستان میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ 2004ء میں چینی صاحب جب پاکستان تشریف لے گئے تو اسلام آباد سے ربوہ کے سفر کے دوران کلر کہار کے علاقے میں مجھے لے جا کر وہ جگہ دکھائی جہاں آپ جامعہ میں تعلیم کے دوران آکر چلّہ کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی قبولیت دعا کا ایک واقعہ بھی بیان کیا کہ کس طرح ایک گھر میں تشریف لے گئے جن کے ہاں شادی کے دس سال بعد تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ چلّہ کے دوران چینی صاحب سے اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی۔ چینی صاحب نے دعا کی اور خواب میں دیکھا کہ ان کے صحن میں چارپائی پر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سوئے ہوئے ہیں۔ آپ نے یہ خواب ان کو سنائی اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا عطا کرے گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹے سے نوازا۔ یہ جب کلر کہار میں چلّہ کیا کرتے تھے تو مجھے بھی یاد ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے زمانے میں ہم چھوٹے ہوتے

تھے۔ میں بھی ایک دفعہ اس جگہ گیا تو نیچے ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور قرآن کریم ہاتھ میں تھا۔ دعائیں کر رہے تھے۔ پھر ہم لوگوں نے بچوں نے بھی اور بڑوں نے بھی ان کو دعا کے لئے کہا۔ بڑے مسکراتے ہوئے جواب دیا کرتے تھے اور بڑی شفقت کا سلوک کیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر نوری صاحب بھی لکھتے ہیں کہ 2004ء میں چودہ پندرہ سال قبل جب ان کا چیک اَپ کیا گیا تو تشخیص ہوا کہ ان کو دل کی بیماری ہے اور اس کا علاج بھی کوئی نہیں کیا جا سکتا۔ کہتے ہیں مجھے بہت پریشانی ہوئی کیونکہ محض دعا اور چند معمولی ادویات کے سوا اور کوئی ترکیب نہیں تھی۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے survival کے چانس بہت کم ہوتے ہیں اور چند سال سے زیادہ نہیں جی سکتے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ میں حیران ہوں کہ چینی صاحب کو کئی بار ملا ہوں اور علالت کے باوجود کمزوری کے آثار تو ظاہر ہوتے رہے لیکن اللہ کے فضل سے آپ نے کبھی اپنی بیماری کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں حائل نہیں ہونے دیا اور کام ہمیشہ کرتے رہے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ بیماری کی وجہ سے کام نہ کریں یا عبادتوں میں کمی بلکہ **ایک نے مجھے لکھا ہے کہ برف شدید پڑی ہوئی تھی ہمارا خیال تھا کہ چینی صاحب کے لئے آنا مشکل ہو گا۔ آج فجر کے وقت برف زیادہ ہے اور اس وقت چلا بھی نہیں جا رہا تو کوئی مسجد میں نہیں آئے گا لیکن کم از کم جا کے مسجد تو کھولتے ہیں لیکن کہتے ہیں جب ہم باہر نکلے تو برف پہ پاؤں کے نشان تھے اور جب اندر گئے تو دیکھا کہ چینی صاحب مسجد میں نہ صرف آئے ہوئے ہیں بلکہ بہت پہلے برف میں چل کر آئے اور آ کر تہجد کی نماز وہاں ادا کر رہے تھے۔**

عطاء المجیب راشد صاحب نے ان کا جو خلاصہ لکھا ہے وہ اچھا خلاصہ ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے بہت بڑا خلا چھوڑا۔ بلند پایہ بزرگ تھے۔ کہتے ہیں مَیں چینی صاحب کی خصوصیات کے بارے میں سوچ رہا تھا تو **مجھے ذہن میں آیا کہ بہت دعا گو اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔** نمازوں کے بیحد پابند، بیماری اور کمزوری کے باوجود مسجد جانے والے، بہت نیک اور خدا ترس، بے ضرر انسان تھے۔ ہر ایک کی خیر خواہی کرنے والے اور نیک مشورہ دینے والے تھے۔ بہت سادہ مزاج اور بے تکلف انسان تھے۔ بہت مہمان نواز اور محبت بھرے اصرار سے مہمان نوازی کرنے والے تھے۔ بہت بلند ہمت اور کمزوری کے باوجود متحرک خدمت دین میں مصروف اپنی ذمہ داری کو بہت اخلاص محنت اور محبت سے ادا کرنے والے، خدمت دین کرتے چلے جانے کی ایک دُھن بہت نمایاں تھی۔ خلافت احمدیہ کے سچے، بے ریا اور باوفا خدمت گزار تھے۔ ہمیشہ بہت خندہ پیشانی اور مسکراہٹ سے ملتے تھے اور بے شمار ان کی خصوصیات ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے جو انہوں نے بیان کی۔

اللہ تعالیٰ مکرم عثمان چینی صاحب کے درجات بلند سے بلند کرتا چلا جائے اور ان کی اہلیہ کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان کا حافظ و ناصر ہو اور اسی طرح بچوں کو بھی ان کی دعاؤں اور نیکیوں کا وارث بنائے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں۔ مَیں اب نماز کے بعد ان کا نماز جنازہ بھی پڑھوں گا۔ انشاء اللہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18 مئی 2018ء تا 24 مئی 2018ء جلد 25 شمارہ 20 صفحہ 05 تا 09)

18

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 04 مئی 2018ء بمطابق 04 ہجرت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ "حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت قوم عرب کے تمدّن اور اخلاق اور روحانیت کا کیا حال تھا۔ گھر گھر میں جنگ اور شراب نوشی اور زنا اور لوٹ مار۔ غرض ہر ایک بدی موجود تھی۔ کوئی نسبت اور تعلق خدا تعالیٰ کے ساتھ اور اخلاق فاضلہ کے ساتھ کسی کو حاصل نہ تھا۔ ہر ایک فرعون بنا پھرتا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے جب اسلام میں داخل ہوئے تو ایسی محبت الٰہی اور وحدت کی روح ان میں پیدا ہو گئی کہ ہر ایک خدا تعالیٰ کی راہ میں مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ انہوں نے بیعت کی حقیقت کو ظاہر کر دیا اور اپنے عمل سے اس کا نمونہ دکھا دیا۔"

صحابہ رُسول ﷺ کا اعلیٰ مقام:

آپ فرماتے ہیں کہ "..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے کس قدر وفاداری کا نمونہ دکھایا جس کی نظیر نہ پہلے تھی نہ آگے دکھائی دیتی ہے۔" آپ فرماتے ہیں کہ "لیکن خدا تعالیٰ چاہے تو وہ پھر بھی ویسا ہی کر سکتا ہے۔ ان نمونوں سے دوسروں کے لئے فائدہ ہے۔ اس جماعت میں "یعنی آپ اپنی جماعت کے بارے میں فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ ایسے نمونے پیدا کر سکتا ہے۔" آپ فرماتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ نے صحابہؓ کی تعریف میں کیا خوب فرمایا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (الاحزاب:24) مومنوں میں سے ایسے مرد ہیں جنہوں نے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ سو اُن میں سے بعض اپنی جانیں دے چکے اور بعض جانیں دینے کو تیار بیٹھے ہیں۔" فرماتے ہیں کہ "صحابہؓ کی تعریف میں قرآن شریف سے آیات اکٹھی کی جائیں تو اس سے بڑھ کر کوئی اسوۂ حسنہ نہیں۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 431 تا 433)

یعنی اس آیت سے بڑھ کے کوئی اسوہ نہیں جو آپ کے صحابہ کے بارہ میں بیان ہوا۔ پس نیکیوں کے، قربانیوں کے یہ نمونے ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے کچھ خطبات میں مَیں صحابہ کے حالات بیان کرتا رہا ہوں جن میں بدری صحابہ بھی تھے اور چند دوسرے بھی۔ **لیکن مجھے خیال آیا کہ پہلے صرف بدر کی جنگ میں شامل ہونے والے صحابہ کا ذکر کروں۔ ان کا ایک خاص مقام ہے۔ یہ وہ** لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور جو اللہ تعالیٰ کی خاص رضا حاصل

کرنے والے لوگ ہیں۔

آج حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب کا ذکر کروں گا۔ ان کا ذکر خاص طور پہ جس طرح یہ مسلمان ہوئے تفصیل سے تاریخ اور احادیث میں بیان ہے۔ اسی طرح ان کی شہادت کا واقعہ بھی۔ یہ سید الشہداء کے لقب سے مشہور ہیں اور اسی طرح اَسد اللہ اور اَسد رسول بھی ان کا لقب ہے۔ حضرت حمزہؓ سردار قریش حضرت عبد المطلب کے صاحبزادے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ حضرت حمزہ کی والدہ کا نام ہالہ تھا اور یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں۔ حضرت حمزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال اور ایک روایت کے مطابق چار سال عمر میں بڑے تھے۔

(استیعاب جلد اوّل صفحہ 369 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت1992ء)،(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 67 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1996ء)

حضرت حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ ایک لونڈی تھی ثوبیہ انہوں نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔

(شرح زرقانی جلد 4 صفحہ 499 باب ذکر بعض مناقب العباسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت1996ء۔ از مکتبۃ الشاملۃ)

حضرت حمزہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوی نبوت کے بعد چھ نبوی میں دارِ اَرقم کے زمانہ میں اسلام قبول کرنے کی توفیق پائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 6 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام کا واقعہ حضرت مصلح موعودؓ نے تاریخی واقعات کی روشنی میں اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ اس کا کچھ خلاصہ میں بیان کروں گا اور کچھ تفصیل بھی۔ اس کو سن کے انسان جب تصور میں لاتا ہے کہ کس طرح حضرت حمزہ نے اسلام قبول کیا اور اس کی کیا وجہ بنی اور کس طرح ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غیرت آئی جب ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر زیادتی کی تھی۔ بہرحال اس واقعہ کا ذکر اس طرح ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان ایک پتھر پر بیٹھے تھے اور یقیناً یہی سوچ رہے تھے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو کس طرح قائم کیا جائے کہ اتنے میں ابوجہل آ گیا۔ اس نے آتے ہی کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنی باتوں سے باز نہیں آتے۔ یہ کہہ کر اس نے آپ کو سخت غلیظ گالیاں دینی شروع کیں۔ آپ خاموشی کے ساتھ اس کی گالیوں کو سنتے رہے اور برداشت کیا۔ ایک لفظ بھی آپ نے منہ سے نہیں نکالا۔ ابوجہل جب جی بھر کے گالیاں دے چکا تو اس کے بعد وہ بدبخت آگے بڑھا اور اس نے آپ کے منہ پر تھپڑ مارا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اسے کچھ نہیں کہا۔ آپ جس جگہ بیٹھے تھے اور جہاں ابوجہل نے گالیاں دی تھیں وہاں سامنے ہی حضرت حمزہ کا گھر تھا۔ حضرت حمزہؓ اس وقت تک ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ روزانہ صبح تیر کمان لے کر شکار پہ چلے جایا کرتے تھے اور شام کو واپس آتے تھے اور پھر قریش کی جو مجالس تھیں ان میں بیٹھا کرتے تھے۔ اس دن جب ابوجہل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور بڑا بُرا سلوک کیا تو وہ شکار پر گئے ہوئے تھے لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ جب ابوجہل یہ سب کچھ کر رہا تھا تو حضرت حمزہ کے خاندان کی ایک لونڈی دروازے میں کھڑی ہو کر یہ نظارہ دیکھ رہی تھی۔ ابوجہل جب بار بار آپ پر حملہ کر رہا تھا اور

بے تحاشا گالیاں آپ کو دے رہا تھا۔ آپ خاموشی اور سکون سے اس کی گالیوں کو برداشت کر رہے تھے۔ وہ لونڈی دروازے میں کھڑی ہو کر یہ سارا نظارہ دیکھتی رہی۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ وہ بیشک ایک عورت تھی اور کافرہ تھی لیکن پرانے زمانے میں جہاں مکّہ کے لوگ اپنے غلاموں پر ظلم کرتے تھے وہاں یہ بھی ہوتا تھا کہ بعض شرفاء اپنے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک بھی کرتے تھے اور آخر کافی عرصہ کے بعد وہ غلام اسی خاندان کا ایک حصہ سمجھے جاتے تھے۔ اسی طرح وہ بھی حضرت حمزہؓ کے خاندان کی لونڈی تھی۔ جب اس نے یہ سارا نظارہ دیکھا۔ اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا اپنے کانوں سے سب کچھ سنا تو اس پر بہت اثر ہوا مگر کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ دیکھتی رہی سنتی رہی اور اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتی رہی، کڑھتی رہی، جلتی رہی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تو وہ بھی اپنے کام کاج میں لگ گئی۔ شام کو جب حضرت حمزہ اپنے شکار سے واپس آئے اور اپنی سواری سے اترے اور تیر کمان کو ہاتھ میں پکڑے اپنی بڑی بہادری کا، ایک فخر کا انداز دکھاتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے تو وہ لونڈی اس وقت اٹھی۔ اس نے بڑی دیر سے اپنے غصے اور غم کے جذبات اس وقت دبائے ہوئے تھے۔ اس نے بڑے زور سے حضرت حمزہ کو کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی بڑے بہادر بنے پھرتے ہو۔ حمزہ یہ سن کر حیران ہو گئے اور تعجب سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ لونڈی نے کہا کہ معاملہ کیا ہے۔ تمہارا بھتیجا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں بیٹھا تھا کہ ابوجہل آیا اور اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا اور بے تحاشا گالیاں دینی شروع کر دیں اور پھر ان کے منہ پر تھپڑ مارا۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے سے اُف تک نہیں کی اور خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ ابوجہل گالیاں دیتا گیا اور دیتا گیا اور جب تھک گیا تو چلا گیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا۔ تم بڑے بہادر بنے پھرتے ہو۔ بڑے اکڑتے ہوئے شکار سے واپس آئے ہو تو تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہاری موجودگی میں تمہارے بھتیجے کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے۔ حضرت حمزہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اس وجہ سے بھی کہ سرداران قریش میں ان لوگوں کا شمار ہوتا تھا اور ریاست کی وجہ سے اسلام کو ماننے کو تیار نہیں تھے حالانکہ سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں مگر حمزہ اس وقت اپنی شان اور جاہ و جلال کو ایمان پر قربان کرنے کے لئے تیار نہیں تھے مگر جب انہوں نے اپنی لونڈی سے یہ واقعہ سنا تو ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور ان کی خاندانی غیرت جوش میں آئی۔ چنانچہ وہ اسی طرح بغیر آرام کئے غصہ سے کعبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ پہلے انہوں نے کعبہ کا طواف کیا اور اس کے بعد مجلس کی طرف بڑھے جس میں ابوجہل بیٹھا ہوا اپنی بڑیں مار رہا تھا لاف زنی کر رہا تھا اور اس واقعہ کو بڑا مزے لے لے کر سنا رہا تھا اور تکبر کے ساتھ یہ بیان کر رہا تھا کہ آج میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یوں گالیاں دیں اور آج میں نے یہ سلوک کیا۔ حمزہ جب اس مجلس میں پہنچے تو انہوں نے جاتے ہی کمان بڑے زور کے ساتھ ابوجہل کے سر پر ماری اور کہا کہ تم اپنی بہادری کے دعوے کر رہے ہو اور لوگوں کو سنا رہے ہو کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ذلیل کیا اور محمد نے اُف تک نہیں کی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب میں تجھے ذلیل کرتا ہوں اگر تجھ میں کچھ ہمت ہے تو میرے سامنے بول۔ ابوجہل اس وقت مکہ کے اندر ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ قوم کا سردار تھا۔ فرعون والی حالت تھی اس کی۔ جب اس کے ساتھیوں

نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ جوش کے ساتھ اٹھے اور انہوں نے حمزہ پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر ابو جہل جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی کے ساتھ گالیاں برداشت کرنے کی وجہ سے اور پھر اب حمزہ کی دلیری اور جرأت کی وجہ سے مرعوب ہو گیا تھا بیچ میں آ گیا اور ان لوگوں کو حملہ کرنے سے روکا اور کہا تم لوگ جانے دو۔ دراصل بات یہ ہے کہ مجھ سے ہی زیادتی ہوئی تھی اور حمزہ حق بجانب ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے انداز میں پھر لکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جس وقت صفا اور مروہ کی پہاڑیوں سے واپس گھر آئے تھے اپنے دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ میرا کام لڑنا نہیں ہے بلکہ صبر کے ساتھ گالیاں برداشت کرنا ہے مگر خدا تعالیٰ عرش پر کہہ رہا تھا کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تُو لڑنے کے لئے تیار نہیں مگر کیا ہم موجود نہیں ہیں جو تیری جگہ تیرے دشمنوں کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اسی دن ابو جہل کا مقابلہ کرنے والا ایک جانثار آپ کو دے دیا اور حضرت حمزہ نے اسی مجلس میں جس میں کہ انہوں نے ابو جہل کے سر پر کمان ماری تھی اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور ابو جہل کو مخاطب ہو کر کہا کہ تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی ہیں صرف اس لئے کہ وہ کہتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں اور فرشتے مجھ پر اترتے ہیں۔ ذرا کان کھول کر سن لو کہ میں بھی آج سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر قائم ہوں اور میں بھی وہی کچھ کہتا ہوں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اگر تجھ میں ہمت ہے تو آ میرے مقابلے پر۔ یہ کہہ کر حمزہ مسلمان ہو گئے۔

(ماخوذ از رسول کریم ﷺ کی زندگی کے تمام اہم واقعات... الخ۔ انوار العلوم جلد 19 صفحہ 137 تا 139)

روایات میں ہے کہ حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے کے بعد مکہ کے جو مسلمان تھے ان کے ایمان کو بڑی تقویت ملی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 6 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

بلکہ انگریز مؤرخ سر ولیم میور نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد کو حضرت حمزہ اور حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے سے تقویت ملی۔

(The life of Mohammad by sir William Muir, heading the Prophet Insulted pg 89 Edition 1923)

حضرت حمزہ نے دیگر مسلمانوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت کلثوم بن ھِدم کے مکان پر قیام کیا۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ نے حضرت سعد بن خَیثمہ کے ہاں قیام کیا۔ بہرحال مدینہ ہجرت کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان رشتہ اخوت قائم فرمایا۔ اسی بناء پر غزوۂ اُحد پر جاتے ہوئے حضرت حمزہ نے حضرت زید کے حق میں وصیت فرمائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 6 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

مدینہ ہجرت کے بعد بھی کفار کی ریشہ دوانیاں ختم نہیں ہوئیں۔ ان کی چھیڑ چھاڑ مسلمانوں کو تنگ کرنا ختم نہیں ہوا اس لئے مسلمانوں کو بڑا ہوشیار رہنا پڑتا تھا اور کفار کی نقل و حرکت پر نظر رکھنی پڑتی تھی۔ روایت میں ہے قریش کی نقل و حرکت اور ریشہ دوانیوں سے باخبر رہنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مہمات کی ضرورت پیش آئی جن میں حضرت حمزہ کو غیر معمولی خدمت کی توفیق ملی۔ ربیع الاول دو ہجری کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی قیادت میں تیس شُتر سوار مہاجرین پر مشتمل ایک دستہ عِیص کی طرف روانہ فرمایا۔ حمزہ

اور ان کے ساتھی جلدی جلدی وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مکہ کا رئیس اعظم ابوجہل تین سو سواروں کا ایک لشکر لئے ان کے استقبال کو موجود تھے۔ مسلمانوں کی تعداد سے یہ تعداد دس گنا سے زیادہ تھی مگر مسلمان خدا اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل میں گھر سے نکلے تھے اور موت کا ڈر انہیں پیچھے نہیں ہٹا سکتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے مقابل میں ہو گئے۔ صف آرائی شروع ہو گئی اور لڑائی شروع ہونے والی تھی کہ اس علاقے کے رئیس مَجدی بن عمرو الجُھنی نے جو دونوں فریق کے ساتھ تعلقات رکھتا تھا درمیان میں پڑ کر بیچ بچاؤ کروایا اور لڑائی ہوتے ہوتے رک گئی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 329)

یہ بھی روایت **میں آتا ہے کہ جو پہلا لواء تھا یا جھنڈا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کو عطا کیا تھا۔** جبکہ بعض روایتیں یہ ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت حمزہ کے سریہ ایک ساتھ روانہ ہوئے تھے اس سے شبہ پڑتا ہے (کہ جھنڈا کس کو عطا فرمایا) لیکن بہر حال دو ہجری میں غزوہ بنو قینقاع میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا وہ حضرت حمزہ ہی اٹھائے ہوئے تھے۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 283 باب سریة حمزة الیٰ سیف البحر مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 6: حمزہ بن عبد المطلب دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر حضرت حمزہ نے ہمیشہ عمل کیا اور قائم رہے کہ اپنی خودداری اور اپنی عزت نفس کو قائم رکھنا بہتر ہے اور یہ ہمیشہ قائم رکھنی چاہئے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد دیگر مسلمانوں کی طرح حضرت حمزہ کے مالی حالات بھی بہت خراب ہو گئے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ انہی ایام میں ایک روز حضرت حمزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کوئی خدمت میرے سپرد فرما دیں تا کہ ذریعہ معاش کی کوئی صورت پیدا کر لوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اے حمزہ اپنی عزت نفس قائم اور زندہ رکھنا زیادہ پسند ہے یا اسے مار دینا۔ حضرت حمزہ نے عرض کیا میں تو اسے زندہ رکھنا ہی پسند کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اپنی عزت نفس کی حفاظت کرو۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 624 حدیث 6639 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دعاؤں پر زور دینے کی تحریک فرمائی اور بعض خاص دعائیں سکھائیں۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ **اس دعا کو لازم پکڑو کہ**

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الْاَعْظَمِ وَرِضْوَانِکَ الْاَکْبَر

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 2 صفحہ 106 حمزة بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت 1995ء)

یعنی اے اللہ میں تجھ سے تیرے اسم اعظم اور رضوان اکبر کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں اور ہمیشہ پھر آپ نے اس کے پھل کھائے۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ کو دعاؤں پر کتنا ایمان اور یقین تھا ان باتوں کا بھی روایتوں سے اظہار ہوتا ہے اور کیوں نہ ہوتا جبکہ ان دعاؤں ہی کی برکت سے بظاہر اس تہی دست اور تہی دامن مہاجر کو اللہ تعالیٰ نے گھر بار اور ضرورت کا سب کچھ عطا فرمایا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت حمزہ نے بنی نجار کی ایک انصاری خاتون خولہ بنت قیس کے ساتھ شادی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت خولہ بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی اس دور کی محبت بھری باتیں سنایا کرتی تھیں۔ فرماتی تھیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن آپ کو حوض کوثر عطا کیا جائے گا جو بہت وسعت رکھتا ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہ سچ ہے اور یہ بھی سن لو کہ مجھے عام لوگوں سے کہیں زیادہ تمہاری قوم انصار کا اس حوض سے سیراب ہونا پسند ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 822 حدیث 27859 مسند خولہ بنت حکیمؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

کیسی محبت تھی انصار سے صرف اس لئے کہ جب اپنی قوم نے آپ کو نکالا تو انصار تھے جنہوں نے آپ پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔ تاریخ میں غزوۂ بدر کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ دو ہجری میں بدر کا مشہور معرکہ پیش آیا تو غزوہ بدر کے موقع پر کفار کی طرف سے اسود بن عبد الاسد مخزومی نکلا۔ یہ نہایت ہی شریر اور برا شخص تھا۔ اس نے عہد کیا تھا کہ مسلمانوں نے جو پانی کی جگہ رکھی تھی میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حوض میں سے جا کر پانی پیوں گا۔ یا اسے ڈھاؤں گا، خراب کروں گا یا اس کے پاس مر جاؤں گا۔ وہ اس ارادے سے نکلا۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب اس کا مقابلہ کرنے آئے۔ جب ان دونوں کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت حمزہ نے تلوار کا وار کر کے اس کی آدھی پنڈلی کاٹ دی۔ وہ حوض کے پاس تھا۔ وہ کمر کے بل گرا اور اپنی قسم پوری کرنے کے لئے حوض کی طرف بڑھا تا کہ اپنی قسم پوری کرے۔ حضرت حمزہ نے اس کا پیچھا کیا۔ ایک اور وار کر کے اسے ختم کر دیا۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 298-299 باب مقتل الاسود بن عبد الاسد المخزومی مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

وہ حوض کے قریب مر تو گیا لیکن یہ جو تھا کہ پانی پیوں گا یا خراب کروں گا وہ اسے بہر حال نہ کر سکا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس میں کفار کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی۔ رات بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے حضور عاجزانہ دعاؤں اور تضرعات میں مصروف رہے۔ جب کفار کا لشکر ہمارے قریب ہوا اور ہم ان کے سامنے صف آراء ہوئے تو ناگاہ ایک شخص پر نظر پڑی جو سرخ اونٹ پر سوار تھا اور لوگوں کے درمیان اس کی سواری چل رہی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! حمزہ جو کفار کے قریب کھڑے ہیں انہیں پکار کر پوچھو کہ سرخ اونٹ والا کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص انہیں خیر بھلائی کی نصیحت کر سکتا ہے تو وہ سرخ اونٹ والا شخص ہے۔ اتنی دیر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے۔ انہوں نے آ کر بتایا کہ عتبہ بن ربیعہ ہے جو کفار کو جنگ سے منع کر رہا ہے جس کے جواب میں ابو جہل نے اسے کہا ہے کہ تم بزدل ہو اور لڑائی سے ڈرتے ہو۔ عتبہ نے جوش میں آ کر کہا کہ آج دیکھتے ہیں کہ بزدل کون ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ 338-339 حدیث 948 مسند علی بن ابی طالبؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ اور اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور بھائی بھی نکلے اور پکار کر کہا کہ کون ہمارے مقابلہ کے لئے آتا ہے تو انصار کے کئی نوجوانوں نے اس کا جواب دیا۔ عتبہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے بتا دیا کہ ہم انصار میں سے ہیں۔ عتبہ نے کہا کہ ہمیں تم سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ ہم تو صرف اپنے چچا کے بیٹوں سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حمزہ! اٹھو۔ اے علی! کھڑے ہو۔ اے

عبیدۃ بن حارث! آگے بڑھو۔ حمزہ تو عتبہ کی طرف بڑھے اور حضرت علی کہتے ہیں کہ میں شیبہ کی طرف بڑھا اور عبیدۃ اور ولید کے درمیان جھڑپ ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو سخت زخمی کیا اور پھر ہم ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو مار ڈالا اور عبیدۃ کو ہم میدان جنگ سے اٹھا کر لے آئے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الجهاد باب فی المبارزة حدیث2665)

حضرت علیؓ اور حمزہؓ ان دونوں نے تو اپنے اپنے مخالفین کو مار دیا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حمزہ! اٹھو۔ اور اے علی! کھڑے ہو۔ اے عبیدۃ بن حارث! آگے بڑھو۔ اس موقع پر جب تینوں کھڑے ہوئے اور عتبہ کی طرف بڑھے تو عتبہ نے کہا کہ کچھ بات کرو تا کہ ہم تمہیں پہچان لیں کیونکہ وہ خَود پہنے ہوئے تھے۔ ان کے منہ ڈھانکے ہوئے تھے۔ اس موقع پر حضرت حمزہ نے کہا کہ میں حمزہ ہوں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شیر ہے تو عتبہ نے کہا اچھا مقابل ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحه 12 مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 1990ء)

حضرت حمزہؓ کی بہادری کا یہ عالم تھا کہ غزوہ بدر میں کفار میں دہشت ڈالنے کے لئے آپ شتر مرغ کا پر بطور نشان جنگ لگائے ہوئے تھے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ اُمیّہ بن خلف سردار قریش میں سے تھا جو کہ مکہ میں حضرت بلال کو تکالیف دیتا تھا۔ غزوہ بدر میں انصار کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جس کے سینہ میں شتر مرغ کا پر لگا ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ حمزہ بن عبد المطلب ہیں۔ اُمیّہ کہنے لگا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے آج ہمیں سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔

(سیرت ابن هشام صفحه 302 باب مقتل امیه بن خلف مطبوعه دار ابن حزم بیروت 2009ء)

انگریز مؤرخ سر ولیم میور غزوہ اُحد کے ذکر میں حضرت حمزہؓ کی موجودگی کے بارہ میں لکھتا ہے کہ حمزہ لہراتے ہوئے شتر مرغ کے پَر کے ساتھ ہر جگہ نمایاں نظر آتے تھے۔

(The life of Mohammad by sir William Muir, heading Battle of Ohod pg 260 Edition 1923)

اور بھی کئی سرداروں کو آپ نے جنگ میں قتل کیا۔ غزوہ اُحد میں بھی حضرت حمزہؓ نے شجاعت کے کمالات دکھائے۔ آپ کی یہ بہادری قریش مکہ کی آنکھوں میں سخت کھٹکی تھی۔ بخاری میں اس کی تفصیل اس طرح درج ہے کہ: حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری کہتے ہیں کہ میں عبید اللہ بن عدی بن خیار کے ساتھ سفر میں گیا۔ جب ہم حمص جو ملک شام کا مشہور شہر ہے اس میں پہنچے تو عبید اللہ بن عدی نے مجھ سے کہا کہ کیا آپ وحشی بن حرب حبشی سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت حمزہؓ کے قتل کی بابت اس سے پوچھیں گے۔ اس نے کہا کہ اچھا اور وحشی حمص میں رہا کرتا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس کا پتہ دریافت کیا۔ ہم سے کہا گیا کہ وہ اپنے محل کے سائے میں بیٹھا ہے جیسے بڑی مشک ہو۔ جعفر کہتے ہیں کہ ہم اس کے پاس جا کر تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ ہم نے السلام علیکم کہا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ کہتے تھے: عبید اللہ اس وقت پگڑی اور سر اور منہ لپیٹے ہوئے تھے۔ وحشی صرف ان کی آنکھیں اور پاؤں ہی دیکھ سکتا تھا۔ عبید اللہ نے کہا وحشی کیا مجھے پہچانتے ہو؟ کہتے تھے کہ اس نے غور سے انہیں دیکھا تو اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں۔ سوائے اس کے کہ مَیں اتنا جانتا ہوں کہ عدی بن خیار نے ایک عورت سے شادی کی تھی جسے اُمّ قتال بنت ابی

العیص کہتے تھے۔ مکہ میں عدی کے لئے اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اور میں اسے دودھ پلوایا کرتا تھا اور بچے کو اٹھا کر اس کی ماں کے ساتھ لے جاتا تھا اور وہ بچہ اس کی ماں کو دے دیتا تھا۔ میں نے تمہارا پاؤں دیکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی ہے۔ یعنی اس نے پاؤں سے پہچان لیا۔ یہ سن کر عبید اللہ نے اپنا منہ کھول دیا۔

تو پھر انہوں نے کہا کہ حضرت حمزہ کے قتل کا واقعہ ہمیں بتاؤ۔ اس نے کہا کہ حضرت حمزہ نے طُعَیمہ بن عدی بن خیار کو بدر میں قتل کیا تھا۔ میرے آقا جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا کہ اگر تم میرے چچا کے بدلہ میں حمزہ کو قتل کرو تو تم آزاد ہو۔ اس نے کہا جب لوگوں نے دیکھا کہ جنگ اُحد ہونے والی ہے اور عینین اُحد کی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی ہے۔ اُحد کے اور اس کے درمیان ایک وادی ہے۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لئے نکلا۔ جب لوگ لڑنے کے لئے صف آراء ہوئے تو سِباع میدان میں نکلا اور اس نے پکارا کہ کیا کوئی مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں نکلے گا۔ یہ سن کر حضرت حمزہ بن عبد المطلب اس کے مقابل نکلے اور کہنے لگے اے سباع! کیا تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرتے ہو۔ یہ کہہ کر حضرت حمزہؓ نے اس پر حملہ کیا اور وہ ایسا ہو گیا جیسے کل کا گزرا ہوا دن۔

یعنی فوراً ہی اس کو زیر کر لیا اور ختم کر دیا۔ وحشی کہتا ہے کہ میں ایک چٹان کے نیچے حضرت حمزہ کے لئے گھات میں بیٹھ گیا جب وہ میرے قریب پہنچے تو میں نے اپنا برچھا مارا اور اس کو ان کے زیر ناف رکھ کر جو زور سے دبایا تو آر پار نکل گیا اور یہی ان کی آخری گھڑی تھی۔ جب لوگ لَوٹے تو میں بھی ان کے ساتھ لوٹا اور مکہ میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ جب اس میں اسلام پھیلا تو میں وہاں سے نکل کر طائف چلا گیا۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایلچی بھیجے اور مجھ سے کہا گیا کہ آپ ایلچیوں سے تعارض نہیں کرتے۔ انہیں یعنی ایلچیوں کو کچھ نہیں کہتے۔ میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تم ہی وحشی ہو۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے حمزہ کو قتل کیا تھا؟ میں نے کہا ٹھیک بات ہے جو آپ کو پہنچی ہے۔

آپ نے فرمایا تم سے ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو۔ وہ کہتے ہیں یہ سن کر میں وہاں سے نکل گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور مسیلمہ کذاب نے بغاوت کی تو میں نے کہا میں مسیلمہ کی طرف ضرور جاؤں گا شاید میں اسے قتل کروں اور اس طرح حضرت حمزہ کے گناہ کا کفارہ ادا کروں۔ کہتے ہیں کہ میں بھی لوگوں کے ساتھ جنگ میں نکلا۔ پھر جنگ کا حال جو ہوا وہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص دیوار کے ایک شگاف میں کھڑا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے گندمی رنگ کا اونٹ ہے۔ سر کے بال پراگندہ ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ میں نے اس کو اپنا برچھا مارا اور اس کی چھاتیوں کے درمیان رکھ کر زور سے جو دبایا تو دونوں کندھوں کے درمیان سے پار نکل گیا۔ اس کے بعد ایک انصاری نے بھی اس کی گردن کاٹ دی۔ تو بعد میں یہ انجام اس کا ہوا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل حمزۃ بن عبد المطلبؓ حدیث 4072)

عمیر بن اسحاق سے اس طرح مروی ہے کہ اُحد کے روز حمزہ بن عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے دو تلواروں سے جنگ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں اسد اللہ ہوں۔ یہ کہتے ہوئے کبھی آگے جاتے اور کبھی پیچھے ہٹتے۔ وہ اسی حالت میں تھے کہ یکایک پھسل کر اپنی پیٹھ کے بل گرے۔ انہیں وحشی اسود نے

دیکھ لیا۔ ابو اسامہ نے کہا کہ اس نے انہیں نیزہ کھینچ کر مارا اور قتل کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 8 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اور حضرت حمزہ ہجرت نبوی کے بعد بتیسویں مہینہ میں جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ آپ کی عمر اس وقت انسٹھ سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 6 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

روایت یہ ہے کہ ابو سفیان کی بیوی ہند غزوہ اُحد کے دن لشکروں کے ہمراہ آئی۔ اس نے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے جو بدر میں حضرت حمزہ کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا تھا یہ نذر مان رکھی تھی کہ مجھے موقع ملا تو میں حمزہ کا کلیجہ چباؤں گی۔ جب یہ صورتحال ہو گئی اور حضرت حمزہ پر مصیبت آ گئی تو مشرکین نے مقتولین کو مُثلہ کر دیا۔ ان کی شکلیں بگاڑ دیں ناک کان وغیرہ عضو کاٹے۔ وہ حمزہ کے جگر کا ایک ٹکڑا لائے۔ ہند اسے لے کر چباتی رہی کہ کھا جائے مگر جب وہ اس کو نگل نہ سکی تو پھینک دیا۔ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے آگ پر ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا ہے کہ حمزہ کے گوشت میں سے کچھ بھی چکھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 8 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی نعش کے پاس آ کر جن جذبات کا اظہار کیا اور آپ کو بلند مقام کی جو خوشخبری دی اس کے بارہ میں روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت حمزہ کی نعش کو دیکھا تو ان کا کلیجہ نکال کر چبایا گیا تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں جب حضرت حمزہ کی نعش پر آ کر کھڑے ہوئے تو فرمانے لگے کہ اے حمزہ تیری اس مصیبت جیسی کوئی مصیبت مجھے کبھی نہیں پہنچے گی۔ میں نے اس سے زیادہ تکلیف دہ منظر آج تک نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا جبریل نے آ کر مجھے خبر دی ہے کہ حمزہ بن عبد المطلب کو سات آسمانوں میں اللہ اور اس کے رسول کا شیر لکھا گیا ہے۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 395 باب وقوف **النبیؐ** علیٰ حمزۃ و حزنہ علیہ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ اُحد کے دن اختتام پر ایک عورت سامنے سے بڑی تیزی کے ساتھ آتی ہوئی دکھائی دی۔ قریب تھا کہ وہ شہداء کی لاشیں دیکھ لیتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اچھا نہیں سمجھا کہ کوئی خاتون وہاں آئے اور لاشوں کی جو بہت بری حالت تھی وہ دیکھ سکے۔ اس لئے فرمایا کہ اس عورت کو روکو۔ اس عورت کو روکو۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غور سے دیکھا کہ یہ میری والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

چنانچہ میں ان کی طرف دوڑتا ہوا گیا اور شہداء کی لاشوں تک پہنچنے سے قبل ہی میں نے انہیں جا لیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر، میرے سینے پر مار کر مجھے پیچھے کو دھکیل دیا۔ وہ ایک مضبوط خاتون تھیں۔ اور کہنے لگیں کہ پرے ہٹو میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گی۔ میں نے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو روکنے کا کہا ہے کہ آپ ان لاشوں کو مت دیکھیں۔ یہ سنتے ہی وہ رک گئیں اور اپنے پاس موجود دو کپڑے نکال کر فرمایا یہ دو کپڑے ہیں جو میں اپنے بھائی حمزہ کے لئے لائی ہوں کیونکہ مجھے ان کی شہادت کی خبر مل چکی ہے۔

تو یہ تھی اطاعت اس زمانے کی۔ یعنی کہ وہ یہ سنتے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسے روکو تو جہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا باوجود غم کی حالت کے، باوجود اس کے کہ وہ بڑی جوش کی حالت میں تھیں فوری طور پر اپنے جذبات کو کنٹرول کیا اور رک گئیں۔ یہ کامل اطاعت ہے۔ اور کہنے لگیں کہ اپنے بھائی کے لئے کپڑے لائی ہوں۔ شہادت کی خبر مجھے مل چکی ہے۔ تم انہیں ان کپڑوں میں کفن دے دینا۔ جب ہم حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان دو کپڑوں میں کفن دینے لگے تو دیکھا کہ ان کے پہلو میں ایک انصاری شہید ہوئے پڑے ہیں ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا تھا جو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ہمیں اس بات پر شرم محسوس ہوئی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو کپڑوں میں کفن دیں اور اس انصاری کو ایک کپڑا بھی میسر نہ ہو۔ اس لئے ہم نے یہ طے کیا کہ ایک کپڑے میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور دوسرے میں اس انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کو کفن دیں۔ اندازہ کرنے پر ہمیں معلوم ہوا کہ ان دونوں حضرات میں سے ایک زیادہ لمبے قد کا تھا۔ ہم نے قرعہ اندازی کی اور جس کے نام جو کپڑا نکل آیا اسے اسی کپڑے میں دفنا دیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اوّل صفحہ 452 حدیث 1418 مسند زبیر بن العوامؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت حمزہؓ کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیا گیا تھا۔ جب آپ کا سر ڈھانکا جاتا تو دونوں پاؤں سے کپڑا ہٹ جاتا اور جب چادر پاؤں کی طرف کھینچ دی جاتی تو آپ کے چہرے سے کپڑا ہٹ جاتا۔ تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا چہرہ ڈھانک دیا جائے اور پاؤں پر حَرمل یا اِذخر گھاس رکھ دی جائے۔ حضرت حمزہ اور حضرت عبداللہ بن جحش جو کہ آپ کے بھانجے تھے ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 6-7 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)،(مسند احمد بن حنبل جلد 7صفحہ 72 حدیث 21387 مسند خباب بن الارتؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی نعش کو سامنے رکھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک انصاری صحابی کی نعش کو ان کے پہلو میں رکھا گیا اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر اس انصاری کی میّت اٹھا دی گئی تاہم حضرت حمزہ کی میت وہیں رہنے دی گئی۔ یہاں تک کہ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز حضرت حمزہ کی نماز جنازہ دوسرے باقی شہداء کے ساتھ ستّر دفعہ پڑھائی کیونکہ ہر دفعہ حضرت حمزہ کی نعش وہیں پڑی رہتی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 11 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت حمزہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور تمام نیک کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ چنانچہ شہادت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی لاش کو مخاطب ہو کر فرمایا اللہ کی رحمتیں تجھ پر ہوں۔ آپ ایسے تھے کہ معلوم نہیں کہ ایسا صلہ رحمی کرنے والا اور نیکیاں

بجالانے والا کوئی اور ہو۔ اور آج کے بعد آپ پر کوئی غم نہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 9 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور مسلمانوں کے اس بہادر سردار حضرت حمزہ کی تدفین جس بے کسی اور کسمپرسی کے عالم میں ہوئی صحابہ بڑے دکھ کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ بعد میں فراخی کے دَور میں حضرت خباب وہ تنگی کا زمانہ یاد کر کے کہا کرتے تھے کہ حضرت حمزہ کا کفن ایک چادر تھی وہ بھی پوری نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ سر کو ڈھانک کر پاؤں پر گھاس ڈال دی گئی تھی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 71-72 حدیث 21387 مسند خباب بن الارتؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بھی اسی قسم کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ روزے سے تھے تو افطاری کے وقت پُر تکلّف کھانا پیش کیا گیا جسے دیکھ کر انہیں عُسرت کا زمانہ یاد آ گیا۔ تنگی کا زمانہ یاد آ گیا۔ کہنے لگے کہ حمزہ بھی شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ انہیں کفن کی چادر بھی میسر نہ آ سکی تھی۔ پھر ہمارے لئے دنیا کی کشائش ہوئی۔ ہمیں دنیا سے جو ملا ملا اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا ثواب ہمیں جلدی سے نہ دے دیا گیا ہو۔ یعنی دنیا میں نہ مل گیا ہو۔ پھر وہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ انہوں نے کھانا چھوڑ دیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ احد حدیث 4045)

یہ وہ لوگ تھے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ جو کشائش میں اپنے بھائیوں کو یاد کیا کرتے تھے۔ اپنی جو گزشتہ حالت تھی اس کو سامنے رکھتے تھے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنتوں کی خوشخبریاں دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے اور درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔

ایک روایت میں آتا ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اُحد سے واپس لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ انصار کی عورتیں اپنے خاوندوں پر روتیں اور بَین کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا بات ہے حمزہ کو کوئی رونے والا نہیں ؟ انصار کی عورتوں کو پتہ چلا تو پھر وہ حضرت حمزہ کی شہادت پر بَین کرنے کے لئے اکٹھی ہو گئیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ لگ گئی اور جب بیدار ہوئے تو وہ خواتین اسی طرح رو رہی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج حمزہ کا نام لے کر روتی ہی رہیں گی۔ انہیں کہہ دو کہ واپس چلی جائیں۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے کا ماتم اور بَین نہ کریں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 418-419 حدیث 5563 مسند عبد اللہ بن عمروؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

تو اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردوں پر نوحہ کرنا ناجائز قرار دے دیا اور کسی بھی قسم کا جو نوحہ ہے اور بَین ہے وہ ختم کر دیا۔ بڑی حکمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں کے جذبات

کا خیال رکھا۔ انہیں اپنے خاوندوں اور بھائیوں کی جدائی پر ماتم سے روکنے کی بجائے پہلے ان کی توجہ حضرت حمزہ کی طرف پھیری، عظیم قومی صدمہ کی طرف توجہ دلائی جو سب سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غم تھا اور پھر حمزہ پر ماتم اور بَین نہ کرنے کی تلقین فرما کر اپنا نمونہ پیش کر دیا اور انہیں صبر کی تلقین کی، ایسی تلقین جو پُر اثر تھی۔ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ کی جدائی کے غم کا تعلق ہے وہ آخر تک آپ کو رہا۔

کعب بن مالک نے حضرت حمزہ کی شہادت پر اپنے مرثیہ میں کہا تھا کہ میری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور حمزہ کی موت پر انہیں رونے کا بجا طور پر حق بھی ہے مگر خدا کے شیر کی موت پر رونے دھونے اور چیخ و پکار سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ خدا کا شیر حمزہ کہ جس صبح وہ شہید ہوا دنیا کہہ اٹھی کہ شہید تو یہ جوانمرد ہوا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 69 حمزہ بن عبد المطلبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات کو بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے اور انہوں نے اپنی قربانیوں کی جو مثالیں قائم کی ہیں وہ رہتی دنیا تک مسلمان یاد رکھیں اور انہوں نے جو اُسوہ قائم کیا اور جو نیکیاں کر کے ہمیں دکھائیں ان کو کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 25 مئی 2018ء تا 31 مئی 2018ء جلد 25 شمارہ 21 صفحہ 05 تا 08)

19

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 11 مئی 2018ء بمطابق 11 ہجرت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

آج میں جن صحابہ کا ذکر کروں گا ان میں سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن جحش کا ذکر ہے۔ آپ کی والدہ اُمَیمہ بنت عبد المطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ میں پھوپھی تھیں۔ اس طرح آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں جانے سے قبل ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 89 عبد اللہ بن جحش مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

دارِ ارقم وہ مکان ہے یا مرکز ہے جو ایک نو مسلم اَرقم بن اَرقم کا مکان تھا اور مکہ سے ذرا سا باہر تھا۔ وہاں مسلمان جمع ہوتے تھے اور دین سیکھنے اور عبادت وغیرہ کرنے کے لئے ایک مرکز تھا اور اسی شہرت کی وجہ سے اس کا نام دارالاسلام کے نام سے بھی مشہور ہوا اور یہ مکہ میں تین سال تک مرکز رہا۔ وہیں خاموشی سے عبادت کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسیں لگا کرتی تھیں اور پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو پھر کھل کر باہر نکلنا شروع کیا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس مرکز میں اسلام لانے والے آخری شخص تھے۔
(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 129)

بہر حال یہ مرکز بننے سے پہلے ہی حضرت عبد اللہ بن جحش نے اسلام قبول کر لیا تھا اور پھر روایت میں آتا ہے کہ مشرکین قریش کے دست ظلم سے آپ کا خاندان بھی محفوظ نہیں تھا۔ آپ نے اپنے دونوں بھائیوں حضرت ابو احمد اور عبید اللہ اور اپنی بہنوں حضرت زینب بنت جحش، حضرت اُمّ حبیبہ اور حمنہ بنت جحش کے ہمراہ دو دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے بھائی عبید اللہ حبشہ جا کر عیسائی ہو گئے تھے اور وہیں عیسائی ہونے کی حالت میں ان کی وفات ہوئی جبکہ ان کی بیوی حضرت اُمّ حبیبہ بنت ابوسفیان ابھی حبشہ میں ہی تھیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس وقت نکاح کر لیا۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 89 عبد اللہ بن جحش مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت عبد اللہ بن جحش مدینہ ہجرت سے قبل مکہ آئے اور یہاں سے اپنے قبیلہ بنو غنم میں دُوْدَان کے تمام افراد کو (یہ سب کے سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے) ساتھ لے کر مدینہ پہنچے۔ انہوں نے اپنے رشتہ داروں سے مکہ کو اس طرح خالی کر دیا تھا کہ محلہ کا محلہ بے رونق ہو گیا اور بہت سے مکانات مقفّل ہو گئے۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 49 عبد اللہ بن جحش مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

یہی حالات آجکل پاکستان میں بھی بعض جگہ احمدیوں کے ساتھ ہیں۔ بعض گاؤں خالی ہو گئے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب بنو جحش بن رِئَاب نے مکہ سے ہجرت کی تو ابوسفیان بن حرب نے ان کے مکان کو عمرو بن علقمہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جب یہ خبر مدینہ میں حضرت عبد اللہ بن جحش کو پہنچی تو انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات عرض کی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد اللہ کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ خدا اس کے بدلہ میں تجھ کو جنت میں محل عنایت کرے۔ حضرت عبد اللہ بن جحش نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں راضی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا پس وہ محل تیرے واسطے ہیں۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 352 باب ھجرۃ الرسول ﷺ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

یعنی یہ مکانات جو تم نے چھوڑے ہیں ان کی جگہ تمہیں جنتوں میں جگہ ملے گی وہاں محل تیار ہوں گے۔

حضرت عبد اللہ بن جحش کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں وادیٔ نخلہ کی طرف بھیجا جس کا ذکر کتب میں اس طرح ملتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن جب عشاء کی نماز ادا کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش کو فرمایا کہ صبح کو اپنے ہتھیاروں سے لیس ہو کر آنا تمہیں ایک جگہ بھیجنا ہے۔ چنانچہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش کو اپنے تیر و ترکش، نیزہ اور ڈھال سمیت اپنے گھر کے دروازے پر انتظار کرتے ہوئے کھڑا پایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبَیّ بن کعب کو بلوایا اور انہیں ایک خط لکھنے کا حکم دیا جب وہ خط لکھا گیا تو حضرت عبد اللہ بن جحش کو بلا کر اس خط کو ان کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں اس جماعت کا نگران مقرر کرتا ہوں جو آپ کی قیادت میں بھیجا گیا تھا۔ تاریخ میں آتا ہے کہ اس سے پہلے آپ نے اس جماعت پر حضرت عبیدہ بن حارث کو مقرر کیا تھا لیکن روانگی سے پہلے جب وہ رخصت ہونے کے لئے اپنے گھر گئے تو ان کے بچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر رونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش کو ان کی جگہ امیر بنا کر بھیجا اور حضرت عبد اللہ بن جحش کو بھیجتے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا لقب امیر المومنین رکھا۔ سیرۃ الحلبیۃ میں یہ لکھا ہوا ہے۔ اس طرح حضرت عبد اللہ بن جحش وہ پہلے خوش نصیب صحابی تھے جن کا دور اسلام میں امیر المومنین لقب رکھا گیا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 217 سریۃ عبد اللہ بن جحش الی بطن نخلۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ (البقرۃ:218) کی تفسیر میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس کے بعد بھی مکہ والوں کے جوش غضب میں کوئی کمی نہ آئی بلکہ انہوں نے مدینہ والوں کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں کہ چونکہ تم نے ہمارے آدمیوں کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اس لئے اب تمہارے لئے ایک ہی راہ ہے کہ یا تو تم ان سب کو قتل کر دو یا مدینہ سے باہر نکال دو ورنہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم مدینہ پر حملہ کر دیں گے اور تم سب کو قتل کر کے تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔ اور پھر انہوں نے صرف

دھمکیوں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ایام میں یہ کیفیت تھی کہ بسا اوقات آپ ساری ساری رات جاگ کر بسر کرتے تھے۔ اسی طرح صحابہ رات کو ہتھیار باندھ کر سویا کرتے تھے تا کہ رات کی تاریکی میں دشمن کہیں اچانک حملہ نہ کر دے۔ ان حالات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو مدینہ کے قریب، قرب وجوار میں بسنے والے قبائل سے معاہدات کرنے شروع کر دیئے کہ اگر ایسی صورت پیدا ہو تو وہ مسلمانوں کا ساتھ دیں گے اور دوسری طرف ان خبروں کی وجہ سے کہ قریش حملہ کی تیاری کر رہے ہیں آپ نے 2 ہجری میں حضرت عبد اللہ بن جحش کو بارہ آدمیوں کے ساتھ نخلہ بھجوایا اور انہیں ایک خط دے کر ارشاد فرمایا کہ اسے دو دن کے بعد کھولا جائے۔

حضرت عبد اللہ بن جحش نے دو دن کے بعد کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ تم نخلہ میں قیام کرو اور قریش کے حالات کا پتہ لگا کر ہمیں اطلاع دو۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس دوران میں قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ جو شام سے تجارت کا مال لے کر واپس آ رہا تھا وہاں سے گزرا۔ حضرت عبد اللہ بن جحش نے ذاتی اجتہاد سے کام لے کر ان پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں کفار میں سے ایک شخص عمرو بن الحَضْرَمِی مارا گیا اور دو گرفتار ہوئے اور مال غنیمت پر بھی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ جب انہوں نے مدینہ میں واپس آ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں لڑائی کی اجازت نہیں دی تھی اور مال غنیمت کو بھی قبول کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ ابھی رجب شروع نہیں ہوا حالانکہ رجب کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ وہ خیال کرتے رہے کہ ابھی تیس جمادی الثانی ہے۔ رجب کا آغاز نہیں ہوا۔ بہر حال عمرو بن الحَضْرَمِی کا مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جانا تھا کہ مشرکین نے اس بات پر شور مچانا شروع کر دیا کہ اب مسلمانوں کو ان مقدس مہینوں کی حرمت کا بھی پاس نہیں رہا جن میں ہر قسم کی جنگ بند رہتی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں اسی اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ بیشک ان مہینوں میں لڑائی کرنا سخت ناپسندیدہ امر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکا جائے اور خدا تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا جائے اور مسجد حرام کی حرمت کو باطل کیا جائے اور اس کے باشندوں کو بغیر کسی جرم کے محض اس لئے کہ وہ خدائے واحد پر ایمان لائے تھے اپنے گھروں سے نکال دیا جائے۔ تمہیں ایک بات کا خیال تو آ گیا مگر تم نے یہ نہ سوچا کہ تم خود کتنے بڑے جرائم کا ارتکاب کر رہے ہو اور خدا اور اس کے رسول کا انکار کر کے اور مسجد حرام کی حرمت کو باطل کر کے اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال کر کتنے ناپسندیدہ افعال کے مرتکب ہوئے ہو۔ جب تم خود ان قبیح حرکات کے مرتکب ہو چکے ہو تو تم مسلمانوں کو کس منہ سے اعتراض کرتے ہو۔ ان سے تو صرف نادانستہ طور پر ایک غلطی ہوئی ہے۔ مگر تم تو جانتے بوجھتے ہوئے یہ سب کچھ کر رہے ہو۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 474-475 زیر آیت يَسْئَلُوْنَكَ عن الشهر الحرام ...الخ البقرۃ 218)

بخاری کی ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے سریّہ عبداللہ بن جحش کے مثبت نتائج کا ذکر کرتے ہوئے اس کی وضاحت میں لکھا کہ "واقعات بتاتے ہیں کہ اس وفد کو جس غرض کے لئے روانہ کیا گیا تھا اس میں ان کو پوری کامیابی ہوئی اور انہوں نے قیدیوں کے ذریعہ سے قریش مکہ کے منصوبہ اور ان کی نقل و حرکت سے متعلق یقینی اطلاعات حاصل کیں۔ حَضْرَمِی کے قافلے کا واقعہ ایک ضمنی اور اتفاقی حادثہ تھا اور بعض مؤرخین نے جو اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اس مہم کے بعض افراد کو مہاجرین کے غصب شدہ اموال کی تلافی کا خیال پیدا ہوا تھا، یہ رائے صحیح نہیں۔ بلکہ اس مہم کا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ حَضْرَمِی والے قافلے کے ذریعہ ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں جانے والے قافلے کی غرض و غایت اور قریش مکہ کے منصوبہ جنگ کے بارہ میں یقینی معلومات حاصل ہو جائیں اور یہی کام بصیغہ راز ان کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس مختصر قافلے کو اپنے قبضہ میں لانے کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ یہ خیال بہت دُور کا ہے کہ وہ بھیجے تو گئے تھے قریش مکہ کی جنگی تیاریوں سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے لیکن انہوں نے قافلے کے لُوٹنے پر قناعت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس ہونے کو کافی سمجھ لیا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ بڑے پایہ کے صحابی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی۔ آپؐ نے ایک قابل اعتماد رازدار کو اس مہم کے لئے منتخب فرمایا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ کی جنگی تیاریوں کے متعلق علم ہو گیا تو آپؐ نے بھی تیاری شروع کر دی اور اس تیاری میں پوری رازداری سے کام لیا۔"

(صحیح البخاری ترجمہ و شرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جلد 8 صفحہ 15 کتاب المغازی باب قصہ غزوۃ بدر مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

وہ لکھتے ہیں کہ بیشک مغازی میں ایسی روایتیں آتی ہیں یعنی جو جنگوں کی روایات ہیں ان میں یہ آتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش اور آپ کے ساتھیوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن یہ ناراضگی اس لحاظ سے بجا تھی کہ ان کی مہم سے متعلق ایسی صورت پیدا ہو گئی تھی جو فتنہ کا موجب بن سکتی تھی۔ مگر بسا اوقات بعض امور جو بظاہر غلطیاں معلوم ہوتے ہیں منشائے الٰہی کے تحت صادر ہوتی ہیں اور بعض معمولی واقعات عظیم الشان نتائج پر منتج ہو جاتے ہیں۔ پس عین ممکن تھا کہ حضرت عبداللہ بن جحش کی مہم نہ بھیجی جاتی اور ان سے جو کچھ ہوا وہ نہ ہوتا اور ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے آنے والا قافلہ مکّہ میں بلا خطر پہنچ جاتا تو قریش اس قافلے سے فائدہ اٹھا کر بہت بڑی تیاری کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے جس کا مقابلہ کرنا قلیل التعداد بے سروسامان صحابہ کے لئے ناگوار صورت رکھتا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن جحش کے واقعہ سے مغرور سرداران قریش آگ بگولہ ہو گئے اور اس طیش اور غرور میں جلدی سے وہ ایک ہزار کے لگ بھگ مسلح افواج کے ساتھ اس زعم میں مقام بدر پر پہنچ گئے کہ وہ اپنے قافلے کو بچائیں اور وہ نہیں جانتے تھے کہ وہیں ان کی موت مقدر ہے۔ اور دوسری طرف اس بات کا بھی امکان تھا کہ اگر صحابہ کرام کو یہ معلوم ہوتا کہ ایک مسلح فوج کے مقابلہ کے لئے انہیں لے جایا جا رہا ہے

تو ان میں سے بعض تردّد میں پڑ جاتے۔ پس رازداری نے وہ کام کیا جو جنگ میں ایسے مورچے کام دیتے ہیں جنہیں آجکل جنگی اصطلاح میں اَوٹ کہا جاتا ہے یا camouflage بھی کہا جاتا ہے۔

(ماخوذ از صحیح البخاری ترجمہ و شرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جلد 8 صفحہ 17 کتاب المغازی باب قصہ غزوۃ بدر مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

تاریخ میں لکھا ہے خدا اور رسول کی محبت نے ان کو تمام دنیا سے بے نیاز کر دیا تھا۔ انہیں اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جان عزیز کسی طرح راہ خدا میں نثار ہو جائے۔ چنانچہ ان کی یہ آرزو پوری ہوئی اور اَلْمُجَدَّعُ فِی اللّٰہ۔ (خدا کی راہ میں کان کٹا ہوا) ان کے نام کا امتیازی نشان ہو گیا۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 90 عبد اللہ بن جحش مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت عبد اللہ بن جحش کے بارے میں مزید تفصیل کہ آپ کی دعا کس طرح قبول ہوتی تھی۔ آپ کی شہادت سے قبل کی دعا کی قبولیت کا ایک واقعہ مشہور ہے۔ اسحاق بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن جحش نے میرے والد یعنی سعد سے غزوۂ اُحد کے دن کہا کہ آؤ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں چنانچہ دونوں ایک جانب ہو گئے۔ پہلے حضرت سعد نے دعا کی کہ اے اللہ جس وقت میں کل دشمنوں سے ملوں تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ کرنے میں سخت ہو اور اس کا رعب غالب ہو۔ پس میں اس سے لڑوں اور اس کو تیری راہ میں قتل کر دوں اور اس کے ہتھیاروں کو لے لوں۔ اس پر عبد اللہ بن جحش نے آمین کہی۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن جحش نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! کل میرے سامنے ایسا شخص آئے جو حملہ کرنے میں سخت ہو اور اس کا رعب غالب ہو اس سے میں تیری خاطر قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے۔ وہ غالب آ کر مجھے قتل کر دے اور مجھ کو پکڑ کر میری ناک کان کاٹ ڈالے۔ پس جس وقت میں تیرے حضور حاضر ہوں تو تُو مجھ سے پوچھے کہ اے عبد اللہ! کس کی راہ میں تیری ناک اور تیرے دونوں کان کاٹے گئے۔ میں عرض کروں کہ تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں۔ جواب میں تُو یہ کہے کہ تُو نے سچ کہا۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ اس لئے کہ اخیر دن میں مَیں نے ان کی ناک اور دونوں کانوں کو دیکھا کہ ایک دھاگے میں معلّق تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 90 عبد اللہ بن جحشؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

یعنی کٹے ہوئے تھے اور انہیں پرویا ہوا تھا۔ یہ ظالمانہ فعل ہے جو وہ کافر کرتے تھے اور یہی آجکل بھی بعض دفعہ بعض شدت پسند مسلمان اسلام کے نام پر کر رہے ہیں۔

حضرت مطلب بن عبد اللہ بن حَنْطَب کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس روز اُحد کی جانب روانہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں مدینہ کے قریب ایک جگہ شیخین کے پاس رات قیام کیا جہاں حضرت اُمّ سلمہ ایک بُھنی ہوئی دستی لائیں جس میں سے آنحضورؐ نے نوش فرمایا۔ اسی طرح نبیذ لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیذ بھی پی۔ میرا خیال ہے کہ یہ ایک طرح ہریرہ ٹائپ کی کوئی چیز تھی۔ پھر ایک شخص نے وہ نبیذ والا پیالہ لے لیا اور اس میں سے کچھ پیا۔ پھر وہ پیالہ حضرت عبد اللہ بن جحش نے لے لیا اور اس کو ختم کر دیا۔ ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن جحش سے کہا کہ کچھ مجھے بھی دے دو۔ تمہیں معلوم ہے کہ کل صبح تم کہاں جاؤ

گے ؟ تو حضرت عبد اللہ بن جحش نے کہا کہ ہاں مجھے معلوم ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملنا کہ میں سیر اب ہوں۔ (یعنی اچھی طرح کھایا پیا ہو،) اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اس سے پیاسا ہونے کی حالت میں ملوں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 50 ومن حلفاء بنی عبد شمس ... الخ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

صحابہ کا بھی اللہ تعالیٰ سے پیار کا یہ عجیب انداز ہے اور اس کے لئے ان کے تیاری کے بھی عجیب رنگ ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن جحش اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ حضرت حمزہ حضرت عبد اللہ بن جحش کے ماموں تھے اور شہادت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ترکہ کے ولی بنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے کو خیبر میں مال خرید کر دیا۔

(اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 3 صفحہ 90 عبد اللہ بن جحشؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت عبد اللہ بن جحش کو صائب الرائے ہونے کی فضیلت بھی حاصل تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے متعلق جن صحابہ سے مشورہ مانگا ان میں آپ بھی شامل تھے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 3 صفحہ 16 عبد اللہ بن جحشؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ اُحد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر حضرت عبد اللہ بن جحش کی ہمشیرہ کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جو تاریخ میں اس طرح آیا ہے یا آپ نے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا کہ اس جنگ میں یعنی اُحد کی جنگ میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح بلند حوصلگی اور اپنے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ پیش کیا اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور دلجوئی کی۔ اس جنگ کے حالات سے پتا چلتا ہے کہ آپ اخلاق کے کتنے بلند ترین مقام پے کھڑے تھے اور اس جنگ میں صحابہ کی عدیم المثال قربانیوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ میں اس وقت کی بات کر رہا ہوں جب آپ جنگ ختم ہونے پر مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے۔ مدینہ کی عورتیں جو آپ کی شہادت کی خبر سن کر بیقرار تھیں۔ اب وہ آپ کی آمد کی خبر سن کر آپ کے استقبال کے لئے مدینہ سے باہر کچھ فاصلہ پر پہنچ گئی تھیں۔ ان میں آپ کی ایک سالی حمنہ بنت جحش بھی تھیں۔ ان کے تین نہایت قریبی رشتہ دار جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا کہ اپنے مُردہ کا افسوس کرو۔ یہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تمہارا عزیز مارا گیا ہے۔ حمنہ بنت جحش نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس مُردہ کا افسوس کروں۔ آپ نے فرمایا تمہارا ماموں حمزہ شہید ہو گیا ہے۔

یہ سن کر حضرت حمنہ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور پھر کہا اللہ تعالیٰ ان کے مدارج بلند کرے وہ کیسی اچھی موت مرے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اچھا اپنے ایک اور مرنے والے کا افسوس کر لو۔ حمنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کا؟ آپ نے فرمایا تمہارا بھائی عبد اللہ بن جحش بھی شہید ہو گیا ہے۔ حمنہ نے پھر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور کہا الحمد للہ وہ تو بڑی اچھی موت مرے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا حمنہ! اپنے ایک اور مُردے کا بھی افسوس کرو۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کا؟ آپ نے فرمایا تیرا خاوند

بھی شہید ہو گیا۔ یہ سن کر حمنہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور اس نے کہا ہائے افسوس۔ یہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو عورت کو اپنے خاوند کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جب میں نے حمنہ کو اس کے ماموں کے شہید ہونے کی خبر دی تو اس نے پڑھا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ جب میں نے اسے اس کے بھائی کے شہید ہونے کی خبر دی تو اس نے پھر بھی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہی پڑھا۔ لیکن جب میں نے اس کے خاوند کے شہید ہونے کی خبر دی تو اس نے ایک آہ بھر کر کہا کہ ہائے افسوس اور وہ اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکی اور گھبرا گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کو ایسے وقت میں اپنے عزیز ترین رشتہ دار اور خونی رشتہ دار بھول جاتے ہیں لیکن اسے محبت کرنے والا خاوند یاد رہتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے حمنہ سے پوچھا تم نے اپنے خاوند کی وفات کی خبر سن کر ہائے افسوس کیوں کہا تھا؟ حمنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس کے بیٹے یاد آ گئے تھے کہ ان کی کون رکھوالی کرے گا۔ یہاں خاوند کی محبت اپنی جگہ۔ ایک محبت کرنے والا خاوند ہو تو بیوی یاد رکھتی ہے۔ لیکن اس کے بچوں کی فکر تھی۔ اس کا اظہار انہوں نے کیا۔ **اور اس میں آجکل کے مَردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی سبق ہے کہ محبت کرنے والے خاوند بنیں اور بچوں کی فکر کرنے والی مائیں بنیں**۔ اور محبت کرنے والے خاوند بننے کے لئے بیوی اور بچوں کے حق ادا کرنے بھی ضروری ہیں جس کی آجکل بڑی شکایتیں ملتی ہیں کہ حق ادا نہیں ہو رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیسا خوبصورت ارشاد فرمایا۔ آپ نے حمنہ کو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کی تمہارے خاوند سے بہتر خبر گیری کرنے والا کوئی شخص پیدا کرے۔ یعنی بچوں کی خبر گیری کرنے والا کوئی بہتر شخص پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اسی دعا کا نتیجہ تھا کہ حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت طلحہ کے ساتھ ہوئی اور ان کے ہاں محمد بن طلحہ پیدا ہوئے۔ مگر تاریخوں میں ذکر آتا ہے کہ حضرت طلحہ اپنے بیٹے محمد کے ساتھ اتنی محبت اور شفقت نہیں کرتے تھے جتنی کہ حمنہ کے پہلے بچوں کے ساتھ اور لوگ یہ کہتے تھے کہ کسی کے بچوں کو اتنی محبت سے پالنے والا طلحہ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ تھا۔

(ماخوذ از 'مصائب کے نیچے برکتوں کے خزانے مخفی ہوتے ہیں'، انوار العلوم جلد 19 صفحہ 56-57)

پھر دوسرا ذکر حضرت کعب بن زید کا ہے جو صحابی ہیں۔ آپ کا نام کعب بن زید بن قیس بن مالک ہے قبیلہ بنو نجار سے آپ کا تعلق تھا۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں حاضر ہوئے اور غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو اُمیّہ بن ربیعہ بن صخر کا تیر لگا تھا۔ آپ بئر معونہ کے اصحاب میں سے ہیں جہاں ان کے سب ساتھی شہید ہو گئے تھے۔ صرف آپ ہی زندہ بچے تھے۔

(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 376 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

بئر معونہ جو ہے وہ جگہ وہ ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک قبیلے کے کہنے پر اپنے ستّر صحابہ کو بھیجا جن میں سے بہت سارے حافظ قرآن اور قاری تھے اور ان لوگوں نے دھوکہ سے ان سب کو شہید کر دیا سوائے حضرت کعب کے اور آپ بھی بئر معونہ کے واقعہ میں اس لئے زندہ بچے کہ آپ اس وقت پہاڑی پر چڑھ گئے تھے اور بعض روایات کے مطابق کفار نے حملہ کر کے آپ کو بھی بڑا شدید زخمی کر دیا تھا اور کافر آپ کو مردہ سمجھ کر

چھوڑ گئے تھے۔ لیکن اس وقت آپ میں جان تھی اور اس کے بعد پھر کچھ دنوں میں وہ مدینہ پہنچے اور پھر ان کو زندگی بہر حال مل گئی اور ٹھیک ہو گئے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 518 تا 519)

تیسرا ذکر حضرت صالح شُقران کا ہے۔ ان کا نام صالح تھا اور لقب شُقران تھا اور اسی سے آپ معروف تھے۔ حضرت صالح شُقران حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حبشی نژاد غلام تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی خدمت گزاری کے لئے پسند فرمایا اور حضرت عبدالرحمٰن کو قیمت دے کر ان سے خرید لیا اور بعض روایات کے مطابق حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ان کو بلا معاوضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کیا تھا۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 392 شقران ؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت صالح شُقران غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ چونکہ اس وقت مملوک تھے آزاد نہیں تھے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حصہ مقرر نہ فرمایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صالح شُقران کو قیدیوں کا نگران مقرر فرمایا۔ حضرت صالح شُقران جن لوگوں کے قیدیوں کی نگرانی کرتے تھے وہ بدلہ میں خود معاوضہ دیتے تھے۔ چنانچہ ان کو مال غنیمت سے زیادہ مال حاصل ہوا۔

(سیرت ابن کثیر باب ذکر عبیدۃ ؓ... صفحہ 750 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

مال غنیمت میں تو حصہ نہیں ملا لیکن اس نگرانی کی وجہ سے مال غنیمت سے زیادہ مال ان کو ملا۔ غزوۂ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما دیا تھا۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 392 شقران مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

حضرت جعفر بن محمد صادق کہتے ہیں کہ حضرت شُقران اہل صُفّہ میں سے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد اوّل صفحہ 348 ذکر اھل الصفۃ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المنصورۃ 2007ء)

ان لوگوں میں سے تھے جو ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت شُقران کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل اور تدفین میں بھی شامل تھے۔

(الاصابہ جلد 3 صفحہ 284 شقران مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قمیص میں ہی غسل دیا گیا اور آپ کی قبر میں حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت قُثَم بن عباس اور حضرت شُقران اور حضرت اوس بن خَوَلی داخل ہوئے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جلد 4 صفحہ 84 حدیث 7143 جماع ابواب التکبیر علی الجنائز ... الخ مکتبہ الرشد ریاض 2004ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ: 2014 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت شُقران اس بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ہی قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے مخملی چادر بچھائی تھی۔ (سنن الترمذی کتاب الجنائز باب ما جاء فی الثوب الواحد...الخ حدیث 1047)

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق وہ سرخ رنگ کی مخملی چادر تھی۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز باب جعل القطیفۃ فی القبر حدیث 2241)

یہ وہ چادر تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شُقران

بیان کرتے تھے کہ میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا اس کو اوڑھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چادر کو اوڑھتے اور بچھایا بھی کرتے تھے۔

(المنهاج بشرح صحيح مسلم از امام نووی صفحه 749 كتاب الجنائز باب جعل القطيفة فی القبر حديث 967 مطبوعه دار ابن حزم 2002ء)

غزوہ مُریسیع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شُقران کو قیدیوں اور اہل مُریسیع کے کیمپوں سے جو مال و متاع اور اسلحہ اور جانور وغیرہ ملے تھے ان پر نگران مقرر فرمایا تھا۔

(امتاع الاسماع جلد 6 صفحه 316 فصل فی ذكر موالی رسول الله ﷺ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 1999ء)

اس لحاظ سے بڑے قابل اعتماد، قابل اعتبار تھے۔ نگرانی کیا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت شُقران کے صاحبزادے عبد الرحمن بن شُقران کو حضرت ابو موسیٰ اشعری کی طرف روانہ کیا اور لکھا کہ میں تمہاری طرف ایک صالح آدمی عبد الرحمن بن صالح شُقران کو بھیج رہا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے والد کے مقام کا لحاظ رکھتے ہوئے اس سے سلوک کرنا۔ (الاصابه جلد 5 صفحه 31 عبد الرحمن بن شقران مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت 2005ء)

یہ وہ مقام تھا جو اسلام نے غلاموں کو بھی دیا کہ نہ صرف غلامی سے آزاد کیا بلکہ ان کی اولادیں بھی قابل احترام ٹھہریں۔ ایک روایت ہے کہ حضرت شُقران نے مدینہ میں رہائش اختیار کی تھی اور آپ کا ایک گھر بصرہ میں بھی تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں آپ کی وفات ہوئی۔

(الاصابه جلد 3 صفحه 285 شقرانؓ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 2005ء)(امتاع الاسماع جلد 6 صفحه 316 فصل فی ذكر موالی رسول الله ﷺ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 1999ء)

اگلا ذکر ہے حضرت مالک بن دُخُشُم کا۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج کے خاندان بنو غَنم بن عوف سے تھا۔ آپ کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام فُرَیعَہ تھا۔

(الطبقات الكبریٰ جلد 3 صفحه 282 مالك بن الدخشم مطبوعه دار احياء التراث العربی بيروت 1996ء)

علماء اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا حضرت مالک بن دُخُشُم بیعت عقبہ میں شریک ہوئے تھے یا نہیں۔ ابن اسحاق اور موسیٰ بن عُقبہ کے نزدیک آپ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے تھے۔ بہرحال یہ علماء کی بحث چلتی ہی رہتی ہے۔ حضرت مالک بن دُخُشُم غزوہ بدر، اُحد، خندق اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمرکاب رہے۔

(الاستيعاب جلد 3 صفحه 405-406 مالك بن الدخشم مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 2002ء)

سہیل بن عمرو قریش کے بڑے اور باعزت سرداروں میں سے ایک تھے۔ وہ جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے اور ان کو حضرت مالک بن دُخُشُم نے قیدی بنایا۔

روایت میں آتا ہے کہ عامر بن سعد اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غزوہ بدر کے دن سہیل بن عمرو کو تیر مارا جس سے ان کی رَگ کٹ گئی تھی۔ میں بہتے ہوئے خون کے دھبوں

کے پیچھے چلتا گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مالک بن دُخشُم نے اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا یہ میرا قیدی ہے۔ میں نے اسے تیر مارا تھا۔ لیکن حضرت مالک نے کہا کہ یہ میرا قیدی ہے میں نے اسے پکڑا ہے۔ پھر وہ دونوں سہیل کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کو ان دونوں سے لے لیا اور رَوْحَاء کے مقام پر سہیل حضرت مالک بن دُخشُم کے ہاتھ سے نکل گیا۔ حضرت مالک نے لوگوں میں بلند آواز سے صدا لگائی اور اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ جس کو بھی وہ ملے اسے قتل کر دیا جائے۔ جنگ کے لئے آئے تھے۔ مسلمانوں سے لڑائی کی تھی۔ قیدی بنے تو وہاں سے نکل گئے۔ دوبارہ خطرہ پیدا ہو سکتا تھا کہ بہر حال وہ جنگی قیدی تھا۔ اس کے لئے حکم ہوا۔ لیکن اس کی زندگی بچنی تھی۔ سہیل بن عمرو بجائے کسی اور کو ملتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ملا۔ لیکن جب ملا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل نہیں کیا۔ اگر کسی اور صحابی کے ہاتھ چڑھ جاتا تو وہ قتل کر دیتے۔ لیکن چونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا اس لئے آپ نے قتل نہیں کیا۔

یہ اُسوہ ہے اور آپ کا یہ اُسوہ ان ظالموں کو جواب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ نے ظلم کیا اور قتل و غارت کی کہ قتل کا جو سزاوار تھا جس کے لئے فیصلہ بھی ہو چکا تھا وہ بھی جب آپ کو نظر آیا تو آپ نے اسے قتل نہیں کیا۔ ایک روایت کے مطابق سہیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیکر کے درختوں کے جھنڈ میں ملا تھا۔ جس پر آپ نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو۔ اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ باندھ دیئے گئے۔ یعنی قید کر لیا گیا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر جلد 12 جزء 24 صفحہ 333 سهيل بن عمرو بن عبد شمس ... مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صحیح بخاری میں یہ روایت ہے کہ حضرت عِتْبَان بن مالک جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان انصاری صحابہ میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! میری بینائی کمزور ہو گئی ہے۔ میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارشیں ہوتی ہیں تو اس نالے میں جو میرے اور ان کے درمیان ہے سیلاب آ جاتا ہے اور میں ان کی مسجد میں آ کر انہیں نماز نہیں پڑھا سکتا۔ یا رسول اللہ میری خواہش ہے کہ آپ میرے پاس آئیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں اور میں اسے مسجد بنالوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ میں آؤں گا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن صبح جس وقت دن چڑھا تو میرے ہاں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی۔ میں نے آپ کو اجازت دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو بیٹھے نہیں بلکہ فرمایا کہ تم اپنے گھر میں کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں۔ وہ کہتے ہیں میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کر کے آپ کو بتایا کہ یہاں میں چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے وہاں کھڑے ہو گئے۔ وہاں نماز پڑھی اور اللہ اکبر کہا اور ہم بھی کھڑے ہو گئے اور صف باندھ لی۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر سلام پھیرا۔ راوی کہتے ہیں ہم نے

آپ کو خَزِیرَہ گوشت اور آٹے یا روٹی سے تیار کردہ جو کھانا ہوتا ہے۔ وہ پیش کرنے کے لئے روک لیا جو ہم نے آپ کے لئے تیار کیا ہوا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ گھر میں محلے کے کچھ اور آدمی اِدھر اُدھر سے آ گئے۔ جب وہ اکٹھے ہو گئے تو ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا کہ مالک بن دُخْشُم کہاں ہے؟ تو ان میں سے کسی نے کہا کہ وہ تو منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔ شاید نہ آنے کی وجہ سے کہا۔ اس علاقے میں رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مت کہو کیا تم اسے نہیں دیکھتے کہ اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا اقرار کیا ہے۔ اور اس سے وہ اللہ کی رضامندی ہی چاہتا ہے۔ اس کہنے والے نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ ہم تو اس کی توجہ اور اس کی خیر خواہی منافقین کے لئے ہی دیکھتے ہیں۔ شاید دل کی نرمی کی وجہ سے وہ چاہتے ہوں گے کہ منافقین کو بھی تبلیغ کریں اور ان کو اسلام کے قریب لائیں۔ اس لئے ہمدردی بھی رکھتے ہوں گے اور اس کی وجہ سے صحابہ میں غلط فہمی پیدا ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یقیناً اس شخص پر آگ حرام کر دی ہے جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا اقرار کیا بشرطیکہ وہ اس اقرار سے اللہ کی رضامندی چاہتا ہو۔

(صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب المساجد فی البیوت حدیث 425)

تو یہ جواب ہے ان نام نہاد علماء کو بھی جو کفر کے فتوے لگانے والے ہیں اور خاص طور پر احمدیوں پر اس حوالے سے ظلم کرنے والے ہیں۔ یہ نام نہاد علماء کے اپنے فتووں نے ہی مسلمان ملکوں کے امن و سکون کو برباد کیا ہوا ہے۔ پاکستان میں آجکل لَبَّیک یَا رَسُولَ اللہ تنظیم چلی ہوئی ہے۔ وہ نعرے تو لگاتے ہیں۔ لَبَّیک یَا رَسُولَ اللہ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتا ہے اس کو بھی تم یہ نہ کہو کہ مسلمان نہیں ہے۔ اگر وہ اللہ کی رضا چاہتے ہوئے یہ بات کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام کر دی ہے۔ اور یہ کہتے ہیں نہیں تم لوگ اللہ کی رضا چاہتے ہوئے نہیں کہتے۔ دلوں کا حال یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے قوم کو بچا کے رکھے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عِتْبان بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضرت مالک بن دُخْشُم منافق ہیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی شہادت نہیں دیتا۔ عِتبان نے جواب دیا کیوں نہیں مگر اس کی گواہی کوئی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ وَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ لیکن اس کی نماز کوئی نماز نہیں ہے۔ (شاید ان لوگوں میں سے بھی بعض لوگوں میں آجکل کے بعض مولویوں کی طرح یہ سختی تھی۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف سے کسی قسم کی رائے قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 230 مالك بن الدخشم مطبوعہ دار الفكر بيروت 2003ء)

دلوں کا حال صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا لیکن ان علماء اور خاص طور پر پاکستانی علماء کے بقول ان کے پاس یہ سند ہے، لائسنس ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جو چاہیں ظلم کرتے رہیں۔

حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت مالک بن دُخْشُم کو

برا بھلا کہا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِی۔ کہ تم میرے ساتھیوں کو برا بھلا مت کہو۔
(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 406 مالك بن الدخشم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک سے واپسی پر مدینہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ ذی اَوَان میں قیام فرمایا تو آپ کو مسجد ضرار کے بارے میں وحی نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مالک بن دُخْشُم اور حضرت مَعن بن عَدی کو بلا بھیجا اور مسجد ضرار کی طرف جانے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت مالک بن دُخْشُم اور حضرت مَعن بن عدی تیزی سے قبیلہ بنو سالم پہنچے جو کہ حضرت مالک بن دُخْشُم کا قبیلہ تھا۔ حضرت مالک بن دُخْشُم نے حضرت معن سے کہا کہ مجھے کچھ مہلت دو یہاں تک کہ میں گھر سے آگ لے آؤں۔ چنانچہ وہ گھر سے کھجور کی سوکھی ٹہنی کو آگ لگا کر لے آئے۔ پھر وہ دونوں مسجد ضرار گئے اور ایک روایت کے مطابق مغرب اور عشاء کے درمیان وہاں پہنچے اور وہاں جا کر اس کو آگ لگا دی اور اس کو زمین بوس کر دیا۔
(شرح زرقانی علی مواھب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 97-98 باب غزوہ تبوك مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

تو کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہم صحابہ پر بدظنی نہیں کر سکتے۔ جن کے بارے میں بعض لوگوں کا یہ تاثر تھا کہ شاید یہ غلط راستہ پر چلے ہوئے ہیں یہاں تک کہ انہیں منافق بھی کہہ دیا لیکن بعد میں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے منافقین کے مرکز کی تباہی کرنے والے بنے اور اس کو ختم کرنے والے بنے۔

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ہمیں بھی اپنے جائزے لینے کی توفیق عطا فرمائے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں اور کس حد تک ہم ان کو پورا کرنے والے ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 01 جون 2018ء تا 07 جون 2018ء جلد 25 شمارہ 22 صفحہ 05 تا 09)

20

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 18 مئی 2018ء بمطابق 18 ہجرت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(البقرۃ:184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

رمضان کی اہمیت اور برکات:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں ایک اور رمضان کے مہینہ سے گزرنے کی توفیق مل رہی ہے جو کل سے شروع ہو چکا ہے۔ اس مہینہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد روزہ کے ساتھ مسجد میں نمازوں اور تراویح کے لئے بھی آتی ہے۔ اس طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ ہماری مساجد میں بھی ان دنوں میں عام دنوں کی نسبت زیادہ آبادی ہوتی ہے۔ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے آجکل تو ایم ٹی اے پر بھی کافی تلاوت کی جاتی ہے یہ یاد دلانے کے لئے کہ یہ **روزے جو فرض کئے گئے ہیں ان کا مقصد تقویٰ ہے۔** پہلے مذاہب میں بھی جو روزے فرض کئے گئے تھے تو اس کا مقصد بھی تقویٰ تھا۔ آج ان مذاہب کے ماننے والوں کے پاس نہ ان کی تعلیم اصل حالت میں ہے اور نہ اس پر عمل ہے اور نہ ہی پھر ان میں تقویٰ ہے۔ لیکن اسلام ایک دائمی مذہب ہے۔ تاقیامت رہنے والا مذہب ہے۔ اس کی تعلیم دائمی ہے اور قرآن کریم دنیا کے ہر کونے میں آج اپنی اصل حالت میں محفوظ ہے اور تقویٰ پر چلنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔ ان کے لئے ایک رہنمائی ہے۔ اس کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہمیشہ تقویٰ پر چلنے والے ہوں گے اور پھر آخری زمانے میں ہماری اصلاح اور قرآن کریم کی اشاعت اور اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلانے اور راستے دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور ہمیں آپ کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ پس ہم احمدیوں کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ روزے کی حقیقت کو سمجھیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جو رمضان کا مقصد ہے۔ یعنی تقویٰ پیدا کرنا اور تقویٰ میں ترقی کرنا۔

اس آیت سے اگلی آیتوں میں روزوں سے متعلق احکامات کی جزئیات بھی بیان کی گئی ہیں، تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ قرآن کریم پڑھنے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ماننے اور دعاؤں کی طرف توجہ دینے کے

متعلق بھی بیان ہوا ہے۔ لیکن ان سب کا خلاصہ اس آیت کے اس ایک لفظ میں بیان کر دیا کہ مقصد تقویٰ ہے۔ پس اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل اور اس کی عبادت کی طرف توجہ دے کر خاص طور پر کوشش کرو تا کہ ان پر عمل ہمیشہ کے لئے تمہیں اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے میں آسانی پیدا کرنے والا بن سکے۔

پس رمضان میں جب ہم تقویٰ کے حصول کے لئے کوشش کرتے ہیں یا کوشش کرنے والے ہوں گے تو اپنی عبادتوں کی طرف توجہ ہو گی۔ اگر ہم تقویٰ پر چلنے کی کوشش کرتے ہوئے روزے رکھیں گے تو برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ پیدا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات تلاش کر کے ان پر عمل کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو گی۔ اگر ہم برائیوں سے نہیں بچ رہے چاہے وہ برائیاں ہماری ذات پر اثر کرنے والی ہیں یا دوسروں کو تکلیف میں ڈالنے والی۔ ان کو چھوڑنے سے ہی روزے کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اگر ان کو نہیں چھوڑ رہے تو روزے کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور یہی تقویٰ ہے۔ اگر روزے رکھ کر بھی ہم میں تکبر ہے، اپنے کاموں اور اپنی باتوں پر بے جا فخر ہے، خود پسندی کی عادت ہے، لوگوں سے تعریف کروانے کی خواہش ہے، اپنے ماتحتوں سے خوشامد کروانے کو ہم پسند کرتے ہیں جس نے تعریف کر دی اس پر بڑا خوش ہو گئے، یا اس کی خواہش رکھتے ہیں تو یہ تقویٰ نہیں ہے۔

روزوں میں لڑائی جھگڑا، جھوٹ فساد سے اگر ہم بچ نہیں رہے تو یہ تقویٰ نہیں ہے۔ روزوں میں عبادتوں اور دعاؤں اور نیک کاموں میں اگر وقت نہیں گزار رہے تو یہ تقویٰ نہیں ہے اور روزے کا مقصد پورا نہیں کر رہے۔ پس رمضان میں برائیوں کو چھوڑنا اور نیکیوں کو اختیار کرنا، یہی ہے جس سے روزے کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ اور جب انسان اس میں ثابت قدم رہنے کی کوشش کرے تو پھر حقیقت میں روزے کے مقصد کو پانے والا ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر یہ مقصد حاصل نہیں کر رہے تو پھر بھوکا رہنا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بھوکا رہنے سے کوئی غرض نہیں ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور...الخ حدیث 1903)

اگر تم ان مقاصد کو حاصل نہیں کر رہے۔ بعض لوگ روزے کے نام پر دھوکہ بھی دیتے ہیں اور بھوکے بھی نہیں رہتے۔ بظاہر یہ اظہار کرتے ہیں کہ ہم نے روزہ رکھا ہوا ہے لیکن روزہ نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ ہیں جن کو اپنے کھانے پینے پر بھی ضبط نہیں ہے۔ جو چند گھنٹے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے آپ کو کھانے پینے سے نہیں روک سکتے۔ جب ایسے لوگ ہیں تو باقی معاملات میں اپنے نفس پر کس طرح ضبط کر سکتے ہیں۔ کل ہی کی بات ہے یہاں مسلمانوں کے روزے کے بارے میں اخبار میں ایک جائزہ شائع ہوا اور اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اکثر یہاں کے جو نوجوان ہیں وہ روزہ صرف دکھاوے کے لئے رکھتے ہیں اور روزے کی غرض کا انہیں کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔

ایک عیسائی نے یا لامذہب نے بہر حال غیر مسلم نے ایک نوجوان کا انٹرویو لیا تو اس نوجوان نے کہا کہ ہاں میں نے صبح سحری کھا کر اپنے گھر والوں کے ساتھ روزہ رکھا اور بڑی باقاعدگی سے ہمارے گھر میں سحری اور افطاری کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ میری ماں چونسٹھ سال کی ہے۔ شوگر کی مریض بھی ہے اور شاید بڑے اہتمام سے روزے بھی رکھتی ہے اس کے باوجود ہمارے لئے افطاری کے لئے قسم قسم کی چیزیں تیار کرتی ہے اور اب ہم جا کے افطاری

کھائیں گے۔ لیکن وہ نوجوان کہنے لگا کہ حقیقت یہ ہے کہ جو معاشرتی دباؤ ہے۔ معاشرے کا جو دباؤ ہے یا گھر والوں کو دکھانے کے لئے میں ظاہر تو یہ کرتا ہوں کہ میرا روزہ ہے اور میں نے آج صبح سحری بھی کھائی تھی مگر آج دوپہر کو ابھی میں فِش اینڈ چپس کھا کر آیا ہوں اور کہنے لگا کہ یہاں انگلستان میں میری طرح کے ہزاروں نوجوان ہیں جو اس قسم کے روزے رکھتے ہیں۔

تو یہ تو بعض لوگوں کے روزے کی حقیقت ہے اور پھر بعض اگر پورا دن فاقہ بھی کر لیتے ہیں تو نمازوں اور عبادت کی طرف وہ توجہ نہیں ہوتی جو ہونی چاہئے۔ ایک آدھ نماز پڑھ لی اور بس۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ ایسے روزے پھر اس مقصد کو پورا نہیں کر رہے جو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

پس ہم احمدیوں کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد اپنے روزوں کے اس طرح حق ادا کرنے کی کوشش کریں جس طرح ان کا حق ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ تقویٰ کیا ہے اور ہم نے اسے کس طرح اختیار کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف مواقع پر تقویٰ کے بارے میں ہمیں بتایا کہ متقی کون ہے؟ حقیقی راحت اور لذت اصل میں تقویٰ ہی سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ دنیا کی لذتوں میں راحت ہے۔ کس طرح ہمیں نیکیاں بجالانی چاہئیں۔ انسان کو حقیقی مومن بننے کے لئے اپنا ہر کام خدا تعالیٰ کی مرضی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرنا چاہئے اور یہی ایک بات ہے جو مومن اور کافر میں فرق ڈالتی ہے۔ اور یہ بھی آپ نے ہمیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں انسان ترقی کرے۔ ہر روز جو آئے، ہر آنے والا دن ہمیں اللہ تعالیٰ کی معرفت میں آگے لے جانے والا ہو، نہ کہ وہیں کھڑے رہیں یا ان لوگوں کی طرح ہوں جو صرف معاشرتی دباؤ کی وجہ سے دکھانے کے لئے روزے رکھتے ہیں نہ کہ تقویٰ میں بڑھنے کے لئے جیسا کہ مَیں نے ابھی مثال دی۔

بہرحال اس وقت میں تقویٰ سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مختلف اقتباسات پیش کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تقویٰ پر چلنے کی نصیحت کرتے ہوئے اپنے ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں اور یہ بھی کہ تقویٰ تمام پرانے صحف مقدسہ کا خلاصہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"کل "یعنی 22/ جون 1899ء جلسہ کا ذکر فرما رہے ہیں کہ "بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہو گا۔" فرمایا" اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچا تقویٰ و طہارت اختیار کر لے۔" پھر فرمایا کہ "میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضُعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔" فرمایا" جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال نہیں ہو سکتی۔ "فرمایا" تقویٰ خلاصہ ہے تمام صُحفِ مقدّسہ اور توریت و انجیل کی تعلیمات کا۔ قرآن کریم نے ایک ہی لفظ میں خدا تعالیٰ کی عظیم الشان مرضی اور پوری رضا کا اظہار کر دیا ہے۔ "یعنی تقویٰ کے لفظ میں۔ فرمایا" میں اس فکر

میں بھی ہوں کہ اپنی جماعت میں سے سچے متقیوں، دین کو دنیا پر مقدم کرنے والوں اور منقطعین الی اللہ کو الگ کروں اور بعض دینی کام انہیں سپرد کروں اور پھر میں دنیا کے ہمّ و غم میں مبتلا رہنے والوں اور رات دن مردار دنیا ہی کی طلب میں جان کھپانے والوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کروں گا۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 303)

پس یہ درد ہے آپ کا کہ میری جماعت کا ہر فرد ایسا ہو جو تقویٰ پر چلنے والا ہو۔ نہ کہ صرف دنیا کا غم ہی ہر وقت اسے کھائے جائے۔

پھر اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ **تقویٰ پر چلنا ہی اصل میں شریعت کا خلاصہ ہے** اور اگر دعاؤں کی قبولیت چاہتے ہو تو تقویٰ پر چلو۔ آپ فرماتے ہیں:

"چاہئے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں۔" احمدیوں کو مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں "اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغزِ شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت ہیں۔ لیکن اگر طالبِ صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلب صدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پالیتا ہے۔" پس مستقل مزاجی سے ہر نیکی چاہے وہ چھوٹی نیکی ہے یا بڑی نیکی ہے اس کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ:" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (المائدۃ:28) گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ گویا اس کا وعدہ ہے اور اس کے وعدوں میں تخلّف نہیں ہوتا۔" اپنا وعدہ خلافی نہیں کرتا" جیسا کہ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (الرعد :32)۔ پس جس حال میں تقویٰ کی شرط قبولیت دعا کے لئے ایک غیر مُنفک شرط ہے۔" ایک بنیادی شرط ہے جسے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ تقویٰ بہر حال قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے فرمایا" تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیت دعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تا کہ قبولیت دعا کا سرور اور حظّ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 108-109)

پس رمضان سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہ بنیادی نسخہ ہے کہ ہمارے روزے اور ہمارا ہر عمل تقویٰ کے حصول کے لئے ہو۔ بہت سارے لوگ کہتے ہیں دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ ہم نے بڑی دعائیں کیں قبول نہیں ہوئیں۔ ان کو پہلے اپنے اندر دیکھنا چاہئے کہ کیا ان کے اندر دین غالب ہے؟ تقویٰ پر چلنے والے ہیں یا دنیا کی ملونی زیادہ ہو گئی ہے؟ پس دعا کی قبولیت کے لئے ایک یہ بھی شرط ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:" درحقیقت متقیوں کے واسطے بڑے بڑے وعدے ہیں اور اس سے بڑھ کر کیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ولی ہوتا ہے۔ جھوٹے ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ ہم مقرب بارگاہ الٰہی ہیں اور پھر متقی نہیں ہیں بلکہ فسق و فجور کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ایک ظلم اور غضب کرتے ہیں جبکہ وہ ولایت اور قرب الٰہی کے درجے کو اپنے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔" یہ نام نہاد بزرگ ہیں" کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ متقی ہونے کی شرط لگا دی ہے۔" ولی کے ساتھ متقی ہونا شرط ہے۔ فرمایا" پھر ایک اور شرط لگاتا ہے یا یہ کہو، متقیوں کا ایک نشان بتاتا ہے۔ اِنَّ

اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا۔ (النحل:129) خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی ان کی نصرت کرتا ہے جو متقی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معیت کا ثبوت اس کی نصرت ہی سے ملتا ہے۔ "اگر اللہ تعالیٰ مدد کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ "پہلا دروازہ ولایت کا ویسے بند ہوا۔ اب دوسرا دروازہ معیّت اور نصرت الٰہی کا اس طرح پر بند ہوا۔ "اللہ تعالیٰ سے کلام کا وعدہ تو کہتے ہیں ناں کہ ختم ہو گیا۔ اس کا دروازہ بند ہو گیا۔ اب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جو مدد ہے اس کا دروازہ بھی بند کرنا چاہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی نصرت کبھی بھی ناپاکوں اور فاسقوں کو نہیں مل سکتی۔ اس کا انحصار تقویٰ ہی پر ہے۔ **خدا کی اعانت متقی ہی کے لئے ہے۔** "فرمایا" پھر ایک اَور راہ ہے کہ انسان مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اور حاجات مختلف رکھتا ہے۔ ان کے حل اور روا ہونے کے لئے بھی تقویٰ ہی کو اصول قرار دیا ہے۔ "اگر حل کرنا ہے تو پھر تقویٰ ہی ہے جس سے وہ پورے ہو سکتے ہیں یا یہ نتیجے نکل سکتے ہیں۔ فرمایا" معاش کی تنگی اور دوسری تنگیوں سے راہ نجات تقویٰ ہی ہے۔ فرمایا" یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۙ وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ۔ (الطلاق:3-4) خدا متقی کے لئے ہر مشکل میں ایک مَخرج پیدا کر دیتا ہے اور اس کو غیب سے اس سے مخلصی پانے کے اسباب بہم پہنچا دیتا ہے۔ اس کو ایسے طور سے رزق دیتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہ لگے۔ "پس یہ دعا بھی بہت کرنی چاہئے اور اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۙ وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ۔ (الطلاق:3-4) ہمیشہ انسان یہ یاد رکھے تو تقویٰ پر چلنے کی طرف بھی توجہ پیدا ہوتی رہتی ہے۔ فرمایا کہ "اب غور کر کے دیکھ لو کہ انسان اس دنیا میں چاہتا کیا ہے۔ انسان کی بڑی سے بڑی خواہش دنیا میں یہی ہے کہ اس کو سُکھ اور آرام ملے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی راہ مقرر کی ہے جو تقویٰ کی راہ کہلاتی ہے اور دوسرے لفظوں میں اس کو قرآن کریم کی راہ کہتے ہیں اور یا اس کا نام صراط مستقیم رکھتے ہیں۔ کوئی یہ نہ کہے کہ کفار کے پاس بھی مال و دولت اور اَملاک ہوتے ہیں اور وہ اپنی عیش و عشرت میں منہمک اور مست رہتے ہیں۔ "فرمایا" مَیں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ وہ دنیا کی آنکھ میں بلکہ ذلیل دنیاداروں اور ظاہر پرستوں کی آنکھ میں خوش معلوم دیتے ہیں۔ مگر در حقیقت وہ ایک جلن اور دکھ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تم نے ان کی صورت کو دیکھا ہے مگر میں ایسے لوگوں کے قلب پر نگاہ کرتا ہوں۔ وہ ایک سَعیر اور سَلاسل و اَغلال میں جکڑے ہوئے ہیں۔ "آگ میں جل رہے ہیں۔ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ "جیسے فرمایا ہے اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ سَلٰسِلَا وَ اَغۡلٰلًا وَّ سَعِیۡرًا " (الدھر:5) کہ یقیناً ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور جہنم تیار کر رکھے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں "وہ نیکی کی طرف آ ہی نہیں سکتے۔ وہ ایسے اَغلال ہیں کہ خدا کی طرف" سے "ان اغلال کی وجہ سے ایسے دبے پڑے ہیں کہ حیوانوں اور بہائم سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں۔ ان کی آنکھ ہر وقت دنیا ہی کی طرف لگی رہتی ہے اور زمین کی طرف جھکتے جاتے ہیں۔ پھر اندر ہی اندر ایک سوزش اور جلن بھی لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر مال میں کمی ہو جائے یا حسب مراد تدبیر میں کامیابی نہ ہو تو کڑھتے اور جلتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات سودائی اور پاگل ہو جاتے ہیں یا عدالتوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ "فرمایا کہ "یہ واقعی بات ہے کہ بے دین آدمی سعیر سے خالی نہیں ہوتا۔ "اپنی آگ میں جل رہا ہوتا ہے اور اس قسم کے کئی نظارے ہمیں نظر آتے ہیں اخباروں میں ایسی خبریں بھی پڑھی ہیں۔ فرمایا کہ "اس لئے کہ اس کو قرار اور سکون نصیب نہیں ہوتا جو راحت اور تسلی کا لازمی نتیجہ ہے۔ جیسے شرابی

ایک جام شراب پی کر ایک اور مانگتا ہے اور مانگتا ہی جاتا ہے اور ایک جلن سی لگی رہتی ہے ایسا ہی دنیا دار بھی سعیر میں ہے۔" جل رہا ہے" اس کی آتشِ آز ایک دم بھی بجھ نہیں سکتی۔ سچی خوشحالی حقیقت میں ایک متقی ہی کے لئے ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اس کے لئے دو جنت ہیں۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 420-421)

پھر اس بات کو مزید بیان فرماتے ہوئے کہ حقیقی راحت اور لذت کا مدار تقویٰ پر ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

" متقی سچی خوشحالی ایک جھونپڑی میں پا سکتا ہے جو دنیا دار اور حرص و آز کے پرستار کو رفیع الشان قصر میں بھی نہیں مل سکتی۔" قناعت ہو، تقویٰ ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول مقصد ہو تو کم حالات میں بھی انسان گزارہ کر لیتا ہے اور سکون اور لذت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ بڑے بڑے امیروں کو لذت پیدا نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ " جس قدر دنیا زیادہ ملتی ہے اسی قدر بلائیں زیادہ سامنے آجاتی ہیں۔ پس یاد رکھو کہ حقیقی راحت اور لذت دنیا دار کے حصہ میں نہیں آئی۔ یہ مت سمجھو کہ مال کی کثرت، عمدہ عمدہ لباس اور کھانے کسی خوشی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا مدار ہی تقویٰ پر ہے۔ جبکہ ان ساری باتوں سے معلوم ہو گیا کہ سچے تقویٰ کے بغیر کوئی راحت اور خوشی مل ہی نہیں سکتی تو معلوم کرنا چاہئے کہ تقویٰ کے بہت سے شعبے ہیں جو عنکبوت کے تاروں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں "یعنی مکڑی کے جالے کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ باریک باریک تاریں ہیں۔" تقویٰ تمام جوارحِ انسانی "یعنی تمام انسانی اعضاء جو ہیں" اور عقائد زبان اخلاق وغیرہ سے متعلق ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 421 تا 422)

عقائد میں بھی تقویٰ ہو۔ زبان میں بھی تقویٰ ہو۔ عام اخلاق میں بھی تقویٰ ہو۔ روزہ کے حوالے سے ایک حدیث بھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار اپنی زبان کو ہمیشہ پاک رکھے اور اگر کوئی اس سے جھگڑے تو تب بھی وہ یہی کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ میں تمہاری ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔

(بخاری کتاب الصوم باب هل يقول إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ حدیث 1904)

فرمایا کہ "نازک ترین معاملہ زبان سے ہے۔ بسا اوقات تقویٰ کو دور کر کے ایک بات کہتا ہے اور دل میں خوش ہو جاتا ہے کہ میں نے یوں کہا اور ایسا کہا حالانکہ وہ بات بری ہوتی ہے۔ مجھے اس پر ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک بزرگ کی کسی دنیا دار نے دعوت کی۔" اب یہ باریکی بھی دیکھنے والی چیز ہے۔ صرف یہی نہیں کہ موٹی موٹی گالیاں دے دیں یا لڑائی کر لی یا جھگڑا کر لیا بلکہ خود پسندی اور دکھاوا بھی ہے۔ زبان کی جو غلطیاں ہیں یا زبان کی وجہ سے جو گناہ ہوتے ہیں یا زبان کی وجہ سے جو تقویٰ میں کمی ہے اس میں یہ چیزیں بھی آتی ہیں۔ تو فرمایا" کہ ایک بزرگ کی کسی دنیا دار نے دعوت کی۔ جب وہ بزرگ کھانا کھانے کے لئے تشریف لے گئے تو اس متکبر دنیا دار نے اپنے نوکر کو کہا کہ فلاں تھال لانا جو ہم پہلے حج میں لائے تھے۔ اور پھر کہا دوسرا تھال بھی لانا جو دوسرے حج میں لائے تھے۔ اور پھر کہا کہ تیسرے حج والا بھی لیتے آنا۔ اس بزرگ نے فرمایا" اس دنیا دار کو" کہ تُو تو بہت ہی قابل رحم ہے۔ ان تین فقروں میں تُو نے اپنے تین ہی حجوں کا ستیاناس کر دیا۔" دنیا دکھاوے کے لئے حج تھے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے۔ تقویٰ سے دور ہٹے ہوئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس بزرگ نے یہ کہا کہ " تیرا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ تُو اس امر کا اظہار کرے کہ تُو نے تین حج کئے ہیں۔ اس لئے خدا نے تعلیم دی ہے کہ زبان کو سنبھال کر رکھا جائے

اور بے معنی، بیہودہ، بے موقع غیر ضروری باتوں سے احتراز کیا جائے۔ "پس صرف زبان کو دوسروں کو تکلیف دینے سے روکنے کے لئے حکم نہیں ہے۔ اپنی خود نمائی جو ہے، خود پسندی جو ہے، دکھاوا جو ہے یہ بھی نیکیوں سے دور کرنے والا ہو جاتا ہے اور تقویٰ سے دور ہٹانے والا بن جاتا ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی ہمیں غور کرنا چاہئے۔

آپ نے فرمایا" دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی تعلیم دی ہے۔ اب ممکن تھا کہ انسان اپنی قوت پر بھروسہ کر لیتا اور خدا سے دور ہو جاتا۔ اس لئے ساتھ ہی اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کی تعلیم دے دی کہ یہ مت سمجھو کہ یہ عبادت جو میں کرتا ہوں اپنی قوت اور طاقت سے کرتا ہوں، ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی استعانت جب تک نہ ہو اور خود وہ پاک ذات جب تک توفیق اور طاقت نہ دے کچھ بھی نہیں ہو سکتا اور پھر اِیَّاکَ اَعْبُدُ یا اِیَّاکَ اَسْتَعِیْن نہیں کہا۔ اس لئے کہ اس میں نفس کے تقدّم کی بُو آتی تھی۔" اپنا یہ اظہار ہوتا ہے کہ میں کچھ کر رہا ہو" اور یہ تقویٰ کے خلاف ہے۔" فرمایا کہ "تقویٰ والا کُل انسانوں کو لیتا ہے۔ زبان سے ہی انسان تقویٰ سے دُور چلا جاتا ہے۔ "یعنی تقویٰ جو ہے ہر معاملہ میں ضروری ہے۔ زبان ہے اس سے انسان تقویٰ سے دور چلا جاتا ہے۔ "زبان سے تکبر کر لیتا ہے اور زبان سے ہی فرعونی صفات آجاتی ہیں۔" لوگ بہت بڑے دعوے کرنے لگ جاتے ہیں "اور اسی زبان کی وجہ سے پوشیدہ اعمال کو ریاکاری سے بدل لیتا ہے اور زبان کا زیان بہت جلد پیدا ہوتا ہے۔" آپ فرماتے ہیں کہ "حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص ناف کے نیچے کے عضو اور زبان کو شر سے بچاتا ہے اس کی بہشت کا ذمہ دار میں ہوں ۔ حرام خوری اس قدر نقصان نہیں پہنچاتی جیسے قولِ زُور۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ حرام خوری اچھی چیز ہے۔" جھوٹ اور غلط بات کہنا نقصان پہنچانے والی چیز ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ حرام خوری اچھی چیز ہے۔ "یہ سخت غلطی ہے اگر کوئی ایسا سمجھے۔" آپ فرماتے ہیں کہ "میرا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص جو اضطراراً سوَر کھالے تو یہ امر دیگر ہے۔" اضطراراً اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہوئی ہے "لیکن اگر وہ اپنی زبان سے خنزیر کا فتویٰ دے دے تو وہ اسلام سے دُور نکل جاتا ہے۔" یہ فتویٰ دے دے کہ ہر حالت میں سوَر کھانا جائز ہے تو پھر وہ اسلام سے ہٹ گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس طرح "اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال ٹھہراتا ہے۔ غرض اس سے معلوم ہوا کہ زبان کا زیان خطرناک ہے اس لئے متقی اپنی زبان کو بہت ہی قابو میں رکھتا ہے۔ اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نہیں نکلتی جو تقویٰ کے خلاف ہو۔" آپ فرماتے ہیں "پس تم اپنی زبان پر حکومت کرو نہ یہ کہ زبانیں تم پر حکومت کریں اور اَناپ شناپ بولتے رہو۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 421 تا 423)

روزوں میں بہت ساروں کے ذکر الٰہی میں اضافہ ہوا ہے تو اس اضافے کے ساتھ غیر ضروری باتوں میں بھی کمی ہونی چاہئے اور اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے تا کہ روزوں کا اور تقویٰ کا مقصد پورا ہو۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:" **ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔** اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہات دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود متکفّل ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ (الطلاق:3-4) جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے

راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں۔ یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو ناہکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ "یعنی سامان کر دیتا ہے اور ایسی بے مقصد جو ضرورتیں ہیں یا بے مقصد خواہشات ہیں وہ دل میں پیدا نہیں ہوتیں یا ان کا محتاج نہیں کرتا اس کا خیال بھی نہیں آتا۔ یہ بھی تقویٰ کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی متقی کے ساتھ ایک سلوک کی نشانی ہے۔ فرمایا "مثلاً ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغگوئی کے سوا اس کا کام ہی نہیں چل سکتا اس لئے وہ دروغگوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا اور اُسے ایسے موقع سے بچالیتا ہے جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ "یعنی ایسا موقع ہی نہیں آتا کہ وہ جھوٹ بولے۔ "یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا، تو خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ جب رحمان نے چھوڑ دیا تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔" پھر آپ فرماتے ہیں کہ "یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے۔ وہ بڑی طاقت والا ہے۔ جب اس پر کسی امر میں بھروسہ کروگے وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ (الطلاق:4)" اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ "لیکن جو لوگ ان آیات کے پہلے مخاطب تھے وہ اہل دین تھے۔ ان کی ساری فکریں محض دینی امور کے لئے تھیں اور دنیوی امور حوالہ بخدا تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ غرض برکاتِ تقویٰ میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو ان مصائب سے مخلصی بخشتا ہے جو دینی امور کے حارج ہوں۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 12)

یعنی اگر تقویٰ صحیح ہے تو دنیاوی پریشانیاں جو ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ اس لئے دُور کر دیتا ہے کہ دینی کاموں میں روک پیدا نہ ہو۔ پس اس لحاظ سے بھی جہاں لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دنیاوی مسائل ایسے ہیں کہ دینی کام میں ہم حصہ نہیں لے سکتے۔ **اگر صحیح تقویٰ ہے تو اللہ تعالیٰ دنیاوی مسائل خود بخود حل کر دیتا ہے اور پھر دین کی** خدمت کی توفیق ملتی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ نیکیوں کے دو حصے ہیں اور نیکیاں کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیسا سلوک فرماتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"انسان جس قدر نیکیاں کرتا ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک فرائض دوسرے نوافل "ایک فرض ہے جو تم نے کرنا ہے۔ ایک نفل ہے۔ "فرائض یعنی جو انسان پر فرض کیا گیا ہو جیسے قرضہ کا اتارنا" کسی سے قرض لیا ہوا ہے اس کا اتارنا فرض ہے۔ "یا نیکی کے مقابل نیکی" یہ بھی فرض ہے۔ کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کے مقابلے پر نیکی کرو۔ اس کا حق ادا کرو۔ فرمایا کہ صرف یہ نیکی نہیں ہے۔ یہ کوئی احسان نہیں ہے کہ اس نے نیکی کی تو میں نے بھی نیکی کر دی۔ اگر کسی نے نیکی کی ہے تو اس کے مقابلے پر تم بھی اس سے نیکی کرو۔ یہ تمہارا فرض ہے اور دوسرے کا حق ہے۔ فرمایا" ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں یعنی ایسی نیکی جو اس کے حق سے فاضل ہو۔ "زائد نیکی ہو۔ "جیسے احسان کے مقابل احسان کے علاوہ اَور احسان کرنا۔" کسی نے احسان کیا اس کے احسان کا بدلہ چکا دینا یہ تو برابر کی ایک نیکی ہو گئی لیکن اَور احسان کرنا۔ اس سے زائد احسان کرنا یہ نوافل کے حق سے فاضل

ہے۔ فرمایا کہ "یہ نوافل ہیں۔" یہ نفل بن جاتا ہے۔ "یہ بطور مکمّلات اور متمّمات فرائض کے ہیں۔" جب انسان بڑھ کر نیکیاں کرتا ہے تو ان سے جو فرض ہیں وہ مکمل ہوتے ہیں اور اپنی انتہا کو پہنچتے ہیں۔ فرمایا کہ "اس حدیث میں بیان ہے کہ اولیاء اللہ کے دینی فرائض کی تکمیل نوافل سے ہو رہتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ وہ اور صدقات دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا ولی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ مَیں اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ حتی کہ اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔"

پھر آپ فرماتے ہیں کہ "بات یہ ہے کہ جب انسان جذباتِ نفس سے پاک ہوتا اور نفسانیت چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے اس کا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک فعل خدا کی منشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ جہاں لوگ ابتلا میں پڑتے ہیں وہاں یہ امر ہمیشہ ہوتا ہے کہ وہ فعل خدا کے ارادہ سے مطابق نہیں ہوتا۔" اللہ کی مرضی کے خلاف ہو وہیں ابتلاء شروع ہو جاتے ہیں۔ "خدا کی رضا اس کے برخلاف ہوتی ہے۔ ایسا شخص اپنے جذبات کے نیچے چلتا ہے۔ مثلاً غصّہ میں آکر کوئی ایسا فعل اس سے سرزد ہو جاتا ہے جس سے مقدمات بن جایا کرتے ہیں۔ فوجداریاں ہو جاتی ہیں۔ مگر اگر کسی کا یہ ارادہ ہو کہ بلا استصواب کتاب اللہ اس کا حرکت و سکون نہ ہو گا۔" خدا تعالیٰ کی کتاب سے دیکھے بغیر کوئی حرکت نہیں ہو گی۔ کوئی کام نہیں ہو گا "اور اپنی ہر ایک بات پر کتاب اللہ کی طرف رجوع کرے گا تو یقینی امر ہے کہ کتاب اللہ مشورہ دے گی۔

جیسے فرمایا وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (الانعام:60) "کہ نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز ہے مگر اس کا ذکر ایک روشن کتاب میں ہے۔ یعنی قرآن کریم نے ہر نیکی اور بدی کو کھول کر بیان کر دیا ہے اور جو اس پہ عمل کرے گا وہ محفوظ رہے گا۔ فرمایا "سو اگر ہم یہ ارادہ کریں کہ ہم مشورہ کتاب اللہ سے لیں گے تو ہم کو ضرور مشورہ ملے گا۔" دنیاوی کاموں میں لوگوں کو جو ابتلا آتے ہیں یا وہ کوئی بھی غلط کام کرتے ہیں تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل نہیں کر رہے ہوتے۔ قرآن کریم کو دیکھے بغیر جب چلیں گے، اس کے حکموں کو سامنے رکھے بغیر اگر کوئی کام کریں گے تو پھر مشکلات میں انسان گرفتار ہوتا ہے۔ یہاں یہ فرق ہونا چاہئے کہ دینی معاملات میں اللہ تعالیٰ امتحان میں ڈالتا ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ امتحان بھی نیکیوں کو آزمانے کے لئے ہیں۔

اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ انبیاء سب سے زیادہ ایسے امتحانوں سے گزرتے ہیں۔ ایک تو دنیاوی باتیں ہیں جن پہ انسان مشکلات میں پڑتا ہے اور وہ اس لئے مشکلات میں پڑتا ہے کہ وہ دنیاداری کی سوچ سے سوچتا ہے۔ ایک مومن ہونے کا دعویٰ تو کرتا ہے لیکن ہمارے لئے جو راہ ہدایت ہے وہ قرآن کریم ہے۔ اس کے حکموں پر وہ عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتا تب مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے ابتلا آتے ہیں۔ بہرحال پھر آپ فرماتے ہیں کہ "لیکن جو اپنے جذبات کا تابع ہے وہ ضرور نقصان ہی میں پڑے گا۔" یہ بات مزید کھل گئی کہ جذبات کا تابع ہو کر دنیاوی معاملات میں نقصان اٹھاتا ہے۔ "بسا اوقات وہ اس جگہ مؤاخذہ میں پڑے گا۔ سو اس کے مقابل اللہ نے فرمایا کہ ولی جو میرے ساتھ بولتے چلتے کام کرتے ہیں وہ گویا اس میں محو ہیں۔ سو جس قدر کوئی محویت میں کم ہے وہ اتنا ہی خدا سے دُور ہے۔ لیکن اگر اس کی محویت ویسی ہی ہے جیسے خدا نے فرمایا تو اس کے ایمان کا

اندازہ نہیں۔ ان کی حمایت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ عَادَ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔(الحدیث)" کہ "جو شخص میرے ولی کا مقابلہ کرتا ہے وہ میرے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔" اب دیکھ لو ایسے لوگوں کو اگر نیکی کے معاملے میں جب ایسی باتیں آتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ خود اپنے ولی کا ساتھ دیتا ہے اور دشمنوں کو ایک وقت میں پھر ناکام و نامراد کرتا ہے۔ "اب دیکھ لو کہ متقی کی شان کس قدر بلند ہے اور اس کا پایہ کس قدر عالی ہے جس کا قرب خدا کی جناب میں ایسا ہے کہ اس کا ستایا جانا خدا کا ستایا جانا ہے تو خدا اس کا کس قدر معاون و مددگار ہو گا۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 13 تا 15)

پھر ہمیں اپنی زندگی کو غربت اور مسکینی میں بسر کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"اہل تقویٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔ یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدّیقوں کے لئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے۔ عُجب و پِندار غضب سے پیدا ہوتا ہے۔" یعنی تکبر اور غرور جو ہے وہ غصہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ "اور ایسا ہی کبھی خود غضب عُجب و پِندار کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ غضب اس وقت ہو گا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے۔ مَیں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔" غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔ "خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے۔ ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے۔ اس کی دلجوئی کرے۔ اس کی بات کی عزت کرے کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ (الحجرات:12)" کہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے یاد نہ کرو۔ ایمان کے بعد دین سے دور جانا بہت بڑی بات ہے۔ "وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات:12)" اور جس نے توبہ نہ کی۔ یہ باتیں کرتا رہا تو یہی ظالم لوگ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "تم ایک دوسرے کا چڑ کے نام نہ لو۔ یہ فعل فُسّاق و فُجّار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہو گا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرّم و معظّم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (الحجرات:14)۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 36)

کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز وہی ہے جو متقی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دائمی علم رکھنے والا اور باخبر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کو ہر حقیقت کا علم ہے۔ ہر بات کا علم ہے کہ دکھاوے کا تقویٰ ہے یا حقیقی تقویٰ ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ کو علم ہے تو ہمیں پھر بڑے خوف سے اور اپنا جائزہ لیتے ہوئے حقیقی تقویٰ اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اختیار کرو۔

اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ ایک مومن اور تقویٰ پہ چلنے والے کو جب کامیابی ملتی ہے تو اس کا

کیا اظہار ہوتا ہے اور ایک کافر اس کامیابی پر کیسا اظہار کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :

"**اس اصول کو ہمیشہ مدّ نظر رکھو۔** مومن کا کام یہ ہے کہ وہ کسی کامیابی پر جو اسے دی جاتی ہے شرمندہ ہوتا ہے اور خدا کی حمد کرتا ہے۔" یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اس کی تعریف کرتا ہے "کہ اس نے اپنا فضل کیا اور اس طرح پر وہ قدم آگے رکھتا ہے اور ہر ابتلا میں ثابت قدم رہ کر ایمان پاتا ہے۔ بظاہر ایک ہندو اور مومن کی کامیابی ایک رنگ میں مشابہ ہوتی ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ کافر کی کامیابی ضلالت کی راہ ہے اور مومن کی کامیابی سے اس کے لئے نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ کافر کی کامیابی ضلالت کی راہ ہے اور مومن کی کامیابی سے اس کے لئے نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ کافر کی کامیابی اس لئے ضلالت کی طرف لے جاتی ہے کہ وہ خدا کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ اپنی محنت، دانش اور قابلیت کو خدا بنالیتا ہے۔

مگر مومن خدا کی طرف رجوع کر کے خدا سے ایک نیا تعارف پیدا کرتا ہے اور اس طرح پر ہر ایک کامیابی کے بعد اس کا خدا سے ایک نیا معاملہ شروع ہو جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ہونے لگتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (النحل:129) خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہوتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن شریف میں تقویٰ کا لفظ بہت مرتبہ آیا ہے اس کے معنی پہلے لفظ سے کئے جاتے ہیں۔ یہاں مَعَ کا لفظ آیا ہے۔

یعنی جو خدا کو مقدم سمجھتا ہے خدا اس کو مقدم رکھتا ہے اور دنیا میں ہر قسم کی ذلّتوں سے بچا لیتا ہے۔ میرا ایمان یہی ہے کہ اگر انسان دنیا میں ہر قسم کی ذلّت اور سختی سے بچنا چاہے تو اس کے لئے ایک ہی راہ ہے کہ متقی بن جائے پھر اس کو کسی چیز کی کمی نہیں۔ پس مومن کی کامیابیاں اس کو آگے لے جاتی ہیں اور وہ وہیں پر نہیں ٹھہر جاتا۔" پھر آپ فرماتے ہیں "اکثر لوگوں کے حالات کتابوں میں لکھے ہیں کہ اوائل میں دنیا سے تعلق رکھتے تھے اور شدید تعلق رکھتے تھے لیکن انہوں نے کوئی دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔ اس کے بعد ان کی حالت ہی بدل گئی۔ اس لئے اپنی دعاؤں کی قبولیت اور کامیابیوں پر نازاں نہ ہو بلکہ خدا کے فضل اور عنایت کی قدر کرو۔" یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے دعا کو قبول کیا۔ بجائے اس بات پہ خوش ہونے کے یا فخر کرنے کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر نظر رکھو۔ آپ فرماتے ہیں کہ "قاعدہ ہے کہ کامیابی پر ہمت اور حوصلے میں ایک نئی زندگی آجاتی ہے۔ اس زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ترقی کرنی چاہئے۔" کامیابی ملی یا دعا قبول ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی پہچان زیادہ ہونی چاہئے۔ اس کی معرفت ہونی چاہئے۔ "کیونکہ سب سے اعلیٰ درجہ کی بات جو کام آنے والی ہے وہ یہی معرفت الٰہی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔" فرماتے ہیں "بہت تنگدستی بھی انسان کو مصیبت میں ڈال دیتی ہے۔

اس لئے حدیث میں آیا ہے اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ۔ "یعنی تنگی چہروں کو بگاڑ دیتی ہے یا کالا کر دیتی ہے یا تنگدستی کی وجہ سے انسان دین سے بھی بسا اوقات دور ہٹ جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "ایسے لوگ میں نے خود دیکھے ہیں جو اپنی تنگدستیوں کی وجہ سے دہریہ ہو گئے ہیں۔ مگر مومن کسی تنگی پر بھی خدا سے بدگمان نہیں ہوتا اور اس کو اپنی غلطیوں کا نتیجہ قرار دے کر اس سے رحم اور فضل کی درخواست کرتا ہے اور جب وہ زمانہ گزر جاتا ہے

اور اس کی دعائیں بارور ہوتی ہیں تو وہ اس عاجزی کے زمانہ کو بھولتا نہیں بلکہ اسے یاد رکھتا ہے۔ غرض اگر اس پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کام پڑنا ہے تو تقویٰ کا طریق اختیار کرو۔ مبارک وہ ہے جو کامیابی اور خوشی کے وقت تقویٰ اختیار کرلے اور بدقسمت وہ ہے جو ٹھوکر کھا کر اس کی طرف نہ جھکے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 155 تا 157)

آپ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ ان کی حمایت اور نصرت میں ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کریں۔ تقویٰ کہتے ہیں بدی سے پرہیز کرنے کو اور مُحْسِنُوْن وہ ہوتے ہیں جو اتنا ہی نہیں کہ بدی سے پرہیز کریں بلکہ نیکی بھی کریں۔ اور پھر یہ بھی فرمایا لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی۔ (یونس:27) یعنی ان نیکیوں کو بھی سنوار سنوار کر کرتے ہیں۔" آپ اس آیت کی تشریح فرما رہے ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور پھر جو احسان کرنے والے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں "مجھے یہ وحی بار بار ہوئی اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ اور اتنی مرتبہ ہوئی ہے کہ میں گن نہیں سکتا۔ خدا جانے دو ہزار مرتبہ ہوئی ہو۔ اس سے غرض یہی ہے کہ تا جماعت کو معلوم ہو جاوے کہ صرف اس بات پر ہی فریفتہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس جماعت میں شامل ہو گئے ہیں یا صرف خوش خیالی ایمان سے راضی ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی معیّت اور نصرت اسی وقت ملے گی جب سچی تقویٰ ہو اور پھر نیکی ساتھ ہو۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 371)

اس بارے میں آپ مزید فرماتے ہیں: "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل:129) خدا تعالیٰ بھی انسان کے اعمال کا روزنامچہ بناتا ہے۔ پس انسان کو بھی اپنے حالات کا ایک روزنامچہ تیار کرنا چاہئے اور اس میں غور کرنا چاہئے کہ نیکی میں کہاں تک آگے قدم رکھا ہے۔ انسان کا آج اور کل برابر نہیں ہونے چاہئیں۔ جس کا آج اور کل اس لحاظ سے کہ نیکی میں کیا ترقی کی ہے برابر ہو گیا وہ گھاٹے میں ہے۔ انسان اگر خدا کو ماننے والا اور اسی پر کامل ایمان رکھنے والا ہو تو کبھی ضائع نہیں کیا جاتا بلکہ اس ایک کی خاطر لاکھوں جانیں بچائی جاتی ہیں۔" آپ مثال دیتے ہیں کہ "ایک شخص جو اولیاء اللہ میں سے تھے ان کا ذکر ہے کہ وہ جہاز میں سوار تھے۔ سمندر میں طوفان آ گیا۔ قریب تھا کہ جہاز غرق ہو جاتا۔ اس کی دعا سے بچا لیا گیا اور دعا کے وقت اس کو الہام ہوا کہ تیری خاطر ہم نے سب کو بچا لیا۔" آپ فرماتے ہیں "مگر یہ باتیں نرا زبانی جمع خرچ کرنے سے حاصل نہیں ہوتیں" بلکہ اس کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے۔ (ملفوظات جلد 10 صفحہ 137-138)

اور آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔
(ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 138)

لیکن اس کے لئے تم لوگوں کو بھی پہلے تقویٰ اختیار کرنا پڑے گا۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میری دعاؤں کی قبولیت کے لئے خود اپنے آپ کو دعاؤں کا اہل بنانے کی ضرورت ہے تب میری دعائیں قبول ہوں گی اور اس کے لئے تقویٰ ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان میں تقویٰ سے روزے رکھنے اور عبادت کرنے اور باقی حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہر لحاظ سے یہ رمضان جماعت کے لئے بھی، مسلمانوں کے لئے بھی اور دنیا کے لئے بھی بابرکت

ہو۔ **پاکستان میں جماعت کے جو حالات ہیں اور اس میں دن بدن سختی پیدا ہوتی جا رہی ہے** ان کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ ہم جہاں روزوں کے حق ادا کرنے والے ہوں وہاں تقویٰ پر چلتے ہوئے یہ حق ادا کرنے والے ہوں۔ دعاؤں کی طرف توجہ دینے والے ہوں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بھی رحم فرمائے اور ان کی قیادت کو اور لیڈرشپ کو اور علماء کو عقل اور سمجھ عطا فرمائے اور اسی طرح دنیا کو بھی کہ وہ زمانے کے امام کو ماننے والے ہوں۔ ہر روز ایک نئی خبر آتی ہے کہ آج جنگ کا شعلہ بھڑکنے والا ہے، آج ختم ہونے والا ہے۔

بظاہر یہی لگتا ہے کہ بڑی طاقتیں جو ہیں وہ جنگ کی طرف جس تیزی سے بڑھ رہی ہیں اس میں اب مزید کوئی روک پیدا ہونے کے آثار نظر نہیں آ رہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ خاص طور پر مسلمانوں کو، خاص طور پر احمدیوں کو ان جنگ کے بد اثرات سے بچا کر رکھے اور عمومی طور پر انسانیت کو بھی بد اثرات سے بچائے۔

اگر ابھی بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے اور کوئی ذریعہ بن سکتا ہے کہ ان کی اصلاح ہو جائے اور یہ خدا کو پہچاننے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ وہ حالات پیدا کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو پہچانیں اور اپنی تباہی سے بچ سکیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08 جون 2018ء تا 14 جون 2018ء جلد 25 شمارہ 23 صفحہ 05 تا 09)

21

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 25 مئی 2018ء بمطابق 25 ہجرت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ (النور:56-57)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ اور ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ضرور تمکنت عطا کرے گا۔ اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے ایک وعدے کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اس اس طرح ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں انعام سے نوازے گا۔ اور وہ خلافت کا انعام ہے۔ جس کے نتیجہ میں تمہیں تمکنت بھی حاصل ہو گی اور خوف کی حالتوں کے بعد امن کی حالت بھی ملے گی۔ پس یہ وعدہ ہے، پیشگوئی نہیں کہ ضرور اللہ تعالیٰ دے گا۔ یہ نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں دے گا اور ضرور دے گا بلکہ یہ اس وعدے کے ساتھ ہے کہ جو اس کی شرائط پوری کرنے والے ہوں گے۔ اور وہ شرائط کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ میری عبادت کرنے والے ہوں گے۔ شرک سے مکمل طور پر پرہیز کرنے والے ہوں گے۔ اگر عبادت کرنے والے نہیں۔ جو عبادت کا حق ہے اس سے عبادت کرنے والے نہیں۔ اگر شرک سے کُلّی طور پر اجتناب کرنے والے نہیں اور اس سے بچنے والے نہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو پھر وہ اس وعدہ سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ پس خلافت ہو گی بھی تو ایسے لوگ اگر یہ شرائط پوری نہیں کر رہے، جو عمل کرنے والے نہیں وہ خلافت سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

آخری زمانہ میں خلافت علی منہاج النبوۃ:

قرآن کریم سے بھی ہمیں واضح ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں خلافت علی منہاج نبوت قائم ہو گی۔ احادیث سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ خلافت علی منہاج نبوت قائم ہو گی اور یہ دائمی خلافت ہے۔ اور ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بڑی کھول کر وضاحت فرمائی کہ میرے بعد خلافت ہو گی اور ہمیشہ رہے گی۔ لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مسلمانوں کو یہ بھی واضح فرما دیا کہ خلافت کے وعدہ سے فیض اٹھانے کے لئے، اس کے انعام سے حصہ لینے کے لئے اپنی حالتوں کو بدلنا ہو گا۔ صرف مسلمان کہلانا، صرف ظاہری ایمان کا اظہار کرنا خلافت کے ایمان کا حقدار نہیں بنا دے گا۔ پس اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ نصیحت فرماتا ہے کہ عبادت کا حق ادا کرنے کے لئے، شرک سے بچنے کے لئے نمازوں کو قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو، رسول کی اطاعت کرو تبھی تم اللہ تعالیٰ کے رحم کو حاصل کر سکتے ہو۔

اطاعت رسول میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمائی کہ جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی **اس نے میری نافرمانی کی اور جو خلافت کا نظام ہے** اس میں سب سے بڑھ کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ امیر ہے وہ خلیفہ ہی ہے۔ پس اس بات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ خلافت کی اطاعت بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ لیکن یہاں وہ خلافت نہیں جو زبردستی چھین کر دنیاوی آقاؤں کی مدد سے حاصل کی جاتی ہے۔ یہاں وہ خلافت مراد ہے جو منہاج نبوت پر قائم ہو اور جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واضح ارشاد فرما چکے ہیں اور جو مسیح موعود کے آنے کے بعد قائم ہونی تھی۔ ان سے خلافت کا یہ سلسلہ چلنا تھا کیونکہ وہ مسیح موعود خاتم الخلفاء ہو گا۔ اور اس خلافت نے پھر جنگ نہیں کرنی، ظلم نہیں کرنا بلکہ اس طرف توجہ دلانی ہے کہ نمازوں کا قیام کرو۔ اس طرف توجہ دلانی ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے زکوٰۃ دو اور مالی قربانی کی طرف توجہ کرو۔ **پس یہ نظام بھی اِس وقت صرف جماعت احمدیہ میں رائج ہے۔**

اسی طرح اطاعت رسول کا ایک مقصد جو وحدت کی لڑی میں پرویا جانا ہے وہ بھی خلافت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ دوسرے مسلمان بیشک نمازیں بھی پڑھتے ہیں لیکن ایک وحدت نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دل میں پھوٹ ہے۔ ایک ہی مسلک ہونے کے باوجود جزئیات میں پڑ کر تفرقہ پیدا کیا ہوا ہے۔ علماء اپنے منبروں کے لئے اور اپنے مقاصد کے لئے، اب تو پاکستان میں علماء کے سیاسی مقاصد بھی ہو گئے ہیں ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں۔ یہی حال پھر ان کے پیچھے چلنے والوں کا ہے۔

کچھ عرصہ ہوا جب پاکستان میں دھرنے وغیرہ ہو رہے تھے، حکومت کے خلاف احتجاج ہو رہے تھے۔ تو اس کے بعد پھر علماء کے دو گروپوں کی آپس میں بھی ٹھن گئی۔ کوئی لبّیک یا رسول اللہ کے نام پر اپنے ذاتی مقاصد حاصل کرنے اور لیڈر بننے کی کوشش کر رہا تھا تو کوئی ختم نبوت کے نام پر اپنی دکان چمکانے کی کوشش کر رہا تھا اور ٹی وی پر یہ تماشا دنیا دیکھ رہی تھی۔ پاکستان کے ٹی وی نے دکھایا۔ اس کے باوجود پھر بھی وہ لوگ جو اُن کے پیچھے چلتے ہیں ان کو سمجھ نہیں آتی کہ وہ کن لوگوں کے پیچھے چل رہے ہیں۔ کیا یہ لوگ عوام النّاس کے لئے، عامّۃ المسلمین کے لئے دین

کی تمکنت کا ذریعہ بنیں گے ؟ کیا یہ لوگ صحیح رہنمائی کریں گے ؟ یہ ہر گز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ لوگ تو خود بگڑے ہوئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق بگڑے ہوئے ہیں کہ اُس زمانے کے علماء بدترین مخلوق ہوں گے۔

(الجامع لشعب الایمان جلد 3 صفحہ 317-318 حدیث 1763 مطبوعہ مکتبۃ الرشد ناشرون ریاض 2003ء)

زکوٰۃ دیتے ہیں تو اس کے استعمال کا بھی حکومت کو پتہ نہیں لگتا۔ وہ یہ دعویٰ تو کرتی ہے کہ غریبوں پر ہم خرچ کر رہے ہیں لیکن زکوٰۃ فنڈ میں اربوں کے غبن ہوتے ہیں جس کی خبریں میڈیا پر آتی ہیں۔ اشاعت اسلام کا تو سوال بھی نہیں پیدا ہوتا۔ اسلام کے نام پر قائم حکومتیں، تیل کی دولت سے مالا مال حکومتیں کیا کر رہی ہیں۔ کوئی بھی اشاعتِ اسلام کا کام ان سے نہیں ہو رہا ہے۔ یہ کام بھی قربانیاں کر کے اگر کوئی کر رہا ہے تو جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔ یہ نظام بھی اسی وقت چل سکتا ہے جب خلافت کا نظام ہو۔ بعض علماء اور سنجیدہ طبقہ اس بات کا اظہار تو کرتے ہیں کہ خلافت کا نظام ہونا چاہئے لیکن جب کہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو نظام قائم کیا ہے اسے مانو تو ماننے کے لئے تیار نہیں بلکہ مخالفت میں بڑھے ہوئے ہیں۔

اس مخالفت کا تازہ واقعہ دو دن ہوئے سیالکوٹ میں ہماری مسجد میں ہوا۔ مسجد اور اس کے ساتھ جو گھر تھا۔ پولیس اور انتظامیہ دونوں نے مل کر بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ان کی سرکردگی میں مولویوں نے اور ان کے چند سو چیلوں نے دھاوا بولا، حملہ کیا۔ بہت بڑا کارنامہ انہوں نے انجام دیا۔ انہوں نے اسلام کو بچانے کے لئے بڑا شب خون مارا۔ اس گھر کو جس کو چند دن پہلے پولیس خود ہی بلاوجہ سِیل (seal) کر چکی تھی، اس کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اور وہاں تھا بھی کوئی نہیں۔ پھر بھی اس سِیل (seal) ہوئے ہوئے گھر کو پولیس نے باقاعدہ انتظام کے تحت حملہ کر کے نقصان پہنچایا، اندر سے توڑ پھوڑ کی۔ یہ پاکستان بننے سے بھی ایک لمبا عرصہ بلکہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے بنے ہوئے گھر اور مسجد تھے۔ اور کوئی جواز نہیں بنتا تھا کہ احمدیوں نے آج بنایا ہے تو ہم نے منارے گرانے ہیں، گنبد گرانے ہیں۔ پس یہ ان کا حال ہے جو مخالفت میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اب یہ بھی اعلان کر رہے ہیں کہ ہم اور مسجدوں کو بھی نقصان پہنچائیں گے اور گرائیں گے۔ حافظ ہیں، ایک سیاسی پارٹی کے کوئی صاحب قاری ہیں۔ کہنے کو تو حافظ ہیں لیکن قرآن کریم کی تعلیم کی روح سے بالکل ہی خالی ہیں۔ خالی تو بہر حال انہوں نے ہونا تھا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے خاتم الخلفاء اور اس زمانے کے حَکَم اور عَدل کی دشمنی میں بڑھے ہوئے ہیں تو پھر قرآن کریم کے علم سے بھی خالی ہو جاتے ہیں۔ ظاہری الفاظ تو رَٹے ہوں گے۔ قرآن کریم کی تعلیم کو سمجھنے کے لئے ان کے ذہنوں کو تالے لگے ہوئے ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ایک سزا ہے کہ یہ سمجھ نہیں سکتے۔ ہاں فتنہ و فساد کا جہاں تک سوال ہے اس میں ان کے ذہن جو ہیں بہت رسا ہیں۔ بہت کھلے ہوئے ہیں۔ جتنا چاہیں ان سے فتنہ و فساد کروالیں۔ اس کے لئے نئے نئے طریقے ایجاد کر لیں گے۔ ان چیزوں میں ہم بہر حال ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بہر حال یہ تو ان کا حال ہے۔ اپنی مسجدوں میں بھی ایک دوسرے کے خلاف بولتے ہیں اور فتنوں اور فسادوں کی منصوبہ بندیاں کر کے اپنی مسجدوں کے تقدّس بھی پامال کرتے ہیں۔ اور ہماری مساجد میں بھی جو خالصۃً اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے

بنائی گئی ہیں ان کو بھی تالے لگا کر، بند کر کے اور پھر باقاعدہ حملہ کر کے نقصان پہنچا کر ان کے تقدّس کو بھی پامال کرتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے ان کے اپنے ذاتی مقاصد کو دین پر ترجیح دینے کا۔ اور جب تک یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق قائم ہونے والی خلافت کو نہیں مانیں گے یہ ایسی حرکتیں کرتے رہیں گے اور ان سے کسی بھی قسم کی اچھائی کی توقع رکھی ہی نہیں جاسکتی۔

ہاں چند ایک شریف لوگ بھی ہوتے ہیں۔ سینیٹ میں ایک خاتون نے بڑی ہمت سے اس پر کل اظہار تشویش بھی کیا اور اسے ردّ بھی کیا۔ اب دیکھیں اس بیچاری کا مولوی اور مولوی طبع لوگ جو ہیں اور مفاد پرست سیاستدان جو ہیں وہ کیا حشر کرتے ہیں۔ ابھی تک تو یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ پھر وہ اس حد تک ایسے شریف لوگوں کے پیچھے پڑتے ہیں کہ ان کو یا تو سیاست سے الگ ہونا پڑتا ہے یا معافی مانگنی پڑتی ہے۔

جہاں تک ہمارے جذبات کا تعلق ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کی ایک یادگار کو نقصان پہنچایا اور حکومت نے اسے اپنے قبضے میں لیا ہوا ہے تو ہمارا تو ہمیشہ کی طرح یہی جواب ہے اور ہونا چاہئے کہ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (یوسف:87) کہ میں تو اپنے رنج اور غم کی فریاد کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہوں۔ بیشک اس کے ساتھ ہمارا جذباتی تعلق بھی ہو لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اعلیٰ **تعلق کا اظہار صرف عمارتوں کی حفاظت سے نہیں بلکہ آپ کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہے۔ آپ کے بعد نظام خلافت کے ساتھ جڑنے سے ہے۔** ان چیزوں کے حصول سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے خلافت کے انعام سے فائدہ اٹھانے کے لئے بتائی ہیں۔ اپنی عبادتوں کے معیار بہتر کرنے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے سے ہے۔ اپنی اطاعت کے معیاروں کو بڑھانے سے ہے۔ پس اس کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی نے سوال کیا کہ خلیفہ کے آنے کا مدّعا کیا ہوتا ہے؟ مقصد کیا ہوتا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ ہمارے سامنے ہر وقت رہنا چاہئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اصلاح۔ یہ مقصد ہے۔ اور پھر وضاحت بھی فرمائی کہ دیکھو حضرت آدمؑ سے اِس نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک مدت دراز کے بعد جب انسان کی عملی حالتیں کمزور ہو گئیں اور انسان زندگی کے اصل مدّعا اور خدا کی کتاب کی اصل غایت بھول کر ہدایت کی راہ سے دور جا پڑے تو پھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایک مامور اور مُرسَل کے ذریعہ سے دنیا کو ہدایت کی۔ اور ضلالت کے گڑھے سے نکالا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ شان کبریائی نے جلوہ دکھایا اور ایک شمع کی طرح نور معرفت دنیا میں دوبارہ قائم کیا گیا۔ ایمان کو نورانی اور روشنی والا ایمان بنا دیا۔ فرماتے ہیں کہ غرض اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی سنّت چلی آتی ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہی ہم نے دیکھا۔ پھر فرمایا کہ غرض اللہ تعالیٰ کی یہی سنّت چلی آتی ہے کہ ایک زمانہ گزرنے پر جب پہلے نبی کی تعلیم کو لوگ بھول کر راہ راست اور متاع ایمان اور نور معرفت کو کھو بیٹھتے ہیں اور دنیا میں ظلمت اور گمراہی، فسق وفجور کا چاروں طرف سے خطرناک اندھیرا چھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات جوش مارتی ہیں اور ایک بڑے عظیم الشان انسان کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا نام اور توحید اور اخلاق فاضلہ پھر نئے سرے سے دنیا میں اس کی معرفت قائم کر کے

خدا تعالیٰ کی ہستی کے بیّن ثبوت ہزاروں نشانوں سے دیئے جاتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ کھویا ہوا عرفان اور گمشدہ تقویٰ طہارت دنیا میں قائم کی جاتی ہے۔ پس مسلمانوں میں بھی اور غیر مسلموں میں بھی ایمان کھویا ہوا ہے۔ تقویٰ کھویا ہوا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق خاتم الخلفاء کو بھیجا اور آپ نے اسے قائم کیا۔ آپ فرماتے ہیں اور ایک عظیم الشان انقلاب واقع ہوتا ہے۔ غرض اسی سنت قدیمہ کے مطابق۔ یہ غور سے سننے والی بات ہے۔ آپ نے فرمایا اسی سنت قدیمہ کے مطابق ہمارا یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 274-275)

پس جماعت احمدیہ کا قیام بھی اس لئے ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے بیّن ثبوت پیش کئے جائیں۔

توحید کو دوبارہ قائم کیا جائے۔ اخلاق فاضلہ کو نئے سرے سے قائم کیا جائے۔ جیسے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت کی عملی حالت کمزور ہے۔ قبروں کی پوجا، شرک اور بدعات میں یہ لوگ مبتلا ہیں۔ فسق و فجور عام ہے اور خود اس بات کو یہ مانتے ہیں۔ اس پر اخباروں میں کالم لکھے جاتے ہیں لیکن جیسا کہ میں نے کہا جسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہدایت دینے اور ضلالت کے گڑھے سے نکالنے کے لئے بھیجا ہے اسے یہ ماننے کو تیار نہیں۔ مخفی شرک میں یہ مبتلا ہیں اور اخلاق فاضلہ کا نام و نشان ہی نہیں ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخری فقرہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ ہمیں ہر وقت ہوشیار رکھنے والا ہونا چاہئے کہ اس سنّت قدیمہ کے مطابق ہمارا یہ سلسلہ قائم ہوا ہے کہ جب دنیا میں ہر طرف فسق و فجور اور فساد پھیل جاتا ہے، اخلاق کا خاتمہ ہو جاتا ہے، لوگ توحید کو بھول جاتے ہیں، شرک پھیلنا شروع ہو جاتا ہے تو اس وقت پھر اللہ تعالیٰ اپنے کسی پیارے کو بھیجتا ہے۔ اور پھر نئے سرے سے تجدید دین ہوتی ہے۔ پس اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر اپنے اندر یہ تبدیلیاں نہیں پیدا کر رہے تو پھر بڑی قابل فکر بات ہے۔

ہمیں ہر وقت اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے ساتھ وابستہ انعامات کے حصول کے لئے جن باتوں اور جن کاموں کے کرنے کی نصیحت فرمائی ہے اس کے مطابق ہم اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں یا نہیں؟ ان کے معیار کیا ہیں؟ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہماری عبادتیں کیسی ہیں؟ ہماری نمازوں کے قیام کیسے ہیں؟ ہمارا ہر قول و عمل شرک سے پاک ہے یا نہیں؟ ہماری مالی قربانیوں کے معیار کیا ہیں؟ ہماری اطاعت کے معیار کس درجہ کے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح چاہتے ہیں ہم ان معیاروں کو حاصل کرنے والے ہیں یا نہیں؟ اور پھر اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس معیار پر اپنے سلسلہ کے ماننے والوں کو دیکھنا چاہتے ہیں ہم اس تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں یا نہیں؟

عبادتوں اور نمازوں کی اہمیت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر یہ حساب ٹھیک رہا تو وہ کامیاب ہو گیا اور اس نے نجات پالی۔ اور اگر یہ حساب خراب ہوا تو وہ ناکام ہو گیا اور گھاٹے میں رہا۔ فرمایا کہ اگر اس

کے فرضوں میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو میرے بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں۔ اگر نوافل ہوئے تو فرضوں کی کمی ان نوافل کے ذریعہ سے پوری کر دی جائے گی۔ اسی طرح اس کے باقی اعمال کا معائنہ ہو گا اور اس کا جائزہ لیا جائے گا۔ (سنن الترمذی کتاب الصلاۃ باب ما جاء ان اوّل ما یحاسب به العبد...الخ حدیث 413)

پس یہ اہمیت ہے نمازوں کی۔ آجکل رمضان کی وجہ سے سب کی نمازوں کی طرف اور مسجدوں کی طرف بڑی توجہ ہے۔ لیکن یہ رمضان کے مہینے کی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف رمضان کے مہینہ کی نمازوں کے بارے میں نہیں پوچھے گا بلکہ تمام زندگی کی نمازوں کا حساب ہو گا۔ پس یہ بڑے فکر کا مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر بے انتہا مہربانی ہے کہ فرمایا کہ فرضوں میں جو کمی ہو جاتی ہے، بشری کمزوری کی وجہ سے انسانی طبیعت میں بھی اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں بعض دفعہ حق ادا نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر نفلوں کے ذریعہ سے جو زندگی میں ادا کئے گئے ہوں گے ان سے یہ فرضوں کی کمی پوری کرو۔

پھر ایک روایت میں ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلوٰة حدیث 246)

پس یہ بہت خوف کا مقام ہے۔ شرک ایسا جرم ہے جو اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہے۔ شرک اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا۔ کیا ہم ایسے جرم کے مرتکب ہو کر اللہ تعالیٰ کے انعام خلافت سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

نماز کیسی ہونی چاہئے؟ اس کی حقیقت اور روح کے معیار کیا ہیں؟ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "بعض لوگ مسجدوں میں بھی جاتے ہیں۔ نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور دوسرے ارکان اسلام بھی بجالاتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی نصرت اور مدد ان کے شامل حال نہیں ہوتی اور ان کے اخلاق اور عادات میں کوئی نمایاں تبدیلی دکھائی نہیں دیتی۔" نمازیں پڑھنے والوں کے عادات و اخلاق میں بھی ایک نمایاں تبدیلی نظر آنی چاہئے۔" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عبادتیں بھی رسمی عبادتیں ہیں۔ حقیقت کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ احکام الٰہی کا بجالانا تو ایک بیج کی طرح ہوتا ہے جس کا اثر روح اور وجود دونو پر پڑتا ہے۔ "بیج ہے تو اس کا روح پر بھی اثر ہونا چاہئے۔ جس طرح پودے لگاؤ تو پودا اگتا ہے، نشوونما پاتا ہے، نظر آتا ہے۔ اسی طرح ہماری روح پر بھی اور ہمارے جسم پر بھی اور ظاہری اخلاق پر بھی نمازوں کا اثر نظر آنا چاہئے۔ فرمایا کہ "ایک شخص جو کھیت کی آبپاشی کرتا اور بڑی محنت سے اس میں بیج بوتا ہے اگر ایک دوماہ تک اس میں انگوری نہ نکلے تو ماننا پڑتا ہے کہ بیج خراب ہے۔" یعنی کہ انگوری سے مطلب ہے کہ بیج اگر Germinate نہ کرے۔ نہ اُگے، باہر نہ نکلے، دانے سے باہر shoot نہ کرے۔ میں نے انگوری کی یہ وضاحت اس لئے کر دی کہ بعض ترجمہ کرنے والے بعد میں آکر پوچھتے ہیں کہ آپ نے بعض الفاظ استعمال کئے جن کا ہمیں پتہ نہیں تھا۔ "یہی حال عبادات کا ہے۔ اگر ایک شخص خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھتا ہے، نمازیں پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے اور بظاہر نظر احکام الٰہی کو حتی الوسع بجالاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص مدد اس کے شامل حال نہیں ہوتی تو ماننا پڑتا ہے کہ جو بیج وہ بو رہا ہے وہی

خراب ہے۔" (ملفوظات جلد 10 صفحہ 43)

پس یہ وہ نکتہ ہے جسے ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ اپنی عبادات اور اپنے اخلاق و اطوار کی بہتری کے معیار سے اللہ تعالیٰ کے قرب کو پہچانیں۔ اگر ہمارے معیار بہتر ہوئے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ نمازیں ہمیں فائدہ دے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہم قریب ہو رہے ہیں۔ اگر ہماری ظاہری حالتیں نہیں بدل رہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل نہیں ہو رہا اور نمازیں بھی کوئی فائدہ نہیں دے رہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ "نماز کیا چیز ہے وہ دعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرّع سے مانگی جاتی ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو۔" یعنی عربی تمہاری زبان نہیں ہے۔ اس لئے جو عربی نہیں جانتے وہ صرف اسی پر پابند نہ رہیں کیونکہ اس وجہ سے پھر دل کی وہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی جو دعا کرنے والے کے دل میں ہونی چاہئے۔ فرماتے ہیں کہ "کیونکہ ان کی نماز اور ان کا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے" بعض دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں، اور بعض قرآن کریم کی دعائیں ہیں ان کو پڑھنا بھی چاہئے اور ان کو سمجھنا بھی چاہئے۔ ان کے معنی بھی یاد کرنے چاہئیں تا کہ ان کی روح کا بھی پتہ لگے۔ باقی جو دعائیں ہیں، بعض لوگوں نے اپنی دعائیں بنائی ہوئی ہیں یا دوسری دعائیں یاد کر لیتے ہیں فرمایا کہ "باقی اپنی تمام عام دعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کر لیا کرو تا ہو کہ تمہارے دلوں پر اس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 68-69)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ "**نماز ایسی شئے ہے کہ اس کے ذریعہ سے آسمان انسان پر جھک پڑتا ہے۔**" آسمان انسان پر جھک پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قریب آ جاتا ہے۔" نماز کا حق ادا کرنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ میں مر گیا اور اس کی روح گداز ہو کر خدا کے آستانہ پر گر پڑی ہے...۔" فرماتے ہیں کہ "جس گھر میں اس قسم کی نماز ہو گی وہ گھر کبھی تباہ نہ ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر نوحؑ کے وقت میں یہ نماز ہوتی تو وہ قوم کبھی تباہ نہ ہوتی۔" آپ فرماتے ہیں کہ "حج بھی انسان کے لئے مشروط ہے۔" بعض شرائط ہیں اس کے ساتھ حج ادا کیا جاتا ہے۔ ہر ایک پر فرض نہیں ہے۔" روزہ بھی مشروط ہے۔" یہ بھی بیمار پر، مسافر پر فرض نہیں۔ یا مسافر تو بعد میں رکھ سکتا ہے لیکن بیمار بعض دفعہ مستقل نہیں رکھتے۔ بعض شرطیں ہیں۔ روزہ بھی مشروط ہے۔" زکوٰۃ بھی مشروط ہے۔" جن کے پاس مال ہے انہوں نے زکوٰۃ دینی ہے۔" مگر نماز مشروط نہیں۔ سب ایک سال میں ایک ایک دفعہ ہیں۔" باقی عبادتیں جو فرض ہیں وہ بھی سال میں ایک دفعہ ہیں۔" مگر اس "نماز" کا حکم ہر روز پانچ دفعہ ادا کرنے کا ہے۔ اس لئے جب تک پوری پوری نماز نہ ہو گی تو وہ برکات بھی نہ ہوں گی جو اس سے حاصل ہوتی ہیں اور نہ اس بیعت کا کچھ فائدہ حاصل ہو گا۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 421-422)

آپ فرماتے ہیں جب تک پوری پوری نماز نہ ہو گی وہ برکات بھی نہ ہوں گی جو اس سے حاصل

ہوتی ہیں۔ یعنی نماز سے حاصل ہوتی ہیں پھر آپ نے فرمایا اور نہ اس بیعت کا کچھ فائدہ حاصل ہو گا جو تم نے میری کی ہے۔ پس یہ ہے وہ معیار جو ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شرک سے بچو۔ اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امّت میں شرک کا خدشہ تھا۔ چنانچہ ایک حدیث ہے کہ عبادہ بن نُسَي نے ہمیں شدّاد بن اَوس کے بارے میں بتایا کہ وہ رو رہے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ مجھے ایک ایسی چیز یاد آ گئی تھی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اس پر مجھے رونا آ گیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں شرک اور مخفی خواہشوں سے ڈرتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی امّت آپ کے بعد شرک میں مبتلا ہو جائے گی؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ البتہ میری امّت شمس و قمر، بتوں اور پتھروں کی عبادت تو نہیں کرے گی مگر اپنے اعمال میں ریا سے کام لے گی۔ (ان کے اپنے عمل میں دھوکہ ہو گا۔ بناوٹ ہو گی۔ تصنع ہو گا) اور مخفی خواہشات میں لوگ مبتلا ہو جائیں گے۔ اگر ان میں سے کوئی روزہ دار ہونے کی حالت میں صبح کرے گا پھر اس کی کوئی خواہش معارض ہو گی تو وہ روزہ ترک کر کے اس خواہش میں مبتلا ہو جائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 835 حدیث 17250 مسند شداد بن اوس مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

روزہ کی پرواہ نہیں کرے گا۔ ظاہر اً روزہ ہو گا۔ پچھلی دفعہ بھی میں نے واقعہ سنایا تھا کہ اماں ابّا کے لئے ہم روزہ رکھ لیتے ہیں لیکن دوپہر کو جا کر بازار سے کھانا کھا لیا اور پھر شام کو بڑے اہتمام سے گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر افطاری کر رہے ہیں جس طرح سارا دن کے ہم ہی سب سے بڑے روزہ دار ہیں۔ تو یہ بعض لوگوں کا حال ہے۔ یہاں کے اخباروں نے اپنا ایک آرٹیکل لکھا اور اس میں بیان بھی کیا تھا جیسا کہ گزشتہ ہفتہ مَیں نے بتایا تھا۔

پس بڑے ہی خوف کا مقام ہے۔ اگر ہم گہرائی سے اپنا جائزہ لیں تو شرک خفی کی کئی مثالیں نظر آئیں گی۔ ہماری نمازیں بھی بعض دفعہ اپنی خواہشات کی پیروی کی وجہ سے چھوٹ جاتی ہیں اور ہمارے روزے بھی دنیاوی عذروں کی نظر ہو جاتے ہیں یا چھوٹ جاتے ہیں۔ مجھے ایک جوان ملا کہنے لگا کیونکہ میں پیزے کا کاروبار کرتا ہوں اور پیزا بناتے ہوئے چکھنا پڑتا ہے اس لئے مَیں روزہ نہیں رکھتا یا کچھ روزے چھوڑ دیتا ہوں۔ اس پر صرف اِنَّا لِلّٰہِ ہی پڑھا جا سکتا ہے کہ ہم احمدی ہو کر ایسی حرکتیں کریں۔ اسے تو پتہ نہیں کچھ احساس ہوا یا نہیں لیکن بعض ایسے لوگوں کی باتیں سن کے مجھے بہرحال شرمندگی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انعام کو حاصل کرنے کا دعویٰ تو ہے لیکن اگر اس کے احکام سے دُوری ہے تو پھر یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: " خدا نے قرآن میں فرمایا وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ (النساء:49) یعنی ہر ایک گناہ کی مغفرت ہو گی۔" پوری آیت ہے لیکن آپ نے ایک فقرہ بولا اور فرمایا کہ "مگر شرک کو خدا نہیں بخشے گا۔ پس شرک کے نزدیک مت جاؤ اور اس کو حرمت کا درخت سمجھو۔"

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 323-324 حاشیہ)

اب شرک کی بات ہو رہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ "توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ منہ سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہیں اور دل میں ہزاروں بُت جمع ہوں۔ بلکہ جو شخص اپنے کسی کام اور مکر اور فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے یا کسی انسان پر ایسا بھروسہ رکھتا ہے جو خدا تعالیٰ پر رکھنا چاہئے یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہئے۔ ان سب صورتوں میں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بُت پرست ہے۔" یہ اس حدیث کی وضاحت ہے۔" بُت صرف وہی نہیں ہیں جو سونے یا چاندی یا پیتل یا پتھر وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں اور ان پر بھروسہ کیا جاتا ہے بلکہ ہر ایک چیز یا قول یا فعل جس کو وہ عظمت دی جائے جو خدا تعالیٰ کا حق ہے وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بت ہے۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 349)

پس بہت باریکی سے ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ **پھر خلافت کا انعام پانے والوں کے لئے زکوٰۃ اور مالی قربانی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔** حدیث میں آتا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو شخصوں کے سوا کسی پر رشک نہیں کرنا چاہئے۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اسے راہ حق میں خرچ کر دیا۔ دوسرے وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے سمجھ دانائی اور علم و حکمت دی جس کی مدد سے وہ لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا بھی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ حدیث 73)

پھر حضرت حسنؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اموال کو زکوٰۃ ادا کر کے محفوظ کر لو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقات کے ذریعہ بھی کرو۔

(الجامع لشعب الایمان جلد 5 صفحہ 185 حدیث 3280 مطبوعہ مکتبۃ الرشد ناشرون ریاض 2003ء)

یعنی زکوٰۃ اور صدقات، ہر چیز کی مالی قربانی اس طرف توجہ دلا دی۔ **پس زکوٰۃ جن پر واجب ہے وہ تو زکوٰۃ دیں گے جیسا کہ** حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر ایک پر واجب بھی نہیں۔ لیکن جن پر واجب نہیں انہیں بھی یہاں نصیحت فرمائی کہ صدقات کی طرف توجہ کرو اور ضرورتمندوں اور غریبوں کا خیال رکھو۔ پس اس میں جہاں ضرورتمندوں کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، جو ضروری چیز ہے، وہاں وحدت پیدا کرنے کی طرف بھی توجہ ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ اور اموال کا خرچ خلافت کے تابع ہی بہترین رنگ میں ہو سکتا ہے۔ جماعت کا نظام بھی ہے جس کے پاس ضرورتمندوں کے کوائف بہتر رنگ میں میسر ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں۔ اور جو جماعتیں ہیں ان کو چاہئے کہ اس کا جائزہ لے کے میسر کریں۔ عموماً تو ایسے لوگوں کی فہرستیں آتی ہیں۔ پھر خلیفہ وقت کے پاس مختلف جگہوں کی معلومات ہیں جو مختلف لوگوں کی طرف سے آجاتی ہیں۔ بعض لوگوں کی اپنی طرف سے بھی آجاتی ہیں ان کے مطابق وہ خود بھی وہاں خرچ کرنے کے لئے نظام کو کہتا ہے کہ ہاں خرچ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ افریقہ میں بھی اور دوسرے ممالک میں بھی جماعت وہاں کے لوگوں کو جس حد تک ہو سکتا ہے اپنے وسائل کے مطابق سہولت پہنچانے کی، مدد کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ علاج کی سہولتیں بھی دی جاتی ہیں۔ تعلیم کی سہولتیں بھی دی جاتی ہیں۔ دوسری خوراک وغیرہ کے لئے بھی۔ اور اکثر احمدیوں کو میں نے دیکھا ہے بڑے درد کے ساتھ اپنے غریب بھائیوں کی مدد کے لئے مالی قربانی کرتے بھی ہیں اور اسی ذریعہ سے پھر ایک وحدت بھی پیدا ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازوں کے حق ادا کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے آپس کے تعلق کو خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق جوڑتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ "لوگ اپنی نمازوں میں خشوع خضوع کرتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طبعاً وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں۔" جو نمازیں صحیح طرح پڑھی جائیں گی تو لغو سے اعراض ہو گا" اور اس گندی دنیا سے نجات پا جاتے ہیں اور اس دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو کر خدا" تعالیٰ" کی محبت ان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ (المؤمنون:5)۔ یعنی وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ "جب لغویات سے پرہیز کیا۔ لغویات پہ خرچ نہیں کرنا تو پھر عبادتوں کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ اگر مالدار ہیں تو پھر خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی طرف ان کو توجہ پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا" اور یہ ایک نتیجہ ہے عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المؤمنون:4) کا۔" لغو سے اعراض کا۔ لغو سے بچنے کا نتیجہ ہے کہ پھر مالی قربانی کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ دوسروں کا احساس ہوتا ہے۔" کیونکہ جب دنیا سے محبت ٹھنڈی ہو جائے گی تو اس کا لازمی نتیجہ ہو گا کہ وہ خدا کی راہ میں خرچ کریں گے اور خواہ قارون کے خزانے بھی ایسے لوگوں کے پاس جمع ہوں وہ پروا نہیں کریں گے اور خدا کی راہ میں دینے سے نہیں جھجھکیں گے۔" آپ فرماتے ہیں کہ "ہزاروں آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے یہاں تک کہ ان کی قوم کے بہت سے غریب اور مفلس آدمی تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں مگر وہ ان کی پروا بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک چیز پر زکوٰۃ دینے کا حکم ہے یہاں تک کہ زیور پر بھی۔ ہاں جواہرات وغیرہ چیزوں پر نہیں۔ اور جو امیر، نواب اور دولتمند لوگ ہوتے ہیں ان کو حکم ہے کہ وہ شرعی احکام کے بموجب اپنے خزانوں کا حساب کر کے زکوٰۃ دیں" نہ کہ نقد روپیہ جو ہے۔ اگر وہ ایک حد تک، ایک مدت تک جمع ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ دیں "لیکن وہ نہیں دیتے۔ اس لئے خدا" تعالیٰ" فرماتا ہے کہ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ کی حالت تو ان میں تب پیدا ہو گی جب وہ زکوٰۃ بھی دیں گے۔" زکوٰۃ دیں گے تو لغویات سے بچنے کی کوشش بھی ہو گی۔ نمازوں کا خشوع و خضوع حاصل ہو گا۔ اگر صحیح نمازیں ہیں تو لغویات سے بچیں گے۔ لغویات سے بچیں گے تو مالی قربانی کی طرف توجہ پیدا ہو گی۔ آپ نے فرمایا مالی قربانی کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو لغویات سے بچتے ہیں۔ ہر چیز کا آپس میں تعلق ہے۔ آپ فرماتے ہیں" گویا زکوٰۃ کا دینا لغو سے اعراض کرنے کا ایک نتیجہ ہے۔" (ملفوظات جلد 10 صفحہ 64)

پس نماز توجہ دلاتی ہے لغویات سے پرہیز کی طرف اور لغویات سے پرہیز پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری کی طرف لے جاتا ہے۔ اور پھر اس طرف توجہ پیدا ہوتی ہے کہ اپنے مال کو ناجائز چیزوں پر خرچ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں۔ پس آپ نے اس سے یہ بھی نتیجہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا بھی بہت سی لغویات سے انسان کو بچا لیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے خلافت کا انعام پانے والوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ وہ اطاعت کے معیاروں کو بھی بلند کریں۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔ یہ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت اس نکتہ پر کی کہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ ہمیں پسند ہو یا ناپسند۔ اور یہ کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں کسی امر کے حقدار سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ حق پر قائم رہیں گے یا حق بات ہی کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے

معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔(صحیح البخاری کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس حدیث7199)(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معرصیۃ..الخ حدیث:4854)

یہ صرف اپنے لئے ہی نہیں آپ نے فرمایا بلکہ آگے خلافت اور نظام کے بارے میں بھی یہی ارشاد ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تنگدستی اور خوشحالی، خوشی اور ناخوشی، حق تلفی اور ترجیحی سلوک چاہے حق تلفی ہو رہی ہے۔ ترجیحی سلوک ہو رہا ہے۔ امتیاز برتا جارہا ہے غرض ہر حالت میں تیرے لئے حاکم وقت کے حکم کو سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ ... الخ حدیث4754)

اس بات کو اطاعت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "اللہ اور اس کے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ بِدُوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی۔ اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحّدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی ہے۔" دل کی جو خواہشات ہیں وہ اگر ہوں تو بت بن جاتے ہیں۔ پھر اطاعت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ "صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں فناشدہ قوم تھی۔

یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے اور اگر اختلاف رائے اور پھوٹ رہے تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں۔" اختلاف رائے ہو گا تو زیادہ پھوٹ پڑی رہے گی۔ پھر تنزل ہو گا۔ گراوٹ ہوتی چلی جائے گی۔ پھر ترقی نہیں ہو گی۔ فرمایا کہ "مسلمانوں کے ضعف اور تنزل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں۔ پس اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اس میں یہی تو سرّ ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ بڑے بڑے اہل الرائے تھے۔ خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی۔ وہ اصولِ سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارِ گراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام راؤں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا۔" ہماری کوئی عقل کی بات نہیں۔" اور جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کو واجب

العمل قرار دیا۔ ان کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے اور آپ کے لب مبارک کو متبرّک سمجھتے تھے۔ اگر ان میں یہ اطاعت، یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی ہی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی تو وہ اس قدر مراتب عالیہ کو نہ پاتے۔" فرماتے ہیں کہ "میرے نزدیک شیعہ سنّیوں کے جھگڑوں کو چکا دینے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ صحابہ کرام میں باہم پھوٹ، ہاں باہم کسی قسم کی پھوٹ اور عداوت نہ تھی کیونکہ ان کی ترقیاں اور کامیابیاں اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ وہ باہم ایک تھے اور کچھ بھی کسی سے عداوت نہ تھی۔ ناسمجھ مخالفوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔

مگر میں کہتا ہوں یہ صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دل کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہو کر بہ نکلی تھیں۔ یہ اس اطاعت اور اتحاد کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے دوسرے دلوں کو تسخیر کر لیا۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ وہ تلوار جو اُن کو اٹھانی پڑی وہ صرف اپنی حفاظت کے لئے تھی ورنہ اگر وہ تلوار نہ بھی اٹھاتے تو یقیناً وہ زبان ہی سے دنیا کو فتح کر لیتے۔ سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل" کہ دل سے نکلی ہوئی نصیحت یقیناً دوسروں کے دلوں پر اثر کرتی ہے۔ "انہوں نے ایک صداقت اور حق کو قبول کیا تھا اور پھر سچے دل سے قبول کیا تھا۔ اس میں کوئی تکلّف اور نمائش نہ تھی۔ ان کا صدق ہی ان کی کامیابیوں کا ذریعہ ٹھہرا۔

یہ سچی بات ہے کہ صادق اپنے صدق کی تلوار ہی سے کام لیتا ہے۔ آپ "پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم" کی شکل وصورت جس پر خدا پر بھروسہ کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا اور جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھی اس میں ہی ایک کشش اور قوت تھی کہ وہ بے اختیار دلوں کو کھینچ لیتے تھے اور پھر آپ کی جماعت نے اطاعت الرسول کا وہ نمونہ دکھایا اور اس کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو اُن کو دیکھتا تھا وہ بے اختیار ہو کر ان کی طرف چلا آتا تھا۔ غرض صحابہ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے اسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے۔ "جو خالصۃً اپنی حالت کو اس تعلیم کے مطابق ڈھالیں اور اطاعت میں بھی اعلیٰ معیار دکھائیں۔ "اس لئے تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔"
(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ: 246 تا 248 زیر سورۃ النساء آیت 59)

گو یہ بات آپ اپنے صحابہ کو اس وقت بتا رہے ہیں لیکن اگر جماعتی ترقی کو ہمیشہ قائم رکھنا ہے، خلافت کے نظام کے دائمی رہنے کے لئے **کوشش کرنی ہے تو پھر جماعت کے اندر وہ نمونے بھی مستقل مزاجی سے قائم رکھنے پڑنے ہیں۔ تبھی وہ ترقیات بھی ملیں گی جو پہلے ملتی رہی ہیں۔**

پس یہ وہ معیار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے انعام سے فیض پانے کے لئے ضروری ہیں۔ ہمیں اپنی عبادتوں کے

معیار بھی اونچے کرنے ہوں گے۔ اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کرنی ہو گی۔ اپنے ہر قول و فعل کو ہر قسم کے شرک سے کلیۃً پاک کرنا ہو گا۔ اپنے اموال کو بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہو گا۔ اور خلافت سے وفا اور اطاعت کے معیاروں کی بھی ہر وقت حفاظت کرنی ہو گی تبھی ہم خلافت کے انعام اور اس کے ساتھ رکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کی برکات سے فیض پا سکتے ہیں اور تا قیامت رہنے والی خلافت سے جُڑے رہ سکتے ہیں اور اپنی نسلوں کو ان کے ساتھ جڑا رکھنے والا بن سکتے ہیں۔ **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دائمی خلافت کی خوشخبری دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:**

"تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔

جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اِس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اَور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305-306)

پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ انعام دیا اور گزشتہ تقریباً 110 سال سے ہم اللہ تعالیٰ کے اس فضل کے نظارے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے وعدے کو دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آیا ہے اس بات کی توفیق دے کہ اللہ تعالیٰ کی جو ہدایات ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے خلافت کی برکات سے ہمیشہ فیض پاتا چلا جائے۔

پچھلے ہفتہ بھی میں نے پاکستانیوں کے لئے خاص طور پر دعا کی تحریک کی تھی۔ دوبارہ کہتا ہوں کہ **پاکستانیوں کو خاص طور پر دعا کی طرف توجہ دینی چاہئے۔** اپنی نمازوں کو، اپنے نوافل کو، ذکر الٰہی کو پہلے سے بہت بڑھانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15 جون 2018ء تا 21 جون 2018ء جلد 25 شمارہ 24 صفحہ 05 تا 09)

22

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 01 جون 2018ء بمطابق 01 احسان 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت عکاشہؓ بن محصن تھے۔ حضرت عکاشہؓ بن محصن کا شمار کبار صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ بدر کے موقع پر گھوڑے پر سوار ہو کر شامل ہوئے۔ اس دن آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک لکڑی دی تو وہ آپ کے ہاتھ میں گویا نہایت تیز اور صاف لوہے کی تلوار بن گئی اور آپ اسی سے لڑے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ پھر اسی تلوار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شامل ہوئے اور یہ لکڑی کی تلوار وفات تک آپ کے پاس ہی تھی۔ اس تلوار کا نام عون تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بشارت دی تھی کہ تم جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو گے۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 64-65 عکاشہ بن محصن مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

غزوہ بدر کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ عرب کا بہترین شہسوار ہمارے ساتھ شامل ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے؟ فرمایا عکاشہ بن محصن۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 435 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ **نے فرمایا کہ میری امّت سے ایک گروہ جنت میں داخل ہو گا۔** وہ ستّر ہزار ہوں گے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عکاشہ بن محصن اپنی چادر اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں سے بنا دے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اسے بھی ان میں شامل کر دے۔

پھر انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں سے بنا دے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَه۔ کہ عکاشہ اس بارے میں تجھ پر سبقت لے گیا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علیٰ دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب حدیث 369)

اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اپنی سیرت کی کتاب میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ذکر ہوا کہ میری اُمّت میں سے ستّر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یعنی وہ ایسے روحانی مرتبہ پر فائز ہوں گے کہ ان کے لئے خدائی فضل و کرم اس قدر جوش میں ہو گا کہ ان کے حساب کتاب کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ان لوگوں کے چہرے قیامت کے دن اس طرح چمکتے ہوں گے جس طرح چودھویں رات کا چاند آسمان پر چمکتا ہے۔ اس پر حضرت عکاشہؓ نے عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا کریں اور آپ نے دعا کی کہ ان کو بھی ان میں شامل کر دے۔ اس پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بڑے خوبصورت رنگ میں اس کی تفسیر بیان کی ہے اور تجزیہ کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا یہ ایک بظاہر چھوٹا سا واقعہ اپنے اندر بہت سے معارف کا خزانہ رکھتا ہے۔** کیونکہ اوّل تو اس سے یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ اُمّت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا اس درجہ فضل و کرم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیض اس کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ آپ کی اُمّت میں سے ستّر ہزار آدمی ایسا ہو گا جو اپنے نمایاں روحانی مقام اور خدا کے خاص فضل و کرم کی وجہ سے گویا قیامت کے دن حساب و کتاب کی پریشانی سے بالا سمجھا جائے گا۔ ستّر ہزار سے یہ بھی مراد لی جاتی ہے کہ ایک بڑی تعداد ہو گی۔

دوسرے اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسا قرب حاصل ہے کہ آپ کی روحانی توجہ پر خدا تعالیٰ نے فوراً بذریعہ کشف یا القاء آپ کو یہ علم دے دیا کہ عُکاشہ بھی اس ستّر ہزار کے گروہ میں شامل ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عُکاشہ پہلے اس گروہ میں شامل نہ ہو مگر آپ کی دعا کے نتیجہ میں خدا نے اسے یہ شرف عطا کر دیا ہو۔ تیسرے اس واقعہ سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا اس درجہ ادب ملحوظ تھا اور آپ اپنی اُمّت میں جدوجہد کے عمل کو اس درجہ ترقی دینا چاہتے تھے کہ جب عُکاشہ کے بعد ایک دوسرے شخص نے آپ سے اسی قسم کی دعا کی درخواست کی تو آپ نے اس اَخَص روحانی مقام کے پیش نظر جو اس پاک گروہ کو حاصل ہے مزید انفرادی دعا سے انکار کر دیا اور مسلمانوں کو تقویٰ اور ایمان اور عمل صالح میں ترقی کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

اور یہ بتایا کہ اگر اس طرف توجہ رہے گی تو تمہیں مقام مل سکتا ہے۔ چوتھے اس سے آپ کے اعلیٰ اخلاق پر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق پر بھی غیر معمولی روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار ایسے رنگ میں نہیں کیا جس سے سوال کرنے والے انصاری کی دل شکنی ہو بلکہ ایک نہایت لطیف رنگ میں اس بات کو ٹال دیا۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 667 تا 668)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُکاشہ کو مختلف سرایا میں، جنگوں میں جو فوجیں بھیجی جاتی تھیں ان میں امیر بنا کر بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول چھ ہجری میں حضرت عُکاشہ کو چالیس مسلمانوں کا افسر بنا کر قبیلہ بنی اسد کے مقابلے پر روانہ فرمایا۔ یہ قبیلہ ایک چشمہ کے قریب ڈیرہ ڈالے پڑا تھا جس کا نام غمر تھا جو مدینہ سے مکہ کی سمت میں چند دن کے فاصلے پر تھا۔ عُکاشہ کی پارٹی جلدی جلدی سفر کر کے قریب پہنچی تا کہ انہیں شرارت سے روکا جائے تو معلوم ہوا کہ قبیلے کے لوگ مسلمانوں کی خبر پا کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے۔

اس پر عُکاشہ اور ان کے ساتھی مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 666)

یعنی جو الزام لگایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو یا مسلمانوں کو جنگوں کا خاص شوق تھا۔ لیکن ان لوگوں نے ان سے بلاوجہ کی جنگ ہونے کی بھی کوشش نہیں کی۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ النصر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جسے سن کر لوگ بہت روئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے لوگو میں کیسا نبی ہوں؟ اس پر ان لوگوں نے کہا اللہ آپ کو جزا دے۔ آپ سب سے بہترین نبی ہیں۔ آپ ہمارے لئے رحیم باپ کی طرح اور شفیق اور نصیحت کرنے والے بھائی کی طرح ہیں۔ آپ نے ہم تک اللہ کے پیغام پہنچائے اور اس کی وحی پہنچائی اور حکمت اور اچھی نصیحت سے ہمیں اپنے رب کے راستے کی طرف بلایا۔ پس اللہ آپ کو بہترین جزا دے جو وہ اپنے انبیاء کو دیتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! مَیں تمہیں اللہ کی اور تم پر اپنے حق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر کسی پر میری طرف سے کوئی ظلم یا زیادتی ہوئی ہو تو وہ کھڑا ہو اور میرے سے بدلہ لے۔ مگر کوئی کھڑا نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار قسم دے کر کہا مگر کوئی کھڑا نہ ہوا۔ آپ نے تیسری بار پھر فرمایا کہ اے مسلمانوں کے گروہ! مَیں تمہیں اللہ اور تم پر اپنے حق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر کسی پر میری طرف سے کوئی ظلم یا زیادتی ہوئی ہو تو وہ اٹھے اور قیامت کے دن کے بدلہ سے پہلے میرے سے بدلہ لے۔ اس پر لوگوں میں سے ایک بوڑھے شخص کھڑے ہوئے جن کا نام عُکاشہ تھا۔ آپ مسلمانوں میں سے ہوتے ہوئے آگے آئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو کھڑے ہو گئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اگر آپ نے بار بار قسم نہ دی ہوتی تو میں ہرگز کھڑا نہ ہوتا۔ حضرت عکاشہ کہنے لگے۔ میں آپ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا جس سے واپسی پر میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے قریب آ گئی تو میں اپنی سواری سے اتر کر آپ کے قریب آیا تا کہ آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں۔ مگر آپ نے اپنی چھڑی ماری جو میرے پہلو میں لگی۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ چھڑی آپ نے اونٹنی کو ماری تھی یا مجھے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے جلال کی قسم کہ خدا کا رسول جان بوجھ کر تجھے نہیں مار سکتا۔

پھر آپ نے حضرت بلالؓ کو مخاطب کر کے فرمایا اے بلال! فاطمہؓ کی طرف جاؤ۔ حضرت فاطمہؓ کے گھر میں اور اس سے وہ چھڑی لے آؤ۔ حضرت بلالؓ گئے اور حضرت فاطمہؓ سے عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی! مجھے چھڑی دے دیں۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے کہا اے بلال! میرے والد اس چھڑی کے ساتھ کیا کریں گے؟ کیا یہ جنگ کے دن کی بجائے حج کا دن نہیں۔ اس پر حضرت بلالؓ نے کہا کہ اے فاطمہ آپ اپنے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی بے خبر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو الوداع کہہ رہے ہیں اور دنیا چھوڑ کر جا رہے ہیں اور اپنا بدلہ دے رہے ہیں۔ اس پر حضرت فاطمہ نے حیرانگی سے پوچھا اے بلال! کس کا دل

کرے گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لے۔

پھر حضرت فاطمہ نے کہا کہ اے بلال! حسن اور حسین سے کہو کہ وہ اس شخص کے سامنے کھڑے ہو جائیں کہ وہ ان دونوں سے بدلہ لے لے اور وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ نہ لینے دیں۔ پس حضرت بلال مسجد آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑی پکڑا دی اور آپ نے وہ چھڑی عُکاشہ کو پکڑائی۔ جب حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یہ منظر دیکھا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور کہا اے عکاشہ! ہم تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔ ہم سے بدلہ لے لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نہ کہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: اے ابو بکر اور عمر رک جاؤ۔ اللہ تم دونوں کے مقام کو جانتا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا اے عکاشہ! میں نے اپنی ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری ہے اور میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارو۔ پس یہ میرا جسم ہے میرے سے بدلہ لے لو اور بیشک مجھے سو بار مارو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ نہ لو۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی بیٹھ جاؤ۔ اللہ تمہاری نیت اور مقام کو جانتا ہے۔ اس کے بعد حضرت حسن اور حسین کھڑے ہوئے اور کہا اے عکاشہ! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں اور ہم سے بدلہ لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کے جیسا ہی ہے۔ آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا: اے میرے پیارو! بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے عکاشہ مارو۔

حضرت عکاشہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ نے مجھے مارا تھا تو اس وقت میرے پیٹ پر کپڑا نہیں تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھایا۔ اس پر مسلمان دیوانہ وار رونے لگ گئے اور کہنے لگے کیا عکاشہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے گا؟ مگر جب حضرت عُکاشہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کی سفیدی دیکھی تو دیوانہ وار لپک کر آگے بڑھے اور آپ کے بدن کو چُومنے لگے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کا دل گوارا کر سکتا ہے کہ وہ آپ سے بدلہ لے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا بدلہ لینا ہے یا معاف کرنا ہے۔ اس پر حضرت عُکاشہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے معاف کیا اس امید پر کہ اللہ قیامت کے دن مجھے معاف فرما دے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو جنت میں میرا ساتھی دیکھنا چاہتا ہے وہ اس بوڑھے شخص کو دیکھ لے۔ پس مسلمان اٹھے اور حضرت عُکاشہ کا ماتھا چومنے لگے اور ان کو مبارکباد دینے لگے کہ تو نے بہت بلند مقام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کو پالیا۔

(مجمع الزوائد جلد 8 صفحہ 429 تا 431 کتاب علامات النبوۃ حدیث 14253 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

یہ تھے حضرت عکاشہ کہ انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی واپسی کی خبریں سنا رہے ہیں اور اب پتہ نہیں کبھی موقع ملتا ہے کہ نہیں ملتا۔ انہوں نے کہا کہ زندگی میں یہ موقع ہے کہ آپ کے جسم کو نہ صرف چوموں بلکہ بوسہ دوں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کی خلافت میں حضرت خالد بن ولید کے ساتھ حضرت عُکاشہ مرتدّین کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ عیسیٰ بن عُمَیلہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید لوگوں کے مقابلے پر روانہ ہوتے وقت اگر اذان سنتے تو حملہ نہ کرتے اور اگر اذان نہ سنتے تو حملہ کر دیتے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اس قوم کی طرف پہنچے جو بُزاخَہ مقام پر تھی تو آپ نے حضرت عُکاشہ بن محصن اور حضرت ثابت بن اَقْرَم کو مخبر بنا کر بھیجا کہ دشمن کی خبر لائیں۔ وہ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ حضرت عکاشہ کے گھوڑے کا نام الرَّزَام تھا اور حضرت ثابت کے گھوڑے کا نام اَلْمُحَبَّر۔ ان دونوں کا سامنا طُلیحہ اور اس کے بھائی سلمہ سے ہوا جو مسلمانوں کی مخبری کرنے کے لئے لشکر سے آگے آئے ہوئے تھے۔ طُلیحہ کا سامنا حضرت عکاشہ سے ہوا اور سلمہ کا سامنا حضرت ثابت سے ہوا اور ان دونوں بھائیوں نے ان دونوں اصحاب کو شہید کر دیا۔ ابو واقد اللَّیثی بیان کرتے ہیں کہ ہم دو سو سوار لشکر کے آگے آگے چلنے والے تھے ہم ان مقتولوں، حضرت ثابت اور حضرت عکاشہ کے پاس کھڑے رہے یہاں تک کہ حضرت خالد آئے اور ان کے حکم سے ہم نے حضرت ثابت اور حضرت عکاشہ کو ان کے خون آلود کپڑوں میں ہی دفن کر دیا۔ یہ واقعہ 12 ہجری کا ہے۔ اس طرح ان کی شہادت ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 245 ثابت بن اقرم مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

حضرت خَارِجہ بن زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے۔ حضرت خارجہ بن زید کا تعلق خزرج کے خاندان اَغَرّ سے تھا۔ حضرت خارجہ کی بیٹی حضرت حَبِیبہ بنت خارجہ حضرت ابو بکر صدیق کی اہلیہ تھیں جن کے بطن سے حضرت ابو بکر صدیق کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خارجہ بن زید اور حضرت ابو بکر صدیق کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ رئیس قبیلہ تھے اور ان کو کبار صحابہ میں شامل کیا جاتا تھا۔ انہوں نے عقبہ میں بیعت کی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 271 ومن بنی الحارث ... خارجہ بن زید مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

ہجرت مدینہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت خارجہ بن زید کے گھر قیام کیا تھا۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 640 خارجہ بن زید مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان2003ء)

یہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت خارجہ نے غزوۂ اُحد میں بڑی بہادری اور جوانمردی سے لڑتے ہوئے شہادت کا رتبہ پایا۔ نیزوں کی زد میں آ گئے اور آپ کو تیرہ سے زائد زخم لگے۔ آپ زخموں سے نڈھال پڑے تھے کہ پاس سے صفوان بن اُمیّہ گزرا۔ اس نے انہیں پہچان کر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ پھر ان کا مُثلہ بھی کیا اور کہا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے بدر میں ابو علی کو قتل کیا تھا یعنی میرے باپ اُمیّہ بن خلف کو۔ اب مجھے موقع ملا ہے کہ ان اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے بہترین لوگوں کو قتل کروں اور اپنا دل ٹھنڈا کروں۔ اس نے حضرت ابن قوقل، حضرت خارجہ بن زید اور حضرت اوس بن ارقم کو شہید کیا۔ حضرت خارجہ اور حضرت سعد بن ربیع جو کہ آپ کے چچازاد بھائی تھے ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 3-4 خارجہ بن زیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2002ء)

روایت ہے کہ اُحد کے دن حضرت عباس بن عُبادۃ اونچی آواز سے کہہ رہے تھے کہ اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ اور اپنے نبی سے جڑے رہو۔ جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے یہ اپنے نبی کی نافرمانی سے پہنچی ہے۔ وہ تمہیں مدد کا وعدہ دیتا تھا لیکن تم نے صبر نہیں کیا۔ پھر حضرت عباس بن عُبادۃ نے اپنا خَود اور اپنی زرہ اتاری اور حضرت خارجہ بن زید سے پوچھا کہ کیا آپ کو اس کی ضرورت ہے؟ خارجہ نے کہا نہیں جس چیز کی تمہیں آرزو ہے وہی میں بھی چاہتا ہوں۔ پھر وہ سب دشمن سے بِھڑ گئے۔ عباس بن عُبادۃ کہتے تھے کہ ہمارے دیکھتے ہوئے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند پہنچا، کوئی تکلیف پہنچی تو ہمارا اپنے رب کے حضور کیا عذر ہو گا؟ اور حضرت خارجہ یہ کہتے تھے کہ اپنے رب کے حضور ہمارے پاس نہ تو کوئی عذر ہو گا اور نہ ہی کوئی دلیل۔ حضرت عباس بن عبادۃ کو سفیان بن عبدِ شمس سَلَمی نے شہید کیا اور خارجہ بن زید کو تیروں کی وجہ سے جسم پر دس سے زائد زخم لگے۔

(کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 227-228 باب غزوہ احد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

غزوہ احد کے دن حضرت مالک بن دُخُشُم، حضرت خارجہ بن زید کے پاس سے گزرے۔ حضرت خارجہ زخموں سے چُور بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو تیرہ کے قریب مہلک زخم آئے تھے۔ حضرت مالک نے ان سے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں؟ حضرت خارجہ نے کہا کہ اگر آپ کو شہید کر دیا گیا ہے تو یقیناً اللہ زندہ ہے اور وہ نہیں مرے گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام پہنچا دیا۔ تم بھی اپنے دین کے لئے قتال کرو۔

(کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 243 باب غزوہ احد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

حضرت خارجہ کے دو بچے تھے جن میں سے ایک حضرت زید بن خارجہ تھے جنہوں نے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ حضرت خارجہ بن زید کی دوسری اولاد حضرت حبیبہ بنت خارجہ تھیں۔ ان کی شادی حضرت ابو بکر صدیق سے ہوئی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق کی جب وفات ہوئی تو ان کی اہلیہ حضرت حبیبہ امید سے تھیں۔ ابو بکر نے فرمایا تھا کہ مجھے ان کے ہاں بیٹی کی توقع ہے۔ چنانچہ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئیں۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 640-641 خارجہ بن زید مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت زیاد بن لبید تھے۔ ان کی والدہ کا نام عمرہ بنت عبید بن مطروف تھا۔ حضرت زیاد کا ایک بیٹا عبد اللہ تھا۔ عقبہ ثانیہ میں ستّر اصحاب کے ساتھ آپ حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جب مدینہ واپس آئے تو انہوں نے آتے ہی اپنے قبیلہ بنو بَیَاضہ کے بت توڑ دیئے جو بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ چلے گئے اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ اس لئے حضرت زیاد کو مہاجر انصاری کہا جاتا ہے۔ مہاجر بھی ہوئے اور انصاری بھی تھے۔ حضرت زیاد غزوۂ بدر، اُحد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 302 زیاد بن لبید مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور قبیلہ بنو بیاضہ کے محلہ سے گزرے تو حضرت زیاد نے اَھْلًا وَ سَھْلًا کہا اور قیام کے لئے اپنا مکان پیش کیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو یہ خود منزل تلاش کر لے گی۔

محرم نو ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ وزکوۃ وصول کرنے کے لئے الگ الگ محصلین مقرر فرمائے تو حضرت زیاد کو حضر موت کے علاقے کا محصّل مقرر فرمایا۔ حضرت عمر کے دَور تک آپ اسی خدمت پر مامور رہے۔ اس منصب سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں اکتالیس ہجری میں وفات پائی۔ (سرورِ کائنات کے پچاس صحابہ از طالب الہاشمی صفحہ 557 تا 559 مطبوعہ میٹروپرنٹرز لاہور 1985ء)

تاریخ میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کے دَور خلافت میں جب فتنہ ارتداد نے زور پکڑا اور زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تو اشعث بن قیس الکندی نے بھی ارتداد اختیار کیا۔ حضرت زیاد کو اس کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا گیا۔ جب آپ نے اس پر حملہ کیا تو اس نے قلعہ نُجَیر میں پناہ لے لی۔ حضرت زیاد نے اس کا نہایت سختی سے محاصرہ کیا یہاں تک کہ وہ تنگ آ گیا اور اس نے پیغام بھیجا کہ مجھے اور نو اور آدمیوں کو امان دے دیں تو قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا۔ حضرت زیاد نے کہا معاہدہ لکھ کر لے آؤ مَیں اس پر مہر ثبت کر دوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے دروازہ کھولا۔ بعد میں جب معاہدہ دیکھا گیا تو باقی نو آدمیوں کے نام تو لکھے ہوئے تھے مگر اشعث اپنا نام لکھنا بھول گیا تھا۔ چنانچہ اسے دوسرے قیدیوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھجوا دیا گیا۔

(امتاع الاسماع جلد 14 صفحہ 254-255 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت مُعَتِّبْ بن عُبَیْد تھے۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی آپ کے بھتیجے اُسَیْر بن عُروۃ آپ کے وارث ہوئے۔ حضرت مُعَتِّبْ بن عُبَیْد غزوۂ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے اور انہوں نے یوم الرجیع میں شہادت پائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 240 ومن حلفاء بنی ظفر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

رجیع کا جو واقعہ ہے کہ اس میں دس مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اس واقعہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی لکھا ہے کہ "یہ دن مسلمانوں کے لئے سخت خطرے کے دن تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں طرف سے متوحّش خبریں آ رہی تھیں۔ لیکن سب سے زیادہ خطرہ آپ کو قریش مکہ کی طرف سے تھا جو جنگ اُحد کی وجہ سے بہت دلیر اور شوخ ہو رہے تھے۔ اس خطرے کو محسوس کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ صفر چار ہجری میں اپنے دس صحابیوں کی ایک پارٹی تیار کی اور ان پر عاصم بن ثابت کو امیر مقرر فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ خفیہ خفیہ مکہ کے قریب جا کر قریش کے حالات دریافت کریں اور ان کی کارروائیوں اور ارادوں سے آپ کو اطلاع دیں لیکن ابھی یہ پارٹی روانہ نہیں ہوئی تھی کہ قبائل عَضَل اور قَارَہ کے چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبائل میں بہت سے آدمی اسلام کی طرف مائل ہیں۔ آپ چند آدمی ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں جو ہمیں مسلمان بنائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خواہش

معلوم کر کے وہی پارٹی..... جو خبر رسانی کے لئے تیار کی گئی تھی ان کے ساتھ روانہ فرما دی۔ لیکن دراصل جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جھوٹے تھے اور بنولحیان کی انگیخت پر مدینہ میں آئے تھے جنہوں نے اپنے رئیس سفیان بن خالد کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے یہ چال چلی تھی کہ اس بہانے سے مسلمان مدینہ سے نکلیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے اور بنولحیان نے اس خدمت کے معاوضہ میں عَضَل اور قَارَہ کے لوگوں کے لئے بہت سے اونٹ انعام کے طور پر مقرر کئے تھے۔ جب عَضَل اور قَارَہ کے یہ غدار لوگ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو انہوں نے بنولحیان کو خفیہ خفیہ اطلاع بھجوا دی کہ مسلمان ہمارے ساتھ آ رہے ہیں تم آ جاؤ۔ جس پر قبیلہ بنولحیان کے دو سو نوجوان جن میں سے ایک سو تیر انداز تھے مسلمانوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے اور مقام رجیع میں (رجیع ایک جگہ ہے) ان کو دبایا۔ دس آدمی دو سو سپاہیوں کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ "اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں جو تمہیں گھیر لیا جائے تو پھر یہی حکم ہے کہ جنگ کرو۔" فوراً یہ صحابی ایک قریب کے ٹیلے پر چڑھ کر مقابلے کے واسطے تیار ہو گئے۔ کفار نے جن کے نزدیک دھوکہ دینا کوئی معیوب فعل نہیں تھا ان کو آواز دی کہ تم پہاڑی پر سے نیچے اتر آؤ ہم تم سے پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔

عاصم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہمیں تمہارے عہد و پیمان پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہم تمہاری اس ذمہ داری پر نہیں اتر سکتے اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ اے خدا تُو ہماری حالت دیکھ رہا ہے۔ اپنے رسول کو ہماری اس حالت سے اطلاع پہنچا دے۔ غرض عاصم اور ان کے ساتھیوں نے مقابلہ کیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ جب سات صحابہ مارے گئے اور صرف خُبَیب بن عَدی اور زَید بن دَثِنَہ اور ایک اور صحابی باقی رہ گئے تو کفار نے جن کی اصل خواہش ان لوگوں کو زندہ پکڑنے کی تھی پھر آواز دے کر کہا کہ اب بھی نیچے اتر آؤ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ اب کی دفعہ یہ سادہ لوح مسلمان ان کے پھندے میں آ کر نیچے اتر آئے مگر نیچے اترتے ہی کفار نے ان کو اپنی تیر کمانوں کی تندیوں سے جکڑ کر باندھ لیا اور اس پر خُبیب اور زید کے ساتھی سے جن کا نام تاریخ میں عبداللہ بن طارق مذکور ہوا ہے صبر نہ ہو سکا اور انہوں نے پکار کر کہا کہ یہ تمہاری پہلی بد عہدی ہے اور نامعلوم تم آگے چل کر کیا کرو گے۔

عبداللہ نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا جس پر کفار تھوڑی دور تک عبداللہ کو گھسیٹتے ہوئے، زدوکوب کرتے ہوئے لے گئے اور پھر انہیں قتل کر کے وہیں پھینک دیا اور چونکہ ان کا انتقام پورا ہو چکا تھا وہ قریش کو خوش کرنے کے لئے نیز روپے کی لالچ میں خُبیب اور زید کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر انہیں قریش کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ چنانچہ خُبیب کو تو حارث بن عابر بن نوفل کے لڑکوں نے خرید لیا کیونکہ خُبیب نے بدر کی جنگ میں حارث کو قتل کیا تھا اور زید کو صَفْوان بن اُمیّہ نے خرید لیا۔" اور یہ بھی پھر آخر میں شہید کر دیئے گئے تھے۔

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 513-514)

پھر بدری صحابہ میں ایک ذکر حضرت خالد بن بُکَیر کا ہے۔ حضرت خالد بن بُکَیر حضرت عاقل

حضرت عامر، حضرت ایاس نے اکٹھے دارارقم میں اسلام قبول کیا تھا اور ان چاروں بھائیوں نے دارارقم میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن بُکَیر اور حضرت زید بن دَثِنَہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ آپ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں موجود تھے اور رجیع کا واقعہ جو پہلے بیان ہوا ہے جہاں دھوکے سے دس مسلمانوں کو مارا گیا تھا وہاں آپ بھی شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 297 عاقل بن ابی البکیرؓ، خالد بن ابی البکیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر سے پہلے ایک سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں قریش کے قافلہ کے لئے روانہ فرمایا اس میں حضرت خالد بن بُکَیر بھی شامل تھے۔ آپ صفر 4 ہجری کو 34 سال کی عمر میں جنگ رجیع میں عاصم بن ثابت اور مَرْثَد بن ابی مَرْثَد غَنَوِی کے ساتھ قبائل عَضَل و قَارَہ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 647 خالد بن بکیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اس بارہ میں ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب قبیلہ عَضَل اور قَارَہ کے لوگ ان صحابہ کو لے کر مقام رجیع میں پہنچے جو قبیلہ ھُذَیل کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ رجیع جو جگہ ہے یہ جو قبیلہ ھُذَیل کے ایک چشمہ کا نام ہے اور حجاز کے کنارے پر واقعہ ہے تو ان لوگوں نے اصحاب کے ساتھ غداری کی۔ یعنی جو لوگ لے کر گئے تھے انہوں نے صحابہ کے ساتھ غداری کی۔ دھوکہ دیا اور قبیلہ ھُذَیل کو ان کے خلاف بھڑکا دیا۔ صحابہ اس وقت اپنے خیمہ میں ہی تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ چاروں طرف سے لوگ تلواریں لئے چلے آرہے ہیں۔ یہ بھی دلیرانہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ ان لوگوں نے (یعنی کافروں نے) کہا واللہ! ہم تم کو قتل نہیں کریں گے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم کو پکڑ کر مکہ والوں کے پاس لے جائیں گے اور ان سے تمہارے معاوضہ میں کچھ لے لیں گے۔ حضرت مَرْثَد بن ابی مَرْثَد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خالد بن بُکَیر نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم مشرک کے عہد میں داخل نہیں ہوتے۔ آخر یہ تینوں اس قدر لڑے کہ شہید ہو گئے۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 591-592 ذکر یوم الرجیع فی سنۃ ثلاث مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت حسانؓ بن ثابت نے ان لوگوں کے بارے میں اپنے ایک شعر میں کہا ہے کہ

اَلَا لَیْتَنِی فِیْھَا شَھِدْتُ ابْنَ طَارِقٍ وَزَیْدًا وَمَا تُغْنِی الْاَمَانِی وَمَرْثَدَا

فَدَافَعْتُ عَنْ حِیَیّ خُبَیْبٍ وَ عَاصِمٍ وَکَانَ شِفَاءً لَوْ تَدَارَکْتُ خَالِدَا

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 647 خالد بن بکیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

کہ کاش میں اس (واقعہ رجیع) میں ابن طارق اور زید اور مَرْثَد کے ساتھ ہوتا۔ اگرچہ آرزوئیں کچھ کام نہیں آتیں۔ تو میں اپنے دوست خُبیب اور عاصم کو بچاتا اور اگر میں خالد کو پالیتا تو وہ بھی بچ جاتا۔

تو یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دین کی حفاظت کے لئے، اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے قربانیاں دیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ایک تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس خدائے محسن کا شکر ہے جو احسان کرنے والا اور غموں کو دور کرنے والا ہے اور اس کے رسول پر درود اور سلام جو اِنس اور جن کا امام اور پاک دل اور بہشت کی طرف کھینچنے والا ہے۔ اور اس کے ان اصحاب پر سلام جو ایمان کے چشموں کی طرف پیاسے کی طرح دوڑے اور گمراہی کی اندھیری راتوں میں علمی اور عملی کمال سے روشن کئے گئے۔" (نور الحق حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 188)

پھر ایک جگہ آپ صحابہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "جو دن کے میدانوں کے شیر اور راتوں کے راہب ہیں اور دین کے ستارے ہیں۔" راتوں کے راہب ہونے کا مطلب ہے راتوں میں کہ عبادت کرنے والے۔ اور دین کے ستارے ہیں۔ "خدا کی خوشنودی ان سب کے شامل حال ہے۔"

(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 17)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی علمی اور عملی حالتوں کو بہتر کرنے اور راتوں کی عبادتوں کے معیار بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **جمعہ کے بعد میں ایک جنازہ غائب پڑھاؤں گا جو مکرم اسماعیل مالا گالا صاحب مبلغ یوگنڈا کا ہے۔** یہ 25/ مئی کو نماز جمعہ سے قبل دل کی تکلیف کی وجہ سے ان کو دل کا حملہ ہوا۔ اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے 64 سال ان کی عمر تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اسماعیل مالا گالا صاحب 1954ء میں مکونو ڈسٹرکٹ یوگنڈا میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد اور والدہ دونوں عیسائی تھے لہٰذا یہ خود بھی پیدائشی طور پر عیسائی تھے۔ مالا گالا صاحب ایک احمدی دوست حاجی شعیب نصیر اصاحب کے برادر نسبتی تھے اس لئے ان کا حاجی شعیب صاحب کے گھر آنا جانا تھا۔ حاجی شعیب صاحب کے ذریعہ ہی اسلام میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ ایک لمبا عرصہ سوال و جواب کا سلسلہ چلتا رہا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ ان پر اسلام کی سچائی روشن ہونا شروع ہوئی اور آخر 1978ء میں یہ بیعت کر کے اسلام احمدیت میں داخل ہو گئے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو حاجی شعیب نصیر اصاحب سے ذکر کیا کہ میری بچپن سے یہ خواہش تھی کہ میں عیسائی پادری بنوں۔ اب چونکہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو کیا مَیں اسلام کی خدمت کر سکتا ہوں؟ اس پر انہیں بتایا گیا کہ آپ اسلام کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کر سکتے ہیں۔ اس وقت محمد علی کائرے صاحب (جو اس وقت یوگنڈا کے امیر جماعت ہیں) پاکستان سے جامعہ احمدیہ کی تعلیم مکمل کر کے یوگنڈا پہنچے تھے۔ چنانچہ انہوں نے 1980ء میں مالا گالا صاحب کو دیگر پانچ خدام کے ساتھ پاکستان بھجوا دیا۔ موصوف دسمبر 1980ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں فصلِ خاص میں داخل ہوئے اور یکم مارچ 1988ء کو تعلیم مکمل کی۔ جامعہ کے عرصہ تعلیم کے حوالے سے اس وقت جامعہ کے پرنسپل سید میر محمود احمد ناصر صاحب نے اپنے ریمارکس میں ان کے بارے میں لکھا کہ "علمی لحاظ سے کمزور ہیں لیکن اچھے متعاون اور اطاعت گزار طالبعلم رہے۔ منکسر المزاج اور عبادت گزار تھے۔ بزرگوں سے ملاقات اور انہیں دعا کا کہنا ان کا شعار تھا۔" موصوف نے نہایت محنت کے ساتھ جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی اور 1984ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو پاکستان سے ہجرت کرنا پڑی تو اس وقت مخصوص حالات میں بڑی خوش اسلوبی اور بہادری سے یہ بھی ڈیوٹیاں دینے والوں میں شامل تھے۔

موجودہ پرنسپل مبشر ایاز صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ہم جامعہ میں اکٹھے رہے۔ بہت ہی نیک طبیعت تھی۔ خاموش طبع تھے۔ جامعہ کے ان طلباء میں ان کا شمار ہوتا تھا جنہیں عبادت اور ریاضت کا خاص شوق تھا۔ اطاعت گزاری ان کا خاص اور قابل ذکر وصف تھا۔ کہتے ہیں کہ مجھے نقیب اور زعیم ہونے کی وجہ سے ان سے کئی بار واسطہ پڑا۔ بہت ہی عاجز مزاج اور مطیع اور فرمانبردار پایا۔ فٹبال کے بڑے شوقین تھے۔ ٹیم کے ایک اہم ممبر سمجھے جاتے تھے اور خاص طور پر ان کو شامل کیا جاتا تھا۔" جامعہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ان کا باقاعدہ تقرر یوگنڈا میں بطور مبلغ 1988ء میں ہوا جہاں انہوں نے کئی جماعتوں میں بطور مبلغ کام کیا۔ 2007ء میں موصوف دو یوگنڈن مبلغین کے ساتھ پاکستان بھی گئے جہاں انہیں لوگنڈا زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ کی نظر ثانی کا کام مکمل کرنے کی توفیق ملی اور تین ماہ کے اندر انہوں نے یہ کام مکمل کر لیا۔ جامعہ میں تو شاید علمی لحاظ سے کمزور ہوں گے لیکن بعد میں علمی لحاظ سے بھی بڑے آگے نکلے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنا علم بہت بڑھایا، اضافہ کیا۔ مرحوم کو تبلیغ کا بڑا شوق تھا اور ان کی تبلیغ سے بڑی تعداد نے احمدیت قبول کی۔ سائیکل پر ہی بہت لمبے لمبے تبلیغی سفر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ تبلیغ کے لئے نکلے ہوئے تھے کہ پیچھے سے ان کی بیوی کی وفات ہو گئی۔ رابطہ کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اور جب تبلیغی سفر سے واپس آئے تو پتہ چلا کہ بیوی فوت ہو گئی ہے اور اس کی تدفین بھی ہو چکی ہے۔ ساری زندگی نہایت سادگی کے ساتھ خدمت دین میں مصروف رہتے ہوئے گزاری۔ بہت نرم دل، ہمدرد اور شفیق انسان تھے۔ غریبوں اور مسکینوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خلافت کے بہت شیدائی تھے۔ خلیفہ وقت کا ہر حکم ماننا ضروری سمجھتے تھے۔ عموماً سارے افریقن ہی لیکن افریقن مبلغین خاص طور پر واقفین زندگی میں نے دیکھا ہے کہ خلافت کے ساتھ ان کا خاص تعلق ہے۔

امیر صاحب یوگنڈا محمد علی کائرے صاحب لکھتے ہیں کہ مرحوم ایک مثالی مربی تھے۔ نہایت نیک دل اور دعوت الی اللہ کرنے والے اور دین کی خدمت بجالانے والے انسان تھے۔ بہت سی مشکلات کے باوجود کبھی شکوہ نہ کیا بلکہ ہر ہر طرح سے خدمت دین میں لگے رہے۔ پہلی بیوی کی وفات کے بعد انہوں نے دوسری شادی کی اور کچھ عرصہ بعد تیسری شادی بھی کی۔ ان کی ایک بیوی لکھتی ہیں کہ میں نے انہیں ساری زندگی بہت ہی پیار کرنے والا، نرم دل اور ہر حال میں پُرسکون اور خدا کا شکر بجالانے والا انسان پایا۔ ان کی بیٹی بیان کرتی ہیں کہ ہمارے والد بہت شفیق اور بردبار انسان تھے۔ ہمیشہ ہماری ضرورتوں کا خیال رکھتے اور دین پر عمل پیرا رہنے کا درس دیتے رہے۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں دو بیویاں اور نو بچے چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ ان کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کی نسلوں کو بھی ہمیشہ جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22 جون 2018ء تا 28 جون 2018ء جلد 25 شمارہ 25 صفحہ 05 تا 08)

23

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 08 جون 2018ء بمطابق 08 احسان 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۔ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۔ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۔
(الاعراف:157)

اس آیت کا ترجمہ ہے: اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھی حسنہ لکھ دے اور آخرت میں بھی۔ یقیناً ہم تیری طرف توبہ کرتے ہوئے آگئے ہیں۔ اس نے کہا میرا عذاب وہ ہے کہ جس پر میں چاہوں اس پر میں وارد کر دیتا ہوں اور میری رحمت وہ ہے کہ ہر چیز پر حاوی ہے۔ پس میں اس رحمت کو ان لوگوں کے لئے واجب کر دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔

رمضان کا مہینہ اور رحمت الٰہی:

اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر عجیب احسان ہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ رحمت کا مطلب ہے نرم ہونا، مہربان ہونا، رحم کا ابھرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا بندوں سے نرمی اور صَرفِ نظر کا سلوک ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر مہربانی کا سلوک ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رحم کا جذبہ اور یہ سلوک اتنا بڑھا ہوا ہے کہ جو ہر چیز پر حاوی ہے۔ اس کی رحمت میں رحمانیت اور رحیمیت شامل ہیں۔ یہ اس کی رحمانیت ہے کہ بن مانگے بھی بیشمار چیزیں دنیا میں انسان کے لئے پیدا کی ہیں۔ اور رحیمیت کا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے والوں اس کے احکام پر عمل کرنے والوں اس کے آگے جھک کر مانگنے والوں پر اظہار کرتا ہے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندوں کو عذاب دینا میری غرض نہیں ہے۔ بعضوں کو بڑی غلط فہمی ہوتی ہے کہ انسان کو اگر عذاب دینا ہے، سزا دینی ہے تو پیدا کیوں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری غرض یہ نہیں ہے۔ ہاں وہ لوگ میرے عذاب اور سزا کے مورد بنتے ہیں جو اپنے غلط عملوں کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ لیکن میرا یہ عذاب بھی عارضی چیز ہے اور اصلاح اور احساس کے لئے ہے۔ حتیٰ کہ ایک وقت آئے گا کہ دوزخ والے بھی میری وسیع رحمت سے حصہ لیں گے اور ان کا عذاب بھی ختم ہو جائے گا۔ دوزخ کی سزا بھی ان کے غلط عملوں کی وجہ سے ملے گی اور پھر وہ ایک اصلاح کا ذریعہ بن جائے گی۔ تو اگر دیکھا جائے تو یہ سزا بھی اصلاح ہے۔ یہ

سزا کا دور جو ہے یہ بھی ایک لحاظ سے رحمت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جزا سزا کے دن کا مالک بھی ہے۔ اس لئے وہ بظاہر ہمیں گناہگار نظر آنے والے لوگوں کو اپنی رحمت اور بخشش کی چادر میں لپیٹ کر بغیر سزا کے جانے دے سکتا ہے۔ لیکن اس نے ہمیں نیکیوں کے راستوں پر چلنے کی ترغیب دلاتے ہوئے یہ ضرور فرمادیا کہ میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے اور ان پر میں ضرور اپنی رحمت کروں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں جو زکوۃ دیتے ہیں اور ان لوگوں پر جو میرے نشانوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں بطور حق کے ان لوگوں کو جو تقویٰ پر چلنے والے ہیں، جو زکوۃ دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ان کا حق ادا کرتے ہوئے اور یقین کے ساتھ عمل کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات پر مکمل ایمان رکھنے والے ہیں، ضرور اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹوں گا۔

پھر ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (الاعراف:57) کہ اللہ کی رحمت یقیناً محسنوں کے قریب ہے۔ محسن وہ ہیں جو تمام شرائط کے ساتھ اپنے کام کو پورا کرتے ہیں۔ پس جو تقویٰ کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے نشانات پر مکمل ایمان رکھنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت پہنچے گی۔ پس ایک انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے، تقویٰ پر چلنے اور ایمان میں کامل ہونے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے تبھی وہ مومن کہلا سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس اعلان سے فیض پانے کی کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے احکامات پر ان کا حق ادا کرتے ہوئے عمل کرنے والوں کے قریب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تو اپنے پر فرض کر لیا ہے، ان کے لئے لکھ دیا ہے کہ اگر تم یہ کروگے تو میری رحمت کی وسعت تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ کتنا رحیم و کریم ہے ہمارا خدا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ بندہ کس طرح اپنے مالک پر کوئی حق جتا سکتا ہے۔ لیکن وہ زمین و آسمان کا مالک کہتا ہے کہ اگر تم تقویٰ پر چلوگے، میرے احکامات پر عمل کرتے ہوئے میرے نشانوں پر ایمان لاؤگے تو میری رحمت کے یقیناً حقدار بن جاؤگے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلی چیز تقویٰ بیان فرمائی ہے اور اصل میں اگر تقویٰ کا صحیح اِدراک ہو جائے تو باقی نیکیاں اور ایمان میں کامل ہونا اس کے اندر ہی آجاتا ہے۔ اس بارے میں ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔ تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خط و خال ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی امانتوں اور ایمانی عہدوں کی حتی الوسع رعایت کرنا" یعنی انہیں صحیح طرح بجالانا" اور سر سے پیر تک جتنے قویٰ اور اعضاء ہیں "انسان کے جتنے بھی اعضاء ہیں۔ انسان کے قویٰ ہیں۔ طاقتیں ہیں" جن میں ظاہری طور پر آنکھیں اور کان اور ہاتھ اور پیر اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں ان کو جہاں تک طاقت ہو ٹھیک ٹھیک محل ضرورت پر استعمال کرنا" صحیح طرح ان کا استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکامات ہیں ان کے مطابق ادا کرنا ان کا حق ادا کرنا" اور ناجائز مواضع سے روکنا اور ان کے پوشیدہ حملوں سے متنبہ رہنا۔ "غلط استعمال سے اس کو روکنا اور شیطان جن

اعضاء کے ذریعہ، جن طاقتوں کے ذریعہ سے پوشیدہ حملے کرواتا ہے اس لئے اس سے ہوشیار رہنا یہ انسان کا کام ہے۔ تبھی وہ صحیح تقویٰ پر چل سکتا ہے۔ تبھی وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی ادائیگی صحیح طرح کر سکتا ہے۔ فرمایا "اور اسی کے مقابل پر حقوق عباد کا بھی لحاظ رکھنا یہ وہ طریق ہے کہ انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ لباس التقویٰ قرآن شریف کا لفظ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے۔ یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تا بہ مقدور کاربند ہو جائے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 209-210)

اس کی جو باریک سے باریک باتیں ہیں اس پر بھی جتنی حد تک انسان کی طاقت ہے، جس حد تک قدرت رکھتا ہے اس کی پابندی کرے ان پر عمل کرے۔

پس اس معیار کو انسان حاصل کر لے تو یہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندے پر بطور حق کے فرض ہو جاتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ خود اپنے پر یہ فرض کر لیتا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا کہ بندے کا کیا مقام ہے کہ بطور حق اللہ تعالیٰ سے کچھ لے سکے۔

یہ دن جن میں سے ہم گزر رہے ہیں یہ رمضان کے دن ہیں۔ اس کا آخری ہفتہ اب رہ گیا ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان حدیث 2495)

اس سے بھی مومن ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہی فائدہ اٹھائے گا جو صحیح طرح ایمان لانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والا ہے۔ شیطان کے چیلے تو ان دنوں میں بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ دنیا میں بے تحاشا بیہودگیاں، بے حیائیاں روزمرہ کا معمول ہیں۔ رمضان میں کوئی ختم نہیں ہو گئیں۔ پس یہ خوشخبری مومنوں کے لئے ہے اور یہ تقویٰ پر چلنے والوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصہ لینے والوں کے لئے ہے کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت پہلے سے بھی بڑھ کر وسیع کر دی ہے۔ پس اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ اس حق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ سب پرانے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب صوم رمضان احتسابا من الایمان حدیث 38)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کے اظہار کا ایک اور نظارہ کہ تم ایک کوشش کرتے ہو میں کئی گنا بڑھ کر تمہیں دے دیتا ہوں۔ کس کس طرح سے اس کی رحمانیت اور رحیمیت اور رحمت کا اظہار ہو رہا ہے۔ پس

خوش قسمت ہیں وہ جو ان دنوں سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔ پھر یہ بھی اس کی دین ہے کہ ان آخری دنوں میں لیلۃ القدر کی تلاش کی طرف بھی ہمیں توجہ دلائی ہے تا کہ ہم قبولیت دعا کے پہلے سے بڑھ کر نظارے دیکھیں۔ یہ بھی کوئی ہمارا حق تو نہیں۔ یہ بھی اس کی عطا ہے تا کہ بندوں کو اپنے قریب تر کرنے کی طرف ترغیب دے اور یہ بھی اس کی رحمت کی وسعت ہے۔

پھر ایک حدیث میں ہے کہ رمضان کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے اس کا درمیانی عشرہ مغفرت ہے اور اس کا آخری عشرہ آگ سے نجات ہے۔

(کنز العمال جلد 8 صفحہ 463 حدیث 23668 مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

جب رمضان میں انسان روزے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پہلے سے زیادہ عمل کرے، اپنی عبادتوں کو بڑھائے، اپنے تقویٰ میں ترقی کرے تو پھر انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چادر میں پہلے سے بڑھ کر آ گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ میری خاطر روزہ رکھتا ہے۔ ان دنوں میں میری خاطر بعض جائز باتوں کے کرنے سے بھی رکتا ہے تو پھر ایسے روزہ دار کی جزائیں خود بن جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب هل يقول انی صائم اذا شُتم حدیث 1904)

جب اللہ تعالیٰ خود جزا بن گیا تو مغفرت کے سامان ہو گئے اور جب مغفرت کے سامان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بخشش اور توبہ قبول کر لی تو پھر آگ سے بھی انسان کی نجات ہو گئی۔ آگ سے بھی بچ گیا۔ اس دنیا کی آگ سے بھی اور آخرت، اگلے جہان کی آگ سے بھی۔ مگر شرط یہی ہے کہ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی خاطر روزہ رکھنا ہے اور عمل بھی کرنے ہیں اور پھر یہ عمل مستقل زندگی کا حصہ بن کر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں مستقل لپیٹے رکھنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت صرف رمضان کے پہلے عشرہ کے لئے نہیں۔ پہلے سے دوسرے عشرے میں بھی داخل ہو رہی ہے اور تیسرے عشرے میں بھی داخل ہو رہی ہے اور مستقل انسان کے ساتھ ہے جب تک اس کے عمل تقویٰ پر چلتے ہوئے اور ایمان میں مضبوطی کے ساتھ سرانجام دیئے جاتے رہیں گے۔ اسی طرح اس کی مغفرت صرف درمیانی دس دن کے لئے نہیں ہے بلکہ رمضان کے آخر تک اور اس سے بھی آگے تک انسان کے ساتھ ہے اور جب تک انسان کی زندگی ہے اس کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچانے والی ہے۔ اسی طرح آگ سے بھی صرف انسان ان دس دنوں میں نہیں بچ رہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے ہوئے جو رمضان سے بھی گزر جائے گا تو وہ اس کے بعد بھی آگ سے دُور رہے گا۔ ورنہ اگر رمضان کے بعد پھر وہی دنیاداری کے غالب آنے اور تقویٰ سے دوری اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عدم توجہ اور ایمان کی کمزوری اور اللہ تعالیٰ کے نشانات کی ہم نے پرواہ نہ کرنا ہے تو پھر ایسا ہی ہے جیسے اپنے لئے انسان ایک محفوظ حصار بناتا ہے، ایک محفوظ مورچہ بناتا ہے اور پھر خود ہی اس کو ضائع کر دے اور توڑ دے۔

پس یہ رمضان تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصہ لینے کے لئے اور پہلے سے بڑھ کر حصہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ

نے ایک ذریعہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا ایک ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ ورنہ نہ ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت چند دنوں تک محدود ہے، نہ اس کی مغفرت چند دنوں تک محدود ہے، نہ اس کی مغفرت کی قبولیت کی وجہ سے آگ سے نجات چند دنوں کے لئے یا کچھ عرصے کے لئے محدود ہے۔

پس اس بات پر ہمیں ہمیشہ غور کرتے رہنا چاہئے۔ اس زمانے میں قدم قدم پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے کہ ہم کس طرح اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ کس طرح ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصہ لینے والے بن سکتے ہیں اور کس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت میں لپیٹنے کے سامان کرتا ہے یا ہمارے ایک عمل کو کس طرح بڑھ کر نوازتا ہے۔ کس طرح مغفرت کے سامان کرتا ہے اور کس طرح ہمیں مغفرت کے لئے کوشش کرنی چاہئے تا کہ اس کی رحمت مستقل ہمارے شامل حال رہے۔ اس کے لئے میں آپ کے بعض اقتباسات بھی پیش کروں گا اور وضاحت بھی کروں گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیات کی وضاحت فرماتے ہوئے جو میں نے تلاوت کی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "مَیں جس کو چاہتا ہوں عذاب پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز پر احاطہ کر رکھا ہے۔ سو میں ان کے لئے جو ہر یک طرح کے شرک اور کفر اور فواحش سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور نیز ان کے لئے جو ہماری نشانیوں پر ایمان کامل لاتے ہیں اپنی رحمت لکھوں گا۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 564)

یہاں آپ نے تقویٰ کی وضاحت تین الفاظ میں فرمائی کہ شرک سے پرہیز کرنا، کفر سے بچنا اور فواحش سے پرہیز کرنا۔ آجکل قدم قدم پر فواحش کے سامان ہیں۔ **ٹی وی پہ انٹرنیٹ پہ اور میڈیا میں بیہودگیاں اور لغویات** کے سامان ہیں۔ پس جو بھی ان کے بیہودہ اور لغو پروگرام ہیں ان سے بچنا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ رمضان میں ان دنوں میں روزے رکھنے کے لئے جلدی بھی اٹھنا پڑتا ہے اور رات کو دوسری مصروفیات بھی ہیں اس لئے بہت سے لوگ ہیں جو شاید ان دنوں میں ان چیزوں کو اتنا نہیں دیکھتے یا ان لغویات میں نہیں پڑے ہوئے یا اس سے بچے ہوئے ہیں۔ اس سے مستقل بچنا یہ ضروری ہے۔ یہ چیزیں آجکل خاص طور پر نوجوانوں کو بلکہ اکثر شکایتیں آتی ہیں کہ بڑوں کو بھی، ان کے ذہنوں کو زہر آلود کر رہی ہیں اخلاق بھی خراب ہو رہے ہیں اور یہ لوگ ایمان سے بھی دور جا رہے ہیں۔ پس ہر احمدی کو اس طرف توجہ کرتے ہوئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور ان چیزوں کا بھی صحیح، مناسب اور محتاط استعمال کرنا چاہئے۔

پھر ایک جگہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت عام اور وسیع ہے اور غضب یعنی صفت عدل بعد کسی خصوصیت کے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی یہ صفت قانون الٰہی سے تجاوز کرنے کے بعد اپنا حق پیدا کرتی ہے۔"

(جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 207)

پس جب اللہ تعالیٰ کسی کو سزا دیتا ہے تو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قانون سے باہر نکلتا ہے اور جیسا کہ ذکر ہو چکا یہ سزا بھی اصلاح کے لئے ہوتی ہے اور پھر آخر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت غالب آجاتی ہے۔ بہر حال واضح ہو کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے تو وہ اس وجہ سے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے قانون سے باہر نکلنے کی انتہا کر دی ہے اور پھر باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو وسیع کیا ہوا ہے پھر بھی وہ اس کے غضب کی زد میں آجاتے ہیں۔

پھر اس کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"وعید میں دراصل کوئی وعدہ نہیں ہوتا۔ صرف اس قدر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدّوسیت کی وجہ سے تقاضا فرماتا ہے کہ شخصِ مجرم کو سزا دے۔... پھر جب شخصِ مجرم توبہ اور استغفار اور تضرع اور زاری سے اس تقاضا کا حق پورا کر دیتا ہے تو رحمت الٰہی کا تقاضا غضب کے تقاضا پر سبقت لے جاتا ہے اور اس غضب کو اپنے اندر محجوب و مستور کر دیتا ہے۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے کہ عَذَابِیۡۤ اُصِیۡبُ بِہٖ مَنۡ اَشَآءُ وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ (الاعراف:157)۔ یعنی رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ۔" (تحفہ غزنویہ، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 537)

یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ جب انسان توبہ کر رہا ہے، استغفار کر رہا ہے، تضرع کر رہا ہے، دعائیں مانگ رہا ہے اور جب اس کا یہ تقاضا پورا کر دیتا ہے، جو اس کا حق ہے وہ پورا کر دیتا ہے تو پھر آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر سزا دینا کوئی فرض نہیں کیا ہوا۔ بلکہ اس نے جو فرض کیا تو وہ ایسے لوگوں پر رحمت فرض کی ہے۔ پھر اس کی رحمت جو ہے اس کے غضب کے تقاضے پر غالب آجاتی ہے اور غضب جو ہے وہ غائب ہو جاتا ہے اور پردوں میں چھپ جاتا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کا ذریعہ توبہ اور استغفار ہے۔ اور استغفار کی حقیقت کیا ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں۔ اس بارے میں آپ بیان فرماتے ہیں کہ:

"استغفار کے حقیقی اور اصلی معنی یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے۔ "استغفار کس لئے ہے کہ انسان ہے کمزور ہے تو کوئی کمزوری جو انسان کے اندر ہے وہ ظاہر نہ ہو اور جو انسانی فطرت ہے وہ اس کو اللہ تعالیٰ اپنی طاقت سے سہارا دے اور گناہ سرزد ہونے سے بچائے۔ غلطیاں سرزد ہونے سے بچائے۔ فرمایا کہ "یہ لفظ غَفَر سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔ سو اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخصِ مُسْتَغْفِر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔ "یعنی جو استغفار کرنے والا شخص ہے اس کی جو فطرتی کمزوری ہے، انسان کی فطرت میں بہت کمزوریاں ہوتی ہیں، ان کو ڈھانک لے۔ وہ ظاہر نہ ہوں۔ اور ان کمزوریوں کی وجہ سے اس سے گناہ سرزد نہ ہوں۔ "لیکن بعد اس کے عام لوگوں کے لئے اس لفظ کے معنی اور بھی وسیع کئے گئے اور یہ بھی مراد لیا گیا کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہے ڈھانک لے۔ "یعنی جو انسان گناہ کر چکا ہے اس کو بھی ڈھانک لے۔ اس کے بد اثرات سے بچائے۔ اس کی وجہ سے جو سزا ملنی ہے اس سے بچائے۔ "لیکن اصل اور حقیقی معنی یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مُستغفِر کو جو استغفار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچاوے اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے کیونکہ خدا انسان کو پیدا کر کے اس سے الگ نہیں ہوا بلکہ وہ جیسا کہ انسان کا

خالق ہے اور اس کے تمام قویٰ اندرونی اور بیرونی کا پیدا کرنے والا ہے ویسا ہی وہ انسان کا قیّوم بھی ہے۔ یعنی جو کچھ بنایا ہے اس کو خاص اپنے سہارے سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ پس جب کہ خدا کا نام قیّوم بھی ہے یعنی اپنے سہارے سے مخلوق کو قائم رکھنے والا اس لئے انسان کے لئے لازم ہے کہ جیسا کہ وہ خدا کی خالقیت سے پیدا ہوا ہے ایسا ہی وہ اپنی پیدائش کے نقش کو خدا کی قیّومیت کے ذریعہ سے بگڑنے سے بچاوے۔"

(عصمتِ انبیاءؑ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 671)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا۔ وہ قیوم بھی ہے۔ پس انسان کی جو پیدائش ہے وہ قانون قدرت کے تابع ہے۔ بیشک انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، پیدائش اُسی کے اِذن ہوتی ہے لیکن قانون قدرت کے تابع انسانی کوشش اور ذریعہ اور جو قانون اللہ تعالیٰ نے پیدائش کا بنایا ہے اس سے گزرنا پڑتا ہے، یہ ضروری ہے۔ پس فرمایا کہ پیدائش میں انسان کی جو کوشش ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلنے کے لئے، اس پر عمل کرنے کے لئے اس کی جو صفت قیّومیت ہے اس کا بھی تمہارے سے اظہار ہونا چاہئے۔ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے حکموں پر چلنے کے لئے اس سے دعا اور استغفار کی طرف توجہ رہنی چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ اس صفت قیومیت کو استعمال میں لاتے ہوئے پھر وہ طاقت بھی بخشے جس سے انسان اس کے حکموں پر چلنے والا بنا رہے۔

پھر مزید وضاحت فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"پس انسان کے لئے یہ ایک طبعی ضرورت تھی جس کے لئے استغفار کی ہدایت ہے۔ اسی کی طرف قرآن شریف میں یہ اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔... سو وہ خدا خالق بھی ہے اور قیّوم بھی اور جب انسان پیدا ہو گیا تو خالقیت کا کام تو پورا ہو گیا مگر قیّومیت کا کام ہمیشہ کے لئے ہے۔" انسان پیدا ہو گیا تو خالقیت کا کام جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ پوری ہو گئی لیکن قیّومیت کا کام جب تک انسان کی زندگی ہے اس وقت تک اس کے ساتھ ہے "اسی لئے دائمی استغفار کی ضرورت پیش آئی۔" ہمیشہ اس قیومیت کی صفت کو حاصل کرنے کے لئے مستقل استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔" غرض خدا کی ہر ایک صفت کے لئے ایک فیض ہے۔ پس استغفار صفت قیّومیت کا فیض حاصل کرنے کے لئے" ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت قیومیت سے فیض حاصل کرنا ہے تو استغفار کرو تا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قویٰ دیئے ہیں، جو صلاحیتیں دی ہیں، جو طاقتیں دی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ فرمایا کہ اسی "کی طرف اشارہ سورۃ فاتحہ کی اس آیت میں ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی اس بات کی مدد چاہتے ہیں کہ تیری قیّومیت اور ربوبیت ہمیں مدد دے اور ہمیں ٹھوکر سے بچاوے تا ایسا نہ ہو کہ کمزوری ظہور میں آوے اور ہم عبادت نہ کر سکیں۔"

(عصمتِ انبیاءؑ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 672)

پس یہ وہ بنیادی نقطہ ہے جو ہر وقت ہمارے سامنے رہنا چاہئے۔ صرف یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میری رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس لئے جو چاہے کر لو۔ بعد میں اللہ تعالیٰ سے رحمت اور بخشش مانگ لینا۔

یہ صحیح نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت ان کے لئے اپنے اوپر فرض کی ہے جو اس کی طرف آتے ہیں۔ اس کے احکامات کے پابند ہیں۔ اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

پھر استغفار کے مضمون کو مزید کھولتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ: "بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ ان کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ "گناہ کر لیا۔ پتہ ہی نہیں لگتا۔ بے حس ہو چکے ہوتے ہیں۔ یا غلطی سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کیا ہے۔ "اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو، خواہ باطن کا، خواہ اسے علم ہو یا نہ ہو اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ "جسم کے جتنے اعضاء ہیں کسی سے بھی ایسا گناہ سرزد نہ ہو۔ استغفار کرتے رہو۔ فرمایا کہ "آجکل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہئے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف:24) یہ دعا اوّل ہی قبول ہو چکی ہے۔ "اللہ تعالیٰ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اگر تُو نے ہمیں نہ بخشا، ہم پر رحم نہ کیا تو پھر ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا اوّل سے قبول ہو چکی ہے۔ "غفلت سے زندگی بسر مت کرو۔ جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گزارتا ہر گز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطاقت بلا میں مبتلا ہو۔ کوئی بلا بغیر اِذن کے نہیں آتی۔ "فرمایا کہ "جیسے مجھے یہ دعا الہام ہوئی رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 275-276)

پس اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آنے کے لئے اس کی مدد و نصرت کے لئے اس کا رحم حاصل کرنے کے لئے کوشش، استغفار اور دعا ضروری ہے۔

استغفار اور توبہ ہم دو لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے فرق کو واضح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں۔ ایک وجہ سے استغفار کو توبہ پر تقدّم ہے۔ "یعنی اس کو فوقیت ہے کیونکہ وہ پہلے ہے۔ توبہ سے پہلے استغفار ہے "کیونکہ استغفار مدد اور قوت ہے جو خدا سے حاصل کی جاتی ہے۔ "گناہوں سے بچنے کے لئے استغفار کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے مدد اور طاقت حاصل کی جاتی ہے تا کہ انسان گناہوں سے بچے "اور توبہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ "یعنی بچنے کے بعد پھر مستقل مزاجی سے اس پر قائم رہنا۔ اپنے گناہوں سے بچنے کے لئے جو استغفار کی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے اس پر قائم رہنے کے لئے توبہ ہے۔ تو یہ دعا ہے۔ توبہ اس لئے ہے کہ اے اللہ جو مغفرت کی دعا ہم نے کی ہے ہمیں اس پر قائم بھی رکھ۔ آگ سے نجات دی ہے تو یہ مستقل نجات ہو۔ ہمارا کوئی فعل یا جو بھی اس میں کوششیں ہم نے کی ہیں یہ ساری کوششیں تجھے ناراض کرنے والی نہ بن جائیں کہ ہم پھر واپس اسی جگہ آ جائیں۔ اس کے لئے توبہ ہے۔ یعنی گناہوں سے معافی مانگنے کے لئے توبہ ہے۔ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ کہا تو اس لئے کہ ہمیں اب پھر اس پر قائم بھی رکھ کہ ہم اپنے گناہوں سے بچیں بھی رہیں۔ تیری مغفرت کو ہمیشہ حاصل کرنے والے بھی رہیں اور آگ سے ہمیں ہمیشہ کے لئے نجات بھی ملتی رہے۔ فرمایا کہ "عادت اللہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے گا تو خدا تعالیٰ ایک قوت دے دے گا اور پھر اس قوت کے

بعد انسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاوے گا اور نیکیوں کے کرنے کے لئے اس میں ایک قوت پیدا ہو جاوے گی جس کا نام **تُوْبُوْا اِلَیْہِ** ہے....." فرمایا کہ "توبہ کی توفیق استغفار کے بعد ملتی ہے۔ اگر استغفار نہ ہو تو یقیناً یاد رکھو کہ توبہ کی قوت مر جاتی ہے۔ پھر اگر اس طرح پر استغفار کرو گے اور پھر توبہ کرو گے تو نتیجہ یہ ہو گا **یُمَتِّعْکُمْ مَتَاعًا حَسَنًا اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی**۔" کہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک اللہ تعالیٰ بہترین سامان عطا کرے گا۔ فرمایا کہ "سنّت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اگر استغفار اور توبہ کرو گے تو اپنے مراتب پالو گے۔ ہر ایک حِس کے لئے ایک دائرہ ہے جس میں وہ مدارج ترقی کو حاصل کرتا ہے۔ ہر ایک آدمی نبی، رسول، صدیق، شہید نہیں ہو سکتا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 68-69)

لیکن جو بھی کسی کے مدارج مقرر کئے گئے ہیں، جس جس حد تک کسی نے پہنچنا ہے ان کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنی پڑے گی اور وہ استغفار اور توبہ کے ذریعہ سے ہو گی۔

پھر توبہ کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ:

"**واضح ہو کہ توبہ لغت عرب میں رجوع کرنے کو کہتے ہیں**۔ اسی وجہ سے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کا نام بھی تواب ہے یعنی بہت رجوع کرنے والا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب انسان گناہوں سے دست بردار ہو کر صدق دل سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس سے بڑھ کر اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور یہ امر سراسر قانون قدرت کے مطابق ہے۔ کیونکہ جبکہ خدا تعالیٰ نے نوع انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ جب ایک انسان سچے دل سے دوسرے انسان کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کا دل بھی اس کے لئے نرم ہو جاتا ہے۔ تو پھر عقل کیونکر اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ بندہ تو سچے دل سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے مگر خدا اس کی طرف رجوع نہ کرے۔ بلکہ خدا جس کی ذات نہایت کریم و رحیم واقع ہوئی ہے وہ بندہ سے بہت زیادہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کا نام..... تَوَّاب ہے۔ یعنی بہت رجوع کرنے والا۔ سو بندے کا رجوع تو پشیمانی اور ندامت اور تذلّل اور انکسار کے ساتھ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا رجوع رحمت اور مغفرت کے ساتھ۔ اگر رحمت خدا تعالیٰ کی صفات میں سے نہ ہو تو کوئی مخلصی نہیں پا سکتا۔" فرمایا کہ "افسوس! کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی صفات پر غور نہیں کی اور تمام مدار اپنے فعل اور عمل پر رکھا ہے" جو سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے عمل سے ہی سب کچھ حاصل کر لینا ہے "مگر وہ خدا جس نے بغیر کسی کے عمل کے ہزاروں نعمتیں انسان کے لئے زمین پر پیدا کیں۔ کیا اس کا یہ خُلق ہو سکتا ہے کہ انسان ضعیف البنیان جب اپنی غفلت سے متنبہ ہو کر اس کی طرف رجوع کرے اور رجوع بھی ایسا کرے کہ گویا مر جاوے اور پہلا ناپاک چولہ اپنے بدن پر سے اتار دے اور اس کی آتشِ محبت میں جل جائے تو پھر بھی خدا اس کی طرف رحمت کے ساتھ توجہ نہ کرے۔ کیا اِس کا نام خدا کا قانون قدرت ہے؟۔"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 133-134)

آپ ان لوگوں کو جواب دے رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ رحمت کرتے ہوئے رجوع نہیں کرتا۔ بیشک انسان دعا کرتے ہوئے، استغفار کرتے ہوئے اپنی حالت مردہ کی طرح بنالے گویا کہ وہ مر گیا ہے اور اپنا جو پہلا

ناپاک چولہ ہے، جو لباس ہے بدن سے اتار دے۔ اپنے آپ کو پاک کر لے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ میں جلنے لگ جائے تب بھی اللہ تعالیٰ رحم سے رجوع نہیں کرے گا؟ یہ ان لوگوں کا نظریہ ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ جو ہیں یہ جھوٹ بولتے ہیں لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہر گز نہیں ہو سکتا کہ بندہ تو اپنا حق ادا کر دے اور خدا تعالیٰ کچھ بھی عطا نہ کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مقام کے ہی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے خلاف ہے کہ میری رحمت بڑی وسیع ہے۔ یہ اس کے قانون کے خلاف ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا اس کی وسیع رحمت ہونے کے اعلان کے خلاف ہے۔ لیکن انسان نے جو فرض پورا کرنا ہے وہ بھی یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ گویا مر جاوے اور پہلا ناپاک لباس جو ہے، انسان کا گناہوں کا لباس اس کو اپنے بدن سے اتار دے اور اس کی محبت کی آگ میں جل جائے۔ آپ نے فرمایا یہ چیزیں ہوں گی اور یہ باتیں بڑی غور طلب ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ایسا رجوع کرتا ہے کہ انسان اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

پس یہ ہے وہ مغفرت کی طلب کا معیار جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بندے کو حقدار بنا دیتی ہے۔ وہ حق جس کی ادائیگی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے پر فرض کر لی ہے۔ آپ نے سچی اور حقیقی توبہ کی شرائط بھی بیان فرمائیں کہ یہ حاصل کرنے کے لئے انسان کو کیا اور کس طرح کوشش کرنی چاہئے۔

آپ نے فرمایا کہ سچی توبہ کے لئے تین شرطیں ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنے دماغ کو ان تمام باتوں سے پاک کرو جن سے فاسد خیالات پیدا ہوتے ہیں اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ان برائیوں کی کریہہ اور خوفناک شکل اپنے ذہن میں پیدا نہیں کرو گے۔ اگر ان کی طرف توجہ رہے گی، اگر ان کے خلاف ذہن میں ایک مکروہ شکل نہیں بناؤ گے تو پھر ان سے بچنا بڑا مشکل ہے۔ پہلی چیز تو یہی ہے کہ اس کو اپنے دماغ سے نکالنا پڑے گا۔ کوشش کر کے ان چیزوں سے نفرت کے جذبات پیدا کرنے ہوں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کوئی بھی غلط کام کرنے یا برائی کی طرف توجہ جانے پر ندامت اور پشیمانی ہونی چاہئے۔ انسان کے دماغ میں جب خیال آئے تو فوراً شرمندگی اور پشیمانی کا خیال ہونا چاہئے۔ یہ خیال دل میں ہو کہ یہ برائیاں اور لذات جن کی طرف میں جا رہا ہوں یہ عارضی ہیں اور میری زندگی برباد کرنے والی ہیں اور ایک وقت آ کے یہ چیزیں ختم ہو جانی ہیں۔ عارضی لذت ہے۔ گویا اپنے کانشنس کی بات سننی ہے۔ انسان کا ضمیر اسے بتا رہا ہے، اس کا کانشنس بتاتا ہے، ہر حال میں بتاتا ہے کہ یہ بری چیز ہے یا اچھی چیز ہے۔ جب اس طرح کی سوچ کریں گے اور ضمیر کی آواز سنیں گے تو آہستہ آہستہ برائی سے بھی آپ نے فرمایا کہ بچ جاؤ گے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ عزم ہو، پکا ارادہ ہو کہ میں نے ان برائیوں کے قریب بھی نہیں جانا اور پھر اس پر قائم رہنے کے لئے مکمل قوت ارادی بھی ہو اور دعا بھی ہو تو پھر یہ برائیاں ختم ہو جائیں گی اور ان کی جگہ پھر نیکیاں لینی شروع کر دیں گی۔ آپ نے جو فرمایا کہ ناپاک چولہ اتارنا ہو گا۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ ایک بھرپور کوشش کرو اور اس پر قائم رہو۔ قوت ارادی سے قائم رہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حقدار بنو گے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 138-139)

استغفار اور توبہ سے آگ سے بچنے کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"توبہ انسان کے واسطے کوئی زائد یا بے فائدہ چیز نہیں ہے اور اس کا اثر صرف قیامت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس سے انسان کی دنیا و دین دونوں سنور جاتے ہیں اور اسے اس جہان میں اور آنے والے جہان دونوں میں آرام اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں بھی آرام اور آسائش کے سامان عطا فرما اور آنے والے جہان میں بھی آرام اور راحت عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ دیکھو در اصل رَبَّنَآ کے لفظ میں توبہ ہی کی طرف ایک باریک اشارہ ہے کیونکہ رَبَّنَآ کا لفظ چاہتا ہے کہ بعض اور ربّوں کو جو اس نے پہلے بنائے ہوئے تھے ان سے بیزار ہو کر اس ربّ کی طرف آیا ہے اور یہ لفظ حقیقی درد اور گداز کے سوا انسان کے دل سے نکل ہی نہیں سکتا۔ "جب انسان رَبَّنَآ کہتا ہے تو وہ صرف اپنے منہ سے نہیں کہتا۔ جب دعا دل سے نکلتی ہے تو رَبَّنَآ کہے گا ہی اس وقت جب دل سے نکلے گا۔ بعض لوگ ظاہری طور پر بھی کہتے ہیں لیکن حقیقت اس دعا کی وہی ہے جب دل سے نکلے۔ فرمایا کہ "رَبّ کہتے ہیں بتدریج کمال کو پہنچانے والے اور پرورش کرنے والے کو۔ اصل میں انسان نے بہت سے ارباب بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اپنے حیلوں اور دغابازیوں پر اسے پورا بھروسہ ہوتا ہے تو وہی اس کے ربّ ہوتے ہیں۔ اگر اسے اپنے علم کا یا قوت بازو کا گھمنڈ ہے تو وہی اس کے ربّ ہیں۔ اگر اسے اپنے حسن یا مال و دولت پر فخر ہے تو وہی اس کا ربّ ہے۔ غرض اس طرح کے ہزاروں اسباب اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ جب تک ان سب کو ترک کر کے ان سے بیزار ہو کر اس واحد لاشریک سچے اور حقیقی رب کے آگے سر نیاز نہ جھکائے اور رَبَّنَآ کی پُر درد اور دل کو پگھلانے والی آوازوں سے اس کے آستانے پر نہ گرے تب تک وہ حقیقی ربّ کو نہیں سمجھا۔ پس جب ایسی دلسوزی اور جاں گدازی سے اس کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرتا اور اسے مخاطب کرتا ہے کہ رَبَّنَآ یعنی اصلی اور حقیقی رب تو تُو ہی تھا مگر ہم اپنی غلطی سے دوسری جگہ بھٹکتے پھرتے رہے۔ اب میں نے ان جھوٹے بتوں اور باطل معبودوں کو ترک کر دیا ہے اور صدق دل سے تیری ربوبیت کا اقرار کرتا ہوں تیرے آستانے پر آتا ہوں۔ غرض بجز اس کے خدا کو اپنا رب بنانا مشکل ہے۔ جب تک انسان کے دل سے دوسرے رب اور ان کی قدر و منزلت و عظمت و وقار نکل نہ جاوے تب تک حقیقی رب اور اس کی ربوبیت کا ٹھیکہ نہیں اٹھاتا۔ بعض لوگوں نے جھوٹ ہی کو اپنا رب بنایا ہوا ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہمارا جھوٹ کے بِدُوں گزارہ مشکل ہے۔ بعض چوری و راہزنی اور فریب دہی ہی کو اپنا رب بنائے ہوئے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اس راہ کے سوا ان کے واسطے کوئی رزق کی راہ نہیں ہے۔ سو ان کے ارباب وہ چیزیں ہیں۔" فرمایا کہ "غرض ایسے لوگ جن کو اپنی ہی حیلہ بازیوں پر اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے ان کو خدا سے استعانت اور دعا کرنے کی کیا حاجت؟ دعا کی حاجت تو اسی کو ہوتی ہے جس کے سارے راہ بند ہوں اور کوئی راہ سوائے اس در کے نہ ہو۔ اسی کے دل سے دعا نکلتی ہے۔ غرض رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً ایسی دعا کرنا صرف انہیں لوگوں کا کام ہے جو خدا ہی کو اپنا رب جان چکے ہیں اور ان کو یقین ہے کہ ان کے رب کے سامنے اور سارے اربابِ باطلہ ہیچ ہیں۔" فرمایا کہ "آگ سے مراد صرف وہی آگ نہیں جو قیامت کو ہوگی بلکہ دنیا میں بھی جو

شخص ایک لمبی عمر پاتا ہے وہ دیکھ لیتا ہے کہ دنیا میں بھی ہزاروں طرح کی آگ ہے۔ تجربہ کار جانتے ہیں کہ قسم قسم کی آگ دنیا میں موجود ہے۔ طرح طرح کے عذاب، خوف، حُزن، فقر و فاقے، امراض، ناکامیاں، ذلّت و ادبار کے اندیشے، ہزاروں قسم کے دکھ، اولاد، بیوی وغیرہ کے متعلق تکالیف اور رشتہ داروں کے ساتھ معاملات میں الجھن۔ غرض یہ سب آگ ہیں۔ تو مومن دعا کرتا ہے کہ ساری قسم کی آگوں سے ہمیں بچا۔ جب ہم نے تیرا دامن پکڑا ہے تو ان سب عوارض سے جو انسانی زندگی کو تلخ کرنے والے ہیں اور انسان کے لئے بمنزلہ آگ ہیں بچائے رکھ۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 187 تا 190)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ جماعت کو اس طرف **توجہ دلائی تھی کہ ہماری جماعت کو یہ دعا بکثرت پڑھنی چاہئے کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ**۔(البقرۃ:202) (ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 9)

پس اس طرف ہمیں بھی توجہ دینی چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں لے کر ہمیں ہر قسم کی دنیاوی اور اُخروی آگ سے بچائے رکھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "قرآن شریف میں جو خدا نے یہ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے بندو مجھ سے نومید مت ہو۔ مَیں رحیم و کریم اور ستار و غفّار ہوں اور سب سے زیادہ تم پر رحم کرنے والا ہوں اور اس طرح کوئی بھی تم پر رحم نہیں کرے گا جو مَیں کرتا ہوں۔ اپنے باپوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت کرو کہ درحقیقت میں محبت میں ان سے زیادہ ہوں۔ اگر تم میری طرف آؤ تو مَیں سارے گناہ بخش دوں گا۔ اور اگر تم توبہ کرو تو میں قبول کروں گا اور اگر تم میری طرف آہستہ قدم سے بھی آؤ گے تو میں دوڑ کر آؤں گا۔ جو شخص مجھے ڈھونڈے گا وہ مجھے پائے گا اور جو شخص میری طرف رجوع کرے گا وہ میرے دروازے کو کھلا پائے گا۔ میں توبہ کرنے والے کے گنہ بخشتا ہوں خواہ پہاڑوں سے زیادہ گنہ ہوں۔ میرا رحم تم پر بہت زیادہ ہے اور غضب کم ہے کیونکہ تم میری مخلوق ہو۔ میں نے تمہیں پیدا کیا اس لئے میرا رحم تم سب پر محیط ہے۔" (چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 56)

اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف خالص ہو کر جانے والا بنائے۔ ہم اس کا تقویٰ حاصل کرنے والے ہوں۔ اپنے ایمان اور یقین میں بڑھنے والے ہوں تا کہ ہمیشہ اس کی رحمت سے حصہ لیتے رہیں۔ کبھی ایسا وقت نہ آئے کہ جب ہم اس کی رحمت سے محروم ہوں اور اپنے بداعمال کی وجہ سے اس کی سزا کے مورد بنیں۔ اللہ تعالیٰ کے رحم کی نظر ہمیشہ ہم پر پڑتی رہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 29 جون 2018ء تا 05 جولائی 2018ء جلد 25 شمارہ 26 صفحہ 05 تا 08)

24

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 15 جون 2018ء بمطابق 15 احسان 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا کہ اس میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے جب مسلمان کو ایسا وقت ملے اور وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو تو جو دعا مانگے قبول کی جاتی ہے یا جو بھلائی اور خیر مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعة باب الساعة التی فی یوم الجمعة حدیث935)

اس کی وضاحت میں بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جمعہ کا خطبہ بھی نماز کا حصہ ہے اس لئے یہ بھی اس وقت میں شامل ہے جس میں وہ گھڑی میسر آتی ہے تو بہر حال جمعہ کے دن کی ایک خاص اہمیت ہے اور سوائے اشد مجبوری کے ہر عاقل کو بالغ مرد کو اسے پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعة للمملوك والمراۃ حدیث1067)

نماز میں ہر ایک اپنی اپنی سوچ اور ضرورت کے مطابق دعا کرتا ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جو نماز بھی پڑھ لیتے ہیں اور خاص دعا کی تحریک ان میں پیدا نہیں ہوتی۔ بس نماز پڑھ لی۔ نماز کے الفاظ دہرا لئے کہ یہ کافی ہے۔ اور ان کو دعا کی اہمیت کا پتہ نہیں لگتا۔ **اس لئے میں نے سوچا کہ آج اس رمضان کے آخری جمعہ میں بعض دعائیں پڑھوں تا کہ جن کو زیادہ احساس نہیں ان کو بھی پتہ لگ جائے کہ دعائیں کیا ہیں** اور جماعتی طور پر ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں اور مناجات پیش کریں اور پھر نماز میں مجموعی طور پر ان دعاؤں کی قبولیت کے لئے دعا بھی مانگیں۔ ان دعاؤں میں قرآن کریم کی بعض دعائیں مَیں نے لی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض دعائیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض دعائیں شامل ہیں اور بعض عمومی دعائیں بھی ہیں۔ بعض قرآنی اور مسنون دعائیں ہیں جو مَیں پڑھوں گا۔ جن کو یاد ہیں وہ دل میں دہراتے رہیں یا جو میرے ساتھ دل میں دہرا سکتے ہیں بیشک دہرائیں اور ہر دعا کے بعد دل میں آمین بھی کہتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول فرمائے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

سب سے پہلے قرآنی دعائیں ہیں:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ: 202) اے ہمارے

رب ہمیں دنیا میں بھی حسنہ عطا کر اور آخرت میں بھی حسنہ عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (الاعراف: 127) اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل اور ہمیں مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ (المائدۃ: 115) اے اللہ ہمارے ربّ! ہم پر آسمان سے (نعمتوں کا) دستر خوان اتار جو ہمارے اوّلین اور ہمارے آخرین کے لئے عید بن جائے اور تیری طرف سے ایک عظیم نشان کے طور پر ہو اور ہمیں رزق عطا کر اور تو رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آل عمران: 194) اے ہمارے ربّ! یقیناً ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سنا جو ایمان کی منادی کر رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ پس ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے ربّ! پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکیوں کے ساتھ موت دے۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (آل عمران: 54) اے ہمارے ربّ! ہم اس پر ایمان لے آئے جو تو نے اتارا اور ہم نے رسول کی پیروی کی۔ پس ہمیں حق کی گواہی دینے والوں میں لکھ دے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران: 9) اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تُو ہمیں ہدایت دے چکا ہو اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تُو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (آل عمران: 39)

اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعا سننے والا ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان: 75) اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الاحقاف: 16) اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذریّت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (الصّٰفّٰت: 101) اے میرے ربّ! مجھے صالحین میں سے (وارث) عطا کر۔

رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ (القصص: 25) اے میرے ربّ! یقیناً میں ہر اچھی چیز کے لئے

جو تُو میری طرف نازل کرے ایک فقیر ہوں۔ اس کی خواہش رکھتا ہوں۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ (النمل: 20) اے میرے ربّ! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تُو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند ہوں اور تُو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکوکار بندوں میں داخل کر۔

رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ۔ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ (المؤمنون: 98-99) اور تو کہہ اے میرے ربّ! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اے میرے ربّ کہ وہ وسوسے میرے قریب پھٹکیں۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ: 115) اے میرے ربّ! مجھے علم میں بڑھا دے۔

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ۔ وَیَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ۔ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (طٰہٰ: 26-29) اے میرے ربّ! میرا سینہ میرے لئے کشادہ کر دے اور میرا معاملہ مجھ پر آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ وہ میری بات سمجھ سکیں۔

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (الکھف: 11) اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا کر اور ہمارے معاملہ میں ہمیں ہدایت عطا کر۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ (بنی اسرائیل: 81) اے میرے ربّ! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لئے طاقتور مددگار عطا کر۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا (بنی اسرائیل: 25) اے میرے ربّ! ان دونوں پر (یعنی میرے ماں باپ پر) رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ (الشعراء: 84-86) اے میرے ربّ! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر اور میرے لئے آخرین میں سچ کہنے والی زبان مقدر کر دے اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا۔

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ (القصص: 17) اے میرے ربّ! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس مجھے بخش دے۔

رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (التحریم: 9) اے ہمارے ربّ! ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تُو ہر چیز پر جسے تُو چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔ (المؤمنون: 110) اے ہمارے ربّ! ہم ایمان لے آئے۔ پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تُو رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (الاعراف:24) اے ہمارے ربّ! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تُو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم گھاٹا کھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (الاعراف:48) اے ہمارے ربّ! ہمیں ظالم لوگوں میں سے نہ بنانا۔

رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ (الانبیاء:90) اے میرے ربّ! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تُو سب وارثوں سے بہتر ہے۔

رَبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ۔ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ اے میرے ربّ! اگر تو مجھے وہ دکھا ہی دے جس سے ان کو ڈرایا جاتا ہے (تو یہ ایک التجا ہے) اے میرے ربّ! پس مجھے ظالم قوم میں سے نہ بنا دینا۔

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۔ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ۔ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ۔ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (المؤمن:8-10) اے ہمارے ربّ! تُو ہر چیز پر رحمت اور علم کے ساتھ محیط ہے۔ پس وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ کی پیروی کی ان کو بخش دے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا اور اے ہمارے ربّ! انہیں ان دائمی جنتوں میں داخل کر دے جن کا تُو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے اور انہیں بھی جو اُن کے باپ دادا اور ان کے ساتھیوں اور ان کی اولاد میں سے نیکی اختیار کرنے والے ہیں۔ یقیناً تُو ہی کامل غلبہ والا اور بہت حکمت والا ہے اور انہیں بدیوں سے بچا اور جسے تُو نے اس دن بدیوں کے نتائج سے بچایا تو یقیناً تُو نے اس پر بہت رحم کیا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (الحشر:11) اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔ اے ہمارے ربّ! یقیناً تُو بہت شفیق اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا (نوح:29) اے میرے ربّ! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور اسے بھی جو بحیثیت مومن میرے گھر میں داخل ہو اور سب مومن مردوں اور سب مومن عورتوں کو اور تُو ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھانا۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ (آل عمران:195) اے ہمارے ربّ! اور ہمیں وہ وعدہ عطا کر دے جو تُو نے اپنے رسولوں پر ہمارے حق میں فرض کر دیا تھا اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ یقیناً تُو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ۔ (الاعراف:156) تُو ہی ہمارا ولی ہے۔ پس

ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تُو بخشنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (الفرقان:66) اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب ٹال دے۔ یقیناً اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران:17) اے ہمارے ربّ! یقیناً ہم ایمان لے آئے۔ پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ (ابراھیم:41-42) اے میرے ربّ! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی۔ اے ہمارے ربّ! اور میری دعا قبول کر۔ اے ہمارے ربّ! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی جس دن حساب برپا ہو گا۔

رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ۔ (الشعراء:170) اے میرے ربّ! مجھے اور میرے اہل کو اس سے نجات بخش جو وہ کرتے ہیں۔

رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ۔ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (الشعراء:118-119) اے میرے ربّ! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ پس میرے درمیان اور ان کے درمیان واضح فیصلہ کر دے اور مجھے نجات بخش اور ان کو بھی جو مومنوں میں سے میرے ساتھ ہیں۔

رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ۔ (العنکبوت:31) اے میرے ربّ! اس فساد کرنے والی قوم کے خلاف میری مدد کر۔

اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ (القمر:11) مَیں یقیناً مغلوب ہوں پس میری مدد کر۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَآ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ (البقرۃ:287) اے ہمارے ربّ! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے اور اے ہمارے ربّ! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا ہم سے پہلے لوگوں پر ان کے گناہوں کے نتیجہ میں تُو نے ڈالا اور اے ہمارے ربّ! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ تُو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابلہ پر نصرت عطا کر۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ (البقرۃ:251) اے ہمارے ربّ! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ (آل عمران:148) اے ہمارے ربّ! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملہ میں ہماری زیادتی بھی اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور

ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا کر۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ۔(الاعراف:90) اے ہمارے ربّ! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تُو فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ (یونس:86-87) اے ہمارے ربّ! ہمیں ظالم لوگوں کے لئے ابتلا نہ بنا اور ہمیں اپنی رحمت سے کافر لوگوں سے نجات بخش۔

رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ۔(المؤمنون:40) اے میرے ربّ! میری مدد کر کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (التحریم:12) اے میرے ربّ! میرے لئے اپنے حضور جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات بخش۔

اب بعض حدیث کی دعائیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا مروی ہے کہ آپؐ نے یہ دعا سکھائی:

اے اللہ! مجھے میری خطائیں معاف فرما دے اور میرے سب معاملات میں میری لاعلمی، جہالت اور میری زیادتی کے شر سے مجھے بچا لے اور ہر اس نقصان و شر سے بچا لے جسے تُو مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! میری خطائیں بخش دے۔ میری دانستہ نادانستہ اور ازراہ مزاح کی ہوئی ساری خطائیں مجھے بخش دے کہ یہ سب میرے اندر موجود ہیں۔ جو خطائیں مجھ سے سرزد ہو چکی ہیں اور جو ابھی نہیں ہوئیں اور جو مخفی طور پر مجھ سے سرزد ہوئیں اور جو کھلم کھلا میں نے کیں وہ سب مجھے بخش دے۔ تُو ہی آگے بڑھانے والا اور پیچھے ہٹا دینے والا ہے اور تُو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب قول النبیؐ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ...الخ حدیث 6398)

پھر آپ کی دعا ہے: اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء اذا انتبہ باللیل حدیث 6317)

اے اللہ! مَیں اپنا آپ تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تجھ پر توکّل کرتا ہوں اور تجھ پر ایمان لاتا ہوں۔ تیری طرف جھکتا ہوں اور تیری مدد کے ساتھ مدّ مقابل سے بحث کرتا ہوں اور تیرے ہی حضور اپنا مقدمہ پیش کرتا ہوں۔ تُو مجھے میرے اگلے پچھلے اعلانیہ، پوشیدہ سب گناہ بخش دے۔ تُو ہی مقدّم اور مؤخر ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَااسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ

لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب افضل الاستغفار حدیث6306)

اے اللہ! تُو میرا ربّ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تُو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں جتنی کہ مجھ میں استطاعت ہے۔ میں اپنے عملوں کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے بخش دے۔ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ دُعَآءٍ لَا يُسْمَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ۔ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هٰؤُلَآءِ الْاَرْبَعِ۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب قصة تعليم الدعاء اللهم الهمنی رشدی ... الخ منه حديث 3482۔ الجامع الصغير للسيوطی۔ الجزء الاولی صفحه 217۔ مطبوعه دارالفكر بيروت)

اے اللہ! میں تجھ سے ایسے دل سے پناہ مانگتا ہوں جس میں عاجزی اور انکساری نہیں اور ایسی دعا سے پناہ مانگتا ہوں جو مقبول نہ ہو اور ایسے نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو اور ایسے علم سے جو کوئی فائدہ نہ دے۔ مَیں ان چاروں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰى دِيْنِكَ۔

(سنن الترمذی ابواب القدر باب ما جاء ان القلوب بين اصبعی الرحمن حدیث2140)

اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب اللهم انی اسئلك الهدی...الخ حدیث3489)

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت اور غنیٰ مانگتا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

(سنن ابو داؤد کتاب الوتر باب ما يقول الرجل اذا خاف قوما حدیث1537)

ہم تجھے ان کے سینوں میں رکھتے ہیں یعنی تیرا رعب ان کے سینوں میں بھر جائے اور ہم ان کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَاَهْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب دعا داؤد اللهم انی اسئلك حبك ... الخ حدیث3490)

اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور ان لوگوں کی محبت جو تجھ سے پیار کرتے ہیں اور اس کام کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے میرے خدا! ایسا کر کہ تیری محبت مجھے اپنی جان، اپنے اہل و عیال اور ٹھنڈے شیریں پانی سے بھی زیادہ پیاری اور اچھی لگے۔

ایک لمبی دعا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میں تیری رحمتِ خاص کا طلبگار ہوں جس کے ذریعہ تُو میرے دل کو ہدایت عطا کر دے۔

میرے کام بنادے اور میرے پراگندہ کاموں کو سنوار دے اور میرے بچھڑے ہوؤں کو ملادے اور میرے تعلق رکھنے والوں کو رفعت دے۔ تُو اپنی رحمت کے ذریعہ میرے عمل کو پاک کر دے اور مجھے رشد و ہدایت الہام کر اور جن چیزوں سے مجھے الفت ہے وہ مجھے مل جائیں۔ ہاں ایسی رحمت خاص جو مجھے ہر برائی سے بچالے اور اے اللہ! مجھے ایسا دائمی ایمان و ایقان بھی نصیب فرما جس کے بعد کفر نہیں ہوتا۔ ایسی رحمت عطا کر جس کے ذریعہ مجھے دنیا و آخرت میں تیری کرامت کا شرف نصیب ہو جائے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ہر فیصلہ میں کامیابی چاہتا ہوں اور شہیدوں کی سی مہمان نوازی اور سعادت مندی کی زندگی اور دشمنوں پر فتح اور نصرت کا خواستگار ہوں۔ مولیٰ! مَیں تو اپنی حاجت لے کر تیرے در پر حاضر ہو گیا ہوں۔ اگر میری سوچ ناقص اور میری تدبیر کمزور بھی ہے تب بھی مَیں تیری رحمت کا محتاج ہوں۔ پس اے تمام معاملات کے فیصلہ کرنے والے اور اے دلوں کو تسکین عطا کرنے والے! مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس طرح بپھرے سمندروں میں تُو انسان کو بچالیتا ہے اسی طرح مجھے آگ کے عذاب سے بچالے۔ ہلاکت کی آواز اور قبر کے فتنہ سے مجھے پناہ دے۔ اور میرے مولیٰ! جس دعا سے میری سوچ کوتاہ ہے اور جس امر کے لئے میں نے دست سوال دراز نہیں کیا۔ ہاں وہ خیر اور وہ بھلائی جس کی میں نیت بھی نہیں باندھ سکا مگر تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کے ساتھ اس خیر کا وعدہ کر رکھا ہے یا اپنے بندوں میں سے کسی کو تُو وہ خیر عطا کرنے والا ہے تو ایسی ہر خیر کے لئے مَیں رغبت رکھتا ہوں اور اے سب جہانوں کے ربّ! مَیں تیری رحمت کا واسطہ دے کر تجھ سے وہ خیر مانگتا ہوں۔ اے اللہ! مضبوط تعلق والے اور رشد و ہدایت کے مالک! مَیں قیامت کے روز تجھ سے امن کا خواہاں ہوں اور اس دائمی دور میں جنت چاہتا ہوں۔ تیرے دربار میں حاضری دینے والے مقرب بندوں کے ساتھ اور رکوع و سجود بجالانے والوں اور عہد پورا کرنے والوں کی معیت میں۔ یقیناً تُو بہت رحم اور محبت کرنے والا ہے۔ بیشک تُو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا ہدایت یافتہ رہنما بنادے جو نہ خود گمراہ ہونے والے ہوں، نہ گمراہ کرنے والے بنیں۔ تیرے پیاروں اور دوستوں کے لئے ہم سلامتی کا پیغام ہوں اور تیرے دشمنوں کے لئے جنگ کا نشان۔ ہم تیری محبت کے صدقہ تیرے ہر مُحب سے محبت کرنے والے اور تیری مخالفت اور دشمنی کرنے والوں سے تیری خاطر عداوت رکھنے والے ہوں۔

اے اللہ! یہ ہماری عاجزانہ دعا ہے جس کا قبول کرنا تیرے پر منحصر ہے۔ اے اللہ! پس یہی دعا ہماری سب محنت اور تدبیر ہے اور سب بھروسہ تیری ذات پر ہے۔ اے اللہ! میرے لئے میرے دل میں نور پیدا کر دے۔ میری قبر کو بھی روشن کر دے۔ میرے آگے اور میرے پیچھے بھی نور کر دے۔ میرے دائیں بھی نور کر دے اور میرے بائیں بھی نور کر دے۔ اور میرے اوپر بھی نور کر دے اور میرے نیچے بھی نور کر دے۔ اور میری سماعت میں بھی نور بھر دے۔ اور میری بصارت میں بھی نور بھر دے۔ اور میرے بالوں میں بھی نور بھر دے اور میری جلد کو بھی نورانی کر دے۔ اور میرے گوشت اور میرے خون میں بھی نور بھر دے اور میرے دماغ میں بھی نور بھر دے اور میری ہڈیوں میں بھی نور بھر دے۔ اے اللہ! میرے دل میں نور کی عظمت پیدا کر دے اور پھر مجھے وہ نور عطا کر۔ پس مجھے سراپا نور ہی بنادے۔ پاک ہے وہ ذات جو بزرگی کا لباس زیب فرما کر عزت کے ساتھ متمکن ہے۔ پاک ہے وہ ذات کہ جس کے سوا کسی کی پاکیزگی بیان کرنی مناسب نہیں۔ پاک ہے وہ صاحبِ فضل و نعمت وجود۔

پاک ہے وہ عزت و بزرگی کا مالک اور پاک ہے وہ جلال اور اکرام والا۔
(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب اللھم انی اسئلک رحمۃ ... الخ حدیث 3419)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں ہیں۔

آپ نے اپنے ایک صحابی چوہدری رستم علی صاحب کو خط میں یہ دعا لکھی تھی۔ یہ عربی دعا ہے:

یَا مَنْ ھُوَ اَحَبُّ مِنْ کُلِّ مَحْبُوْبٍ اِغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْ عِبَادِکَ الْمُخْلَصِیْنَ۔

(الحکم مورخہ 10 اگست 1901ء صفحہ 9 جلد 5 نمبر 29)

اے وہ کہ جو ہر محبوب سے زیادہ محبت کرنے کے قابل ہے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنے مخلص بندوں میں داخل فرما۔ ہم تیرے گناہگار بندے ہیں اور نفس غالب ہے۔ تو ہم کو معاف فرما اور آخرت کی آفتوں سے ہمیں بچا۔ (ماخوذ از بدر مورخہ 26 جولائی 1906ء صفحہ 3 جلد 2 شمارہ 30)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو آپ نے ایک خط لکھا اور اس میں یہ دعا لکھی۔ اس طرف توجہ دلائی۔

"اے میرے محسن اور میرے خدا! میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پُر معصیت اور پُر غفلت ہوں۔ تُو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تُو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالائق اور پُر گناہ پر رحم کر اور میری بیباکی اور ناسپاسی کو معاف فرما اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے اور چارہ گر کوئی نہیں۔ آمین"

(مکتوباتِ احمدؑ جلد دوم صفحہ 10 مکتوب بنام حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح الاوّل، مکتوب نمبر 2)

آپ نے فنا فی اللہ ہونے کی یہ دعا سکھائی۔

اے ربّ العالمین! مَیں تیرے احسانوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے۔ تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تُو راضی ہو جائے۔ میں تیرے وجہِ کریم کے ساتھ اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما۔ رحم فرما۔ رحم فرما۔ اور دنیا و آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کیونکہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین۔

(ماخوذ از مکتوباتِ احمدؑ جلد دوم صفحہ 159 مکتوب بنام حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ مکتوب نمبر 3)

اب عمومی طور پر ہمیں عالم اسلام کو بھی دعاؤں میں یاد رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان میں اتحاد پیدا کرے اور ان کے جو دل پھٹے ہوئے ہیں وہ دل جڑ جائیں اور آپس کی دشمنیاں ان کی ختم ہوں اور دشمن ان کی دشمنیوں سے جو فائدہ اٹھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ان دشمنوں کے ہاتھوں کو روکے اور وہ اسلام کو نقصان پہنچانے سے ہر طرح باز رہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں میں مردوں میں، عورتوں میں قناعت پیدا کرے۔ انہیں ہر شر سے بچائے۔ انہیں ثبات قدم عطا فرمائے۔ اور وہ ہمیشہ وہ نظام جماعت اور نظام خلافت سے چمٹے رہیں۔ اور نظام جماعت کو بھی لوگوں کے حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ عہدیداروں کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واقفین زندگی

کو وقف کی روح کے ساتھ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دجّال کے فتنوں اور اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام طاقتوں کو اور ان کے ہاتھوں کو روکے جو مسلمانوں کو کمزور کرنے کے درپے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے شر سے بچا کے رکھے بلکہ اس کے نتیجہ میں صرف اسلامی دنیا میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں جو ایک خطرناک تباہی آ سکتی ہے اس تباہی سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ اللہ تعالیٰ شہدائے احمدیت کے درجات بلند فرمائے اور ان کے لواحقین کی، پیچھے رہنے والوں کی خود حفاظت فرمائے۔ اسیر ان راہ مولیٰ کی جلد رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو جو کسی بھی لحاظ سے کسی بھی مشکل میں گرفتار ہیں ان مشکلات سے رہائی عطا فرمائے۔ بیماروں کو شفا عطا فرمائے۔ جو لوگ سیاسی لحاظ سے یا مذہبی لحاظ سے مشکلات میں گرفتار ہیں خاص طور پر مختلف ملکوں میں جماعت کے افراد اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور فرمائے اور دشمنوں کے ہاتھوں کو روکے۔

درویشان قادیان، اب درویشان تو بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ قادیان میں رہنے والے بعض لوگ بھی مشکلات میں ہیں، اسی طرح پاکستان میں رہنے والے اور خاص طور پر ربوہ کے لوگ، آجکل حکومت کی طرف سے بھی پاکستان میں احمدیوں کے حالات تنگ سے تنگ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ظالموں سے نجات دے اور اللہ تعالیٰ حالات بہتر کرے۔ اسی طرح پاکستان کے علاوہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے احمدیوں پر ظلم کئے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے ہاتھوں کو روکے۔

اسی طرح انڈونیشیا میں ابھی تک جہاں جہاں ظالموں کو موقع ملتا ہے وہ احمدیوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں بھی انہوں نے ایک جگہ جہاں تھوڑی سی جماعت تھی وہاں ان کو گھروں سے نکال دیا اور وہ بے گھر ہوئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے اور دشمنوں کے شر سے ان کو بچائے۔ میں نے پہلے بھی ذکر کیا اللہ تعالیٰ مسلمان ملکوں کو عقل دے۔ یمن میں دوبارہ بڑے شدید حملے شروع ہو گئے ہیں۔ عراق میں، شام میں فرقوں کے اختلاف کی وجہ سے اور قبیلوں کے اختلاف کی وجہ سے مسلمان مسلمان کی گردن کاٹ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اور جس نبی کو یہ ماننے والے ہیں اس کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے کی ان کو توفیق عطا فرمائے۔ اور اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جس مہدی اور مسیح کو بھیجا ہے اس کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ان غلط راستوں پر چلنے سے یہ بچ سکیں اور ان کی دنیا و عاقبت محفوظ ہو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کے اموال و نفوس میں برکت عطا فرمائے جو مختلف تحریکات میں اور جماعتی چندوں میں مالی قربانیاں دے رہے ہیں۔ اسی طرح تبلیغ کے کام کے لئے آجکل ایم ٹی اے بہت بڑا کردار ادا کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایم ٹی اے کے کارکنوں کو اور ہمارے کارکنان میں سے جو والنٹیئرز ہیں، رضاکار ہیں ان کو بھی جزا دے اور ان کو پہلے سے بڑھ کر خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ ایم ٹی اے افریقہ بھی آجکل بڑا تبلیغ کا کام کر رہا ہے۔ نیا شروع کیا گیا ہے اور اس میں سب مقامی لوگ کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو علم اور عرفان میں بھی برکت عطا فرمائے اور وہ بہتر پروگرام بنا کر اسلام کا حقیقی پیغام اپنی قوم کو بھی اور دنیا میں بھی پہنچانے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 06 جولائی 2018ء تا 12 جولائی 2018ء جلد 25 شمارہ 27 صفحہ 05 تا 08)

25

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 22 جون 2018ء بمطابق 22 احسان 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ابتدائی اور جانثار صحابی حضرت عمارؓ بن یاسرؓ تھے۔ ان کے والد حضرت یاسرؓ قحطانی نسل کے تھے۔ یمن ان کا اصل وطن تھا۔ اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ مکہ میں اپنے ایک بھائی کی تلاش میں آئے تھے۔ حارث اور مالک یمن واپس چلے گئے مگر حضرت یاسرؓ مکہ میں ہی رہائش پذیر ہو گئے اور ابو حذیفہ مخزومی سے حلیفانہ تعلق قائم کیا۔ ابو حذیفہ نے اپنی لونڈی حضرت سُمَیّہ سے ان کی شادی کروادی جن سے حضرت عمّار پیدا ہوئے۔

ابو حذیفہ کی وفات تک حضرت عمّار اور حضرت یاسرؓ ان کے ساتھ رہے۔ جب اسلام آیا تو حضرت یاسر، حضرت سمیّہ اور حضرت عمّار اور ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن یاسرؓ ایمان لے آئے۔ حضرت عمّار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ مَیں حضرت صہیب بن سنان سے دارِ اَرقم کے دروازے پر ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ اَرقم میں تھے۔ میں نے صہیب سے پوچھا تم کس ارادے سے آئے ہو؟ تو صہیب نے کہا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ان کا کلام سنوں۔ صہیب نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ حضرت عمّار کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ہمیں اسلام کے بارے میں بتایا۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ ہم شام تک وہاں رہے۔ پھر ہم چھپتے ہوئے دارار قم سے باہر آئے۔ حضرت عمّار اور حضرت صہیب نے جس وقت اسلام قبول کیا تھا اس وقت تیس سے زائد افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 186-187 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا تھا جب آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام اور دو عورتیں اور حضرت ابو بکر صدیق تھے۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب اسلام ابی بکر الصدیقؓ حدیث 3857)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ کے بارے میں ایک جگہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مکہ کے چوٹی کے خاندانوں میں سے بھی اللہ تعالیٰ نے کئی لوگوں کو خدمت کی توفیق دی اور غرباء میں سے بھی کئی لوگوں نے اسلام کی شاندار خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ دیکھ لو حضرت علیؓ چوٹی کے خاندان میں سے تھے۔

حضرت حمزہؓ چوٹی کے خاندان میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ چوٹی کے خاندان میں سے تھے۔ حضرت عثمانؓ چوٹی کے خاندان میں سے تھے۔ اس کے بالمقابل حضرت زیدؓ اور حضرت بلالؓ اور سمرۃؓ اور خبابؓ، صہیبؓ اور عامرؓ اور عمّارؓ ابوفکیہہ یہ چھوٹے سمجھے جانے والوں میں سے تھے۔ گویا بڑے لوگوں میں سے بھی قرآن کریم کے خادم چنے گئے اور چھوٹے لوگوں میں سے بھی قرآن کریم کے خادم چنے گئے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 176)

آپ نے ایک جگہ فرمایا کہ "حضرت سُمیّہ ایک لونڈی تھیں۔ ابوجہل ان کو سخت دکھ دیا کرتا تھا تاکہ وہ ایمان چھوڑ دیں لیکن جب ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ ہوئی "ان کے ایمان کو کوئی ہلا نہ سکا" تو ایک دن ناراض ہو کر ابوجہل نے ان کی شرمگاہ میں نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا۔ حضرت عمارؓ جو سُمیّہ کے بیٹے تھے انہیں بھی تپتی ریت پر لٹایا جاتا اور انہیں سخت دکھ دیا جاتا۔" (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 443)

عروہؒ بن زبیر یہ روایت کرتے ہیں تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ مکہ میں ان کمزور لوگوں میں سے تھے جنہیں اس لئے تکلیف دی جاتی تھی کہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں۔ محمد بن عمر کہتے ہیں کہ مُسْتَضْعَفِیْن یعنی کمزور لوگ جو تھے، قرآن کریم میں جن کمزوروں اور بے بس لوگوں کا ذکر آیا ہے، یہ وہ لوگ تھے جن کے مکہ میں قبائل نہ تھے اور نہ ان کا کوئی محافظ تھا نہ انہیں کوئی قوت تھی۔ قریش ان لوگوں پر دوپہر کی تیز گرمی میں تشدّد کرتے تھے تاکہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 187 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اسی طرح عمر بن الحکم کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت ابوفکیہؓ پر اتنا ظلم کیا جاتا تھا کہ ان کی زبان سے وہ باتیں جاری ہو جاتی تھیں جن کو وہ حق نہیں سمجھتے تھے لیکن دشمن ظلم کر کے ان کے منہ سے وہ باتیں نکلوا لیتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اسی طرح روایت میں ہے محمد بن کعب قُرَظِی بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ اس نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو ایک پاجامہ پہنے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے حضرت عمارؓ کی پشت پر ورم اور زخموں کے نشان دیکھے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو حضرت عمّار نے بتایا کہ یہ اس ایذا کے نشان ہیں جو قریش مکہ دوپہر کی سخت دھوپ میں مجھے دیتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت عمارؓ کو آگ سے جلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمارؓ کے پاس سے گزرے تو ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا۔ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰی عَمَّار کَمَا کُنْتِ عَلٰی اِبْرَاھِیْم۔ اے آگ تُو ابراہیم کی طرح عمارؓ پر بھی ٹھنڈک اور سلامتی والی ہو جا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

پھر روایت میں آتا ہے حضرت عثمانؓ بن عفان بیان کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی

وادی میں جارہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ ہم ابو عمار، عمارؓ اور ان کی والدہ کے پاس آئے۔ ان کو تکالیف دی جارہی تھیں۔ حضرت یاسرؓ نے کہا کیا ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا؟ آپ نے حضرت یاسرؓ سے فرمایا صبر کرو۔ اور پھر آپ نے یہ دعا بھی کی کہ اے اللہ! آل یاسر کی مغفرت فرما اور یقیناً تُو نے ایسا کر دیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا کہ ان کی مغفرت ہو گئی جس شدت کے تنگ حالات سے یہ گزر رہے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آل عمار کے پاس سے گزرے ان کو تکلیف دی جارہی تھی آپ نے فرمایا اے آل عمّار! خوش ہو جاؤ یقیناً تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

ایک روایت میں ہے آل یاسر کے پاس سے گزرے۔

(استیعاب جلد 4 صفحہ 1589 یاسر بن عامرؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے سات افراد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمّارؓ اور ان کی والدہ حضرت سُمَیّہؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت مقدادؓ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے ان کے چچا ابو طالب کے ذریعہ سے کروائی اور حضرت ابو بکر کی ان کی قوم کے ذریعہ سے۔ یہ جو روایتوں میں تعداد کے لحاظ سے آتا ہے اس میں غلطی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ پہلے آیا ہے کہ تیس آدمی اس وقت تک اسلام قبول کر چکے تھے جب حضرت عمارؓ نے بیعت کی لیکن بہر حال ان کی روایت یہ ہے کہ یہ لوگ تھے یا یہ ایسے لوگ تھے جو سامنے زیادہ تھے اور جن کو تکلیفیں زیادہ دی جاتی تھیں۔ بہر حال یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کی ان کی قوم کے ذریعہ سے حفاظت ہوئی اور جو باقی بچے انہیں مشرکین نے پکڑ لیا۔ وہ انہیں لوہے کی زرہیں پہناتے اور دھوپ میں تپنے کے لئے چھوڑ دیتے۔ ان میں سوائے بلال کے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اُن کی خواہش کے مطابق نہ چلا ہو۔ بلال نے تو اپنی ذات کو اللہ کے لئے فنا کر دیا تھا۔ انہیں ان کی قوم کی وجہ سے ذلیل کیا جاتا تھا۔ قریش انہیں بچوں کے حوالے کر دیتے اور وہ انہیں مکہ کی گلیوں میں لئے پھرتے اور وہ اَحد اَحد کہتے جاتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 76 مسند عبد اللہ بن مسعود حدیث 3832 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت عمارؓ کو مشرکین پانی میں غوطے دے کر تکلیف دیا کرتے تھے۔ یعنی سر پانی میں ڈالتے تھے، مارتے تھے۔ باقی تکلیفیں تو تھیں ہی۔ وہی ٹارچر جو آجکل بھی دنیا میں اپنے مخالفین کو دیا جاتا ہے یا بعض حکومتیں بھی اپنے ملزمان کو دیتی ہیں۔ لیکن بہر حال اس سے بڑا ٹارچر ان کو دیا جاتا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمّارؓ کو ملے۔ اس وقت حضرت عمّارؓ رو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمّارؓ کی آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگے اور کہنے لگے تمہیں کفار نے پکڑ لیا تھا۔

پھر پانی میں غوطے دیتے تھے اور تم نے فلاں فلاں بات کہی تھی۔ اگر وہ دوبارہ تمہیں کریں تو تم ان سے وہی بات کہنا۔
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188-189 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اس کی تفصیل سیرت خاتم النبیین میں اَور روایتوں کے حوالے سے بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ عمارؓ اور ان کے والد یاسرؓ اور ان کی والدہ سُمیّہ کو بنی مخزوم جن کی غلامی میں سُمیّہ کسی وقت رہ چکی تھیں اتنی تکالیف دیتے تھے کہ ان کا حال پڑھ کر بدن میں لرزہ پڑنے لگتا ہے۔ ایک دفعہ جب ان فدایانِ اسلام کی جماعت کسی جسمانی عذاب میں مبتلا تھی اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرف آ نکلے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور دردمند لہجے میں فرمایا۔ صَبْرًا اٰلَ یَاسِر فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃ۔ اے آل یاسر (صبر کر۔) صبر کا دامن نہ چھوڑنا کہ خدا نے تمہاری انہی تکلیفوں کے بدلہ میں تمہارے لئے جنت تیار کر رکھی ہے۔ آخر یاسرؓ تو اسی عذاب کی حالت میں جاں بحق ہو گئے اور بوڑھی سُمیّہ کی ران میں ظالم ابوجہل نے اس بے دردی سے نیزہ مارا کہ وہ ان کے جسم کو کاٹتا ہوا ان کی شرمگاہ تک جا نکلا اور اس بے گناہ خاتون نے اسی جگہ تڑپتے ہوئے جان دے دی۔ اب صرف باقی عمّار رہ گئے تھے۔ ان کو بھی ان لوگوں نے انتہائی عذاب اور دکھ میں مبتلا کیا اور ان سے کہا کہ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر نہ کرو گے اسی طرح عذاب دیتے رہیں گے۔

چنانچہ آخر عمّار نے سخت تنگ آ کر کوئی نازیبا الفاظ منہ سے کہہ دیئے جس پر کفّار نے انہیں چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے بعد عمّار فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زار زار رونے لگے۔ آپ نے پوچھا کیوں عمّار کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ مجھے ظالموں نے اتنا دکھ دیا کہ میں نے آپ کے متعلق کچھ ایسے الفاظ منہ سے کہہ دیئے جو غلط تھے۔ آپ نے فرمایا تم اپنے دل کا کیسا حال پاتے ہو؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا دل تو اسی طرح مومن ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اسی طرح سرشار ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر خیر ہے خدا تمہاری اس لغزش کو معاف کرے۔
(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 141)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب "چشمۂ معرفت" میں ایک ہندو پرکاش دیوجی کی کتاب سے، جو انہوں نے "سوانح عمری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے لکھی تھی، چند عبارتیں تحریر فرمائی ہیں۔ ایک تو آپ نے جماعت کو اس وقت نصیحت کی تھی کہ یہ کتاب خریدو اور پڑھو ایک غیر مسلم کی لکھی ہوئی ہے۔ (ماخوذ از چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 255)

پھر آپ نے فرمایا کہ "وہ عبارتیں برہمو صاحب کی کتاب کی خلاصہ کے طور پر یہاں لکھی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ یہ تحریر فرمایا کہ:

"حضرت کے اوپر" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "جو ظلم ہوتا تھا اسے جس طرح بن پڑتا تھا وہ برداشت کرتے تھے مگر اپنے رفیقوں کی مصیبت دیکھ کر ان کا دل ہاتھ سے نکل جاتا تھا۔ "اپنے ظلم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برداشت کر لیتے تھے لیکن اپنے ساتھیوں کا ظلم آپ کو بڑا تکلیف دیتا تھا "اور بیتاب ہو جاتا تھا۔ ان

غریب مومنوں پر ظلم و ستم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ لوگ ان غریبوں کو پکڑ کر جنگل میں لے جاتے اور برہنہ کر کے جلتی تپتی ریت میں لٹا دیتے اور ان کی چھاتیوں پر پتھر کی سلیں رکھ دیتے۔ وہ گرمی کی آگ سے تڑپتے۔ مارے بوجھ کے زبان باہر نکل پڑتی۔ بہتیروں کی جانیں اس عذاب سے نکل گئیں۔ انہی مظلوموں میں سے ایک شخص عمارؓ تھا جسے اس حوصلہ اور صبر کی وجہ سے جو اس نے ظلموں کی برداشت میں ظاہر کیا۔" پھر آپ لکھتے ہیں کہ "حضرت عمارؓ کہنا چاہئے۔ ان کی مشکیں باندھ کر اسی پتھریلی تپتی زمین پر لٹاتے تھے اور ان کی چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ محمدؐ کو گالیاں دو اور یہی حال ان کے بڈھے باپ کا کیا گیا۔ ان کی مظلوم بی بی سے جس کا نام سُمیّہ تھا یہ ظلم نہ دیکھا گیا اور وہ عاجزانہ فریاد زبان پر لائی۔ اس پر وہ بے گناہ ایماندار عورت جس کی آنکھوں کے روبرو اس کے شوہر اور جوان بچے پر ظلم کیا جاتا تھا برہنہ کی گئی اور اسے سخت بے حیائی سے ایسی تکلیف دی گئی جس کا بیان کرنا بھی داخل شرم ہے۔ آخر اس عذاب شدید میں تڑپ تڑپ کر اس ایماندار بی بی کی جان نکل گئی۔"

(سوانح عمری حضرت محمد ﷺ بحوالہ چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 258)

تو یہ خلاصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس ہندو کی کتاب میں سے بیان کیا جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں اور آپؐ کے صحابہ کے بارے میں لکھی تھی۔

سفیان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمّار وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنے گھر میں عبادت کے لئے مسجد بنائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 189 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

حضرت عمّارؓ بن یاسرؓ مدینہ ہجرت کر کے آئے تو حضرت مبشر بن عبدِالمنذر کے ہاں قیام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ کی مؤاخات قائم فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کی سکونت کے لئے ایک قطعہ زمین مرحمت فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 189-190 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں ابو سلمہ اور اُمّ سلمہ نے ہجرت کی اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ چونکہ ان کے حلیف تھے اس لئے وہ بھی ان کے ہمراہ چلے گئے۔ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ حضرت اُمّ سلمہ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 471 کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر مناقب عمار بن یاسرؓ حدیث 5720 مطبوعہ دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع1997ء)،(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 591 مسند ام سلمۃؓ زوج النبیؐ حدیث 27064 مطبوعہ عالم الکتب بیروت1998ء)

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے ان سے اور اپنے بیٹے علی بن عبد اللہ سے کہا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس جاؤ اور ان کی بات سنو۔ ہم ان کے پاس آئے اور وہ اور ان کا بھائی اپنے ایک باغ میں تھے جسے وہ پانی دے رہے تھے۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو وہ آئے اور گوٹھ مار کر بیٹھ گئے۔ (چوکڑی مار کے بیٹھ گئے) اور انہوں نے کہا ہم مسجد نبوی بنتے وقت اینٹیں ایک ایک کر کے لاتے تھے اور عمارؓ بن یاسرؓ دو دو اینٹیں اٹھا

کر لاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر سے یعنی عمّار کے سر سے غبار پونچھا اور فرمایا کہ افسوس! باغی گروہ انہیں مار ڈالے گا۔ عمارؓ ان کو اللہ کی طرف بلا رہا ہو گا اور وہ اس کو آگ کی طرف بلا رہے ہوں گے۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر باب مسح الغبار عن الرأس فی سبیل الله حدیث2812)

حضرت عمارؓ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحه 194 عمار بن یاسرؓ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت1990ء)

عبد اللہ بن ابی ھُذَیل سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد بنائی تو ساری قوم اینٹ پتھر ڈھو رہی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمارؓ بھی ڈھو رہے تھے۔ حضرت عمارؓ یہ رجز پڑھ رہے تھے کہ نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ نَبْتَنِی الْمَسَاجِدَا۔ کہ ہم مسلمان ہیں جو مسجدیں بناتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے تھے۔ اَلْمَسَاجِدَا۔ یعنی ساتھ آپ بھی دہرایا کرتے تھے۔ حضرت عمارؓ اس سے قبل بیمار بھی تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آج عمارؓ ضرور مر جائیں گے کیونکہ کام بہت زیادہ کر رہے ہیں اور بیماری سے اٹھے ہیں۔ کمزوری بھی بہت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر حضرت عمارؓ کے ہاتھ سے اینٹیں گرا دیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحه 190 عمار بن یاسرؓ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت1990ء)

اور آپ نے ان سے کہا تم آرام کرو۔ تو انتہائی کمزوری کی حالت میں بھی خدمت سے یہ لوگ محروم نہیں رہنا چاہتے تھے۔

حضرت اُمّ سلمہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمارؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحه 191 عمار بن یاسرؓ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت 1990ء)

حضرت عمّار بن یاسرؓ غزوہ بدر اور اُحد اور خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ بیعت رضوان میں بھی شریک تھے۔

(اسد الغابه جلد 4 صفحه 124 عمار بن یاسر مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت1996ء)

بیعت رضوان وہ بیعت ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بطور سفیر کے بات کرنے کے لئے مکہ میں بھیجا تو اس وقت انہوں نے، کفار نے، ان کو روک لیا اور مسلمانوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک کیکر کے نیچے اکٹھا کیا، جمع کیا اور آپ نے فرمایا کہ آج میں تم سب سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں کہ کوئی شخص پیٹھ نہیں دکھائے گا اور اپنی جان پر کھیل جائے گا لیکن یہاں سے نہیں ہٹے گا۔ یہ جگہ نہیں چھوڑے گا۔ اس اعلان پر کہا جاتا ہے کہ صحابہ بیعت یا عہد کے لئے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ جب بیعت ہو رہی تھی تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے کیونکہ اگر وہ ہوتے تو پیچھے نہ رہتے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 761-762)

بہر حال بعد میں یہ خبر غلط نکلی۔ حضرت عثمان آ گئے۔ لیکن مسلمانوں نے اس وقت یہ بیعت کی تھی، عہد کیا تھا کہ ہم اپنی جان پر کھیل جائیں گے لیکن اس کا بدلہ ضرور لیں گے کہ ایک سفیر کو، حضرت عثمانؓ کو، جو سفیر کے طور پر گئے تھے ان کو انہوں نے شہید کیا ہے یا قتل کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت حکم بن عُتَیْبَہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو چاشت کے وقت وہاں پہنچے تھے۔ حضرت عمارؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی ایسی جگہ بنانی چاہئے جہاں آپ چھاؤں میں بیٹھ سکیں۔ آرام کر سکیں اور نماز پڑھیں۔ چنانچہ حضرت عمارؓ نے چند پتھر جمع کئے اور مسجد قبا کی بنیاد ڈالی۔ یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو بنائی گئی اور حضرت عمارؓ نے اس کو بنایا۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 126 عمار بن یاسر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1996ء)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جنگ یمامہ میں حضرت عمارؓ کو دیکھا کہ وہ ایک بلند چٹان پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو پکار رہے تھے۔ بڑے بہادر تھے کہ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو۔ میں عمار بن یاسر ہوں۔ آؤ میرے پاس آؤ۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ ان کا ایک کان کٹ چکا تھا اور ہل رہا تھا لیکن آپ لڑائی میں مصروف تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 192 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

طارق بن شہاب کہتے ہیں اسی کٹے ہوئے کان کے حوالے سے بنو تمیم کے ایک شخص نے عمارؓ کو اَجْدَعُ یعنی کان کٹا ہوا ہونے کا طعنہ دیا۔ حضرت عمارؓ نے اسے کہا کہ تو نے میرے بہترین کان کو برا بھلا کہا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 192 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

یعنی وہ کان جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے قربان ہوا تم اس کو برا کہہ رہے ہو اس کا طعنہ مجھے دے رہے ہو یہ تو میرا بہترین کان ہے۔

حضرت خالدؓ بن ولید بیان کرتے ہیں کہ میرے اور حضرت عمارؓ کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی اور میں نے ان کو کوئی سخت بات کہہ دی۔ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ میری شکایت کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میری ہی شکایت کر رہے تھے۔ وہاں بھی میں سختی سے پیش آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی بات نہیں فرما رہے تھے۔ حضرت عمّار رونے لگے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ خالد کی حالت نہیں دیکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا جو عمارؓ سے دشمنی رکھے گا اللہ اس سے دشمنی رکھے گا اور جو شخص عمارؓ سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ حضرت خالدؓ بن ولید بیان کرتے ہیں کہ اُس وقت مجھے دنیا میں اس بات سے زیادہ کوئی بات محبوب نہ تھی کہ کسی طرح حضرت عمارؓ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ حضرت خالد کہتے ہیں کہ میں حضرت عمارؓ سے ملا اور ان سے معافی مانگی۔ پس وہ راضی ہو گئے۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 125 عمار بن یاسر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1996ء)

اس کی تفصیل ایک جگہ اس طرح بیان ہوئی ہے۔ اَشتر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خالدؓ بن ولید کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک سریہ پر بھیجا۔ (ایک جنگ میں ایک فوج بھیجی تھی۔) میرے ہمراہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ بھی تھے۔ اس مہم کے دوران ہم ایسے لوگوں کے پاس پہنچے جن میں ایک گھرانے نے اسلام کا ذکر کیا۔ حضرت عمارؓ نے کہا یہ لوگ توحید کے ماننے والے ہیں۔ لیکن میں نے ان کی بات کی جانب کوئی توجہ نہ دی اور ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جو دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا۔ حضرت عمارؓ مجھے ڈراتے رہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات میں یہ بات عرض کروں گا۔ پھر حضرت عمارؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری بات بتائی۔ پھر جب حضرت عمارؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مدد نہیں کر رہے یعنی خاموش تھے تو اس حالت میں واپس لوٹ گئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت خالد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوا کر فرمایا کہ اے خالد! عمارؓ کو برا بھلا مت کہو کیونکہ جو عمارؓ کو برا بھلا کہتا ہے اللہ اس کو برا بھلا کہنے کا بدلہ دیتا ہے اور جو عمارؓ سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے بغض رکھتا ہے اور جو عمارؓ کو بیوقوف کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بیوقوف کہتا ہے۔ (المستدرك على الصحيحين جلد 3 صفحه 477 كتاب معرفة الصحابه ذكر مناقب عمار بن ياسرؓ حديث 5737 مطبوعه دار الحرمين للطباعة والنشر والتوزيع 1997ء)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے آنے کی اجازت مانگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اور فرمایا پاک اور پاکیزہ شخص خوش آمدید۔

(سنن ابن ماجه كتاب فى فضائل اصحاب رسول الله ﷺ فضل عمار بن ياسر حديث 146)

یہ اعزاز تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بخشا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمارؓ کو جب بھی دو باتوں میں سے کسی ایک کو کرنے کا اختیار دیا جاتا تو اسی بات کو اختیار کرتا ہے جس میں رشد اور ہدایت زیادہ ہو۔

(سنن ابن ماجه كتاب فى فضائل اصحاب رسول الله ﷺ فضل عمار بن ياسر حديث 148)

حضرت عمرو بن شُرَحبِیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمارؓ بن یاسرؓ کے رگ و پا میں ایمان سرایت کئے ہوئے ہے۔

(سنن النسائی كتاب الايمان باب تفاضل اهل الايمان حديث 5010)

یعنی مکمل طور پر ایمان میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ دی ہوئی ہے۔

ابراہیم نے علقمہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں شام میں آیا۔ لوگوں نے کہا حضرت ابو درداءؓ کہتے تھے کہ کیا تم میں سے وہ شخص تھا جس کو اللہ نے شیطان سے بچائے رکھا جس طرح اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے فرمایا ہے یعنی حضرت عمارؓ کے بارے میں۔

(صحيح البخارى كتاب بدء الخلق باب صفة ابليس وجنوده حديث 3287)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ پر چڑھائی کرنے کی تیاری فرمائی تو اس مہم کو پوشیدہ رکھا اور

باوجود اس کے کہ صحابہ اس مہم کی تیاری کر رہے تھے لیکن یہ عام نہیں تھا کہ مکہ پر چڑھائی کی جا رہی ہے۔ اس موقع پر ایک بدری صحابی حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے اپنی سادگی اور نادانی میں مکہ سے آئی ہوئی ایک عورت کے ہاتھ ایک خفیہ خط مکہ روانہ کر دیا جس میں مکہ پر حملہ کرنے کی ساری تیاریوں کا ذکر کر دیا۔ وہ عورت خط لے کر چلی گئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دے دی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو دو تین افراد کے ساتھ جن میں حضرت عمارؓ بن یاسرؓ بھی شامل تھے اس عورت کا پیچھا کرنے اور وہ خط لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں کہ "سارہ نام ایک عورت جو کہ مکہ میں رہتی تھی اور خاندان بنی ہاشم کے زیر سایہ پرورش پایا کرتی تھی ان ایام میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے واسطے کوچ کی تیاری کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا تو مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگ آئی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں میں مسلمان ہو کر نہیں آئی بلکہ بات یہ ہے کہ میں اس وقت محتاج ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہمیشہ میری پرورش کیا کرتا ہے اس واسطے میں آپ کے پاس آئی ہوں تا کہ مجھے کچھ مالی امداد مل جائے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو فرمایا اور انہوں نے اس کو کچھ کپڑا اور روپیہ وغیرہ دیا جس کے بعد وہ واپس اپنے وطن کو روانہ ہو گئی۔ جب روانہ ہونے لگی تو حاطبؓ نے جو کہ اصحاب میں سے تھا اس کو دس درہم دیئے اور کہا کہ میں تجھے ایک خط دیتا ہوں۔ یہ خط اہل مکہ کو دے دینا۔ اس بات کو اس نے قبول کیا اور وہ خط بھی لے گئی۔ اس خط میں حاطبؓ نے اہل مکہ کو خبر کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا ہے تم ہوشیار ہو جاؤ۔ وہ عورت ہنوز مدینہ سے روانہ ہی ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی الٰہی خبر مل گئی کہ وہ ایک خط لے کر گئی ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بمعہ عمارؓ اور ایک جماعت کے روانہ کر دیا کہ اس کو پکڑ کر اس سے خط لے لیں اور اگر نہ دے تو اسے ماریں۔ چنانچہ اس جماعت نے اس کو راہ میں جا پکڑا۔ اس نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں جس پر حضرت علیؓ نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ ہم کو جھوٹ نہیں کہا گیا۔ بذریعہ وحی الٰہی کہ یہ خبر ملی ہے۔ خط ضرور تیرے پاس ہے۔ تلوار کے ڈر سے اس نے خط اپنے سر کے بالوں میں سے نکال دیا۔ جب خط آ گیا اور معلوم ہوا کہ وہ حاطبؓ کی طرف سے ہے تو حاطبؓ بلایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ یہ تُو نے کیا کیا؟ اس نے کہا مجھے خدا کی قسم ہے جب سے میں ایمان لایا ہوں کبھی کافر نہیں ہوا۔ بات صرف اتنی ہے کہ مکہ میں میرے قبائل کا کوئی حامی اور خبر گیر نہیں۔ میں نے اس خط سے صرف یہ فائدہ حاصل کرنا چاہا تھا کہ کفار میرے قبائل کو دکھ نہ دیں۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ حاطبؓ کو قتل کر دیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر پر خوشنودی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ کرو جو بھی ہو مَیں نے تمہیں بخش دیا۔"

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 528-529)

تو یہ غلطی ان کی نادانستگی میں تھی۔ نیت مسلمانوں کو نقصان پہنچانا نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو ایک دفعہ کوفے کا والی بنایا اور اہل کوفہ کے نام حسب ذیل فرمان جاری فرمایا کہ اَمَّابَعْد مَیں عمارؓ بن یاسرؓ

کو امیر اور ابن مسعودؓ کو معلم اور وزیر مقرر کر کے بھیجتا ہوں۔ بیت المال کا انتظام بھی ابن مسعودؓ کے سپرد کیا ہے۔ یہ دونوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معزز اصحاب میں سے ہیں جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔ اس لئے ان دونوں کی فرمانبرداری اور اطاعت اور پیروی کرو۔ میں نے ابن اُمّ عبد (حضرت عبداللہؓ بن مسعود) کے بارے میں تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ میں نے عثمان بن حُنَیف کو السواد (عراق کا علاقہ جس کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کی سرسبزی اور شادابی کی وجہ سے سواد کہا جاتا ہے) پر مامور کر کے بھیجا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 193 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

پھر اہلِ کوفہ کی شکایت کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو معزول کر دیا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے بعد میں ان سے پوچھا کہ کیا ہمارا تمہیں معزول کرنا ناگوار تو نہیں گزرا تھا؟ حضرت عمارؓ نے کہا کہ آپ نے کہا ہے، پوچھ لیا ہے تو مجھے تو اُس وقت بھی ناگوار معلوم ہوا تھا۔ اچھا نہیں لگا تھا جب آپ نے مجھے عامل بنایا تھا لیکن بنا دیا تھا۔ اطاعت تھی اس لئے میں بن گیا۔ اور اس وقت بھی ناگوار گزرا ہے جب مجھے معزول کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 194 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

ناگوار بیشک گزرا لیکن بولے نہیں اور ہٹنے پر بھی کامل اطاعت کی یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ نے خود پوچھا ہے تو پھر جو دل میں تھا جو سچائی تھی وہ بیان کر دیا۔

حضرت عثمان کے خلاف فتنہ پھیلانے والے منافقین اور باغیوں نے جب مدینہ میں شورش برپا کی تو بدقسمتی سے اپنی سادگی کی وجہ سے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ بھی ان کے جھانسے میں آ گئے، دھوکہ میں آ گئے گو کہ عملی طور پر انہوں نے کسی بھی قسم کا ان کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ "صرف تین شخص مدینہ کے باشندے ان لوگوں کے ساتھ تھے۔ ایک تو محمد بن ابی بکرؓ جو حضرت ابو بکرؓ کے لڑکے تھے اور مؤرخین کا خیال ہے کہ وہ بوجہ اس کے کہ لوگ ان کے باپ کے سبب ان کا ادب کرتے تھے ان کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ میں بھی کوئی حیثیت رکھتا ہوں ورنہ نہ ان کو دنیا میں کوئی سبقت حاصل تھی، نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی، نہ بعد میں ہی خاص طور پر دینی تعلیم حاصل کی۔ حجۃ الوداع کے ایام میں پیدا ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ابھی دودھ پیتے بچے تھے۔ چوتھے سال ہی میں تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے اور اس بے نظیر انسان کی تربیت سے بھی فائدہ اٹھانے کا ان کو موقع نہیں ملا۔ دوسرا شخص محمد بن ابی حذیفہ تھا۔ یہ بھی صحابہ میں سے نہ تھا۔ اس کے والد یمامہ کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت عثمانؓ نے اس کی تربیت اپنے ذمہ لے لی تھی اور بچپن سے آپ نے اسے پالا تھا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو اس نے آپ سے کوئی عہدہ طلب کیا۔ آپ نے انکار کیا۔ اس پر اس نے اجازت چاہی کہ میں کہیں باہر جا کر کوئی کام کروں۔ آپ نے اجازت دے دی اور یہ مصر چلا گیا۔ وہاں جا کر عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں سے مل کر حضرت عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ جب اہل مصر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو یہ

ان کے ساتھ ہی آیا مگر کچھ دور تک آ کر واپس چلا گیا اور اس فتنہ کے وقت مدینہ میں نہیں تھا۔ تیسرے شخص عمارؓ بن یاسرؓ تھے۔ یہ صحابہ میں سے تھے اور ان کے دھوکہ کھانے کی وجہ یہ تھی"، حضرت مصلح موعود نے اس کی وضاحت فرمائی ہے "کہ یہ سیاست سے باخبر نہ تھے۔ "سیاست بالکل نہیں آتی تھی۔ "جب حضرت عثمانؓ نے ان کو مصر بھیجا کہ وہاں کے والی کے انتظام کے متعلق رپورٹ کریں تو عبد اللہ بن سبا نے ان کا استقبال کر کے ان کے خیالات کو مصر کے گورنر کے خلاف کر دیا اور چونکہ وہ گورنر ایسے لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ایام کفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت مخالفت کی تھی اور فتح مکہ کے بعد اسلام لایا تھا اس لئے آپ بہت جلد ان لوگوں کے قبضے میں آ گئے "یعنی یہ گورنر کیونکہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر چکا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت تھی اس کی وجہ سے ان لوگوں نے، مخالفین نے، حضرت عثمانؓ کے اور گورنر کے خلاف جو باتیں کیں تو آپ ان لوگوں کی باتوں میں آ گئے اور سمجھا کہ یہ پہلے ہی مخالفت کر چکا ہے تو اب بھی شاید اس کے دل نے صحیح طرح اسلام قبول نہیں کیا اور یہ ایسی حرکتیں کرتا ہو گا۔ بہر حال "والی کے خلاف بد ظنی پیدا کرنے کے بعد آہستہ آہستہ حضرت عثمانؓ پر بھی انہوں نے ان کو بد ظن کر دیا مگر انہوں نے عملاً فساد میں کوئی حصہ نہیں لیا کیونکہ باوجود اس کے کہ مدینہ پر حملہ کے وقت یہ مدینہ میں موجود تھے سوائے اس کے کہ اپنے گھر میں خاموش بیٹھے رہے ہوں اور ان مفسدوں کا مقابلہ کرنے میں انہوں نے کوئی حصہ نہ لیا ہو عملی طور پر انہوں نے فساد میں کوئی حصہ نہیں لیا۔" یہ ہے ان کی کمزوری کہ مدینہ میں ہونے کے باوجود مفسدوں کے خلاف کوئی حصہ نہیں لیا۔ ان کو روکا نہیں۔ لیکن عملاً انہوں نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا "اور ان مفسدوں کی بداعمالیوں سے ان کا دامن "اس لحاظ سے" بالکل پاک ہے۔" (اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 314-315)

حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عمارؓ بن یاسرؓ حضرت علیؓ کے ہمراہ رہے اور ان کے ساتھ جنگ جَمل اور جنگ صِفین میں شریک ہوئے۔ ابو عبد الرحمٰن اَلسُّلمی کہتے ہیں کہ جنگ صِفین میں ہم حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ مَیں نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو دیکھا کہ وہ جس طرف بھی جاتے یا جس طرف بھی رُخ کرتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان کے پیچھے جاتے گویا وہ ان کے لئے ایک جھنڈے کے طور پر تھے۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 126 عمار بن یاسر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

عبد اللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ صِفین میں میں نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو دیکھا۔ (یہ وہ جنگ ہے جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہ، جو شام کا گورنر تھا، ان کے درمیان ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا) آپ بوڑھے ہو چکے تھے۔ عبد اللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں۔ طویل القامت تھے۔ آپ کا رنگ گندم گوں تھا۔ حضرت عمارؓ کے ہاتھ میں نیزہ تھا آپ کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ حضرت عمارؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے اس نیزے کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین جنگیں لڑی ہیں۔ یہ چوتھی جنگ ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ ہمیں مار مار کر ھَجَر کی کھجور کی شاخوں تک پسپا کر

دیں تب بھی میں یہی سمجھوں گا کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ غلطی پر ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 194 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

(المستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 480 کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر مناقب عمار بن یاسرؓ حدیث 5745 مطبوعہ دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع 1997ء)

ابو البختری کہتے ہیں کہ جنگ صِفین کے موقع پر حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے کہا کہ میرے پینے کے لئے دودھ لاؤ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ تم دنیا میں جو آخری مشروب پیو گے وہ دودھ ہو گا۔ چنانچہ دودھ لایا گیا۔ حضرت عمارؓ نے دودھ پیا اور پھر آگے بڑھ کر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 195 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عمارؓ کے پاس دودھ لایا گیا تو حضرت عمارؓ ہنسے اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سب سے آخری مشروب جو تم پیو گے وہ دودھ ہو گا۔ (خوشی تھی کہ آج میں اس حالت میں شہید ہو رہا ہوں)۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 195 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے جنگ صِفین کے موقع پر فرمایا۔ جنت تلواروں کی چمک کے نیچے ہے اور پیاسا چشمہ پر پہنچ جائے گا۔ آج مَیں اپنے پیاروں سے ملوں گا۔ آج مَیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گروہ سے ملوں گا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 195 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

عبد الرحمٰن بن اَبزی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے صِفین کی طرف جاتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے یہ کہا کہ اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے آپ کو اس پہاڑ سے نیچے پھینک دوں تو میں ایسا کر گزرتا اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ میں یہاں بہت بڑی آگ جلا کر اس میں اپنے آپ کو گرا دوں تو میں ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ مَیں اپنے آپ کو پانی میں گرا دوں اور اس میں اپنے آپ کو غرق کر دوں تو مَیں یہی کرتا۔ میں صرف تیری رضا کی خاطر یہ جنگ کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے ناکام نہ کرنا اور میں صرف تیری رضا ہی چاہتا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 195 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو ابو غَادِیہ مُزَنِی نے شہید کیا تھا اس نے انہیں ایک نیزہ مارا جس سے وہ گر پڑے۔ پھر ایک اور شخص نے حضرت عمارؓ پر حملہ کر کے ان کا سر کاٹ لیا اور پھر یہ دونوں جھگڑتے ہوئے معاویہ کے پاس آئے۔ ہر شخص کہتا تھا کہ میں نے انہیں قتل کیا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے کہا (یہ اس وقت معاویہ کے ساتھ تھے، صحابی تھے لیکن اس وقت یہ بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے بہر حال معاویہ کے پاس تھے لیکن نیکی تھی جو اس بیان سے ظاہر ہوتی ہے۔) حضرت عمروؓ بن العاص نے کہا کہ اللہ کی قسم دونوں صرف آگ کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ (یعنی انہوں نے حضرت عمارؓ کو جو شہید کیا ہے اور ہر ایک جو کہتا ہے دعویٰ کر رہا ہے کہ میں نے شہید کیا ہے تو تم دونوں صرف آگ کے بارے میں جھگڑ رہے ہو۔) حضرت معاویہؓ نے حضرت عمروؓ بن عاص کی یہ بات سن لی۔ جب دونوں

شخص واپس چلے گئے تو معاویہؓ نے حضرت عمروؓ بن عاص سے کہا کہ جیسا تم نے کہا ہے میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ لوگوں نے ہمارے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دی ہیں اور تم ان دونوں سے یہ بات کر رہے ہو کہ تم آگ کے بارے میں جھگڑ رہے ہو۔ حضرت عمروؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! بات تو ایسی ہی ہے اللہ کی قسم! تم بھی اسے جانتے ہو اور مجھے تو یہ پسند ہے کہ میں اس سے بیس سال پہلے ہی مر گیا ہوتا اور یہ موقع نہ آتا کہ جب ہم اس طرح لڑیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 196 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عمارؓ کی وفات حضرت علی کے عہد خلافت میں یعنی جنگ صِفین میں صفر 37 ہجری میں 94 سال کی عمر میں ہوئی۔ بعضوں کے نزدیک 93 سال یا 91 سال عمر ہے۔ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کی تدفین صِفین میں ہی ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 200 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)،(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 127 عمار بن یاسر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

یحییٰ بن عَابِسْ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو شہید کیا گیا اس وقت انہوں نے کہا کہ مجھے میرے کپڑوں میں دفن کرنا کیونکہ میں دادخواہ ہوں گا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمارؓ کو ان کے کپڑوں میں ہی دفن کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 198 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)،(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 127 عمار بن یاسر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ اور ہاشمؓ بن عتبہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمارؓ کو آپ نے اپنے قریب رکھا اور ہاشم کو ان کے آگے اور دونوں پر ایک ہی مرتبہ پانچ یا چھ یا سات تکبیریں کہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 198 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

تو یہ تھے وہ صحابہ جنہوں نے حق کے لئے لڑائی کی اور حق کے لئے جان دی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ ان کا تھوڑا سا کچھ اور بھی ذکر ہے۔ کچھ واقعات ہیں، روایات ہیں وہ انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13 جولائی 2018ء تا 19 جولائی 2018ء جلد 25 شمارہ 28 صفحہ 05 تا 09)

26

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 29 جون 2018ء بمطابق 29 احسان 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ خطبہ میں مَیں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں بیان کر رہا تھا۔ ان کے بارے میں کچھ روایتیں اَور تھیں وہ بھی مَیں آج بیان کروں گا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمروؓ بن عاص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص سے اپنی وفات کے دن تک محبت کرتے رہے ہوں مجھے امید ہے کہ ایسا نہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم دیکھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے محبت کرتے تھے اور تم کو عامل بناتے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے محبت کرتے تھے یا میری تالیف قلب فرماتے تھے۔ لیکن ہم آپ کو ایک شخص سے محبت کرتے دیکھتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کون شخص ہے؟ حضرت عمروؓ بن عاص نے کہا کہ عمارؓ بن یاسرؓ وہ شخص تھے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ محبت کی۔ لوگوں نے اس بات کو سن کے کہا کہ جنگ صفین میں تم لوگوں نے ہی تو انہیں شہید کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص اس وقت امیر معاویہ کی طرفداری میں تھے۔ تو حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم نے ہی انہیں قتل کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ میں دو آدمیوں کے متعلق گواہ ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک ان سے محبت کرتے تھے وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ تھے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 199 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو شہید کر دیا گیا تو عمرو بن حزم حضرت عمرو بن عاص کے پاس آئے اور کہا کہ عمارؓ کو شہید کر دیا گیا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس کو باغی گروہ شہید کرے گا۔ تو حضرت عمرو گھبرا کر اٹھے اور حضرت معاویہ کے پاس گئے۔ حضرت معاویہ نے پوچھا کہ خیریت تو ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ حضرت معاویہ نے پوچھا کہ عمارؓ کو شہید کر دیا گیا ہے تو پھر کیا ہوا؟ حضرت عمرو نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس کو باغی گروہ قتل کرے گا اور معاویہ نے کہا کہ کیا ہم نے اس

کو شہید کیا ہے؟ ان کو تو حضرت علیؓ نے اور ان کے ساتھیوں نے مروایا ہے جنہوں نے ان کو لا کر ہمارے نیزوں کے سامنے یا ہماری تلواروں کے سامنے ڈال دیا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3 صفحہ 474 کتاب معرفة الصحابه ذكر مناقب عمار بن یاسرؓ حدیث 5726 مطبوعه دار الحرمين للطباعة والنشر والتوزيع مصر 1997ء)

بہر حال حضرت عمرو بن عاص میں ایک تو نیکی تھی جو اُن کو فکر پیدا ہوئی لیکن امیر معاویہ نے اس کو اتنی اہمیت نہیں دی۔ بہر حال صحابہ کو بڑی فکر ہوا کرتی تھی جب ان کو کوئی روایت پہنچتی تھی یا خود انہوں نے کبھی سنا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بارے میں انذار فرمایا ہے یا کوئی خوشخبری دی۔

حضرت عائشہؓ نے حضرت عمارؓ کے متعلق فرمایا کہ "وہ ایڑھیوں سے لے کر اپنے سر کی چوٹی تک ایمان سے بھرے ہوئے تھے۔"

(فضائل صحابہؓ از امام احمد بن حنبل صفحہ 520 فضائل سیدنا عمار بن یاسرؓ، مترجم نوید احمد بشار۔ مطبوعہ بک کارنر پرنٹرز پبلشرز جہلم پاکستان 2016ء)

حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ قریب ہو جاؤ۔ اس مجلس کا آپ سے زیادہ کوئی حقدار نہیں سوائے عمّار کے۔ پھر حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کو اپنی کمر کے زخموں کے نشان دکھانے لگے جو انہیں مشرکین نے پہنچائے تھے۔

(سنن ابن ماجه كتاب السنة باب فضائل خبابؓ حدیث 153)

حضرت عمر ان کی عزت افزائی فرما رہے تھے کیونکہ انہوں نے ابتدائی زمانے میں بہت تکلیفیں اٹھائیں اور ساتھ ہی حضرت عمارؓ کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے بھی بہت زیادہ تکلیفیں اٹھائیں۔

ایک روایت حضرت عمارؓ کی حضرت علیؓ کی شہادت کے بارے میں بھی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی سے متعلق ہے۔ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ غزوہ ذات العشیرۃ میں مَیں اور حضرت علیؓ رفیق سفر تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر اپنا پڑاؤ ڈالا۔ ہم نے بنو مُدْلِجْ کے کچھ لوگوں کو دیکھا جو اپنے باغات کے چشموں میں کام کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ مجھ سے کہنے لگے کہ آؤ ان لوگوں کے پاس چل کر دیکھتے ہیں کہ یہ کس طرح کام کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے قریب چلے گئے۔ تھوڑی دیر تک ہم نے ان کے کام کو دیکھا پھر ہمیں نیند آ گئی۔ چنانچہ میں اور حضرت علیؓ واپس آ گئے اور ایک باغ میں مٹی کے اوپر ہی لیٹ گئے۔ اللہ کی قسم ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی آ کر اٹھایا یا جگایا۔ آپ ہمیں پاؤں سے ہلا رہے تھے اور ہم مٹی سے لَت پت ہو چکے تھے۔ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے ابوتراب! اس مٹی کی وجہ سے جو اُن پر نظر آ رہی تھی آپ نے ان کو ابوتراب کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں ان دو آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں جو لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت ہیں۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! ۔ آپ نے فرمایا ایک تو قوم ثمود کا وہ سرخ و سفید آدمی جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں

اور دوسرا وہ آدمی اے علیؓ جو تمہارے سر پر وار کرے گا اور تمہاری داڑھی کو خون سے تر کر دے گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 261 حدیث عمار بن یاسرؓ حدیث 18511 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

ابو مجلَز کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے مختصر سی نماز پڑھی۔ ان سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں سرِ مُو بھی فرق نہیں کیا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 262 حدیث عمار بن یاسرؓ حدیث 18514 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

اس روایت کی ایک تفصیل اس طرح بھی ملتی ہے۔ ابو مجلَز کے حوالے سے ہی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے ہمیں بہت مختصر نماز پڑھائی۔ لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ حضرت عمارؓ نے کہا کہ کیا میں نے رکوع اور سجود مکمل نہیں کئے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ حضرت عمارؓ نے کہا کہ میں نے اس میں ایک دعا کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے اور وہ دعا یہ ہے کہ اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ أَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِيْ إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِيْ۔ اَسْأَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَكَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَلَذَّةَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَائِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَمِنْ فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ۔ اَللّٰھُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْإِيْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مَهْدِيِّيْنَ۔ کہ اے اللہ! غیب کا علم تجھے ہی ہے اور تمام مخلوق پر تیری قدرت ہی حاوی ہے۔ تُو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک تیرے علم میں میری زندگی میرے لئے بہتر ہے اور مجھے اس وقت وفات دے جب موت میرے لئے بہتر ہو۔ اے اللہ! میں غیب اور حاضر میں تجھ سے تیری خشیت کا طلبگار ہوں اور غضب اور رضا کی حالت میں کلمہ حق کہنے کی طاقت مانگتا ہوں اور تنگدستی اور فراخی میں میانہ روی اختیار کرنے اور تیرے چہرے پر پڑنے والی لذت والی نظر اور تیری لقا کا شوق تجھ سے مانگتا ہوں اور میں کسی تکلیف دہ امر اور گمراہ کر دینے والے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ! ہمیں ایمان کی خوبصورتی کے ساتھ مزیّن کر دے اور ہمیں ہدایت پانے والے لوگوں کے لئے رہنما بنا دے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 262 حدیث عمار بن یاسرؓ حدیث 18515 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ ہر جمعہ کو منبر پر سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 193 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حارث بن سُوَید کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت عمرؓ کے پاس حضرت عمارؓ کی چغلی کھائی، شکایت کی۔ حضرت عمّارؓ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور کہا اے اللہ! اگر اس شخص نے مجھ پر جھوٹا افترا کیا ہے تو اس کو دنیا میں کشائش عطا کر اور اس کی آخرت لپیٹ دے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 194 عماربن یاسرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

ابو نوفل بن ابی عَقْرَب کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ سب سے زیادہ سکوت کرنے والے اور سب سے کم کلام کرنے والے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 194 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

خَیْثَمَہ بن ابی سَبُرَہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ آیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کسی نیک آدمی کی صحبت میسر فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابوہریرۃؓ کی صحبت میسر فرمائی۔ حضرت ابوہریرۃؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے کہا میرا تعلق سرزمین کوفہ سے ہے۔ میں علم اور بھلائی لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابوہریرۃؓ نے کہا کہ کیا تمہارے ہاں مُجَابُ الدعوۃ (جس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پانی اور نعلین اٹھانے والے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان حضرت حذیفہؓ بن یمان، اور عمارؓ بن یاسرؓ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ فرمان جاری ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطان سے پناہ دے رکھی ہے، اور دو کتابوں انجیل اور قرآن کا علم رکھنے والے حضرت سلمانؓ موجود نہیں ہیں؟۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3 صفحہ 481 کتاب معرفة الصحابه ذكر مناقب عمار بن ياسرؓ حديث 5746 مطبوعه دار الحرمين للطباعة والنشر والتوزيع مصر 1997ء)

آپ نے یہ بات بیان فرمائی کہ جب یہ لوگ ہیں تو تم نے ان سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا۔

محمد بن علی بن حَنَفِیَّہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے فرمایا کیا میں تمہیں وہ دَم سکھاؤں جو جبرئیل نے مجھ پر کیا ہے؟ حضرت عمارؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا جی یارسول اللہ! کہتے ہیں کہ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دم سکھایا کہ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُؤْذِيْكَ کہ مَیں اللہ کے نام سے شروع کر کے تمہیں دَم کرتا ہوں اور اللہ تمہیں ہر اس بیماری سے شفا دے جو تمہیں تکلیف دے۔ تم اسے پکڑ لو اور خوش ہو جاؤ۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3 صفحہ 481-482 کتاب معرفة الصحابه ذكر مناقب عمار بن ياسرؓ حديث 5748 مطبوعه دار الحرمين للطباعة والنشر والتوزيع مصر 1997ء)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت حضرت علی اور حضرت عمار اور حضرت سلمان اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مشتاق ہے۔

(الاستيعاب جلد 3 صفحہ 1138 عمار بن ياسرؓ مطبوعه دار الجيل بيروت 1992ء)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں تمہارے درمیان کتنی دیر رہوں گا۔ پس تم میرے بعد ان لوگوں کی اقتدا کرنا۔ آپ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی جانب اشارہ فرمایا۔ اور عمارؓ کے طریق کو اپنانا۔ اور جو تمہیں ابن مسعودؓ بیان کریں ان کی تصدیق کرنا۔ (سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب عمار بن یاسرؓ حدیث 3799)

حضرت عمارؓ کے تعلق سے ہی گزشتہ ہفتہ میں ذکر ہوا تھا کہ حضرت عمارؓ مفسدین کے دھوکہ میں آ گئے تھے۔ جب حضرت عثمان نے انہیں گورنر کی تحقیق کرنے کے لئے بھیجا تھا تو آپؓ مفسدین کے گروہ کے پاس چلے گئے اور پوری طرح تحقیق نہیں ہوئی۔ تو اس بات کو بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے

ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے خلاف جو فساد پیدا ہوا اور خلافت کے خلاف جو ساری باتیں پیدا ہوئیں تو یہ اس وجہ سے پیدا ہوئیں کہ ان لوگوں کی تربیت صحیح نہیں تھی اور بہت کم مرکز میں آیا کرتے تھے۔ ان کو قرآن کریم کا علم بہت کم تھا۔ دین کا علم بہت کم تھا۔ اس لئے آپ نے جماعت کو اس وقت تلقین کی کہ اس چیز سے تم لوگوں کو عبرت اور نصیحت پکڑنی چاہئے۔ اس لئے ایک تو یہ کہ قرآن کریم کا علم سیکھو۔ مرکز سے ہمیشہ رابطہ رکھو اور دین کا علم سیکھو تا کہ اگر آئندہ بھی کسی بھی قسم کا کوئی فتنہ جماعت میں اٹھتا ہے تو تم لوگ ہمیشہ اس سے بچ سکو۔

(ماخوذ از انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 171-170)

پس اس بات کو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ ہر کوئی نہ تو مرکز میں آسکتا ہے اور اس طرح خلافت کے ساتھ ذاتی تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک بات بہر حال ہے کہ دین کا علم سیکھنا، قرآن کریم کا علم سیکھنا یہ تو ہر ایک کے لئے اب میسر اور مہیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں ایم ٹی اے کے ذریعہ سے ہمیں ایک ایسا ذریعہ عطا فرما دیا ہے جس کے ذریعہ سے ہم اگر چاہیں تو دینی علم سیکھ سکتے ہیں۔ قرآن کریم کے درس اس میں ہوتے ہیں۔ حدیث کے درس ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے درس ہوتے ہیں۔ خطبات ہیں۔ دوسرے خطابات ہیں، جلسے ہیں، تو کم از کم اس لحاظ سے اگر ہم اپنے آپ کو بھی اور اپنی نسلوں کو بھی اس ذریعہ سے جوڑ لیں تو یہ تربیت کا ایک بہت اچھا ذریعہ ہے۔ خلافت سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ اور ہر قسم کے فتنہ اور فساد سے بچانے والا بھی ہے۔ اور دینی علم بڑھانے والا بھی ہے۔ اس لئے اس طرف افراد جماعت کو بہت توجہ دینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ایم ٹی اے کا ذریعہ مہیا کیا ہے اس سے اپنے آپ کو جوڑیں۔

حضرت ابولُبابہؓ بن عبدِ المنذِر ایک اور صحابی ہیں ان کا ذکر بھی کچھ کروں گا۔ حضرت ابولُبابہؓ کے نام کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا نام بعض بشیر بتاتے ہیں۔ اور ابن اسحاق کے نزدیک ان کا نام رَفَاعَہ ہے۔ علامہ زمخشری کے نزدیک ان کا نام مروان ہے۔ بہر حال یہ انصار کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے اور بارہ نقیبوں میں سے تھے اور بیت عقبہ میں شامل ہوئے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد7 صفحہ: 289- 290 ابو لبابہؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت 1995ء)

غزوہ بدر کے موقع پر مدینہ سے نکلتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے حضرت عبد اللہ بن اُمّ مکتوم کو مدینہ کا امیر مقرر کیا لیکن جب آپ رَوْحَاء مقام کے قریب پہنچے جو مدینہ سے 36 میل کے فاصلہ پر ہے تو غالباً اس خیال سے کہ عبد اللہ ایک نابینا آدمی ہے اور لشکر قریش کی آمد کی خبر کا تقاضا ہے کہ آپ کے پیچھے مدینہ کا انتظام بھی مضبوط رہے آپ نے حضرت ابولُبابہ بن منذر کو مدینہ کا امیر مقرر کر کے واپس بھجوا دیا اور حضرت عبد اللہ بن اُمّ مکتوم کے متعلق حکم دیا کہ وہ صرف امام الصلوۃ رہیں مگر انتظامی کام حضرت ابولُبابہ سرانجام دیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 354)

بہر حال اس طرح یہ آدھے راستے سے واپس چلے گئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت میں ان کا حصہ مقرر کیا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد7 صفحہ 290 ابو لبابہ بن عبد المنذرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

غزوہ بدر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ اور حضرت ابولُبابہؓ تینوں باری باری اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ حضرت علی اور حضرت ابولُبابہؓ نے بڑے اصرار سے عرض کیا کہ ہم پیدل چلتے ہیں اور حضور سوار رہیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مانا اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تم دونوں چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں اور نہ ہی میں تم دونوں سے اجر کے بارے میں زیادہ بے نیاز ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 15-16 غزوہ بدر مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

غزوہ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو اہل مدینہ کو خوشخبری پہنچانے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت زیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر آئے تھے۔ جب وہ مصلی (نماز کی جو جگہ تھی) پہنچے تو آپ نے اپنی سواری سے بلند آواز سے کہا کہ ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ، حجاج کے بیٹے ابوجہل اور ابوالبختری، زمعہ بن الاسود، امیّہ بن خلف یہ سب مارے گئے ہیں اور سہیل بن عمرو اور بہت سارے قیدی بنا لئے گئے ہیں۔ لوگ زید بن حارثہ کی بات پر یقین نہیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ زید شکست کھا کر لَوٹے ہیں اور اس بات نے مسلمانوں کو غصہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ (منافقین اور مخالفین جو تھے وہ یہ کہا کرتے تھے) اور وہ خود خوفزدہ بھی ہو گئے ہیں (اس لئے یہ باتیں کر رہے ہیں۔) منافقین میں سے ایک شخص نے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ سے کہا کہ تمہارے آقا اور ان کے ساتھ جو گئے تھے وہ سب مارے جا چکے ہیں۔ ایک شخص نے حضرت ابولُبابہ سے کہا کہ تمہارے ساتھی اب اس طرح بکھر چکے ہیں کہ دوبارہ کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود اور آپ کے چوٹی کے اصحاب شہید ہو چکے ہیں اور یہ آپ کی اونٹنی ہے اور ہم اسے جانتے ہیں۔

مخالفین کہنے لگے کہ زید کو تو رعب کی وجہ سے خود ہی پتہ نہیں کہ یہ کیا کہہ رہا ہے اور شکست کھا کے لوٹا ہے۔ حضرت ابولبابہ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری بات کو جھٹلائے گا۔ یہود بھی یہی کہتے تھے کہ زیدؓ ناکام و نامراد اور شکست کھا کر لوٹا ہے۔ حضرت اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے علیحدگی میں دریافت کیا کہ اے ابّا آپ جو کہتے ہیں کیا وہ سچ ہے۔ حضرت زید نے کہا اے میرے بیٹے اللہ کی قسم! جو میں کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔ حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ اس سے میرا دل مضبوط ہو گیا۔

(کتاب المغازی جلد اوّل صفحہ 114-113 بدر القتال مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

حضرت ابولُبابہؓ کی سادگی اور فدائیتِ رسول کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ 5 ہجری میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہو کر شہر میں واپس تشریف لائے تو ابھی آپ بمشکل ہتھیار وغیرہ اتار کر نہانے دھونے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کشفی رنگ میں یہ بتایا گیا کہ جب تک بنو قریظہ کی غداری اور بغاوت کا فیصلہ نہیں ہو جاتا آپ کو ہتھیار نہیں اتارنے چاہئیں۔ آپ نے صحابہ میں اعلان کر دیا کہ سب لوگ بنو قریظہ کے قلعوں کی طرف روانہ ہو جائیں اور نماز عصر وہیں پہنچ کر ادا کی جائے گی۔ شروع شروع میں تو یہودی لوگ سخت غرور اور تمرّد ظاہر کرتے رہے لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا ان کو محاصرہ کی سختی

اور اپنی بے بسی کا احساس ہونا شروع ہوا (کہ مسلمانوں نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا تھا) اور بالآخر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ (بہر حال) انہوں نے یہ تجویز کی کہ کسی ایسے مسلمان کو جو اُن سے تعلقات رکھتا ہو اور اپنی سادگی کی وجہ سے ان کے داؤ میں آسکتا ہو اپنے قلعہ میں بلائیں اور اس سے یہ پتہ لگانے کی کوشش کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کیا ارادہ ہے تا کہ وہ اس کی روشنی میں آئندہ طریق عمل تجویز کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایلچی روانہ کر کے یہ درخواست کی کہ ابولُبابہؓ بن منذر انصاری کو ان کے قلعہ میں بھجوایا جاوے تا کہ وہ اس سے مشورہ کر سکیں۔ آپ نے ابولُبابہؓ کو اجازت دی اور وہ ان کے قلعہ میں چلے گئے۔

اب رؤسائے بنو قریظہ نے یہ تجویز کی ہوئی تھی کہ جونہی ابولُبابہؓ قلعہ کے اندر داخل ہو سب یہودی عورتیں اور بچے روتے چلّاتے ان کے گرد جمع ہو جائیں اور اپنی مصیبت اور تکلیف کا ان کے دل پر پورا پورا اثر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ ابولُبابہؓ پر یہ داؤ چل گیا اور بنو قریظہ کے سوال پر کہ اے ابولبابہ! تو ہمارا کیا حال دیکھ رہا ہے؟ کیا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر اپنے قلعوں سے اتر آویں؟ ابولبابہ نے بے ساختہ جواب دیا ہاں اتر آؤ۔ مگر ساتھ ہی اپنے گلے پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے قتل کا حکم دیں گے۔ حضرت ابولبابہ کہتے ہیں کہ جب یہ خیال آیا کہ میں نے خدا اور اس کے رسول کی خیانت کی ہے (یا جو اشارہ کیا ہے تو غلط طریقہ سے کر دیا ہے) تو میرے پیر لڑکھڑانے لگے۔ آپ وہاں سے مسجد نبوی میں آئے (ابولبابہؓ مسجد نبوی میں آئے) اور مسجد کے ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ دیا (کہ یہ میری سزا ہے) اور کہا کہ جب تک خدا تعالیٰ میری توبہ قبول نہ کرے گا اسی طرح بندھا رہوں گا۔ حضرت ابولبابہ کہتے ہیں کہ میرے بنو قریظہ جانے اور جو کچھ مَیں نے وہاں کیا اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اس کے بارے میں جو چاہے گا فرمائے گا۔ اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کے لئے بخشش طلب کرتا۔ جب وہ میرے پاس نہیں آیا اور چلا گیا ہے تو اسے جانے دو۔ حضرت ابولُبابہؓ کہتے ہیں کہ میں پندرہ دن اس ابتلا میں رہا۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا اور میں اسے یاد کرتا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے اور گویا میں ایک بدبودار کیچڑ میں ہوں۔ مَیں اس سے نکل نہیں سکتا اور قریب تھا کہ مَیں اس کی بدبو سے ہلاک ہو جاتا۔ پھر میں نے ایک نہر دیکھی جو بَہہ رہی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں اس میں غسل کر رہا ہوں یہاں تک کہ میں نے اپنے آپ کو پاک صاف کیا اور تب مجھے خوشبو آرہی تھی۔ آپ حضرت ابو بکرؓ کے پاس اس کی تعبیر پوچھنے کے لئے گئے تھے تو حضرت ابو بکر نے اس کی تعبیر یہ کی کہ تمہیں ایسا معاملہ پیش آئے گا جس کی وجہ سے تمہیں غم پہنچے گا پھر تمہیں اس سے نجات دی جائے گی۔ حضرت ابولُبابہؓ کہتے ہیں کہ میں بندھا ہوا حضرت ابو بکرؓ کی بات کو یاد کرتا تھا اور امید رکھتا تھا کہ میری توبہ قبول کی جائے گی۔ حضرت اُمّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ابولُبابہؓ کے توبہ کی قبولیت کی خبر میرے گھر میں نازل ہوئی۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی اس وقت ہوئی)۔ کہتی ہیں کہ میں نے سحر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے دیکھا۔ میں نے عرض کیا اللہ آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے آپ کس بات

پر ہنس رہے ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابولُبابہؓ کی توبہ قبول ہو گئی۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں ان کو آگاہ کر دوں ؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتی ہو تو کر دو۔ حضرت اُمّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حجرہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا (یہ پردے کے احکام نازل ہونے سے قبل کی بات ہے) کہ اے ابولُبابہؓ خوش ہو جاؤ۔ اللہ نے آپ پر فضل کرتے ہوئے آپ کی توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگ دوڑ کر حضرت ابولُبابہؓ کو کھولنے لگے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مجھے کھولیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے تو اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا۔ حضرت ابولُبابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں اپنے آبائی گھر کو جہاں مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا ہے چھوڑتا ہوں۔ یہ بہت بڑی غلط بات مجھ سے ہو گئی اس لئے میں اپنا گھر بار چھوڑتا ہوں اور میں اپنے مال کو اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ صرف ایک تہائی مال کا صدقہ کرو۔ حضرت ابولبابہ نے ایک تہائی مال صدقہ کیا اور آپ نے اپنا آبائی گھر چھوڑ دیا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 597 تا 599)

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 261-262 ابو لبابۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ، کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 11-12 غزوہ بنی قریظہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس تفصیل کے علاوہ بھی اس واقعہ کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کا معاملہ طے ہونے والا تھا۔ ان کی غداری ایسی نہیں تھی کہ نظر انداز کی جاتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آتے ہی اپنے صحابہ سے فرمایا کہ گھروں میں آرام نہ کرو بلکہ شام سے پہلے پہلے بنو قریظہ کے قلعوں تک پہنچ جاؤ اور پھر آپ نے حضرت علی کو بنو قریظہ کے پاس بھجوایا کہ وہ ان سے پوچھیں کہ انہوں نے معاہدہ کے خلاف یہ غداری کیوں کی ہے۔ بیچ میں چھوڑ کے چلے گئے تھے۔ بجائے اس کے کہ بنو قریظہ شرمندہ ہوتے یا معافی مانگتے یا کوئی معذرت کرتے انہوں نے حضرت علی اور ان کے ساتھیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کی مستورات کو گالیاں دینے لگے اور کہا ہم نہیں جانتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا چیز ہیں۔ ہمارا ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔

حضرت علیؓ ان کا یہ جواب لے کر واپس لوٹے تو اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ یہود کے قلعوں کی طرف جا رہے تھے۔ چونکہ یہود گندی گالیاں دے رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے متعلق ناپاک کلمات بول رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے اس خیال سے کہ آپ کو ان خیالات سے تکلیف ہو گی عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ ہم لوگ اس لڑائی کے لئے کافی ہیں۔ آپ واپس تشریف لے جائیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ گالیاں دے رہے ہیں اور تم یہ نہیں چاہتے کہ میرے کان میں وہ گالیاں پڑیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! بات تو یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کیا ہوا اگر وہ گالیاں دیتے ہیں۔ موسیٰ نبی تو ان کا اپنا تھا ان کو اس سے بھی زیادہ انہوں نے تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ یہود کے قلعوں کی طرف چلے گئے مگر یہود دروازے بند کر کے قلعہ بند

ہو گئے اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی شروع کر دی حتی کہ ان کی عورتیں بھی لڑائی میں شریک ہوئیں۔ چنانچہ قلعہ کی دیوار کے نیچے کچھ مسلمان بیٹھے تھے کہ ایک یہودی عورت نے اوپر سے پتھر پھینک کر ایک مسلمان کو مار دیا۔ لیکن کچھ دن کے محاصرہ کے بعد یہود نے یہ محسوس کر لیا کہ وہ لمبا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تب ان کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ وہ ابولُبابہؓ انصاری کو جو اُن کے دوست اوس قبیلہ کے سردار تھے ان کے پاس بھجوائیں تا کہ وہ ان سے مشورہ کر سکیں۔ آپ نے ابولُبابہؓ کو بھجوا دیا۔

ان سے یہود نے یہ مشورہ پوچھا کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مطالبہ کو کہ فیصلہ میرے سپرد کرتے ہوئے تم ہتھیار پھینک دو۔ ہم یہ مان لیں؟ ابولُبابہؓ نے منہ سے تو کہا ہاں لیکن اپنے گلے پر اس طرح ہاتھ پھیرا جس طرح قتل کی علامت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک اپنا کوئی فیصلہ ظاہر نہیں کیا تھا مگر ابولُبابہؓ نے اپنے دل میں یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کے جرم کی سزا سوائے قتل کے اور کیا ہو گی بغیر سوچے سمجھے اشارے کے ساتھ ان سے ایک بات کہہ دی جو آخر ان کی تباہی کا موجب ہوئی۔

چنانچہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مان لیتے تو دوسرے یہودی قبائل کی طرح ان کو زیادہ سے زیادہ یہی سزا دی جاتی کہ ان کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا جاتا مگر ان کی بدقسمتی تھی کہ انہوں نے کہا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے کے لئے تیار نہیں بلکہ ہم اپنے حلیف قبیلہ اوس کے سردار سعدؓ بن معاذ کا فیصلہ مانیں گے۔ جو فیصلہ وہ کریں گے ہمیں منظور ہو گا۔ لیکن اس وقت یہود میں اختلاف ہو گیا۔ یہود میں سے بعض نے کہا کہ ہماری قوم نے غداری کی ہے اور مسلمانوں کے رویّے سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مذہب سچا ہے۔ وہ لوگ اپنا مذہب ترک کر کے اسلام میں داخل ہو گئے۔

ایک شخص عمرو بن سعدی نے جو اس قوم کے سرداروں میں سے تھا اپنی قوم کو ملامت کی اور کہا کہ تم نے غداری کی ہے کہ معاہدہ توڑا ہے۔ اب یا تو مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ پر راضی ہو جاؤ۔ یہود نے کہا نہ مسلمان ہوں گے نہ جزیہ دیں گے کہ اس سے قتل ہونا اچھا ہے۔ پھر ان سے اس نے کہا کہ میں تم سے بری ہوتا ہوں اور یہ کہہ کر قلعہ سے نکل کر باہر چل دیا۔ جب وہ قلعہ سے باہر نکل رہا تھا تو مسلمانوں کے ایک دستہ نے جس کے سردار محمد بن مَسلمہؓ تھے اسے دیکھ لیا اور اس سے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اس نے بتایا کہ مَیں فلاں ہوں۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنِیْ اِقَالَۃَ عَثَرَاتِ الْکِرَامِ۔ یعنی اپنی سلامتی سے چلے جایئے اور پھر اللہ سے دعا کی کہ الٰہی مجھے شریفوں کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے نیک عمل سے کبھی محروم نہ کیجیو۔

یعنی یہ شخص چونکہ اپنے فعل پر اور اپنی قوم کے فعل پر پچھتاتا ہے تو ہمارا بھی اخلاقی فرض ہے کہ اسے معاف کر دیں اس لئے میں نے اسے گرفتار نہیں کیا اور جانے دیا۔ خدا تعالیٰ مجھے ہمیشہ ایسے ہی نیک کاموں کی توفیق بخشتا رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے محمد بن مسلمہؓ کو سرزنش نہیں کی کہ کیوں اس یہودی کو چھوڑ دیا بلکہ اس کے فعل کو سراہا۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 282 تا 284)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی جو کہا جاتا ہے کہ آپ نے زیادتیاں کیں اور ظلم کئے اور یہودی قبائل کو قتل کیا تو یہ تو خود اپنی تباہی کے ذمہ وار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروانے کے بجائے انہوں نے اپنے ایک سردار سے، دوسرے قبیلہ کے سردار سے جو مسلمان ہو چکے تھے ان سے فیصلہ کروایا اور پھر ان کی کتاب کے مطابق یہ فیصلہ ہوا۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی الزام نہیں۔ نہ صحابہ پر ہے کہ انہوں نے کوئی ظلم کیا۔

علامہ ابن سعد نے لکھا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ غزوہ قینقاع اور غزوہ سویق میں بھی حضرت ابولُبابہؓ کو مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 22 باب غزوہ قینقاع و غزوہ سویق مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت ابولبابہؓ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ انصار کے قبیلہ عمرو بن عوف کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت ابولُبابہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شریک رہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 349 واخوھما ابو لبابہ بن عبد المنذرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

ان کی وفات کے بارے میں بعض کے نزدیک حضرت ابولُبابہؓ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد وفات پائی۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ 50 ہجری کے بعد تک زندہ رہے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ جلد 7 صفحہ 290 ابو لبابہ بن عبد المنذرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

سعید بن مُسَیّب روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابولُبابہؓ بن عبد المنذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن بارش کی دعا کی اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا۔ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا۔ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا۔ کہ اے اللہ ہم پر بارش برسا اے اللہ! ہم پر بارش برسا اے اللہ! ہم پر بارش برسا۔ ابولُبابہؓ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ پھل باغوں میں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آسمان میں ہمیں کوئی بادل نظر نہیں آرہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! ہم پر بارش برسا یہاں تک کہ ابولُبابہؓ ننگے بدن اپنے کھلیان میں پانی کا سوراخ اپنے کپڑے سے بند کرے۔ کہتے ہیں کہ دعا کے بعد آسمان سے پانی برسنا شروع ہو گیا۔ بادل آئے۔ بارش شروع ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ راوی کہتے ہیں کہ انصار حضرت ابولُبابہؓ کے پاس آکر کہنے لگے کہ اے ابولُبابہ! اللہ کی قسم یہ بارش اس وقت تک نہیں رکے گی جب تک تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ننگے بدن اپنے کپڑے کے ذریعہ اپنے کھلیان سے پانی کے نکاس کا راستہ نہیں روکو گے۔ چنانچہ حضرت ابولُبابہؓ اپنے کپڑے کے ذریعہ نکاس کا راستہ بند کرنے کھڑے ہو گئے اور اس کے بعد بارش رک گئی۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی جلد 3 صفحہ 500 کتاب صلاۃ الاستسقاء باب الاستسقاء بغیر صلاۃ و یوم الجمعۃ علی المنبر حدیث 6530 مطبوعہ مکتبہ الرشد ناشرون ریاض 2004ء)

حضرت ابولبابہ اپنے نواسے عبد الرحمن بن زید (جو حضرت عمرؓ کے بھتیجے تھے) کو ایک کھجور کی چھال میں لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے

ابولبابہ تمہارے پاس کیا ہے؟ حضرت ابولبابہ نے کہا کہ یارسول اللہ میرا نواسہ ہے۔ میں نے اس جیسا کمزور نومولود کبھی نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نومولود کو اٹھایا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ اس دعا کی برکت سے جب عبدالرحمن بن زید لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہوتے تو قد میں سب سے لمبے نظر آتے تھے۔ حضرت عمر نے ان کی شادی اپنی بیٹی فاطمہ سے جو حضرت اُمّ کلثوم کے بطن سے تھیں اور حضرت اُمّ کلثوم حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی بیٹی تھیں، کروائی تھی۔

(امتاع الاسماع جلد 6 صفحہ 146 فصل فی ذکر اسلافہ ﷺ من قبل حفصة مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1999ء)

حضرت انسؓ بن مالک نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو آدمیوں کے گھر سب سے زیادہ دور تھے۔ ایک حضرت ابولُبابہ بن عبدالمنذر کا۔ ان کا گھر قبا میں تھا اور حضرت ابوعَبْس بن جبر۔ یہ قبیلہ بنو حارثہ میں رہتے تھے۔ وہ دونوں عصر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

(مستدرک علی الصحیحین جلد اوّل صفحہ 309 کتاب الصلوٰۃ باب مواقیت الصلوٰۃ حدیث 703 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

تو یہ ان صحابہ کے حالات تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ جمعہ کی نماز کے بعد مَیں دو جنازے پڑھاؤں گا۔ ایک جنازہ حاضر ہے۔ ایک غائب ہے۔

جنازہ غائب مکرم قاضی شعبان احمد خان صاحب شہید کا ہے۔ ساکن سروبا گارڈن لاہور۔ قاضی شعبان احمد سلیمان خان صاحب ابن قاضی محمد سلیمان صاحب کو 25/ جون 2018ء کو ان کو مخالفین نے ان کے گھر میں گھس کر فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 47 سال ان کی عمر تھی۔ تفصیلات کے مطابق 25 جون کی رات نقاب پہنے ہوئے دو افراد گھر میں داخل ہوئے۔ قاضی صاحب اور ان کی اہلیہ ایک کمرے میں تھے جبکہ ان کی بیٹیاں دوسرے کمرے میں تھیں۔

قاضی صاحب کی اہلیہ واش روم میں تھیں۔ جب وہ باہر نکلیں تو باہر دو نقاب پوش افراد موجود تھے۔ ان نقاب پوش افراد میں سے ایک نے قاضی صاحب کی اہلیہ کے سر پر پستول تانی اور ان کو دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں ان کی بیٹیاں موجود تھیں۔ جبکہ دوسرا شخص قاضی صاحب کے کمرے میں ہی تھا اس نے تین گولیاں قاضی صاحب کے پیٹ میں ماریں جن سے موقع پر ان کی شہادت ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

شہید مرحوم نے 2001ء میں اپنے ایک دوست محمد اقبال صاحب کے ذریعہ بمع اہل و عیال بیعت کی تھی۔ قاضی صاحب مظفر آباد (کشمیر) کے رہنے والے تھے۔ 2001ء میں نشتر کالونی سروبا گارڈن لاہور میں شفٹ ہوئے اور اس سے کچھ عرصہ قبل ٹاؤن شپ لاہور میں بھی رہے۔ قاضی شعبان صاحب معذور بچوں کا سکول چلا رہے تھے اور ان کی اپنی رہائش سکول کی بالائی منزل پر تھی۔ آج کل ان کے گھر کے نچلے حصہ میں سکول کی تعمیرات کا کام ہو رہا تھا اور شٹرنگ ہو رہی تھی۔ اسی شٹرنگ میں یہ نقاب پوش افراد پہلے آ کے چھپ گئے اور پھر موقع پا کر حملہ کیا۔

شہید مرحوم بے شمار خوبیوں کے حامل تھے۔ بیعت کے بعد مکرم قاضی صاحب بہت ہی مخلص اور نیک

انسان ثابت ہوئے۔ خلافت سے بے پناہ محبت اور گہری وابستگی تھی۔ شہید مرحوم نے گھر میں ایم ٹی اے دیکھنے کے لئے ڈش انٹینا لگا رکھا تھا تا کہ خود بھی اور اپنے گھر والوں کو بھی خلافت کے ساتھ وابستہ رکھیں۔ چندوں اور دیگر مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیتے تھے۔ صدر حلقہ کی عاملہ میں سیکرٹری سمعی بصری کے طور پر خدمت کر رہے تھے اور لوگوں کا ڈش انٹینا بھی بغیر معاوضہ کے ٹھیک کر دیتے تھے۔ قاضی صاحب کی شادی ان کی کزن سے ہوئی تھی۔ دونوں خاندانوں میں صرف قاضی صاحب، ان کی اہلیہ اور بچے ہی احمدی تھے۔ فیملی کے دیگر افراد ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے ان کے مخالف ہو گئے۔

چند ماہ قبل قاضی صاحب کا برادر نسبتی ان کے گھر آیا اور کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ مرزائی ہو گئے ہو۔ اسی دوران اس کی نظر چھت پر لگے ڈش انٹینا پر پڑی تو اسے توڑنے لگا۔ قاضی صاحب نے اس کو روکا تو آپس میں ان کی تلخ کلامی بھی ہوئی۔ بہر حال اس کے بعد ان کے برادر نسبتی نے اپنی بہن سے کہا کہ تمہارا نکاح ٹوٹ چکا ہے۔ اس لئے تم میرے ساتھ چلو کیونکہ یہ تمہارا خاوند تو مرزائی ہو گیا ہے۔ اس پر قاضی صاحب مرحوم کی اہلیہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ مَیں خود بھی احمدی ہوں اور مسلمان ہوں اور قاضی صاحب کو بھی مسلمان سمجھتی ہوں۔ مَیں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔

ان کی اہلیہ نے بتایا کہ شہید مرحوم کو مخالفین کی طرف سے دھمکیاں دی جا رہی تھیں جن کی وجہ سے وہ کافی پریشان تھے اور کچھ دنوں سے خاموش تھے اور گھر سے باہر کم نکلتے تھے۔ مکرم قاضی صاحب شہید نے اپنی اہلیہ کو بھی کہا تھا کہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو سب سے پہلے صدر صاحب حلقہ کو اطلاع کرنا۔ چنانچہ انہوں نے واقعہ شہادت کے بعد ایسا ہی کیا اور جماعت کے عہدیداران کو اطلاع کی اور نہایت استقامت دکھاتے ہوئے باوجود اس کے کہ ان کے غیر از جماعت رشتہ دار بھی آئے ہوئے تھے ان کی اہلیہ نے کہا کہ جنازہ احمدی پڑھیں گے اور تدفین بھی احمدی کریں گے۔ قاضی صاحب کے چند غیر احمدی عزیز و اقارب ان کی وفات پر مسجد بیت النور میں بھی آئے لیکن انہوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ قاضی صاحب کی اہلیہ اور بچیاں بھی جنازہ کے ساتھ قبرستان تک گئیں۔

شہید مرحوم نے لواحقین میں اہلیہ مکرمہ شہناز شعبان صاحبہ 40 سال ان کی عمر ہے اور تین بیٹیاں عزیزہ کرن 19 سال، سدرہ شعبان 18 سال اور ملائکہ 11 سال چھوڑی ہیں۔ یہ تینوں بیٹیاں پولیو کی وجہ سے کچھ معذور بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا خود ہی کفیل ہو اور ان کو ہر پریشانی سے بچا کے رکھے اور قاضی صاحب کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

دوسرا جنازہ جو حاضر جنازہ ہے وہ محترمہ امۃ الحئ بیگم صاحبہ بنت سیٹھ محمد غوث صاحب کا ہے۔ 23/جون کو سو سال سے اوپر کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد سیٹھ محمد غوث صاحب کی دو خصوصیات ہیں۔ ایک یہ کہ اگرچہ وہ صحابی تو نہیں تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بہشتی مقبرہ قادیان میں صحابہ کے قطعہ میں دفن کرنے کی اجازت دی تھی۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 211)

دوسری خصوصیت ان کی یہ تھی کہ کتاب اصحاب احمد میں لکھا ہے کہ سیٹھ محمد غوث گزشتہ 42 سال سے وہ پہلے خوش قسمت انسان ہیں جن کا جنازہ آج ٹھیک اسی جگہ اور اسی حلقہ میں پڑھا جا رہا ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسد اطہر رکھا گیا تھا۔ اس موقع پر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے ایک سٹول یا کرسی پر کھڑے ہو کر بآواز بلند اس کی ایک شہادت بھی دی تھی۔

(ماخوذ از اصحابِ احمدؑ جلد 9 صفحہ 268-269 سیرت حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانیؓ)

امۃ الحئی صاحبہ کے نکاح کے وقت گو کہ آپ کے والد موجود تھے مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے والد کی خواہش پر خود ان کے ولی بنے اور نکاح پڑھایا اور اپنے خطبہ میں فرمایا کہ سیٹھ صاحب کی "چھوٹی لڑکی امۃ الحئی کے نکاح کا اعلان مَیں اس وقت کر رہا ہوں جو خان صاحب ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کے ایک قریبی عزیز اور شاید بھانجے محمد یونس صاحب کے ساتھ قرار پایا ہے۔

اس رشتہ میں بھی سیٹھ صاحب نے اخلاص مد نظر رکھا ہے۔ تمدّن کے اختلاف کی وجہ سے میں ان کو لکھتا تھا کہ حیدرآباد میں ہی رشتہ کریں مگر ان کی خواہش تھی کہ قادیان یا پنجاب میں ہی رشتہ ہو تا قادیان آنے کے لئے ایک اور تحریک ان کے لئے پیدا ہو جائے۔ محمد یونس صاحب ضلع کرنال کے رہنے والے ہیں جو دہلی کے ساتھ لگتا ہے مگر حیدرآباد کی نسبت قادیان سے بہت نزدیک ہے۔

سیٹھ صاحب کا خاندان ایک مخلص خاندان ہے۔ ان کی مستورات کے ہمارے خاندان کی مستورات، ان کی لڑکیوں کے میری لڑکیوں سے اور ان کے اور ان کے لڑکوں کے میرے ساتھ ایسے مخلصانہ تعلقات ہیں کہ گویا خانہ واحد والا معاملہ ہے۔ ہم ان سے اور وہ ہم سے بے تکلف ہیں اور ایک دوسرے کی شادی و غمی کو اسی طرح محسوس کرتے ہیں جیسے اپنے خاندان کی شادی و غمی کو۔ ان کی لڑکی امۃ الحئی کا نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر محمد یونس صاحب ولد عبد العزیز صاحب ساکن لاڈوہ ضلع کرنال کے ساتھ قرار پایا ہے۔" خلیفہ ثانی فرماتے ہیں کہ "سیٹھ صاحب نے لڑکی کی طرف سے مجھے ولی مقرر کیا ہے۔" (خطباتِ محمود (خطباتِ نکاح) جلد 3 صفحہ 553)

امۃ الحئی صاحبہ صوم و صلوٰۃ کی پابند، دعا گو، خلافت کی اطاعت گزار، بڑا اخلاص رکھنے والی تھیں۔ مجھے بھی ملنے آیا کرتی تھیں۔ باوجود بڑھاپے کے یہاں آتی تھیں اور بڑے اخلاص کا اظہار کرتی تھیں۔ بہت نیک اور صالحہ خاتون تھیں۔ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور دو بیٹے اور کثیر تعداد میں پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ محمد ادریس صاحب حیدرآبادی (آف جرمنی) کی والدہ تھیں۔ ان کے ایک پوتے مصور صاحب یہاں بھی ہیں۔ خدام الاحمدیہ میں کام کرتے ہیں۔

اللہ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں کو بھی خلافت سے سچا اور حقیقی تعلق قائم رکھنے کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 20 جولائی 2018ء تا 26 جولائی 2018ء جلد 25 شمارہ 29 صفحہ 05 تا 09)

27

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 06 جولائی 2018ء بمطابق 06 وفا 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آجکل بدری صحابہ کا مَیں ذکر کر رہا ہوں۔ تاریخ اور روایات میں بعض صحابہ کے حالات زندگی اور واقعات بڑی تفصیل سے ملتے ہیں لیکن بہت سے ایسے ہیں جن کے بہت ہی مختصر حالات ملتے ہیں۔ لیکن بہرحال جنگ بدر میں شامل ہونے سے ان کا جو مقام ہے وہ تو اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اس لئے چاہے چند سطر کا ہی ذکر ہو وہ بیان ہونا چاہئے۔ آج کے لئے جن صحابہ کا ذکر ہونا ہے ان میں چند ایسے ہیں جن کا بہت مختصر ذکر ہے۔

ان میں سب سے پہلے سُبَیع بن قَیس بن عَیْشَہ ہیں۔ بعض نے آپ کے دادا کا نام عَبَسَہ اور بعض نے عائشہ بھی لکھا ہے۔ بہرحال آپ انصاری اور خزرجی تھے۔ غزوہ بدر و اُحد میں شامل ہوئے۔

آپ کی والدہ کا نام خدیجہ بنت عَمرو بنِ زید ہے۔ آپ کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبداللہ تھا اور اس کی ماں قبیلہ بَنُو جَدَارَہ سے تھی۔ وہ بچپن میں فوت ہو گیا۔ اس کے علاوہ آپ کا کوئی بچہ نہ تھا۔ حضرت عبادۃ بن قیس آپ کے بھائی تھے۔ حضرت سُبَیع کے ایک حقیقی بھائی زَید بن قیس بھی تھے۔

(اسد الغابہ جلد دوم صفحہ 407 سبیع بن قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 403 سبیع بن قیسؓ و عبادہ بن قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

دوسرے ہیں حضرت اُنَیس بن قتادۃ۔ ان کی غزوہ اُحد کے موقع پر وفات ہوئی۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ان کا نام انس ہے۔ بہرحال جو صحیح نام ہے وہ انیس ہے۔ محمد بن اسحاق اور محمد بن عمر نے اُنَیس ہی لکھا ہے۔ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک تھے اور جنگ اُحد میں یہ شہید ہوئے۔ آپ کی بھی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اور ایک روایت ہے کہ خَنْسَاء بنتِ خِذَامْ حضرت اُنَیس بن قتادۃ کے نکاح میں تھیں جب وہ اُحد کے دن شہید ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 305-306 انیس بن قتادہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 353-354 و من بنی عبید بن زید مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر ایک صحابی تھے حضرت مُلَیل بن وَبَرَۃ۔ ان کے نام کے بارے میں بھی مختلف روایتیں ہیں۔ ابن اسحاق اور ابو نعیم نے ان کا نام مُلَیل بن وَبَرَۃ بن عبد الکریم بن خالد بن عجلان بیان کیا ہے۔ جبکہ ابو عمر اور کلبی نے مُلَیل بن وَبَرَۃ بن خالد بن عجلان بیان کیا ہے۔ عبد الکریم بیچ میں سے نکل گیا۔ آپ کا تعلق خزرج کی شاخ بنو عجلان

سے تھا۔ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں یہ شریک ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 251 ملیل بن وبرۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

آپ کی اولاد میں زید اور حبیبہ تھیں جن کی والدہ اُمّ زید بنت نَضْلَہ بن مالک تھیں۔ حضرت مُلَیْل کی اولاد آگے نہیں چلی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 416 ملیل بن وبرۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

آپ کو ابنِ خالد بن عجلان کہا جاتا تھا۔

(الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم جلد 3 صفحہ: 403 تسمیۃ من شھد بدرا من الانصار حدیث نمبر 1824 بحوالہ مکتبہ شاملہ)

ایک روایت میں لکھا گیا ہے کہ آپ غزوہ بدر اور باقی تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔

(الاکمال فی رفع الارتیاب عن الموتلف جلد 7 صفحہ 222 باب ملکان و ملکان و باب ملیل و ملیك بحوالہ مکتبہ الشاملہ)

پھر ایک صحابی حضرت نوفل بن عبداللہ بن نَضْلَہ ہیں۔ ان کی وفات غزوہ اُحد میں ہوئی۔ بعض نے آپ کا نام نوفل بن ثَعْلَبَہ بن عبداللہ بن نَضْلَہ بن مالک بن عجلان بیان کیا ہے۔ آپ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے اور غزوہ اُحد میں آپ شہید ہوئے۔ آپ کی نسل آگے نہیں چلی۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 346-347 نوفل بن ثعلبۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 415 نوفل بن عبد اللہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر ایک صحابی حضرت وَدِیْعَہ بن عَمْرو ہیں۔ ابن کلبی نے ان کا نام وَدِیْعَہ بن عَمْرو بن یَسَار بن عوف بیان کیا ہے۔ اور ابو معشر نے ان کا نام رِفَاعَہ بن عَمرو بن جَرَاد بیان کیا ہے۔ آپ کا تعلق بنو جہینہ سے تھا جو بنو نجار کے حلیف تھے۔ آپ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔ حضرت رَبِیعہ بن عمرو آپ کے بھائی تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 377 ودیعہ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 2 صفحہ 392 ربیعۃ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

پھر ایک صحابی حضرت یَزِید بن مُنْذِر بن سَرح بن خُنَاس ہیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنو خزرج سے تھا اور بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یزید بن مُنْذِر اور عَامِر بن رَبِیعہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ آپ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھائی مَعْقِلْ بن مُنْذِر بھی بیعت عقبہ، غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 432 یزید بن المنذرؓ و اخوہ معقل بن المنذرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 473 یزید بن المنذرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پھر ایک صحابی حضرت خارِجَہ بن حُمَیِّر اَشْجَعِی ہیں۔ تاریخوں میں آپ کے نام میں بھی کافی اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے آپ کا نام خَارِجَہ بن حُمَیِّر بتایا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے آپ کا نام حَارِثہ بن حُمَیِّر بیان کیا ہے۔ واقدی

نے آپ کا نام حَمْزہ بن حُمَیِّر بیان کیا ہے۔ آپ کے والد کے نام کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض نے حُمَیِّر بیان کیا ہے۔ جبکہ بعض نے والد کا نام جُمَیْرَہ اور جُمَیْر لکھا ہے۔

بہر حال اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ کا تعلق قبیلہ اشجع سے تھا اور قبیلہ بنو خزرج کے حلیف تھے۔ آپ کے بھائی کا نام عبد اللہ بن حُمَیِّر ہے جو کہ غزوہ بدر میں آپ کے ہمراہ شامل ہوئے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 1 صفحہ 704 حارثہ بن حمیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)
(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 649 حارثۃ بن خمیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پھر حضرت سُرَاقَہ بن عَمْرو کا ذکر ہے یہ انصاری تھے۔ ان کا پورا نام سُرَاقَہ بن عَمْرو بن عَطِیَّہ بن خَنْسَاء انصاری تھا۔ ان کی وفات جمادی الاول 8 ہجری میں جنگ موتہ میں ہوئی۔ ان کا پورا نام سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن حنساء انصاری تھا۔ ان کی والدہ کا نام عُتَیْلَہ بنتِ قَیس تھا اور سراقہ کا تعلق انصار کے معزز قبیلہ بنو نجّار سے تھا۔ آپ کے قبول اسلام سے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آپ نے ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پہلے اور بعض کے نزدیک آپ نے ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑی دیر بعد اسلام قبول کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُہْجَع مَولیٰ عمر اور سُرَاقہ بن عَمْرو کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ آپ نے غزوہ بدر، غزوہ اُحد، غزوہ خندق اور خیبر میں شرکت کی نیز ان کو صلح حدیبیہ اور عمرۃ القضاء کے موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل رہی۔ حضرت سُراقہ بن عمرو ان خوش قسمت صحابہ میں سے تھے جن کو بیعت رضوان میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا اور ان کا سلسلہ نسب آگے نہیں چلا۔ ان کی شہادت جیسا کہ بتایا میں نے جمادی الاوّل 8 ہجری میں جنگِ موتہ کے دوران ہوئی۔

(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 580 سراقہ بن عمروؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد صفحہ 34 سراقہ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 393 سراقہ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(عیون الاثر جلد اوّل صفحہ 233 ذکر الموخاۃ دار القلم بیروت 1993ء)(پچاس صحابہ از طالب الہاشمی صفحہ: 553 البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور 2006ء)

پھر صحابی حضرت عَبَّاد بن قَیس ہیں۔ ان کی وفات بھی 8 ہجری میں جنگ موتہ میں ہوئی۔ ان کے نام میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپ کا نام عُبَادہ بن قیس بن عَبِیْشہ بھی ملتا ہے۔ اسی طرح آپ کے دادا کا نام عَبسہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عَبَّاد حضرت ابو درداءؓ کے چچا تھے۔ حضرت عَبَّاد غزوہ بدر، اُحد، خندق اور خیبر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ صلح حدیبیہ میں بھی آپ شریک تھے اور جنگ موتہ میں آپ کی شہادت ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 403 عبادہ بن قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 154 عباد بن قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پھر حضرت ابو الضَّیَّاح بن ثابِت بن نُعمان ہیں۔ ان کی وفات 7 ہجری میں ہوئی۔ ایک روایت میں آپ کا نام عُمَیر بن ثابت بن نعمان بن اُمَیَّہ بن اِمْرَاءُ الْقَیْس اور دوسری روایت کے مطابق نعمان بن ثابت بن اِمْرَاءُ الْقَیس ہے۔ آپ اپنی کنیت سے مشہور ہیں جو ابو الضَّیَّاح ہے۔ غزوہ بدر، اُحد، خندق اور حدیبیہ میں شریک ہوئے اور غزوہ

خیبر 7 ہجری میں شہید ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک یہودی نے آپ کے سر پر وار کیا جس سے آپ کا سر کٹ گیا جس سے آپ کی شہادت ہو گئی۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 175 ابو الضیاح بن ثابتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 364-365 ابو ضیاحؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر حضرت اَنَسَہ ہیں۔ ان کی وفات غزوہ بدر میں ہوئی۔ لیکن اس میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کی خلافت تک یہ زندہ تھے۔ بہر حال آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ حبشی غلام تھے۔ آپ کا نام اَنَسَہ تھا اور اَبُو اَنَسَہ بھی آتا ہے۔ اسی طرح بعض کے نزدیک آپ کی کنیت اَبُو مَسْرُوح تھی۔ حضرت اَنَسَہ دعوت اسلام کے آغاز میں ہی مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت کے زمانہ میں مدینہ گئے اور حضرت سعد بن خَیْثَمَہ کے مہمان ہوئے اور جب تک زندہ رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری آپ کا مرغوب مشغلہ تھا۔ آپ اس درجہ فرمانبردار تھے کہ ان کے بارے میں آتا ہے کہ جب بیٹھتے تھے تو تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر بیٹھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 301-302 انسہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد دوم حصہ دوم صفحہ 587 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 1 صفحہ 283 انسۃ مولیٰ رسول اللہ ﷺ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

پھر حضرت اَبُو کَبْشَہ سُلَیم ہیں۔ کنیت ان کی ابو کَبْشَہ ہے۔ ان کی وفات دورِ خلافت حضرت عمر میں ہوئی۔ بعض کے نزدیک آپ کا نام سَلَمَہ تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ فارسی غلام تھے۔ آپ بدری صحابی ہیں۔ آپ کی پیدائش اَوْس کی زمین پر ہوئی۔ آپ کے وطن اور نسب کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض فارسی، بعض دَوسی اور بعض مکی بتاتے ہیں۔ آپ دعوت اسلام کے قریب تر زمانے میں اسلام سے مشرف ہوئے اور ہجرت کی اجازت ملنے پر مدینہ چلے گئے اور بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7 صفحہ 284 ابو کبشہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

(سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد دوم حصہ دوم صفحہ 579 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

جب حضرت ابو کَبْشَہ نے مدینہ جانے کے لئے ہجرت کی تو آپ حضرت کلثوم بن الھَدَم کے ہاں ٹھہرے اور ایک روایت کے مطابق آپ حضرت سَعْد بن خَیْثَمَہ کے پاس ٹھہرے۔ حضرت عمرؓ کے خلیفہ مقرر ہونے کے پہلے روز حضرت ابو کَبْشَہ کی وفات ہوئی۔ یہ 22 جمادی الثانی 13 ہجری کی بات ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 36 ابو کبشہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر حضرت مَرْثَدْ بن ابی مَرْثَدْ ہیں۔ ان کی وفات صفر تین ہجری میں مقام رجیع میں ہوئی۔ آپ بدری صحابی تھے۔ آپ حضرت حمزہ بن عبد المطلب کے حلیف تھے۔ آپ اپنے والد کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ آپ اسلام کے شروع میں مشرف باسلام ہوئے اور بدر سے قبل ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مؤاخات حضرت اوس بن صامت سے فرما دی۔ بدر کے روز یہ گھوڑے پر حاضر ہوئے جس کا نام سَبَلْ تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت مَرْثَدْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فوجی دستہ کے سالار تھے جسے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے رجیع کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ یہ واقعہ ماہ صَفر تین ہجری میں پیش آیا اور بعض کا خیال ہے کہ اس دستہ کی کمان حضرت عاصم بن ثابت کے پاس تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 35 ابو مرثدؓ ۔ مرثد بن ابی مرثدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(اسد الغابہ جلد 5صفحہ 133 مرثد بن ابی مرثدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)(سیر الصحابہؓ جلد2صفحہ: 554 مطبوعہ دارالاشاعت کراچی 2004ء)

ان کی شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ بنو عَضَل اور قَارَّہ نے اسلام لانے کا دکھاوا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی تعلیم کے لئے چند معلم بھجوانے کی درخواست کی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے بارے میں روایتوں میں اختلاف ہے) حضرت مَرْثَدْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر امارت ایک جماعت بھیجی۔ یہ لوگ ابھی مقام رجیع پر پہنچے تھے کہ بنو ھُذَیل ننگی تلواریں لے کر آ گئے اور کہا کہ ہمارا مقصد تمہیں قتل کرنا نہیں بلکہ تمہارے بدلہ میں ہم اہل مکہ سے مال حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ہم تمہاری حفاظتِ جان کا عہد کرتے ہیں۔ اس پر حضرت مَرْثَدْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خالد رضی اللہ عنہ اور عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں تم لوگوں کے عہد پر بھروسہ نہیں اور اس طرح لڑتے ہوئے تینوں نے جان دے دی۔

(سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد دوم حصہ دوم صفحہ 555 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت ابو مَرْثَدْ کَنَّازْ بن اَلْحُصَیْن غنوی۔ ان کی وفات 12 ہجری میں ہوئی۔ بعض لوگوں کے نزدیک ان کی کنیت ابو مرثد تھی۔ آپ شام کے رہائشی تھے۔ انہوں نے آغازِ دعوتِ اسلام میں ہی اسلام قبول کیا اور ہجرت کی اجازت کے بعد مدینہ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی حضرت عبادہ بن صامت سے مؤاخات فرمادی۔ (سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد دوم حصہ دوم صفحہ 581 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7صفحہ 305 ابو مرثد الغنویؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

جب حضرت ابو مَرْثَدْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے مَرْثَدْ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو دونوں حضرت کلثوم بن الْھِدْم کے پاس ٹھہرے۔ بعض کے نزدیک آپ دونوں حضرت سعد بن خَیْثَمَہ کے پاس ٹھہرے۔ حضرت ابو مَرْثَدْ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 34-35 ابو مرثدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

حضرت ابو مَرْثَدْ کو تاریخ میں یہ مقام حاصل ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعَہ نے فتح مکہ سے قبل اپنے بال بچوں کی حفاظت کے خیال سے مکہ والوں کو خفیہ طور پر ایک خط کے ذریعہ اطلاع دینی چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سواروں کو اس عورت کی طرف بھیجا جو خط لے کر جا رہی تھی۔ ان سواروں نے وہ خط برآمد کروالیا۔ ان میں سے ایک سوار حضرت ابو مَرْثَدْ تھے۔ حضرت علی سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور ابو مَرْثَدْ غنوی اور زبیر کو بھیجا اور ہم گھڑ سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم روانہ ہو جاؤ یہاں تک کہ جب تم روضہ خَاخ تک پہنچو۔ یہ ایک مقام ہے تو وہاں تمہیں مشرکوں میں سے ایک عورت ملے گی جس کے پاس حاطب بن ابی بَلْتَعَہ کی

طرف سے مشرکوں کے نام ایک خط ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب فضل من شهد بدراً حدیث 3983)

آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے مسلم اور بَغْوِی وغیرہ میں ان کی یہ حدیث ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7 صفحہ 305 ابو مرثد الغنویؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

ان کی وفات پھر حضرت ابو بکر صدیق کے عہد خلافت میں 12 ہجری میں 66 سال کی عمر میں ہوئی۔

(سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد دوم حصہ دوم صفحہ 581 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت سَلیط بن قَیس بن عَمرو۔ ان کی وفات 14 ہجری میں ہوئی۔ حضرت سَلیط بن قَیس بن عَمرو بن عُبَید بن مالک ان کا پورا نام ہے۔ حضرت سَلیط بن قَیس اور حضرت ابو صِرْمَہ دونوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد خاندانِ بنو عدی بن نجار کے بت توڑ دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر بیٹھ کر مدینہ شہر میں داخل ہو رہے تھے تو ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں قیام کریں۔ جب آپ کی اونٹنی بنو عدی کے گھر کے پاس پہنچی اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے کیونکہ سلمٰی بنت عَمرو، عبد المطلب کی والدہ اسی قبیلہ سے تھیں۔ اس وقت حضرت سَلیط بن قَیس، ابو سلیط اُسَیرَہ بن ابو خَارِجَہ نے روکنا چاہا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو کہ اس وقت یہ مامور ہے۔ یعنی جہاں خدا کا منشاء ہو گا وہاں یہ خود بیٹھ جائے گی۔ حضرت سلیط بدر اور اُحد اور خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جنگِ جِسْر اَبِی عُبَید میں 14 ہجری کو حضرت عمر کے عہد خلافت میں یہ شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 388 سلیط بن قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(سیرت ابن ہشام صفحہ 229 باب ھجرۃ الرسول ﷺ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

حضرت مُجَذَّرْ بن ذِیَاد۔ غزوہ اُحد میں ان کی شہادت ہوئی۔ مُجَذَّرْ آپ کا لقب تھا اس کا مطلب ہے موٹے جسم والا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُجَذَّرْ اور عاقل بن بُکَیر کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ دوسری جگہ یہ آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُجَذَّرْ اور حضرت عُکَّاشَہ بن مِحْصَن کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ حضرت مُجَذَّرْ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 5 صفحہ 573 المجذر بن ذیادؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء) (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 417 المجذر بن ذیادؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) (عیون الاثر جلد اوّل صفحہ 232۔ 233 باب ذکر المواخاۃ مطبوعہ دار القلم بیروت 1993ء)

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَبُو بَخْتَرِیْ کو قتل کرنے سے منع فرمایا تھا کیونکہ مکّہ میں اس نے لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے سے روکا تھا۔ (اس کے عوض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو قتل نہیں کرنا) اور وہ خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا تھا اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اس معاہدے کے خلاف کھڑے ہوئے تھے جو قریش نے بنوہاشم اور بنی مطلب کے خلاف کیا تھا۔ حضرت مُجَذَّرْ اَبُو بَخْتَرِیْ سے ملے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تمہارے قتل سے روکا ہے۔ اَبُو بَخْتَرِیْ کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی تھا جو اس کے ساتھ مکّہ سے نکلا تھا۔ اس کا نام جُنَادَہ بن مُلَیْحَہ تھا جو بنولیث سے تھا۔ اَبُو بَخْتَرِیْ کا نام عاص تھا۔ اس نے کہا کہ میرے اس ساتھی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرت مُجَذَّرْ نے کہا کہ نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تمہارے ساتھی کو نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صرف تمہارے اکیلے کے متعلق حکم دیا ہے۔

اس نے کہا کہ اگر مریں گے تو پھر ہم دونوں اکٹھے مریں گے۔ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ مکہ کی عورتیں یہ بیان کرتی پھریں کہ میں نے اپنی زندگی کی خاطر اپنے ساتھی کو چھوڑ دیا۔ پھر وہ دونوں ان سے (حضرت مجذر سے) لڑائی کے لئے تیار ہو گئے اور لڑائی میں حضرت مُجَذَّرْ نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت مُجَذَّرْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا مَیں نے اس کو بہت اصرار کے ساتھ کہا کہ وہ اسیر ہو جائے اور اسے مَیں آپ کے پاس لے آتا مگر وہ اس پر رضامند نہ ہوا اور آخر اس نے مجھ سے لڑائی کی اور مَیں نے اسے قتل کر دیا۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 59-60 المجذر بن ذیادؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(عیون الاثر جلد اوّل صفحہ 301 باب غزوہ بدر مطبوعہ دار القلم بیروت 1993ء)

حضرت مُجَذَّرْ کی اولاد مدینہ اور بغداد میں موجود تھی۔ ابی وَجْزَہ سے مروی ہے کہ شہدائے اُحد کے جو تین آدمی ایک قبر میں دفن کئے گئے تھے وہ مُجَذَّرْ بن زِیَاد، نُعْمَان بن مالِک اور عَبْدَہ بن حَسْحَاس تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 417 المجذر بن ذیادؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

لیکن ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت انیسہ بنت عدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بیٹا عبد اللہ جو بدری ہے غزوہ اُحد میں شہید ہو گیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنے بیٹے کو اپنے مکان کے قریب دفن کروں تا کہ مجھے اس کا قرب حاصل رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی اور یہ فیصلہ بھی ہوا کہ حضرت عبد اللہ کے ساتھ ان کے دوست حضرت مُجَذَّرْ کو بھی ایک ہی قبر میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ دونوں دوستوں کو ایک ہی کمبل میں لپیٹ کر اونٹ پر رکھ کر مدینہ بھیجا گیا ان میں سے عبد اللہ ذرا دبلے پتلے تھے اور مُجَذَّرْ وجیہ اور جسیم تھے۔ کہتے ہیں روایت میں آتا ہے کہ اونٹ پر دونوں برابر اترے یعنی وزن ایک جیسا تھا۔ اتارنے والوں نے دیکھا تو لوگوں نے اس پر حیرت کا اظہار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں کے اعمال نے ان کے درمیان برابری کر دی۔

(اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 31 انیسۃ بنت عدیؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 5 صفحہ 573 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت حُبَاب بن مُنْذِر بن جَمُوح ایک صحابی ہیں۔ ان کی وفات حضرت عمر کے دور خلافت میں ہوئی۔ حضرت حُبَاب بِن مُنْذِر غزوہ بدر، اُحد، خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

غزوہ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور موت پر آپ سے بیعت کی۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 665 حباب بن منذرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 428 حباب بن منذرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ان کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی سیرۃ خاتم النبیین میں لکھا ہے کہ "جس جگہ اسلامی لشکر نے ڈیرہ ڈالا تھا وہ کوئی ایسی اچھی جگہ نہ تھی۔ اس پر حضرت حُباب بن مُنذِر نے آپؐ سے پوچھا کہ خدائی الہام کے ماتحت آپ نے یہ جگہ پسند کی ہے یا محض فوجی تدبیر کے طور پر اسے اختیار کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بارے میں کوئی خدائی حکم نہیں ہے۔ تم اگر کوئی مشورہ دینا چاہتے ہو تو بتاؤ؟ اس پر حضرت حُباب نے عرض کیا تو پھر میرے خیال میں یہ جگہ اچھی نہیں ہے۔ بہتر ہو گا کہ آگے بڑھ کر قریش سے قریب ترین چشمہ پر قبضہ کر لیا جاوے۔ مَیں اس چشمہ کو جانتا ہوں۔ اس کا پانی بھی اچھا ہے اور عموماً کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور چونکہ ابھی تک قریش ٹیلے کے پرے ڈیرہ ڈالے پڑے تھے اور یہ چشمہ خالی تھا، مسلمان آگے بڑھ کر اس چشمہ پر قابض ہو گئے۔ لیکن جیسا کہ قرآن شریف میں اشارہ پایا جاتا ہے اس وقت چشمہ میں بھی پانی زیادہ نہیں تھا اور مسلمانوں کو پانی کی قلت محسوس ہوتی تھی۔ پھر یہ بھی تھا کہ وادی کے جس طرف مسلمان تھے وہ ایسی اچھی نہ تھی کیونکہ اس طرف ریت بہت تھی جس کی وجہ سے پاؤں اچھی طرح جمتے نہیں تھے..... پھر خدا کا فضل ایسا ہوا کہ کچھ بارش بھی ہو گئی جس سے مسلمانوں کو یہ موقع مل گیا کہ حوض بنا بنا کر پانی جمع کر لیں اور یہ بھی فائدہ ہو گیا کہ ریت جم گئی اور پاؤں زمین میں دھنسنے سے رک گئے اور دوسری طرف قریش والی جگہ میں کیچڑ کی سی صورت ہو گئی اور اس طرف کا پانی بھی کچھ گدلا ہو کر میلا ہو گیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے صفحہ 356-357)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور فرمایا کہ صحیح رائے یہی ہے جس کا حضرت حُبَاب بن مُنذِر نے مشورہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حُبَاب! تم نے عقل کا مشورہ دیا۔ غزوہ بدر میں خزرج کا جھنڈا حضرت حُبَاب بن مُنذِر کے پاس تھا۔ حضرت حُبَاب بن مُنذِر کی عمر 33 سال تھی جب غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 427-428 غزوہ بدر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ان کے بارے میں مزید حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرۃ خاتم النبیین میں لکھا ہے کہ "جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مخبروں سے لشکر قریش کے قریب آجانے کی اطلاع موصول ہوئی تو آپؐ نے اپنے ایک صحابی حُبَاب بن مُنذِر کو روانہ فرمایا کہ وہ جا کر دشمن کی تعداد اور طاقت کا پتہ لائیں اور آپؐ نے انہیں تاکید فرمائی کہ اگر دشمن کی طاقت زیادہ ہو اور مسلمانوں کے لئے خطرہ کی صورت ہو تو واپس آکر مجلس میں اس کا ذکر نہ کریں" کہ بہت بڑی تعداد ہے "بلکہ علیحدگی میں اطلاع دیں تا کہ اس سے "مسلمانوں میں" کسی قسم کی بد دلی نہ پھیلے۔ حُبَاب خفیہ خفیہ گئے اور نہایت ہوشیاری سے تھوڑی دیر میں ہی واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سارے حالات عرض کر دیئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے صفحہ 484)

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم قُرَیظہ اور یوم النَّضِیر کے موقع پر جب لوگوں سے مشورہ طلب کیا تو حضرت حُبَاب بن مُنذِر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم محلات کے درمیان میں پڑاؤ کریں۔ (یعنی ان کے قریب ترین جائیں تا کہ وہاں کی باتیں بھی معلوم ہو سکیں اور نگرانی بھی صحیح ہو سکے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس مشورہ پر عمل کیا۔ حضرت عمر کے دور خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 427-428 حباب بن منذرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت مسلمانوں کی جو صورتحال تھی اس کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرح کنٹرول میں لائے اس کا یہ واقعہ ہے کہ "حضرت ابو بکر نے حمد و ثنا بیان کی اور کہا کہ دیکھو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یقیناً فوت ہو گئے اور جو اللہ کو پوجتا تھا تو اسے یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور حضرت ابو بکر نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر: 31) کہ تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت بھی پڑھی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۔ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ (آل عمران: 145) کہ محمد صرف ایک رسول ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پھر کیا اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو تم اپنی ایڑھیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو کوئی اپنی ایڑھیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔

سلیمان کہتے ہیں کہ یہ سن کر لوگ اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ سلیمان کہتے ہیں کہ اور انصار بنی ساعدہ کے گھر حضرت سعد بن عبادۃ کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح ان کے پاس گئے۔ حضرت عمر بولنے لگے تھے کہ حضرت ابو بکر نے انہیں خاموش کیا۔ حضرت عمر کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں نے جو بولنا چاہا تھا تو اس لئے کہ میں نے ایسی تقریر تیار کی تھی جو مجھے پسند آئی تھی اور مجھے ڈر تھا کہ حضرت ابو بکر اس تک نہ پہنچ سکیں گے یعنی ویسا نہ بول سکیں گے۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر نے تقریر کی اور ایسی تقریر کی جو بلاغت میں تمام لوگوں کی تقریروں سے بڑھ کر تھی۔ انہوں نے اپنی تقریر کے اثناء میں یہ بھی کہا کہ ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو۔ حُبَاب بن مُنذِر نے یہ سن کر کہا کہ ہرگز نہیں۔ یہاں یہ ذکر اس لئے کر رہا ہوں کہ حُبَاب بن مُنذِر کا یہاں ذکر آتا ہے۔ حُبَاب بن مُنذِر نے یہ سن کر یہ کہا کہ ہرگز نہیں اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر آپ میں سے ہو گا۔ یعنی قریش میں سے بھی ہو اور انصار میں سے بھی ہو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں بلکہ امیر ہم ہیں اور تم وزیر ہو۔ کیونکہ یہ قریش لوگ بلحاظ نسب تمام عربوں سے اعلیٰ ہیں اور بلحاظ حسب وہ قدیمی عرب ہیں اس لئے عمر یا ابو عبیدۃ کی بیعت کر لو۔ حضرت عمر نے کہا نہیں بلکہ ہم تو آپ کی بیعت کریں گے کیونکہ آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے زیادہ

پیارے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کا ہاتھ پکڑا اور ان سے بیعت کی اور لوگوں نے بھی ان سے بیعت کی۔ اس وقت سب نے پھر بیعت کر لی۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب قول النبیؐ لو کنت متخذا خلیلا حدیث3668)

حضرت حُبَاب بن مُنذِر سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ان دو باتوں میں سے کون سی آپ کو زیادہ پسند ہے؟ یہ کہ آپ دنیا میں اپنے صحابہ کے ساتھ رہیں یا یہ کہ اپنے رب کی طرف ان وعدوں کے ساتھ لوٹیں جو اس نے نعمتوں والی جنتوں میں قائم رہنے والی نعمتوں کا آپ سے وعدہ کیا ہے اور اس کا بھی وعدہ کیا ہے کہ جو آپ کو پسند ہو اور جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ بتاؤ تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ تو صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! ہمیں یہ بات زیادہ پسند ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ہوں اور ہمیں ہمارے دشمن کی کمزوریوں سے آگاہ کریں اور اللہ سے دعا کریں تا کہ وہ ان کے خلاف ہماری مدد کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں آسمان کی خبروں سے آگاہ کریں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حُبَاب بن مُنذِر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم نہیں بولتے؟ بڑے خاموش بیٹھے ہو۔ کہتے ہیں میں نے اس پر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جو آپ کے رب نے آپ کے لئے پسند فرمایا ہے وہ اختیار کریں۔ پس آپ نے میری بات کو پسند فرمایا۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3صفحه 483 كتاب معرفة الصحابةؓ ذكر مناقب الحباب بن المنذرؓ حديث 5803 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 2002ء)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت رِفَاعَہ بن رافع بن مالک بن عَجْلَان۔ یہ بھی انصاری ہیں۔ ان کی وفات حضرت امیر معاویہ کی امارت کے ابتدائی ایام میں ہوئی۔ حضرت رِفَاعَہ بن رافع بن مالک بن عَجْلَان۔ ان کی کنیت ابو مُعَاذ ہے۔ والدہ ام مالک بنت اُبَی بن سَلول تھیں جو عبد اللہ بن اُبَی بن سَلول سردار المنافقین کی بہن تھیں۔ یہ بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ غزوہ بدر اور اُحد اور خندق اور بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ کے دو بھائی تھے خلّاد بن رافع اور مالک بن رافع۔ یہ بھی غزوہ بدر میں شامل تھے۔

(اسد الغابه جلد 2صفحه 279 رفاعه بن رافعؓ مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت)

(الطبقات الكبریٰ جلد 3صفحه 447 رفاعه بن رافعؓ مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت 1990ء)

حضرت معاذ نے اپنے باپ حضرت رِفَاعَہ بن رافع سے روایت کی ہے اور ان کے باپ اہل بدر میں سے تھے، انہوں نے کہا کہ جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا آپ مسلمانوں میں اہل بدر کو کیا مقام دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ بہترین مسلم یا ایسا ہی کوئی کلمہ فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اور اسی طرح وہ ملائکہ بھی افضل ہیں جو جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب شهود الملائكة بدرا حدیث 3992)

ملائکہ کس طرح جنگ میں شریک ہوئے؟ حضرت سید زین العابدین شاہ صاحب نے بخاری کی جو شرح لکھی ہے بخاری کی اس میں ان فرشتوں کے شریک ہونے کے حوالے سے جو وضاحت بیان کی ہے وہ اس طرح ہے

کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ (الانفال: 13) "یہ وہ وقت تھا "جب تیرا رب ملائکہ کو بھی وحی کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس مؤمنوں کو ثابت قدم بناؤ۔ میں کفار کے دلوں میں رعب ڈالوں گا۔" پس اے مومنو "تم ان کی گردنوں پر حملے کرتے جاؤ اور ان کے پور پور پر ضربیں لگاتے جاؤ۔ ضرب الْاَعْنَاق، ضربُ الرِّقَاب اور ضَرْبُ كُلَّ بَنَان سے مراد زور دار حملہ ہے جس میں نشانے کی صحت ملحوظ ہو۔" اس سے ملتی جلتی دو تین روایتیں ہیں ان کے بارے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "روایات زیر باب میں فرشتوں کی موجودگی اور مشاہدے کا جو ذکر ہے وہ از قبیل مکاشفات ہے۔ "یعنی مکاشفہ کی صورت میں ہے" اور ان کی جنگ بھی اسی قسم کی ہے جو اُن کے مناسب حال ہے۔ "یعنی جو فرشتوں کے مناسب حال جنگ ہوتی ہے وہ ہے" نہ تیر و تفنگ کی۔ "فرشتوں نے کوئی تیر اور تلواریں نہیں اٹھائی تھیں۔" اور ان کا مشاہدہ روحانی بینائی سے ہوتا ہے، نہ جسمانی آنکھ سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مشاہدہ فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے بھی اور ایسا مشاہدہ اولیاء اللہ کو بھی ہوتا ہے۔ "کہ ملائکۃ اللہ کس طرح لڑتے ہیں" ملائکۃ اللہ ہی کے تصرف میں سے تھا" یہ وضاحت شاہ صاحب کرتے ہیں "کہ عمائد قریش واقعہ نخلہ سے مشتعل ہو کر اپنے طیش میں آپے سے باہر ہو گئے اور یہی واقعہ بعد کی جنگوں کا ایک سبب بنا جن میں کفار قریش کی ہلاکت سے متعلق تقدیر الٰہی پوری ہوئی۔ ملائکۃ اللہ کا طریق کار ہمارے طریقہ کار سے جدا اور ان کا اسلوب جنگ ہمارے اسلوب جنگ سے نرالا ہے۔ بدر کے مقام پر دشمن کا عَقَنْقَلْ "تودۂ ریگ" کے فراز میں پڑاؤ کرنا" وہ اونچائی پر تھے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نشیب وادی میں اترنا اور صحابہ کرام کی قلیل تعداد کا دشمن کی نظر سے اوجھل رہنا، بادو باراں کا ظہور، (بارش ہو گئی۔ اس کا ظہور ہونا) صحابہ کرام کا ایک ایک تیر کا اپنے نشانے پر ٹھیک بیٹھنا۔ (جو بھی تیر صحابہ چلاتے تھے وہ نشانے پر صحیح بیٹھتا تھا۔ اس کا صحیح بیٹھنا) اور کاری ثابت ہونا، دشمن کی سراسیمگی اور صحابہ کرام کی دلجمعی۔" دشمن پریشان تھا اور صحابہ کرام بڑی مستقل مزاجی اور دلجمعی سے جنگ لڑ رہے تھے۔" یہ سب ملائکۃ اللہ کے تصرف کا کرشمہ تھا جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں دی تھی اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ۔ (الانفال: 10) "کہ اور اس وقت کو بھی یاد کرو" جبکہ تم اپنے رب سے التجائیں کرتے تھے اس پر تمہارے رب نے تمہاری دعاؤں کو سنا" اور کہا کہ "میں تمہاری مدد ہزاروں فرشتوں سے کروں گا جن کا لشکر کے بعد لشکر بڑھ رہا ہو گا۔" پھر لکھتے ہیں کہ "دعائے نبوی کی قبولیت سے ظاہری اسباب میں جو جنبش پیدا ہوئی اس کے اندر ایک عجیب تسلسل دکھائی دیتا ہے۔ اس کے حصوں پر یکجائی نظر ڈالنے سے ملائکۃ اللہ کا لشکر بیکراں کارفرما نظر آتا ہے۔" آپ بیان کرتے ہیں کہ "کس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نازک گھڑی میں بحفاظت مکہ مکرمہ سے نکالا اور کس نے اہل مکہ کو غافل رکھا اور پھر کس نے انہیں غار ثور تک لا کر آپؐ کے تعاقب سے قریش کو ناامید واپس لوٹا دیا اور کس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچایا جو اسلام کی ترقی کا اہم مرکز بنا۔"

پھر لکھتے ہیں کہ "حضرت عباس کا ہجرت کے بعد مکہ مکرمہ میں بحالت شرک رہنا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم سے دلی ہمدردی رکھنا اور آپؐ کو مدینہ منورہ میں قریش مکہ کے بدارادوں اور منصوبوں سے آگاہ کرتے رہنا" یعنی حضرت عباس کے ذریعہ سے۔" یہ بھی ملائکۃ اللہ کے تصرف کا ایک حصہ ہے۔" یہ ملائکہ اس طرح کام کرتے ہیں۔" ان سب واقعات کے پس پردہ ملائکہ ہی کی تحریک کارفرما تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور فتح و ظفر مندی کا پس منظر ایمان افروز آیت اَنِّیۡ مُمِدُّکُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ مُرۡدِفِیۡنَ (الانفال:10) کی تفسیر پیش کرتا ہے۔"

پھر شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں کہ "میں نے صحیح بخاری مکمل حضرت خلیفہ اول حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ سے سبقاً سبقاً پڑھی ہے اور اسی طرح قرآن مجید بھی کئی بار در سأ در سأ سنا اور پڑھا ہے۔ آپؓ" یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاول" ملائکۃ اللہ کے تعلق میں فرمایا کرتے تھے کہ نور الدین کو بھی ملائکۃ اللہ سے ہمکلام ہونے کا موقع ملا ہے اور نظام ملکی بہت وسیع نظام ہے۔ انسان کے قویٰ اور ملکات میں سے ہر قوت و ملکہ کے لئے بھی ملائکہ متعین ہیں۔ قوت بصر و بصیرت، قوت سمع و سماعت، قوت لمس و بطش اور عقل و شعور اور قوائے مفکّرۃ و مدبرّہ کے ساتھ اگر ملائکۃ اللہ کی مدد اور ہم آہنگی نہ ہو تو یہ قوتیں بیکار بلکہ نقصان دہ ہو جاتی ہیں۔" ساری انسانی استعدادیں اور قوتیں جو ہیں وہ فرشتوں کی وجہ سے ہی کارآمد ہوتی ہیں۔" پھر لکھتے ہیں کہ "تیر یا گولی کی شست و نشست اسی وقت اپنے نشانے پر راس آسکتی ہے جب عقل و شعور اپنے ٹھکانے پر اور دور و نزدیک کے فاصلے کا اندازہ صحیح ہو۔ اوسان بجا ہوں۔ قوت قلبیہ برقرار ہو ورنہ تیر خطا جائے گا۔" لکھتے ہیں کہ خلیفہ اول "فرمایا کرتے تھے کہ ایک ایک ذہنی اور جسمانی قوت کے ساتھ ملائکۃ اللہ متعین ہیں اور ان کا تعلق ہر انسان کی ہر قوت سے مختلف حالات کفر و ایمان میں کم و بیش ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے ان کی تعداد غزوہ بدر کے ذکر میں تین ہزار اور غزوہ اُحد میں پانچ ہزار بتائی ہے۔

یہ فرق موقع و محل کے اختلاف اور اہمیتِ فرضِ منصبی کی وجہ سے ہے۔ جنگ بدر میں دشمن کی تعداد کم اور جنگ اُحد میں زیادہ اور اسی نسبت سے خطرہ بھی زیادہ اور ملائکہ کی حفاظت بھی زیادہ تعداد میں نازل کئے جانے کا وعدہ ہے۔ فرماتا ہے وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ (آل عمران:127)" کہ "موعودہ نصرت الٰہی کا ظہور اللہ تعالیٰ کی صفت عزیزیت اور صفت حکیمیت سے ہے۔ یہ دونوں صفتیں حسن تدبیر اور کامل غلبہ و استحکام کی متقاضی ہیں جن میں اسباب نصرت کے تمام حلقے ایک دوسرے سے پیہم پیوست ہوتے ہیں۔ ان میں تسلسل و احکام پایا جاتا ہے اور وہ محکم تدبیر الٰہی سے قوی و مضبوط کئے جاتے ہیں۔"

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب شهود الملائكة بدرا جلد 8 صفحہ 718 تا 73 نظارت اشارت ربوہ)

تو یہ ہے وہ ساری اس علم کی گہرائی جو ملائکۃ اللہ کے جنگ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتے بھیجے تھے جو جنگ کر رہے تھے نہ یہ کہ فرشتے خود مار رہے تھے۔ اور بعضوں کے نزدیک تو یہ بھی روایتوں میں ہے کہ فرشتوں نے جن کو مارا اور جن کو زخم لگائے ان کی پہچان بالکل علیحدہ تھی اور جو صحابہ کے ذریعہ سے لوگوں کو زخم پہنچ رہے تھے ان کی پہچان علیحدہ تھی۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الغازی باب شهود الملائكة بدرا جلد 7 صفحہ 396 حدیث 3992 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

یہ غلط چیز ہے۔ اصل یہی ہے کہ فرشتے انسانی قویٰ کو صحیح طرح رہنمائی کرتے ہیں اور ان کا صحیح استعمال کرتے ہیں اور فرشتوں کی طرف سے جب یہ ہو رہا ہوتا ہے تو وہی فرشتوں کا لڑنا ہے۔

حضرت یحییٰ نے مُعاذ بن رِفَاعَہ بن رافع سے روایت کی ہے۔ حضرت رِفَاعَہ اہل بدر میں سے اور ان کے والد حضرت رافع عقبہ میں بیعت کرنے والوں میں سے ایک تھے۔ حضرت رافع اپنے بیٹے حضرت رِفَاعَہ سے کہا کرتے تھے کہ مجھے یہ بات خوش نہ کرتی کہ بجائے بدر میں شریک ہونے کے مَیں عقبہ میں بیعت کرنے والوں میں شامل ہوتا۔ یعنی یہ بات میرے لئے بہت بڑی بات ہے، میرے لئے یہ زیادہ قابل اعزاز ہے کہ میں جنگ بدر میں شامل ہوا بہ نسبت اس کے کہ بیعت عقبہ میں مَیں نے بیعت کی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب شهود الملائكة بدرا حديث 3993)

ایک بہت بڑا اعزاز مجھے جنگ بدر میں شامل ہو کے ملا۔ حضرت رِفَاعَہ بن رافع جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی کے ہمراہ تھے۔ ایک روایت کے مطابق جب حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بصرہ کی طرف لشکر کے ہمراہ نکلے تو حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کی اہلیہ اُمّ الفضل بنتِ حارث نے حضرت علیؓ کو ان کے خروج کی اطلاع دی۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا حیرت ہے کہ لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا اور بغیر اکراہ کے میری بیعت کی۔ میں نے زبردستی تو نہیں کہا تھا کہ بیعت کرو۔

لوگوں نے میری بیعت کی اور طلحہؓ اور زبیرؓ نے بھی میری بیعت کی اور اب وہ لشکر کے ہمراہ عراق کی طرف نکل پڑے ہیں۔ اس پر حضرت رِفَاعَہ بن رافع نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ہمارا گمان تھا کہ ہم لوگ یعنی انصار اس خلافت کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور ہمارا مقام دین میں بڑا ہے مگر آپ لوگوں نے کہا کہ ہم مہاجرین اوّلین ہیں اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور قریبی ہیں اور ہم تمہیں اللہ کی یاد دلاتے ہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی میں ہم سے مزاحمت نہ کرو اور تم لوگ خوب جانتے ہو کہ ہم نے اس وقت تمہیں اور (خلافت کے) امر کو چھوڑ دیا تھا۔ (ہم نے پھر بحث نہیں کی اور بالکل کامل اطاعت کے ساتھ خلافت کی بیعت کر لی۔)" اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ہم نے دیکھا کہ حق پر عمل ہو رہا ہے اور کتاب اللہ کی پیروی کی جا رہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قائم ہے تو ہمارے پاس راضی ہونے کے علاوہ کوئی اور چارہ ہی نہ تھا اور اس کے سوا ہمیں کیا چاہئے تھا اور ہم نے آپ کی بیعت کی اور پھر اس سے رجوع نہیں کیا۔ (پھر پیچھے ہٹے نہیں۔) اب آپ سے ان لوگوں نے مخالفت کی ہے جن سے آپ بہتر ہیں اور زیادہ پسندیدہ ہیں۔

پس آپ ہمیں اپنے حکم سے مطلع فرمائیں۔ اسی اثناء میں حَجَّاج بن غَزِیَّہ اَنصاری آئے اور انہوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! اس معاملے کا تدارک اس سے پہلے کرنا چاہئے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے۔ میری جان کو کبھی چین نصیب نہ ہو، اگر میں موت کا خوف کروں۔ اے انصار کے گروہ! امیر المومنین کی دوسری دفعہ مدد کرو جس طرح تم نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی۔ اللہ کی قسم! یہ دوسری مدد پہلی مدد کی مانند ہو گی سوائے اس کے کہ ان دونوں میں سے پہلی مدد افضل ہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 280-281 رفاعة بن رافعؓ مطبوعہ دار الكتب العلميه بيروت)

بہر حال ان کی وفات حضرت امیر معاویہ کی امارت کے ابتدائی ایام میں ہوئی۔

(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 497 رفاعہ بن رافعؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

تو یہ تھا صحابہ کا ذکر۔ گزشتہ خطبہ کے واقعہ کے حوالے سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔ ایک واقعہ کی مزید وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں نے حضرت عمارؓ کے بارے میں بیان کیا تھا کہ حضرت عمروؓ بن عاص نے ان کی وفات پر بڑے افسوس اور فکر کا اظہار کیا تھا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا تھا کہ عمار بن یاسر کو باغی گروہ قتل کرے گا اور حضرت عمرو بن عاص کو فکر اس لئے تھی کہ وہ امیر معاویہ کی طرف تھے اور حضرت عمار کو شہید کرنے والے حضرت امیر معاویہ کے فوجی تھے۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3 صفحہ 474 كتاب معرفة الصحابه ذكر مناقب عمار بن ياسرؓ حديث 5726 مطبوعه دار الحرمين للطباعة والنشر والتوزيع 1997ء)

بہر حال اس بات پر بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ جب یہ باغی گروپ میں تھے تو پھر ان کا نام اتنی عزت سے کیوں لیا جاتا ہے اور حضرت امیر معاویہ کو بھی جماعت کے لٹریچر میں ایک مقام ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ صحابہ کا جو مقام ہے ہمارا کام نہیں کہ ہم کہیں کہ یہ بخشا جائے گا اور یہ نہیں بخشا جائے گا۔ جس بھی غلط فہمی یا غلطی کی وجہ سے یہ افسوسناک واقعہ ہوا اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اس کا خمیازہ مسلمانوں نے بھگتا بھی۔ یہ سوال ان لوگوں کے ذہنوں میں اٹھتے تھے جو اس زمانے میں تھے اور پھر وہ اپنی بے چینی کو دور کرنے کے لئے دعا بھی کرتے ہوں گے کہ یہ کیا ہو گیا کہ یہ بھی صحابی اور وہ بھی صحابی اور ایک دوسرے کے خلاف لڑ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے رہنمائی بھی مانگتے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی بھی فرماتا تھا)۔

چنانچہ ایک روایت ہے ابو ضحیٰ سے مروی ہے کہ عَمْرو بنِ شُرَحْبِیْل ابومَیْسَرۃ نے (جو حضرت عبد اللہ بن مسعود کے فاضل شاگردوں میں سے تھے) خواب میں دیکھا کہ ایک سرسبز باغ ہے جس میں چند خیمے نصب تھے۔ ان میں حضرت عمارؓ بن یاسر بھی تھے اور چند اور خیمے تھے جن میں ذُوالکَلَاع تھے۔ تو ابو میسرۃ نے پوچھا یہ کیسے ہو گیا کہ ان لوگوں نے تو باہم قتال کیا تھا، جنگ کی تھی۔ جواب ملا کہ ان لوگوں نے پروردگار کو وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃ یعنی بہت بڑا بخشش والا پایا ہے اس لئے اب وہاں اکٹھے ہو گئے۔

(السنن الكبرىٰ للبيهقى جلد 8 صفحہ 302 كتاب قتال اهل البغى باب الدليل على ان فئة الباغية ... الخ حديث 16720 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 2003ء) (الطبقات الكبرىٰ جلد: 3 صفحه: 200 عمار بن ياسرؓ مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت 1990ء)

پس یہ معاملات اب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں۔ ان معاملات اور اختلافات کو ہمارا کام نہیں کہ اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ ان معاملات کو دلوں میں رکھنے کی وجہ سے اور جنگوں کی وجہ سے ہی مسلمانوں کے دلوں میں دوری بڑھتی چلی گئی اور مسلمانوں میں اور تفرقہ پیدا ہوتا چلا گیا اور اس کا نتیجہ ہم آج بھی دیکھ رہے ہیں۔ یہ باتیں ہمارے لئے بھی سبق ہیں کہ ان باتوں کو دلوں میں لانے کی بجائے وحدت پر قائم ہوں۔

جب ایک دفعہ میں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے امیر معاویہ کا کوئی واقعہ بیان

کیا تھا تو کسی نے مجھے عرب ملکوں میں سے یہ لکھا کہ وہ تو باغی اور قاتل گروہ تھا اور اس کا سردار تھا۔ اس کا نام آپ اتنی عزت سے کیوں لیتے ہیں تو ان کے لئے بھی یہ جو خواب کی روایت ہے یہ کافی جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت وسیع ہے۔ ہمیں اپنے معاملات سنبھالنے چاہئیں اور ان لوگوں کے بارے میں اب بجائے کچھ سوچنے کے، کہنے کے اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بعض جگہ حضرت امیر معاویہ کے حوالے سے تعریفی بات کی ہے۔

(ماخوذ از ملائکۃ اللہ، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 552)

پس ہمیں بھی ان بزرگوں کی غلطیوں پر کچھ کہنے کی بجائے ان سے سبق لینا چاہئے۔ حضرت امیر معاویہ کے بارے میں ایک جگہ یہ بھی آتا ہے کہ جب حضرت علیؓ اور ان کی جنگ ہو رہی تھی اور اختلافات بڑے وسیع ہو رہے تھے تو اس وقت کے عیسائی بادشاہ نے کہا کہ مسلمانوں کی حالت اب کمزور ہے تو حملہ کرنا چاہا۔

حضرت امیر معاویہ کو جب یہ پتہ لگا تو انہوں نے کہا کہ تمہاری اگر یہ سوچ ہے تو یاد رکھو کہ اگر تم نے حملہ کیا تو حضرت علیؓ کے جھنڈے کے نیچے لڑنے والا سب سے پہلا جرنیل میں ہوں گا جو اُن کے جھنڈے کے نیچے ان کی طرف سے تمہارے خلاف لڑوں گا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 430)

پس ہوش سے کام لو۔ تو بہرحال ان لوگوں کا یہ مقام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہمیشہ ایک رہیں اور وحدت پر قائم رہیں اور نیکیوں میں بڑھنے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27 جولائی 2018ء تا 02 اگست 2018ء جلد 25 شمارہ 30 صفحہ 05 تا 09)

28

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 13 جولائی 2018ء بمطابق 13 وفا 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صحابہ کے ذکر میں آج میں دو صحابہ کا ذکر کروں گا۔ ایک ہیں حضرت ابو اُسَید مالکؓ بن ربیعہ ساعدی۔

حضرت مالکؓ بن ربیعہ اپنی کنیت ابو اُسَید سے مشہور ہیں۔ بعض نے آپ کا نام ہلال بن ربیعہ بھی بیان کیا ہے۔ آپ کا تعلق خزرج کی شاخ بنو ساعدہ سے تھا۔

(اسد الغابة جلد 5 صفحہ 13 ابو اسید الساعدیؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 5 صفحہ 535 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابو اُسَید مالک بن ربیعہ چھوٹے قد کے تھے۔ سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے۔ آپ کے بال گھنے تھے۔ بڑھاپے میں آپ بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ 60 ہجری میں حضرت معاویہ کے دور میں 75 سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اور غزوہ بدر میں شامل ہونے والے انصار صحابہ میں سے یہ سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 5 صفحہ 536 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(اسد الغابة جلد 5 صفحہ 22 مالك بن ربیعةؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت ابو اُسَید غزوۂ بدر، اُحد، خندق اور اس کے بعد کی جنگوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ فتح مکہ کے موقع پر ان کے پاس قبیلہ بنو ساعدہ کا جھنڈا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 286 اَبُوْ اُسَیْد الساعدی۔ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو اُسید ساعدی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی میں دعوت دی۔ اس دن ان کی بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کر رہی تھی اور وہی دلہن بھی تھی۔ بڑی سادگی سے شادی ہو رہی تھی۔ شادی کی دعوت ہوئی اور دلہن ہی کھانا بھی پکا رہی تھی۔ serve بھی کر رہی تھی۔ حضرت سہل آگے سوال کر کے جواب دے رہے ہیں۔ یہ ان کا انداز ہے۔ کہتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے کیا پلایا؟ انہوں نے آپ کے لئے ایک برتن میں رات کو کھجوریں بھگو دیں۔ جب آپ نے کھانا کھا لیا تو انہوں نے آپ کو شربت پلایا۔

(صحیح مسلم کتاب الاشربة باب اباحة النبیذ الذی لم یشتد و لم یصر مسکرا حدیث 5233)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دفعہ چند قیدی آئے آپ نے ان میں سے ایک عورت

کو روتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے؟ اس نے کہا کہ اس نے میرے اور میرے بیٹے کے درمیان بنو عَبْس میں فروخت کر کے دوری ڈال دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی کے مالک کو بلایا۔ جب بلایا تو دیکھا کہ وہ ابو اُسَید ساعدی تھے۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اس کے اور اس کے بچے کے درمیان دوری ڈالی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ بچہ چلنے سے معذور تھا اور یہ اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی تھیں۔ اس لئے میں نے اس کو بنو عبس میں فروخت کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خود جا کر اسے لے کے آؤ۔ چنانچہ حضرت ابو اُسَید جا کر اس بچے کو واپس لائے اور اسے اس کی ماں کو لوٹا دیا۔

(شرف المصطفیٰ جلد 4 صفحہ 400، جامعہ ابواب صفة اخلاقه وآدابه ﷺ حدیث 1649 مطبوعہ دار البشائر الاسلامیة مکہ۔ 2003ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہے اس میں طاقت ہے یا نہیں، چاہے وہ قیدی ہو یا لونڈی ہو یا غلام ہو لیکن ماں کو بچے کی وجہ سے تکلیف نہیں دی جا سکتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ لگوائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جس پر حضرت بلال سوار تھے سب اونٹوں سے آگے نکل گئی۔ اسی طرح آپ کا ایک گھوڑا تھا۔ گھوڑوں کی دوڑ لگوائی اور آپ کے گھوڑے پر ابو اُسَید ساعدی سوار تھے اور اس نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔

(امتاع الاسماع جلد اول صفحہ 212 "حماية النقيع لخيل المسلمين"۔ دار الكتب العلمية بيروت 1999ء)

حضرت سہل بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو اُسَید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ان کے بیٹے منذر بن ابی اُسَید پیدا ہوئے تو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے اس بچے کو اپنی ران پر بٹھا لیا۔ اس وقت حضرت ابو اُسَید بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول ہو گئے۔ حضرت ابو اُسَید نے اشارہ کیا تو لوگ منذر کو آپ کی ران پر سے اٹھا کر لے گئے۔ جب آپ کو فراغت ہوئی تو پوچھا کہ بچہ کہاں گیا؟ حضرت ابو اُسَید نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے اس کو گھر بھیج دیا ہے۔ آپ نے پوچھا اس کا نام کیا رکھا ہے؟ ابو اُسَید نے کوئی نام بتایا کہ فلاں نام رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس کا نام مُنْذِر ہے۔ آپ نے اس دن اس کا نام منذر رکھا۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب تحویل الاسم الی اسم احسن منه حدیث 6191)

شارحین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بچے کا نام منذر رکھنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت ابو اُسَید کے چچازاد بھائی کا نام منذر بن عمرو تھا جو بئر معونہ میں شہید ہوئے تھے۔ پس یہ نام تفاؤل کی وجہ سے رکھا گیا تھا کہ وہ بھی ان کے اچھے جانشین ثابت ہوں۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب المغازی جلد 7 صفحہ 497 حدیث 4094 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

حضرت سُلَیمان بن یَسَار سے مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے پہلے حضرت ابو اُسَید الساعدی کی بینائی زائل ہو گئی۔ نظر آنا بند ہو گیا۔ آنکھیں خراب ہو گئیں تو اس بات پر آپ کہا کرتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بینائی سے نوازا اور وہ ساری برکات میں نے دیکھیں اور پھر

جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہا تو میری بینائی ختم کر دی۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3 صفحہ 591 كتاب معرفة الصحابة حدیث 6189، مطبوعہ دار الكتب العلميه بيروت 2002ء)

میری نظر ختم ہو گئی تا کہ میں ان بری حالتوں کو نہ دیکھ سکوں۔

حضرت عثمان بن عبید اللہ جو حضرت سعد بن ابی وقاص کے آزاد کردہ غلام تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو قتادہؓ اور حضرت ابو اُسَیدؓ ساعدی کو دیکھا۔ یہ حضرات ہم پر سے گزرتے تھے اس حال میں کہ ہم مکتب میں ہوتے تھے تو ہم ان سے عبیر کی خوشبو محسوس کیا کرتے تھے۔ یہ خوشبو ہے جو زعفران اور کئی چیزوں سے ملا کر بنائی جاتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة جلد 6 صفحہ 216 كتاب الادب باب ما يستحب للرجال ان يوجد ريحه منه، دار الفكر بيروت)

مروان بن الحکم حضرت ابو اُسَید ساعدی کو صدقے پر عامل بنایا کرتے تھے۔ یعنی اکٹھا کرنے کے لئے اور اس کی تقسیم کے لئے۔ حضرت ابو اُسَید ساعدی جب دروازے پر آتے تو اونٹ بٹھاتے اور ان کو تمام چیزیں تقسیم کے لئے دیتے۔ آخری چیز جو ان کو دیتے وہ چابک ہوتا۔ اسے دیتے ہوئے یوں کہتے کہ یہ تمہارے مال میں سے ہے۔ حضرت ابو اسید ایک مرتبہ زکوۃ کا مال تقسیم کرنے آئے اور جو سامان تھا وہ پورا تقسیم کر کے چلے گئے۔ گھر میں جا کر جو سوئے تو خواب میں انہوں نے دیکھا کہ ایک سانپ ان کی گردن سے لپٹ گیا ہے۔ وہ گھبرا کر اٹھے اور پوچھا کہ اے فلاں! (خادمہ سے یا بیوی سے پوچھا کہ) کیا مال میں سے کوئی چیز رہ گئی ہے جو تقسیم کرنے کے لئے مجھے دی گئی تھی۔ وہ بولی کہ نہیں۔ حضرت ابو اُسَید نے فرمایا کہ پھر کیا بات ہے کہ سانپ میری گردن میں لپٹ گیا تھا۔ دیکھو شاید کچھ رہ گیا ہو۔ جب انہوں نے دیکھا تو وہ بولی کہ ہاں اونٹ کو باندھنے والی ایک رسی ہے جس کے ساتھ ایک تھیلے کا منہ باندھ دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو اُسَید نے وہ رسّی بھی جا کر ان کو واپس کر دی۔

(شعب الايمان للبيهقي جلد 5 صفحہ 167 حدیث نمبر 3247، مكتبة الرشد ناشرون رياض 2003ء)

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کو تقویٰ کے باریک ترین معیاروں پر رکھ کر امانت کی ادائیگی کے اعلیٰ ترین معیار قائم کروانا چاہتا تھا اور اسی لئے پھر خوابوں میں بھی ان کی رہنمائی ہو جاتی تھی۔

عُمارہ بن غَزِیَّہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ کچھ جوانوں نے حضرت ابو اُسَید سے انصار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ فضائل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انصار کے تمام قبائل میں سب سے اچھے بنو نجار کے گھرانے ہیں۔ پھر بنو عبد الْاَشْھَل، پھر بنو حارث بن خزرج، پھر بنو ساعدہ اور انصار کے تمام گھرانوں میں خیر ہی خیر ہے۔ حضرت ابو اُسَید اس پر فرماتے تھے کہ اگر میں حق کے سوا کسی چیز کو قبول کرنے والا ہوتا تو میں بنو ساعدہ کے کسی خاندان سے شروع کرتا۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3 صفحہ 592 كتاب معرفة الصحابه حدیث 6194 مطبوعہ دار الكتب العلميه بيروت 2002ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ تاریخ کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے کہ جب عرب فتح ہوا اور اسلام پھیلنے لگا تو کندہ قبیلہ کی ایک عورت جس کا اسماء یا امیمہ نام تھا اور وہ جَوْنِیَہ یا بِنتُ الجَوْن بھی کہلاتی

تھی۔ اس کا بھائی لقمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کی طرف سے بطور وفد حاضر ہوا اور اس موقع پر اس نے یہ بھی خواہش کی کہ اپنی ہمشیرہ کی شادی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دے اور بالمشافہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست بھی کر دی کہ میری بہن جو پہلے ایک رشتہ دار سے بیاہی ہوئی تھی اب بیوہ ہے اور نہایت خوبصورت اور لائق بھی ہے آپ اس سے شادی کر لیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ قبائل عرب کا اتحاد منظور تھا اس لئے آپ نے اس کی یہ دعوت منظور کر لی اور فرمایا کہ ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی پر نکاح پڑھ دیا جائے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ہم معزز لوگ ہیں۔ بڑے رئیس لوگ ہیں یہ مہر تھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ میں نے اپنی کسی بیوی یا لڑکی کا مہر نہیں باندھا۔ جب اس نے رضامندی کا اظہار کر دیا اور اس نے کہا ٹھیک ہے تو نکاح پڑھا گیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کسی آدمی کو بھیج کر اپنی بیوی منگوا لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواُسَید کو اس کام پر مقرر کیا۔ وہ وہاں تشریف لے گئے۔ جونیہ نے ان کو اپنے گھر بلایا تو حضرت اُسَید نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر حجاب نازل ہو چکا ہے۔ اس پر اس نے دوسری ہدایات دریافت کیں جو آپ نے انہیں بتا دیں اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لے آئے اور ایک مکان میں جس کے گرد کھجوروں کے درخت بھی تھے لا کر اتارا۔ اس عورت کے ساتھ جس کی شادی ہوئی تھی اس کی دایہ بھی اس کے رشتہ داروں نے روانہ کی تھی۔ حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ جس طرح ہمارے ملکوں میں بھی ایک بے تکلف نوکر ساتھ جاتی ہے۔ بڑے لوگ، امیر لوگ بھیجا کرتے تھے اس زمانے میں۔ اب تو یہ رواج نہیں، پرانے زمانے میں ہوتا تھا تا کہ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ چونکہ یہ عورت جو تھی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہوئی تھی یا جس کے بھائی نے رشتہ پیش کیا تھا، شادی کی خواہش کی تھی اور پھر نکاح بھی ہو گیا تھا یہ عورت بڑی حسین مشہور تھی اور یوں بھی عورتوں کو دلہن دیکھنے کا شوق ہوتا ہے۔ محلے کی، قریب کی جو دوسری عورتیں ہوتی ہیں جب کوئی نو بیاہتا دلہن آئے تو انہیں اس کو دیکھنے کا شوق ہوتا ہے۔ مدینہ کی عورتیں بھی اس عورت کو دیکھنے گئیں۔ اس کی خوبصورتی بڑی مشہور تھی اور اس عورت کے بیان کے مطابق کسی عورت نے اس کو سکھا دیا کہ رعب پہلے دن ہی ڈالا جاتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس آئیں تو تو کہہ دیجیو کہ میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس پر وہ تیرے زیادہ گرویدہ ہو جائیں گے۔

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات اس عورت کی بنائی ہوئی نہیں تو کچھ تعجب نہیں کہ کسی منافق نے اپنی بیوی یا اور کسی رشتہ دار کے ذریعہ یہ شرارت کی ہو۔ غرض جب اس کی آمد کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ اس گھر کی طرف تشریف لے گئے جو اس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ احادیث میں لکھا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنا نفس مجھے ہبہ کر دے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ملکہ بھی اپنے آپ کو عام آدمیوں کے سپرد کیا کرتی ہے؟ ابواُسَید کہتے ہیں کہ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ اجنبیت کی وجہ سے گھبرا رہی ہے اسے تسلی دینے کے لئے اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ آپ نے اپنا ہاتھ ابھی رکھا ہی تھا کہ اس نے یہ نہایت گندہ اور نامعقول فقرہ کہہ دیا کہ میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ چونکہ نبی خدا تعالیٰ کا نام سن کر ادب کی روح سے بھر جاتا

ہے اور اس کی عظمت کا متوالا ہو جاتا ہے۔ اس کے اس فقرے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً فرمایا کہ تو نے ایک بڑی ہستی کا واسطہ دیا ہے اور اس کی پناہ مانگی ہے جو بڑا پناہ دینے والا ہے اس لئے میں تیری درخواست کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اے ابواُسَید اسے دو چادریں دے دو اور اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ اس کے بعد اسے مہر کے حصہ کے علاوہ بطور احسان دو رازقی چادریں دینے کا آپ نے حکم دیا تا کہ قرآن کریم کا حکم وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ پورا ہو۔ یعنی آپس میں احسان کا سلوک بھول نہ جایا کرو۔ اس کے مطابق آپ نے زائد دیا، احسان کیا۔ حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ جو ایسی عورتوں کے متعلق ہے جن کو بلا صحبت طلاق دے دی جائے اور آپ نے اسے رخصت کر دیا اور ابواُسَید ہی اس کو اس کے گھر پہنچا آئے۔ اس کے قبیلے کے لوگوں پر یہ بات نہایت شاق گزری اور انہوں نے اس کو ملامت کی۔ مگر وہ یہی جواب دیتی رہی کہ یہ میری بدبختی ہے اور بعض دفعہ اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے ورغلایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس آئیں تو تم پرے ہٹ جانا اور نفرت کا اظہار کرنا۔ اس طرح ان پر تمہارا رعب قائم ہو جائے گا۔ معلوم نہیں یہی وجہ ہوئی یا کوئی اور۔ بہر حال اس نے نفرت کا اظہار کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے علیحدہ ہو گئے اور اسے رخصت کر دیا۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 533-535 تفسیر سورۃ البقرۃ: آیت 228)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بیویوں کا الزام لگاتے ہیں کہ خوبصورت عورتوں کے نعوذ باللہ دلدادہ تھے۔ یہ جو سارا واقعہ ہے ان کے لئے کافی جواب ہے۔

حضرت ابواُسَید کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی چیز مانگی جاتی تو آپ نے کبھی انکار نہیں فرمایا۔

(مجمع الزوائد جلد 8 صفحہ 409 کتاب علامات النبوۃ باب فی جودہ حدیث 14179، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

دوسرے صحابی جو وہ ہیں حضرت عبد اللہ بن عبد الاسد ہیں۔ ان کا نام عبد اللہ تھا اور کنیت ابو سلمہ۔ آپ کی والدہ بَرَّہ بنت عبد المطلب تھیں اور آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ انہوں نے ابولہب کی لونڈی ثُوَیبَہ کا دودھ پیا تھا۔ حضرت اُمّ المومنین اُمّ سلمہ پہلے آپ کے نکاح میں تھیں۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 295، عبداللہ بن عبد الاسد، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

اس کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی سیرت خاتم النبیین میں لکھا ہے کہ:

"ابو سلمہؓ بن عبد الاسد تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے اور بنو مخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی وفات پر ان کی بیوہ اُمّ سلمہؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہوئی۔"

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے صفحہ 124)

حضرت عبد اللہ بن عبد الاسد اسلام میں سبقت کرنے والے لوگوں میں سے ہیں۔ ابن اسحاق کے مطابق دس آدمیوں کے بعد آپ اسلام لائے۔ یعنی ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جلد سوم صفحہ 71، عبد اللہ بن عبد الاسد، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوعبیدۃ بن حارث، حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد، حضرت ارقم بن ابو ارقم اور حضرت عثمان بن مظعون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید پڑھ کر سنایا جس پر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہ شہادت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت اور راستی پر ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عبد الاسد اپنی بیوی حضرت اُمّ سلمہ کے ہمراہ پہلی ہجرت حبشہ میں شامل ہوئے۔ حبشہ سے واپس مکہ آنے کے بعد مدینہ ہجرت کی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد خامس صفحہ 153، ابو سلمہ، مکتبہ دار الفکر بیروت لبنان 2003ء)

سیرت خاتم النبیین میں ان کی ہجرت حبشہ کا ذکر ملتا ہے کہ "جب مسلمانوں کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی اور قریش اپنی ایذا رسانی میں ترقی کرتے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ عادل اور انصاف پسند ہے۔ اس کی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ حبشہ کا ملک جسے انگریزی میں ایتھوپیا یا ابے سینیا کہتے ہیں براعظم افریقہ کے شمال مشرق میں واقعہ ہے اور جائے وقوع کے لحاظ سے جنوبی عرب کے بالکل مقابل پر ہے اور درمیان میں بحر احمر کے سوا کوئی اور ملک حائل نہیں۔ اس زمانے میں حبشہ میں ایک مضبوط عیسائی حکومت قائم تھی اور وہاں کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا بلکہ اب تک بھی وہاں کا حکمران اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ حبشہ کے ساتھ عرب کے تجارتی تعلقات تھے۔" حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ " ان ایام میں جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں حبشہ کا دارالسلطنت اکسوم (AXSUN) تھا جو موجودہ شہر عدوا (ADOWA) کے قریب واقع ہے اور اب تک ایک مقدس شہر کی صورت میں آباد چلا آتا ہے۔ اکسوم ان دنوں میں ایک بڑی طاقتور حکومت کا مرکز تھا اور اس وقت کے نجاشی کا ذاتی نام اَصْحَمَہ تھا جو ایک عادل اور بیدار مغز اور مضبوط بادشاہ تھا۔ بہر حال جب مسلمانوں کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ جن جن سے ممکن ہو حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ماہ رجب 5 نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں سے زیادہ معروف کے نام یہ ہیں حضرت عثمان بن عفان اور ان کی زوجہ رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، عبد الرحمن بن عوف، زبیر بن العوام، ابو حذیفہ بن عتبہ، عثمان بن مظعون، مصعب بن عمیر، ابو سلمہ بن عبد الاسد اور ان کی زوجہ حضرت اُمّ سلمہ۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ان ابتدائی مہاجرین میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو قریش کے طاقتور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور کمزور لوگ کم نظر آتے ہیں جس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے۔

اوّل یہ کہ طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی قریش کے مظالم سے محفوظ نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ کمزور لوگ مثلاً غلام وغیرہ اس وقت ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے کہ ہجرت کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے۔ جب یہ مہاجرین جنوب کی طرف سفر کرتے ہوئے شُعَیْبَہ پہنچے جو اس زمانے میں عرب کا ایک بندرگاہ تھا تو اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ان کو ایک تجارتی جہاز مل گیا جو حبشہ کی طرف روانہ ہونے کو بالکل تیار تھا۔ چنانچہ یہ سب امن سے اس میں سوار ہو گئے اور جہاز روانہ ہو گیا۔ قریش مکہ کو ان کی ہجرت کا علم ہوا تو سخت برہم ہوئے کہ یہ شکار مفت میں ہاتھ

سے نکل گیا۔ (ان کا پیچھا کر رہے تھے کہ جانے نہیں دینا لیکن وہ چلے گئے۔) چنانچہ انہوں نے ان مہاجرین کا پیچھا کیا مگر جب ان کے آدمی ساحل پر پہنچے تو جہاز روانہ ہو چکا تھا اس لئے خائب و خاسر واپس لَوٹے۔ حبشہ میں پہنچ کر مسلمانوں کو نہایت امن کی زندگی نصیب ہوئی اور خدا خدا کر کے قریش کے مظالم سے چھٹکارا ملا۔

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے صفحہ 146-147)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ نے (حبشہ سے واپس آنے کے بعد) حضرت ابو طالب سے پناہ طلب کی تو بنو مخزوم میں سے چند اشخاص ابو طالب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ تم نے اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنی پناہ میں رکھا ہی ہوا ہے مگر ہمارے بھائی ابو سلمہ کو تم نے کیوں پناہ دی ہے؟ ابو طالب نے کہا اس نے مجھ سے پناہ طلب کی اور وہ میرا بھانجا بھی ہے اور اگر اپنے بھتیجے کو پناہ نہ دیتا تو بھانجے کو بھی پناہ نہ دیتا۔ ابو لہب نے بنو مخزوم کے لوگوں سے کہا کہ تم ہمیشہ ہمارے بزرگ ابو طالب کو آکر ستاتے ہو اور طرح طرح کی باتیں کرتے ہو بخدا یا تو تم اس سے باز آجاؤ ورنہ ہم ہر ایک کام میں ان کے ساتھ شریک ہوں گے یہاں تک کہ وہ اپنے ارادے کی تکمیل کر لے۔ اس پر ان لوگوں نے (ابو لہب کو مخاطب کرتے ہوئے) کہا کہ اے ابو عتبہ! جس چیز کو تو ناپسند کرتا ہے ہم بھی اس سے پیچھے ہٹتے ہیں۔ ابو لہب کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بنو مخزوم کا دوست تھا اور مددگار بھی تھا اس لئے وہ لوگ اس بات سے باز آگئے کہ ان کو ابو سلمہ کے بارے میں کچھ زور دیں یا زیادتی کریں۔ ابو طالب کو ابو لہب سے موافقت کی بات سن کر (جب انہوں نے موافقت کی بات سنی کہ وہ میرے موافق بات کر رہا ہے اور دوسرے قبیلہ کو روک دیا ہے) امید بندھی کہ یہ بھی ہماری امداد پر آمادہ ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے چند اشعار کہے جن میں ابو لہب کی تعریف کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد پر اسے ترغیب دلائی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 269-270، قصۃ ابی سلمۃؓ فی جوارہ، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001)

لیکن بہر حال اس کا اثر کوئی نہیں ہوا اور مخالفت میں بڑھتا چلا گیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب میرے خاوند حضرت ابو سلمہؓ نے مدینہ جانے کا قصد کیا تو اپنے اونٹ کو تیار کیا اور مجھے اور بیٹے سلمہ کو جو میری گود میں تھا اس پر سوار کروایا اور پھر چل پڑے۔ آگے جا کر بنو مخزوم کے چند لوگوں نے گھیر لیا اور کہا کہ اُمّ سلمہ ہماری لڑکی ہے ہم اس کو تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے کہ تم اسے لے کر شہر بہ شہر پھرتے رہو۔ حضرت اُمّ سلمہ کہتی ہیں غرض یہ کہ ان لوگوں نے میرے خاوند کو مجھ سے چھین لیا۔ حضرت ابو سلمہ کے قبیلہ بنو عبد الاسد کے لوگ اس بات پر بہت خفا ہوئے اور انہوں نے کہا کہ یہ لڑکا ابو سلمہ کا ہے اس کو ہم تمہارے پاس نہیں چھوڑیں گے چنانچہ وہ میرے بچے کو لے گئے۔ (لڑکی کو اس کے قبیلے نے رکھ لیا اور جو بچہ تھا وہ مرد کے قبیلے والے نے لے لیا۔) اور کہتی ہیں کہ میں بالکل تنہا رہ گئی۔ میں ایک سال تک اسی مصیبت میں گرفتار رہی کہ ہر روز اَبْطَح مقام پر جا کر مَیں روتی رہی۔ ایک روز میرے چچا کے بیٹوں میں سے ایک شخص نے مجھے وہاں روتے دیکھا تو اس کو مجھ پر رحم آیا اور اس نے میری قوم بنو مُغِیرۃ سے جا کر کہا کہ تم اس مسکین عورت کو کیوں ستاتے ہو۔ تم نے اس کو اس کے خاوند اور بچے سے جدا کر دیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اس پر انہوں نے مجھے کہہ دیا کہ

اپنے خاوند کے پاس چلی جاؤ۔ حضرت اُمّ سلمہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میرے بیٹے کو بنی عبد الاسد نے واپس کر دیا۔ پھر میں نے اپنے اونٹ کو تیار کیا اور اپنے بچے کو ساتھ لے کر اس پر سوار ہوئی۔ جب میں مدینہ کو روانہ ہوئی تو کوئی بھی مددگار میرے ساتھ نہ تھا۔ جب مقام تنعیم میں پہنچی تو وہاں پر مجھے حضرت عثمان بن طلحہ بن ابو طلحہ، (یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے سَن 6 ہجری میں اسلام قبول کیا تھا) ملے اور مجھے کہنے لگے کہ اے اُمّ سلمہ کدھر جا رہی ہیں؟ میں نے کہا کہ میں اپنے خاوند کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ حضرت عثمان نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ میں نے کہا کہ خدا کی قسم! کوئی بھی نہیں۔ صرف میرا یہ بیٹا اور خدا میرے ساتھ ہے۔ عثمان نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس طرح تن تنہا میں تمہیں ہرگز نہیں جانے دوں گا۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ پھر انہوں نے میرے اونٹ کی مہار پکڑ لی۔ حضرت اُمّ سلمہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے عرب کے آدمیوں میں سے اتنا معزز شخص کوئی نہیں دیکھا۔ جب منزل پر پہنچتے تو اونٹ کو بٹھا کر الگ ہو جاتے۔ (مختلف جگہوں پہ پڑاؤ ڈالتے ہوئے جاتے تھے۔ جب ایک منزل پر پہنچتے تو اونٹ کو بٹھاتے اور الگ ہو جاتے۔) میں جس وقت اونٹ سے اترتی تو وہ اونٹ پر سے اس کا کجاوہ اتار کر اسے درخت سے باندھ دیتے اور علیحدہ درخت کے سائے میں جا کر سو جاتے۔ جب چلنے کا وقت ہوتا تو وہ اونٹ کو تیار کر دیتے اور پھر میں اس پر سوار ہو جاتی اور وہ نکیل پکڑ کر چل پڑتے یہاں تک کہ ہم اسی طرح مدینہ پہنچ گئے۔ حضرت عثمان بن ابو طلحہ نے جب قبا میں بنو عمرو بن عوف کے گاؤں کو دیکھا تو مجھ سے کہا کہ اے اُمّ سلمہ! تمہارے خاوند ابو سلمہ یہیں پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تم خدا کی برکت کے ساتھ اس جگہ میں داخل ہو جاؤ اور پھر عثمان واپس مکّہ کو چلے گئے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 333، ذکر المھاجرین الی المدینہ، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001)

ہجرت کے دوسرے سال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ عُشَیرَہ کے لئے نکلے تو ابو سلمہ کو مدینہ میں امیر مقرر فرمایا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جلد سوم صفحہ 71، عبد اللہ بن عبد الاسد، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)

غزوہ عُشَیرَہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ "جمادی الاولیٰ میں پھر قریش مکہ کی طرف سے کوئی خبر پا کر آپؐ مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور اپنے پیچھے اپنے رضاعی بھائی ابو سلمہ بن عبد الاسد کو امیر مقرر فرمایا۔ اس غزوہ میں آپؐ کئی چکر کاٹتے ہوئے بالآخر ساحل سمندر کے قریب یَنْبُع کے مقام عُشَیرَہ تک پہنچے۔ اور گو قریش کا مقابلہ نہیں ہوا مگر اس میں آپ نے قبیلہ بنو مُدْلِج کے ساتھ انہی شرائط پر جو بنو ضَمُرَہ کے ساتھ قرار پائی تھیں ایک معاہدہ طے فرمایا اور پھر واپس تشریف لے آئے۔"

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے صفحہ 329)

بنو ضَمُرَہ کے ساتھ یہ شرائط طے پائی تھیں کہ بنو ضَمُرَہ مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے اور مسلمانوں کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کریں گے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسلمانوں کی مدد کے لئے بلائیں گے تو وہ فوراً آ جائیں گے۔ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی طرف سے یہ عہد

کیا کہ مسلمان قبیلہ بنو ضَمُرَہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے اور بوقت ضرورت ان کی مدد کریں گے۔ یہ معاہدہ باقاعدہ لکھا گیا اور فریقین کے اس پر دستخط ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد اوّل صفحہ 133 باب ذکر بعثہ رسول اللہ ﷺ الرسل بکتبہ ۔۔۔ الخ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

پھر سیرۃ خاتم النبیین میں لکھا ہے کہ "جنگ اُحد میں جو ہزیمت مسلمانوں کو پہنچی اس نے قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف سر اٹھانے پر آگے سے بھی زیادہ دلیر کر دیا۔ چنانچہ ابھی جنگ اُحد پر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور صحابہ ابھی اپنے زخموں کے علاج سے بھی پوری طرح فارغ نہیں ہوئے تھے کہ محرم 4 ہجری میں اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں یہ اطلاع پہنچی کہ قبیلہ اسد کا رئیس طُلَیحَہ بن خُوَیلد اور اس کا بھائی سلمہ بن خُوَیلد اپنے علاقہ کے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کے لئے آمادہ کر رہے ہیں۔ اس خبر کے ملتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے ملک کے حالات کے ماتحت اس قسم کی خبروں کے خطرات کو خوب سمجھتے تھے فوراً ڈیڑھ سو صحابیوں کا ایک تیز رَو دستہ تیار کر کے اس پر ابو سلمہ بن عبد الاسد کو امیر مقرر فرمایا اور انہیں تاکید کی کہ یلغار کرتے ہوئے پہنچیں اور پیشتر اس کے کہ بنو اسد اپنی عداوت کو عملی جامہ پہنا سکیں انہیں منتشر کر دیں۔ چنانچہ ابو سلمہ نے تیزی مگر خاموشی کے ساتھ بڑھتے ہوئے وسط عرب کے مقام قَطَن میں بنو اسد "تک پہنچ گئے اور "انہیں جا لیا۔ لیکن کوئی لڑائی نہیں ہوئی بلکہ بنو اسد کے لوگ مسلمانوں کو دیکھتے ہی اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ اور ابو سلمہ چند دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ میں واپس پہنچ گئے۔ اس سفر کی غیر معمولی مشقت سے ابو سلمہ کا وہ زخم جو انہیں اُحد میں آیا تھا اور اب بظاہر مندمل ہو چکا تھا پھر خراب ہو گیا اور باوجود علاج معالجہ کے بگڑتا ہی گیا اور بالآخر اسی بیماری میں اس مخلص اور پرانے صحابی نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے وفات پائی۔

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے صفحہ 511)

انہیں اَلْیَسِیْرَۃ کنوئیں کے پانی سے غسل دیا گیا جو عَالیہ مقام پر بنو اُمَیّہ بن زید کی ملکیت میں تھا۔ اس کنوئیں کا نام جاہلیت میں العَیِر تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر اَلْیَسِیْرَۃ رکھ دیا تھا۔ اور حضرت ابو سلمہ کو مدینہ میں دفن کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 128 ابو سلمہ بن عبدالاسد داراحیاء التراث بیروت لبنان 1996ء)

حضرت ابو سلمہ کی جب وفات ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کھلی آنکھوں کو بند کیا اور ان کی وفات کے بعد یہ دعا کی کہ اے اللہ! ابو سلمہ سے مغفرت کا سلوک فرما اور اس کے درجات ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند کر دے اور پیچھے رہ جانے والے اس کے پسماندگان میں خود اس کا قائمقام ہو جا۔ اے تمام جہانوں کے رب! اسے بخش دے اور ہمیں بھی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت ابو سلمہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ دعا کی کہ اے خدا میرے اہل پر میرا جانشین بہترین شخص کو بنانا۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہ سے نکاح کر لیا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جزء ثالث صفحہ 297-296، عبداللہ بن عبدالاسد، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

حضرت اُمّ سلمہ کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو سلمہ حضرت اُمّ سلمہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے جو مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ عزیز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس شخص کو جو بھی مصیبت پہنچے اس پر وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہہ کر یہ کہے کہ اے اللہ! مَیں اپنی اس مصیبت کا آپ کے ہاں سے ثواب طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے اس کا بدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دیتا ہے۔ حضرت اُمّ سلمہ بیان کرتی ہیں کہ جب ابو سلمہ شہید ہوئے تو میں نے یہ دعا مانگی جبکہ میرا دل پسند نہیں کر رہا تھا کہ میں دعا مانگوں کہ اے اللہ! مجھے ان یعنی حضرت ابو سلمہ کا بدل عطا فرما۔ پھر میں نے کہا ابو سلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ کیا وہ ایسے نہ تھے؟ کیا وہ ویسے نہ تھے؟ یعنی ایسی ایسی خوبیوں اور صفات حسنہ کے مالک تھے۔ پھر بھی میں یہ دعا پڑھتی رہی۔ جب حضرت اُمّ سلمہ کی عدت پوری ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شادی کر لی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 132 مکتبہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھا کہ اسی سال (4 ہجری) ماہ شوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ سلمہ سے شادی فرمائی۔ اُمّ سلمہ قریش کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور اس سے پہلے ابو سلمہ بن عبد الاسد کے عقد میں تھیں جو ایک نہایت مخلص اور پرانے صحابی تھے اور اسی سال فوت ہوئے تھے۔ جب اُمّ سلمہ کی عدت (یعنی وہ میعاد جو اسلامی شریعت کی رو سے ایک بیوہ یا مطلقہ عورت پر گزرنی ضروری ہوتی ہے اور اس سے پہلے وہ نکاح نہیں کر سکتی وہ) گزر گئی تو چونکہ اُمّ سلمہ ایک نہایت سمجھدار اور باسلیقہ اور قابل خاتون تھیں اس لئے حضرت ابو بکر کو ان کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ مگر اُمّ سلمہ نے انکار کیا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنے لئے ان کا خیال آیا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اُمّ سلمہ کی ذاتی خوبیوں کے علاوہ جن کی وجہ سے وہ ایک شارع نبی کی بیوی بننے کی اہل تھیں وہ ایک بہت بڑے پائے کے قدیم صحابی کی بیوہ تھیں اور پھر صاحب اولاد بھی تھیں جس کی وجہ سے ان کا کوئی خاص انتظام ہونا ضروری تھا۔ علاوہ ازیں چونکہ ابو سلمہ بن عبد الاسد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پسماندگان کا خاص خیال تھا۔

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ سلمہ کو اپنی طرف سے شادی کا پیغام بھیجا۔ پہلے تو اُمّ سلمہ نے اپنی بعض معذوریوں کی وجہ سے کچھ تامّل کیا اور یہ عذر بھی پیش کیا کہ میری عمر اب بہت زیادہ ہو گئی ہے اور مَیں اولاد کے قابل نہیں رہی۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اَور تھی اس لئے بالآخر وہ رضامند ہو گئیں اور ان کی طرف سے ان کے لڑکے نے ماں کا ولی ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی شادی کر دی۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اُمّ سلمہ ایک خاص پائے کی خاتون تھیں اور نہایت فہیم اور ذکی ہونے کے علاوہ اخلاص و ایمان میں بھی ایک اعلیٰ مرتبہ رکھتی تھیں اور ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ابتداءً حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ مدینہ کی ہجرت میں بھی وہ سب مستورات سے اوّل نمبر پر تھیں۔

حضرت اُم سلمہؓ پڑھنا بھی جانتی تھیں اور مسلمان مستورات کی تعلیم و تربیت میں انہوں نے خاص حصہ لیا۔ چنانچہ کتب حدیث میں بہت سی روایات اور احادیث ان سے مروی ہیں اور اس جہت سے ان کا درجہ ازواج النبی میں دوسرے نمبر پر اور کُل صحابہ (مرد و زن) میں بارہویں نمبر پر ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے صفحہ 530-531)

یہ صحابہ کا ذکر تھا۔ اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے اعلیٰ مقام کو مزید بلندیوں پر لے جاتا چلا جائے اور ہمیں بھی ان نیکیوں کو کرنے کی توفیق دے جو یہ لوگ کرتے رہے۔

اب میں کچھ وفات شدگان کا اعلان کروں گا اور نماز کے بعد ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔

ان میں سے پہلے راجہ نصیر احمد صاحب ناصر ہیں جو واقف زندگی تھے اور مربی سلسلہ تھے اور سابق ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ بھی رہے۔ 6/ جولائی کو صبح گیارہ بجے 80 سال کی عمر میں ان کی طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ کئی سالوں سے آپ بیمار تھے۔ 2012ء سے ان کی طبیعت آہستہ آہستہ خراب چلی آ رہی تھی۔ گزشتہ تین ماہ سے برین ہیمبرج کی وجہ سے بالکل ہی بستر پر تھے۔

7/ مئی 1938ء کو بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کیا۔ اس کے بعد لاہور جا کر محکمہ اریگیشن (Irrigation) میں بطور کلرک نوکری شروع کر دی۔ 1958ء میں انہوں نے زندگی وقف کی اور جامعہ میں داخل ہوئے اور 1965ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد راجہ غلام حیدر صاحب کے ذریعہ آئی تھی جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور بعد میں پھر اپنے والدین اور بہن بھائیوں کی بھی بیعت کروائی۔

راجہ نصیر احمد صاحب کے والد کی خواہش تھی کہ ان کا ایک بیٹا وقف زندگی ہو۔ چنانچہ اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے راجہ صاحب نے 1958ء میں وقف زندگی کا فارم پُر کیا اور اپنے بڑے بھائی راجہ نذیر احمد صاحب ظفر (مرحوم) کے پاس لے گئے کہ اس پر دستخط کر دیں۔ ان کے بھائی نے انہیں کہا کہ سوچ لیں کہ یہ وقف زندگی بڑا مشکل کام ہے اور بڑا محنت کا کام ہے اور بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔

لیکن آپ نے اپنے بھائی کو کہا کہ میں نے بہت سوچ لیا ہے آپ دستخط کر دیں۔ والد تو ان کے فوت ہو چکے تھے۔ اس کے بعد بہرحال آپ نے وقف کیا۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ جامعہ میں داخل ہوئے اور پھر وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر میدان عمل میں آئے۔ جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد 47 سال جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ پاکستان میں مختلف جگہوں پر مربی کے طور پر خدمات سرانجام دیں اور جب بنگلہ دیش اور پاکستان ایک ہوتے تھے تو مشرقی پاکستان میں یا بنگلہ دیش میں بھی اور مشرقی پاکستان میں بھی ان کو بطور مربی خدمت کی توفیق ملی۔ یوگنڈا میں بھی مبلغ کے طور پر رہے۔ زائرے میں رہے۔ انڈونیشیا میں رہے۔

دو سال جامعہ احمدیہ میں بطور استاد بھی خدمت کی توفیق پائی۔ پھر صدر انجمن احمدیہ میں نائب ناظر بھی رہے۔ اس کے بعد دس سال ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ خدمت کی توفیق پائی۔ دو سال ایڈیشنل ناظر رشتہ ناطہ۔ پھر

دو سال ایڈیشنل ناظر اشاعت کے طور پر ان کو توفیق ملی۔ اور 2012ء میں پھر یہ ریٹائرڈ ہوئے۔ ان کی اہلیہ ان کی چچا زاد تھیں جو اِن کی زندگی میں وفات پا گئی تھیں۔ اور ان کے تین بیٹے ہیں۔ راجہ محمد احمد صاحب یہاں لندن میں رہتے ہیں۔ راجہ عطاء المنان مربی سلسلہ وکالت تصنیف ربوہ میں ہیں۔ اور راجہ محمد اکبر بھی یہاں انگلستان میں ہی رہتے ہیں۔ بڑے متوکّل اور دعا گو شخصیت تھے۔

ان کے بیٹے ہی لکھتے ہیں کہ آپ بنگلہ دیش میں تھے تو وہاں ایک دفعہ آگ لگ گئی اور احمدیوں کے گھروں کے قریب تک آگ پہنچ گئی۔ اس پر آپ نے دعا کی کہ اے اللہ تیرے مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے تُو ہمیں اس آگ سے بچالے۔ کہتے ہیں کہ آگ اس گھر کی طرف آئی اور اس کے ایک کونے کو چُھو کے واپس وہیں رک گئی اور آگے نہیں بڑھی اور احمدیوں کے گھر جو تھے نقصان سے بچ گئے۔

یہ جب یوگنڈا میں تھے تو خانہ جنگی کی وجہ سے وہاں کے حالات خراب ہو گئے۔ لیکن پھر بھی آپ تبلیغ کے لئے جاتے رہتے تھے۔ تبلیغ کے لئے صبح جاتے تھے اور شام کو آتے تھے۔ ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں تھی تو قریب قریب کے علاقوں میں جا سکتے تھے۔ وہاں کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ جماعت اسلامی کا ایک شخص آپ کو کسی تبلیغی جماعت کا مولوی سمجھ کر آیا۔ اس نے کہا کہ اچھا میرے پاس ایک گاڑی ہے وہ آپ خرید لیں اور اس نے کہا کہ 1400 ڈالر کی گاڑی لے لیں۔

آخر سودا گیارہ سو پچاس ڈالر میں طے پایا۔ جماعت کے مالی حالات بھی ایسے نہیں تھے کہ گاڑی خرید سکتے۔ نہ راجہ صاحب کے اپنے حالات ایسے تھے کہ گاڑی خرید سکیں۔ مگر آپ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ وہ سودا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ پیسوں کا انتظام کر دے تا کہ میں گاڑی خرید سکوں۔ اور اس لئے دعا کی کہ اپنا چولہا اور بستر رکھ کر تبلیغ کے لئے نکل جایا کروں اور تبلیغ میں سہولت رہے گی۔ کہتے ہیں بڑے پریشان تھے۔ سودا بھی ہو گیا تھا۔ چند دن کی مہلت تھی پیسے دینے کی۔

تو کہتے ہیں ایک دن مَیں نے پوسٹ بکس کھولا تو اس میں سے ایک خط نکلا جو اُن کے ایک نسبتی بھائی کا تھا۔ کینیڈا سے آیا ہوا تھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ میں نے رات خواب دیکھی کہ آپ کو ساڑھے گیارہ سو ڈالر کی ضرورت ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کو کیوں ضرورت ہے۔ لیکن بہر حال وہ پیسے آپ کو بھجوا رہا ہوں اور ساتھ ہی ساڑھے گیارہ سو ڈالر کا چیک بھی تھا۔ اس طرح اور بھی ان کی قبولیت دعا کے بہت سارے واقعات ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت کا ان کو بڑا شوق تھا۔ یہی لکھتے ہیں کہ والد صاحب کو شوق تھا کہ فضا میں بھی اور پانی میں بھی قرآن کریم ختم کریں۔ خشکی میں تو کئی دفعہ ختم کیا۔ اور بحری سفر میں بھی ان کو قرآن کریم ختم کرنے کی توفیق ملی۔ لیکن ہوائی جہاز کا لمبا سفر نہیں تھا تو جتنا بھی جس حد تک سفر کے دوران پڑھ سکتے تھے وہ پڑھا کرتے تھے۔ ان کے واقف زندگی بیٹے راجہ عطاء المنان جو ہیں، مربی ہیں اور وکالت تصنیف میں آجکل کام کر رہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ابّا جان نے ہمیشہ دو نصیحتیں کی تھیں۔ ایک یہ کہ کبھی شرک نہیں کرنا۔ اور دوسرا یہ کہ ہر حال میں خلافت احمدیہ کے ساتھ وابستہ رہنا۔ اور خود بھی انہی باتوں کو اپنی زندگی کا محور بنایا۔ والدہ کی عزت و احترام

کا یہ حال تھا کہ ان کی ہمشیرہ لکھتی ہیں کہ میری والدہ کی اتنی فرمانبرداری تھی کہ اگر کوئی بات وہ بار بار کہتیں تو ہر دفعہ ان کی بات کو اس طرح سنتے جس طرح وہ پہلی دفعہ سن رہے ہیں۔ کبھی یہ نہیں کہا کہ آپ پہلے مجھے یہ کہہ چکی ہیں۔ ان کی بہو جو مربی سلسلہ کی بیوی ہیں وہ لکھتی ہیں کہ اٹھارہ سالوں میں اس گھر سے اور خاص کر ابّا جی اور اُمّی یعنی سسر اور ساس سے سوائے عزت، محبت، پیار، مان کے اور کچھ نہیں ملا اور راجہ صاحب میری مرحومہ والدہ کو کہا کرتے تھے کہ میں آپ کی بیٹی کو میکہ بھلوا دوں گا۔ تو انہوں نے کہا کہ بچیاں میکہ کس طرح بھول سکتی ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ جب سسرال میں کوئی بیٹی کی طرح رکھے تو میکے بھول جایا کرتی ہیں۔

بہر حال انہوں نے اپنی بہوؤں سے بھی بڑا پیار اور محبت کا سلوک رکھا۔ یہی لکھتی ہیں کہ ابّا جی کو میں نے عاشقِ خدا، عاشقِ رسول، عاشقِ مسیح موعود علیہ السلام اور عاشقِ خلفائے کرام اور عاشقِ قرآن اور خلافت سے بے انتہا محبت اور حد درجہ اطاعت کرنے والا، معاملہ فہم، صائب الرائے اور انتہائی حلیم پایا۔ لکھتی ہیں ان کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ ہر مہینے قرآن کریم کا دور مکمل کیا کرتے تھے۔ ان کے رشتہ داروں نے بھی لکھا ہے کہ ہم نے دیکھا ہے اور یہ غیر معمولی تھا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ان کی ضروریات پوری کرتا تھا اور ان کی دعائیں سنتا تھا۔

بہر حال ایک کامیاب مربی اور مبلغ تھے۔ انتظامی صلاحیت بھی تھی۔ خلافت سے ان کا تعلق جو تھا ایک مثالی تعلق تھا اور ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اس طرح کا تعلق تھا کہ جس طرح نبض چلتی ہے اس طرح یہ خلافت کے ساتھ جسم کے ساتھ، دل کے ساتھ چلا کرتے تھے اس طرح ان کا خلافت کے ساتھ تعلق تھا اور پاکستان میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مجھے ناظر اعلیٰ بنایا ہے تو اس وقت بھی ایک نمایاں اطاعت کا پہلو میں نے ان میں دیکھا ہے صرف اس لئے کہ خلیفۃ المسیح نے مقرر کیا ہے اور ان کا نمائندہ ہے اس لئے اس کی اطاعت بھی کرنی ہے۔ بہر حال ایک مثالی اطاعت گزار تھے جو کم کم ہی دنیا میں نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں اور خوبیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ غریبوں کا خیال رکھنے والے۔ جن مربیان کے ساتھ کام کیا ان مربیان کا خیال رکھنے والے۔ ان کی ضروریات کی طرف توجہ دینے والے اور پورا کرنے کی کوشش کرنے والے تھے۔ بہت سارے مربیان نے مجھے لکھا ہے۔

اس کے علاوہ دو شہداء کا جنازہ ہو گا جو جماعت کی وجہ سے تو شہید نہیں لیکن بہر حال ان کی دکان پر ڈاکہ پڑا اور ان کو وہاں ڈاکوؤں نے گولیاں مار کر شہید کر دیا۔ ان میں ایک مبین احمد صاحب شہید ابن محبوب احمد صاحب ہیں اور دوسرے محمد ظفر اللہ صاحب ابن لیاقت علی صاحب ہیں۔

7؍جولائی 2018ء کو تقریباً دوپہر کے تین بجے کراچی کے علاقہ ویٹا چوک چورنگی انڈسٹریل ایریا میں ڈاکوؤں نے فائرنگ کر کے تین احمدی خدام مبین احمد صاحب ابن محبوب احمد صاحب اور ظفر اللہ صاحب اور محمد نصر اللہ صاحب کو زخمی کر دیا تھا جس سے مبین احمد صاحب اور ظفر اللہ صاحب کی شہادت ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کی دکان پر یہ آئے تھے۔ الیکٹرانکس کی دکان تھی اور ڈکیتی کے ساتھ فائرنگ کر گئے۔ کیونکہ انہوں نے

آگے سے resist کیا تو اُنہوں نے فائرنگ کی اور اِن کو شہید کر دیا۔

مکرم مبین احمد صاحب ابن مکرم محبوب احمد صاحب کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا مکرم چوہدری اللہ داد صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے 1940ء میں اپنے بڑے بھائی عبدالعزیز پٹواری صاحب کے ذریعہ بیعت کی۔ بیعت کے بعد ان کے بیٹوں نے ان کی مخالفت شروع کر دی اور گھر میں ان کے لئے ایک الگ جگہ مقرر کر دی اور ان کے بستر اور برتن الگ کر دیئے۔ لیکن انہوں نے بڑے صبر سے حالات کا مقابلہ کیا۔ شہید مرحوم کے دادا مکرم علی محمد صاحب جماعت کے سخت مخالف تھے اور مخالف احمدیت عطاء اللہ شاہ بخاری کے مرید تھے جو سخت مخالف تھا اور جب عطاء اللہ شاہ بخاری نے پارٹیشن کے وقت قائداعظم کے بارے میں نازیبا الفاظ کہے، کافر اعظم کہا اور اسی طرح مسلم لیگ کے خلاف بولے۔

تب ان کے دادا ان سے الگ ہو گئے اور پھر جب برصغیر کی تقسیم ہوئی ہے۔ پاکستان، ہندوستان بنا ہے اور جماعت ہجرت کر کے لاہور آئی تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہجرت کے متعلق پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھا تو ان کا پھر جماعت کی طرف رجحان پیدا ہوا اور قیام پاکستان کے بعد یہ فیملی پھر نو ابشاہ شفٹ ہو گئی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سندھ کے دورے کے دوران شہید مرحوم کے دادا نے ریلوے سٹیشن پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا جب دیدار کیا اور حضور کا چہرہ دیکھا تو پھر کہنے لگے یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا اور بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو گئے۔

مبین احمد صاحب بی اے کے طالبعلم تھے۔ شہادت کے وقت مرحوم کی عمر بیس سال تھی۔ مبین احمد صاحب اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ بردبار طبع، سنجیدہ طبع، متین صورت نوجوان تھے۔ مبین احمد صاحب پنجوقتہ نماز کے عادی تھے۔ گھر میں سب سے پیار سے پیش آتے۔ شہید مرحوم جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ایک فعّال خادم تھے۔ جماعتی کاموں کے لئے اپنا ضروری کام چھوڑنا پڑتا تو پرواہ نہ کرتے تھے۔ شہید مرحوم نے وصیت کی ہوئی تھی اور مسل نمبر آچکا تھا۔

امید ہے انشاء اللہ اب ان کی وصیت بھی منظور ہو جائے گی۔ اہل محلہ سے بھی بڑے دوستانہ تعلقات تھے۔ اور ہر آنے والے چھوٹے بڑے نے ان کی تعریف کی ہے۔ مبین احمد صاحب اسی واقعہ میں شہید ہونے والے دوسرے خادم محمد ظفر اللہ صاحب کے پھوپھی زاد تھے۔ ان کے پسماندگان میں والد مکرم محبوب احمد صاحب، والدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے علاوہ بہنیں مبینہ محبوب عمر 23 سال، کنزہ محبوب عمر 16 سال اور بھائی امین احمد عمر 13 سال ہیں جو سوگوار چھوڑے ہیں۔

دوسرے شہید جن کا جنازہ ہو گا محمد ظفر اللہ صاحب ابن لیاقت علی صاحب ہیں۔ ان کو اس واقعہ کے دوران تین گولیاں لگی تھیں جس سے ان کے دونوں گردے شدید زخمی ہو گئے۔ ان کا آپریشن کیا گیا۔ وہ آپریشن ٹھیک ہو گیا لیکن پھر طبیعت خراب ہو گئی۔ پھر دوبارہ آپریشن کے لئے ڈاکٹروں نے فیصلہ کیا لیکن ایک رات پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں بھی احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا

غلام دین صاحب کے ذریعہ سے ہوا جو ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت عبدالعزیز پٹواری کے کھیتوں پر کام کرتے تھے۔ آپ ایک دن ان کے ساتھ قادیان گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کے بعد بیعت کر لی۔

محمد ظفر اللہ صاحب شہید کی پیدائش اکتوبر 1993ء کی ہے۔ یہ کراچی میں پیدا ہوئے۔ بڑے ہنس مکھ، خوش اخلاق خادم تھے۔ ہر وقت ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رہتی۔ مرحوم جماعتی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ مختلف واسطوں سے خدام الاحمدیہ کے کام کرتے تھے اور اللہ کے فضل سے مرحوم موصی تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 25 سال تھی۔ ان کے پسماندگان میں والد ہیں لیاقت علی صاحب۔ نصیرہ بیگم صاحبہ والدہ۔ پانچ بھائی ہیں۔ وجاہت احمد 33 سال عمر ہے۔ منصور احمد 31 سال، مستنصر احمد 28 سال، شجاع احمد 27 سال، حافظ محمد نصر اللہ 24 سال۔

اس واقعہ میں زخمی ہونے والے تیسرے حافظ نصر اللہ صاحب تھے۔ وہ بھی ان کے بھائی ہیں۔ ان کا آپریشن ہو چکا ہے۔ ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور ان مرحومین کے درجات بلند فرماتا رہے۔ لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03 اگست 2018ء تا 16 اگست 2018ء جلد 25 شمارہ 32-31 صفحہ 05 تا 09)

29

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 20 جولائی 2018ء بمطابق 20 وفا 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی جن کا نام حضرت خَلَّاد بن رَافِع زُرَقی تھا آپ انصاری تھے۔ یہ ان خوش قسمت لوگوں میں شامل تھے جو غزوہ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی کثیر عطا فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 447 خلاد بن رافعؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ مُعَاذ بِن رِفَاعَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں مَیں اپنے بھائی حضرت خَلَّاد بِن رَافِع کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بہت لاغر کمزور اونٹ پر سوار ہو کر بدر کی طرف نکلا یہاں تک کہ ہم بَرِیْد مقام پر پہنچے جو رَوْحاء کے مقام سے پیچھے ہے تو ہمارا اونٹ بیٹھ گیا۔ تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ ہم تجھ سے نذر مانگتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس پر مدینہ لوٹا دے تو ہم اس کو قربان کر دیں گے۔ پس ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے پاس سے گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تم دونوں کو کیا ہوا ہے۔ ہم نے آپ کو ساری بات بتائی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس رکے اور آپ نے وضو فرمایا۔ پھر جو بچا ہوا پانی تھا اس میں لعاب دہن ڈالا۔ پھر آپ کے حکم سے ہم نے اونٹ کا منہ کھول دیا۔ آپ نے اونٹ کے منہ میں کچھ پانی ڈالا۔ پھر کچھ اس کے سر پر، اس کی گردن پر، اس کے شانے پر، اس کی کوہان پر، اس کی پیٹھ پر اور اس کی دم پر (پانی ڈالا)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! رافع اور خَلَّاد کو اس پر سوار کر کے لے جا۔ کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ ہم بھی چلنے کے لئے کھڑے ہوئے اور چل پڑے یہاں تک کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مُنْصَفْ مقام کے شروع میں پالیا اور ہمارا اونٹ قافلے میں سب سے آگے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں دیکھا تو مسکرا دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اس کی وہ کمزوری بالکل دور ہو گئی تھی۔ کہتے ہیں ہم چلتے رہے یہاں تک کہ بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ بدر سے واپسی پر جب ہم مُصَلّٰی مقام پر پہنچے تو وہ اونٹ پھر بیٹھ گیا۔ پھر میرے بھائی نے اس کو ذبح کر دیا اور اس کا گوشت تقسیم کیا اور ہم نے اس کو صدقہ کر دیا۔

(کتاب المغازی للواقدی باب بدر القتال جلد اوّل صفحہ 25 عالم الکتب 1984ء)، (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 181 خلاد بن رافعؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک نذر مانی تھی کہ جب وہ کام آ جائے تو اس کے بعد ہم ذبح کر دیں گے۔ اس کے مطابق انہوں نے اس پر عمل کیا۔ ایک صحابی کا ذکر ملتا ہے ان کا نام حضرت حَارِثَہ بن سُراقہ تھا۔ ان کی وفات 2 ہجری میں جنگ بدر کے موقع پر ہوئی تھی۔ ان کی والدہ رُبَیِّعْ بنتِ نَضْر حضرت انس بن مالک کی پھوپھی تھیں۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 1 صفحہ 704 حارثہ بن سراقۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

ہجرت سے پہلے والدہ کے ساتھ یہ مشرف بہ اسلام ہوئے جبکہ آپ کے والد وفات پا چکے تھے۔

(سیر الصحابہؓ جلد 3 صفحہ 299 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اور حضرت سَائِب بن عُثمان بن مَظْعُون کے درمیان عقد مؤاخات کیا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 307 سائب بن عثمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

مؤاخات کا معاہدہ کروایا تھا، بھائی بھائی کا عقد کروایا تھا۔ ابو نعیم نے بیان کیا کہ حضرت حارثہ بن سراقہ اپنی والدہ سے بہت حسن سلوک سے کام لینے والے تھے یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں حَارِثَہ کو دیکھا۔ حَبَّان بن عَرِقَہ نے بدر کے دن آپ کو شہید کیا۔ اس نے انہیں اس وقت تیر مارا جبکہ آپ حوض سے پانی پی رہے تھے۔ وہ تیر آپ کی گردن پر لگا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے کہ ایک انصاری جوان آپ کے سامنے آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اے حارثہ! تم نے کس حال میں صبح کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ مَیں یقیناً اللہ پر حقیقی ایمان رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو کیا کہہ رہے ہو کیونکہ ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ اس نوجوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا دل دنیا سے بے رغبت ہو گیا ہے۔ میں رات بھر جاگتا ہوں اور دن بھر پیاسا رہتا ہوں۔ یعنی عبادت کرتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں اور میں گویا اپنے پروردگار عزوجل کا عرش ظاہری آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور میں گویا اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ گویا باہم ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اور گویا اہل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اس میں شور مچا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسی پر قائم رہو۔ تم ایک ایسے بندے ہو جس کے دل میں اللہ نے ایمان کو روشن کر دیا ہے۔ پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی اور بدر کے روز جب گھڑ سواروں کو بلایا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے نکلے اور سب سے پہلے سوار تھے جو شہید ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پہلے انصاری تھے جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ حضرت حارثہ کی شہادت کی خبر جب ان کی والدہ کو ملی تو ان کی والدہ حضرت ربیع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ مجھے حارثہ سے کتنا پیار تھا۔ بہت خدمت کیا کرتے تھے۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو میں صبر کر لوں گی اور اگر ایسا نہیں تو پھر خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میں کیا کروں گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اُمّ حارثہ جنت ایک نہیں بلکہ کئی جنتیں ہیں اور حارثہ تو فردوس اعلیٰ میں ہے۔ جو اعلیٰ ترین جنت ہے اس میں ہے۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ میں ضرور صبر کروں گی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حارثہ تو فردوس اعلیٰ میں ہے تو اس پر آپ کی والدہ اس حال میں واپس چلی گئیں کہ وہ مسکرا رہی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں کہ واہ واہ اے حارثہ۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 650-651 حارثہ بن سراقۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غزوہ بدر کے موقع پر خدا تعالیٰ نے کفار کے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار کر کفار کو رسوا کیا اور غزوہ بدر میں شامل ہونے والے مسلمانوں کو عزت بخشی اور خدا تعالیٰ نے اہل بدر کے متعلق خبر پائی تو فرمایا کہ تم جو مرضی کرو تم پر جنت واجب ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو کہا کہ تم جو مرضی کرو جنت واجب ہو گئی ہے۔ یہ مطلب نہیں تھا کہ جو مرضی کرو۔ اب گناہ بھی کرو تو جنت واجب ہے۔ مطلب یہ کہ اب ان سے ایسی کوئی باتیں نہیں ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف ہوں۔ اللہ تعالیٰ خود ان کی رہنمائی فرماتا رہے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا جو کہ غزوہ بدر کے دن شہید ہو گئے تھے کہ وہ جنت الفردوس میں ہیں۔ (شرح زرقانی جلد دوم صفحہ 257 باب غزوہ بدر الکبریٰ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

پھر ایک صحابی حضرت عَبَّاد بن بِشر ہیں۔ جنگ یمامہ گیارہ ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ حضرت عباد بن بشر کی کنیت ابو بشر اور ابو ربیع ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو عبد الاَشْہَل سے تھا۔ ان کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی وہ بھی فوت ہو گئی۔ انہوں نے مدینہ میں حضرت مُصْعَب بن عُمَیر کے ہاتھ پر حضرت سعد بن مُعَاذ اور حضرت اُسَید بن حُضَیر سے پہلے اسلام قبول کیا۔ مؤاخات مدینہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حضرت اَبُو حُذَیفہ بن عُتْبَہ کا بھائی بنایا۔ حضرت عباد بن بشر غزوہ بدر، اُحد، خندق اور تمام غزوات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شامل ہوئے۔ آپ ان اصحاب میں شامل تھے جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 336 عباد بن بشرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے مختلف تواریخ سے لے کے سیرۃ خاتم النبیین میں بھی لکھا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ بدر کی جنگ نے جس طرح مدینہ کے یہودیوں کی دلی عداوت کو ظاہر کر دیا تھا... بدر کی جنگ میں مدینہ کے یہودیوں کا خیال تھا کہ کفار جو ہیں یہ اب مسلمانوں کو ختم کر دیں گے۔ لیکن جنگ کا پانسا مسلمانوں کے حق میں پلٹا گیا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اس وجہ سے یہودیوں کی عداوت بھی ظاہر ہوئی۔ مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ بنو قَینُقَاع کی جلاوطنی بھی دوسرے یہودیوں کو اصلاح کی طرف مائل نہ کر سکی اور وہ اپنی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں میں ترقی کرتے گئے۔ چنانچہ کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ کعب گو مذہباً یہودی تھا لیکن دراصل یہودی النسل نہ تھا بلکہ عرب تھا۔ اس کا باپ اشرف بَنُو نَبھان کا ایک ہوشیار اور چلتا پرزہ آدمی تھا جس نے مدینہ میں آکر بنو نضیر کے ساتھ تعلقات پیدا کئے۔ ان کا حلیف بن گیا اور بالآخر اس نے اتنا اقتدار اور رسوخ پیدا کر لیا کہ قبیلہ بَنُو نَضِیر کے رئیس اعظم ابو رافع بن اَبُو الحُقَیق نے اپنی لڑکی اسے رشتہ میں دے دی۔ اسی لڑکی کے بطن سے کعب پیدا ہوا جس نے بڑے ہو کر اپنے باپ سے بھی بڑھ کر رتبہ حاصل کیا حتی کہ بالآخر اسے یہ حیثیت حاصل ہو گئی کہ تمام عرب کے یہودی اسے گویا اپنا سردار سمجھنے

لگ گئے۔ کعب ایک وجیہ اور شکیل شخص ہونے کے علاوہ ایک قادر الکلام شاعر اور نہایت دولتمند آدمی تھا۔ ہمیشہ اپنی قوم کے علماء اور دوسرے ذی اثر لوگوں کو اپنی مالی فیاضی سے اپنے ہاتھ کے نیچے رکھتا تھا۔ مگر اخلاقی نقطہ نظر سے وہ ایک نہایت گندے اخلاق کا آدمی تھا اور خفیہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کے فن میں اسے کمال حاصل تھا۔ فتنہ وفساد پیدا کرنے کے لئے اسے بڑا کمال حاصل تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو کَعب بن اشرف نے دوسرے یہودیوں کے ساتھ مل کر اس معاہدے میں شرکت اختیار کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان باہمی دوستی اور امن وامان اور مشترکہ دفاع کے متعلق تحریر کیا گیا تھا۔ ظاہراً تو یہ معاہدہ کیا مگر اندر ہی اندر کعب کے دل میں بغض وعداوت کی آگ سلگنے لگ گئی اور اس نے خفیہ چالوں اور مخفی ساز باز سے اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ کعب ہر سال یہودی علماء ومشائخ کو بہت سی خیرات کر دیا کرتا تھا۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد یہ لوگ اپنے سالانہ وظائف لینے کے لئے اس کے پاس گئے تو اس نے باتوں باتوں میں ان کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شروع کر دیا اور ان سے آپ کے متعلق مذہبی کتب کی بناء پر رائے دریافت کی۔ تو انہوں نے کہا کہ بظاہر تو یہ وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کا ہمیں وعدہ دیا گیا تھا۔ کعب اس جواب پر بہت بگڑا اور ان سب کو بڑا سخت سست کہا اور رخصت کر دیا اور جو خیرات انہیں دیا کرتا تھا وہ نہ دی۔ یہودی علماء کی جب روزی بند ہو گئی تو کچھ عرصہ کے بعد پھر کعب کے پاس گئے اور کہا کہ ہمیں علامات کے سمجھنے میں غلطی لگ گئی تھی۔ ہم نے دوبارہ غور کیا ہے۔ دراصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبی نہیں ہیں جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اس جواب سے پھر کعب کا مطلب حل ہو گیا اور اس نے خوش ہو کر ان کو سالانہ خیرات دے دی۔ اب یہ لکھتے ہیں کہ خیر یہ تو ایک مذہبی مخالفت تھی جو گو ناگوار صورت میں اختیار کی گئی لیکن قابل اعتراض نہیں ہو سکتی تھی۔ لوگ مذہبی مخالفت کرتے ہیں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے اور نہ اس بناء پر کعب کو زیر الزام سمجھا جا سکتا تھا۔ یہ اس کے قتل کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ اس کو قتل کیا جائے لیکن وجہ کیا بنی۔ اس کے بعد کعب کی مخالفت زیادہ خطرناک صورت اختیار کر گئی اور بالآخر جنگ بدر کے بعد تو اس نے ایسا رویہ اختیار کیا جو سخت مفسدانہ اور فتنہ انگیز تھا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک حالات پیدا ہو گئے۔ دراصل بدر سے پہلے کعب یہ سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کا یہ جوش ایمان ایک عارضی چیز ہے اور آہستہ آہستہ یہ سب لوگ خود بخود منتشر ہو کر اپنے آبائی مذہب کی طرف لوٹ آئیں گے لیکن جب بدر کے موقع پر مسلمانوں کو غیر متوقع فتح نصیب ہوئی اور رؤوسائے قریش اکثر مارے گئے تو اس نے سمجھ لیا کہ اب یہ نیا دین یونہی مٹتا نظر نہیں آتا۔ چنانچہ بدر کے بعد اس نے اپنی پوری کوشش اسلام کے مٹانے اور تباہ وبرباد کرنے میں صرف کر دینے کا تہیہ کر لیا۔ اس کے دلی بغض وحسد کا سب سے پہلا اظہار اس موقع پر ہوا جب بدر کی فتح کی خبر مدینہ پہنچی تو اس خبر کو سن کر کعب نے علی رؤوس الاشہاد یہ کہہ دیا کہ خبر بالکل جھوٹی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے ایسے بڑے لشکر پر فتح حاصل ہو اور مکہ کے اتنے نامور رئیس خاک میں مل جائیں۔ اور اگر یہ خبر سچ ہے تو پھر اس زندگی سے مرنا بہتر ہے۔ یہ کعب نے کہا۔ جب اس خبر کی تصدیق ہو

گئی اور کعب کو یہ یقین ہو گیا کہ واقعی بدر کی فتح نے اسلام کو وہ استحکام دے دیا ہے جس کا اسے وہم و گمان بھی نہ تھا تو وہ غیظ و غضب سے بھر گیا اور فوراً سفر کی تیاری کر کے اس نے مکہ کی راہ لی۔ وہاں جا کر اپنی چرب زبانی اور شعر گوئی کے زور سے قریش کے دلوں کی سلگتی ہوئی آگ کو شعلہ بار کر دیا۔ ان کے دل میں مسلمانوں کے خون کی نہ بجھنے والی پیاس پیدا کر دی۔ ان کے سینے جذبات انتقام و عداوت سے بھر دیئے۔ اور جب کعب کی اشتعال انگیزی سے ان کے احساسات میں ایک انتہائی درجہ کی بجلی پیدا ہو گئی تو اس نے ان کو خانہ کعبہ کے صحن میں لے جا کر اور کعبہ کے پردے ان کے ہاتھوں میں دے دے کر ان سے قسمیں لیں کہ جب تک اسلام اور بانیٔ اسلام کو صفحہ دنیا سے ملیامیٹ نہ کر دیں گے اس وقت تک چین نہ لیں گے۔ مکہ کے کافروں سے اس نے یہ عہد لیا۔ مکہ میں یہ آتش فشاں فضا پیدا کر کے اس بدبخت نے دوسرے قبائل عرب کا رخ کیا اور قوم بہ قوم پھر کر مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ پھر مدینہ میں واپس آ کر مسلمان خواتین پر تشبیب کہی۔ یعنی اپنے جوش دلانے والے اشعار میں نہایت گندے اور فحش طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا حتی کہ خاندان نبوت کی مستورات کو بھی اپنے اوباشانہ اشعار کا نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کیا اور ملک میں ان اشعار کا چرچا کروایا۔ بالآخر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی اور آپ کو کسی دعوت وغیرہ کے بہانے سے اپنے مکان پر بلا کر چند نوجوان یہودیوں سے آپ کو قتل کروانے کا منصوبہ باندھا۔ مگر خدا کے فضل سے اس کی وقت پر اطلاع ہو گئی اور اس کی یہ سازش کامیاب نہیں ہوئی۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور کعب کے خلاف عہد شکنی، بغاوت، تحریکِ جنگ، فتنہ پردازی، فحش گوئی اور سازشِ قتل کے الزامات پایہ ثبوت کو پہنچ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس بین الاقوامی معاہدے کی رو سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد اہالیان مدینہ سے ہوا تھا آپ مدینہ کی جمہوری سلطنت کے صدر اور حاکم اعلیٰ تھے۔ آپ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ کعب بن اشرف اپنی کارروائیوں کی وجہ سے واجب القتل ہے اور اپنے بعض صحابیوں کو ارشاد فرمایا کہ اسے قتل کر دیا جاوے۔ لیکن چونکہ اس وقت کعب کی فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے مدینہ کی فضا ایسی ہو رہی تھی کہ اگر اس کے خلاف باضابطہ طور پر اعلان کر کے اسے قتل کیا جاتا تو مدینہ میں ایک خطرناک خانہ جنگی شروع ہو جانے کا احتمال تھا جس میں نامعلوم کتنا کشت و خون ہونا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ممکن اور جائز قربانی کر کے بین الاقوامی کشت و خون کو روکنا چاہتے تھے۔ جنگ نہیں چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی کہ کعب کو برملا طور پر پورا سامنے لا کر قتل نہ کیا جاوے بلکہ چند لوگ خاموشی کے ساتھ کوئی مناسب موقع نکال کر اسے قتل کر دیں اور یہ ڈیوٹی آپ نے قبیلہ اوس کے ایک مخلص صحابی محمد بن مسلمہ کے سپرد فرمائی اور انہیں تاکید فرمائی کہ جو طریق بھی اختیار کریں قبیلہ اوس کے رئیس سعد بن معاذ کے مشورہ سے کریں۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ خاموشی کے ساتھ قتل کرنے کے لئے تو کوئی بات کہنی ہو گی یعنی کوئی عذر وغیرہ بنانا پڑے گا جس کی مدد سے کعب کو اس کے گھر سے نکال کر کسی محفوظ جگہ میں قتل کیا جا سکے۔ آپ نے ان عظیم الشان اثرات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو اس موقع پر ایک خاموش سزا کے طریق کو چھوڑنے سے پیدا ہو سکتے تھے فرمایا کہ اچھا۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ نے سعد بن معاذ کے مشورہ سے ابو نائلہ اور دو تین

اور صحابیوں کو اپنے ساتھ لیا اور کعب کے مکان پر پہنچے اور کعب کو اس کے اندرون خانہ سے بلا کر کہا کہ ہمارے صاحب یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے صدقہ مانگتے ہیں اور ہم تنگ حال ہیں۔ کیا تم مہربانی کر کے ہمیں کچھ قرض دے سکتے ہو۔ یہ بات سن کر کعب خوشی سے کود پڑا۔ کہنے لگا واللہ ابھی کیا ہے وہ دن دور نہیں جب تم اس شخص سے بیزار ہو کر اسے چھوڑ دو گے۔ اس پہ محمد نے جواب دیا خیر ہم تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کر چکے ہیں اور اب ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس سلسلہ کا انجام کیا ہوتا ہے مگر تم یہ بتاؤ کہ قرض دو گے یا نہیں۔ کعب نے کہا کہ ہاں مگر کوئی چیز رہن رکھو۔ محمد نے پوچھا کیا چیز؟ اس بدبخت نے جواب دیا کہ اپنی عورتیں رہن رکھ دو۔ محمد نے غصہ کو دبا کر کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارے جیسے آدمی کے پاس ہم اپنی عورتیں رہن رکھ دیں تمہارا تو اعتبار کوئی نہیں۔ اس نے کہا اچھا تو پھر بیٹے سہی۔ محمد نے جواب دیا یہ بھی ناممکن ہے کہ ہم اپنے بیٹے تمہارے پاس رکھوا دیں۔ ہم سارے عرب کا طعن اپنے سر پر نہیں لے سکتے۔ البتہ اگر تم مہربانی کرو تو ہم اپنے ہتھیار رہن رکھ دیتے ہیں۔ کعب راضی ہو گیا اور محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی رات کو آنے کا وعدہ دے کر واپس چلے آئے۔ جب رات ہوئی تو یہ پارٹی ہتھیار وغیرہ ساتھ لے کر کیونکہ اب وہ کھلے طور پر ہتھیار ساتھ لے جا سکتے تھے کعب کے مکان پر پہنچے اور اس کو گھر سے نکال کر باتیں کرتے کرتے ایک طرف لے آئے اور پھر تھوڑی دیر بعد چلتے چلتے اس کو قابو کر کے وہ صحابہ جو پہلے ہتھیار بند تھے انہوں نے تلوار چلائی اور اسے قتل کر دیا۔ بہرحال کعب قتل ہو کر گرا اور محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی وہاں سے رخصت ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ کو اس قتل کی اطلاع دی۔ جب کعب کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو شہر میں ایک سنسنی پھیل گئی اور یہودی لوگ سخت جوش میں آ گئے اور دوسرے دن صبح کے وقت یہودیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ہمارا سردار کعب بن اشرف اس طرح قتل کر دیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سن کر فرمایا کہ کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ کعب کس کس جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ اور پھر آپ نے اجمالاً ان کو کعب کی عہد شکنی، تحریکِ جنگ اور فتنہ انگیزی اور فحش گوئی اور سازش قتل وغیرہ کی کارروائیاں یاد دلائیں جس پر یہ لوگ ڈر کر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہیں چاہئے کہ کم از کم آئندہ کے لئے ہی امن اور تعاون کے ساتھ رہو اور عداوت اور فتنہ و فساد کے بیج نہ بوؤ۔ چنانچہ یہود کی رضامندی کے ساتھ آئندہ کے لئے ایک نیا معاہدہ لکھا گیا اور یہود نے مسلمانوں کے ساتھ امن و امان کے ساتھ رہنے اور فتنہ و فساد کے طریقوں سے بچنے کا از سر نو وعدہ کیا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 466 تا 470)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سن کر یہ نہیں فرمایا کہ مسلمانوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اس کے جرم گنوائے اور اس کا جو ظاہری نتیجہ نکلنا چاہئے تھا وہ بتایا کہ ان حرکتوں کے بعد اُسے قتل تو ہونا تھا اور یہود کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ آپ صحیح فرما رہے ہیں تبھی تو نیا معاہدہ کیا تا کہ اس قسم کے واقعات آئندہ نہ ہوں اور پھر پُرامن فضا آئندہ کے لئے قائم ہو جائے۔ یہ نہ ہو کہ اب یہودی بدلے لینے شروع کریں پھر مسلمان انہیں سزا

دیں۔ اگر یہودی قتل کیا جانا غلط سمجھتے کہ نہیں اس طریقے سے غلط کیا گیا ہے تو خاموش نہ ہوتے بلکہ خون بہا کا مطالبہ کرتے۔ یہ مطالبہ تو انہوں نے نہیں کیا اور خاموشی دکھائی تو یہ تمام باتیں بتاتی ہیں کہ اس وقت کے قانون کے مطابق یہ قتل جائز تھا۔ کیونکہ جو فتنہ یہ پھیلا رہا تھا یہ قتل سے بھی بڑھ کر تھا اور یہی ایسے مجرم کی سزا تھی اور ہونی چاہئے تھی اور اس وقت کے رواج کے مطابق جب اس کو سزا دی گئی تو جیسا کہ میں نے کہا اس طرح سزا دی جا سکتی تھی۔ اس رواج کے مطابق اگر سزا دی جا سکتی تھی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں اور یہودیوں کے رویے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے تو پھر اعتراض کی بھی گنجائش نہیں۔ اگر نہ دی جا سکتی ہوتی تو یہودی یقیناً سوال اٹھاتے کہ مقدمہ چلا کر اور پھر ظاہراً کھلے طور پر سزا کیوں نہیں دی گئی۔

پس یہ بات ثابت کرتی ہے کہ اس کا یہ قتل بالکل جائز تھا اور یہ سزا تھی لیکن یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ آجکل کے شدت پسند گروہ ایسی باتوں سے غلط sense میں بات کرتے ہیں اور اسی طرح حکومتیں بھی اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کا قتل کرنا جائز ہے۔ اول تو فتنہ اس طرح پھیلایا نہیں جا رہا۔ جن کو قتل کیا جاتا ہے وہ فتنہ پھیلانے والوں میں نہیں ہیں۔ دوسرے صرف وہاں مجرم کو سزا دی گئی تھی نہ اس کے خاندان کو نہ کسی اور کو۔ یہ لوگ جب قتل کرتے ہیں تو معصوموں کو قتل کر رہے ہیں۔ عورتوں کو قتل کر رہے ہیں۔ بچوں کو قتل کر رہے ہیں۔ کئی لوگوں کو اپاہج کر رہے ہیں۔ بہرحال آجکل کے قاعدہ اور قانون کے مطابق یہ چیز جائز نہیں اور اُس وقت وہ سزا صحیح تھی اور واجب تھی اور حکومت نے اس کو دی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عَبَّاد بن بِشر کو بنو سُلَیم اور مُزَیْنَہ کے پاس صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عباد بن بشر ان کے پاس دس دن مقیم رہے۔ وہاں سے واپسی پر بنو مُصْطَلِقْ سے صدقہ وصول کرنے گئے۔ وہاں بھی آپ کا قیام دس دن کا رہا۔ اس کے بعد آپ واپس مدینہ آ گئے۔ اسی طرح یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباد بن بشر کو غزوہ حنین کے مال غنیمت کا عامل مقرر فرمایا تھا اور غزوہ تبوک میں آپ کو اپنے پہرے کا نگران مقرر فرمایا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 336 عباد بن بشرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

آپ کا شمار فاضل صحابہ کرام میں ہوتا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ انصار میں سے تین شخص ایسے تھے کہ ان کے اوپر انصاری صحابہ میں سے کسی اور کو افضل شمار نہیں کیا جا سکتا اور وہ سب کے سب قبیلہ بنو عَبْدُ الْاَشْھَل میں سے تھے۔ وہ تین یہ تھے۔ حضرت سعد بن معاذ، حضرت اُسَیْد بن حُضَیْر اور حضرت عباد بن بشر۔

حضرت عباد بن بشر سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے انصار کے گروہ تم لوگ میرے شِعَارْ ہو۔ (یعنی وہ کپڑا جو سب کپڑوں سے نیچے ہوتا ہے اور بدن سے ملا رہتا ہے۔) اور باقی لوگ دِثَار ہیں۔ (یعنی وہ چادر جو اوپر اوڑھی جاتی ہے۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اطمینان ہے کہ تمہاری طرف سے مجھے کوئی تکلیف دِہ بات نہیں پہنچے گی۔ حضرت عباد بن بشر جنگ یمامہ میں 45 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں آپ نے عباد بن بشر کی آواز سنی جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عائشہ کیا یہ عباد کی آواز ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ عباد پر رحم کر۔

اسی طرح حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخص ایک تاریک رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے۔ ان میں سے ایک حضرت عباد بن بشر تھے اور دوسرے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اُسَید بن حُضَیر تھے اور ان کے ساتھ دو چراغ جیسے تھے جو ان کے سامنے روشنی کر رہے تھے۔ جب وہ دونوں جدا جدا ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہو گیا۔ (رات کو اندھیرے میں روشنی دکھانے کے لئے۔) آخر وہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ گئے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب منہ حدیث 465)(صحیح البخاری کتاب الشہادات باب شہادۃ الاعمی ... الخ حدیث 2655)(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 149-150 عباد بن بشرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

صلح حدیبیہ کے سفر میں بھی یہ شامل تھے۔ اس سفر کی تفصیل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اوپر چودہ سو صحابیوں کی جمعیت کے ساتھ ذوقعدہ 6ھ ہجری کے شروع میں پیر کے دن بوقت صبح مدینہ سے روانہ ہوئے اور اس سفر میں آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ سلمہ آپ کے ہم رکاب تھیں۔ اور مدینہ کا امیر نُمَیلَہ بن عبد اللہ کو اور امام الصلوٰۃ عبد اللہ بن اُمّ مکتوم کو جو آنکھوں سے معذور تھے مقرر کیا گیا تھا۔ جب آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے جو مدینہ سے قریباً چھ میل کے فاصلے پر مکہ کے رستے پر واقع ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرنے کا حکم دیا اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد قربانی کے اونٹوں کو جو تعداد میں ستّر تھے نشان لگائے جانے کا ارشاد فرمایا اور صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ حاجیوں کا مخصوص لباس یعنی جو احرام کہلاتا ہے وہ پہن لیں اور آپ نے خود بھی احرام باندھ لیا اور پھر قریش کے حالات کا علم حاصل کرنے کے لئے کہ آیا وہ کسی شرارت کا ارادہ تو نہیں رکھتے ایک خبر رساں بُسر بن سُفیان نامی کو جو قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتا تھا جو مکہ کے قریب آباد تھے آگے بھجوا کر آہستہ آہستہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مزید احتیاط کے طور پر مسلمانوں کی بڑی جمعیت کے آگے آگے رہنے کے لئے عَبَّاد بن بِشر کی کمان میں بیس سواروں کا ایک دستہ بھی متعین فرمایا۔ جب آپ چند روز کے سفر کے بعد عُسْفَانْ کے قریب پہنچے جو مکہ سے تقریباً دو منزل کے راستے پر واقع ہے تو آپ کے خبر رساں نے واپس آکر آپ کی خدمت میں اطلاع دی کہ قریش مکہ بہت جوش میں ہیں اور آپ کو روکنے کا پختہ عزم کئے ہوئے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے اپنے جوش اور وحشت کے اظہار کے لئے چیتوں کی کھالیں پہن رکھی ہیں اور جنگ کا پختہ عزم کر کے بہر صورت مسلمانوں کو روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قریش نے اپنے چند جانباز سواروں کا ایک دستہ خالد بن ولید کی کمان میں جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے آگے بھجوا دیا ہے اور یہ کہ یہ دستہ اس وقت مسلمانوں کے قریب پہنچا ہوا ہے اور اس دستہ میں عکرمہ بن ابو جہل بھی شامل ہے۔ یہ خبریں آپ کو دی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنی تو تصادم سے بچنے کی غرض سے صحابہ کو حکم دیا کہ مکہ کے معروف راستے کو چھوڑ کر

دائیں جانب ہوتے ہوئے آگے بڑھیں۔ چنانچہ مسلمان ایک دشوار گزار اور کٹھن راستے پر پڑ کر سمندر کی جانب سے ہوتے ہوئے آگے بڑھنا شروع ہوئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 749-750)

اور وہاں پہنچے۔ آگے پھر صلح حدیبیہ کا سارا واقعہ ہے تو عَبَّاد بن بِشر بھی ان لوگوں میں شامل تھے جن کو ایک دستہ کا سوار بنا کر معلومات لینے کے لئے بھیجا۔ بہت قابلِ اعتبار قابلِ اعتماد صحابی تھے جن پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ اعتماد تھا۔

حضرت عَبّاد بن بِشر حدیبیہ کے موقع پر ہونے والی بیعت جس کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے اس میں شامل ہونے والے صحابہ کرام میں سے ہیں۔ غزوہ ذاتُ الرِّقَاع کا ایک واقعہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ایک جگہ پر قیام فرمایا۔ اس وقت تیز ہوا چل رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی پر فروکش ہوئے تھے۔ آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ کون ہے جو آج رات ہمارے لئے پہرہ دے گا۔ اس پر حضرت عبّاد بن بِشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کا پہرہ دیں گے۔ اس کے بعد وہ دونوں گھاٹی کی چوٹی پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عباد بن بشر نے حضرت عمار بن یاسر سے کہا کہ ابتدائی رات مَیں پہرہ دے لوں گا اور ان کو کہا کہ تم جا کر سو جاؤ۔ اور آخر رات میں تم پہرہ دے دینا تا کہ مَیں سو جاؤں۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسر تو سو گئے اور حضرت عباد بن بشر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

ادھر نجد کے علاقے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اُن کی زیادتیوں کی وجہ سے عورتوں کو جو پکڑا تھا تو ان میں سے ایک عورت کا شوہر اس وقت غائب تھا۔ اگر وہ ہوتا تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہوتی لیکن بہر حال جب وہ واپس آیا تو اسے پتہ چلا کہ اس کی بیوی کو مسلمانوں نے قیدی بنا لیا ہے۔ اس نے اسی وقت قسم کھائی کہ میں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان نہ پہنچالوں یا ان کے اصحاب کا خون نہ بہا لوں۔ چنانچہ وہ پیچھا کرتا ہوا اس وادی کے قریب آیا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فروکش تھے۔ جب اس نے وادی کے درّہ پر حضرت عباد بن بشر کا سایہ دیکھا تو بولا کہ یہ دشمن کا پہریدار ہے۔ اس نے تیر کمان پر چڑھا کر چلا دیا جو حضرت عباد بن بشر کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ حضرت عباد بن بشر اس وقت نماز میں مصروف تھے۔ انہوں نے تیر نکال کر پھینک دیا اور نماز جاری رکھی اس نے دوسرا تیر مارا۔ وہ بھی انہیں لگا۔ انہوں نے اس کو بھی نکال کے پھینک دیا۔ پھر جب تیسرا تیر مارا تو حضرت عباد بن بشر کا کافی خون بہہ نکلا۔ انہوں نے نماز مکمل کی اور حضرت عمار بن یاسر کو جگایا۔ جب حضرت عمار بن یاسر نے حضرت عباد بن بشر کو زخمی حالت میں دیکھا تو پوچھا کہ پہلے کیوں نہیں جگایا۔ تو کہنے لگے کہ میں نماز میں سورۃ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ میرا دل نہیں چاہا کہ میں نماز کو توڑوں۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد دوم صفحہ 368-369 غزوہ ذات الرقاع دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

یہ تھی ان لوگوں کی عبادتوں کی حالت۔ حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عَبّاد بن بِشر کو کہتے ہوئے سنا کہ اے ابو سعید! میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ آسمان میرے لئے کھول دیا گیا۔ پھر ڈھانک دیا گیا۔ کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ انشاء اللہ مجھے شہادت نصیب ہو گی۔ مَیں نے کہا اللہ کی قسم تُو

نے بھلائی دیکھی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت عَبّاد بن بِشر انصار کو پکار رہے تھے کہ تم لوگ تلواروں کے میان توڑ ڈالو۔ اور لوگوں سے جدا ہو گئے۔ انہوں نے انصار میں سے چار سو آدمی چھانٹ لئے جن میں کوئی اور شامل نہ تھا جن کے آگے حضرت عَبّاد بن بِشر، حضرت ابُو دُجَانہ اور حضرت بَرَاء بن مالِک تھے۔ یہ لوگ باب الحدیقہ تک پہنچے اور سخت جنگ کی۔ حضرت عَبّاد بن بِشر شہید ہوئے۔ میں نے ان کے چہرے پر تلوار کے اس قدر نشان دیکھے کہ صرف جسم کی علامت سے پہچان سکا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 336-337 عباد بن بشرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر حضرت سَوَادْ بن غَزِیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ بھی انصاری تھے۔ ان کا ذکر بھی آتا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو عدی بن نجار سے تھا۔ غزوہ بدر اور اُحد اور خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں انہوں نے خالد بن ہشام مخزومی کو قید کیا تھا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خیبر کا عامل بنا کر بھیجا تھا۔ آپ وہاں سے عمدہ کھجوریں لے کر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک صاع عمدہ کھجوریں دو صاع عام کھجوروں کے بدلے میں خریدیں۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 590 سواد بن غزیۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجوریں پسند آئیں تو آپ نے اس کی جو موجودہ قیمت تھی وہ کھجوروں کے مقابلے میں کھجوریں دے کر خرید لیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سیرت خاتم النبیین میں غزوہ بدر کے واقعات میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت سَواد کی خوش بختی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ذکر ملتا ہے۔ رمضان دو ہجری کی سترہ تاریخ جمعہ کا دن تھا۔ عیسوی حساب سے 14 مارچ 623 عیسوی تھی۔ صبح اٹھ کر سب سے پہلے نماز ادا کی گئی اور پھر پرستاران احدیت کھلے میدان میں خدائے واحد کے حضور سر بسجود ہوئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد پر ایک خطبہ فرمایا۔ پھر جب ذرا روشنی ہوئی تو آپ نے ایک تیر کے اشارے سے مسلمانوں کی صفوں کو درست کرنا شروع کیا۔ ایک صحابی سَواد نامی صف سے کچھ آگے نکل کے کھڑا تھا۔ آپ نے اسے تیر کے اشارے سے پیچھے ہٹنے کو کہا مگر اتفاق سے آپ کے تیر کی لکڑی اس کے سینے پہ جا لگی۔ اس نے جرأت کے انداز سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو خدا نے حق و انصاف کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ یہ عجیب واقعہ ہے کہ تیر سے لائنیں سیدھی کر رہے تھے تو تیر کی لکڑی لائن سے باہر نکلے اس کے سینے پہ لگ گئی۔ اس نے بڑی جرأت سے کہا کہ آپ کو خدا نے حق و انصاف کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مگر آپ نے مجھے ناحق تیر مارا ہے۔ واللہ میں تو اس کا بدلہ لوں گا۔ اس پر صحابہ بڑے حیران پریشان انگشت بدنداں تھے کہ سَواد کو کیا ہو گیا ہے۔

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ اچھا سَواد میں نے تمہیں مارا ہے تو تم بھی مجھے تیر مار لو۔ آپ نے اپنے سینے سے کپڑا اٹھا دیا۔ سَواد نے فرطِ محبت سے آگے بڑھ کر آپ کا سینہ چوم لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ سواد! یہ تمہیں کیا سوجھی؟ اس نے رقّت بھری آواز میں

عرض کیا کہ یارسول اللہ دشمن سامنے ہے۔ کچھ خبر نہیں کہ یہاں سے بچ کے جانا بھی ملتا ہے یا نہیں۔ میں نے چاہا کہ شہادت سے پہلے آپ کے جسم مبارک سے اپنا جسم چھولوں اور پیار کروں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے بھلائی کی دعا کی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 357-358)، (اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 590)

ان صحابہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے بھی عجیب انداز تھے۔ ایک حضرت عُکاشہؓ کا واقعہ آتا ہے وہ تو بڑی عمر میں جا کر بہت بعد کی بات ہے اور یہ شروع کی بات ہے۔ یہ ہر وقت اس تاک میں رہتے تھے، اس کوشش میں رہتے تھے کہ کس طرح کوئی موقع ملے اور ہم عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ صرف اظہار کریں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے برکتیں حاصل کرنے والے بھی ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان چمکتے ستاروں کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ہمیں بھی عشقِ رسولِ عربی کی حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03 اگست 2018ء تا 16 اگست 2018ء جلد 25 شمارہ 32-31 صفحہ 25 تا 28)

30

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 27 جولائی 2018ء بمطابق 27 وفا 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صحابہ کے ذکر میں آج میں دو صحابہ کا ذکر کروں گا۔ **پہلے ہیں حضرت منذر بن محمد انصاری۔**

حضرت منذر بن محمد کا تعلق قبیلہ بنو حُجَیْجَا سے تھا۔ مدینہ تشریف لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت منذر بن محمد اور طفیل بن حارث کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 248 منذر بن محمدؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

جب حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اور حضرت ابو سَبْرَہ بن اَبِی رُھْم مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو انہوں نے حضرت مُنذر بن محمد کے گھر قیام کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 55 زبیر بن العوامؓ، صفحہ 61 حاطب بن ابی بلتعہ، صفحہ 215 ابو سبرہ بن ابی رھم مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت منذر نے غزوہ بدر اور اُحد میں شرکت کی اور بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 248 منذر بن محمدؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

بئر معونہ کا پہلے بھی ایک دو جگہ صحابہ کے واقعات میں ذکر ہو چکا ہے۔ دوبارہ اس حوالے سے مختصر ذکر کر دیتا ہوں۔ حضرت منذر کی شہادت کی جو تفصیل "سیرت خاتم النبیین" میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے لکھی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر 4 ہجری میں منذر بن عمرو انصاری کی امارت میں صحابہ کی ایک پارٹی روانہ فرمائی۔ یہ لوگ عموماً انصار میں سے تھے۔ ان کی تعداد ستّر تھی۔ سارے کے سارے قاری تھے۔ یعنی قرآن خواں تھے۔ جو دن کے وقت جنگل سے لکڑیاں جمع کرتے، لکڑیاں بیچتے اور پھر اپنا پیٹ پالتے۔ رات کا بہت سا حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ جب یہ لوگ اس مقام پر پہنچے جو ایک کنوئیں کی وجہ سے بئر مَعُوْنَہ کے نام سے مشہور تھا تو ان میں سے ایک شخص حَرَام بن مِلْحَان جو انس بن مالک کے ماموں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوت اسلام کا پیغام لے کر قبیلہ عامر کے رئیس اور اَبُوبَرَاء عامر کے بھتیجے عامر بن طفیل کے پاس آگے گئے۔ باقی صحابہ پیچھے رہے۔ جب حرام بن ملحان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے طور پر عامر بن طفیل اور ان کے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے شروع میں تو منافقانہ طور پر بڑی آؤ بھگت کی لیکن جب وہ

مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور اسلام کا پیغام پہنچانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگے تو ان میں سے بعض شریروں نے کسی آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے اس بے گناہ ایلچی کو پیچھے کی طرف سے نیزے کا وار کر کے وہیں ڈھیر کر دیا۔ اس وقت جب حَرام بن ملحان زخمی ہوئے تو ان کی زبان پر الفاظ تھے کہ اَللّٰہُ اَکْبَر فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ کہ اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم! کہ مَیں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ عامر بن طفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے قتل پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اپنے قبیلہ بنو عامر کے لوگوں کو اکسایا کہ وہ مسلمانوں کی بقیہ جماعت پر حملہ کریں مگر انہوں نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابوبَراء کی ذمہ داری کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ نہیں کریں گے اس پر عامر نے قبیلہ بنو سُلَیم میں سے بَنُو رِعْل اور ذکوان اور عُصَیَّہ وغیرہ کو (یعنی وہی لوگ جو بخاری کی حدیث کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد بن کر آئے تھے کہ ہمیں کچھ لوگ بھیجیں جو ہمیں تبلیغ کریں) اپنے ساتھ لیا اور یہ سب لوگ مسلمانوں کی اس قلیل اور بے بس جماعت پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانوں نے جب ان وحشی درندوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ان سے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی تعرّض نہیں ہے۔ ہم کوئی لڑائی کرنے نہیں آئے۔ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک کام کے لئے آئے ہیں اور ہم تم سے لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ان صحابیوں میں سے جو اس وقت موجود تھے صرف ایک شخص بچا جو پاؤں سے لنگڑا تھا اور پہاڑی کے اوپر چڑھ گیا ہوا تھا۔ ان صحابی کا نام کعب بن زید تھا۔ (ان کا ذکر ہو چکا ہے۔) بعض اَور روایات سے پتہ لگتا ہے کہ کفار نے اس پر بھی حملہ کیا تھا جس سے وہ زخمی ہوئے تھے اور کفار انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے مگر اصل میں ان میں جان باقی تھی اور وہ بعد میں بچ گئے۔

صحابہ کی اس جماعت میں سے دو شخص یعنی عَمرو بن اُمیّہ ضَمْرِی اور مُنذِر بن محمد اس وقت اونٹوں وغیرہ کے چرانے کے لئے اپنی جماعت سے الگ ہو کر اِدھر اُدھر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دُور سے اپنے ڈیرے کی طرف نظر ڈالی تو انہوں نے دیکھا کہ پرندوں کے جُھنڈ کے جُھنڈ ہوا میں اڑتے پھر رہے ہیں۔ وہ اس صحرائی اشارے کو خوب سمجھتے تھے۔ (جب ریت میں پرندے اس طرح جھنڈ کے جھنڈ پھر رہے ہوں تو مطلب ہوتا ہے کہ نیچے ان کے لئے کھانے کا کوئی انتظام ہے۔) وہ فوراً سمجھ گئے کہ کوئی لڑائی ہوئی ہے۔ واپس آئے اور دیکھا تو ظالم کفار کے کشت وخون کا کارنامہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ دور سے ہی یہ نظارہ دیکھ کر انہوں نے فوراً آپس میں مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ایک نے کہا کہ ہمیں یہاں سے فوراً نکل جانا چاہئے اور مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینی چاہئے۔ مگر دوسرے نے اس رائے کو قبول نہ کیا اور کہا کہ میں تو اس جگہ سے بھاگ کر نہیں جاؤں گا۔ جہاں ہمارا امیر منذر بن عمرو شہید ہوا ہے وہیں ہم لڑیں گے۔ چنانچہ وہ بھی آگے بڑھے اور لڑ کر شہید ہوئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 518-519)

یعنی منذر بن محمد جو اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے جب وہ آئے تو انہوں نے بھی دشمنوں کا مقابلہ کیا اور وہیں شہید ہوئے۔ اس طرح ان کی شہادت 4 ہجری میں ہوئی۔

دوسرے صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ہیں۔ ان کا تعلق قبیلہ لخم سے تھا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ بنو

اَسد کے حلیف تھے۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اہل یمن میں سے تھے۔ عاصم بن عمر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اور آپ کے غلام سعد نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو دونوں حضرت مُنذِر بن محمد بن عُقْبَہ کے پاس رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اور حضرت رُخَیْلَہ بن خالد کے درمیان مؤاخات کا رشتہ قائم فرمایا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُوَیم بن سَاعِدَہ اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے درمیان مؤاخات کا تعلق قائم کیا۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ غزوہ بدر، غزوہ اُحد، غزوہ خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شامل رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک تبلیغی خط دے کر مقوقس شاہ اسکندریہ کے پاس بھیجا۔ حضرت حاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر اندازوں میں سے تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ زمانہ جاہلیت میں قریش کے بہترین گھڑ سواروں اور شعراء میں سے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ عبید اللہ بن حَمید کے غلام تھے اور آپ نے اپنے مالک سے مکاتبت کر کے آزادی حاصل کر لی تھی اور مکاتبت کی رقم انہوں نے فتح مکّہ کے دن ادا کی تھی۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 491 حاطب بن ابی بلتعۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)،(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 61 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)،(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 242 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)،(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 2 صفحہ 4-5 حاطب بن ابی بلتعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت اُمّ سلمہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خاوند کی وفات کے بعد شادی کا جو پیغام دے کر میرے پاس بھیجا تھا وہ حاطب بن ابی بلتعہ کو بھیجا تھا۔

(صحیح مسلم کتاب الجنائز باب ما یقال عند المصیبۃ جلد 4 صفحہ 80 حدیث 1516 مترجم نور فاؤنڈیشن)

ایک روایت میں آتا ہے حضرت انس بن مالک نے حاطب بن ابی بلتعہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے دن میری طرف متوجہ ہوئے۔ جنگ کے بعد جب ذرا حالات بہتر ہوئے تو قریب گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف میں تھے۔ حضرت علی کے ہاتھ میں پانی کا برتن تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پانی سے اپنا چہرہ دھو رہے تھے۔ حاطب نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عُتبہ بن ابی وقاص نے میرے چہرے پر پتھر مارا ہے۔ حضرت حاطب کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں نے یہ آواز پہاڑی پر سنی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں اور اس آواز کو سن کر میں اس حالت میں یہاں آیا ہوں گویا کہ میری روح نکل رہی ہے۔ میری جان نکل رہی ہے۔ لگتا ہے جسم میں جان نہیں۔ حضرت حاطب نے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ عتبہ کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف اشارہ کیا کہ فلاں طرف ہے۔ حضرت حاطب اس کی طرف گئے۔ وہ آدمی چھپا ہوا تھا یہاں تک کہ آپ اسے قابو کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت حاطب نے تلوار کے وار سے اس کا سر اتار دیا۔ پھر آپ اس کا سر اور

سامان اور اس کا گھوڑا پکڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سارا کچھ سامان حضرت حاطب کو دے دیا اور حضرت حاطب کے لئے دعا کی۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھ سے راضی ہو۔ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ (دو دفعہ فرمایا۔)

(کتاب السنن الکبریٰ للبیھقی، جماع ابواب الانفال باب السلب للقاتل حدیث 13041 جزء 6 صفحہ 504 مکتبۃ الرشد ناشرون 2004ء)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی وفات 30 ہجری میں مدینہ میں 65 سال کی عمر میں ہوئی۔ حضرت عثمان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 61 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط مقوقس کو بھیجا تھا اس کی تفصیل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہوا ہے کہ یہ تیسرا خط تھا جو بادشاہوں کو بھیجا گیا۔

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 818)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بیان فرمایا کہ چوتھا خط تھا۔

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 321)

بہر حال اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے سربراہوں اور بادشاہوں کو جو خط لکھے گئے تھے ان میں سے ایک خط مقوقس والی مصر کے نام بھی تھا جو قیصر کے ماتحت مصر اور اسکندریہ کا والی یعنی موروثی حاکم تھا اور قیصر کی طرح مسیحی مذہب کا پیرو تھا۔ اس کا ذاتی نام جُرَیج بن مِینَا تھا اور وہ اور اس کی رعایا قبطی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خط آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ بھجوایا۔ اور اس خط کے الفاظ یہ تھے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى الْمُقَوْقَسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ۔ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تُسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْقِبْطِ۔ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ یعنی میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں جو بن مانگے رحم کرنے والا اور اعمال کا بہترین بدلہ دینے والا ہے۔ یہ خط محمدؐ خدا کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے قبطیوں کے رئیس مُقَوقس کے نام ہے۔ سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کو قبول کرتا ہے۔ اس کے بعد اے والی مصر! میں آپ کو اسلام کی ہدایت کی طرف بلاتا ہوں۔ مسلمان ہو کر خدا کی سلامتی کو قبول کرو کہ اب صرف یہی نجات کا رستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر آپ نے رُوگردانی کی تو (علاوہ خود آپ کے اپنے گناہ کے) قبطیوں کا گناہ بھی آپ کی گردن پر ہو گا۔ اور اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف آ جاؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے یعنی ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی صورت میں خدا کا کوئی شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا کو چھوڑ کر اپنے میں سے ہی کسی کو اپنا آقا اور حاجت روانہ گردانیں۔ پھر اگر ان لوگوں نے روگردانی کی تو ان سے کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو بہر حال خدائے واحد کے فرمانبردار بندے ہیں۔

یہ خط تھا جو آپ نے اس والی کو بھیجا۔ جب حاطب بن ابی بلتعہ اسکندریہ پہنچے تو مُقَوقس کے حاجب یعنی دربان سے مل کر اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پیش کیا۔ مُقَوقس نے خط پڑھا اور پھر حاطب بن ابی بلتعہ سے مخاطب ہو کر نیم مذاقیہ رنگ میں کہا کہ اگر تمہارا یہ صاحب (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) واقعی خدا کا نبی ہے تو (اس خط کے بھجوانے کی بجائے) اس نے میرے خلاف خدا سے یہ دعا ہی کیوں نہ کی کہ خدا اسے مجھ پر مسلّط کر دے۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس والی پر مسلط کر دے۔) حاطبؓ نے جواب دیا کہ اگر یہ اعتراض درست ہے جو تم کر رہے ہو تو یہ اعتراض حضرت عیسیٰ پر بھی پڑتا ہے کہ انہوں نے اپنے مخالفوں کے خلاف اس قسم کی دعا کیوں نہیں کی تھی۔ پھر حاطب نے مُقَوقس کو ازراہ نصیحت کہا کہ آپ سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں کیونکہ اس سے پہلے آپ کے اسی ملک مصر میں ایک ایسا شخص (یعنی فرعون) گزر چکا ہے جو یہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہی ساری دنیا کا رب اور حاکم اعلیٰ ہے جس پر خدا نے اسے ایسا پکڑا کہ وہ اگلوں اور پچھلوں کے لئے عبرت بن گیا۔ پس میں آپ سے مخلصانہ طور پر عرض کروں گا کہ آپ دوسروں کے حالات سے عبرت پکڑیں اور ایسے نہ بنیں کہ دوسرے لوگ آپ کے حالات سے عبرت پکڑیں۔ والی نے جب دیکھا کہ اتنی جرأت سے بول رہے ہیں تو کہنے لگا بات یہ ہے کہ ہمیں پہلے سے ایک دین حاصل ہے اس لئے جب تک ہمیں اس سے کوئی بہتر دین نہ ملے ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے یعنی عیسائیت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ حاطب رضی اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اسلام وہ دین ہے جو سب دوسرے دینوں سے غنی کر دیتا ہے۔ (آخری دین ہے اور سب دین اس میں سمٹ گئے ہیں۔) لیکن وہ یقیناً آپ کو اس بات سے نہیں روکتا کہ آپ حضرت مسیح ناصری پر بھی ایمان لائیں بلکہ وہ سب سچے نبیوں پر ایمان لانے کی تلقین کرتا ہے اور جس طرح حضرت موسیٰ نے حضرت عیسیٰ کی بشارت دی تھی اسی طرح حضرت عیسیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت بھی دی ہے۔ اس پر مُقَوقس کچھ سوچ میں پڑ کر خاموش ہو گیا۔ مگر اس کے بعد ایک دوسری مجلس میں جبکہ بعض بڑے بڑے پادری بھی موجود تھے مُقَوقس نے حاطب سے پھر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے نبی اپنے وطن سے نکالے گئے تھے۔ تو جب تمہارے نبی اپنے وطن سے مکہ سے نکالے گئے تو انہوں نے اس موقع پر اپنے نکالنے والوں کے خلاف بددعا کیوں نہ کی تا کہ وہ لوگ ہلاک کر دیئے جاتے اور نبی امن میں رہتے۔ حاطبؓ نے یہ بات سنی تو اس والی کو جواب دیا کہ ہمارے نبی تو صرف وطن سے نکلنے پر مجبور ہوئے تھے مگر آپ کے مسیح کو تو یہودیوں نے پکڑ کر سولی کے ذریعہ ختم ہی کر دینا چاہا مگر پھر بھی وہ اپنے مخالفوں کے خلاف بددعا کر کے انہیں ہلاک نہ کر سکے۔ مُقَوقس نے جب جواب سنا تو متاثر ہوا۔ کہنے لگا کہ تم بیشک ایک عقلمند انسان ہو اور ایک دانا انسان کی طرف سے سفیر بن کر آئے ہو۔ اس کے بعد کہنے لگا کہ میں نے تمہارے نبی کے معاملے میں غور کیا ہے۔ کہنے لگا کہ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے واقعی کسی بری بات کی تعلیم نہیں دی اور نہ کسی اچھی بات سے روکا ہے۔ پھر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ایک ہاتھی دانت کی ڈبیہ میں رکھ کر اس پر اپنی مہر لگائی اور اسے حفاظت کے لئے اپنے گھر کی ایک معتبر لڑکی کے سپرد کر دیا۔ بہرحال اس خط سے اس نے عزت کا سلوک کیا۔ اس کے بعد مقوقس نے اپنے ایک عربی دان کاتب کو بلایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

نام خط لکھوایا اور خط لکھوا کر حاطبؓ کے حوالے کیا۔ اس خط کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ: خدا کے نام کے ساتھ جو رحمن اور رحیم ہے یہ خط محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام قبطیوں کے رئیس مقوقس کی طرف سے ہے آپ پر سلامتی ہو۔ میں نے آپ کا خط اور آپ کے مفہوم کو سمجھا اور آپ کی دعوت پر غور کیا۔ میں یہ ضرور جانتا تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے مگر میں خیال کرتا تھا کہ وہ ملک شام میں پیدا ہو گا (نہ کہ عرب میں) اور میں آپ کے سفیر کے ساتھ عزت سے پیش آیا ہوں اور میں اس کے ساتھ دو لڑکیاں بھجوا رہا ہوں جنہیں قبطی قوم میں بڑا درجہ حاصل ہے۔ یہ اعلیٰ خاندان کی لڑکیاں ہیں اور میں کچھ پارچات بھی بھجوا رہا ہوں اور آپ کی سواری کے لئے خچر بھی بھجوا رہا ہوں۔ والسلام۔ اس کے بعد اس کے دستخط۔

اس خط سے ظاہر ہے کہ مُقَوقس مصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوی میں ایک حد تک دلچسپی بھی لی مگر بہر حال اس نے اسلام قبول نہیں کیا اور دوسری روایتوں سے پتہ لگتا ہے کہ عیسائی مذہب پر ہی اس کی وفات ہوئی۔ اس کی گفتگو کے انداز سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ وہ بیشک مذہبی امور میں دلچسپی تو لیتا تھا مگر جو سنجیدگی اس معاملے میں ضروری ہے وہ اسے حاصل نہیں تھی۔ اس لئے اس نے بظاہر مؤدبانہ رنگ رکھتے ہوئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ٹال دیا۔

جو دو لڑکیاں مقوقس نے بھجوائی تھیں ان میں سے ایک کا نام ماریہ اور دوسری کا نام سِیرِین تھا اور یہ دونوں آپس میں بہنیں تھیں اور جیسا کہ مقوقس نے اپنے خط میں لکھا تھا وہ قبطی قوم میں سے تھیں اور یہ وہی قوم ہے جس سے خود مقوقس کا تعلق تھا اور یہ لڑکیاں عام لوگوں میں سے نہیں تھیں بلکہ مقوقس کی اپنی تحریر کے مطابق اُنہیں قبطی قوم میں بڑا درجہ حاصل تھا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے لکھا ہے کہ دراصل معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں میں یہ پرانا دستور تھا کہ اپنے ایسے معزز مہمانوں کو جن کے ساتھ وہ تعلقات بڑھانا چاہتے تھے رشتہ کے لئے اپنے خاندان یا اپنی قوم کی شریف لڑکیاں پیش کر دیتے تھے تا کہ ان سے شادی ہو جائے۔ آپ لکھتے ہیں کہ چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر میں تشریف لے گئے تو مصر کے رئیس نے انہیں بھی ایک شریف لڑکی یعنی حضرت ہاجرہ رشتہ کے لئے پیش کی تھی جو بعد میں حضرت اسماعیل اور ان کے ذریعہ بہت سے عرب قبیلوں کی ماں بنی۔ بہر حال مُقوقس کی بھجوائی ہوئی لڑکیوں کے مدینہ پہنچنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ کو تو خود اپنے عقد میں لے لیا اور ان کی بہن سیرین کو عرب کے مشہور شاعر حسان بن ثابت کے عقد میں دے دیا۔ یہ ماریہ وہی مبارک خاتون ہیں جن کے بطن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے جو زمانہ نبوت کی گویا واحد اولاد تھی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہ دونوں لڑکیاں مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی حاطب بن ابی بلتعہ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئی تھیں۔

جو خچر اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں آئی تھی وہ سفید رنگ کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اکثر سواری فرمایا کرتے تھے اور غزوہ حنین میں بھی یہی خچر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے تھی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 818 تا 821)

جو خط مقوقس کو لکھا گیا تھا اس کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات زائد بیان فرمائی ہے کہ: "یہ خط بعینہٖ وہی ہے "اسی طرح کا خط ہے۔ وہی الفاظ ہیں "جو روم کے بادشاہ کو لکھا گیا تھا۔ صرف یہ فرق ہے کہ اس میں یہ لکھا تھا کہ اگر تم نہ مانے تو رومی رعایا کے گناہوں کا بوجھ بھی تم پر ہو گا اور اس میں یہ تھا کہ قبطیوں کے گناہوں کا بوجھ تم پر ہو گا۔ جب حاطب رضی اللہ عنہ مصر پہنچے تو اس وقت مقوقس اپنے دارالحکومت میں نہیں تھا بلکہ اسکندریہ میں تھا۔ حاطبؓ اسکندریہ گئے جہاں بادشاہ نے سمندر کے کنارے ایک مجلس لگائی ہوئی تھی۔ حاطبؓ بھی ایک کشتی میں "ہو سکتا ہے وہ وہاں کہیں جزیرہ ہو "سوار ہو کر اس مقام تک گئے اور چونکہ ارد گرد پہرہ تھا انہوں نے دور سے خط کو بلند کر کے آوازیں دینی شروع کیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو لایا جائے اور اس کی خدمت میں پیش کیا جائے۔"

پھر آپ نے یہ بھی لکھا کہ حاطبؓ نے مقوقس کو یہ بھی کہا کہ "..... خدا کی قَسم موسیٰ نے عیسیٰ کے متعلق ایسی خبریں نہیں دیں جیسی کہ عیسیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دی ہیں اور ہم تمہیں اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاتے ہیں جس طرح تم لوگ یہودیوں کو عیسیٰ کی طرف بلاتے ہو۔" پھر کہنے لگے کہ "ہر نبی کی ایک اُمّت ہوتی ہے اور اس کا فرض ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت کرے۔ پس جبکہ تم نے اس نبی کا زمانہ پایا ہے" جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے لئے نبی بنا کے بھیجا ہے "تو تمہارا فرض ہے کہ اس کو قبول کرو اور ہمارا دین تم کو مسیح کی اتباع سے روکتا نہیں بلکہ ہم تو دوسروں کو بھی حکم دیتے ہیں کہ وہ مسیح پر ایمان لائیں۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 322)

یہ وہ لوگ تھے جو بڑی جرأت سے اور بڑی حکمت سے تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ کوئی حاکم ہے یا والی ہے یا بادشاہ ہے کسی کے سامنے کبھی ان کو خوف نہیں ہوا۔

پھر مکہ والوں کی طرف عورت کے خط لے جانے کا جو واقعہ آتا ہے یہ حاطب بن ابی بلتعہ ہی تھے جنہوں نے اس عورت کے ہاتھ مکہ والوں کے لئے خط بھیجا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کے لئے لشکر کے ساتھ کوچ فرمایا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش مکہ کو ایک عورت کے ہاتھ خط بھیجا۔ حضرت سیّد زین العابدین شاہ صاحب نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ اس واقعہ کی تفصیل سے قبل امام بخاری نے یہ قرآنی آیت لکھی ہے کہ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ۔ کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو میرے دشمن اور اپنے دشمن کو کبھی دوست نہ بناؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیر اور مقداد بن اسود کو بھیجا۔ آپ نے فرمایا تم چلے جاؤ جب تم رَوْضَۃ خَاخ ایک جگہ ہے وہاں پہنچو تو وہاں ایک شُتر سوار عورت ہو گی اور اس کے پاس ایک خط ہے تم وہ خط اس سے لے لو۔ ہم چل پڑے۔ ہمارے گھوڑے سرپٹ دوڑتے ہوئے ہمیں لے گئے۔ جب ہم رَوْضَۃ خَاخ میں پہنچے تو ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک شتر سوار عورت موجود ہے۔ ہم نے اسے کہا کہ خط نکالو۔ وہ کہنے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔

ہم نے کہا تمہیں خط نکالنا ہو گا ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے اور تلاشی لیں گے۔ اس پر اس نے وہ خط اپنے جُوڑے سے نکالا اور ہم وہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ دیکھا تو اس میں لکھا تھا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہل مکہ کے مشرکوں کے نام۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارادے کی ان کو اطلاع دے رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بلایا اور پوچھا حاطب یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ میرے متعلق جلدی نہ فرمائیں۔ میں ایک ایسا آدمی تھا جو قریش میں آ کر مل گیا تھا ان میں سے نہ تھا۔ اور دوسرے مہاجرین جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ان کی مکہ میں رشتہ داریاں تھیں جن کے ذریعہ سے وہ اپنے گھر بار اور مال و اسباب کو بچاتے رہے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ان مکہ والوں پر کوئی احسان کر دوں کیونکہ ان میں کوئی رشتہ داری تو میری تھی نہیں شاید وہ اس احسان ہی کی وجہ سے میرا پاس کریں۔ اور میں نے کسی کفر یا ارتداد کی وجہ سے یہ نہیں کیا۔ (نہ میں نے انکار کیا ہے۔ نہ مرتد ہوا ہوں۔ نہ میں نے اسلام کو چھوڑا ہے۔ نہ میں منافق ہوں۔ میں نے یہ کام اس لئے نہیں کیا۔) اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کبھی پسند نہیں کیا جا سکتا۔ (میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم سے سچ بیان کیا ہے۔ حضرت عمرؓ وہاں موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ قتل کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو جنگ بدر میں موجود تھا اور تمہیں کیا معلوم کہ اللہ نے اہل بدر کو دیکھا اور فرمایا جو تم چاہو کرو میں نے تمہارے گناہوں کی پردہ پوشی کر دی ہے۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب الجہاد باب الجاسوس حدیث 3007 ترجمہ و تشریح ماخوذ از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جلد 5 صفحہ 350 تا 352 نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت ولی اللہ شاہ صاحب صحیح بخاری کی ایک اور حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ایک اور حدیث میں اس عورت کو مشرکہ کہا گیا ہے اور اس کے تعاقب میں جانے والے حضرت علی، حضرت ابو مَرثَد غَنَوِی اور حضرت زبیر تھے۔ اسی طرح لکھا ہے کہ وہ عورت اپنے اونٹ پر سوار چلی جا رہی تھی۔ خط کے چھپانے کے متعلق دوسری روایت میں لکھا ہے کہ جب اس نے ہمیں سنجیدہ دیکھا تو وہ اپنی کمر پر بندھی ہوئی چادر کی طرف جھکی اور خط نکال کر رکھ دیا۔ ہم اس عورت کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے خیانت کی ہے۔ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا کیا وہ (یعنی حاطب بن ابی بلتعہ) جنگ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے نہیں تھا؟ آپ نے فرمایا امید ہے اللہ نے اہل بدر کو دیکھا ہو اور یہ کہا ہو جو تم چاہو کرو تمہارے لئے جنت ہو چکی۔ یا فرمایا میں نے تمہاری پردہ پوشی کر کے تم کو معاف کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہنے لگے کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب المغازی باب فضل من شھد بدراً حدیث 3983 ترجمہ و تشریح از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جلد 8 صفحہ 53 تا 55 نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت ابو بکرؓ نے بھی حضرت حاطب کو مقوقس کے پاس مصر بھیجا تھا اور ایک معاہدہ ترتیب دیا تھا جو

حضرت عمرو بن عاص کے مصر پر حملہ تک طرفین کے درمیان قائم رہا۔ ایک امن کا معاہدہ تھا۔

(الاستیعاب جلد 1 صفحہ 376 حاطب بن ابی بلتعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت حاطب کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت حاطب خوبصورت جسم کے مالک تھے۔ ہلکی داڑھی تھی۔ گردن جھکی ہوئی تھی۔ پست قامتی کی طرف مائل اور موٹی انگلیوں والے تھے۔

یعقوب بن عُتبہ سے مروی ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اپنی وفات کے دن چار ہزار درہم اور دینار چھوڑے۔ آپ غلّہ وغیرہ کے تاجر تھے اور آپ نے اپنا تر کہ مدینہ میں چھوڑا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 61 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حاطبؓ کا غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے مالک حضرت حاطب کی شکایت لے کر آیا۔ غلام نے کہا کہ اے اللہ کے رسول حاطب ضرور جہنم میں داخل ہو گا۔ (کوئی سخت سست اس کو کہا ہو گا)۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تُو نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ اس میں ہر گز داخل نہیں ہو گا کیونکہ وہ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شامل ہوا تھا۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب فیمن سبّ اصحاب النبیﷺ حدیث 3864)

جیسا کہ بتایا گیا کہ حضرت حاطبؓ جو تھے وہ تاجر بھی تھے۔ منڈی میں مال فروخت کیا کرتے تھے اور مال فروخت کرنے اور قیمتوں کے مقرر کرنے کی جو اسلامی تعلیم ہے وہ کیا ہے؟ اس کا ذکر کرتے ہوئے ان کے حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ نے بات بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے مدینہ منورہ میں قیمتوں پر اسلامی حکومت تصرف رکھتی تھی۔ یعنی مارکیٹ کی جو قیمتیں ہوتی تھیں وہ اسلامی حکومت قیمتیں مقرر کرتی تھی۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ مدینہ کے بازار میں پھر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص حاطبؓ بن ابی بلتعہ اَلْمُصَلّٰی نامی بازار میں دو بورے سُوکھے انگوروں کے رکھے بیٹھے تھے۔ سوکھے انگور کہہ لیں یا بعض جگہ کشمش لکھا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے بھاؤ دریافت کیا تو انہوں نے ایک درہم کے دو مُدّ بتائے کہ ایک درہم میں دو مُدّ آتے ہیں۔ یہ جو قیمت تھی، جو بھاؤ تھا، یہ بازار کی عام قیمت سے سستا تھا۔ اس پر حضرت عمر نے ان کو حکم دیا کہ اپنے گھر جا کر فروخت کریں کیونکہ یہ بہت سستا ہے مگر بازار میں اس قدر سستے نرخ پر فروخت نہیں کرنے دیں گے کیونکہ اس سے بازار کا بھاؤ خراب ہوتا ہے اور لوگوں کو بازار والوں پر بدظنی پیدا ہوتی ہے۔ مارکیٹ کی جو زیادہ قیمت ہے اس پر پھر لوگ کہیں گے کہ وہ ہمارے سے ناجائز قیمت لے رہے ہیں۔ حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ فقہاء نے اس پر بڑی بحثیں کی ہیں۔ بعض نے ایسی روایات بھی نقل کی ہیں کہ بعد میں حضرت عمر نے اپنے اس خیال سے رجوع کر لیا تھا۔ لیکن بہر حال یہ بات ہے کہ بالعموم فقہاء نے حضرت عمر کی رائے کو ایک قابل عمل اصل کے طور پر تسلیم کیا ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ریٹ (rate) مقرر کرے۔ بازار کی قیمتیں مقرر کرے۔ ورنہ قوم کے اخلاق اور دیانت میں فرق پڑ جائے گا۔ مگر یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ اس جگہ انہی اشیاء کا ذکر ہے جو منڈی میں لائی جائیں لا کے کھلی مارکیٹ میں

فروخت کی جائیں جو اشیاء منڈی میں نہیں لائی جاتیں اور انفرادی حیثیت رکھتی ہیں ان کا یہاں ذکر نہیں ہے۔ پس جو چیزیں منڈی میں لائی جاتی ہیں اور فروخت کی جاتی ہیں۔ ان کے متعلق اسلام کا یہ واضح حکم ہے کہ ایک ریٹ مقرر ہونا چاہئے قیمت مقرر ہونی چاہئے تا کوئی دوکاندار قیمت میں کمی بیشی نہ کر سکے۔ چنانچہ بعض آثار اور احادیث فقہاء نے لکھی ہیں جن میں اس کی تائید کی ہے۔

(ماخوذ از خطباتِ محمودؓ جلد 19 صفحہ 307-308۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جون 1938ء)

حکومت کے نظام کے تحت چراگاہ اور وہاں پانی کے لئے کنوئیں کھدوانے کا کام بھی اسلامی حکومت کا کام ہے۔ یہ کام بھی ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطبؓ سے کروایا تھا۔ چنانچہ اس بارے میں روایت میں آتا ہے کہ غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نَقِیع کے مقام سے گزرے تو وہاں وسیع علاقہ اور گھاس دیکھی۔ بہت بڑا علاقہ تھا اور ہر جگہ بڑا سبز علاقہ تھا اور بہت سے کنوئیں بھی تھے۔ وہاں زمین کا پانی بھی اچھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کنوؤں کے پانی کے متعلق پوچھا۔ تو عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! پانی تو یہ بڑا اچھا ہے۔ لیکن جب ہم ان کنوؤں کی تعریف کرتے ہیں تو ان کا پانی کم ہو جاتا ہے اور کنوئیں بیٹھ جاتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کو حکم دیا کہ وہ ایک کنواں کھودیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیع کو چراگاہ بنانے کا حکم دیا۔ یعنی سرکاری چراگاہ جو حکومت کے انتظام کے تحت ہو گی۔ حضرت بلال بن حارث مُزَنی کو اس پر نگران مقرر فرمایا۔ حضرت بلال نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس زمین میں سے کتنے حصہ کو چراگاہ بناؤں۔ بڑا وسیع علاقہ ہے۔ وہ کتنا حصہ ہے جو سرکاری چراگاہ بنانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب طلوع فجر ہو جائے تو پھر ایک بلند آواز شخص کو کھڑا کرو رات کے اندھیرے میں تو آواز بہت دور تک جاتی ہے ناں طلوع فجر ہو جائے تو بلند آواز شخص کو کھڑا کرو۔ پھر اسے مُقَمَّلْ نامی وہاں ایک پہاڑ تھا چھوٹا سا تھا اس پر کھڑا کرو۔ پھر جہاں تک اس شخص کی آواز جائے اتنے حصے کو مسلمان مجاہدین کے گھوڑوں اور اونٹوں کی چراگاہ بنادو۔ یہ بھی ان کا ایک انتظام تھا۔ فُٹُوں اور میلوں کی بات نہیں ہو رہی۔ اس کے آخر میں مختلف کونوں میں لوگوں کو کھڑا کرو اور جہاں تک آواز جاتی ہے، جہاں تک آواز پہنچ رہی ہے وہ اس چراگاہ کی باؤنڈری ہو گی۔ اور وہ مسلمان مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے اور اونٹوں کے لئے چراگاہ ہو گی جس کے ذریعہ سے وہ جہاد کر سکیں۔ یہ بیت المال اور سرکاری چراگاہ ہے اور جنگ میں جانے والے جو مجاہدین ہیں ان کے گھوڑے اور اونٹ وہاں چریں گے۔ حضرت بلال نے اس پر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مسلمانوں کے عام چرنے والے جانوروں کے بارے میں کیا رائے ہے۔ بہت سارے عام مسلمانوں کے جانور بھی باہر کھلے میدانوں میں، چراگاہوں میں چرتے ہیں ان کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ کا کیا ارشاد ہے؟۔ آپ نے فرمایا وہ اس میں داخل نہیں ہوں گے۔ یہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو جہاد کے لئے اپنے اونٹ اور گھوڑے تیار کر رہے ہیں۔ حضرت بلال نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اس کمزور مرد یا کمزور عورت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کے پاس قلیل تعداد میں بھیڑ بکریاں ہوں اور وہ انہیں منتقل کرنے پر قدرت نہ رکھتے ہوں۔ بہت تھوڑی تعداد میں غریب لوگ ہیں چند

ایک بکریاں یا بھیڑیں رکھی ہوئی ہیں دور تک لے جانا ان کے لئے بہت مشکل ہے یا کہیں اور بھی جا نہیں سکتے۔ کمزور ہیں بوڑھے ہیں عورتیں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو اور انہیں چرنے دو۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 352-353 غزوہ بنی المصطلق مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

ان کو اجازت ہے۔ غریبوں کو، ضرورت مندوں کو، کمزوروں کو اجازت ہے کہ وہ سرکاری چراگاہ سے چر سکتے ہیں۔ تو قومی جائیداد صرف قومی مقاصد کے لئے استعمال ہونی چاہئے۔ ہاں غریبوں کی اگر ذاتی ضرورت بھی ہے تو وہ اس میں سے حصہ لے سکتے ہیں۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے کہ ان کے اخلاق کیا تھے۔ مصنف سیر الصحابہ لکھتے ہیں: وفا شعاری۔ بہت زیادہ وفا شعار تھے۔ احسان پذیری اور صاف گوئی ان کے مخصوص اوصاف ہیں۔ احباب اور رشتہ داروں کا بے حد خیال رکھتے تھے اور فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے مشرکین کو جو خط لکھا تھا جو اس عورت کے ہاتھ بھیجا جس کا ذکر ہو چکا ہے وہ در حقیقت رشتہ داروں کے خیال کی وجہ سے انہی جذبات پر مبنی تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس نیت خیر اور صاف گوئی کو ملحوظ رکھ کر ان سے درگزر فرمایا تھا۔ ان کو معاف فرمایا تھا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہؓ جلد 2 صفحہ 411-412 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ)

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کی اعلیٰ خصوصیات کا حامل ہمیں بھی بنائے اور ان کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17 اگست 2018ء تا 23 اگست 2018ء جلد 25 شمارہ 33 صفحہ 05 تا 08)

31

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03 اگست 2018ء بمطابق 03 ظہور 1397 ہجری شمسی
بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ہم ایک اور جلسہ سالانہ میں شمولیت کی توفیق پا رہے ہیں۔ بعض لوگ پہلی مرتبہ جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جن کو سفر اور ویزے کی سہولت ہے اور وہ سالہا سال سے جلسہ میں شامل ہوتے آ رہے ہیں۔ یُوکے کے رہنے والے ایسے بھی ہیں جو پہلی مرتبہ جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہے انہیں یہاں آئے، یہاں آ کر سیٹل ہوئے یا بعض بچے ہیں جو اپنے ہوش و حواس میں پہلی دفعہ جلسہ کے ماحول سے فائدہ اٹھانے والے ہوں گے۔ پس سب کو جلسہ کے ان تین دنوں میں جلسہ کے روحانی ماحول سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جلسہ کے پروگراموں کو خاموشی اور توجہ سے سننا چاہئے تبھی جلسہ میں شامل ہونے کا فائدہ ہو گا۔ تبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلسہ کے انعقاد کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں گے۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ جلسہ کے سب انتظامات یا تقریباً نوّے فیصد خاص طور پہ جو جلسہ کے دنوں کے انتظامات ہیں افراد جماعت رضاکارانہ طور پر کر رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض کاموں میں کمیاں اور کمزوریاں بھی رہ جاتی ہیں۔ لیکن ان کمیوں اور کمزوریوں کو ہم سب شامل ہونے والوں نے ٹھیک کرنا ہے اور دُور کرنا ہے۔ جہاں کارکنان اپنے کاموں کا جائزہ لیتے ہوئے انہیں ٹھیک کرنے کی کوشش کریں گے وہاں مہمان بھی، شامل ہونے والے بھی ان کمیوں اور کمزوریوں سے صَرفِ نظر کریں اور جہاں کہیں کارکنوں کی مدد کی ضرورت ہو خود بڑھ کر ان کی مدد کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ اِکائی ہم میں تبھی پیدا ہو سکتی ہے جب ہم ایک دوسرے کے بوجھ اٹھانے والے ہوں اور اگر مدد کی ضرورت ہو تو مدد کرنے کی کوشش کریں۔ پس اس بنیادی بات کو مہمانوں اور میزبانوں دونوں کو یاد رکھنا چاہئے۔

عموماً میں کارکنان اور میزبانوں کی ذمہ داریوں اور فرائض کے بارے میں جلسہ سے ایک ہفتہ پہلے خطبہ میں ذکر کیا کرتا ہوں اور مہمانوں کو ان کے فرائض کے بارے میں جلسہ والے دن کے خطبہ میں کچھ باتیں کہتا ہوں۔ ہمارے جلسوں کی بلکہ ہمارے جماعتی نظام کی یہی خوبی ہے یا ہم آپس میں پیار و محبت سے تبھی رہ سکتے ہیں جب ہر ایک اپنے حقوق و فرائض کو احسن رنگ میں سرانجام دینے والا ہو اور اس کو سمجھنے والا ہو۔ بہرحال آج میں دونوں

کو ہی چند باتیں کہوں گا اور ان کی طرف توجہ دلاؤں گا۔

کارکنان کو میں نے گزشتہ خطبہ میں تو کچھ نہیں کہا تھا لیکن گزشتہ اتوار کو جو جلسہ کے انتظامات کا معائنہ ہوتا ہے اس میں توجہ دلا دی تھی کہ ان کے رویّے کیسے ہونے چاہئیں اور کس طرح انہوں نے کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک لمبے عرصہ سے یہ کارکنان یا یہ کہنا چاہئے کہ ان میں سے اکثر ڈیوٹیاں دیتے آرہے ہیں۔ اس لئے جہاں تک کام سمجھنے اور کام عمدہ رنگ میں کرنے کا سوال ہے یہاں کے کارکنان اب کافی تربیت یافتہ ہو گئے ہیں اور ہر سال نئے شامل ہونے والے کارکنوں اور بچوں اور نوجوانوں کو بھی پہلے کام کرنے والے اور اسی طرح افسران اپنے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تربیت کرتے ہیں یا تربیت دیتے ہیں۔ لیکن بعض باتوں کی جو زیادہ توجہ طلب ہیں یاددہانی بھی کروانی پڑتی ہے سو اس وقت جیسا کہ مَیں نے کہا میں مہمانوں اور میزبانوں دونوں کو چند باتوں کی طرف توجہ دلاؤں گا۔

سب سے پہلی بات کارکنوں کے لئے یہ ہے کہ انہوں نے اُن لوگوں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاری کردہ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری کردہ جلسہ میں شامل ہونے کے لئے آئے ہیں۔ اور کسی دنیاوی میلے میں شامل ہونے کے لئے نہیں آئے بلکہ اپنے روحانی، علمی اور اخلاقی معیاروں میں بہتری کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اور مَیں امید کرتا ہوں کہ یہی سوچ جلسہ میں شامل ہونے والے ہر فرد کی ہے اور ہونی چاہئے ورنہ ان کا جلسہ میں شامل ہونا بے مقصد ہے۔ بہر حال کارکنان کو یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ مہمانوں کا رویّہ جیسا بھی ہو کام کرنے والوں نے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھنا ہے۔ اگر کبھی مہمان یا شامل ہونے والا کوئی فرد بھی غلط رویّہ بھی اپنائے تو کارکن کا کام ہے کہ اپنے جذبات پر کنٹرول رکھے اور اُسی طرح اور اُسی رویّے سے اسے جواب نہ دے۔ جب ہر کارکن نے خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر مہمانوں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی خاطر ہی بعض مہمانوں کے غلط رویّے بھی برداشت کرنے پڑیں تو برداشت کریں تبھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔ ہم جس نبی کے ماننے والے ہیں اس کا اُسوہ حسنہ مہمانوں کے لئے کیا تھا؟ کبھی کبھی آنے والے مہمان نہیں کہ سال میں ایک دفعہ جلسہ کے لئے آئے بلکہ وہ لوگ جو شہر میں رہنے والے تھے، روزانہ ملنے والے تھے، ان کو اگر کبھی ان کی غربت کی حالت کی وجہ سے کھانے پر بلایا یا ویسے کھانے پر بلایا اور وہ لمبا عرصہ آکر بیٹھ کر باتیں کرنے لگ گئے اور آپ کے آرام اور آپ کے کام میں مخل ہوئے تو انہیں کبھی نہیں کہتے تھے کہ وقت سے پہلے نہ آؤ مَیں مصروف ہوں اور کھانا کھا کر جلدی چلے جاؤ کہ تمہارے بیٹھے رہنے کی وجہ سے میں اپنے بعض کام نہیں کر سکتا۔ یہ لوگوں کی حالت دیکھ کر اور آپ کا مہمانوں کو برداشت کرنے کا صبر اور حوصلہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو فرمایا کہ فَيَسْتَحْيِ مِنْكُمْ (الاحزاب:54)۔ کہ وہ تمہارے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے تمہیں منع کرنے سے حیا کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات کہنے میں کوئی روک نہیں۔ پس لمبا عرصہ بلاوجہ نبی کے گھر میں بیٹھ کر اسے تکلیف نہ دو۔ پس ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی کے اعلیٰ ترین اُسوہ کا ذکر فرما دیا۔

اخلاق کے اعلیٰ ترین ہونے کا ذکر فرما دیا۔ تو دوسری طرف مہمانوں کو بھی خاص طور پر حکم دیا کہ مہمان بن کر اپنے حق سے تجاوز نہ کرو۔ مہمان کی جو حدود و قیود ہیں ان کے اندر رہنے کی ضرورت ہے۔ اور مہمانوں کو بھی اپنے مہمان ہونے کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔

پھر غیروں کے ساتھ مہمان نوازی کے معیار کا مقام تھا اور بلند حوصلگی کا ایک ایسا معیار کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے، حیران رہ جاتا ہے۔ اس کی مثال ہم دیکھتے ہیں جب ایک غیر مسلم مہمان بن کے آتا ہے۔ آپ اس کی خاطر مدارات بھی کرتے ہیں اور صبح اٹھ کر جاتے ہوئے وہ بستر گندہ کر کے چلا جاتا ہے تو آپ خود اسے دھوتے ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم عرض کرتے ہیں کہ ہمیں بھی خدمت کا موقع دیں۔ ہم حاضر ہیں۔ حضور کیوں تکلیف کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہ میرا مہمان تھا اس لئے میں ہی اس کا گند دھوؤں گا۔

(ماخوذ از مثنوی مولوی معنوی دفتر پنجم صفحہ 20 تا 24 مترجم قاضی سجاد حسین الفیصل ناشران لاہور 2006ء)

پس یہ وہ اعلیٰ ترین اُسوہ ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہمارے جلسہ پر اپنے بھی آتے ہیں غیر بھی آتے ہیں اور سب آنے والے اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔ یا دین سیکھنے کے لئے آتے ہیں یا اسلام اور احمدیت کے بارے میں معلومات لینے آتے ہیں۔ بشری کمزوریاں تو ہر ایک میں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی اونچ نیچ ہو بھی جائے، کسی سے زیادتی ہو بھی جائے، تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ لوگ بد اخلاق ہیں یا ان کی نیتیں نیک نہیں ہیں۔ یہ بشری کمزوریاں ہیں جس کی وجہ سے بعض دفعہ اونچ نیچ ہو جاتی ہے۔ اگر ہو بھی جائے تو برداشت کرنا چاہئے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ احمدی چاہے مہمان ہو یا میزبان اسے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ لیکن جنہوں نے اپنے آپ کو جلسہ کے مہمانوں کی خدمت کے لئے پیش کیا ہے انہیں زیادہ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اگر کارکنوں کی طرف سے صبر اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ ہو گا تو دوسرا خود ہی شرمندہ ہو جائے گا۔ پس ہر ڈیوٹی دینے والا ہر شعبہ میں جہاں وہ ڈیوٹی دے رہا ہے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرے اور اسے ان دنوں میں ایک بہت بڑا چیلنج سمجھ کر اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے۔ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ:84)۔ کہ لوگوں سے اچھی اور نرم بات کیا کرو۔ نرمی سے بات کرو۔ اچھی طرح بات کرو۔ یہ وہ بنیادی چیز ہے جو جھگڑوں کو ختم کرنے اور اعلیٰ اخلاق دکھانے کے لئے ضروری ہے۔ یہ اصول صرف خاص موقعوں کے لئے نہیں ہے بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے اور جب انسان کو اس کی عادت پڑ جائے تو رنجشیں اور زیادتیاں کبھی ہو ہی نہیں سکتیں۔ پس میزبانوں اور مہمانوں کو یہاں بھی اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو سامنے رکھنا چاہئے اور خاص طور پر ان دنوں میں تو ضرور اس پر عمل کریں کہ اس ماحول کو خاص طور پر سب نے مل کر خوشگوار بنانا ہے تا کہ جس مقصد کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں وہ پورا ہو۔ اور وہ ہے اپنی اخلاقی اور روحانی حالت بہتر کرنا۔

اور یہی اخلاق یہاں آنے والے غیر لوگوں کو بھی اسلام کے اعلیٰ خُلق بتانے کا ذریعہ بنیں گے۔ ایک خاموش تبلیغ ہے۔ مہمان بھی اور کارکنان بھی یہ خاموش تبلیغ کر رہے ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میزان میں حسن خلق سے زیادہ وزن رکھنے والی کوئی چیز

نہیں۔ اور پھر یہ بھی کہ اچھے اخلاق کا مالک نماز روزے کے پابند کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی حسن الخلق حدیث 4798-4799)

یعنی نیکیوں کی توفیق ملتی ہے۔ اور خاص طور پر جب اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر نیکیوں کی توفیق ملتی ہے تو پھر اس کی عبادت کی طرف بھی توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کی توفیق ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق میں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کر رہا ہوں اور یہی شکر گزاری عبادت کی طرف بھی توجہ دلاتی ہے۔ گویا ایک نیکی اعلیٰ معیار کی نیکیاں کرنے کی توفیق عطا کرتی چلی جاتی ہے۔ ایک نیکی پھر کئی نیکیوں کے بچے دیتی چلی جاتی ہے۔

پس کارکنان خاص طور پر اس بات کو لازمی بنائیں کہ جیسا بھی کسی دوسرے کا سلوک ہو ان کے چہروں پر ہمیشہ مسکراہٹ رہنی چاہئے۔ اس ظاہری حالت کا اثر پھر دل پر بھی ہوتا ہے اور دل میں بھی کوئی سختی پیدا نہیں ہو گی اور جب دل میں بلاوجہ کی سختی پیدا نہیں ہو گی تو غلط فیصلے بھی نہیں ہوں گے جو بعض دفعہ جوش اور غصہ میں ہو جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خُلق کے اعلیٰ ترین معیار کو بیان کرتے ہوئے ایک صحابی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہنستا مسکراتا چہرہ کسی کا نہیں دیکھا۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب قول ابن جزء ما رأیت احدا اکثر تبسماً حدیث 3641)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو یہ نصیحت بھی فرمائی کہ نرمی کرو کیونکہ جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ خیر سے بھی محروم کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل الرفق حدیث 6598)

اب اس بات کو اگر کارکنان اور شامل ہونے والے سب سمجھ لیں تو اس ماحول کی برکات کی وجہ سے خیر و برکت سے جھولیاں بھرنے والے بن جائیں گے۔ کارکنان اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر مہمان کی دلی طور پر خدمت کرتے ہیں۔ لیکن اگر پھر بھی کسی کے دل میں یہ خیال آ جائے کہ فلاں شخص کو زیادہ پوچھا جا رہا ہے اور مجھے کم تو اس خیال کو بھی دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یعنی اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے تو کارکنان اس خیال کو دور کریں۔ لیکن ساتھ ہی میں شاملین جلسہ سے بھی کہوں گا کہ جلسہ کے اتنے وسیع انتظامات اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ میں نے کہا رضاکاروں کے ذریعہ سے ہو رہے ہیں۔ یہ کوئی ہمارے ملازم نہیں ہیں۔ بعض بہت اچھے عہدوں پر فائز ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کے لئے ایک جذبے سے سرشار ہو کر خدمت کر رہے ہیں۔ اسی طرح نوجوان ہیں جو سیکنڈری سکولوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھ رہے ہیں۔ لڑکیاں بھی ہیں، لڑکے بھی ہیں۔ اسی طرح بچے بھی ہیں۔ یہ سب ایک جذبے سے خدمت کرتے ہیں۔ اس لئے اگر کہیں چھوٹی موٹی کمیاں اور کمزوریاں دیکھیں بھی تو صَرفِ نظر کریں اور ایک مقصد سامنے رکھیں کہ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کے دین کی باتیں سننے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں اور جب یہ مقصد سامنے ہو گا تو کسی قسم کے شکوے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جلسہ کے انتظامی کاموں کے کرنے کے لئے باقاعدہ ایک نظام ہے۔ مختلف شعبہ جات ہیں جو اس کے کاموں میں سہولت پیدا کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ اگر کسی مہمان کو کسی ایک شعبہ میں کمی نظر آتی ہے یا جس طرح اس کا خیال ہے کہ اس کی مہمان نوازی ہونی چاہئے یا اس کا خیال ہے کہ اس کا حق ہے کہ اس کی مہمان نوازی اس طرح ہو اور وہ نہیں ہو رہی تو بجائے کارکنوں سے الجھنے کے صرف شعبہ کے انچارج کو لکھ دیں۔ اس سال اگر کمی کو نہ

بھی دور کیا جاسکا تو اگلے سال کے لئے خیال رکھا جائے گا اور ہمارے جماعتی نظام کی یہی خوبی ہے اور ہونی چاہئے کہ جن جن کمزوریوں کی نشاندہی ہوا انہیں دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے یا کوشش کی جائے۔

مہمان نوازی کا ایک اہم شعبہ کھانا پکانے کا ہے۔ جلسے کے دنوں میں لنگر کے مخصوص کھانے ہیں اور وہی پکائے جاتے ہیں فی الحال دنیا میں ہر جگہ جہاں بھی جلسے ہوتے ہیں یا کم از کم ان جگہوں پر جہاں پاکستانی اور ہندوستانی احباب کی اکثریت ہے۔ سوائے کچھ کھانے ایسے ہیں جو غیر ملکیوں کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔ غیر ملکی سے مراد میری غیر پاکستانی یا غیر ہندوستانی ہے۔ اس میں اکثر شامل ہونے والے جیسا کہ میں نے کہا کہ پاکستانی یا ہندوستانی ریجن کے لوگ ہیں اس لئے یہ مخصوص کھانا آلو گوشت اور دال لنگر میں پکتا ہے اور روٹی۔ لیکن پکانے والے اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ ٹھیک ہے کھانا تو ہم نے اپنی مرضی کا کھلانا ہے ان کو لیکن پکانے والے اس بات کا بہر حال خیال رکھیں کہ کھانا اچھی طرح پکا ہو۔ خاص طور پر گوشت اچھی طرح پکا ہو۔ مجھے پتہ چلا کہ کل گوشت اچھی طرح گلا نہیں ہوا تھا۔ کل تھوڑے مہمان تھے اس لئے کوئی زیادہ شکایت نہیں آئی ہو گی۔ لیکن اگر آج بھی وہی حال ہے تو پھر انتظامیہ کو اس بارے میں سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ اگر گوشت کی کوالٹی اچھی نہیں تھی تو انتظامیہ کو فوری طور پر اس بات کی کارروائی کرنی چاہئے کہ اچھی کوالٹی کا گوشت ملے۔ مجھے امید ہے کہ مہمان تو اس بات پر انشاء اللہ شکایت نہیں کریں گے لیکن اگر شکایت کریں تو پھر وہ ان کی جائز شکایت ہو گی۔ لیکن شکایت غصہ سے بھر کر نہ کریں بلکہ پیار سے انتظامیہ کو توجہ دلا دیں کہ یہ کمی ہے اس کو پورا کریں۔ اس طرح کھانا بھی ضائع ہوتا ہے اور رزق کی بھی ہمیں حفاظت کرنے کا حکم ہے۔

پھر شاملین جلسہ کو اس بات کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کا **ایک حسن خلق یہ بھی ہے کہ مومن بیکار اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔**

(سنن ابن ماجه كتاب الفتن باب كف اللسان فى الفتنة حديث 3976)

اور یہ جلسہ جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خالص للّٰہی جلسہ قرار دیا ہے اس میں تو ہر قسم کی فضول باتوں اور وقت کے ضائع ہونے سے پرہیز کرنا چاہئے یا وقت کے ضائع کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور جلسہ کے پروگراموں کو غور سے سنیں۔ مقررین آپ کی پسند کے ہیں یا نہیں لیکن تقریروں کے عنوان بہر حال ایسے رکھے جاتے ہیں جو ہر ایک کے لئے فائدہ مند ہوں اور ہر تقریر میں کوئی نہ کوئی بات ایسی ہوتی ہے جو کسی نہ کسی کے دل پر اثر کرتی ہے۔ اس لئے غور سے سنیں تو اثر بھی ہو گا۔ سوائے اشد مجبوری کے جلسہ گاہ سے اٹھ کر نہ جائیں۔ اور جس طرح اس وقت حاضری ہے جلسہ کے دوران بھی ہر پروگرام میں ایسی حاضری ہونی چاہئے تا کہ بچوں اور نوجوانوں کو بھی جلسہ کی اہمیت کا اندازہ ہو اور وہ بھی اپنے آپ کو دین کے ساتھ جوڑیں اور اس کے لئے کوشش کریں۔ آجکل کے دنیاداری کے ماحول میں بچوں اور نوجوانوں کو دین کی اہمیت کا احساس دلانا اور اس کے ساتھ جوڑنا والدین کا بہت بڑا اور اہم کام ہے اس طرف خاص طور پر توجہ دینی چاہئے۔ ہر ماں اور ہر باپ کو اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

تربیت کے لحاظ سے اور دین سے جوڑنے کے تعلق میں سب سے اہم بات عبادت ہے اور اس کے لئے ہم پر پنجوقتہ نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ جلسہ کے پروگراموں اور مسافروں کی وجہ سے جو بہت سارے لوگ باہر سے آئے ہوئے ہیں، ہم نمازیں آجکل جمع کر رہے ہیں۔ تو ان کی بھی پابندی کرنی ضروری ہے۔ خود بھی پابندی کریں اور بچوں کو بھی نمازوں کے اوقات میں اگر یہاں حدیقۃ المہدی میں ہیں تو ضرور لائیں اور فجر کی نماز اور مغرب اور عشاء کی نماز کے وقت اگر یہاں نہیں ہیں اور اپنے گھروں میں چلے گئے ہیں تو وہاں پھر قریب ترین سینٹر یا مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جائیں اور گھر دُور ہیں مسجد سے یا سینٹر سے تو گھروں میں بھی باجماعت نمازوں کا انتظام اور اہتمام ہونا چاہئے۔ اسی طرح کارکنان بھی جو نمازوں کے اوقات میں فارغ ہیں یہاں آکر باجماعت نماز ادا کریں اور جو ڈیوٹی پر ہیں وہ ڈیوٹی ختم کر کے سب سے پہلے نماز ادا کریں۔ ڈیوٹی لگانے والی انتظامیہ یا انچارج جو ہیں ان کو بھی یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ڈیوٹی بھی نمازوں کے اوقات کو سامنے رکھ کر لگائی جائے۔ یہ نہ ہو کہ ڈیوٹی کی وجہ سے نماز کا وقت چلا جائے۔ ایسی شفٹ ہونی چاہئے کہ بہر حال ایک شفٹ اور دوسری شفٹ کو نماز پڑھنے کا موقع مل جائے۔ اگر ہماری نمازوں پر توجہ نہیں تو ہمارے سب کام بیکار ہیں۔

انتظامی لحاظ سے بعض مزید باتیں بھی کہنا چاہتا ہوں۔ جو لوگ اپنی گاڑیوں پر آتے ہیں وہ انتظامیہ سے تعاون کریں اور جہاں اور جس طرح گاڑی پارک کرنے کے لئے کہا جائے اسی طرح کریں۔ پارکنگ میں بعض دفعہ مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

بعض ضد کرتے ہیں اور اپنی مرضی کی پارکنگ کرنے کے لئے کارکنوں سے الجھ بھی پڑتے ہیں اس سے انتظام خراب ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ باتیں رِسک (Risk) کا ذریعہ بھی بن جاتی ہیں۔ بعض پریشانیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں یا خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں جلسہ گاہ کے علاوہ جو مسجد فضل میں نماز پڑھنے آتے ہیں اس بارے میں کارکنوں کو تو میں نے اتوار کو اس طرف توجہ دلا دی تھی کہ وہ ڈیوٹیاں دیں لیکن جو یہاں آنے والے شاملین ہیں اور جو مہمان ہیں جو اس علاقے میں جا کر نماز پڑھیں گے ان کو بھی یہی یاد رکھنا چاہئے کہ جو مسجد فضل میں نماز پڑھنے آتے ہیں وہ بھی اپنی کاریں ایسی جگہ کھڑی کریں جہاں ہمسایوں کے راستے نہ رکیں، ان کے گھروں کے راستے نہ رکیں اور انہیں تکلیف نہ ہو۔

اتوار کو میں نے کارکنوں کو بھی کہا تھا کہ ہمارے ہمسائے یہ شکایت کرتے ہیں کہ تم لوگ اپنی کاریں ہمارے گھروں کے سامنے اس طرح کھڑی کرتے ہو کہ ہمارے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ نہ ہم اپنی کار باہر نکال سکتے ہیں نہ گھر کے اندر لا سکتے ہیں۔ بعض نے تو اس حد تک اظہار کیا جن کے تعلقات ہیں سال کے سال یا عیدوں پہ تحفہ دینے جاتے ہیں یا جلسہ کے دنوں میں رابطہ کے لئے جاتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ خلافت ہماری رہنمائی کرتی ہے اور تم خلافت کی بڑی باتیں کرتے ہو کہ ہم کہا مانتے ہیں۔

یا تو تمہارا خلیفہ جو ہے وہ ہمسائے کے حق کے بارے میں تمہیں بتاتا نہیں یا تم اس کی بات نہیں مانتے۔ یہ ایسی بات ہے جو ہر ایک کے لئے قابل شرم ہے جو غیر ہمارے بارے میں اظہار کر رہا ہے۔ مجھے تو بہر حال اس بات

نے بہت شرمندہ کیا اور بات ان کی جائز ہے، صحیح ہے۔ اگر ہم روکتے ہیں تو یہی دو باتیں ہو سکتی ہیں۔ پس اس طرف خاص توجہ دیں۔ خاص طور پر اس کا خیال رکھیں۔ بیشک اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال لیں لیکن ہمسائے کا راستہ کبھی بند نہ کریں، اس کو تکلیف میں نہ ڈالیں۔ اسلام جتنا ہمسائے کے حقوق کے قائم کرنے کی تلقین کرتا ہے کوئی اور دین اس طرح کھل کر اس کی تلقین نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود اگر ہم میں سے بعض اس پر عمل نہیں کرتے تو قابل شرم ہے اور وہ گناہگار ہیں خاص طور پر ان لوگوں کو میں کہتا ہوں جو لندن سے باہر سے آنے والے ہیں اور یورپ سے آنے والے ہیں، جرمنی وغیرہ سے اپنی کاروں پر آتے ہیں وہ اس بات کا خیال خاص طور پر رکھیں۔

بعض ایسے ہیں جو خیال نہیں رکھتے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ ڈیوٹی پر کھڑے بعض نوجوان جب ان کو توجہ دلائیں تو وہ ان سے بھی نامناسب رویہ اختیار کرتے ہیں اور غلط طور پر بات کرتے ہیں۔ ایک تو غلط پارکنگ کا جرم کر رہے ہیں، ہمسائے کے حق کی حق تلفی کا جرم کر رہے ہیں پھر اس رویّے سے بچوں اور نوجوانوں کے دلوں میں بھی بڑوں کا ادب اور احترام ختم کر رہے ہیں۔ پھر وہ بچے بھی اسی طرح بولیں گے۔ پھر بدتمیزی بھی ہو جائے گی تو کیوں ان کو ابتلا اور امتحان میں ڈالتے ہیں۔ پس ایسے رویے دکھانے والوں کو جلسے پر خرچ کر کے اور سفر کر کے آنا بے فائدہ ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ وہ نہ آئیں اور نہ صرف انہیں نقصان پہنچا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے بلکہ بچوں کی تربیت کو بھی خراب کر رہے ہیں جیسا کہ میں نے کہا۔ پس آئندہ سے اس بات کا خاص خیال رکھیں۔

انتظامی لحاظ سے شعبہ نظافت اور صفائی بھی ہے اس طرف بھی خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ ہمیشہ یاددہانی کرواتا ہوں نظافت اور صفائی ایمان کا حصہ بھی ہے اس لئے ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ مہمان بھی جب غسل خانے استعمال کرتے ہیں، ٹوائلٹ استعمال کرتے ہیں تو صاف اور خشک کر کے آیا کریں۔ بعض شکایات ملتی ہیں کہ اتنا پانی ہوتا ہے کہ دوسرا آدمی دوبارہ اس میں جا نہیں سکتا۔ کارکنوں کا بھی یہ کام ہے لیکن صرف کارکنوں پر یہ نہ چھوڑیں خود بھی اس بارے میں ان کی مدد کر دیا کریں۔

اسی طرح سڑکوں اور راستوں پر اگر گلاس وغیرہ یا کھلے میدان میں گلاس وغیرہ یا ٹن وغیرہ یا کوئی چیز نظر آئے لفافے وغیرہ گرے ہوئے تو ان کو اٹھا کر ڈسٹ بن میں ڈال دیا کریں۔ آجکل ایک اور بات ضروری ہے کرنے والی کہ آجکل بارش نہ ہونے کی وجہ سے گھاس بہت زیادہ خشک ہو گیا ہے جس کو آگ لگنے کا بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔ گو اسے کاٹ کر اور دوسرا انتظام کر کے محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی کوئی حادثہ ہو سکتا ہے اس لئے احتیاط کرنی چاہئے۔ اس لئے ڈیوٹی والے بھی اور مہمان بھی اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کوئی آگ والی چیز اور چنگاری وغیرہ زمین پر نہ پھینکیں۔

بہرحال یہ حقیقت ہے اور حقیقت بیان کر دینی چاہئے تا کہ نقائص دور ہوں۔ اگر کسی کو سگریٹ پینے کی

عادت ہے تو اسے ویسے بھی ان دنوں میں حدیقۃ المہدی کی حدود سے باہر جا کر سگریٹ پینا چاہئے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ میں سگریٹ پینے کی اجازت دے رہا ہوں اور برا نہیں سمجھتا۔ بہر حال یہ ایک برائی ہے اور کوشش کرنی چاہئے کہ اس کو دور کریں اور اس سے بچیں۔ اس بارے میں مَیں خطبات بھی دے چکا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے حرام تو نہیں قرار دیا لیکن اسے پسند بھی نہیں فرمایا بلکہ بعض مواقع پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اس سے پرہیز کرنے کی تلقین فرمائی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 235)

اور جو نوجوان اس میں نشہ آور چیزیں ڈال دیتے ہیں، بعض کو غلط سوسائٹی میں عادت ہوتی ہے وہ تو بہر حال غلط ہے اور منع ہے اور گناہ ہے۔

پھر حفاظتی نقطۂ نظر سے جلسہ گاہ کے اندر بھی اور باہر بھی اپنے ماحول پر نظر رکھیں۔ کوئی شرارتی عنصر کوئی شرارت کر سکتا ہے اس بات پہ نظر رکھنی چاہئے۔ کوئی بھی مشکوک چیز دیکھیں یا کسی کی مشکوک حرکات دیکھیں تو فوراً انتظامیہ کو قریب ترین کھڑے ڈیوٹی والے کو اطلاع دے دیں۔ عورتیں بھی اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کوئی عورت منہ ڈھانپ کر یا نقاب لے کر جلسہ گاہ میں نہ آئے اور گیٹ پر سکیننگ وغیرہ بھی صحیح رنگ میں ہو۔ ان کے چہرے دیکھیں اور جلسہ گاہ کے اندر بھی منہ ننگے ہونے چاہئیں اور سکیننگ کے لئے خاص انتظام کی وجہ سے اگر مہمانوں کو دیر لگتی ہے کچھ انتظار کرنا پڑتا ہے اس کی تکلیف اگر ہے تو وہ تکلیف برداشت کریں۔ احتیاط اور سکیورٹی بہر حال زیادہ ضروری ہے۔

عورتوں کی طرف سے بعض دفعہ یہ بھی شکایت آتی ہے کہ بچوں کی مارکی میں تو کم شور مچاتے ہیں اور بچوں والی مائیں انہیں تو کوئی نہ کوئی چیز دے کر بہلا دیتی ہیں یا بچے کھیل رہے ہوتے ہیں یا کسی چیز کے کھانے میں مشغول ہوتے ہیں اور خاموشی سے کھیل رہے ہوتے ہیں لیکن ان کو چپ کرا کر مائیں سمجھتی ہیں کہ اب ہمارا شور کرنا ضروری ہے اس لئے وہ آپس میں باتیں شروع کر دیتی ہیں اور بعض دفعہ یہ بھی ہے کہ جلسہ کی تقریروں کے دوران باتیں کر رہی ہوتی ہیں اور ایک شور پڑا ہوتا ہے اور جو مائیں ایسی ہیں جو خاموشی سے سننا چاہتی ہیں ان کو بھی سننے نہیں دیتیں تو لجنہ اور وہاں کی ڈیوٹی والیاں اس بات کا خاص خیال رکھیں۔ بچوں کی مارکی میں بھی بچوں کا شور تو برداشت ہو سکتا ہے ماؤں کا شور نہیں۔ اسی طرح عورتوں کی طرف سے یہ بھی شکایت ہے کہ بعض دفعہ بعض عورتیں مین مارکی میں بھی تقریروں کے دوران بلاوجہ بولتی رہتی ہیں اور چپ کرانے والی لڑکیوں سے غلط رنگ میں بات کرتی ہیں اور غلط جواب ان کو دیتی ہیں جو کسی طور پر بھی مناسب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو جلسہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان تمام باتوں اور ہدایات پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے جو ابھی میں نے دی ہیں یا آپ کے پروگراموں میں جو لکھی گئی ہیں۔ لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ ان تمام ہدایات پر حاوی ایک بات ہے جو ہر ایک کے لئے فرض ہے اور انتہائی ضروری ہے اور وہ ہے دعا جو جلسہ کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعا کریں اللہ تعالیٰ محض اور محض اپنے فضل سے جلسہ کو ہر لحاظ سے بابرکت

فرمائے اور ہر شر سے محفوظ رکھے اور ہم سب وہ فیض پانے والے ہوں جس کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔

اسی طرح یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ ریویو آف ریلیجنز کے تحت ہمیشہ کی طرح اس سال بھی ٹیورن شراؤڈ پر نمائش ان کی مارکی میں لگی ہوئی ہے۔ اسی طرح اسی جگہ ساتھ ہی القلم پراجیکٹ بھی ہے۔ اسی طرح شعبہ آرکائیو کے تحت بھی نمائش لگی ہوئی ہے وہ بھی دیکھنے والی چیز ہو گی، معلومات میں اضافے کے لئے ہو گی۔ اسی طرح اس مرتبہ شعبہ تبلیغ یُوکے نے قرآن کریم پر بھی ایک نمائش کا اہتمام کیا ہے امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی لوگوں کے لئے معلوماتی ہو گی اسے بھی دیکھیں۔

اسی طرح آج دو ویب سائٹس True Islam اور Rational Religion بھی launch ہوں گی۔ شعبہ تبلیغ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر آن لائن تقریری مقابلہ بھی رکھا ہوا ہے اس میں بھی لوگ شامل ہو رہے ہیں یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ آج جلسہ سے انہوں نے اسے شروع کیا ہے۔ بہر حال یہ ان دنوں کے روٹین کے جو جلسہ گاہ میں پروگرام ہوتے ہیں ان سے زائد باتیں اور پروگرام ہیں۔ ان نمائشوں اور پروگراموں سے بھی لوگوں کو استفادہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سب شاملین کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں سے حصہ لینے والا بنائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24 اگست 2018ء تا 30 اگست 2018ء جلد 25 شمارہ 34 صفحہ 05 تا 08)

32

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 10 اگست 2018ء بمطابق 10 ظہور 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الحمد للہ گزشتہ اتوار کو اپنی برکات بکھیرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اظہار کرتے ہوئے جلسہ سالانہ یوکے اپنے اختتام کو پہنچا۔ یہ تین دن بڑے بابرکت تھے۔ جلسہ سالانہ کی تیاریاں تو تقریباً سارا سال ہی چلتی ہیں لیکن آخری تین چار مہینے تو خاص طور پر انتظامیہ اور بہت سے رضاکار جلسہ کی تیاری کے لئے مصروف ہو جاتے ہیں اور جلسہ سے پہلے کے دو ہفتے تو رضاکاروں کی تعداد میں بھی بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر حدیقۃ المہدی میں تمام سہولتوں کو مہیا کرنے کے لئے کارکنان اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ کام کر رہے ہوتے ہیں جن میں نوجوان خدام کی ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ اس جگہ پر جو تقریباً جنگل ہے تمام تر سہولتوں کے ساتھ ایک عارضی شہر بنا دینا کوئی معمولی کام نہیں ہے اور پھر یہ بھی کہ سو فیصد پیشہ وارانہ مہارت رکھنے والے یہ کام نہیں کر رہے ہوتے۔ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اور جو نتائج حاصل ہوتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اِن کوششوں کو غیر معمولی طور پر کامیاب کرتا ہے اور جو مہمان آتے ہیں وہ بھی حیران ہو کر کارکنان کے جذبے کو دیکھ کر اس بات کا اظہار کرتے ہیں۔ جلسہ سے پہلے جو کارکنان کام کر رہے ہوتے ہیں وہ جلسے کے دنوں میں اَور بھی بڑھ جاتا ہے اور پھر اس میں نوجوان، بوڑھے، بچے، مرد، عورتیں سب شامل ہوتے ہیں اور غیر مہمانوں کے لئے یہ ایک غیر معمولی چیز ہے کہ کس طرح بچے اور بڑے سب اپنے کام میں انتہائی مصروف ہیں۔ مہمان جن کو اس بات کا کبھی تجربہ نہیں ہوتا ان کے کام سے بڑے متاثر ہوتے ہیں۔ جس طرح یہ لوگ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں وہ ایک غیر معمولی اظہار ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی کارکنان کی خدمت کو دیکھنے کے علاوہ اس بات کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ جلسہ نے ان پر ایک خاص اثر چھوڑا ہے، ان کی زندگیوں کو تبدیل کیا ہے۔ باوجود مسلمان نہ ہونے کے ان پہ اسلام کی تعلیم کا ایک اثر قائم ہوا ہے۔ اسلام اور جماعت کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہوا ہے۔ اور اسلام کے منفی اثر کے بجائے اس کی خوبصورتی کا ان کو علم ہوا ہے۔

پس جلسہ جہاں اپنوں کے ایمان میں مضبوطی اور بھائی چارے کو بڑھانے کا ذریعہ بنتا ہے وہاں غیروں کو اسلام کی حقیقی تعلیم بتانے کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ جلسہ کے دوسرے دن کی تقریر میں دوران سال اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی جو بارش ہوئی ہو اس کا خلاصۃً ذکر کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں پر شکر گزاری کا اظہار کیا جاتا

ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس شکر گزاری پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش مزید شکر گزاری کے لئے جلسہ کے دنوں میں ہی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کا ایک اظہار غیر مہمانوں کے جلسہ کے بارے میں تأثرات بھی ہے۔

اس وقت مَیں خلاصۃً بعض تأثرات آپ کے سامنے رکھوں گا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جلسہ کی برکات کا دوسروں پر بھی کتنا اثر ہوتا ہے۔

بینن کے ایک مہمان ویلنٹین ہودے (Valentine Houde) صاحب جو کہ آٹھ سال وزیر رہ چکے ہیں اور اس وقت ممبر آف پارلیمنٹ ہیں جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے جلسہ سالانہ سے وہ کچھ حاصل کیا ہے جو میں کثیر رقم خرچ کر کے بھی حاصل نہ کر سکتا تھا۔ ایک پُر سکون اور روحانی ماحول تھا جس میں مجھے رہنے کا موقع ملا۔ میں نے آج تک اتنا منظم اجتماع نہیں دیکھا جس میں چالیس ہزار کے قریب لوگ شامل تھے۔ مختلف قوموں اور رنگوں اور نسلوں کے لوگ ہیں لیکن پھر بھی اتنا پُر سکون ماحول ہے۔ اور نہ کوئی لڑائی نہ جھگڑا۔ ہر ایک دوسرے کی خدمت میں مصروف ہے۔ چھوٹے بڑے، بوڑھے جوان، مستورات بچیاں سب اعلیٰ اخلاق کے ساتھ دوسرے کے آرام کے لئے کام کر رہے ہیں۔ میرے لئے یہ بہت بڑی بات ہے اور حیرانگی کی بات ہے کہ اتنے بڑے مجمع میں نہ کوئی پولیس نہ کوئی فوج نظر آئی۔ ہر طرف جماعت احمدیہ کے رضاکار ہی کام کرتے نظر آ رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آج کے دور میں بے لوث اور بے غرض ہو کر کام کرنا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ پھر مَیں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ سب کچھ جماعت احمدیہ میں خلافت کی قیادت کی بدولت ہی ممکن ہے جس نے جماعت کے بچوں بوڑھوں نوجوانوں اور عورتوں سب کی اس رنگ میں تربیت کی ہے اور بچپن میں ہی ان کو جلسہ کے انتظامات سکھانا شروع کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں کہہ سکتا ہوں کہ جماعت احمدیہ جو اسلام دنیا کو پیش کرتی ہے اور جس رنگ میں اپنے ممبران کی تربیت کر رہی ہے اس سے بہت جلد دنیا اسلام احمدیت میں داخل ہو جائے گی اور احمدیت ہی دنیا میں سب سے بڑا مذہب ہو گی۔

(احمدیت تو مذہب نہیں اسلام ہی دنیا میں سب سے بڑا مذہب ہو گا جو احمدیت کے ذریعہ سے، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے دوبارہ نئے سرے سے قائم ہو گا۔) کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ جو تعلیم پیش کرتی ہے دنیا کو اس کی حقیقی عملی تصویر یہاں جلسہ میں شامل ہو کر دیکھنے کو ملی۔ مَیں اس جلسہ کی بہت حسین یادوں کو لے کر لندن سے واپس اپنے ملک لوٹ رہا ہوں۔ میرے لئے یہ لمحات ناقابل بیان اور حسین یادیں ہیں۔

پھر بینن کے ہی ایک مہمان چنوانو پاسکل (Tchinwanu Pascal) صاحب جو بینن کی وزارت برائے planning and development میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے بہت کانفرنسز دیکھی ہیں۔ ان میں شمولیت کی ہے۔ لیکن آپ کے جلسہ کی طرح منظم اور کامیاب جلسہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اس جلسہ میں تمام کام کرنے والے کارکنان اپنی ذمہ داریوں کو بڑی اچھی طرح جانتے تھے اور ان فرائض کو بڑے احسن رنگ میں ادا کر رہے تھے۔ چالیس ہزار کی تعداد کو کھانا کھلانا حیران کُن تھا۔ لیکن سب سے بڑی اور ناقابل یقین بات یہ ہے کہ تمام کھانا پکانے والے اور کھلانے والے سب رضاکار تھے۔ اگر ساری دنیا میں اس جذبے کے تحت کام کیا جائے تو مَیں یقین سے

کہہ سکتا ہوں کہ دنیا سے جنگ و جدل ختم ہو جائے اور بنی نوع انسان کے مسائل ختم ہو جائیں۔ مَیں جماعت احمدیہ کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کا بچہ، بڑا، نوجوان، بوڑھا اور مستورات سب ہی منظم اور مہذب لوگ ہیں۔

ہیٹی (Haiti) کے صدر مملکت کے نمائندے جوزف پیرے (Joseph Pierre) صاحب آئے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں یہ جلسہ میری زندگی کا بہت ہی اچھا تجربہ تھا جو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ کارکنان کے بے مثال طرز عمل نے میری آنکھیں کھول دی ہیں بلکہ اسلام کے بارے میں میرے خیالات کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔

پھر آئیوری کوسٹ سے سپریم کورٹ کے ایک جج طورے علی صاحب آئے تھے جو آئیوری کوسٹ کی نیشنل کانسٹی ٹیوشنل کونسل کے ایڈوائزر بھی ہیں۔ کہتے ہیں مَیں خود بھی مسلمان ہوں اور گزشتہ بیس سالوں سے مختلف اسلامی فرقوں کے مذہبی پروگراموں میں شامل ہونے کا موقع مل رہا ہے لیکن مجھے ان بیس سالوں میں اسلام کا وہ علم حاصل نہیں ہوا جو جلسہ کے ان تین دنوں میں ہوا ہے۔ ان تین دنوں میں روحانی طور پر مجھے جو ترقی ملی ہے وہ گزشتہ بیس سالوں میں نہیں ملی۔ کہتے ہیں کہ غیر احمدی علماء کے پاس کچھ نہیں ہے۔ اسلام کے بارے میں اگر کسی نے حقیقی تعلیم حاصل کرنی ہے تو وہ جماعت احمدیہ کے پاس آئے۔ پھر کہتے ہیں کہ جلسے پر جس طرح رضاکار ڈیوٹیاں دیتے ہیں اسی سے پتہ چل جاتا ہے کہ احمدیوں کو خلافت سے بہت محبت ہے اور اسی محبت کی وجہ سے وہ اپنے خلیفہ کی کامل اطاعت کرتے ہیں اور آپس میں بہت محبت سے رہتے ہیں۔ اس محبت میں یکجائی اور اتحاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کی صحیح رنگ میں خدمت کر رہے ہیں۔ کسی دوسرے مسلمان فرقے کے پاس ایسا رہنما اور ایسا اتحاد نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ میں آئندہ بھی روحانی جلسہ میں شامل ہوں گا بلکہ اپنی اہلیہ کو بھی لے کر آؤں گا۔

پھر بیلیز (Belize) سے ایک صحافی خاتون سحر وَاسکیز (Sahar Vasquez) صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں جب میں میامی سے لندن والی فلائٹ پر بیٹھی تھی تو میرے ذہن میں خوف اور ڈر اور دہشت کے بہت سے خیالات آنے لگے۔ یہ خیالات اس وجہ سے نہیں تھے کہ مَیں سات گھنٹے لمبی فلائٹ میں بیٹھی تھی۔ بلکہ مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ میں نے اپنے اگلے تین دن مسلمانوں کے درمیان گزارنے ہیں۔ دنیا بھر میں ہونے والے شدید ترین دہشت گردی کے واقعات کے لئے بعض مسلمان ہی ذمہ دار ہیں۔ مجھے احساس ہوا کہ اب میں واپس نہیں جا سکتی۔ جہاز تو اُڑ گیا۔ پس مجھے اس چیز کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ مَیں نے دعا کی کہ میں خود کسی دہشت گرد حملہ کی شکار نہ بن جاؤں۔ ظاہر ہے کہ میں کسی حملہ کی شکار تو نہیں بنی بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ مجھے تو یہاں شہزادیوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ جلسہ سالانہ کے تأثرات میری زندگی میں سب سے بہترین تأثرات میں سے ہیں۔ میں بہت سارے لوگوں سے ملی ہوں لیکن مجھے احمدیوں جیسے ہمدرد لوگ کبھی نہیں ملے۔ میں نے ایک اعلیٰ اور عمدہ جماعت کو پایا۔ مجھے عاجزی اور محبت کے اعلیٰ معیاروں کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ ہر دن نہایت سحر انگیز تھا۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں یہاں سے بہت سارے دوست اور یادیں ساتھ لے کر جا رہی ہوں۔ یہ حقیقت میں ایک ایسا تجربہ تھا جو میں کبھی نہیں بھول پاؤں گی۔

پھر بیلیز شہر کے میئر برنرڈ جوزف (Bernard Joseph) صاحب کہتے ہیں کہ میرا جلسہ سالانہ کا یہ پہلا

تجربہ نہایت خوش کن اور دلنشین تھا۔ مَیں تینوں دن احمدیوں کے بھائی چارے باہمی محبت اور انسانیت کی خدمت سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں۔ میں ایک ایسے ملک سے آیا ہوں جہاں پر ہمیں بہت سارے معاشرتی مسائل کا سامنا ہے۔ مَیں بیلیز سٹی کے میئر کے طور پر سمجھتا ہوں کہ ان تمام معاشرتی مسائل سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے شاید ہمیں اپنی لوکل جماعت احمدیہ بیلیز سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔ کہتے ہیں کہ میں یہاں سے بہت اچھی یادیں ساتھ لے کر جارہا ہوں اور ان تعلقات کو بھی جو اِن تین دنوں کے دوران بنے ہیں۔ رہائش کھانے اور سفر وغیرہ کے تمام انتظامات نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے۔ کاروں کے ڈرائیورز، ائیر پورٹ پر کھڑے خوش آمدید کرنے والے کارکن، اسی طرح جلسہ سالانہ کے دوران آب رسانی کی ڈیوٹی دینے والے بچے، پارکنگ والے کارکن، کھانا پکانے والے اور تمام ایسی انتظامیہ جو پس پردہ خدمت کی توفیق پارہی تھی ان سب نے اس جلسہ کو نہایت ہی یادگار بنایا ہے۔

پھر اٹلی سے ایک پروفیسر یوستولاکُنسا بالدہ (Justo Lacunza Balda)۔ یہ کیتھولک مشنری پادری ہیں اور سابقہ پوپ کے مشیر بھی رہ چکے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس جلسہ میں تین باتیں خاص طور پر نوٹ کی ہیں۔ ایک تو مختلف اقوام کا آپس میں اس طرح پیار سے ملنا اور کسی قسم کا حجاب نہ ہونا ایک حیران کُن بات ہے اور دنیا میں کہیں اس طرح کا نظارہ نہیں ملتا۔ دوسرا اس جلسہ میں مجھے بہت سکون نظر آیا ہے۔ کسی قسم کی بے چینی نہیں تھی۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کے خطابات اپنے اندر بڑا واضح پیغام رکھتے ہیں اور ان میں ہمارے لئے بہت پریکٹیکل نصائح ہیں۔

پھر فلپائن کی ایک مہمان ایلینا لوبس صاحبہ۔ اس وقت عرب نیوز کے لئے کام کرتی ہیں اور گزشتہ سال منیلا بلیٹن کی صحافی کے طور پر جلسہ میں شامل ہوئی تھیں۔ اس سال پھر دوبارہ اپنے ذاتی خرچ پر شامل ہوئی ہیں۔ کہتی ہیں کہ میرا جلسہ سالانہ میں شمولیت کا دوسرا تجربہ ہے۔ مجھے کہنا پڑے گا کہ ہر بار جلسہ سالانہ کے انتظامات اور دیگر امور نے مجھے بے حد مرعوب کیا ہے۔ اسی طرح لوگوں کی ایمانی کیفیت بھی دیکھ کر اور خاص طور پر اس امر نے کہ کس طرح مختلف رنگ و نسل کے لوگ جلسہ سالانہ کے ماحول میں آکر باہم گھل مل جاتے ہیں اور کسی بھی قومیت یا رنگ و نسل کے شخص میں ہرگز کوئی فرق نہیں رہتا۔ یہی باہمی محبت اور بھائی چارہ ہے جو آپ کے پیغام کو ایک عملی رنگ دیتا ہے جو کسی بھی تقریر سے زیادہ موثر اور دیرپا اثر چھوڑنے والا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ شاملین جلسہ اسی محبت اور برابری کی فضا کو اپنے اپنے ملکوں میں واپس لے کر جاتے ہوں اور اس طرح جلسہ میں شامل تمام ممالک اس ماحول سے مستفیض ہوتے ہوں گے۔ کہتی ہیں کہ میرا خیال ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو احمدیہ جماعت کے ساتھ جلسہ کے ماحول میں کچھ دن گزارنے چاہئیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو پتہ چل سکے کہ محبت اور برادری کسے کہتے ہیں اور اسلام کا حقیقی چہرہ کس قدر خوبصورت ہے۔

جاپان سے آنے والے وفد میں شامل ایک خاتون یوکیکو کونڈو (Yukiko Kondo) صاحبہ میری جو عورتوں کی تقریر تھی اس کے بارے میں کہتی ہیں کہ خواتین کے خطاب سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفۂ وقت کی نصائح، امام جماعت احمدیہ کی نصائح وہ پروٹیکشن (Protection) ہیں کہ جن کے سائے تلے احمدیت ترقی کر رہی ہے۔

خاندانوں کو جوڑنے اور مشینی دنیا سے باہر نکلنا واقعی اس وقت دنیا کی ضرورت ہے۔ کہتی ہیں کہ آجکل مذہب سے دوری کا رجحان ہے لیکن ہم یہ سوچ رہے تھے کہ وہ کون سی طاقت ہے جو جماعت احمدیہ کے افراد میں دینی خدمت کا جذبہ اور جوش قائم رکھے ہوئے ہے۔ یہ سوال ہمارے ذہنوں میں گردش کر رہا تھا۔ لیکن جلسہ کے پہلے دن ہی دعا میں شامل ہو کر اور امام جماعت احمدیہ کی نصائح سن کر یقین ہو گیا کہ دعا ہی وہ طاقت ہے جو جماعت احمدیہ اور دنیا بھر کے درمیان امتیاز پیدا کر رہی ہے۔ جلسہ میں ہمیں بار بار دعا کرنے کا موقع ملا۔ دعا کے بعد ہم نے دیکھا کہ ہمارے دل بھی ہلکے ہوئے ہیں اور ہماری روح کو ایک تازگی ملی ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ جلسہ کے دوران موسم گرم رہا لیکن ہم نے نہیں دیکھا کہ موسمی شدت کی وجہ سے لوگ اکتاہٹ کا شکار ہوئے ہوں۔ کارکنان کے چہروں پر مسکراہٹ قائم رہی۔ کھانے کے دوران نظم وضبط مثالی تھا۔ جب مجھے پتہ چلا کہ پانی پلانے والے بچوں سے لے کر واش رومز کی صفائی کرنے والے رضاکاروں تک اکثر اپنی دلی خوشی سے یہ خدمات بجالا رہے ہیں تو میں انہیں رشک سے دیکھتی اور دعا کرتی کہ خدا ان سب سے راضی ہو جائے جو لوگوں کی تسکین کے لئے اپنا آرام قربان کر رہے ہیں۔

گوادے لوپ کے ایک نومبائع پیٹرس میاکو (Patrice Mayeko) صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی اس طرح کا پروگرام نہیں دیکھا۔ جلسہ کے پروگراموں کا بروقت شروع ہو جانا میرے لئے بہت متاثر کن تھا۔ تقاریر کے مختلف موضوعات وقت کی ضرورت کے مطابق تھے اور خاص طور پر میرے لئے بہت مفید تھے۔ جلسہ کا تمام انتظام ایک چلتی ہوئی مشین کی طرح تھا جس کا ہر پرزہ اپنی جگہ پر تھا اور سب کارکنان مل کر اس مشین کو بہترین طریقے سے چلا رہے تھے۔ ہر کارکن اپنے کام سے واقف اور ماہر نظر آتا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ جلسہ میں منعقد کی جانے والی تمام نمائشیں بہت فائدہ مند تھیں۔ خاص طور پر آرکائیو اور مخزن تصاویر اور ریویو آف ریلیجنز نے مجھے بہت متاثر کیا۔ یہ نمائشیں مجھے بہت پسند آئیں اور انہوں نے میرے احمدیت کی تاریخ کے بارے میں علم میں بہت اضافہ کیا۔ اس جلسہ میں شامل ہو کے مَیں اور بھی خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے ایسی بابرکت جماعت کے ساتھ منسلک ہونے کی توفیق دی۔ ایک کمی کی طرف بھی انہوں نے اشارہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس بابرکت جلسہ سالانہ کی تمام خوبیوں سے قطع نظر میری ادنیٰ سی سمجھ کے مطابق انگلش کے بالمقابل میں نے فرنچ زبان میں پروگراموں کی بہت کمی محسوس کی ہے۔

فرنچ پروگرام بنانے والے اس بات کو نوٹ کر لیں کہ یا تو فرنچ پروگرام ہوں یا پھر جو پروگرام ہو رہے ہوتے ہیں ان کا ترجمہ بھی کسی طریقے سے ہو۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کمزوریوں کی نشاندہی بھی ہمیں ساتھ ساتھ ہو جاتی ہے۔

جاپان سے آئے ہوئے ایک مہمان یوشیدا (Yoshida) صاحب جو کہ بدھ مت کے چیف پریسٹ ہیں انہوں نے عالمی بیعت کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ کہتے ہیں بیعت کی تقریب دیکھ کر احساس ہوا کہ ہمارا ایک خدا ہے اس کے آگے جھکا جائے تو دلوں کو اطمینان ملتا ہے اور گناہ دُھل جاتے ہیں۔ نیز اگر سب انسان اختلافات ختم کر کے ایک ہونا چاہیں تو ہو سکتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں بیعت کی تقریب میں شامل ہو کر بے اختیار ہماری

آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ہم بھی سجدے میں گر گئے اور ہمیں لگا کہ واقعی ہمارے گناہ دھل رہے ہیں۔

پھر انڈونیشیا کے ایک سکالر پروفیسر محمد صاحب ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جلسہ سالانہ کا انعقاد ایک بہت بڑا حیران کُن پروگرام ہے۔ اس جلسہ میں مختلف ممالک سے لوگ آئے ہوئے تھے اور ایسے لگ رہا تھا کہ گویا تمام دنیا کو اکٹھے کر کے اُمّتِ واحدہ بنا دیا گیا ہے۔ جس طرح یہاں رضا کار خدمت کر رہے تھے کسی اور تنظیم میں اس کی مثال نہیں ملے گی۔ یہ ایک بہت بڑا ثبوت ہے کہ جماعت احمدیہ ہر میدان میں خدمت کرنے والی جماعت ہے۔ جلسہ کے دوران ہر قسم کے آدمی سے ملاقات ہوئی اور ان میں سے بعض بڑی بڑی شخصیات بھی تھیں۔ ہر طرف اسلامی اخوّت کا نظارہ نمایاں تھا اور ہر جانب امن و امان کا پیغام تھا۔ کہتے ہیں جہاں تک مہمان نوازی کا تعلق ہے تو اس کا بیان ناممکن ہے۔ کارکنان مہمانوں کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ بہت بشاشت سے پیش آتے ہیں۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ ہم اپنے گھر میں ہی رہ رہے ہیں۔ اور جلسہ سالانہ کی تقاریر جو تھیں ہر ایک کو بآسانی سمجھ آ رہی تھیں۔ کہتے ہیں میری تجویز ہے کہ اس قسم کے عظیم الشان جلسہ کا انعقاد انڈونیشیا میں ہو جس میں خلیفۂ وقت حاضر ہو یہ ہمارے لئے بڑی فخر کی بات ہو۔

اگر کرنا چاہیں تو اپنے ملک کے لوگوں کو قائل کریں وہاں تو احمدیت کی دشمنی میں بڑھتے جا رہے ہیں۔

پھر انڈونیشیا کی ایک مہمان خاتون ہیں جو کہ مسلمان عورتوں کی ایک تنظیم کی رہنما ہیں۔ کہتی ہیں کہ میں جماعت احمدیہ کی کئی کتابیں پڑھ چکی ہوں اور جماعت کا کافی علم ہے لیکن جب جلسہ سالانہ میں شامل ہوئی اور خلیفۂ وقت کے خطابات اپنے کانوں سے سنے تو بہت متاثر ہوئی۔ واقعی جماعت احمدیہ کے لوگ عالم باعمل ہیں۔ جس طرح لوگ غور اور توجہ کے ساتھ خلیفۂ وقت کے ارشادات سنتے ہیں یہ سارا منظر دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کفر اور گمراہی میں مبتلا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی سچے مسلمان ہیں جو نماز کے پابند ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی بڑے اچھے طریق سے ادا کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی عزت کرتے ہیں۔ ہر بات کرنے سے پہلے السلام علیکم کہتے ہیں۔ ہر پروگرام میں نظم و ضبط اور اطاعت کے ساتھ پیروی کرتے ہیں۔ ہر ایک رضا کار اپنی اپنی ذمہ داریوں کو تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے تحت ادا کر رہا ہے۔ یہ سارا نظارہ دیکھ کر میں بہت متاثر ہوئی۔ اور کہتی ہیں کہ یہ سب کچھ امام الزمان اور خلافت کی برکات کا نتیجہ لگتا ہے۔ یہ احمدی نہیں ہیں۔

انڈونیشیا سے ہی ایک غیر احمدی سکالر تھے جو وہاں ایکیو نیورسٹی کے شعبہ فلسفہ کے ہیڈ بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے پہلی مرتبہ ایسی مجلس دیکھی ہے جس میں ہر لحاظ سے اور ہر پہلو سے روحانی امور کو مدنظر رکھا جا رہا ہے۔ کہتے ہیں میں اس جلسہ کو ایک سنہری جلسہ خیال کرتا ہوں کیونکہ اس میں ساری دنیا سے لوگ خلافت کے ارد گرد پروانوں کی طرح جمع ہوئے ہیں۔ مَیں ایک انڈونیشین کی حیثیت سے خلیفۃ المسیح کی کوششوں کو سراہتا ہوں جنہوں نے تمام دنیا کے لوگوں کو ایک جگہ میں اکٹھا کر کے بھائی چارے کا منظر پیش کیا ہے۔

اصل میں تو خلافت اس کام کو آگے بڑھا رہی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کے لئے بھیجے

گئے تھے اور اللہ کرے کہ ان کو امام الزمان اور مہدی دوران کو ماننے کی بھی توفیق ملے۔

پھر کہتے ہیں کہ یہی سچا اسلام ہے اور یہی حقیقی اخوت ہے۔ جماعت احمدیہ ایک واحد عالمی تنظیم ہے جس کی مثال کہیں بھی نہیں ملتی۔ جماعت احمدیہ کا ماٹو نہایت عمدہ ہے۔ ہر دل میں کیل کی طرح گڑ جاتا ہے۔ خلیفۂ وقت کے ہر خطاب میں قرآن کریم، احادیث اور سنت نبوی کی روشنی میں نہایت احسن رنگ میں اسلامی تعلیمات بیان کی گئیں۔ جلسہ سالانہ گو صرف تین دن ہیں لیکن برکات کے لحاظ سے یہ تین دن بہت لبریز ہیں۔ ہم اس کے لئے آپ کے بہت شکر گزار ہیں۔

گنی کناکری کے ایک صوبے کی گورنر سارنگ بے کمارا صاحبہ شامل ہوئی تھیں۔ کہتی ہیں کہ میں نے اس سے بہترین اور منظم پروگرام پہلے نہیں دیکھا۔ تمام ممالک سے ہر رنگ و نسل کے لوگ بڑی تعداد میں شامل ہوئے جو کہ بہترین اسلامی نمونہ پیش کر رہے تھے۔ پیار اور محبت کا غیر معمولی اظہار جو صرف لفظی نہیں بلکہ عملاً دکھائی دے رہا تھا اور محسوس ہو رہا تھا۔ ہر وہ چیز جس کی ضرورت ہوتی ہر وقت میسر تھی۔ کہتی ہیں کہ مجھے تمام تقاریر سننے کا موقع ملا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس وقت کی ضرورت کے عین مطابق تیار کی گئی ہیں۔ خصوصاً امام جماعت احمدیہ کی تقاریر غیر معمولی نوعیت کی تھیں۔ خطبہ جمعہ میں جو میزبانوں اور مہمانوں کو ہدایات دیں اگر ہم ان ہدایات پر عمل کریں تو ہمارے تمام مسائل جو کہ بلاوجہ پیدا ہو جاتے ہیں پیار اور محبت سے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے حل ہو جائیں۔ کہتی ہیں ان تین دنوں میں مَیں تو یہی سمجھتی ہوں کہ احمدیہ جماعت ایک منظم اور ایک امام کے اشارے پر چلنے والی جماعت ہے اور یہی اسلام کی خوبصورت تعلیم ہے جس پر عمل کرتے ہوئے ہم آج ایک جماعت بن سکتے ہیں۔ آخر میں کہتی ہیں کہ دعا کی درخواست بھی کرتی ہوں کہ ہمارے ملک میں اللہ تعالیٰ امن قائم فرمائے اور حقیقی اسلام کا قیام عمل میں آئے۔

ہونڈورس کے ایک جرنلسٹ مانولو جوز اسکوٹو (Manolo Jose Escoto) صاحب ایک ٹی وی چینل کے ساتھ منسلک ہیں۔ کہتے ہیں جب مجھے ایک مسلمان جلسہ میں شرکت کی دعوت دی گئی تو تجسس پیدا ہوا۔ کیونکہ عالمی سطح پر کم علمی کی وجہ سے مسلمانوں کے بارے میں برے اور منفی خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ لیکن میں شدت سے اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اس منفی رویے کی وجہ کم علمی ہے۔ مجھ جیسے ہزاروں لوگ ہیں جو مسلمانوں کی صحیح تعلیم اور جذبات سے آگاہ نہیں۔ اب احمدیہ جماعت کی بدولت میں نے اسلام کے بارے میں بہت کچھ سیکھا۔ جلسہ سالانہ کے ماحول میں رہتے ہوئے مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ لوگوں کے بارے میں کوئی متعصبانہ رائے قائم کرنے سے قبل ان کو ذاتی طور پر جاننا لازمی ہے۔ جلسہ سالانہ کا مرکزی پیغام امن کا پیغام ہے جو ہر سطح کے لوگوں تک پہنچنا چاہئے۔ اسی طرح مجھے اچھے ہمدرد اور عزت کرنے والے لوگوں سے بھی ملنے کا موقع ملا جنہوں نے تمام مہمانوں کے لئے اپنے دل کھولے ہوئے تھے۔

گوئٹے مالا کی ایک صحافی خاتون گلاڈیس رامیرس (Galadys Ramirez) صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں کہ مجھے جماعت احمدیہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کر کے غیر معمولی مسرت و خوشی ہوئی۔ جماعت احمدیہ مسلمہ

کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اسلام کے متعلق بہت ساری غلط فہمیاں دور ہوئیں۔ حقیقی اسلامی تعلیمات سے آگاہی ہوئی۔ میرا دل خوشی سے لبریز ہے کہ جلسہ کے جملہ شرکاء نے میرے ساتھ انتہائی محبت اور احترام کا سلوک کیا۔ بحیثیت عورت کسی لمحہ بھی میں نے محسوس نہیں کیا کہ اپنے گھر سے دور ہوں اور اکیلی ہوں۔ بلکہ اس کے برعکس اس جگہ میں نے اپنے آپ کو محفوظ اور دوسروں کی نظر میں قابل احترام محسوس کیا۔ باہمی اخوت اور محبت کا عملی نمونہ دیکھا۔ دنیا کے مختلف ممالک کے افراد سے مل کر ایسا محسوس ہوا کہ سب ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اور ہمدرد ہیں۔ اگرچہ مختلف زبانیں بولتے تھے مگر ان کے عملی نمونے نے یہ زبانوں کے اختلافات کو بھلا دیا۔ کہتی ہیں میں اس پُرامن اسلامی معاشرے سے بے حد متاثر ہوں اور میرا یقین ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد حقیقتاً امن و سلامتی کا عملی رنگ میں قیام کر رہے ہیں۔

وہاں سے ایک ٹی وی چینل کے فوٹو گرافر آئے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں ناقابل فراموش تجربہ ہے۔ کارکن سے لے کر افسر تک سب نے نیک جذبات کا اور محبت اور پیار کا سلوک کیا۔ جلسہ کے انتظامات اور تقاریر نے میرے ذہن کو جلا بخشی۔ عملی طور پر آپ لوگوں نے مجھے بتایا کہ حقیقی مسلمان کون ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں 2015ء میں جماعت سے تعارف ہوا تھا لیکن یہاں آکر مجھے محسوس ہوا کہ اپنے گھر میں رہ رہا ہوں۔ بحیثیت انسان ہر ایک کا فرض ہے کہ دوسرے سے عزت و احترام سے پیش آئے اور ضرورتمند کی مدد کرے۔ کہتے ہیں کہ اس جلسہ سے مجھے یہ سبق ملا کہ ہم سب مل کر باہمی تعاون اور محبت و اخوت سے کام کریں تو عظیم الشان کام کر سکتے ہیں۔

میکسیکو سے ایک نومبایعہ الزبتھ پریرا (Elizabeth Parera) صاحبہ کہتی ہیں کہ مجھے احمدی ہوئے صرف ایک سال ہوا ہے اور میں اسلام کے بارے میں سیکھ رہی ہوں۔ یہ ایک ایسا مذہب ہے جو ہمارے ملک میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور اس کی وجہ میڈیا ہے لیکن میں جانتی ہوں کہ اسلام امن کا مذہب ہے مگر میرے گھر والے مجھے یہاں آنے سے روک رہے تھے اور مجھے ڈرا رہے تھے مگر یہاں پہنچنے کے بعد میں نے اس کے برعکس پایا۔ کہتی ہیں ائیر پورٹ سے ہمیں ریسیو کرنے سے لے کر جلسہ سالانہ کے تینوں دن تک جو رضاکاروں کا جذبہ اور سلوک میں نے دیکھا ہے اس سے میں بہت متاثر ہوئی ہوں۔ اب میرے دل میں جماعت کے بھائی چارے اور فیملی کے نظام کے بارے میں کوئی شک نہیں رہا۔ کہتی ہیں جو تصورات میں اپنے دل میں لے کر جا رہی ہوں ان کو میں میکسیکو واپس جا کر استعمال کروں گی اور لوگوں تک جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچاؤں گی۔

پھر میکسیکو کی ہی ایک نومبایعہ لاؤرا بریتو سوبیرانس (Laura Brito Soberanis) صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں کہ رضاکار کبھی کبھار میری بات نہیں سمجھ پاتے تھے لیکن مجھے یہاں آکر علم ہوا کہ زبان کا فرق احمدیوں کے مابین تعلقات میں روک نہیں بن سکتا۔ خدا تعالیٰ کے پیار نے ہمیں ایک بنا دیا ہے۔ میں ایسے محسوس کر رہی ہوں جیسے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہوں اور خلیفۂ وقت کے خطابات سن کر میں نے اپنا جائزہ لیا کہ مجھ میں کون سی کمزوریاں ہیں اور اب مجھے یقین ہے کہ میں صحیح جگہ پر ہوں اور خدا تعالیٰ نے مجھے ہدایت کا راستہ دکھایا ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ جس طرح میرا ایمان پختہ ہو گیا ہے میرے گھر والے بھی اسلام کو جانیں اور ان کا ایمان بھی پکا ہو۔

پھر محمد مبوہو عزیز (Mbohou Azize) صاحب کیمرون سے ہیں۔ کہتے ہیں میں گزشتہ سال بھی جلسہ میں شامل ہوا تھا۔ اس دفعہ پہلے کی نسبت ہر ڈیپارٹمنٹ میں ترقی ہوئی ہے۔ ٹرانسپورٹ اور رہائش کے انتظام بہت اچھے تھے۔ کھانے کے انتظامات سے بہت حیرت ہوتی ہے۔ اتنے بڑے مجمع کو دو گھنٹے میں کھانا کھلا کر فارغ کر دیا جاتا ہے۔ کوئی لڑائی اور شور شرابہ نہیں ہوتا۔ ہر ایک بروقت جلسہ گاہ میں جاتا ہے اور پروگرام سنتا ہے۔ یہ خاص چیز ہے جو دنیاوی پروگراموں میں نظر نہیں آتی۔ خدام جتنے جذبہ پیار اور محبت سے کام کر رہے ہوتے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جس جماعت کے پاس ایسے فدائی ہوں وہ ہمیشہ ترقی کرتی ہے۔ کہتے ہیں خاکسار پیشہ کے اعتبار سے جرنلسٹ ہے۔ ایم ٹی اے کے سٹاف سے میٹنگ ہوئی اور وہاں بھی ہمیں بڑا مزہ آیا۔ ہماری ضرورت کی ہر چیز موجود تھی جو چیزیں دنیا کے پرائیویٹ اور گورنمنٹ کے اداروں میں بھی میسر نہیں ہوتیں۔ جماعت کا پیغام غیروں تک کیسے پہنچ رہا ہے اس کا اندازہ مجھے غیر از جماعت مہمانوں کے تأثرات سے ہوا۔ ہر کسی نے جماعت کے پیار و محبت کی تعلیم کی تعریف کی۔ پھر کہتے ہیں خلیفۂ وقت نے عورتوں میں جو تقریر کی تھی وہ ہماری نئی نسل کی تربیت کے لئے بہت اہم ہے۔ سوشل میڈیا کا استعمال کیا ہونا چاہئے؟ یہ سب باتیں اس وقت کی اہم ضرورت ہیں۔ اگر ہم نے اپنے بچوں کو اس ماحول سے نہ بچایا تو وہ انسانیت اور اسلام سے بہت دور چلے جائیں گے۔ ہمیں اس تعلیم کو اپنانا ہو گا۔ پھر کہتے ہیں فحشاء کی جو تفسیر آخری تقریر میں کی وہ بہت اثر رکھنے والی تھی۔ اس کے معنی سن کر ایسا لگا کہ ہم سب ان برائیوں میں مبتلا ہیں۔ اور کئی لوگ ہیں جو نیک کہلاتے ہیں لیکن ان کے اعمال نیک نہیں ہوتے۔ اگر ہم خلیفۂ وقت کی اس تفسیر کو سمجھیں اور اس پر عمل بھی کریں تو ہم اپنی نئی نسل کو پاک صاف معاشرہ دے سکتے ہیں۔ لفظ فحشاء کی اس تفسیر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ یہ ایسا بہترین نکتہ ہے جس کو میں اپنی زندگی کا حصہ بنائے رکھوں گا۔ کہتے ہیں میں نے مختلف نمائشیں بھی دیکھیں۔ جماعت کی تاریخ کا پتہ چلا۔ جو قومیں اپنی تاریخ کو نہیں بھولتیں وہ ہمیشہ ترقی کرتی ہیں۔ ریویو آف ریلیجنز ایک صدی کے عرصہ سے پیغام پہنچا رہا ہے جو جماعت احمدیہ نے شروع کیا۔ کہتے ہیں میں خود باقاعدگی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتا ہوں اور بہت معیاری آرٹیکل ہوتے ہیں اور اسی طرح ہیومینٹی فرسٹ کی خدمات بھی بڑی بے مثال ہیں۔

آئس لینڈ کے وفد میں شامل ایک مہمان خاتون ایمیلیتا اورڈونیز (Emelita Ordonez) صاحبہ کہتی ہیں کہ جلسہ میں شامل ہونے سے میرے علم میں بہت اضافہ ہوا اور میں جماعت احمدیہ کو بہتر رنگ میں سمجھنے لگی ہوں۔ دنیا بھر کے لوگوں سے ملنا اور ان سے گفتگو کرنا بہت دلچسپ تھا۔ مجھے ہر طرف امن محبت اور بھائی چارہ محسوس ہوا۔ جلسہ کی تقریریں ایمان افروز تھیں اور exhibitions دیکھ کر بہت لطف محسوس ہوا گو کہ نمائش میں شہداء کی تصویریں دیکھ کر دکھ بھی محسوس ہوا کیونکہ یہ ظلم محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے کیا گیا ہے اور کیا جاتا ہے۔ تیسرے روز بیعت کی تقریب نے دل پر ایک غیر معمولی اثر چھوڑا تھا اور بہت ساری چیزوں کا اور تأثرات کا الفاظ میں بیان کرنا محال ہے۔

میسیڈونیا سے ایک صحافی ٹونی اجٹوسکی (Toni Ajtovski) صاحب بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ جلسہ پر جس

بات کا میں نے سب سے زیادہ اثر لیا وہ خلیفۂ وقت کے خطبات تھے۔ خصوصاً تربیت اولاد کے حوالے سے آپ کا خطاب کہ بچوں کی تربیت اور ان کی نگرانی کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور خاص طور پر موبائل وغیرہ کے استعمال کا ذکر کیا کہ کس طرح یہ چیزیں فیملی کی اکائی کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہی ہیں۔ یہ ایک عالمی پیغام تھا۔ کیونکہ دنیا میں ہر فیملی کو یہی مسائل درپیش ہیں۔ اگر ایک فیملی بطور فیملی اکٹھی نہ رہے اور افراد کا آپس میں تعلق نہ ہو تو وہ بکھر جاتی ہے اور فیملی کے بکھرنے سے سارا معاشرہ اور اکائی بکھر جاتی ہے اور اچھے مستقبل کی ضمانت نہیں رہتی۔

جارج کرینو (Jorge Carino) صاحب فلپائن سے آئے تھے۔ بڑے ٹی وی چینل اے بی ایس۔ سی بی این (ABS-CBN) کے معروف مارننگ شو کے میزبان ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ میری زندگی میں پہلا موقع تھا کہ میں نے اس قدر کثیر تعداد میں مختلف ملکوں اور رنگ و نسل کے لوگوں کو ایک جگہ جمع دیکھا۔ ہر شخص خواہ وہ کسی بھی ملک سے ہو خواہ لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہوں یا نہیں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے اور سلام کرتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے جمع ہونے کا مقصد صرف اور صرف محبت اور انسانی اقدار کو پھیلانا تھا۔ کہتے ہیں بطور صحافی مجھے ہزارہا جلسے دیکھنے کا موقع ملا مگر جس قدر سکون، تحمل اور نظم و ضبط کے ساتھ جلسہ سالانہ یُوکے کے انتظامات اور کارروائی ہوئی ہے اس کی مثال میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ رضاکاروں نے جس قدر محبت کے ساتھ ہماری عزت افزائی فرمائی اور ہماری ہر ایک ضرورت کا خیال رکھا اس نے بھی میرے دل پر بہت گہرا اثر چھوڑا ہے۔ کہتے ہیں ٹریفک کنٹرول کی بات ہو یا گرمی دور کرنے کے لئے مشروب پلانا ہو، چھوٹے چھوٹے بچے بڑی محنت سے یہ ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے۔ اور کہتے ہیں مجھے انتہائی خوشی ہے کہ میں اس جلسہ میں شامل ہوا کیونکہ اس جلسہ نے میرے ذہن کو پہلے کی نسبت بہت زیادہ کھول دیا ہے اور مجھے ایک نیا زاویہ نظر دیا ہے۔ جلسہ اس لحاظ سے میری زندگی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے ایک نئے کلچر تہذیب و تمدن کو دیکھنے کا موقع ملا جو فلپائن کے کلچر سے مختلف ہے۔

پھر یونانی مہمان مارسیا ماٹنز صاحبہ کہتی ہیں کہ یہ بالکل ناممکن ہے کہ اس تجربہ کو لفظوں میں بیان کیا جاسکے جو اڑتیس ہزار لوگوں کا حصہ بنتے ہوئے جو امن کے لئے دعا گو ہیں حاصل ہوتا ہے۔ جلسہ کے موقع پر جو رحم اور محبت کے جذبات سب کی طرف سے ملے یہ تجربہ نہایت متاثر کرنے والا تھا جس نے میری امیدوں کو مزید بلند کر دیا ہے کہ باوجود ہمارے اختلافات کے کس طرح انسانیت دنیائے امن کے نئے دور میں رواداری اور ایک دوسرے کو قبول کرتے ہوئے داخل ہونے کی طاقت رکھتی ہے۔ جس سے ہماری انسانیت کی ترقی میں یہ معیاری قدم ممکن نظر آتا ہے۔

پھر کینیڈا سے انڈیجنس (Indigenous) لوگوں کے جو فرسٹ نیشن کہلاتے ہیں ان کا وفد بھی شامل ہوا تھا جنہوں نے سروں پہ اپنے روایتی بڑے بڑے تاج پہنے ہوئے تھے۔ قبائلی لوگ تھے۔ ان کے تین قبائل کے چیف اور ایک ان کا یوتھ لیڈر شامل تھا۔ ان کے یوتھ لیڈر میکس فینڈے (Max Fineday) کہتے ہیں کہ ہمیں خدام کے جلسہ سالانہ پر رضاکارانہ خدمت نے بہت متاثر کیا۔ ہم واپس جا کر جلد ہی احمدی یوتھ اور فرسٹ نیشن کی یوتھ کے ساتھ اکٹھے پروگرامز کریں گے۔ احمدی نوجوانوں جیسا نظم و ضبط میں نے کسی قوم میں نہیں دیکھا اور جس

مہارت سے اپنے کام کرتے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔

خدام بھی یہ بات یاد رکھیں کہ یہ تعریف ان کو مزید خدمت کی طرف متوجہ کرنے والی ہونی چاہئے۔

پھر ایک چیف روگر ریڈمین (Roger Redman) کہتے ہیں کہ مجھے سگریٹ نوشی کی بہت عادت ہے اور ہم لوگ تمباکو کا استعمال کرتے ہیں بلکہ ہمارے قبیلے میں یہ ہے کہ سگریٹ نوشی اور تمباکو کا استعمال فرسٹ نیشن کے لوگوں کا ایک مذہبی رکن ہے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمباکو کا استعمال روحانیت میں ترقی کے لئے خاص عنصر ہے۔ مگر جلسہ سالانہ کے موقع پر جب خلیفۂ وقت نے جماعت کے لوگوں کو یہ کہا کہ سگریٹ نوشی سے اجتناب کرنا ہے۔ تو چیف نے کہا کہ میں نے بھی عہد کیا اور اس بات کا اظہار بھی کیا کہ میں جلسہ کے دنوں میں سگریٹ نوشی سے پرہیز کروں گا اور پھر یہ اپنے وعدے پر قائم بھی رہے۔

پس یہ بات احمدیوں کے لئے بھی سبق ہے بلکہ کسی نے مجھے کہا کہ جو لمبی فلائٹس ہوتی ہیں دس بارہ گھنٹے کی ان میں بھی تو نو سموکنگ ایریا (no smoking area) ہوتا ہے۔ فلائٹ کے دوران سموکنگ (smoking) نہیں کر سکتے۔ اس وقت بھی صبر کرتے ہیں تو جلسہ میں کر لیں گے تو ثواب بھی ہو گا۔

پھر کہتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کے خطاب کو سننے کے بعد میرا تاثر یہ ہے کہ اگر اسلام کی تعلیم محبت کرنا، امن پھیلانا اور انسانیت سے ہمدردی ہے جیسا کہ آپ نے اپنے خطاب میں بیان کیا ہے تو میں ضرور ایک احمدی مسلمان بننا پسند کروں گا۔ اور پھر چیف نے یہ بھی کہا کہ وہ کسی بھی ایسے وعدے سے پہلے اپنے بزرگوں سے مشورہ کریں گے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی روایات کو بھی بڑا سنبھال کے رکھتے ہیں۔

پھر فرسٹ نیشن کے ایک چیف لی کراؤچائلڈ (Lee Crowchild) کہتے ہیں جو عزت اور محبت ہمیں اس جلسہ پر ملی ہے وہ ہماری صدیوں پرانی تعلیم سے مشابہت رکھتی تھی۔ جیسا کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اخوت سے رہتے تھے۔ ہماری تمام ضروریات پوری کی گئیں۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے بارے میں ایک رائے امریکہ والے رکھتے ہیں اور ایک رائے کینیڈا کے لوگ۔ مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بعض لوگ بھی مسلمانوں کے متعلق مثبت سوچ نہیں رکھتے۔ مگر اب میں سمجھتا ہوں کہ ہم خود اپنے دشمن ہیں۔ کہتے ہیں میں نے جماعت احمدیہ میں دیکھا ہے کہ نہ تو یہ لوگ ایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں، نہ ایک دوسرے سے بحث کرتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف کوئی بات کرتے ہیں۔

پس یہ ہر ایک کے اعلیٰ نمونے ہیں جو انہیں متاثر کر رہے ہوتے ہیں۔

سپین کے وفد میں شامل ایمیلو لوپیز (Emilo Lopez) صاحب کہتے ہیں مَیں پہلی بار جلسہ میں شامل ہوا ہوں۔ جماعت احمدیہ کے ساتھ میرا گہرا تعلق ہے۔ جلسہ بہت ہی دلچسپ تھا اور پھر دوسروں کے لئے tolerance اور عزت اور امن کا پیغام تھا۔ اسی طرح دوسرے مذاہب اور انسان کی قدر بھی ایک انوکھا پیغام ہے۔ احمدیوں کی مثال زندہ رکھنے والی ہے۔ کاش یہ اقدار، اخلاص ہر کوئی اپنا لے۔

پھر سپین کے وفد کے ایک صاحب جو قرطبہ اخبار میں کام کرتے ہیں کہتے ہیں تمام جلسہ کے شاملین کا

اخلاقی ماڈل اور آپ لوگوں کی اچھائی بیان کرنا ہی میرے لئے ایک key point ہے۔

پھر سپین کے ایک اور صاحب ہیں کہتے ہیں مجھے گہرائی سے کلچر اور آپ کے مذہب کو جاننے کا موقع ملا ہے۔ بہت عمدہ مہمان نوازی تھی۔ اس کے علاوہ تقاریر بھی بہت دلچسپ تھیں۔

پھر سپین کے ایک اور صاحب کہتے ہیں کہ جلسہ میں شمولیت سے اس بات کا مکمل یقین ہوا ہے کہ حقیقی اسلام کا دہشت گردی اور خون خرابے سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

جیکا سے ایک غیر از جماعت خاتون اوئیڈا نیسبیتھ (Ouida Nesbeth) صاحبہ شامل ہوئیں۔ اکاؤنٹنٹ ہیں پڑھی لکھی عورت ہیں۔ کہتی ہیں کہ میں گزشتہ پانچ سال سے جماعت احمدیہ سے رابطہ میں ہوں۔ اس عرصہ کے دوران میرا جماعت کے ساتھ تعلق اور تعارف تو کافی تھا لیکن اس جلسہ میں شامل ہونے کے بعد اس میں بہت وسعت پیدا ہوئی ہے اور اسلام کے متعلق ذہن میں جو بھی شکوک تھے ان کا ازالہ ہو گیا ہے۔ مجھے یہ بات بہت اچھی لگی کہ عورتیں اور مرد علیحدہ علیحدہ تھے۔ (ایک طرف سے اعتراض ہوتا ہے لیکن عورتوں کو یہ بات اچھی لگی) اس وجہ سے لوگوں کی توجہ بٹتی نہیں ہے۔ خود انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ جب ہم اکٹھے ہوتے ہیں تو مردوں کی نظریں ٹھیک نہیں ہوتیں۔ کہتی ہیں کہ عورتیں اور مرد علیحدہ علیحدہ تھے اس وجہ سے لوگوں کی توجہ بٹتی نہیں ہے اور لوگ اسلام اور عبادت پر زیادہ توجہ دے پاتے ہیں۔ پس احمدی عورتیں بھیجو کسی وقت کسی قسم کے کمپلیکس میں مبتلا ہیں ان کو بھی اس کے comment پہ سوچنا چاہئے۔

اٹلی کی پروفیسر رفائیلا (Raffaela) صاحبہ ایک سٹڈی سینٹر کی ڈائریکٹر ہیں۔ کہتی ہیں کہ بیعت کے دوران احمدیوں کی جو ایمان کی حالت تھی وہ غیروں کو بھی محسوس ہوئی ہے۔ میں نے سائیکالوجی پڑھی ہے اور مجھے انسان کے چال چلن اور رویّے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص اپنے ایمان کے دعوے میں کتنا سنجیدہ ہے اور مجھے احمدیوں کو دیکھ کر یقین ہو گیا ہے کہ آپ لوگوں کے ایمان کا معیار بہت بلند ہے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ دوران سال چھ لاکھ سے زائد بیعتیں ہوئی ہیں تو کہنے لگی کہ شکر ہے یہ لوگ جماعت میں شامل ہوئے۔

اٹلی کی ایک مہمان عورت جو اورینٹلسٹ (Orientalist) ہیں۔ مستشرقہ ہیں۔ اور ویٹیکن کے ایک رسالے کی صحافی بھی ہیں۔ کہتی ہیں کہ جلسہ پر آ کر جماعت کے کاموں کا کچھ اندازہ ہوا ہے۔ ہمیں دنیا کو ایک ایسی منظم اور پر امن اسلامی جماعت کی خبر دینی چاہئے۔ جماعت احمدیہ مسلمانوں کے درمیان بات چیت کے ذریعہ سے مسائل حل کرانے کے لئے بہت کوششیں کر رہی ہے۔ آپ لوگوں کے پراجیکٹس، پروگراموں اور خدمات کا علم ساری دنیا کو ہونا چاہئے۔

بیلارشین یونیورسٹی کے وائس ریکٹر سرگئی شتراوسکی صاحب کہتے ہیں بحیثیت ایک ماہر مذہب جسے اسلام کے بارے میں نہایت سرسری معلومات حاصل ہیں (ماہر مذہب تو ہوں لیکن اسلام کے بارے میں سرسری معلومات حاصل ہیں) لیکن جلسہ سالانہ میں شرکت کرنا میرے لئے نہایت قیمتی ناقابل فراموش اور نہایت فائدہ مند تجربہ تھا۔ اس جلسہ کی بدولت جو حقیقت مجھے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ اسلام ایک عالمی مذہب ہے۔ یہ جملہ عام

طور پر لوگوں سے سننے میں آتا ہے لیکن ہر ایک اس بات پر یقین نہیں کر پاتا۔ انہیں کہیں تو اسلام کے بارے میں معلومات کی کمی ہے، کہیں بہت سی غلط فہمیاں ہیں اور کہیں اسلام کی مشکل شکلیں ہیں جو اس بات پر لوگوں کو یقین کرنے نہیں دیتیں کہ یہ عالمی مذہب ہے۔ لیکن جلسہ سالانہ کا ماحول شکوک وشبہات کی تمام دیواریں گرا دیتا ہے۔ اس معیار کی کسی بھی تقریب میں شمولیت کا یہ میرا پہلا تجربہ ہے جس میں پہلی مرتبہ میں نے مسلمانوں کے ماحول کا اتنے قریب اور توجہ سے مطالعہ کیا۔ اس جلسہ سالانہ میں نہایت دلچسپ چیزیں تھیں۔

مختلف ممالک کے نمائندگان اپنے قومی لباس میں یہاں موجود تھے۔ جلسہ سالانہ کے انتظامات بھی انسان کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ دو سو آدمیوں کی تقریب کا انتظام کرنا ہو تو مشکل ہو جاتا ہے لیکن اڑ تیس ہزار لوگوں کا انتظام انہوں نے کس طرح کیا یہ بات واقعۃً حیرت زدہ کر دیتی ہے۔ میں تمام رضاکاروں کا بہت شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے جلسہ کے بہترین انتظامات کئے۔

کارکنوں کے، رضاکاروں کے ضمن میں یہ بھی بتا دوں کہ اس دفعہ بھی کینیڈا سے تقریباً 140 خدام وائنڈ اپ کے کام کرنے کے لئے آئے تھے جنہوں نے اچھا کام کیا۔ علاوہ ان خدام کے جو یُوکے کے تھے۔ ان کا بھی شکریہ۔ اس کے علاوہ تبلیغی ڈیپارٹمنٹ یُوکے کو بھی اس سال سیمینار اور سوال وجواب کی مجالس لگانے کے علاوہ پانچ نمائشیں لگانے کا بھی موقع ملا۔ القرآن نمائش، قرآن کریم کی خوبصورت تعلیمات کو اجاگر کرنا تھا۔ مختلف قسم کے قرآن کریم اس میں رکھے گئے۔ اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سپیچ کونٹیسٹ (speech contest) تھا۔ ہالینڈ کے سیاستدان وِلڈرز (Wilders) کی طرف سے جو hate campaign چلائی گئی ہے اس کے جواب میں یہ تقریری مقابلہ ہوا تھا۔ کئی غیر احمدی اور غیر مسلم یورپین افراد نے بھی شرکت کی۔ ایک خاتون کیتھرین مَیری روحان (Katherine Mary Rohan) صاحبہ عیسائی ہیں۔

کہتی ہیں عورت ہونے کی حیثیت سے مجھے اس بات سے دلچسپی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں کے بارے میں کیا رائے تھی۔ وہ ایک ایسے وقت میں آئے جبکہ یورپ میں افراتفری کا عالم تھا۔ ایسے زمانے میں انہوں نے یہ اعلان کیا کہ ہم اپنی عورتوں کے ساتھ عزت سے پیش آئیں گے۔ اسی طرح ایک بار کسی پوچھنے والے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ زندگی میں سب سے زیادہ احترام کا حقدار کون ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے کہا پھر اس کے بعد کون؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا تمہاری ماں۔ اور تیسری دفعہ پوچھنے پر بھی فرمایا تمہاری ماں۔ کہتی ہیں اس بات نے مجھے بڑا متاثر کیا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن صحبة حدیث 5971)

اسی طرح تبلیغ ڈیپارٹمنٹ کی ایک مہمان تھیں لینیٹ گومیلئن کہتی ہیں اس سال پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ میں شرکت کا موقع ملا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کم علم رکھتا ہو جلسہ سالانہ میں شامل ہو جائے تو جلسہ کے اختتام پر اس موضوع پر اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں علم کا سمندر لے کر لَوٹے گا۔

جلسہ کی جو دنیا میں مختلف ذرائع سے تشہیر ہوئی ہے اس میں میڈیا نے جو کیا وہ تو ہے۔ الاسلام ویب سائٹ

کے ذریعہ سے بھی آٹھ لاکھ باسٹھ ہزار مرتبہ وزٹ کیا گیا اور ویڈیوز بھی دولاکھ اٹھارہ ہزار لوگوں نے دیکھیں۔ آن لائن اور پرنٹ اخبارات میں جلسہ کے حوالے سے جو خبریں شائع ہوئی ہیں ان کی تعداد 53 ہے۔ ریڈیو پر بیس خبریں نشر ہوئیں۔ ٹی وی پر چار خبریں نشر ہوئیں۔ کل ملا کر رپورٹس کی تعداد ستتر (77) بنتی ہے۔

اس کے ذریعہ سے چھبیس ملین سے زیادہ لوگوں تک پیغام پہنچا۔ مشہور ٹی وی ریڈیو چینل میڈیا جو کوریج دینے والے ہیں ان میں بی بی سی ٹی وی ہے، آئی ٹی وی ہے، بی بی سی عربک ہے، دی اکانومسٹ رسالہ، دی ایکسپریس، انڈیپنڈنٹ، ہفنگٹن پوسٹ، ہیرلڈ، ایل بی سی، کیپیٹل ریڈیو، آلٹن ہیرلڈ، لندن لائیو۔ اس کے علاوہ بی بی سی کے انیس ریجنل ریڈیو سٹیشنز پر اتوار والے دن ہمارے نمائندگان کو وقت دیا گیا۔ اس کے ذریعہ بڑی آبادی کور ہوئی۔ دنیا بھر کے جرنلسٹ آئے ہوئے تھے وہ بھی واپس جا کر اپنے اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا میں اس حوالے سے خبریں اور ڈاکیومینٹریز دیں گے۔

ایک جاپانی نیوز ایجنسی کے صحافی کہتے ہیں کہ میں جلسہ سالانہ کے پرامن ماحول سے بہت متاثر تھا اور سب کے چہروں پر خوشی جھلکتی تھی مگر عالمی بیعت کے موقع پر اتنی کثیر تعداد میں شاملین سسک سسک کر روکیوں رہے تھے؟ اس پر انہیں بعد میں بتایا گیا کہ احمدی مسلمان ہر ایک خوش تھا لیکن اس وقت رو رہے تھے کہ احمدی مسلمان خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کر رہے تھے اور دنیا میں امن وسلامتی کے لئے دعا کر رہے تھے۔

ایک صحافی خاتون مستورات کے جلسہ گاہ کے بارے میں کہتی ہیں کہ گزشتہ سال مجھے جلسہ میں شامل ہونے کا موقع ملا تھا لیکن مستورات والے حصہ میں نہیں جا سکی۔ اس سال مجھے مستورات کی طرف جانے کا موقع ملا۔ مجھے کہنا پڑے گا کہ آپ کی خواتین مرد حضرات سے زیادہ پڑھی لکھی اور دلچسپ ہیں۔ وہ ہر لحاظ سے آزاد تھیں اور اپنی جماعت کے ساتھ نہایت مخلص معلوم ہوتی تھیں۔ میرے لئے یہ بہت متاثر کن تجربہ تھا۔

اس سال افریقہ میں جلسہ کی کوریج جو ہوئی ہے پندرہ ٹی وی چینلز نے جلسہ یُوکے کی کارروائی نشر کی جن میں گھانا، نائیجیریا، سیرالیون، گیمبیا، روانڈا، برکینا فاسو، بینن، یوگنڈا، مالی، کونگو برازاویل اور پہلی مرتبہ برونڈی ٹیلی ویژن نے بھی جلسہ کی کارروائی نشر کی۔ متفرق صحافیوں نے اپنے اپنے چینلز پر نیوز سٹوریز دیں۔ مجموعی طور پر اس سے پچاس ملین افراد تک افریقہ میں جلسہ کی کارروائی دکھائی گئی۔ اس حوالہ سے سینکڑوں تأثرات بھی موصول ہوئے ہیں۔ پتہ لگتا ہے کہ لوگوں نے دیکھا۔

بہرحال یہ تو ایک بہت لمبی تفصیل ہے جو لوگوں کے اظہار خیال کی بھی ہے اور پریس کی بھی ہے۔ اسی طرح دوسرے شعبوں کے بارے میں جنہوں نے غیر معمولی اثر چھوڑا ہے۔ تصویری نمائش، ریویو کے علاوہ آرکائیو اور الحکم کی نمائش وغیرہ اور اس کی وجہ سے لوگوں کو جماعت کی تاریخ کا علم ہوا۔ جلسہ کے انتظامات بھی اور ان نمائشوں وغیرہ میں بھی سب جو کام کرنے والے تھے رضاکار ہی تھے۔ اور جیسا کہ تأثرات سے بھی ظاہر ہے کہ یہ سب رضاکار ایک خاموش تبلیغ کر رہے تھے۔ بچے بھی، عورتیں بھی اور مرد بھی۔

اس مرتبہ عام طور پر شامل ہونے والے لجنہ کی طرف سے بھی اور مردوں کی طرف سے بھی،

کارکنات کے اور کارکنوں کے بارے میں یہ اظہار کر رہے ہیں کہ غیر معمولی خوش اخلاقی ہمیں ان میں نظر آئی اور خدمت کے جذبے کا اظہار بھی غیر معمولی تھا۔ تو اس وجہ سے سب شاملین کو اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے بعد **ان خدمت کرنے والوں کا بھی شکر گزار ہونا چاہئے اور ان کے لئے دعا بھی کرنی چاہئے۔** اللہ تعالیٰ ان کو آئندہ بھی خدمت کی توفیق دے۔

میں بھی سب کارکنان اور کارکنات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے اور آئندہ پہلے سے بڑھ کر خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیشہ یہ خلافت احمدیہ کے مددگار بنے رہیں۔ سب کام کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں جو کارکنان ہیں کارکنات ہیں، سب سے بڑھ کر ان کو اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خدمت کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر یہ خدمت کی توفیق ممکن نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ سب کو عاجزی میں بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس خدمت کی وجہ سے، اس تعریف کی وجہ سے کسی قسم کا تکبر ان میں پیدا نہ ہو۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 31 اگست 2018ء تا 06 ستمبر 2018ء جلد 25 شمارہ 35 صفحہ 05 تا 09)

33

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 17 اگست 2018ء بمطابق 17 ظہور 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج بھی میں چند بدری صحابہ کا ذکر کروں گا **ان میں سے پہلے ہیں حضرت عامر بن ربیعہ۔** ان کا خاندان حضرت عمر کے والد خطاب کا حلیف تھا جنہوں نے حضرت عامر کو متبنّٰی بنایا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پہلے عامر بن خطاب کے نام سے مشہور تھے لیکن جب قرآن کریم نے ہر ایک کو اپنے اصلی آباء کی طرف انتساب کا حکم دیا تو اس کے بعد عامر بن خطاب کے بجائے اپنے نسبی والد ربیعہ کی نسبت سے عامر بن ربیعہ پکارے جانے لگے۔

یہاں ان لوگوں کے لئے اس بات کی وضاحت ہو گئی ہے جو اپنے رشتہ داروں کے، عزیزوں کے بچے adopt کرتے ہیں اور بڑے ہونے تک ان کو یہی نہیں پتہ ہوتا کہ ان کا اصل والد کون ہے اور شناختی کارڈ وغیرہ سرکاری کاغذات وغیرہ پر بھی اصل والد کے نام کے بجائے اس والد کا نام ہوتا ہے جس نے ان کو adopt کیا ہوتا ہے۔ اور پھر بعد میں اس وجہ سے بعض مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ پھر لوگ خطوط لکھتے ہیں کہ اس طرح کر دیا جائے، اس طرح کر دیا جائے۔ اس لئے ہمیشہ قرآنی حکم کے مطابق عمل کرنا چاہئے سوائے ان بچوں کے جو اداروں کی طرف سے ملتے ہیں یا لئے جاتے ہیں، adopt کئے جاتے ہیں اور ان کے والدین کے بارے میں بتایا نہیں جاتا۔ بہر حال اس وضاحت کے بعد آگے ان کے بارے میں بیان کرتا ہوں۔

یہ جو بیان ہوا تھا کہ ان کے حلیف تھے اس حلیفانہ تعلق کے باعث حضرت عمر اور حضرت عامر میں آخر وقت تک دوستانہ تعلقات قائم رہے۔ یہ بالکل ابتداء میں ایمان لے آئے تھے۔ جب ایمان لائے اس وقت تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دارِ اَرقم میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔

(سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 333 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

حضرت عامر اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی حَثْمَہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ پھر اس کے بعد مکہ لوٹ آئے۔ وہاں سے اپنی بیوی کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ حضرت عامر بن ربیعہ کی اہلیہ کو سب سے پہلے مدینہ ہجرت کرنے والی عورت کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ بدر اور تمام غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ کی وفات 32 ہجری میں ہوئی۔ آپ قبیلہ عَنْز سے تھے۔

حضرت عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص تم میں

سے جنازہ کو دیکھے اور اس کے ساتھ جانا نہ چاہے تو چاہئے کہ کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ وہ جنازہ اسے پیچھے چھوڑ دے یا رکھ دیا جائے۔

عبداللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک رات نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگ حضرت عثمان کی بابت اختلاف کر رہے تھے۔ اس وقت فتنہ کا آغاز ہو گیا تھا اور حضرت عثمان پر طعن کرتے تھے تو کہتے ہیں کہ نماز کے بعد وہ سو گئے تو خواب میں انہوں نے دیکھا کہ انہیں کہا گیا کہ اٹھ اور اللہ سے دعا مانگ کہ تجھے اس فتنہ سے نجات دے جس سے اس نے اپنے نیک بندوں کو نجات دی ہے۔ چنانچہ حضرت عامر بن ربیعہ اٹھے اور انہوں نے نماز پڑھی اور بعد اس کے اسی حوالے سے دعا مانگی۔ چنانچہ اس کے بعد وہ بیمار ہو گئے اور پھر وہ خود گھر سے نہیں نکلے۔ ان کا جنازہ ہی نکلا۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 118-119 عامر بن ربیعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فتنہ سے بچنے کی یہ صورت بنائی۔

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں طواف کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے دیں میں ٹھیک کر دیتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ترجیح دینا ہے اور میں ترجیح دیئے جانے کو پسند نہیں کرتا۔

(شرح زرقانی جلد 6 صفحہ 49 الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ تعالیٰ بہ من الاخلاق الزکیۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

اس حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر particular تھے کہ اپنے کام خود کرنے ہیں۔

ایک شخص حضرت عامر بن ربیعہ کا مہمان بنا انہوں نے اس کی خوب خاطر تواضع کی اور اکرام کیا اور ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی بات کی۔ وہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے حضرت عامر کے پاس آیا اور کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی وادی بطور جاگیر مانگی تھی کہ پورے عرب میں اس سے اچھی وادی نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ عطا فرما دی ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اس وادی کا ایک ٹکڑہ آپ کو دے دوں جو آپ کی زندگی میں آپ کا ہو اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کے لئے ہو۔ حضرت عامر نے کہا کہ مجھے تمہارے اس ٹکڑے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جس نے ہمیں دنیا ہی بھلا دی ہے اور وہ یہ ہے کہ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (الانبیاء:2)۔

(حیاۃ الصحابہ از محمد یوسف الکاندھلوی جلد 2 صفحہ 523 باب انفاق الصحابہ فی سبیل اللہ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ ناشرون 1999ء)

کہ لوگوں کے لئے ان کا حساب قریب آ گیا ہے اور وہ باوجود اس کے غفلت کی حالت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے خوف اور خشیت کی یہ حالت تھی ان چمکتے ہوئے ستاروں کی۔ اور یہی وہ لوگ تھے جو حقیقی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے تھے۔

حضرت عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ زید بن عمرو نے کہا میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی۔ ملّت ابراہیمی کی اتباع کی۔ مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی کے ظہور کا انتظار تھا جن کا اسم گرامی احمد ہو گا۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ میں انہیں پا نہ سکوں گا۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر تمہیں ان کا عہد نصیب ہو جائے تو میرا اسلام پیش کرنا۔ میں تمہیں ان کی ایسی علامات بتاتا ہوں کہ وہ تمہارے لئے مخفی نہیں رہیں گے۔ وہ نہ طویل قامت ہیں، نہ ہی پست قامت۔ ان کے بال نہ کثیر ہوں گے، نہ قلیل۔ ان کی آنکھوں میں سرخی ہر وقت رہے گی۔ ان کے کندھوں کے مابین مہر نبوت ہو گی۔ ان کا نام احمد ہو گا۔ یہ شہر مکّہ ان کی جائے ولادت اور بعثت کی جگہ ہو گی۔ پھر ان کی قوم انہیں یہاں سے نکال دے گی۔ وہ ان کے پیغام کو ناپسند کرے گی۔ پھر وہ یثرب کی طرف ہجرت کریں گے۔ پھر ان کا امر غالب آ جائے گا۔ ان کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا۔ میں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں سارے شہر چھان مارے ہیں۔ میں نے یہودیوں، عیسائیوں اور آتش پرستوں سب سے پوچھا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ دین تمہارے پیچھے ہے۔ انہوں نے مجھے وہی علامات بتائیں جو میں نے تمہیں بتائی ہیں۔ انہوں نے بتایا ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

حضرت عامر نے کہا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زید کے بارے میں بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اسے جنت میں دیکھا ہے وہ اپنا دامن گھسیٹ رہا تھا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد اوّل صفحہ 116 فیما اخبربہ الاحبار والرھبان ... الخ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

یہ جو روایت ہے کہ نبی نہیں آئے گا۔ اس سے یہ بھی مراد نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتی نبی کی جو پیشگوئی کی تھی وہ غلط ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہی آخری شرعی نبی ہیں اور کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی اور جو بھی آنے والا آئے گا آپ کی غلامی میں ہی آئے گا۔ یہی ہمیں احادیث سے اور قرآن کریم سے بھی پتہ لگتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عامر کی حضرت یزید بن مُنذر سے مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 296 ومن حلفائ بنی عدی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عامر بن ربیعہؓ نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے چند دن بعد وفات پائی۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 119 عامر بن ربیعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسرے صحابی ہیں حضرت حَرَام بن مِلْحَان۔ حضرت حرام بن ملحان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو عدی بن نجار سے تھا۔ آپ کے والد ملحان کا نام مالک بن خالد تھا۔ حضرت حرام بن ملحان کی والدہ کا نام مُلَیْکَہ بنت مالک تھا۔ آپ کی ایک بہن حضرت اُمّ سُلیم تھیں جو حضرت ابو طلحہ انصاری کی اہلیہ اور حضرت انس بن مالک کی والدہ تھیں۔ آپ کی دوسری بہن حضرت اُمّ حرام حضرت عُبَادَۃ بن صامِت کی اہلیہ تھیں۔ حضرت حرام بن ملحان حضرت انس کے ماموں تھے اور غزوہ بدر اور اُحد میں شریک تھے اور بئر معونہ کے دن شہید ہوئے تھے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ ایسے آدمیوں کو بھیجئے جو ہمیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے

ستّر صحابہ ان کے ساتھ بھیج دیئے جو قرآن کے قاری تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ ان میں میرے ماموں حرام بھی تھے۔ یہ لوگ قرآن کریم پڑھتے تھے۔ رات کو باہم درس دیتے اور علم سیکھتے۔ دن کو پانی لا کر مسجد میں رکھتے۔ جنگل سے لکڑیاں چنتے اور بیچ کر اہل صفّہ اور فقراء کے لئے غلّہ خریدتے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 390 حرام بن ملحان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)،(الاصابہ فی تمییز الصحابۃ جلد 8 صفحہ 375-376 ام حرام بنت ملحان، جلد 8 صفحہ 408-409 ام سلیم بنت ملحان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت حرام بن ملحان کے بئر معونہ کے واقعہ کا کچھ بیان میں چند مہینہ پہلے خطبہ میں کر چکا ہوں۔ بئر معونہ کا باقی واقعہ ایک دو اور جگہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ اس بارے میں بخاری کی بعض روایات ہیں جو پیش کرتا ہوں جو پہلے بیان نہیں ہوئیں۔

حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ جب حضرت حرام بن ملحان کو بئر معونہ والے دن نیزہ مارا گیا تو انہوں نے اپنا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے منہ اور اپنے سر پر چھڑکا اور اس کے بعد کہا فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ کعبہ کے رب کی قسم! میں نے مراد پالی۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع و رعل حدیث 4092)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رِعل، ذَکْوَان، عُصَیَّہ اور بَنُو لَحْیَان قبائل کے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور انہوں نے آپ سے اپنی قوم کے مقابلہ کے لئے مدد مانگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ستّر انصار صحابہ سے مدد کی۔ حضرت انس کہتے تھے کہ ہم انہیں قاری کہا کرتے تھے۔ دن کو وہ لکڑیاں لاتے اور رات کو نمازیں پڑھتے۔ وہ لوگ انہیں لے گئے۔ جب بئر معونہ پر پہنچے تو انہوں نے ان سے غداری کی اور انہیں مار ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک اور بعض روایات میں چالیس دن تک نماز میں کھڑے ہو کر رِعل اور ذَکوان اور بنو لَحیان کے لئے بد دعا کرتے رہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد و السیر باب العون بالمدد حدیث 3064، باب من ینکب او یطعن فی سبیل اللہ حدیث 2801)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب قاری لوگ شہید کئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر کھڑے ہو عاجزی سے دعا کی۔ اور بخاری کی دوسری روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی اس سے بڑھ کر غم کیا ہو۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب من جلس عند المصیبۃ...الخ حدیث 1300)

پھر ایک روایت یہ ہے حضرت انسؓ سے ہی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے بعد کھڑے ہو کر ایک مہینے تک بنو سُلَیم کے چند قبیلوں کے خلاف دعا کرتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے قاریوں میں سے چالیس یا ستّر آدمیوں کو بعض مشرک لوگوں کے پاس بھیجا تو یہ قبائل آڑے آئے اور ان کو مار ڈالا حالانکہ ان کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا۔ پھر اس میں بھی وہی بیان ہے کہ میں نے آپ کو کبھی

نہیں دیکھا کہ کسی پر اتنا غم کیا ہو جتنا کہ آپ نے ان قاریوں پر غم کیا۔

(صحیح البخاری کتاب الجزیة باب دعاء الامام علی من نکث عهداً حدیث 3170)

پھر ایک حوالہ ہے ابن ھشام کی سیرت کا۔ جَبَّار بن سَلْمٰی جو عَمرو بن طُفَیل کے ساتھ اس موقع پر موجود تھے بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میرے اسلام قبول کرنے کی یہ وجہ ہوئی کہ میں نے ایک شخص کے دونوں کندھوں کے درمیان نیزہ مارا۔ میں نے دیکھا کہ نیزے کی اَنِّی اس کے سینہ کے پار ہو گئی۔ پھر میں نے اس شخص کو یہ کہتے سنا۔ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَة۔ یعنی کعبہ کے رب کی قسم! میں نے اپنی مراد کو پالیا۔ اس پر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ کیسے کامیاب ہو گیا۔ کیا میں نے اس شخص کو شہید نہیں کر دیا۔ جبار کہتے ہیں کہ میں نے بعد میں ان کے اس قول کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس کا مطلب شہادت پر فائز ہونا تھا۔ جبار کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ یقیناً خدا کے نزدیک کامیاب ہو گیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ 603 حدیث بئر معونہ فی صفر سنة اربع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ لبنان 2001ء)

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد 1 صفحہ: 337 حرامؓ بن ملحان مطبوعہ دارالجیل بیروت 1992ء)

دو تین صحابہ کے بارے میں اسی طرح کے واقعات ملتے ہیں۔ ملتے جلتے الفاظ ملتے ہیں۔ **یہ وہ لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا اصل مقصد سمجھتے تھے اور دنیاوی کامیابیاں ان کا اصل مقصد نہیں تھا۔** پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی اسی نیت کی وجہ سے ان کے بارے میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔

بئر معونہ کے موقع پر شہادت کے وقت صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اَللّٰھُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِیَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَاکَ فَرَضِیْنَا عَنْکَ وَرَضِیْتَ عَنَّا۔ کہ اے اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حالات سے آگاہ فرما دے کہ ہم تجھ سے جا ملے ہیں اور ہم تجھ سے اور تُو ہم سے راضی ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ساتھی اللہ سے جا ملے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 267 حرام بن ملحان مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اس واقعہ کے بارے میں بھی بیان کرتے ہیں کہ واقعات بئر معونہ اور رجیع سے قبائل عرب کے اس انتہائی درجہ کے بغض و عداوت کا پتہ چلتا ہے جو وہ اسلام اور متبعین اسلام کے متعلق اپنے دلوں میں رکھتے تھے۔ حتی کہ ان لوگوں کو اسلام کے خلاف ذلیل ترین قسم کے جھوٹ اور دغا اور فریب سے بھی کوئی پرہیز نہیں تھا اور مسلمان باوجود اپنی کمال ہوشیاری اور بیدار مغزی کے بعض اوقات اپنی مومنانہ حسن ظنی میں ان کے دام کا شکار ہو جاتے تھے۔ حفاظ قرآن، نماز گزار، تہجد خوان مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر اللہ کا نام لینے والے اور پھر غریب مفلس فاقوں کے مارے ہوئے یہ وہ لوگ تھے جن کو ان ظالموں نے دین سیکھنے کے بہانے سے اپنے وطن میں بلایا اور پھر جب مہمان کی حیثیت میں وہ ان کے وطن میں پہنچے تو ان کو نہایت بے رحمی کے ساتھ تہ تیغ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کا جتنا بھی صدمہ ہوتا کم تھا۔ مگر اس وقت آپؐ نے رجیع اور بئر معونہ کے خونی قاتلوں کے خلاف کوئی جنگی کارروائی نہیں فرمائی۔ "صدمہ ضرور ہوا لیکن ان کے خلاف

جنگی کارروائی کوئی نہیں ہوئی۔ "البتہ اس خبر کے آنے کی تاریخ سے لے کر برابر تیس دن تک آپؐ نے ہر روز صبح کی نماز کے قیام میں نہایت گریہ و زاری کے ساتھ قبائل رِعل اور ذَکوان اور عُصَیَّہ اور بنو لَحیان کا نام لے لے کر خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی اے میرے آقا! تُو ہماری حالت پر رحم فرما اور دشمنان اسلام کے ہاتھ کو روک جو تیرے دین کو مٹانے کے لئے اس بے رحمی اور سنگدلی کے ساتھ بے گناہ مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 520-521)

پس آج بھی دشمن کے ہاتھ کو روکنے کے لئے دعاؤں کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان لوگوں کی پکڑ کے سامان کرے اور ہمارے لئے بھی آسانیاں پیدا فرمائے۔

حضرت سعدؓ بن خولہ ایک صحابی تھے اور بعض کے نزدیک آپ ابن ابی رُھم بن عبد العُزّٰی عامِری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ اسلام لائے اور سابقین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ حضرت سعد بن خولہ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو آپ نے حضرت کُلثُوم بن ھِدم کے ہاں قیام کیا۔ ابن اسحاق موسیٰ بن عُقبہ نے آپ کا ذکر اہل بدر میں کیا ہے۔ حضرت سعد بن خولہ جب غزوہ بدر میں شامل ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر 25 برس تھی۔ آپ غزوہ اُحد، غزوہ خندق اور صلح حدیبیہ میں شامل تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سُبَیْعَہ اَسْلَمِیَّہ کے شوہر تھے۔ آپ کی وفات حجۃ الوداع کے موقع پر ہوئی۔ آپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد آپ کے بچہ کی پیدائش ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی اہلیہ سے فرمایا کہ تم اب اس پیدائش کے بعد جس سے چاہو نکاح کر سکتی ہو۔ آپ کے حجۃ الوداع کے موقع پر فوت ہونے کے بارے میں سوائے طبری کے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ ان کے نزدیک ان کی وفات پہلے ہوئی تھی۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 209-210 سعد بن خولہ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)، (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 217 سعد بن خولہ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت اَبُو الْہَیْثَمؓ۔ حضرت ابو الہیثم بن التَّیِّھَان انصاری کا اصل نام مالک تھا لیکن اپنی کنیت ابو الہیثم سے مشہور ہوئے۔ آپ کی والدہ لیلیٰ بنت عَتِیک قبیلہ بَلِّی سے تھیں۔ اکثر محققین کے نزدیک آپ قبیلہ اوس کی شاخ بَلِّی سے ہیں جو بَنُو عَبْدُ الْاَشْہَلْ کے حلیف تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7 صفحہ 365 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)، (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 341 ابو الھیثم بن التَّیِّھَان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)، (سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 215 ابو الہیثم بن التَّیِّھَان مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاہلیت کے زمانے میں بھی بتوں کی پرستش سے بیزار تھے اور انہیں برا بھلا کہتے تھے۔ حضرت اسعد بن زُرَارَہ اور حضرت ابو الہیثم توحید کے قائل تھے۔ یہ دونوں ابتدائی انصاری ہیں جنہوں نے مکہ میں اسلام قبول کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 341 ابو الھیثم بن التَّیِّھان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

بعض کے نزدیک بیعت عقبہ اولیٰ سے قبل جب حضرت اسعد بن زُرَارہ چھ آدمیوں کے ساتھ مکہ سے

مسلمان ہو کر مدینہ آئے تو حضرت ابو الہیثم کو اسلام کی دعوت دی۔ چونکہ آپ پہلے ہی دینِ فطرت کی تلاش میں تھے آپ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ پھر بیعت عقبہ اولیٰ کے وقت جو بارہ آدمیوں کا وفد مکہ گیا تو اس وفد میں آپ شامل تھے۔ مکہ پہنچ کر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 215 ابو الہیثم بن التَّیِّھان مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس بارے میں تحریر کیا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے الگ ہو کر ایک گھاٹی میں ان سے ملے۔ انہوں نے یثرب کے حالات سے اطلاع دی اور اب کی دفعہ سب نے باقاعدہ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بیعت مدینہ میں اسلام کے قیام کا بنیادی پتھر تھی۔ چونکہ اب تک جہاد بالسیف فرض نہیں ہوا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صرف ان الفاظ میں بیعت لی جن میں آپؐ جہاد فرض ہونے کے بعد عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔ یعنی یہ کہ ہم خدا کو ایک جانیں گے۔ شرک نہیں کریں گے۔ چوری نہیں کریں گے۔ زنا کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ قتل سے باز رہیں گے۔ کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے اور ہر نیک کام میں آپؐ کی اطاعت کریں گے۔ بیعت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم صدق و ثبات کے ساتھ اس عہد پر قائم رہے تو تمہیں جنت نصیب ہو گی اور اگر کمزوری دکھائی تو پھر تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ جس طرح چاہے گا کرے گا۔ یہ بیعت تاریخ میں بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ جگہ جہاں بیعت لی گئی تھی عقبہ کہلاتی ہے جو مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے۔ عقبہ کے لفظی معنی "لکھے ہیں کہ "بلند پہاڑی رستے کے ہیں۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 224)

حضرت ابو الہیثم ان چھ افراد میں شامل تھے جنہوں نے اپنی قوم میں سے سب سے پہلے مکہ جا کر اسلام قبول کیا اور پھر مدینہ واپس آ کر اسلام کی اشاعت کی۔ ان کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ آپ سب سے پہلے انصاری ہیں جو مکہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ آپ بیعت عقبہ اولیٰ میں شامل ہوئے اور تمام محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ بیعت عقبہ ثانیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار میں سے بارہ نقباء منتخب فرمائے تو آپ بھی ان نُقَبَاء میں سے ایک تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 341-342 ابو الھیثم بن التَّیِّھان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

نقباء نقیب کی جمع ہے جس کا مطلب ہے کہ جو علم اور صلاحیت رکھنے والے لوگ تھے انہیں ان کا سردار یا لیڈر یا نگران مقرر کیا تھا۔ ایک حدیث میں روایت ہے کہ بیعتِ عقبہ کے دوران حضرت ابو الہیثم نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور بعض دیگر قبائل کے درمیان باہمی مدد کے کچھ معاہدے ہیں۔ جب ہم اسلام قبول کر لیں گے اور بیعت کر کے آپ ہی کے ہو جائیں گے تو ان معاہدوں کا معاملہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے ویسا ہی ہو گا۔ (ابو الہیثم اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ) اس موقع پر میں آپ کی خدمت میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اے اللہ کے رسول! اب ہمارا تعلق آپ

سے قائم ہو رہا ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت فرمائے اور آپ کی قوم پر آپ کو غلبہ نصیب ہو تو اس وقت آپ ہمیں چھوڑ کر واپس اپنی قوم میں نہ چلے جائیں اور ہمیں داغِ مفارقت نہ دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا اب تمہارا خون میرا خون ہو چکا ہے۔ اب میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ میں سے ہو۔ جو تم سے جنگ کرے گا وہ مجھ سے جنگ کرے گا اور جو تم سے صلح کرے گا وہ مجھ سے صلح کرے گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 427 حدیث 15891 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مکہ کے بعد حضرت عثمان بن مَظْعُون اور حضرت ابو الہیثم انصاری کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7 صفحہ 365 ابن الھیثم بن التَّیِّھان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے ایک ساتھی بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس پانی ہو یا آج رات مشک میں رہا ہو تو پلاؤ ورنہ ہم یہیں سے منہ لگا کر پانی پی لیں گے۔ وہاں پانی بہہ رہا تھا۔

وہ شخص اپنے باغ میں پانی لگا رہا تھا۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرے پاس رات کا پانی ہے آپ جھونپڑی کی طرف چلئے۔ وہ شخص یعنی حضرت ابو الہیثم آپ اور آپ کے ساتھی دونوں کو لے گیا اور ایک پیالے میں پانی ڈالا۔ پھر اس پر گھر کی بکری کا دودھ دھویا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشروب پیا پھر اس شخص نے بھی پیا جو آپ کے ساتھ تھا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب شرب اللبن بالماء حدیث 5613)

اسی طرح ایک روایت ہے حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو الہیثم بن التَّیِّھان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دعوت دی۔ جب سب کھانا کھا چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ اپنے بھائی کو بدلہ بھی دو۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم اس کا کیا بدلہ دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص کسی کے گھر میں جا کر کھانا کھائے اور پانی پئے تو اس کے لئے دعا کرے۔ یہ اس کے لئے اس کھانے کا بدلہ ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الاطعمۃ باب فی الدعاء لرب الطعام اذا اکل عندہ حدیث 3853)

یہ ہیں اعلیٰ اخلاق جو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں گھر سے باہر نکلے جب عام طور پر کوئی باہر نہیں نکلتا اور نہ کوئی کسی سے ملتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابو بکر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے ابو بکر تجھے کیا چیز لے آئی؟ (یعنی گھر سے باہر آئے) تو انہوں نے عرض کیا کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھنے اور اس کو سلامتی بھیجنے کے لئے نکلا ہوں۔ تھوڑی دیر تک حضرت عمر بھی آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے عمر تجھے کیا چیز لے آئی؟ عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھوک لے آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بھی کچھ بھوک لگی ہوئی

ہے۔ پھر آپ سب لوگ حضرت ابوالہیثم انصاری کے گھر کی طرف چل پڑے۔ ان کے پاس کافی بکریاں اور کھجور کے درخت تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھر پر نہ پایا۔ آپ نے ابوالہیثم کی بیوی سے کہا کہ تیرا خاوند کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوالہیثم بھی مشک اٹھائے ہوئے آ گئے۔ انہوں نے مشک ایک طرف رکھ دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے اور اپنی جان ومال وارنے لگے۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔

حضرت ابوالہیثم آپ تینوں کو لے کر اپنے باغ کی طرف گئے اور ایک چادر بچھا دی۔ پھر جلدی سے باغ کی طرف گئے اور کھجور کا پورا خوشہ ہی کاٹ کر لے آئے جس پر کچے پکے ڈوکے بھی تھے اور پکی ہوئی کھجوریں بھی تھیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوالہیثم! تم پکی ہوئی کھجوریں یا ڈوکے چن کر کیوں نہیں لائے بجائے جو سارا پورا bunch ہے وہ لے آئے ہو۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے چاہا آپ اپنی پسند کے مطابق پکی کھجوریں یا ڈوکے خود چن کر کھالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم! یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم قیامت کے دن پوچھے جاؤ گے۔ یعنی ٹھنڈا سایہ اور ٹھنڈا پانی اور تازہ کھجوریں۔ پھر حضرت ابوالہیثم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانے کا انتظام کرنے اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ دینے والی بکری کو ذبح نہ کرنا۔ اس پر انہوں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور اسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور سب نے اسے کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارا کوئی خادم بھی ہے؟ تو حضرت ابوالہیثم نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہمارے پاس کوئی جنگی قیدی آئے تو ہمارے پاس آنا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو قیدی آئے تو حضرت ابوالہیثم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لو۔ حضرت ابوالہیثم کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ ہی میرے لئے انتخاب فرما دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے۔ (یہ بات بھی خاص طور پہ ہر ایک کے لئے نوٹ کرنے والی ہے کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے اس لئے ہمیشہ اچھا مشورہ دینا چاہئے۔) پھر آپ نے فرمایا کہ یہ خادم لے لو کیونکہ میں نے اسے عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور جو خوبی اس خادم کی بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ عبادت کرتا ہے۔ اللہ کو یاد کرنے والا ہے۔ اس کے دل میں نیکی ہے۔ اس کے ساتھ پھر فرمایا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ حضرت ابوالہیثم اپنی بیوی کے پاس لوٹے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کے بارے میں بتایا تو وہ کہنے لگیں کہ تم اس نصیحت کا حق پوری طرح ادا نہیں کر سکو گے جو تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے یہی کہ نیک سلوک کرنا۔ اب عورت ذات ہے اور پھر نوکر بھی کوئی نہیں۔ کام کرنے والا جو ملا ہے اس کے بارے میں یہ دیکھیں معیار، مومنانہ شان۔ ان کی اہلیہ ان کو یہ کہنے لگی کہ حق تو تبھی پورا ہو گا کہ تم اس کو آزاد کر دو۔ جو تمہیں ملازم ملا ہے اس کو آزاد کر دو۔ اس پر حضرت ابوالہیثم نے اس کو آزاد کر دیا۔

(سنن الترمذی کتاب الزھد باب ما جاء فی معیشة اصحاب النبی ﷺ حدیث 2369)

یہ شان تھی ان صحابہ کی۔ حضرت ابوالہیثم غزوہ بدر، اُحد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ غزوہ موتہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالہیثم کو خیبر میں کھجوروں کے پھل کا اندازہ کرنے کے لئے بھی بھجوایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکر نے آپ کو کھجوروں کے اندازے کے لئے بھجوانا چاہا تو انہوں نے جانے سے معذرت کر دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو کھجوروں کے اندازے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابوالہیثمؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجوروں کا اندازہ کیا کرتا تھا جب میں اندازے کر کے واپس آتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرماتے تھے۔ اس وقت ان کو وہ خیال آ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لیتا تھا اور ایک جذباتی کیفیت تھی۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں نہ بھجوایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 342 ابو الھثیم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

تو یہ ایک جذباتی کیفیت تھی جو انہوں نے بیان کی ورنہ یہ لوگ وہ تھے جو ہمیشہ اطاعت کرنے والے تھے۔ نافرمانی کرنے والے نہیں تھے۔ اگر حضرت ابو بکرؓ پھر بھی حکم دیتے تو یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ وہ تعمیل نہ کرتے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کا آپ کو دوبارہ نہ کہنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو بھی ان کی اس جذباتی کیفیت کا خیال آ گیا اور سمجھ گئے۔ اس لئے حکم نہیں دیا۔ پھر جب حضرت عمر نے خیبر کے یہود کو جلاوطن کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کی طرف ایسے افراد کو بھیجا جو ان کی زمین کی قیمت لگائیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف حضرت ابوالہیثمؓ اور حضرت فروہؓ بن عمرو اور حضرت زیدؓ بن ثابت کو بھیجا۔ انہوں نے اہل خیبر کی کھجوروں اور زمین کی قیمت لگائی۔ حضرت عمرؓ نے اہلِ خیبر کو ان کی نصف قیمت دے دی جو کہ پچاس ہزار درہم سے زیادہ تھی۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد دوم باب شان فدك صفحہ 165 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

یہاں اب دیکھیں کہ وہ اس جگہ چلے گئے۔ وہ جذباتی کیفیت نہیں تھی۔ اب عرصہ گزر گیا تھا اس لئے ان کو کوئی روک نہیں کوئی ایسا امر مانع نہیں تھا۔

السلام علیکم کہنے کے متعلق بھی ایک روایت ان سے ملتی ہے۔ حضرت ابوالہیثمؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو السلام علیکم کہتا ہے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے والے کو بیس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہنے والے کو تیس نیکیاں ملتی ہیں۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7 صفحہ 366 ابو الھیثم بن التیھان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت ابوالہیثمؓ کے زمانہ وفات کی بابت مختلف رائے پائی جاتی ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ بعض کے نزدیک آپ کی وفات بیس یا اکیس ہجری میں ہوئی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے جنگ صِفِین سینتیس ہجری میں حضرت علی کی طرف سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 342 ابو الھیثم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)، (اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 13 ابو الھیثم مالك بن التیھان مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تو یہ تھے وہ صحابہ جنہوں نے ہمارے لئے اُسوہ کو قائم کیا اور ہمیں بہت ساری باتوں کے متعلق آگاہی بھی دی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

جمعہ اور نماز کے بعد میں دو جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا۔ یہ پہلا جنازہ مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب کا ہے جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے بیٹے تھے۔ 14/ اگست کو 94 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کا دل کا آپریشن 2000ء میں امریکہ میں ہوا تھا اس کے بعد وہاں فالج کا حملہ ہوا۔ اس کے بعد تقریباً صاحب فراش ہی رہے۔ 18/ جولائی 1924ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور مکرمہ سرور سلطان بیگم صاحبہ بنت حضرت غلام حسن صاحب پشاوری کے ہاں قادیان میں ان کی پیدائش ہوئی۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک پاس کیا۔

پھر 1949ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے ہسٹری اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ ان کے پاس ہونے پر جب لوگوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارکبادیں جب دیں تو علاوہ اور شکر گزاری کے الفاظ کے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے یہ بھی لکھا کہ دراصل مومنوں کی جماعت اپنی خوشی اور غمی کے موقعوں پر ایک دوسرے کے سہارے پر قائم ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے سہارے سے راحت اور تسکین اور مضبوطی حاصل کرتی ہے کہ یہی جماعت کے نظریے کا مرکزی نکتہ ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ مگر میں دوستوں سے درخواست کروں گا کہ اس خوشی کی شرکت کے علاوہ یہ بھی دعا کریں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے عزیز مجید احمد کو علم کا ظاہری معیار پورا کرنے کی توفیق دی ہے اسی طرح اسے حقیقی علم سے بھی نوازے اور پھر اس علم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے کیونکہ یہی ہماری زندگیوں کا اصل مقصد اور منتہا ہے۔

(مأخوذ از مضامین بشیر۔ جلد 2 صفحہ 605)

مرزا مجید احمد صاحب نے 7/ مئی 1944ء کو اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی اور ساتھ تعلیم بھی جاری رکھی۔ دسمبر 1949ء میں جامعۃ المبشرین میں داخل ہوئے اور جولائی 1954ء میں جامعہ پاس کیا۔ ان کا نکاح 28/ دسمبر 1950ء کو جلسہ سالانہ کے تیسرے دن صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب عبداللہ خان صاحب اور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پڑھا۔ ان کی اولاد میں ان کی ایک بڑی بیٹی ہیں نصرت جہاں صاحبہ جو مرزا نصیر احمد طارق جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے پوتے ہیں ان کی اہلیہ ہیں۔ پھر ان کے بیٹے ہیں مرزا محمود احمد۔

پھر ان کی ایک بیٹی درثمین ہے جو میر محمود احمد صاحب کی بہو ہیں۔ پھر ان کے بیٹے تھے مرزا غلام قادر صاحب شہید اور ان کی اہلیہ ہیں امۃ الناصر جو سید میر داؤد احمد صاحب کی بیٹی ہیں۔ پھر ان کی ایک پانچویں بیٹی فائزہ صاحبہ ہیں جو سید مدثر احمد صاحب کی بیوی ہیں اور یہ بھی واقف زندگی ہیں۔

جولائی 1954ء میں مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب نے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا پہلا تقرر 20/ ستمبر 1954ء کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ہوا۔ 4/ نومبر 1956ء کو تحریک جدید کے تحت غانا کے شہر کماسی

میں بطور پرنسپل سکول بھجوایا گیا۔ 24/ دسمبر 1963ء کو پاکستان واپس آئے۔ پھر اپریل 1964ء میں تعلیم الاسلام کالج میں دوبارہ تقرری ہوئی۔ پھر جب تعلیم الاسلام کالج بھٹو صاحب کے زمانے میں نیشنلائز ہوا تو اپریل 1975ء میں آپ نے نیشنلائزیشن کے بعد وہاں سے استعفیٰ دے دیا اور انجمن میں رپورٹ کر دی کہ میں واقف زندگی ہوں۔ 3/ جولائی 1975ء کو آپ کا تقرر بطور نائب ناظر تعلیم ہوا۔

1976ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث امریکہ اور یورپ کے ممالک کے دورے پر تشریف لے گئے تو مرزا مجید احمد صاحب بطور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ساتھ تھے۔ 1978ء میں آپ کو نائب ناظر اعلیٰ مقرر کیا گیا اور 1984ء میں یہاں سے پھر ریٹائرڈ ہوئے۔ ان کے داماد سید مدثر احمد کہتے ہیں کہ انہوں نے سیرۃ المہدی کا کچھ حصّہ انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اور الفضل میں باقاعدہ مضامین لکھتے تھے۔ علمی آدمی تھے۔ یہ مضامین کتابی صورت میں "نقطۂ نظر" کے نام سے چھاپے گئے ہیں۔ پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ میں نے بھی ان کو دیکھا ہے کہ اکثر وقت لائبریری میں مطالعہ کرنے میں گزارتے تھے۔ ان کی بہو مرزا غلام قادر شہید کی بیوہ امۃ الناصر لکھتی ہیں کہ بہت پیار کرنے والے، اعلیٰ ظرف کے مالک تھے۔ بچوں سے بہت پیار کرنے والے مخلص اور کھلے دل کے انسان تھے۔ یہ ان کی بڑی خوبی تھی کہ ہر عمر کے لوگوں میں ایڈجسٹ کر جاتے تھے اور ایک دوست کی طرح ان سے سلوک کرتے تھے۔ بچوں سے بھی بڑوں سے بھی نوجوانوں سے بھی۔

یہ لکھتی ہیں کہ اپنے بیٹے مرزا غلام قادر شہید کی شہادت پر بہت صبر کا نمونہ دکھایا اور کہتی ہیں کہ شہادت کے بعد مرزا مجید احمد صاحب اور آپ کی اہلیہ بہت زیادہ قادر شہید کے بچوں کا خیال رکھتے۔ پھر بیماری کا بڑا لمبا عرصہ تھا اور بہت صبر اور ہمت کے ساتھ انہوں نے گزارا۔ غصہ والی طبیعت نہیں تھی۔ جس کسی سے بھی تعلق رکھا بہت مخلص ہو کر رکھا۔ اسی طرح ملازموں کا بھی خیال رکھنے والے تھے۔

ان کے داماد مرزا نصیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا مجید احمد صاحب صائب الرائے تھے اور بڑی واضح رائے رکھتے تھے۔ یہ نہیں کہ جو رائے چل پڑی ہے اسی میں ہاں کر دی بلکہ جو صحیح ہوتا تھا اس کے مطابق اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے اور ہمیشہ خلافت اور جماعت سے وابستہ رکھے۔

دوسرا جنازہ مکرمہ سیدہ نسیم اختر صاحبہ کا ہے جو محمد یوسف صاحب، آنبہ نوریہ ضلع شیخوپورہ کی اہلیہ تھیں۔ ان کی 27/ جولائی 2018ء کو وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت ولی محمد صاحب کی پوتی اور قاضی دین محمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ پارٹیشن کے بعد آپ کے والد آپ کے خاندان کو لے کر قادیان سے ہجرت کر کے ربوہ منتقل ہو گئے۔ شادی کے بعد گاؤں آنبہ نوریہ میں زندگی گزاری۔ اس دوران مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔

اٹھارہ سال مقامی مجلس کی صدر لجنہ بھی رہیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند۔ تہجد گزار تھیں۔ غریب پرور تھیں۔ ہمسایوں سے حسن سلوک کرنے والی سادہ اور منکسر المزاج تھیں۔ بڑی مخلص خاتون تھیں۔ قرآن کریم کی باقاعدہ

تلاوت کرنے والی اور ترجمہ سے بھی پڑھنے والی تھیں۔ غور کرنے کی عادت تھی اور پھر اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرتی تھیں۔ بچوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں اور کثیر تعداد میں احمدی اور غیر احمدی بچوں نے آپ سے قرآن کریم پڑھا۔ ان کے ایک بیٹے مالی مغربی افریقہ میں مبلغ ہیں۔ مالی میں ان کی تقرری ہوئی تو مغربی افریقہ میں ایبولہ بیماری پھیلی ہوئی تھی۔

کسی غیر از جماعت نے ان سے کہا کہ آپ کو چاہئے کہ اپنے بیٹے کو ان حالات میں وہاں نہ بھجوائیں۔ وہاں تو بڑی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ انہوں نے فوراً جواب دیا کہ میں نے اپنے دونوں بیٹے (دو بیٹے ان کے واقف زندگی ہیں، مربی ہیں) خدا کی راہ میں بہت دعاؤں کے بعد وقف کئے ہیں اور وقف کے بعد اب یہ اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اب مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ خدا تعالیٰ ان سے کہاں اور کیسی خدمت لیتا ہے۔ مجھے تو اس بات پر ہی بہت فخر ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرے بچوں کو اپنی خدمت کی توفیق دی۔ اپنے بچوں کو بھی یہی نصیحت کرتی تھیں کہ خدا تعالیٰ نے اگر آپ کو خدمت کا موقع دیا ہے تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اپنے وقف سے وفا کرنا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ان کے بیٹے ناصر احمد ناصر صاحب مبلغ سلسلہ مالی میں اور انصر محمود صاحب مربی سلسلہ پاکستان میں ہیں۔ یہ جو مالی میں ان کے بیٹے ہیں ان کے جنازے میں بھی شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نیکیاں ان کی نسلوں میں جاری فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07 ستمبر 2018ء تا 13 ستمبر 2018ء جلد 25 شمارہ 36 صفحہ 05 تا 09)

34

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 24 اگست 2018ء بمطابق 24 ظہور 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عاصمؓ بن ثابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے۔ ان کے والد تھے ثابت بن قیس اور ان کی والدہ کا نام شَمُوس بنت ابو عامر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت عبد اللہ بن جَحْش کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ غزوہ اُحد کے موقع پر جب کفار کے اچانک شدید حملے کی وجہ سے مسلمانوں میں بھگدڑ مچی تو حضرت عاصم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامزد تیر اندازوں میں یہ شامل تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جز 3 صفحہ 243 عاصمؓ بن ثابت دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

ان کا تعلق قبیلہ اَوس سے تھا۔ جنگ بدر میں بھی شریک تھے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 3 صفحہ 5 عاصمؓ بن ثابت ، مکتبہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر والے دن صحابہ سے پوچھا کہ جب تم دشمن کے مدّ مقابل آؤ گے تو ان سے کیسے لڑو گے؟ حضرت عاصم نے عرض کیا یا رسول اللہ جب کوئی قوم اتنی قریب آ جائے گی کہ ان تک تیر پہنچ سکیں تو ان پر تیر برسائے جائیں گے۔ پھر جب وہ ہمارے اور قریب آ جائیں کہ ان تک پتھر پہنچ سکیں تو ان پر پتھر پھینکتے جائیں گے۔ پھر آپ نے تین پتھر ایک ہاتھ میں اٹھائے اور دو دوسرے میں اور پھر کہا کہ جب وہ ہمارے اتنے قریب آ جائیں کہ ہمارے نیزے ان تک پہنچ سکیں تو ان کے ساتھ نیزہ بازی کی جائے گی۔

پھر جب نیزے بھی ٹوٹ جائیں گے تو انہیں تلواروں کے ذریعہ قتل کیا جائے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح جنگ لڑی جاتی ہے۔ اور پھر آپ نے فرمایا کہ جو کوئی قتال کرے جنگ کرے تو عاصم کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق جنگ کرے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 5 صفحہ 34 حدیث نمبر 5413 دار احیاء التراث العربی 2002ء)

اس زمانے میں تو تیر اور نیزے اور تلواریں ہی تھیں جن سے جنگ کی جاتی تھی اور یہی جنگ کا طریق تھا بلکہ پتھر بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ آجکل کی طرح نہیں کہ معصوم شہریوں پر بمباری کر کے معصوموں اور بچوں کو بھی مار دیا جائے۔ ایک غیر مسلم نے کتاب لکھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ

لکھتے ہیں کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگاتے ہو کہ انہوں نے جنگیں کیں مگر ان کی جنگوں میں تو چند سو یا ہزار لوگ مرے ہوں گے اور تم جو اپنے آپ کو ترقی یافتہ اور انسانیت کے ہمدرد سمجھتے ہو تم نے صرف ایک جنگ میں (اس نے جنگ عظیم دوم کا حوالہ دیا کہ) سات کروڑ سے زیادہ لوگوں کو مار دیا جن میں اکثریت عام شہریوں کی تھی۔ لیکن آج بدقسمتی سے مسلمان بھی ان لوگوں سے ہی مدد لے رہے ہیں اور بلا امتیاز مسلمان مسلمانوں کا قتل کر رہے ہیں بجائے اس کے کہ وہ طریق کہ جب دشمن حملہ کرے اور دشمن قریب آئے تو اس سے جنگ کرنے کے جو مختلف طریقے ہیں۔ (اس پر عمل کریں) یہ خود حملہ کر رہے ہیں اور معصوموں کو مار رہے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اُحد والے دن اپنی تلوار کے ساتھ واپس آئے جو کثرتِ قتال کی وجہ سے مڑ چکی تھی۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اس قابل ستائش تلوار کو رکھو۔ یہ میدان جنگ میں خوب کام آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات سنی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے آج کمال کی تلوار زنی کی ہے تو سہل بن حُنَیف اور ابو دُجانہ اور عاصم بن ثابت اور حارث بن صِمَّہ نے بھی تلوار زنی میں کمال دکھایا ہے۔

(المستدرك على الصحيحين كتاب المغازى والسرايا جلد 5 صفحہ 1623 حدیث 4309 مکتبہ نزار مصطفى الباز مكه مكرمه رياض 2000ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں میں سے ابو عَزَّہ عمرو بن عبد اللہ جو کہ ایک شاعر تھا، پر احسان کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری پانچ بیٹیاں ہیں اور میرے علاوہ ان کا کوئی نہیں ہے۔ پس آپ مجھے ان کی وجہ سے بطور صدقہ آزاد کر دیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد کر دیا۔ اس پر ابو عَزَّہ نے کہا کہ میں آپ سے پختہ عہد کرتا ہوں کہ میں آئندہ نہ تو آپ سے جنگ کروں گا اور نہ ہی کسی کی جنگ کے لئے معاونت کروں گا۔ اس بات پر آپ نے اسے واپس بھجوا دیا اور بغیر کسی معاوضہ کے چھوڑ دیا۔ جب قریش اُحد کی طرف نکلنے لگے تو صفوان بن اُمیّہ آیا اور اس نے اسے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ نکلو۔ اس نے کہا کہ میں نے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پختہ عہد کیا ہے کہ میں کبھی بھی آپ سے جنگ نہیں کروں گا اور نہ ہی جنگ کے لئے معاونت کروں گا۔ انہوں نے صرف مجھ پر یہ احسان کیا ہے اور میرے علاوہ کسی پر یہ احسان نہیں کیا۔ تو صفوان نے اسے ضمانت دی کہ اگر وہ قتل کر دیا گیا تو اس کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں بنالے گا اور وہ زندہ رہا تو اسے مال کثیر دے گا جس سے صرف اس کا عیال ہی کھائے گا۔ (اسے لالچ دیا کہ تم فکر نہ کرو۔ جنگ میں ہمارا ساتھ دو۔ اگر جنگ میں قتل ہو گئے تو تمہاری بیٹیوں کو بھی بیٹیوں کی طرح رکھوں گا اور اگر بچ گئے تو بہت زیادہ مال دوں گا۔) اس پر ابو عَزَّہ عرب کو بلانے اور اکٹھا کرنے نکلا۔ (یہی نہیں کہ خود شامل ہوا بلکہ دوسرے قبائل کو، دوسرے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے اکٹھا کرنے کے لئے نکلا۔) پھر قریش کے ساتھ جنگ احد کے لئے بھی نکلا اور دوبارہ پھر جنگ میں قید کیا گیا۔ اس کے علاوہ قریش میں سے کسی کو قید نہیں کیا گیا تھا۔ جب پکڑا گیا تو پوچھا گیا کہ تم نے تو عہد کیا تھا۔ اس نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں

مجبوراً نکلا ہوں اور میری بیٹیاں ہیں۔ پس مجھ پر احسان کر۔ (دوبارہ وہی بات کی کہ میری بیٹیاں ہیں۔ مجھ پر احسان کرو۔ پہلے تو احسان کرتے ہوئے یہ چھوڑا گیا تھا اور پھر جنگ کے لئے نکلا تھا۔) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا وہ عہد کہاں گیا جو تم نے میرے ساتھ کیا تھا۔ ہرگز نہیں۔ (اب یہ نہیں ہو سکتا۔) اللہ کی قسم! اب تم مکہ میں یہ نہیں کہتے پھرو گے کہ میں نے دو دفعہ محمد کو (نعوذ باللہ) دھوکہ دیا اور بیوقوف بنایا۔ ایک اور روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ پھر آپ نے حکم دیتے ہوئے عاصم بن ثابت کو کہا کہ اس کو قتل کر دو۔ پس عاصم آگے بڑھے اور اس کی گردن اڑا دی۔

(کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 110-111 بدر القتال ، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2004ء)

اتنے ظلم کے بعد، ایسی عہد شکنی کرنے کے بعد جب سزا دی جاتی ہے تو پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اعتراض کرنے والے اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے ظلم کیا۔ اب ہالینڈ کا سیاستدان وِلڈر (Wilder) جو ہے آجکل آپ کی ذات پر بڑے بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا ہے۔ اگر اس دنیا میں اپنے ملک میں بھی وہ ایسے معافی کے نمونے دکھائیں تو پھر سمجھ آئے گی کہ واقعی وہ کسی حد تک اعتراض میں جائز ہیں۔ لیکن ایسی مثالیں وہ کبھی پیش نہیں کر سکتے۔

واقعہ رجیع اور حضرت عاصم کا ذکر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرۃ خاتم النبیین میں بھی کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ صفر چار ہجری میں اپنے دس صحابیوں کی ایک پارٹی تیار کی اور ان پر عاصم بن ثابت کو امیر مقرر فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ خفیہ خفیہ مکہ کے قریب جا کر قریش کے حالات دریافت کریں اور ان کی کارروائیوں اور ارادوں سے آپؐ کو اطلاع دیں۔ لیکن ابھی یہ پارٹی روانہ نہیں ہوئی تھی کہ قبائل عَضَل اور قَارَہ کے چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبائل میں بہت سے آدمی اسلام کی طرف مائل ہیں۔ آپؐ چند آدمی ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں جو ہمیں مسلمان بنائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ خواہش معلوم کر کے خوش ہوئے اور وہی پارٹی جو خبر رسانی کے لئے تیار کی گئی تھی ان کے ساتھ روانہ فرما دی۔ لیکن دراصل جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا یہ لوگ جھوٹے تھے اور بنولَحیان کی انگیخت پر مدینہ میں آئے تھے جنہوں نے اپنے رئیس سفیان بن خالد کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے یہ چال چلی تھی کہ اس بہانہ سے مسلمان مدینہ سے نکلیں تو ان پر حملہ کر دیا جاوے اور بنولَحیان نے اس خدمت کے معاوضہ میں عَضَل اور قَارَہ کے لوگوں کے لئے بہت سے اونٹ انعام کے طور پر مقرر کئے تھے۔ جب عَضَل اور قارہ کے یہ غدار لوگ عُسفَان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو انہوں نے بنولَحیان کو خفیہ خفیہ اطلاع بھجوا دی کہ مسلمان ہمارے ساتھ آرہے ہیں تم "ان کو قتل کرنے کے لئے" آجاؤ جس پر قبیلہ بنولَحیان کے دو سو نوجوان جن میں سے ایک سو تیر انداز تھے مسلمانوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے اور مقام رجیع میں ان کو آ دبایا۔ "دس آدمی جو مسلمان تھے وہ "دو سو سپاہیوں کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے لیکن مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ فوراً یہ صحابی ایک قریب کے ٹیلہ پر چڑھ کر مقابلہ کے واسطے تیار ہو گئے۔ کفار نے جن کے نزدیک دھوکہ دینا کوئی معیوب فعل نہیں تھا ان کو

آواز دی کہ تم پہاڑی پر سے نیچے اتر آؤ۔ ہم تم سے پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ عاصم نے جواب دیا کہ ہمیں تمہارے عہد و پیمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہم تمہاری اس ذمہ داری پر نہیں اتر سکتے۔ اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ اے اللہ! تو ہماری حالت دیکھ رہا ہے۔ اپنے رسول کو ہماری اس حالت سے اطلاع پہنچا دے۔ غرض عاصم اور اس کے ساتھیوں نے مقابلہ کیا۔ بالآخر لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 513-514)

آپ مزید یہ لکھتے ہیں کہ "اسی واقعہ رجیع کے ضمن میں یہ روایت بھی آتی ہے کہ جب قریش مکہ کو یہ اطلاع ملی کہ جو لوگ بنولحیان کے ہاتھ سے رجیع میں شہید ہوئے تھے ان میں عاصم بن ثابت بھی تھے تو چونکہ عاصم نے بدر کے موقعہ پر قریش کے ایک بڑے رئیس کو قتل کیا تھا اس لئے انہوں نے رجیع کی طرف خاص آدمی روانہ کئے اور ان آدمیوں کو تاکید کی کہ عاصم کا سر یا جسم کا کوئی عضو کاٹ کر اپنے ساتھ لائیں تا کہ انہیں تسلی ہو اور ان کا جذبہ انتقام تسکین پائے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جس شخص کو عاصم نے قتل کیا تھا اس کی ماں "سُلَافَہ بنت سعد" نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کے قاتل کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیئے گی۔

لیکن خدائی تصرف ایسا ہوا کہ یہ لوگ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ زنبوروں "بھڑوں" اور شہد کی مکھیوں کے جھنڈ عاصم کی لاش پر ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں اور کسی طرح سے وہاں سے اٹھنے میں نہیں آتے۔ ان لوگوں نے بڑی کوشش کی کہ یہ زنبور اور مکھیاں وہاں سے اڑ جائیں مگر کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی۔ آخر مجبور ہو کر یہ لوگ خائب و خاسر واپس لوٹ گئے۔ اس کے بعد جلد ہی بارش کا ایک طوفان آیا اور عاصم کی لاش کو وہاں سے بہا کر کہیں کا کہیں لے گیا۔ لکھا ہے کہ عاصم نے مسلمان ہونے پر یہ عہد کیا تھا کہ آئندہ وہ ہر قسم کی مشرکانہ چیز سے قطعی پرہیز کریں گے حتی کہ مشرک کے ساتھ چھوئیں گے بھی نہیں۔ حضرت عمرؓ کو جب ان کی شہادت اور اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگے کہ خدا بھی اپنے بندوں کے جذبات کی کتنی پاسداری فرماتا ہے۔ موت کے بعد بھی اس نے عاصم کے عہد کو پورا کروایا اور مشرکین کے مس سے انہیں محفوظ رکھا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 516)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 352 عاصمؓ بن ثابت دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حَمِیُّ الدَّبْرِ بھی کہا جاتا ہے یعنی جسے بھڑوں یا شہد کی مکھیوں کے ذریعہ بچایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد بھی بھڑوں کے ذریعہ آپ کی حفاظت کی۔

حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر نماز فجر میں قنوت فرمایا جس میں رِعل، ذَکْوَان اور بنولحیان پر لعنت کرتے رہے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 3 صفحہ 6 مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان 2003ء)(سنن الکبریٰ للبیہقی جلد 2 صفحہ 347 کتاب الصلوٰۃ حدیث 3322 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت عاصمؓ دشمن کے مقابلے میں تیر برساتے جاتے اور ساتھ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے کہ:

اَلْمَوْتُ حَقٌّ وَالْحَیٰوۃُ بَاطِلُ
وَکُلُّ مَا قَضَی الْاِلٰہُ نَازِلُ
بِالْمَرْءِ وَالْمَرْءُ اِلَیْہِ اٰیِلُ

یعنی موت برحق ہے اور زندگی بیکار ہے اور خدا کسی انسان کے بارے میں جو فیصلہ کرے وہی نازل ہونے والا ہے اور اس انسان کو بھی اس فیصلہ کو قبول کرنا ہوگا۔ جب حضرت عاصم کے تیر ختم ہو گئے تو وہ نیزے سے لڑنے لگے۔ نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار نکال لی اور لڑتے لڑتے جان دے دی۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 234 سریہ رجیع، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہو گا وہ حضرت سَہْل بن حُنَیْف انصاری ہیں۔ حُنَیْف ان کے والد تھے۔ والدہ کا نام ہند بنت رافع تھا۔ والدہ کی طرف سے آپ کے دو بھائی تھے عبداللہ اور نعمان اور ان کی اولاد میں بیٹے اسعد اور عثمان اور سعد تھے۔ حضرت سہل کی اولاد مدینہ اور بغداد میں مقیم رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اور حضرت علی کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ انہوں نے غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی۔ حضرت سہل بن حُنَیْف عظیم المرتبت صحابی تھے لیکن آپ کے مالی حالات مضبوط نہ تھے۔ حضرت ابنِ عُیَیْنَہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زُہری کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے اموال میں سے حضرت سہل بن حُنَیْف اور حضرت ابودُجانہ کے علاوہ انصار میں سے کسی کو حصہ نہیں دیا کیونکہ یہ دونوں تنگدست تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 247 و من بنی حنش بن عوف....سھل بن حنیف، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 2 صفحہ 223 دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد حضرت علی نے تین دن اور راتیں مکہ میں قیام کیا اور لوگوں کی وہ امانتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد تھیں وہ انہیں واپس کیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور آپ کے ساتھ حضرت کلثوم بن ھِدْم کے ہاں ٹھہرے۔ دوران سفر ایک دو رات قُبَا میں حضرت علی کا قیام رہا۔ آپ بیان کرتے تھے کہ قُبَا میں ایک مسلمان عورت تھی جس کا خاوند نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رات گئے ایک آدمی آ کے اس کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔ اس پر وہ عورت باہر آتی ہے۔ وہ آدمی کوئی چیز اسے دیتا ہے اور وہ لے لیتی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے اس معاملہ پر شک ہوا۔ میں نے اس عورت سے کہا کہ اے اللہ کی بندی! یہ آدمی کون ہے جو ہر رات تمہارے دروازے پر دستک دیتا ہے اور جب تم باہر آتی ہو تو تمہیں کوئی چیز پکڑا جاتا ہے جس کا مجھے پتہ نہیں کہ وہ کیا چیز ہوتی ہے۔ اور تم ایک مسلمان عورت ہو تمہارا شوہر بھی نہیں ہے اس لئے یہ اس طرح رات کو نکلنا اور کسی غیر مرد سے اس طرح بات کرنا یا چیز لینا ٹھیک نہیں ہے۔ اس عورت نے کہا کہ یہ سَہْل بن حُنَیْف ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ میں اکیلی عورت ہوں اور میرا کوئی نہیں ہے۔ اس لئے جب شام ہوتی ہے تو یہ اپنے لوگوں کے،

قوم کے، رشتہ داروں کے بتوں کو توڑتے ہیں اور پھر مجھے لا کر دے دیتے ہیں تا کہ میں انہیں جلا دوں۔ اور ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ حضرت سہل کی وفات تک آپ کا یہ واقعہ بیان کرتے تھے یعنی کہ اپنے لوگوں میں شرک مٹانے کے لئے آپ نے یہ ایک ترکیب استعمال کی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 348 ھجرۃ الرسول ﷺ، دارالکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت سَہل بن حُنَیف ان عظیم المرتبت صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اُحد کے روز ثابت قدمی دکھائی۔ اس روز انہوں نے موت پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈھال بن کر ڈٹے رہے۔ جب دشمن کے شدید حملے کی وجہ سے مسلمان بکھر گئے تھے اس دن انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تیر چلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سہل کو تیر پکڑاؤ کیونکہ تیر چلانا اس کے لئے آسان امر ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 2 صفحہ 223 دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

پھر بیان کیا جاتا ہے کہ غَزْوَل ایک ماہر نیزہ باز یہودی تھا اس کا پھینکا ہوا نیزہ وہاں تک پہنچ جاتا تھا جہاں دوسروں کے نیزے نہیں پہنچ سکتے تھے۔ بنو نضیر کے محاصرہ کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک خیمہ تیار کیا گیا۔ غَزْوَل نے نیزہ پھینکا جو کہ اس خیمے تک پہنچ گیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کو یعنی خیمہ کو وہاں سے ہٹا دیں۔ چنانچہ اس کی جگہ تبدیل کر دی گئی۔ پھر اس کے بعد حضرت علی اس شخص کی گھات میں گئے۔ غزول ایک گروہ کو ساتھ لئے مسلمانوں کے کسی بڑے سردار کو قتل کرنے کے ارادے سے نکل رہا تھا۔ حضرت علی نے موقع پا کر اسے قتل کر دیا اور اس کا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھاگ گئے۔ ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی ہی قیادت میں دس افراد پر مشتمل ایک دستہ روانہ فرمایا جنہوں نے ان لوگوں کا تعاقب کر کے ان کو قتل کر دیا اس لئے کہ وہ جنگ کے لئے اور چھپ کر حملہ کر کے قتل کرنے کے لئے نکلے تھے۔ اس دستہ میں جو حضرت علی کے ساتھ گیا تھا حضرت اَبُو دُجانہ اور حضرت سہل بن حُنَیف بھی شامل تھے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 359 غزوۃ بنو نضیر، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1999ء)

کوئی دن نہیں تھا جو اس زمانے میں آرام و سکون سے گزرتا ہو ہر وقت دشمن حملے کی تاک میں تھا۔ تو ایسے دشمنوں کے ساتھ پھر یہی سلوک ہونا چاہئے تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد وادِی القُرٰی کا رخ فرمایا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر وادِی القُرٰی میں اترا تو یہود پہلے سے جنگ کے لئے تیار تھے۔ چنانچہ انہوں نے تیروں کے ساتھ استقبال کیا۔ مسلمانوں پر تیر پھینکنے شروع کر دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام جس کا نام مِدْعَم تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے کجاوہ وغیرہ اتار رہا تھا کہ ایک اندھا تیر آ کر اسے لگا جس سے وہ جاں بحق ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً صف بندی کا حکم دیا۔ لواء حضرت سعد بن عُبَادہ کو عنایت فرمایا اور جھنڈوں میں سے ایک

حضرت حَبَّابْ بن مُنذِر اور دوسرا حضرت سہل بن حُنَیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور تیسرا حضرت عَبَّاد بن بِشْر کو سونپا۔ اس لڑائی کے نتیجہ میں یہ سارا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں فتح عطا فرمائی اور یہاں سے اللہ تعالیٰ نے کثیر مال عطا فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں چار دن قیام فرمایا۔ صحابہ میں غنائم تقسیم فرمائے۔ یہاں کی زمین اور باغات یہود کے پاس رہنے دیئے۔ باوجود فتح کرنے کے زمین اور باغات جو تھے ان لوگوں کے پاس ہی رہنے دیئے مگر اپنی طرف سے ان پر ایک عامل مقرر فرما دیا۔

تو یہ ہے دشمن سے بھی حسن سلوک کی اعلیٰ مثال کہ ملکیت ان کے پاس ہی رہی اور ان سے کچھ ٹیکس یا حصہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس زمانے کے رواج کے مطابق اگر ایسے دشمن کے مال اور جائیداد پر قبضہ بھی کر لیا جاتا تو حرج نہیں تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر احسان کیا۔

(شرح زرقانی علی مواھب اللدنیہ جلد 3 صفحہ 301 تا 303 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 325-326 غزوۃ وادی القری، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1999ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنی کتاب میں سیرت خاتم النبیین میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب شام کا ملک فتح ہوا اور وہاں کی عیسائی آبادی اسلامی حکومت کے ماتحت آ گئی تو ایک دن جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سہل بن حُنَیف اور قیس بن سعد قادسیہ کے کسی شہر میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے تو ان کے پاس سے ایک عیسائی کا جنازہ گزرا۔ یہ دونوں اصحاب اس کی تعظیم میں کھڑے ہوئے۔ ایک مسلمان نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحبت یافتہ نہیں تھا اور ان اخلاق سے ناآشنا تھا جو اسلام سکھاتا ہے یہ دیکھ کر بہت تعجب کیا اور حیران ہو کر سہل اور قیس سے کہا کہ یہ تو ایک ذمّی عیسائی کا جنازہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم جانتے ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا کہ آپ غیر مسلموں کے جنازے کو دیکھ کر بھی کھڑے ہو جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ کیا ان میں خدا کی پیدا کی ہوئی جان نہیں ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 656-657)

پس یہ ہے ایک طریق انسانیت کے احترام اور مذاہب کے درمیان نفرتیں ختم کرنے کا جس کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور وہی اسوہ حسنہ پھر صحابہ نے بھی اپنایا۔

ابووائل سے روایت ہے کہ ہم صِفِّین میں تھے کہ حضرت سہل بن حُنَیف کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اے لوگو! اپنے آپ کو ہی غلطی پر سمجھو کیونکہ ہم حدیبیہ کے واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اگر ہم مقابلہ کی صورت دیکھتے تو ضرور مقابلہ کرتے۔ اتنے میں حضرت عمر بن خطاب آئے۔ (یعنی حدیبیہ کے واقعہ کا ذکر ہو رہا ہے) اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور وہ کافر باطل پر؟ تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ تو انہوں نے کہا کیا ہمارے مقتول جنت میں نہیں اور ان کے مقتول آگ میں نہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم حدیبیہ کے دن جو صلح کر رہے ہیں تو اپنے دین سے متعلق ایسی ذلّت کیوں برداشت کریں۔ کیا ہم یہاں سے یونہی لَوٹ جائیں یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خطاب کے بیٹے! مَیں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ مجھے ہرگز کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور ان سے وہی کچھ کہا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا۔ حضرت ابو بکر نے کہا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ان کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر بخاری نے ہی لکھا ہے۔ وہ آگے حدیث لکھتے ہیں کہ پھر سورۃ فتح نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو آخر تک پڑھ کر سنائی۔ حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

(صحیح البخاری کتاب الجزیہ باب اثم من عاھد ثم غدر حدیث 3182)

اس حدیث کی شرح میں حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "صِفّین عراق اور شام کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا مقابلہ ہوا اور جب حضرت معاویہؓ کی فوج کے لوگوں کو یہ محسوس ہوا کہ ان کو شکست ہونے لگی ہے۔ تو انہوں نے قرآن مجید کو اونچا کیا اور کہا کہ قرآن مجید کو حَکَم بنا کر فیصلہ کیا جائے۔ چنانچہ اس پر جنگ بند ہو گئی۔" حضرت علیؓ کی طرف سے جنگ بندی کا اعلان ہو گیا۔" بعض لوگوں کی طرف سے جنگ بندی پر اعتراضات بھی ہوئے۔" حضرت سہل حضرت علی کی طرف سے شریک تھے۔" حضرت سہل بن حُنیف صحابی نے ان سے کہا اِتَّهِمُوْا اَنْفُسَكُمْ۔ اپنی رائے ہی کو نہ درست سمجھو کیونکہ اس سے قبل صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمرؓ کو بھی غلط فہمی پیدا ہوئی لیکن آخر واقعات نے بتا دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت اور ایفائے عہد کو برکت دی گئی اور آپؐ خطرہ سے محفوظ ہو گئے۔" تو کہتے ہیں پھر آپ نے کہا کہ "لوگ جس بات کو کمزوری اور ذلت پر محمول کر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو قوت و عزت کا باعث بنا دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چھوٹی بڑی بات میں معاہدہ کی نگہداشت ملحوظ رکھی ہے۔"

(شرح صحیح البخاری از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جلد 5 صفحہ 543 کتاب الجزیہ حدیث 3183)

گو یہاں تو دھوکہ ہوا اور وہ نتائج نہیں نکلے لیکن مومن کو ہمیشہ حسن ظن رکھنا چاہئے اور جو معاہدے اللہ تعالیٰ کے نام پر کئے جانے کی کوشش کی جائے تو ساری چیزیں دیکھ کر اسے کر لینا چاہئے یہی مومنانہ شان ہے۔ لیکن بہر حال دوبارہ دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ وہاں تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا بھی دیا تھا۔ اسی کو بیان کرتے ہوئے حضرت سہل نے یہ کہا کہ اگر معاہدہ ہو رہا ہے، جنگ بندی ہو رہی ہے تو ہمیں بھی صلح حدیبیہ والے واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے صلح کر لینی چاہئے۔

حضرت سہل بن حُنَیف سے روایت ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم مکہ کی طرف میرے پیامبر ہو۔ پس تم جا کر انہیں میرا اسلام پہنچانا اور ان سے کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں تین باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ اپنے باپ دادا کی قسمیں نہ کھاؤ۔ باپ دادا کی قسمیں کھانا منع ہے۔ گناہ ہے۔ جب تم قضائے حاجت کے لئے بیٹھو تو اپنا منہ اور پیٹھ قبلہ رخ کر کے نہ بیٹھو۔ شمالاً جنوباً بیٹھنا چاہئے۔ اسی طرح تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کرو۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد 4 صفحہ 127 ذکر مناقب سھل بن حنیف، حدیث 5837 دار الفکر بیروت 2002ء)

اس میں بھی بڑی حکمت ہے کئی قسم کے بیکٹریا ہوتے ہیں جس سے انفیکشن کا خطرہ ہوتا ہے۔ آجکل تو ٹشو اور پانی کا رواج ہے لیکن اس زمانے میں جنگلوں میں پتھر اور ہڈیاں وغیرہ استعمال کی جاتی تھیں جس سے آپ نے منع فرمایا۔

جیسا کہ پہلے حضرت علیؓ کے ضمن میں ذکر ہو چکا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میری تلوار نے آج کمال کر دیا تو حضرت عاصم بن ثابت اور سہل بن حنیف کے بارے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا کہ ان کی تلواروں نے بھی آج کمال کیا ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی گئی تب بھی سہل جو تھے وہ ان کے ساتھ تھے۔ جب حضرت علی بصرہ کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت سہل کو اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔ آپ حضرت علی کے ساتھ جنگ صِفّین میں شامل ہوئے۔ حضرت علیؓ نے آپ کو بلاد فارس کا والی مقرر فرمایا لیکن وہاں کے لوگوں نے آپ کو نکال دیا جس پر حضرت علیؓ نے حضرت زیاد کو بھیجا جن سے اہل فارس راضی ہوئے اور مصالحت کی اور خراج ادا کیا۔ نکال اس لئے نہیں دیا تھا کہ نعوذ باللہ آپ کوئی غلط کام رہے تھے بلکہ مختلف طبائع ہوتی ہیں۔ ہر ایک انسان کی مختلف خصوصیات ہوتی ہیں اس لحاظ سے حضرت زیاد اہل فارس کو بہتر رنگ میں قابو کر سکے اور پھر ان سے مصالحت بھی ہو گئی اور خراج وغیرہ بھی وصول کیا۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد2صفحه 223دارالکتب العلمیة بیروت2002ء)

حضرت سہل بن حُنیف کی وفات جنگ صفین سے واپسی پر کوفہ میں 38ہجری میں ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت علی نے پڑھائی۔

حضرت حَنَش بن مُعْتَمِر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سہل بن حُنیف کی وفات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے میدان میں تشریف لائے۔ حضرت علیؓ نے نماز جنازہ میں چھ تکبیرات کہیں۔ یہ بات کچھ لوگوں کو ناگوار گزری۔ اس پر آپ نے لوگوں کو کہا کہ حضرت سہل بدری صحابی ہیں۔ جب ان کا جنازہ جَبَّانَہ کے مقام پر پہنچا تو حضرت قَرَظَہ بن کعب اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ہمیں ملے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا امیر المومنین! ہم حضرت سہل کی نماز جنازہ میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ اس پر حضرت علی نے انہیں آپ کی نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت دی۔ پس انہوں نے حضرت قَرَظَہ کی امامت میں حضرت سہل کی نماز جنازہ ادا کی۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 4 صفحه 124 ذكر مناقب سهل بن حنيف حديث5827دارالفكر بيروت2002ء)(الطبقات الكبرى لابن سعدجلد3صفحہ248و من بنی حنش بن عوف ....سهل بن حنيف، داراحياء التراث العربی بيروت لبنان 1996ء)

تیسرے صحابی جن کا ذکر ہو گا وہ حضرت جَبَّار بن صَخْر ہیں۔ صَخْر بن اُمَیَّہ کے بیٹے تھے۔ حضرت جَبَّار ستّر انصار کے ساتھ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جَبَّار اور حضرت مِقداد بن عمرو کے درمیان مواخات قائم کی۔ غزوہ بدر کے وقت ان کی عمر 32 سال تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں

خَارِص (یعنی کھجوروں کی پیداوار کا اندازہ کرنے والا) بنا کر خیبر وغیرہ بھیجا کرتے تھے۔ ان کی وفات حضرت عثمان کے دور خلافت میں تیس ہجری میں مدینہ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 62 سال تھی۔ حضرت جَبَّار غزوہ بدر، اُحد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمرکاب تھے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد جز3 صفحہ 293 ومن بنی عبید بن عدی ....، داراحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)(المعجم الکبیر للطبرانی جلد2 صفحہ 270 جبار بن صخر، طبع ثانی داراحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت جبار بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ مکہ کی طرف جارہے تھے کہ کون ہم سے پہلے اَثَایَہ مقام پر جائے اور ہمارے پہنچنے تک اس کے حوض کے سوراخوں کو مٹی سے درست کر کے اور اسے فراخ کر کے اس میں پانی بھر دے گا۔ ابواُوَیس ایک راوی کہتے ہیں کہ یہ وہ جگہ تھی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روانہ فرمایا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت جبار نے بیان کیا کہ اس پر میں کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میں یہ خدمت سرانجام دوں گا۔ آپ نے فرمایا جاؤ۔ پس مَیں اَثَایَہ پہنچا اس کے حوض کو مرمت کر کے اسے کھلا کیا اور اسے بھر دیا۔ پھر مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا اور مجھے نہیں جگایا مگر اس شخص نے جس کی اونٹنی اس سے چُھوٹی جارہی تھی۔ (یعنی کہ بہت تیز وہاں پر پہنچی) اور وہ اسے حوض پر جانے سے روک رہا تھا۔ (اونٹنی پانی کی طرف جارہی تھی)۔ اس شخص نے مجھے کہا اے حوض والے! اپنے حوض پر پہنچو تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے عرض کیا جی۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضور نے اپنی سواری کو گھاٹ پر اتارا۔ پھر آپ مڑے اور سواری کو بٹھایا۔ پھر آپ نے فرمایا برتن لے کر میرے ساتھ آؤ۔ میں برتن لے کر آپ کے پیچھے پیچھے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح وضو فرمایا۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ وضو کیا پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا کام یہ فرمایا کہ وضو کیا اور نفل ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ میں بائیں طرف کھڑا ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کیا۔ یعنی آنحضرتؐ کے نفل پڑھتے ہوئے انہیں یہ خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھنے چاہئیں تو یہ بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہاتھ پکڑ کے دائیں طرف کر دیا کہ جب باجماعت نماز ہو رہی ہو اور دو شخص ہوں تو دوسرے کو امام کے دائیں طرف کھڑا ہونا چاہئے۔ کہتے ہیں پس ہم نے نماز پڑھی اور ابھی ہم نماز پڑھ ہی رہے تھے کہ باقی لوگ بھی آ گئے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد5 صفحہ 330 اول مسند المکیین والمدنیین حدیث جبار بن صخر عن النبیؐ حدیث نمبر 15550 عالم الکتب بیروت 1998ء)

غزوہ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ نَوْفَلَ ابْنَ خُوَیْلِدٍ۔ کہ اے اللہ! نوفل بن خُوَیلِد جو کہ قریشِ مکہ کے مشرکین کا ایک سردار تھا، کے مقابل میرے لئے کافی ہو جا۔ حضرت جَبَّار بن صَخْر نے اسے قیدی بنایا ہوا تھا اور حضرت علیؓ اس کے پاس آئے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کسی کو نوفل کی کچھ خبر ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے اور اس پر

آپ نے یہ دعا کی کہ تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی جناب سے میری دعا قبول فرمائی۔ یہ بڑا شدید دشمن تھا۔ اس کے لئے آپ نے اللہ تعالیٰ کو کہا تھا میرے لئے کافی ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اس کے قتل کے سامان پیدا کئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد4صفحہ49 غزوۃ بدر الکبریٰ ، ذکر رمی رسول اللہ ﷺ الکفار بالحصباء....دارالکتب العلمیۃ بیروت1993ء)

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو ہر شخص کو خواہش تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر قیام کریں۔ اس کے بارے میں بہت سارے حوالے آتے ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں میری اونٹنی بیٹھے گی وہیں میرا قیام ہو گا۔ جب اونٹنی مدینہ کی گلیوں سے گزری تو ہر شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری طرف قیام کریں۔ لیکن آپ یہی فرماتے تھے کہ اس کا راستہ چھوڑ دو اس کو حکم دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی مرضی سے یہ خود ہی بیٹھے گی۔ یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی چلتے چلتے جہاں اب مسجد نبوی کا دروازہ ہے اس جگہ پہنچی اور مسجد کے دروازے والی جگہ پر بیٹھ گئی۔ جب اونٹنی بیٹھ چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوئی۔ آپ ابھی اونٹنی پر ہی تشریف فرما تھے کہ پھر وہ اونٹنی اٹھی اور تھوڑا آگے گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نکیل چھوڑی ہوئی تھی۔ پھر وہ اونٹنی دوبارہ وہیں آکر بیٹھ گئی اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ اس موقع پر حضرت جَبَّار بن صَخْر اس امید پر کہ اونٹنی بنو سلمہ کے محلے میں جا کر ٹھہرے اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ نہ اٹھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے اور فرمایا کہ انشاء اللہ یہاں ہمارا قیام ہو گا اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۔ (المؤمنون:30) کہ اے میرے رب! تو مجھے ایک مبارک اترنے کی جگہ پر اتار اور تو اتارنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون سب سے قریب ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری نے عرض کیا کہ مَیں یارسول اللہ! یہ میرا گھر ہے۔ یہ میرا دروازہ ہے اور ہم نے آپ کا کجاوہ اندر رکھ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چلو اور ہمارے آرام کرنے کی جگہ تیار کرو۔ پس وہ گئے اور آپ کے آرام کرنے کی جگہ تیار کی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد3صفحہ272-273، جماع ابواب الھجرۃ الی المدینۃ الشریفۃ الباب السادس فی قدومہ ﷺ..... دارالکتب العلمیۃ بیروت1993ء)

شَاس بن قیس ایک عمر رسیدہ شخص تھا اور سخت کافر تھا۔ مسلمانوں سے سخت شدید کینہ اور بغض رکھتا تھا۔ اس کا گزر مسلمانوں کی ایک جماعت پر ہوا جو مجلس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ جب اس نے ان کی باہمی الفت، اتحاد اور آپس کی صلح کاری دیکھی کہ یہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ہنسی خوشی پیار اور محبت سے باتیں کر رہے ہیں۔ صلح کی جو یہ فضا تھی یہ جاہلیت کی دشمنی کے بعد اسلام کی بدولت انہیں حاصل ہوئی تھی۔ اس سے پہلے ان لوگوں کی دشمنیاں تھیں۔ لیکن اسلام کی بدولت انہیں یہ صلح کی، باہمی الفت اور پیار اور محبت کے سلوک کی توفیق ملی تو کہتے ہیں وہ ایسی بات کو دیکھ کے غضبناک ہو گیا کیونکہ جب وہ مسلمان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ملا دیا۔ شَاس بن قیس نے کہا کہ بَنُو قَیْلَہ کے سردار اس علاقے میں بیٹھے ہیں۔ جب تک ان کے سردار آپس میں اکٹھے ہیں ہمیں قرار نصیب

نہیں ہو سکتا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ جو دشمنیاں ہیں وہ دوستیوں میں بدل جائیں بلکہ محبت اور پیار میں بدل جائیں۔ اس نے ایک یہودی جوان کو جو اس کے ساتھ تھا اس کام پر لگایا کہ ان کے پاس جا کر ان کے ساتھ بیٹھے اور جنگ بُعَاث اور اس سے پہلے کے حالات کا ذکر چھیڑے اور انہیں وہ شعر سنائے جو یہی لوگ اور دو مختلف قبیلے ایک دوسرے کے خلاف کہا کرتے تھے۔ پس اس نے ایسا ہی کیا اور ایک قبیلے نے جنگ میں جو دوسرے قبیلے کے خلاف اشعار کہے تھے ان میں سے بعض پڑھے۔ اس بات نے گویا ان کے سینوں میں آگ بھڑکا دی۔ دوبارہ وہی جاہلیت کا شعر سن کر جاہلیت کا زمانہ ان پر عود کر آیا۔ اس پر دوسرے قبیلے والوں نے کہا کہ ہمارے شاعر نے اس دن ایسے ایسے کہا تھا اس نے بھی وہی جاہلانہ شعر پڑھ دیئے۔ پھر پہلے قبیلے والوں نے کہا کہ ہمارے شاعر نے اس دن ایسے ایسے کہا تھا۔ پس وہ سب آپس میں ایک وقت تھا کہ محبت اور پیار سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے لیکن اس فتنہ کی وجہ سے آپس میں تلخ کلامی کرنے لگے، جھگڑنے لگے اور تفاخر کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے دو افراد حضرت اوس بن قَیظِی اور حضرت جَبَّار بن صَخر باہم الجھ پڑے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم ابھی جنگ کا آغاز کر دیتے ہیں۔ یہاں تک نوبت آگئی کہ دونوں فریق غصہ میں آکر لڑائی کی جگہ مقرر کرنے لگے اور زمانہ جاہلیت کے دعوے کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کی خبر پہنچی تو آپ اوس اور خزرج کے پاس آئے۔ آپ کے ساتھ مہاجرین صحابہ کرام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ کیا تم اب بھی جاہلیت والے دعوے کرتے ہو جبکہ مَیں تمہارے درمیان موجود ہوں اور اللہ نے تمہیں اسلام کی طرف ہدایت دے دی ہے اور اس کے ذریعہ تمہیں عزت بخشی اور تم سے جاہلیت کا معاملہ ختم کر دیا۔ تمہیں کفر سے بچا لیا ہے اور تم میں باہم الفت ڈال دی ہے۔ کیا تم پہلے کی طرح کفر میں لوٹنے لگے ہو۔ صحابہ کرام کو پتہ چل گیا کہ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اور ان کے دشمن کی چال ہے۔ پس انہوں نے اپنے ہتھیار پھینکے اور رونے لگ گئے اور اوس اور خزرج کے افراد آپس میں گلے ملنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سر تسلیم خم کئے اطاعت کا دم بھرتے واپس آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن شاس بن قیس کی لگائی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ اس پر یہ آیت بھی اتری کہ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (آل عمران: 99-100) کہ ان سے کہہ دے اے اہل کتاب! کیوں تم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو جبکہ اللہ اس پر گواہ ہے جو تم کرتے ہو۔ اور کہہ دے اے اہل کتاب! تم اسے جو ایمان لایا ہے اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو یہ چاہتے ہوئے کہ اس راہ میں کجی پیدا کرو جب کہ تم حقیقت پر گواہ ہو اور اللہ اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔

حضرت اوس بن قَیظِی اور حضرت جَبَّار بن صَخر اور جو اُن کے ساتھی تھے جنہوں نے شاس کے بہکاوے میں آکر جاہلیت کے زمانے کی طرح کا مظاہرہ کیا تھا ایسے لوگوں کے بارے میں بھی پھر یہ حکم نازل ہوا کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۔ وَكَيْفَ

تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۔ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔(آل عمران:101-102) کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم نے ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی کسی گروہ کی اطاعت کی تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد ایک دفعہ پھر کافر بنا دیں گے اور تم کیسے انکار کر سکتے ہو جبکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول موجود ہے اور جو مضبوطی سے اللہ کو پکڑ لے تو یقیناً وہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیا گیا ہے۔

(سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد3صفحہ398-399،جماع ابواب بعض امور دارت بین رسول اللہ ﷺ و بین الیهود والمنافقین الباب السابع فی ارادۃ شأس بن قیس....دارالکتب العلمیۃ بیروت1993ء)

بہر حال یہ حالت تھی ان صحابہ کی۔ ایک وقت میں شیطان کے دھوکہ میں تو آ گئے لیکن جب احساس دلایا گیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ کیوں جہالت میں واپس جا رہے تھے تو فوراً ندامت پیدا ہوئی اور صلح کی طرف قدم بڑھایا بلکہ محبت اور بھائی چارے کا اظہار کیا۔ تو یہ ان کے نمونے تھے۔

اب جو لوگ ذرا ذرا سی بات پر جھوٹی غیرتوں اور اَناؤں میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کے لئے بھی یہ ایک عظیم اسوہ ہے۔ اگر وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے جنگیں کرنے والے بھائی بھائی بن گئے تو اب ایک کلمہ پڑھنے والے بلکہ ایک جماعت میں پیدا ہونے والے لوگ کیوں اپنی اَناؤں کو ختم نہیں کر سکتے۔ بہت سارے معاملات ایسے آتے ہیں کہ جھوٹی اناؤں کی وجہ سے رنجشیں چلتی ہیں، مہینوں سالوں چلتی ہیں۔ بعض نوجوان لکھتے ہیں کہ اب جو نئی نسل ہے وہ ایک دوسرے سے رشتے قائم کرنا چاہتی ہے تو ہمارے خاندانوں کی رنجشوں کی وجہ سے، اپنے بزرگوں کی وجہ سے، اپنے بڑوں کی وجہ سے، بزرگ تو نہیں کہنا چاہئے، بڑوں کی وجہ سے وہ رشتے قائم نہیں ہوتے۔ ان لوگوں کو عقل کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تعلیم دی ہے یہی محبت اور پیار کی تعلیم دی ہے۔ اکائی کی تعلیم دی ہے اور ایک قوم بنایا ہے، ہمیں ایک قوم بن کے رہنا چاہئے اور جھوٹی اَناؤں میں دوبارہ ڈوبنا نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو عقل دے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے یہود کو خیبر سے نکالا تو خود انصار و مہاجرین کو ساتھ لے کر جن میں حضرت جَبَّار بن صَخْر اور حضرت یزید بن ثابت بھی تھے خیبر کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ دونوں حضرات خیبر کی پیداوار کا تخمینہ لگانے جایا کرتے تھے اور ان دونوں آدمیوں نے اسی تقسیم کے مطابق جو پہلے سے تھی ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر دیا۔ وادی قریٰ کی تقسیم میں حضرت عمر نے جہاں دیگر اصحاب کو حصہ دیا وہاں ایک حصہ حضرت جبار بن صخر کو بھی دیا گیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن هشام جلد3صفحہ 639،امر فدك فی خبر خیبر، المکتبہ العصریہ بیروت2011ء)

تو یہ تھے ان صحابہ کے بعض حالات۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14 ستمبر 2018ء تا 20 ستمبر 2018ء جلد 25 شمارہ 37 صفحہ 05 تا 09)

35

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 31/ اگست 2018ء بمطابق 31/ ظہور 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص ایک بدری صحابی تھے جن کی ولدیت ابو وقاص مالک بن اُھَیب تھی۔ ان کی شہادت غزوہ بدر 2 ہجری میں ہوئی۔ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی تھے اور ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام حمنہ بنت سفیان تھا۔ آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنوزھرہ سے تھا اور جیسا کہ ذکر ہوا بدر کی جنگ میں انہوں نے شرکت کی اور وہیں ان کی شہادت ہوئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمیر اور عمرو بن معاذ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(الاستیعاب جلد 3صفحہ 294 عمیر بن ابی وقاصؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2002ء)،(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 79 عمیر بن ابی وقاص مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

بعض کا خیال ہے کہ حضرت عمیر بن ابی وقاص اور حضرت خبیب بن عدی کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ (عیون الاثر جلد اوّل صفحہ 232 باب ذکر المؤاخات مطبوعہ دار القلم بیروت1993ء)

ان کی شہادت کے واقعہ کا اور جنگ بدر میں شامل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس طرح لکھا ہے کہ مدینہ سے تھوڑی دور نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈیرہ ڈالنے کا حکم دیا اور فوج کا جائزہ لیا۔ کم عمر بچے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کے شوق میں ساتھ چلے آئے تھے ان کو واپس بھیجا گیا۔ سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی عمیر بھی چھوٹی عمر کے تھے۔ کمسن تھے۔ انہوں نے جب بچوں کی واپسی کا حکم سنا تو لشکر میں اِدھر اُدھر چھپ گئے لیکن آخر ان کی باری آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی کا حکم دیا۔ یہ حکم سن کر عمیر رونے لگ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کے غیر معمولی شوق کو دیکھ کر انہیں بدر میں شامل ہونے کی اجازت دی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 353)

تاریخ کی ایک اور کتاب میں ان کا ذکر اس طرح ملتا ہے کہ عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قبل اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی جانب روانہ ہونے کے لئے ہمارا معائنہ فرماتے میں نے اپنے بھائی عمیر بن ابی وقاص کو دیکھا کہ وہ چھپتے پھر رہے تھے۔ اس پر میں نے ان سے پوچھا اے بھائی تمہیں کیا ہوا ہے؟

انہوں نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ لیں گے تو بچہ سمجھ کر واپس بھیج دیں گے۔ میں جنگ کے لئے جانا چاہتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرما دے۔ پس جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوٹا سمجھ کر واپس جانے کا ارشاد فرمایا تو عمیر رونے لگ گئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 79 عمیر بن ابی وقاصؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

ان کی تلوار بڑی تھی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کی تلوار کی نیام باندھی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد4 صفحہ 603مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2005ء)

حضرت عمیر بن ابی وقاص غزوہ بدر میں جب شہید ہوئے اس وقت آپ سولہ سال کے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 79 عمیر بن ابی وقاصؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

سولہ سال کی عمر بھی ایسی تھی جس میں قد کاٹھ بیشک چھوٹا ہو گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عموماً بچوں کو جنگ کی اجازت نہیں دی۔

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہو گا وہ ہیں حضرت قطبہ بن عامر۔ یہ انصاری تھے۔ عامر بن حدیدۃ کے بیٹے تھے۔ ان کی وفات حضرت عثمان کے دور خلافت میں ہوئی۔ ان کی والدہ کا نام زینب بنت عمرو ہے۔ آپ کی اہلیہ کا نام حضرت اُمّ عمرو ہے جن سے ایک بیٹی حضرت اُمّ جمیل ہیں۔ بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں میں ہی شامل ہوئے اور آپ اُن چھ انصار صحابہ میں سے ہیں جو مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ ان سے قبل انصار میں سے کوئی مسلمان نہ ہوا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 294 قطبہ بن عامرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ 'سیرت خاتم النبیینؐ' میں اس طرح لکھا ہے کہ گیارہ نبوی کے ماہ رجب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں یثرب والوں سے یعنی مدینہ والوں سے پھر ملاقات ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب و نسب پوچھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ خزرج کے لوگ ہیں اور یثرب سے آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت محبت کے لہجے میں کہا کیا آپ لوگ میری کچھ باتیں سن سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن شریف کی چند آیات سنا کر اپنے مشن سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ موقع ہے ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے سبقت لے جائیں اور یہ کہہ کر سب مسلمان ہو گئے۔ یہ چھ اشخاص تھے جن کے نام یہ ہیں۔ ابو اُمامہ اسعد بن زُرارہ جو بنو نجار سے تھے اور تصدیق کرنے میں سب سے اول تھے۔ عوف بن حارث یہ بھی بنو نجار سے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے ننھیال کا قبیلہ تھا۔ رافع بن مالک جو بنو زریق سے تھے۔ جو قرآن شریف نازل ہو چکا تھا وہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرمایا۔ قطبہ بن عامر جو بنی سلمہ سے تھے اور عقبہ بن عامر جو بنی حرام سے تھے اور جابر بن عبداللہ بن رئاب جو بنی عبید سے تھے۔ اس کے بعد یہ

لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوئے اور جاتے ہوئے عرض کیا کہ ہمیں خانہ جنگیوں نے بہت کمزور کر رکھا ہے اور ہم میں آپس میں بہت نا اتفاقیاں ہیں۔ ہم یثرب میں جا کر اپنے بھائیوں میں اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم کو پھر جمع کر دے۔ پھر ہم ہر طرح آپ کی مدد کے لئے تیار ہوں گے۔ چنانچہ یہ لوگ گئے اور ان کی وجہ سے یثرب میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 221-222)

کہتے ہیں جی اسلام نے آکر پھوٹ ڈال دی!؟ اسلام کی وجہ سے آپس کی پھوٹ اور فساد جو تھے اس کے ختم ہونے کا اظہار ان لوگوں نے کیا اور پھر یہ ہو بھی گیا اور وہی لوگ جو آپس کے دشمن تھے بھائی بھائی بن گئے۔ گزشتہ خطبہ میں بھی ایک مَیں نے ذکر کیا تھا کہ ان لوگوں کا آپس میں بھائی بھائی ہونا دشمن کی آنکھوں میں بڑا کھٹکتا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی لیکن پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے سے اور آپ کی قوت قدسی سے ایک بھائی چارے کی فضا دوبارہ پیدا ہوئی۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت قطبہ کا شمار ماہر تیر اندازوں میں ہوتا ہے۔ آپ غزوہ بدر، اُحد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ غزوہ اُحد میں آپ جوانمردی سے لڑے۔ اس روز آپ کو نو(9) زخم آئے۔ فتح مکہ کے موقع پر بنو سلمہ کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں تھا۔ غزوہ بدر میں حضرت قطبہ کی ثابت قدمی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے دو صفوں کے درمیان ایک پتھر رکھا اور کہا کہ میں اس وقت تک نہیں بھاگوں گا جب تک یہ پتھر نہ بھاگے یعنی شرط لگا دی کہ میری جان جائے تو جائے میدان چھوڑ کر میں نے نہیں بھاگنا۔

ان کے بھائی یزید بن عامر تھے جو ستّر انصار کے ساتھ عقبہ میں شامل ہوئے تھے۔ حضرت یزید بدر اور اُحد میں بھی شریک ہوئے اور ان کی اولاد مدینہ اور بغداد میں بھی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 294 قطبہ بن عامرؓ و اخوہ یزید بن عامرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

ابو حاتم سے مروی ہے کہ حضرت قطبہ بن عامر نے حضرت عمر کے دور خلافت میں وفات پائی۔ جبکہ ابن حبّان کے نزدیک انہوں نے حضرت عثمان کے دور خلافت میں وفات پائی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 5صفحہ 338مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2005ء)

تیسرے صحابی جن کا ذکر ہو گا وہ ہیں حضرت شجاع بن وہب جو وہب بن ربیعہ کے بیٹے تھے۔ ان کی وفات جنگ یمامہ میں ہوئی۔ آپ کو شجاع بن ابی وہب بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کا خاندان بنو عبد شمس کا حلیف تھا۔ آپ طویل القامت پتلے جسم والے اور نہایت گھنے بالوں والے تھے۔ حضرت شجاع کا شمار ان بزرگ صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے ابتداء ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لبّیک کہا تھا۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر مہاجرین حبشہ کے دوسرے قافلہ میں شریک ہو کر حبشہ چلے گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد یہ افواہ سن کر کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں حضرت شجاع حبشہ سے واپس مکہ آ گئے۔ کچھ مدت بعد حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مدینہ ہجرت کرنے کا اذن دیا تو آپ بھی اپنے بھائی عُقبہ بن وہب کے ساتھ ارض مکہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس بن خولی کو حضرت شجاع کا دینی بھائی بنایا تھا۔ مؤاخات جو قائم کی تھی اس میں حضرت شجاع کا بھائی بنایا تھا۔ حضرت شجاع بدر، اُحد، خندق سمیت تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل رہے اور چالیس برس سے کچھ زائد عمر پا کر جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 370 شجاع بن ابی وھب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 51 شجاع بن وھبؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

غزوہ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر سلاطین عالم کو دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے تھے۔ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز منبر پر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حمد و ثنا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں سے بعض کو شاہان عجم کی طرف بھیجنا چاہتا ہوں۔ جو غیر عرب بادشاہ ہیں ان کی طرف بھیجنا چاہتا ہوں۔ تم مجھ سے اختلاف نہ کرنا جیسا بنی اسرائیل نے عیسیٰ سے کیا تھا۔ تو مہاجرین نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے کبھی کچھ اختلاف نہ کریں گے آپ ہمیں بھجوایئے۔

(سیرت ابن کثیر صفحہ 421 باب ذکر بعثہ الی کسریٰ ملک الفرس مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

چنانچہ جن صحابہ کو اس دینی فریضہ کے انجام دینے کی سعادت ملی ان میں حضرت شجاع بن وہب بھی شامل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شجاع کو حارث بن ابی شمر غسّانی کی طرف جو دمشق کے قریب مقام غوطہ کا رئیس تھا سفیر بنا کر بھیجا اور بعض کے نزدیک اس کا نام منذر بن حارث بن ابی شمر غسّانی تھا۔ بہر حال آپ نے تبلیغ کا جو خط بھیجا اس کے ابتدائی فقرے یہ تھے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) اِلَى الْحَارِثِ ابْنِ اَبِيْ شِمْر۔ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَصَدَّقَ فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ اِلٰى اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ يَبْقٰى لَكَ مُلْكُكَ۔

(شرح زرقانی جلد 5 صفحہ 46 و اما مکاتبتہ علیہ الصلاۃ والسلام الی الملوک وغیرھم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1996ء)،(اصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 3 صفحہ 256 شجاع بن وھب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی طرف، سلامتی ہے اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اللہ پر ایمان لائے اور تصدیق کرے۔ بیشک میں تم کو اس خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی صورت میں تمہاری سلطنت باقی رہے گی۔

حضرت شجاع کہتے ہیں کہ میں خط لے کر روانہ ہوا یہاں تک کہ حارث بن ابی شمر کے محل کے دروازے پر پہنچا وہاں دو تین دن گزر گئے مگر دربار میں رسائی نہیں ہو سکی۔ آخر میں نے وہاں کا جو سیکیورٹی کا انچارج تھا اس سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کی حیثیت سے اس کے پاس آیا ہوں۔ تو اس نے کہا کہ یہ جو رئیس ہے وہ فلاں دن باہر آئیں گے اس سے پہلے تم ان سے کسی طرح نہیں مل سکتے۔ شجاع کہتے ہیں کہ پھر وہی شخص مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے متعلق پوچھنے لگا۔ میں اسے تفصیلات

بتاتا رہا جس سے اس کے دل پر بہت اثر ہوا اور وہ رونے لگا۔ یعنی وہ جو سیکیورٹی انچارج تھا اس علاقے کے بادشاہ یا گورنر یا رئیس کہہ لیں۔ پھر اس نے کہا کہ میں نے انجیل میں پڑھا تھا کہ اس نبی کی بالکل یہی تفصیلات اس میں موجود ہیں۔ مگر میں سمجھتا تھا کہ وہ سرزمین شام میں ظاہر ہوں گے مگر اب معلوم ہوا کہ وہ سرزمین قرظ یعنی یمن کے علاقہ میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ بہر حال میں ان پر ایمان لاتا ہوں۔ وہ جو سیکیورٹی انچارج تھا اس نے کہا میں ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ مجھے حارث بن ابی شمر سے ڈر لگتا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دے گا۔ ساتھ اس بات کا اظہار بھی کیا کہ علاقے کا رئیس جو ہے وہ مجھے قتل کر دے گا۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد یہ پہریدار میری بہت عزت کرنے لگا اور بہتر سے بہتر انداز میں میری میزبانی کرتا۔ وہ مجھے حارث کے متعلق بھی اطلاعات دیتا رہتا اور اس کے متعلق مایوسی کا اظہار کرتا۔ کہتا کہ حارث بن ابی شمر اصل میں بادشاہ قیصر سے ڈرتا ہے کیونکہ یہ اسی کی حکومت میں تھا۔ آخر ایک دن حارث باہر نکلا اور دربار میں آکر بیٹھا۔ اس کے سر پر تاج تھا۔ پھر مجھے حاضری کی اجازت ملی۔ میں نے اس کے سامنے پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط اس کے حوالے کیا۔ اس نے وہ خط پڑھا پھر اسے اٹھا کر پھینک دیا اور غضبناک ہو کر کہنے لگا۔ کون ہے جو مجھ سے میری سلطنت چھین سکے۔ میں خود اس کی طرف پیش قدمی کرتا ہوں چاہے وہ یمن میں ہی کیوں نہ ہو۔ میں وہاں اس کے پاس سزا دینے کے لئے پہنچوں گا۔ لوگ فوجی تیار کریں۔ اس نے اپنی انتظامیہ کو حکم دیا کہ تیار ہو۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ الفاظ کہے کہ میں جنگ کے لئے نکلوں گا اور جو خط لکھا ہے وہ دھمکی دی ہے کہ اگر تم باز نہ آئے تو تمہاری حکومت جاتی رہے گی۔ بہر حال کہتے ہیں اس کے بعد حارث بن ابی شمر رات تک وہیں بیٹھا رہا اور لوگ اس کے سامنے پیش ہوتے رہے۔ پھر اس نے گھڑ سواروں کو تیاری کا حکم دیا اور مجھ سے کہا کہ اپنے آقا سے یہاں کا سب حال بتا دینا۔ اس کے بعد اس نے قیصر شاہ روم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا سارا واقعہ لکھ کر بھجوایا۔ اپنا ایلچی بھجوایا اور یہی باتیں ساری لکھ کر بھجوائیں کہ اس طرح یہ نمائندہ مجھے اسلام کی تبلیغ کرنے آیا ہے۔ حارث بن ابی شمر کا یہ خط قیصر کے پاس اس وقت پہنچا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط حضرت دحیہ کلبی کے ہاتھ قیصر کو پہنچ گیا تھا۔ قیصر نے حارث کا خط پڑھ کر اسے لکھا کہ اس نبی پر حملے اور پیش قدمی کا خیال چھوڑ دو اور ان سے مت الجھو۔ بہر حال جب قیصر کا یہ جوابی خط حارث کے پاس پہنچا تو اس نے حضرت شجاع کو جو کہ اس وقت تک وہیں ٹھہرے ہوئے تھے بلوایا اور پوچھا کہ تم کب واپس جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ حضرت شجاع نے کہا کل۔ بادشاہ نے اسی وقت آپ کو سو مثقال سونا دلائے جانے کا حکم دیا اور وہ دربان آپ کے پاس آیا۔ وہی جو پہلے سیکیورٹی انچارج تھا ان کے پاس آیا اور اس نے خود کچھ روپیہ اور لباس دیا۔ پھر سیکیورٹی انچارج کہنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا اور بتانا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا پیروکار بن چکا ہوں۔ حضرت شجاع کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہ حارث کے متعلق سب حال بتایا۔ آپ نے تمام روداد سن کر فرمایا کہ تباہ ہو گیا یعنی اس کی سلطنت تباہ ہو گئی۔ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے محل کے دربان مُرّی کا سلام پہنچایا اور اس نے جو کچھ کہا وہ سب کچھ بتلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچ

کہا۔ سیرۃ الحلبیۃ میں یہ سارا واقعہ بیان ہے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 357-358 باب ذکر کتابہ ﷺ الیٰ الحارث بن ابی شمر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2002ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 70 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تاریخ کی مختلف کتابوں سے لے کر جو باتیں بیان کی ہیں اس میں سے جو چند زائد باتیں ہیں وہ یہ ہیں کہ آپ لکھتے ہیں کہ پانچواں تبلیغی خط ریاست غسان کے فرمانروا حارث بن ابی شمر کے نام لکھا گیا۔ غسان کی ریاست عرب کے ساتھ متصل جانب شمال واقع تھی اور اس کا رئیس قیصر کے ماتحت ہوا کرتا تھا۔ جب حضرت شجاع بن وہب وہاں پہنچے تو حارث اس وقت قیصر کی فتح کے جشن کے لئے تیاری کر رہا تھا۔ جو شاہ روم تھا اس کی فتح کا جشن تھا اس کے لئے وہاں کا رئیس تیاری کر رہا تھا۔ حارث سے ملنے سے پہلے شجاع بن وہب اس کے دربان یعنی مہتمم ملاقات سے ملے۔ وہ ایک اچھا آدمی تھا۔ اس نے شجاع کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر فی الجملہ ان کی تصدیق کی۔ بہرحال چند دن کے انتظار کے بعد وہی واقعہ بیان ہوا کہ شجاع بن وہب کو رئیس غسان کے دربار میں رسائی ہو گئی۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پیش کیا۔ حارث نے خط پڑھ کر غصہ سے پھینک دیا اور نہ صرف غصہ سے پھینک دیا بلکہ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے فوجوں کو حملہ کے لئے تیاری کا حکم دیا اور اس دوران اس نے قیصر کو بھی یہ خط بھیجا اور یہ بتایا کہ میں فوج کشی کرنے لگا ہوں تو قیصر نے کہا کہ فوج کشی نہ کرو اور مجھے آکر دربار کی شرکت کے لئے ایلیاء یعنی بیت المقدس میں ملو۔ قیصر نے اس رئیس کو بلایا۔ بہرحال یہ تو معاملہ ان کا وہیں ختم ہو گیا۔ حدیث اور تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ مدینہ میں ایک عرصہ تک اس بات کا خوف رہا کہ غسانی قبائل مسلمانوں کے خلاف کب حملہ کرتے ہیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 828-829)

کافی عرصہ تک یہ خوف رہا۔ اس جواب کی وجہ سے جو شمر نے آپؐ کے صحابی کو دیا تھا۔ ماہ ربیع الاول سنہ 8 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ بنو ہوازن کی ایک شاخ بنو عامر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شجاع کو 24 مجاہدین دے کر ان لوگوں کی سرکوبی پر مامور فرمایا جو مدینہ پہ حملہ کرنے لگے تھے۔ اس وقت بنو عامر کے لوگ مدینہ سے پانچ راتوں کی مسافت پر اَلسُّیّ جو مکہ اور بصرہ کے درمیان ایک مقام ہے اس پر خیمہ لگائے بیٹھے تھے۔

آپ یعنی حضرت شجاع مجاہدین کے ساتھ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے یہاں تک کہ اچانک صبح کے وقت بنو عامر کے سر پر جا پہنچے۔ وہ لوگ مسلمانوں کو اچانک اپنے سر پر دیکھ کر بوکھلا گئے باوجود اس کے کہ وہ حملے کی تیاری کے لئے نکلے تھے اور پوری فوج بنا کے نکلے تھے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

حضرت شجاع نے اپنے مجاہدین کو حکم دیا کہ ان کا تعاقب نہ کریں۔ کوئی ضرورت نہیں تعاقب کرنے کی اور مال غنیمت جو ہے اس زمانے کے رواج کے مطابق جو بھی وہ چھوڑ گئے تھے اونٹ اور بکریاں وہ ہانک کر مدینہ لے آئے۔ مال غنیمت کی کثرت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ہر ایک مجاہد کو پندرہ پندرہ اونٹ ملے تھے اور دیگر

اسباب و سامان اس کے علاوہ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد2صفحہ 313 سریہ شجاع بن وھبؓ الیٰ بنی عامر بالسّی مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)(شرح الزرقانی جلد3 صفحہ337 ذکر خمس سرایا قبل المؤتہ دارالکتب العلمیۃ بیروت1996ء)

یعنی کہ وہ حملہ آور جو تھے پوری تیاری کر کے آئے تھے اور جنگ کے ساز و سامان سے لیس تھے۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہو گا ان کا نام ہے۔ حضرت شماس بن عثمان۔ ان کا پہلے بھی ایک خطبہ میں مختصر ذکر ہو چکا ہے۔ عثمان بن شرید ان کے والد تھے۔ غزوہ اُحد 3 ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کا نام عثمان اور شماس لقب تھا اور اس لقب سے آپ مشہور ہوئے۔ بنو مخزوم میں سے تھے اور اسلام کے آغاز میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 393-394 شماس بن عثمانؓ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)

ابن ہشام نے حضرت شماس بن عثمان کے نام شمّاس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شماس رضی اللہ عنہ کا نام عثمان ہے اور شماس کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں کا ایک مذہبی لیڈر جس کو شماس کہتے ہیں زمانہ جاہلیت میں مکہ آیا۔ وہ عیسائی لیڈر بہت خوبصورت تھا۔ اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر مکہ کے لوگ متعجب ہوئے۔ عتبہ بن ربیعہ جو عثمان کے ماموں تھے انہوں نے کہا کہ میں اس شماس سے زیادہ ایک حسین لڑکا تم کو دکھاتا ہوں اور پھر اپنے بھانجے عثمان کو لا کر دکھایا۔ اس وقت سے لوگ عثمان کو شماس کہنے لگے۔ حضرت شماس کا نام شماس ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ کا نام شماس آپ کے چہرے کی سرخ و سفید رنگت کی وجہ سے تھا گویا کہ آپ سورج کی مانند ہیں۔ پس اس وجہ سے شماس نام آپ کے اصل نام پر حاوی ہو گیا۔

(سیرت ابن ھشام صفحہ 462 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)(المنتظم فی تاریخ الملوک والامم جلد 3 صفحہ 187 بحوالہ المکتبۃ الشاملہ)

حضرت شماس بن عثمان اور آپ کی والدہ حضرت صفیہ بنت ربیعہ بن عبد شمس حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شامل تھیں۔ حضرت شماس کی والدہ شَیبہ اور عُتبہ (سرداران مکہ جو غزوہ بدر میں مارے گئے تھے) کی بہن تھیں۔ حضرت شماس بن عثمان نے حبشہ سے واپسی پر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت شماس بن عثمان نے مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد حضرت مبشر بن عبد منذر کے ہاں قیام کیا۔ سعید بن مُسَیَّب کہتے ہیں کہ حضرت شماس بن عثمان غزوہ اُحد میں شہید ہونے تک حضرت مبشر بن عبد المنذر کے ہاں مقیم رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شماس بن عثمان اور حضرت حنظلہ بن ابی عامر کے درمیان مؤاخات قائم کروائی۔ حضرت شماس کے بیٹے کا نام حضرت عبد اللہ تھا اور آپ کی اہلیہ اُمّ حبیب بنت سعید تھیں۔ ابتدائی ہجرت کرنے والی مسلمان خواتین میں سے تھیں۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 394مطبوعہ دار الفکر بیروت2003ء)(سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 324 شماس بن عثمانؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 130 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

حضرت شماس بن عثمان غزوہ بدر اور اُحد میں شامل ہوئے۔ آپ غزوہ اُحد میں بہت جانفشانی سے لڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شماس بن عثمان کو ڈھال کی مانند پایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں یا بائیں جس طرف بھی نظر اٹھاتے شماس کو وہیں پاتے جو جنگ اُحد میں اپنی تلوار سے مدافعت کر رہے تھے یہاں

تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہو گئی جب آپ پر حملہ ہوا اور پتھر آ کے لگا۔ حضرت شماس نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال بنا لیا تھا یہاں تک کہ آپ شدید زخمی ہو گئے اور آپ کو اسی حالت میں مدینہ اٹھا کر لایا گیا۔ آپ میں ابھی کچھ جان باقی تھی۔ آپ کو حضرت عائشہ کے ہاں لے جایا گیا۔ حضرت اُمّ سلمہ نے کہا کہ کیا میرے چچازاد بھائی کو میرے سوا کسی اور کے ہاں لے جایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں حضرت اُمّ سلمہ کے پاس اٹھا کر لے جاؤ۔ پس آپ کو وہیں لے جایا گیا اور آپ نے انہی کے گھر وفات پائی۔ وہاں اُحد سے زخمی ہو کے آئے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت شماس کو مقام اُحد میں لے جا کر انہی کپڑوں میں دفن کیا گیا۔ جب جنگ کے بعد آپ کو زخمی حالت میں اٹھا کر مدینہ لایا گیا تھا تو وہاں ایک دن اور ایک رات تک زندہ رہے تھے اور اس دوران کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کچھ کھایا پیا نہیں، انتہائی کمزوری کی حالت تھی بلکہ بیہوشی کی حالت تھی۔ حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 34 سال کی عمر میں ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 131مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

پھر ایک صحابی حضرت ابو عبس بن جبر ہیں۔ ان کے والد کا نام جبر بن عمرو تھا۔ ان کی وفات 34 ہجری میں ستر سال کی عمر میں ہوئی۔ ان کا اصل نام عبد الرحمٰن تھا اور کنیت ابو عبس تھی۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو حارثہ سے تھا۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبد العزیٰ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بدل کر عبد الرحمٰن کر دیا تھا۔ عُزّیٰ ان کے بُت کا نام تھا اس لئے بدلا اور عبد الرحمٰن کر دیا۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں شریک رہے۔ کعب بن اشرف یہودی کو جن اصحاب نے قتل کیا یہ بھی ان میں شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبس اور حضرت خُنَیس کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ چونتیس ہجری میں ستر برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ مکہ میں آپ کی کثیر اولاد موجود تھی۔ حضرت عثمان نے جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں ان کی تدفین ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد 5صفحہ 204-205مطبوعہ دار الفکر بیروت 2003ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7صفحہ 222مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 238مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت ابو عبس بن جبر کے بارے میں مروی ہے کہ اسلام کی بعثت سے پہلے بھی آپ عربی لکھنا جانتے تھے حالانکہ اس وقت عرب میں لکھنے کا رواج بہت کم تھا۔ حضرت ابو عبس اور حضرت ابو بُردہ بن نَیار نے جب اسلام قبول کیا اس وقت دونوں نے بنو حارثہ کے بتوں کو توڑ دیا تھا۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان اُنہیں لوگوں سے صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا کرتے تھے یعنی کہ مال کا شعبہ بھی ان کے پاس تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 238مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

زمانہ نبوی میں حضرت ابو عبس کی آنکھ کی بینائی چلی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک عصا دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے روشنی حاصل کرو۔ چنانچہ وہ عصا آپ کے آگے روشنی کیا کرتا تھا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 7صفحہ 222مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

ایک تو یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سوٹی تمہارے ہاتھ میں ہو گی اور جس طرح نابینا اپنی سوٹی استعمال کرتے ہیں، چلتے ہوئے مدد دے گی۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے روشنی بھی نکلتی ہو اور بعض دفعہ رات کے وقت میں کم نظر آتا ہو تو اس سے روشنی نکلتی ہو کیونکہ بعض اور صحابہ کے بارے میں بھی یہ روایت ملتی ہے کہ بعض دفعہ اندھیرے میں وہ سفر کر رہے ہوتے تھے تو ان کے عصا سے روشنی نکلتی تھی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 693 حدیث 13906 مسند انس بن مالکؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

بلکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین صحابہ سفر کر رہے تھے اور رات اندھیری تھی تو ان کو بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ نظارہ دکھایا کہ روشنی ان کے آگے آگے چلتی رہی۔

حضرت ابو عبس کے ایک بیٹے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو عبس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے اور پھر اپنے قبیلہ بنو حارثہ کی طرف چلے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک اندھیری رات میں جب بارش بھی ہو رہی تھی آپ اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے تو آپ کے عصا سے روشنی نکلنا شروع ہو گئی جس نے آپ کے لئے راستے میں روشنی کر دی۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد 6 صفحہ 2028 حدیث 5495 مطبوعہ مکتبہ نزار المصطفیٰ الباز)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بیماری کے دوران ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو یہ بیہوشی کی حالت میں تھے۔ جب افاقہ ہوا تو حضرت عثمان نے کہا کہ آپ اپنے آپ کو کس حالت میں پاتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم اپنی حالت اچھی دیکھتے ہیں سوائے ایک اونٹ کا گھٹنا باندھنے والی رسّی کے جو ہم سے اور عُتّال سے غلطی سے کھو گئی تھی۔ ابھی تک ہم اس سے خلاصی نہیں پا سکے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 238 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

یہ عُتّال میں سے تھے جیسا کہ میں نے بتایا کہ مال صدقہ وغیرہ چندہ وغیرہ جمع کرنے کے لئے ان کو بھیجا جاتا تھا۔ ذمہ داری اور ایمانداری کا یہ معیار تھا کہ اونٹ باندھنے والی ایک رسّی غلطی سے گم گئی اور اسی وجہ سے زندگی کے آخر تک بے چین رہے۔ مرض الموت میں بھی خیال آیا تو یہی کہ یہ رسّی جو ہے اگلے جہان میں کہیں ہمارے لئے ابتلا نہ بن جائے۔ تو یہ وہ لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کے خوف اور ایمانداری کے ایسے معیار رکھتے تھے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ جلدی نماز عصر پڑھنے والا کوئی نہ تھا یعنی وقت کے لحاظ سے پہلے وقت میں نماز عصر پڑھ لیا کرتے تھے۔ انصار میں سے دو آدمی ایسے تھے جن کا گھر مسجد نبوی سے سب سے زیادہ دور تھا۔ ایک حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر تھے جن کا تعلق بنی عمرو بن عوف سے تھا اور دوسرے حضرت ابو عبس بن جبر تھے جن کا تعلق بنو حارثہ سے تھا۔ ابولبابہ کا گھر قبا میں تھا اور حضرت ابو عبس کا گھر بنو حارثہ میں تھا۔ اور کافی فاصلے پر دو اڑھائی میل دور تھا۔ یہ دونوں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور جب اپنی قوم میں واپس پہنچتے تو انہوں نے تب تک وہاں نماز عصر نہ پڑھی ہوتی تھی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 607 حدیث 13516 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

تو یہ ان لوگوں کا تیز چلنے کا معیار بھی ہے اور یہ بھی کہ فاصلہ طے کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیچھے نماز پڑھنے آیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابو عبس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرد آلود کئے اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام کر دی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5صفحہ 469حدیث 16031مطبوعہ عالم الکتب بیروت1998ء)

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنے والے، اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے والے لوگ اس میں شامل ہیں۔ اور اسی طرح دعوت الی اللہ کے لئے سفر کرنے والے بھی اور وہ لوگ بھی جو ایک لمبے فاصلے سے مسجد میں نماز باجماعت کے لئے آتے ہیں یہ سب لوگ ان لوگوں میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں پر آگ حرام کی گئی ہے۔

پھر ایک صحابی حضرت ابو عقیل بن عبداللہ انصاری تھے۔ عبداللہ بن ثعلبہ ان کے والد کا نام تھا۔ ان کی وفات 12 ہجری میں جنگ یمامہ میں ہوئی۔ ان کا نام عبدالرحمن اِراشی بن عبداللہ تھا۔ ان کا پرانا نام عبدالعُزّیٰ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ آپ کا تعلق قبیلہ بَلِیّ کی ایک شاخ بنو اُثَیف سے تھا اور آپ انصار کے خاندان بنو حَجْجُبَا بن کُلفہ کے حلیف تھے۔ آپ کی کنیت ابو عقیل ہے اور آپ اسی سے مشہور ہیں۔ غزوہ بدر، اُحد، خندق غرض تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جنگ یمامہ میں بارہ ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 248-249مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

ان کے قبولیت اسلام کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک دن ایک نوجوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قبول ایمان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور بتوں سے سخت نفرت کا اظہار کیا۔ اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ عبدالعُزّیٰ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ آج سے تمہارا نام عبدالرحمن ہے۔ انہوں نے ارشاد نبوی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور سب لوگوں سے کہہ دیا کہ میں اب عبدالعُزّیٰ نہیں بلکہ عبدالرحمن ہوں۔ آپ کے اجداد میں ایک شخص اِراشہ بن عامر تھا اس کی نسبت سے انہیں اِراشی بھی کہا جاتا ہے۔

(مأخوذ از آسمان ہدایت کے ستر ستارے از طالب ہاشمی صفحہ 491-492 مطبوعہ البدر پبلی کیشنز اردو بازار لاہور)

آپ ان صحابہ کرام میں سے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کرنے کا حکم فرماتے تو ساری رات یہ کام کرتے اور جو کچھ ملتا وہ صدقہ کر دیتے۔ چنانچہ بخاری میں آپ کے متعلق آتا ہے کہ حضرت ابو مسعود بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں صدقہ کا حکم ہوا تو ہم اس وقت مزدوری پر بوجھ اٹھایا کرتے تھے۔ حضرت ابو عقیل آدھا صاع کھجور مزدوری کے پیسوں میں سے لے کر آئے۔ ایک اور شخص ان سے زیادہ لایا تو اس پر منافق کہنے لگے کہ اللہ تو اس شخص کے صدقے سے بے نیاز ہے اور اس دوسرے شخص نے جو صدقہ کیا وہ محض دکھاوے کے لئے ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا

يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔(التوبۃ:79) یہ منافق ہیں جو مومنوں میں سے خوشی سے بڑھ بڑھ کر صدقے دینے والوں پر طنز کرتے ہیں اور ان پر بھی جو سوائے اپنی محنت کی کمائی کے کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ سو باوجود اس قربانی کے منافق ان پر ہنسی کرتے ہیں اور اللہ ان میں سے اشد مخالفوں کو ہنسی کی سزا دے گا اور ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب التفسیر باب الذین یلمزون المطوعین...الخ جلد10 صفحہ 371 حدیث 4668 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ان کے عجیب عجیب نظارے ہیں۔ کس طرح یہ کوشش کرتے تھے اور ان لوگوں کے انہی نمونوں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین فرمائی۔

اس واقعہ کی تفصیل علامہ ابن حجر عسقلانی یوں بیان فرماتے ہیں کہ انہیں صاحب الصاع بھی کہتے ہیں یعنی حضرت ابو عقیل کو صاحب الصاع بھی کہا جاتا ہے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اپنا آدھا مال لے کر آئے۔ انصار کے غریب مسلمانوں میں سے ایک شخص ابو عقیل آگے بڑھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں کھجور کے دو صاع کے عوض رات بھر کنوئیں سے ڈول کھینچتا رہا اور ایک صاع میں نے اپنے گھر والوں کے لئے رکھ دیا ہے اور دوسرا صاع یہ ہے۔ بعض روایتوں میں ایک صاع میں سے نصف صاع دینے کا ذکر ہے۔ یعنی آدھا میں نے گھر رکھ لیا اور آدھا لے کر آیا ہوں۔ تو منافقوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابو عقیل کے صاع سے غنی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ۔(التوبۃ:79)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد7 صفحہ 233 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

یعنی یہ منافق ہیں جو مومنوں میں سے خوشی سے بڑھ بڑھ کر صدقہ دینے والوں پر طنز کرتے ہیں اور ان پر بھی جو کہ سوائے اپنی محنت کی کمائی کے کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ ہی وہ انصاری صحابی تھے جنہوں نے مسیلمہ کذاب پر آخری وار کیا تھا۔ چنانچہ ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت ابو عقیل اُنَیفی زخمی ہوئے۔ ان کو کندھوں اور دل کے درمیان تیر لگا تھا جو لگ کر ٹیڑھا ہو گیا تھا جس سے وہ شہید نہ ہوئے۔ پھر وہ تیر نکالا گیا۔ ان کی بائیں جانب اس تیر کے لگنے کی وجہ سے کمزوری ہو گئی تھی۔ یہ شروع دن کی بات ہے۔ پھر انہیں اٹھا کر ان کے خیمہ میں لایا گیا۔ جب لڑائی گھمسان کی ہونے لگی اور مسلمانوں کو شکست ہوئی یہاں تک کہ مسلمان پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنی قیام گاہوں سے بھی پیچھے چلے گئے۔

اس وقت حضرت ابو عقیل زخمی تھے۔ انہوں نے حضرت مَعْن بن عدی کی آواز سنی وہ انصار کو بلند آواز سے لڑنے کے لئے ابھار رہے تھے کہ اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ پر بھروسہ کرو اور اپنے دشمن پر دوبارہ حملہ کرو۔ اور حضرت معن لوگوں کے آگے آگے تیزی سے چل رہے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ انصار کہہ رہے تھے کہ ہم انصار کو دوسروں سے الگ کر دو۔ ہم انصار کو دوسروں سے الگ کر دو۔ چنانچہ ایک ایک کر کے انصار ایک طرف

جمع ہو گئے اور مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ جم کر لڑیں گے اور بہادری سے آگے بڑھیں گے اور دشمن پر حملہ کریں گے اس سے تمام مسلمانوں کے قدم جم جائیں گے اور حوصلے بڑھ جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ پھر حضرت ابو عقیل انصار کے پاس جانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ زخمی حالت میں تھے، بہت کمزوری تھی لیکن کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا کہ اے ابو عقیل آپ کیا چاہتے ہیں آپ میں لڑنے کی طاقت تو ہے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس منادی نے میرا نام لے کر آواز لگائی ہے۔ میں نے کہا کہ وہ تو انصار کو بلا رہا ہے نہ کہ زخمیوں کو۔ وہ تو ان لوگوں کو بلا رہا ہے جو لڑنے کے قابل ہوں۔ حضرت ابو عقیل نے کہا کہ انہوں نے انصار کو بلایا ہے اور میں چاہے زخمی ہوں لیکن میں بھی انصار میں سے ہوں اس لئے میں ان کی پکار پر ضرور جاؤں گا چاہے مجھے گھٹنوں کے بل جانا پڑے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عقیل نے اپنی کمر باندھی اور اپنے دائیں ہاتھ میں ننگی تلوار لی اور پھر یہ اعلان کرنے لگے کہ اے انصار جنگ حنین کی طرح دشمن پر دوبارہ حملہ کرو۔ چنانچہ انصار جمع ہو گئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ اور مسلمان بڑی بہادری کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے یہاں تک کہ دشمن کو میدان جنگ چھوڑ کر باغ میں گھس جانے پر مجبور کر دیا۔ مسلمان اور دشمن ایک دوسرے میں گھس گئے اور ہمارے درمیان اور ان کے درمیان تلواریں چلنے لگیں۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عقیل کو دیکھا ان کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ کر زمین پر گرا ہوا تھا اور ان کے جسم پر چودہ زخم تھے جن میں سے ہر زخم جان لیوا تھا اور اللہ کا دشمن مسیلمہ قتل ہو گیا تھا وہ بھی ساتھ ہی پڑا تھا۔ حضرت ابو عقیل زمین پر زخمی پڑے ہوئے تھے اور ان کے آخری سانس تھے۔ میں نے جھک کر ان سے کہا اے ابو عقیل! انہوں نے کہا لبّیک حاضر ہوں اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پوچھا کہ فتح کس کو ہوئی ہے؟ میں نے کہا آپ کو خوشخبری ہو کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے اور میں نے بلند آواز سے کہا کہ اللہ کا دشمن مسیلمہ کذاب قتل ہو چکا ہے۔ اس پر انہوں نے اللہ کی حمد بیان کرتے ہوئے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور انتقال فرما گئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ مدینہ واپس آنے کے بعد میں نے حضرت عمر کو ان کی ساری کارگزاری سنائی تو حضرت عمر نے فرمایا اللہ ان پر رحم فرمائے وہ ہمیشہ شہادت مانگا کرتے تھے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین صحابہ میں سے تھے اور شروع میں اسلام لائے تھے۔ یہ حضرت عمر کے الفاظ ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 249 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)، (حیاۃ الصحابہ از محمد یوسف کاندھلوی جلد اوّل صفحہ 801 تا 803 مطبوعہ مکتبۃ العلم لاہور)

اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

نماز کے بعد میں دو جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ محترم مولانا عبدالعزیز صادق صاحب مربی سلسلہ بنگلہ دیش کا ہے۔ 26/ جولائی 2018ء کو ان کی وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ چوتھی جماعت کی تعلیم کے دوران حصول تعلیم کے لئے یہ قادیان چلے گئے جہاں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں

ان کو پرورش پانے کا موقع ملا۔ تقسیم ہند کے بعد بیرونی طلباء کو اپنے اپنے ملک میں واپس جانے کا ارشاد ہوا تو وہ بنگال واپس آ گئے۔ لیکن مرکز واپسی کے لئے بیقرار رہتے تھے۔ پُر خطر حالات میں وہ کلکتہ سے دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ دوران سفر ہندو اور سکھ حیران تھے کہ ایک مسلمان نوجوان اس قسم کے حالات میں ٹرین میں کس طرح اکیلے بے خطر سفر کر رہا ہے۔ بہر حال دہلی پہنچنے کے بعد وہاں کی جماعت نے ان کو ایک فلائٹ میں لاہور بھیجنے کا انتظام کر دیا۔ اس وقت مغربی اور مشرقی پاکستان ایک ہوتے تھے اور وہ بخیریت ربوہ پہنچ گئے۔ جامعہ کی چھ سال کی تعلیم انہوں نے وہاں حاصل کی اور اس کے بعد انہوں نے جامعۃ المبشرین کا مزید تین سال کا کورس مکمل کیا۔ شاہد کی ڈگری حاصل کی اور پھر اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی اور پشاور یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی ڈگری بھی حاصل کی۔ اس کے بعد پاکستان میں ہی فیصل آباد کی جماعت سمندری میں ان کی تقرری ہوئی۔

63ء۔ 64ء میں ان کا تبادلہ مشرقی بنگال میں ہو گیا جہاں مختلف جماعتوں میں انہوں نے کام کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بنگلہ ترجمہ کے لئے ایک بورڈ تشکیل دیا تو محترم قاضی محمد نذیر صاحب کی سفارش پر مولانا عبدالعزیز کا نام بھی اس میں شامل کیا۔ اس میں مظفر الدین بنگالی صاحب اور مولوی محمد امیر بنگالی صاحب بھی ان کے ساتھ کام کرتے تھے اور اس کام کے لئے، ترجمہ کے لئے ربوہ میں مقیم رہے اور اس کے بعد محمد امیر صاحب کی ڈھاکہ منتقلی اور چوہدری مظفر الدین کے انتقال کے بعد اس کام کے لئے 1979ء میں انہیں ڈھاکہ بھیج دیا گیا۔ مولوی محمد صاحب کی رحلت کے بعد آپ اکیلے یہ کام کرتے رہے اور بالآخر صد سالہ جوبلی کے سال بنگلہ ترجمہ قرآن کی چھپوائی مکمل ہوئی۔ ملک کے طول و عرض میں مختلف جگہوں پر مربی اور مبلغ کے طور پر انہوں نے کام کیا۔ تعلیم و تربیت کے کام اور تبلیغی کام کئے۔ متعدد مرتبہ مخالفین کی طرف سے جسمانی زدوکوب کا بھی شکار ہوئے۔

اسیر راہ مولیٰ ہونے کا اعزاز بھی انہیں حاصل رہا۔ 1992ء میں جب بخشی بازار ڈھاکہ جو جماعتی مرکز ہے اس پر دشمن نے حملہ کیا تو اس دوران بڑی جرأت کے ساتھ اکیلے لڑتے رہے اور اس کے نتیجہ میں ان کے سر سمیت تمام جسم پر بہت سے زخم آئے۔

پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں اور دو بیٹے اور متعدد پوتے اور پوتیاں نواسے نواسیاں ہیں۔ ان کی تین بیٹیاں بنگلہ دیش میں مقیم ہیں۔ بیٹوں میں سے ایک امریکہ میں ہیں اور چھوٹے بیٹے حبیب اللہ صادق صاحب یُوکے میں مقیم ہیں اور ایم ٹی اے کے شعبہ نیوز میں کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ محمد ظفر اللہ صاحب شہید ابن مکرم بشارت احمد صاحب سیدوالا ننکانہ کا ہے۔ 29/اگست کو ضلع ننکانہ میں مغرب کے وقت ان کی دکان پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور ان کی فائرنگ سے یہ شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

تفصیلات کے مطابق چھ ڈاکو بڑی تعداد میں جدید اسلحے سے لیس ان کی دکان پر موٹر سائیکلوں پر آئے۔ ان کی سونے کی جیولری کی دکان تھی اس میں داخل ہوئے۔ دکان کو لُوٹا اور لوٹ مار کرنے کے بعد باہر شدید فائرنگ

کرتے رہے۔ اس کی وجہ سے باہر بھی ایک راہ گیر جاں بحق ہو گیا۔ جب یہ لوگ مال لُوٹ کر واپس جا رہے تھے اس وقت انہوں نے ظفر اللہ صاحب پر فائرنگ کر دی۔ تین گولیاں چلائیں جس کی وجہ سے وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ ظفر اللہ صاحب کی دکان پر ان کے علاوہ اور بھی لوگ موجود تھے لیکن انہوں نے صرف ظفر اللہ صاحب کو ہی ٹارگٹ کیا کہ یہ ایک احمدی ہے اس لئے ٹارگٹ کر لو، کوئی فرق نہیں پڑتا، دوہرا ثواب ملے گا۔ مرحوم نہایت خوش اخلاق، ملنسار اور مہمان نواز تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی وفات پر کثیر تعداد میں لوگ تعزیت کے لئے آئے اور بڑی تعداد غیر از جماعت کی بھی تھی۔ موصوف خلافت سے والہانہ محبت کرنے والے تھے۔ ہر تحریک پر لبیک کہنے والے۔ نماز باجماعت کے پابند۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

مرحوم بہادر اور نڈر انسان تھے۔ اس وقت سیکرٹری تعلیم سیّد والہ کے طور پر خدمت بجالا رہے تھے۔ ظفر اللہ صاحب کی عمر تیس سال تھی۔ اڑھائی سال قبل مرحوم کی شادی ہوئی تھی۔ ان کا ایک بیٹا عزیزم محمد طلحہ ڈیڑھ سال کا ہے۔ مرحوم نے لواحقین میں اہلیہ، بیٹا اور والدین کے علاوہ ایک بھائی اور پانچ بہنیں سوگوار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور ان سب لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 30 نومبر 2018ء تا 06 دسمبر 2018ء جلد 25 شمارہ 48 صفحہ 05 تا 09)

36

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 07 ستمبر 2018ء بمطابق 07 تبوک 1397 ہجری شمسی
بمقام DM Arena کالسروئے (Karlsruhe)، جرمنی

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:

الحمد للہ آج سے جماعت احمدیہ جرمنی کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ ایک اور جلسہ سالانہ میں شمولیت کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔

جلسہ سالانہ کیا ہے؟ ہم سالوں سے سنتے آ رہے ہیں بلکہ جب سے کہ جلسہ سالانہ کے انعقاد کا آغاز ہوا ہے سوا سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے سے یہی سنتے آ رہے ہیں کہ جلسہ سالانہ کا مقصد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرماتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ یہ جلسہ کوئی دنیاوی میلہ نہیں ہے اور نہ ہی یہاں جمع ہونا کسی دنیاوی مقصد اور تعداد دکھانے کے لئے ہے یا دنیا پر کوئی دنیاوی اثر ڈالنے کے لئے ہے۔

(ماخوذ از شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

بلکہ یہاں آنے والوں کو، یہاں جمع ہونے والوں کو خالصۃً للہ جمع ہونا چاہئے تا کہ جہاں اپنی علمی اور روحانی پیاس بجھانے والے ہوں، اپنے علم اور روحانیت میں اضافہ کرنے والے ہوں، وہاں اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کے بارے میں علم حاصل کرنے والے اور ان حقوق کو ادا کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں۔

لیکن مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہے کہ یہاں بعض لوگ جلسہ میں شامل ہونے کے لئے آتے تو ہیں لیکن حاصل کچھ نہیں کرتے سوائے اس کے کہ کچھ دوستوں کو مل لیا اور کچھ شغل کی باتیں ہو گئیں۔ ایسے لوگ پھر مسائل بھی کھڑے کرتے ہیں۔ بعض نوجوانوں اور بچوں کے لئے ٹھوکر کا باعث بھی بنتے ہیں۔ بعض بڑی کریہہ قسم کی حرکتیں بھی کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا۔ ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ اور ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

پس سب سے پہلی بات جو مَیں آج کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ہر ایک کو ذہن میں یہ بات اچھی طرح راسخ کر لینی چاہئے کہ **یہ جلسہ خالصۃً روحانی جلسہ ہے۔** اس کا انعقاد اس لئے کیا جاتا ہے تا کہ ہم تقویٰ میں بڑھیں اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں اور اس میں ترقی کریں۔ بعض غیر مہمانوں کے سامنے تو پردہ پوشی ہو جاتی ہے۔ ان کے سامنے کچھ احتیاط بھی ہو جاتی ہے اور کچھ اللہ تعالیٰ بھی پردہ پوشی فرماتا ہے کہ چند ایک کے غلط رویّوں اور حرکات سے جماعت کی بدنامی نہ ہو۔ تو بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا آج پہلی بات جس کی طرف میں توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ

جلسہ کا مقصد کیا ہے؟ تو وہ مقصد یہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ تقویٰ پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ کے مدّعا اور مقصد کو بیان فرماتے ہوئے شامل ہونے والوں کے لئے فرمایا کہ "اُن کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زُہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیز گاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں دُوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی اُن میں پیدا ہو۔"
(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

پھر آپ نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ ہر چیز کی جڑ ہے۔ تقویٰ کے معنی ہیں ہر ایک باریک در باریک رگِ گُناہ سے بچنا۔" فرمایا "تقویٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس امر میں بدی کا شُبہ بھی ہو۔ اس سے بھی کنارہ کرے۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 321)

اس سے بھی بچو۔ اب ہر ایک اپنا جائزہ لے تو خود ہی اپنا محاسبہ ہو جائے گا کہ کیا اس تعریف کے مطابق ہم باریک در باریک گناہ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں؟ اور جس بات میں برائی کا شبہ بھی ہو اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں؟ اس بات کا پھر ہر کوئی اگر محاسبہ کرے اور اس بات پر عمل کرنے والا ہو، محاسبہ کرنے کے بعد یہ دیکھے کہ واقعی ہم عمل کرنے والے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرنے والے ہوں تو تب ہمیں سمجھنا چاہئے کہ ہم نے جلسہ پہ آنے کے مقصد کو پورا کر دیا یا پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ورنہ تقریریں سننا اور وقتی جوش دکھانا اور نعرے لگانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بعض نعرے لگا رہے ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کے تاثرات اور ہنسی سے یہ پتہ لگ رہا ہوتا ہے کہ کوئی دلی جوش نہیں ہے بلکہ صرف نعرہ برائے نعرہ لگ رہا ہے۔ پہلے تو یہ تاثرات اور حرکات چُھپ جاتی تھیں لیکن اب کیمرے کی آنکھ بغیر پتہ لگے بغیر کسی کے علم میں لائے ان کی حالتوں کے بارے میں بتا دیتی ہے اور پھر یہ مستقل محفوظ ہو جاتی ہے۔ پہلے تو یہ پروگرام صرف ایم ٹی اے پر ہی ہوتے تھے۔ اب سوشل میڈیا پر بھی ہوتے ہیں وہاں بھی شکلیں نظر آجاتی ہیں۔ نظر آرہا ہوتا ہے کہ کس کے چہرے پر کیسا تاثر ہے۔

پھر ایک اور معیار انسان کی اندرونی حالت اور تقویٰ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "تقویٰ کا اثر اسی دُنیا میں متقی پر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ صرف اُدھار نہیں، نقد ہے۔" فرمایا کہ "بلکہ جس طرح زہر کا اثر اور تریاق کا اثر فوراً بدن پر ہوتا ہے۔" "زہر انسان پی لے یا کوئی دوائی کھالے اس کا اثر انسان پر ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے بلکہ فوری بعض دفعہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ "اسی طرح تقویٰ کا اثر بھی ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 324)

تو یہ معیار آپ نے بیان فرمایا۔ پس یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان تقویٰ پر چلنے والا ہو اور اس کا اثر ظاہر نہ ہو رہا ہو۔ تقویٰ پر چلنے والا کبھی برائی کے قریب جا ہی نہیں سکتا۔ اس کے خیالات بھی پاک ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے ہر کوئی اپنا جائزہ خود لے سکتا ہے۔

آپ نے ایک موقع پر فرمایا: "مَیں یہ سب باتیں بار بار اس لئے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا میں گم ہو چکی ہے۔ "اللہ تعالیٰ کی معرفت رہی

نہیں دنیا میں گم ہو گئی دنیا کی چیزوں نے غلبہ پالیا اللہ تعالیٰ کی طرف رجحان کم ہو گیا۔ نعرہ یا عہد تو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا ہے لیکن بہت سارے ایسے مواقع آجاتے ہیں کہ دنیا مقدم ہو جاتی ہے اور دین پیچھے چلا جاتا ہے فرمایا" اور وہ حقیقی تقویٰ وطہارت جو اس زمانہ میں پائی نہیں جاتی۔ اسے دوبارہ قائم کرے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 277-278)

مقصد کیا ہے جماعت کا؟ کہ وہ تقویٰ اور طہارت جو اس دنیا میں پائی نہیں جاتی اسے دوبارہ قائم کرے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق تقویٰ اور طہارت کو قائم کرنے کی کوشش کرے گا وہی کامیاب ہو گا۔ وہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں حقیقی احمدی ہے اور وہی اس جلسہ کے مقصد کو پورا کرنے والا ہے۔

جن دوسری دو باتوں کی طرف آج مَیں توجہ دلانا چاہتا ہوں ان پر عمل بھی اسی صورت میں ہو گا اور ہو سکتا ہے جب دلوں میں خوفِ خدا ہو اور تقویٰ ہو اور جلسے پہ آنے کے مقصد کو پورا کرنے کی خواہش ہو۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر شامل ہونے والے میں کیا خصوصیات پیدا ہونی چاہئیں۔ یعنی خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے بعد اس میں نرم دلی بھی پیدا ہو۔ ایک دوسرے کے لئے دل نرم ہوں۔ آپس کی محبت ہو۔ بھائی چارہ ہو۔ عاجزی ہو۔ انکساری ہو اور سچائی کے اعلیٰ معیار قائم ہوں۔

جلسہ میں شامل ہونے والوں کے دو طبقے ہیں یا دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ یہاں ہمارے جلسہ میں شامل ہونے والے نہیں کہنا چاہئے بلکہ جلسہ کا جو انتظام ہے ایک اس کے تحت ایک طبقہ ہے اور ایک وہ لوگ جو شامل ہونے کے لئے آرہے ہیں۔ بہر حال یہ دو قسم کے لوگ ہیں اور ان دونوں قسموں کے لوگوں میں یہ خصوصیات پیدا ہونی ضروری ہیں۔ نہ ہی وہ ان باتوں سے بری ہو سکتے ہیں جو ڈیوٹیاں دے رہے ہیں، خدمت کر رہے ہیں کارکنان ہیں۔ نہ وہ جو شامل ہونے والے ہیں۔ دونوں کو ان معیاروں پر اپنے آپ کو پرکھنا ہو گا۔ جو میزبان ہیں ان کو بھی اور جو مہمان ہیں ان کو بھی۔ ان دونوں میں تقویٰ ہو گا تو یہ خصوصیات پیدا ہوں گی۔

پس اس حوالے سے دونوں کو مَیں ان کی ذمہ داریوں اور فرائض کی طرف کچھ توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اگر دونوں میں یہ خصوصیات پیدا ہو جائیں تو جلسہ کا ماحول بھی خوشگوار ہو گا اور جلسہ پر آنے کا مقصد بھی پورا ہو گا۔ ڈیوٹی دینے والے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہم نے ڈیوٹیاں دیں ہم رضاکار ہیں تو ہم نے کوئی بہت بڑا مقصد حاصل کر لیا یا اللہ کو راضی کر لیا۔ ہاں راضی کر لیا اللہ تعالیٰ کو اگر ان باتوں پر عمل بھی ساتھ ساتھ کیا۔ نہ ہی شامل ہونے والے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم بڑی دُور کا سفر طے کر کے آئے ہیں تو ہم نے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا۔ ہاں راضی اس صورت میں کر لیا جب اللہ تعالیٰ کی معرفت پیدا ہو اور حقوق العباد کی طرف توجہ پیدا ہو۔

سب سے پہلے مَیں کارکنان یا میزبانوں کو توجہ دلاؤں گا کہ اپنے اندر یہ خصوصیات خاص طور پر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اپنے جذبات کو کنٹرول رکھیں۔ ہر حال میں مہمان کا خیال رکھنا ہے۔ نرم زبان استعمال کرنی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ عہدیداروں کو اور کارکنوں کا سب سے زیادہ پہلا فرض بنتا ہے کہ نرم زبان استعمال کریں۔ عہدیداروں اور کارکنوں کا سب سے پہلا فرض بنتا ہے کہ عاجزی دکھائیں۔ ہر حال

میں مہمان کا خیال رکھنا ہے۔ عہدیداروں کو بھی، کارکنان کو بھی نرم زبان استعمال کرنی ہے۔

پھر کارکنان کے آپس کے تعلق ہیں اس میں بھی محبت اور اخلاص اور بھائی چارہ ہونا چاہئے مہمانوں کے لئے بھی اور آپس کے تعلقات میں بھی۔ عہدیدار اور ماتحت کام کرتے ہوئے ایک دوسرے کی بات پر غصہ میں آ گئے تو مہمانوں پر اور خاص طور پر غیر مہمانوں پر جو یہ سنتے ہیں کہ احمدیوں کے جلسہ میں سب آپس میں محبت اور پیار سے رہتے ہیں اور کسی قسم کے غصہ کا اظہار نہیں کرتے یا نہیں ہوتا، جب اس قسم کی باتوں کو دیکھیں گے فسادوں کو دیکھیں گے یا کہیں بھی دو اشخاص کو اونچا بولتا ہوا دیکھیں گے تو ان پر غلط اثر ہو گا۔ کارکنوں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب اپنے آپ کو چند دن کی خدمت کے لئے پیش کر دیا اور خدمت بھی وہ جو بڑا اعلیٰ مقام رکھتی ہے، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت ہے اس میں اپنے رویّے پھر ایسے رکھیں کہ نہ کسی مہمان کو تکلیف پہنچے، نہ ایک دوسرے کو جو کارکن ہیں ایک دوسرے سے تکلیف پہنچے۔ جلسہ کی تربیت کا یہ حصہ ہے کہ افسروں نے بھی اور ماتحتوں نے بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا ہے۔ پارکنگ ہے، ٹریفک کنٹرول سے لے کر کھانا پکانے اور صفائی کرنے والے کارکنان تک ان سب کو اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ان دنوں میں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (البقرۃ:84) یعنی لوگوں سے نرمی سے بات کیا کرو۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے اخلاق کے معیار قائم کرنے کے لئے بتائی ہے۔ یہ ایک عمومی ہدایت ہے۔ ایک مومن سے ہر وقت ہی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ہونا چاہئے۔ لیکن ان خاص حالات میں جبکہ آپ نے اپنے آپ کو جلسہ کے مہمانوں کی خدمت کے لئے پیش کیا ہے، وہ مہمان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان ہیں، وہ مہمان جو اپنی علمی اور عملی اور روحانی حالتوں کے بہتر کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں ان کی عملی تربیت تو کارکنان اپنے رویّے سے بھی کر سکتے ہیں اور کریں گے۔ پس اس لحاظ سے آپ لوگ جو کام کرنے والے ہیں دوہرے ثواب کے مستحق ہو رہے ہیں۔ ایک تو جلسہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کر کے اور دوسرے اپنے اچھے اخلاق سے دوسروں کی تربیت کر کے۔ دوسروں کو بھی احساس دلا کر کہ جلسہ پر ہر آنے والا اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے والا ہونا چاہئے۔ اگر کسی نے غلط رنگ میں یا سختی سے بات کر دی اور غلط بات کرنے والا جب یہ دیکھے گا کہ کارکن اس کا جواب نرمی سے اور عمدہ اخلاق سے دے رہے ہیں تو یہ عملی نمونہ خود بخود دوسرے کو اس کی غلطی کا احساس دلا کر عملی تربیت کرنے والا ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میزان میں حُسنِ خلق سے زیادہ وزن رکھنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی حسن الخلق حدیث4799)

وزن کرو، تکڑی میں تولو تو اعلیٰ اخلاق جو ہیں ان کا وزن سب سے زیادہ ہو گا کیونکہ اعلیٰ اخلاق ہی ہیں جو دنیا کے فسادوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ اعلیٰ اخلاق ہی ہیں جو پھر اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی لے جاتے ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ بعض حالات میں حقوق العباد حقوق اللہ سے بڑھ جاتے ہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 290)

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعلیٰ اخلاق جو ہیں ان کی وجہ سے جذبات پر کنٹرول ہو گا

صبر کا مظاہرہ ہو گا دوسرے کی غلط بات کا بھی نرمی سے جواب دینے کا حوصلہ پیدا ہو گا۔ انسان کے بہت سے دوسرے گناہ ہیں یہی اعلیٰ اخلاق پھر ان گناہوں کی معافی کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔

پس پہلی بات ہر کارکن کو اپنے پلے باندھ کر اس پر عمل کرنے والی جو ہے وہ یہی ہے کہ اس کے اخلاق اعلیٰ ہوں۔ پس دیکھیں کہ کتنا سستا سودا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس طرح ان لوگوں کو خاص طور پر نواز رہا ہے جو اس کی خاطر صرف اپنی زبان بند رکھتے ہیں اور چہرے پر مسکراہٹ رکھتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ ڈیوٹی کے بوجھ کی وجہ سے یا فلاں شخص کے انتہائی غلط رویّے کی وجہ سے، کسی شخص کے انتہائی غلط رویّے کی وجہ سے مجھے بھی غصہ آ گیا تو ہمیں ہمیشہ اپنے آقا و مولا اور مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنا چاہئے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہارے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔ کون سی تکلیف تھی جو آپ کو نہیں پہنچی۔ کون سی پریشانی تھی جو آپ کو نہیں ہوئی یا جن کی وجوہات آپ کے لئے پیدا نہیں کی گئیں۔ انسان کے تصور میں جتنے بھی کوئی سخت حالات اور پریشانیاں اور تکلیفیں ہو سکتی ہیں ان سب سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پریشانیوں اور تکلیفوں سے گزرے ہیں اور برداشت کی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو تبسّم فرمانے والا نہیں دیکھا۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب قول ابن جزء ما رایت احداً اکثر تبسماً... الخ حدیث 3641)

ہم نے آپ سے زیادہ کسی کو مسکرانے والا نہیں دیکھا۔ مسکراہٹ ہر وقت آپ کے چہرہ مبارک پر ہوتی تھی۔ یہ ہے نمونہ ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

پھر آپؐ نے یہ بھی فرمایا اور یہ بات فرما کر ہمیں ہوشیار کیا کہ جو شخص نرمی سے محروم کیا گیا۔ وہ خیر سے بھی محروم کیا گیا۔ (سنن الترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء فی الرفق حدیث 2013)

اگر تمہارے اندر نرمی نہیں تو پھر تم خیر سے بھی محروم ہو گئے۔ یہ کارکنوں کے لئے بھی ہے۔ لوگوں کے لئے بھی ہے۔ بہت سارے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے الجھ پڑتے ہیں پھر ہر خیر سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ آپ کو سال کے بعد جو موقع عطا فرما رہا ہے اس میں ہر ایک کو اور خاص طور پر کارکنان کو حسن خلق کے معیار، اپنی نرمی کے معیار، اپنے چہروں پر مسکراہٹوں کے اظہار پہلے سے بڑھ کر کرنے چاہئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مہمانوں سے حسن خلق کے اظہار کے لئے ہمیں نصیحت فرمائی ہے اسے بھی ہر کارکن کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ:

"مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 406)

پھر مہمانوں کی خدمت کرنے والوں کو عمومی ہدایت دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ "دیکھو بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں ان میں سے بعض کو تم شناخت کرتے ہو بعض کو نہیں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 226)

پس مہمانوں کی مہمان نوازی میں کسی قسم کی تخصیص نہیں ہونی چاہئے۔ یہ نہ ہو کہ جاننے والوں کے ساتھ بہتر سلوک ہو رہا ہو اور جن کو نہیں جانتے ان کا صحیح خیال نہ رکھا جا رہا ہو یا ان سے رُوکھے طریقے سے مل رہے ہوں۔

اس دفعہ یہاں افریقہ سے اور بہت سے دوسرے ممالک سے بھی کافی تعداد میں مہمان آئے ہیں۔ پہلے تو ایسٹ یورپ کے اور یورپ کے علاقے کے آتے تھے، ہر آنے والے کو خوشگوار اور اچھی یادیں جلسہ سالانہ جرمنی اور یہاں کے مہمان نوازی کرنے والوں کی لے کر جانا چاہئے اور یہ آپ لوگوں کا جو کام کرنے والے ہیں ان کے رویّوں پر منحصر ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور پھر خاص طور پر جو غیر از جماعت مہمان آتے ہیں ان کے لئے ہر کارکن بھی اور ہر احمدی بھی جو جلسہ میں شامل ہو رہا ہے اسلام کی خوبصورت تعلیم کا عملی نمونہ دکھا کر تبلیغ کا ذریعہ بنتا ہے، خوبصورت تعلیم دکھانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ پس اس لحاظ سے آپ سب شامل ہونے والے بھی اور ڈیوٹی دینے والے بھی ایک خاموش تبلیغ کر رہے ہوتے ہیں۔

ہر شعبہ کے کارکن کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کا شعبہ اہم ہے۔ جیسا مَیں نے کہا کہ ٹریفک کنٹرول کا کام ہے یا پارکنگ کا شعبہ ہے۔ رجسٹریشن اور سکیننگ کا شعبہ ہے یا کھانا پکانے کا یا کھانا کھلانے کا شعبہ ہے۔ صفائی اور نظافت کا شعبہ ہے یا ڈسپلن قائم کرنے کا شعبہ ہے۔ ہر شعبہ صرف مہمانوں کی خدمت ہی نہیں کر رہا ہوتا بلکہ خاموش تبلیغ بھی کر رہا ہوتا ہے۔ پس اپنی ڈیوٹیوں کی اس اہمیت کو بھی سمجھیں۔ ڈسپلن میں بھی ضروری نہیں ہوتا کہ چہرے پر سختی طاری کریں تو تب ہی اثر ہو گا۔ عورتوں میں خاص طور پر یُوکے کے جلسہ میں بچیاں ڈسپلن قائم کرتی رہی ہیں اور مسکراتے چہروں کے ساتھ قائم کرتی ہیں۔ کسی نے مجھے بتایا کہ فلاں بچی جو لجنہ میں شامل ہو گئی ہے وہ بھی ہمیں شرمندہ کر دیتی تھی کہ جب بھی بات کرنے لگو یا عورتیں بیٹھ کے آپس میں ایک دوسرے سے بات کرنے لگیں تو مسکراتے چہرے کے ساتھ خاموش رہنے کا کارڈ لے کر آگے کر دیتی تھی۔ منہ سے کچھ نہیں بولنا۔ اگر تو سلجھے ہوئے لوگ ہیں تو یقیناً وہ ڈیوٹی والوں کے توجہ دلانے سے خاموش ہو جائیں گے۔ اور اگر جاہل اور بد خلق ہیں اور خاموش نہیں ہوں گے یا پھر بعض ایسے بدخُلق بھی ہوتے ہیں جو یہ کہہ کر ڈیوٹی والے کا منہ بند کرا دیتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہے کہ اب خاموش ہونا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو خاص طور پر عورتوں کو، ان نوجوان لڑکیوں کو، کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی انچارج کو کہہ دیں وہ خود ان کو سمجھا دیں گی۔ لیکن لڑکیوں کا کام نہیں ہے کہ بڑی عمر کی عورتوں سے الجھیں خواہ وہ کسی جگہ بھی ہوں۔

اسی طرح پر خاص طور پر کھانے کی جگہ پر خیال رکھیں کہ اگر کوئی بے وقت بھی آجاتا ہے اور اس کی مجبوری ہے بیمار ہے یا بچہ رو رہا ہے، اس کو ضرورت ہے تو جس حد تک ان کی مدد ہو سکتی ہے وہ کرنی ہے۔ اگر نہیں کر سکتی تو خاموشی سے خوش اخلاقی سے اور خوشی سے جواب دیں۔ اگر کوئی سخت الفاظ استعمال بھی کر لیتا ہے تو خاموش ہو جائیں۔

اسی طرح مَردوں اور عورتوں کے غسل خانوں میں جو صفائی کا انتظام ہے وہاں بھی خیال رکھنا چاہئے۔

ان باتوں کی طرف مَیں نے کل کارکنان کو ہدایات دیتے ہوئے بھی توجہ دلائی تھی۔ ڈیوٹی احسن رنگ میں اور اس معیار کے مطابق دینے کے لئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چاہتے ہیں یہ ضروری ہے کہ

عاجزی اور انکساری پیدا ہو۔ دل میں دوسروں کے لئے محبت پیدا ہو، اس کے جذبات ہوں اور اگر یہ ہو گا تو آپ کی ڈیوٹیاں بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوں گی۔

اسی طرح آنے والے مہمانوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ شروع میں بھی مَیں ان کو کہہ چکا ہوں کہ آپ کا یہاں آنے کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے اور اس کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے ہیں اور پھر اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ کرنی ہے۔ آنے والے مہمانوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس جلسہ میں اس لئے شامل ہو رہے ہیں جیسا کہ مَیں ذکر کر آیا ہوں کہ دلوں میں تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ اپنی علمی، عملی اور روحانی حالت کو بہتر کرنا ہے۔ پس اگر یہ مقصد سامنے ہو گا تو کسی قسم کی رنجش اور شکایت دوسروں سے اور خاص طور پر کام کرنے والوں سے، کارکنان سے پیدا ہی نہیں ہو گی۔ یہ ڈیوٹی دینے والے بہت سے ایسے ہیں جو نوجوان ہیں، سکولوں میں پڑھ رہے ہیں، کالج یونیورسٹیوں میں پڑھ رہے ہیں۔

بعض لوگ ایسے ہیں جو اچھے شعبوں میں کام کرنے والے ہیں۔ یہ ڈیوٹی صرف اس لئے دے رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان آ رہے ہیں۔ پس آپ جو شامل ہونے والے ہیں ان کو بھی اپنے آپ کو اس معیار پر لانے کی ضرورت ہے جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان ہونے کا اہل بنانے والے ہوں۔ صرف جلسہ میں شامل ہو کر آپ مہمان نہیں بن جاتے۔

اگر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل نہیں کر رہے، آپ کی باتوں پر عمل نہیں کر رہے، آپ کے جلسہ کے مقصد کو پورا نہیں کر رہے تو آپ ہزار بار کہتے رہیں کہ ہم جلسہ پر آئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان ہیں، آپ مہمان نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کے عمل ثابت کر رہے ہیں کہ آپ کی وہ حرکتیں نہیں ہیں۔

پس شامل ہونے والے بھی اپنے آپ کو ان باتوں سے بری الذمہ نہ سمجھیں۔ آپ کو بھی اپنے رویّے ٹھیک کرنے ہوں گے اور یہ کام کرنے والے جو ہیں اُن سے تعاون کریں۔ بیشک یہ لوگ آپ کی خدمت پر مامور ہیں لیکن آپ کی طرف سے بھی اچھے اخلاق کا مظاہرہ ہونا چاہئے۔ یہ نوجوان جو ایک جذبہ کے تحت خدمت کے لئے آتے ہیں ان سے مہمانوں کو بھی حسنِ سلوک کرنا چاہئے۔ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے تا کہ ان میں خدمت کا شوق اور جذبہ جو ہے وہ مزید ابھرے اور قائم رہے۔ یہ نہیں کہ مہمانوں کے رویّوں کی وجہ سے آئندہ سال وہ ڈیوٹیوں سے بھاگنا شروع ہو جائیں۔

پھر جرمنی کے رہنے والے مہمانوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وہ ایک لحاظ سے مہمان ہیں اور ایک لحاظ سے میزبان بھی ہیں۔ جو جرمنی سے باہر سے آنے والے ان کی خاطر انہیں قربانی دینی چاہئے کیونکہ جو جرمنی میں نہیں رہتے اور باہر سے آ کر جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں وہ اب مہمان بن گئے اور یہاں کے رہنے والے میزبان بن گئے۔ پس ان کی خاطر آپ لوگوں کو قربانی دینی چاہئے۔ بیٹھنے کے لئے جگہ دینی ہے، کھانا کھانے کے وقت اگر جگہ کی تنگی ہے وہاں جگہ دینی ہے یا اور کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہے تو آپ سب کا فرض ہے کہ ان کی مدد کریں۔ زبان

وغیرہ کے مسئلہ کی وجہ سے بعض دفعہ مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں بھی ضرورت ہو مدد کریں۔ یہ صرف ڈیوٹی دینے والوں کا کام نہیں ہے کہ مدد کریں بلکہ یہاں کے رہنے والے ہر احمدی کا فرض ہے کہ ان کی مدد کریں اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق آپس کی محبت اور بھائی چارے کا اظہار ہے۔

اسی طرح غیر از جماعت مہمان جو آئے ہوئے ہیں ان کو بھی جیسا کہ مَیں نے کہا ہر احمدی کو اپنا نیک نمونہ دکھانا چاہئے۔ آپ سب کے نمونے دیکھ کر ہی غیروں کو اسلامی معاشرے کے خوبصورت نظارے نظر آئیں گے۔ جہاں ہر احمدی عاجزی نرمی آپس کی محبت اور بھائی چارے کی مثال قائم کر رہا ہو گا وہ نظارے لوگوں کو نظر آئیں گے۔ پس مردوں اور عورتوں دونوں کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

کھانے کے بارے میں اگر کہیں کوئی کمی بیشی ہو جائے تو برداشت کرنا چاہئے۔ اصل غذا جس کے لئے آپ لوگ یہاں آئے ہیں روحانی اور علمی غذا ہے۔ پس اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں یہ ضروری ہے۔ اسی طرح بازاروں میں بھی اس وقت جائیں جب اس کا وقت ہو۔ میرا خیال ہے عموماً شعبہ تربیت جو ہے وہ بازار تو کھولتا ہی اس وقت ہے جب جلسہ کا سیشن نہ چل رہا ہو۔ لیکن بعض دفعہ لوگ زور دیتے ہیں کہ نہیں ہم نے جانا ہے ہمیں بھوک لگی ہے۔ ان کے انتظام کے لئے پہلے مَیں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں شعبہ مہمان نوازی کو انتظام رکھنا چاہئے۔ پھر عورتوں کا بازار ہے اس میں بھی اور مردوں کے بازار میں بھی جلسہ کے تقدّس اور ماحول کو ملحوظ رکھیں۔ یہ نہیں ہے کہ صرف جلسہ گاہ میں بیٹھ کر ہی جلسہ کا تقدّس ہو۔ اس سارے پریمیسز (Premises) میں آ گئے، اس علاقے میں آ گئے جہاں ٹینٹ لگے ہوئے ہیں کیمپ لگے ہوئے ہیں مارکیاں لگی ہوئی ہیں یا ہال ہیں یہ سب جلسہ کی جگہ ہے یہاں بھی آپ لوگوں کو جلسہ کے تقدس کو قائم رکھنا چاہئے۔ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا کا جو قرآن کریم کا حکم ہے، جو مَیں نے پہلے بتایا، یہ صرف کارکنوں کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان کے لئے ہے اور خاص طور پر ہر احمدی کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔

میں نے کارکنوں کو تو کہا ہے کہ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ اور کسی قسم کی بدخلقی نہ دکھائیں کل بھی کہا اور آج بھی کہا لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ان کے صبر کو آپ لوگ آزماتے رہیں اور ایسے حالات پیدا کریں جس سے بدمزگی کے حالات پیدا ہو جائیں۔ جہاں جہاں جس شعبہ کا متعلقہ کارکن بھی آپ سے کسی بات کا مطالبہ کرے یا ہدایت کرے اعلیٰ خلق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی بات کو مانیں اور تعاون کریں۔ پس قرآنی حکم کہ اچھے اخلاق سے پیش آئیں ہر شامل ہونے والے کے لئے یہ قرآنی حکم ہے۔

جلسہ کے اوقات میں جب پروگرام ہو رہے ہوں تو سوائے اس کے کہ کسی مجبوری سے اٹھ کر جانا پڑے جلسہ کی کارروائی سنیں۔ ہر تقریر میں ہر احمدی کے لئے کوئی نہ کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو اس کی زندگی بہتر کرنے کے کام آسکتی ہے۔

اسی طرح جلسہ کے دوران بھی اور چلتے پھرتے بھی ان دنوں میں ذکر الٰہی درود اور استغفار پڑھتے رہیں کہ یہ دعائیں اور ذکر الٰہی اور درود ہر ایک کے ذاتی حالات کی بہتری کا بھی ذریعہ ہے اور جماعتی حالات کی بہتری کا بھی

ذریعہ ہے اور اُمّت مسلمہ جس دَور سے گزر رہی ہے اس کے لئے بھی بہتر حالات کے لئے دعا کریں۔

اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جاتا ہے۔ صرف نماز میں ہی شاید کروڑوں مسلمان درود پڑھتے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ حالات دینی لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی، دنیاوی لحاظ سے بھی، مسلمانوں کے بدتر ہیں۔ اس لئے کہ یہ درود صرف رسماً پڑھے جاتے ہیں۔ نمازیں وہ نمازیں ہیں جو ہلاکت کا باعث ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ایسی نمازوں کو پھر اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے والوں کے منہ پر مارتا ہے۔ پس ایسے میں خالص ہو کر اخلاص کے ساتھ اور وفا کے ساتھ اور اپنی حالتوں میں تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اپنے دل میں خدا تعالیٰ کا تقویٰ پیدا کرتے ہوئے احمدیوں پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجیں اور اسلام کی ترقی کے لئے دعا کریں۔

ان ملکوں میں آکر صرف اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے والا نہ بن جائیں بلکہ ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ درود کے علاوہ ذکر الٰہی سے اپنی زبانوں کو تر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس جلسہ کے مقصد کو پورا کرنے والا اور اس کی برکات سے ہمیں حصہ لینے والا بنائے۔ یہ سفر جو نیک مقصد کے لئے ہے اس کا فیض ہمیں ہمیشہ پہنچتا رہے اور ہماری نسلوں میں بھی تقویٰ پیدا ہو۔ اور ہر وہ بات جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اس سے ہم بچنے والے ہوں اور ہماری اولادیں اور نسلیں بھی ان سے بچنے والی ہوں۔ ہمارے مال میں برکت ہو اور ہم یا ہماری نسلیں مال کمانے کا ایسا ذریعہ نہ اپنائیں جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ اور غلط ہو اور یا پھر حرام مال کے زُمرہ میں آتا ہو۔ عورتیں اپنے بچوں اور خاوندوں کے لئے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ انہیں دین پر قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایسے ابتلا سے بچا کر رکھے جس سے دین ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔

ہمیشہ صراط مستقیم پر چلنے والے ہوں۔ ذکر الٰہی اور چلتے پھرتے دعاؤں کے ساتھ اس بات کا بھی خاص خیال رکھیں کہ ان دنوں میں خاص طور پر اور عموماً بعد میں بھی نماز باجماعت کی پابندی ہو اور خاص طور پر یہاں رہنے والے فجر کی نماز میں ضرور شامل ہوا کریں بلکہ یہاں تہجد کا بھی انتظام ہوتا ہے اس کے لئے بھی ضرور جاگیں اور شامل ہوں۔ اسی طرح کارکنان ڈیوٹی کے اوقات میں اگر نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتے تو ڈیوٹی کے فوراً بعد نماز باجماعت کا اہتمام کریں یا وقت ایسے رکھیں کہ اپنی اپنی جگہوں پر ڈیوٹی سے پہلے نماز باجماعت پڑھ لیں۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کی روح کو سمجھتے ہوئے اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ روح کیا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ہی بیان کر دیتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"جب تک ہماری جماعت تقویٰ اختیار نہ کرے نجات نہیں پا سکتی۔ خدا تعالیٰ اپنی حفاظت میں نہ لے گا۔"
(ملفوظات جلد 5 صفحہ 458)

پھر آپ فرماتے ہیں "گھروں کو ذکر الٰہی سے معمور کرو۔ صدقہ و خیرات دو۔ گناہوں سے بچو تا اللہ تعالیٰ رحم کرے۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 459)

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں۔ جلسہ کے فیوض سے فیض حاصل کرنے والے ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں جو آپ نے جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے کی ہیں ان سے حصہ پانے والے ہوں اور اِن دنوں میں بھی حصہ پانے والے ہوں اور بعد میں بھی ہم ان کے وارث بنتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ نیکیوں کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

ایک انتظامی بات جو پہلے مَیں نے نہیں کی تھی اب وہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ سیکیورٹی کے لحاظ سے بھی اپنے دائیں بائیں ہمیشہ ہر ایک کو نظر رکھنی چاہئے۔ شامل ہونے والوں کو بھی ڈیوٹی والوں کو بھی۔

جو عملہ بھی اس کام کے لئے متعین ہے ان سے مکمل تعاون کریں۔ اگر کوئی چیز دیکھیں تو فوری طور پر ان کو اطلاع دیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شامل ہونے والے کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور کسی قسم کا ایسا واقعہ نہ ہو جو کسی قسم کا کسی کو نقصان پہنچانے والا ہو۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21 ستمبر 2018ء تا 27 ستمبر 2018ء جلد 25 شمارہ 38 صفحہ 05 تا 08)

37

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بر موقع جلسہ سالانہ بیلجیم فرمودہ مورخہ 14 ستمبر 2018ء بمطابق 14 تبوک 1397 ہجری شمسی بمقام Dilbeek برسلز، بیلجیم

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج سے جماعت احمدیہ بیلجیم کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے۔ بڑے عرصے کے بعد مَیں آپ کے جلسہ میں شامل ہو رہا ہوں۔ اس عرصہ میں جہاں جماعت میں اضافہ بھی ہوا ہے دنیا کی دوسری جماعتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں بھی جماعت بڑھی ہے۔ پاکستان سے یہاں ہجرت کر کے آنے والے بھی بہت سے نئے شامل ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ اَور بہت سی باتوں میں یہاں ترقی ہوئی ہے۔ مثلاً مشن ہاؤسز میں اضافہ ہوا۔ مساجد اور نماز سینٹرز میں بھی اضافہ ہوا۔ برسلز کی مسجد جو زیر تعمیر ہے تقریباً تکمیل کے مراحل میں ہے۔ وہ بھی اچھی مسجد بن رہی ہے۔ پرسوں آلکن (Alken) میں ایک مسجد کا مَیں نے افتتاح کیا۔ بڑی وسیع جگہ اور عمارت جماعت کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ تو ظاہری طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت پر یہاں بڑے فضل ہوئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہ فضل یہ احساس بھی افراد جماعت میں پیدا کرنے والے ہونے چاہئیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سمجھنے اور ماننے میں اور عمل کرنے میں بھی نہ صرف ظاہری طور پر بلکہ حقیقی طور پر پہلے کی نسبت بہتر ہوں۔ اور یہی نہیں کہ بہتر ہوں اور ایک جگہ کھڑے ہو جائیں بلکہ ہمارا ہر دن اور ہر قدم گزشتہ دن سے اور پچھلے قدم سے نیکی اور تقویٰ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے میں ترقی کرتا ہوا اور آگے بڑھتا ہوا نظر آئے۔ اپنی برائیوں کو ہم پیچھے چھوڑ چکے ہوں اور نیکیوں میں نئی منزلوں کو طے کر رہے ہوں۔ اگر یہ بات افراد جماعت میں نظر آتی ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو حاصل کر لیا ہے یا حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

پس اس بات کو سمجھتے ہوئے ہر وقت اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے اور خاص طور پر ان ترقی یافتہ اور آزادی کے نام پر دینی پابندیوں اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے بھی آزاد ملکوں میں جہاں کوئی پرواہ نہیں ہے کہ دینی احکامات کی پابندی کرنی ہے یا اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پابندی کرنی ہے۔ یہ ملک ان سب سے آزاد ہیں۔ ان ملکوں میں تو خاص طور پر توجہ اور کوشش کی ضرورت ہے۔ ورنہ دین کے نام پر ان ملکوں میں آ کر پھر اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دینا اور دنیا میں پڑ جانا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بنا دیتا ہے۔ یہاں آنے والوں کی اکثریت دین

کے نام پر آئی ہے۔ اس وجہ سے آئی کہ آپ کو اپنے ملک میں اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی نہیں تھی۔ پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ ورنہ یہ بات یاد رکھیں کہ یہاں آئے اور دین کے نام پر آئے، اللہ تعالیٰ کے نام پر آئے اور پھر اللہ کے حکموں پر عمل نہ کیا تو یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بنا سکتی ہیں۔ لیکن انسان کمزور ہے اس لئے اس کمزوری کی وجہ سے دنیا کی طرف جھکاؤ بھی ہو جاتا ہے۔ ایک حد تک دنیا کی طرف توجہ دینا اور دنیا کمانا گناہ نہیں لیکن دنیا پر دنیاداروں کی طرح گرنا اس بات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اور اس بارے میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بڑا کھول کر واضح فرمایا۔

ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کے شغلوں کو جائز رکھا ہے۔ جو دنیا کے کام ہیں، شغل ہیں، مصروفیات ہیں جائز ہیں۔ ان میں کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ اگر یہ نہیں ہوں گے تو اس راہ سے بھی ابتلا آ جاتا ہے اور اسی ابتلا کی وجہ سے انسان چور، قمار باز، ٹھگ، ڈکیت بن جاتا ہے اور کیا کیا بری عادتیں اختیار کر لیتا ہے۔ فرمایا مگر ہر ایک چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ دنیاوی شغلوں کو اس حد تک اختیار کرو کہ وہ دین کی راہ میں تمہارے لئے مدد کا سامان پیدا کر سکیں اور مقصود بالذات اس میں دین ہی ہو۔ فرمایا پس ہم دنیاوی شغلوں سے بھی منع نہیں کرتے۔ جو دنیا کی مصروفیات ہیں یہ منع نہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اصل مقصد دین ہونا چاہئے۔ پس ایک دیندار کے لئے، ایک اس شخص کے لئے جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے دین پر چلنے والا کہتا ہے یہ بنیادی اصول ہے کہ دنیا کماؤ۔ ضروریات زندگی پورا کرنے کے سامان کرو۔ اپنے بیوی بچوں کے اخراجات اپنی گھریلو ذمہ داریاں ادا کرو یہ تمہارے ذمہ ہے۔ ان کے لئے دنیاوی کاروبار کرنا، کام کرنا، نوکری کرنا بھی ضروری ہے۔ لیکن یہ کام، یہ کاروبار، یہ نوکری تمہیں پیسہ کمانے میں اس حد تک منہمک نہ کر دے، اس میں اس حد تک نہ ڈوب جاؤ کہ پھر دین کی فکر ہی نہ رہے اور تمام فکریں صرف دنیا کے گرد گھومتی رہیں۔ دنیا بھی کمانی ہے تو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بیوی بچوں کے حق ادا کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حق ادا کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرنی ہے۔ یہ مقصد ہو گا تو دنیا بھی ملے گی اور دین بھی ملے گا۔ آپ نے پھر یہ بھی فرمایا کہ یہ نہ ہو کہ دن رات دنیا کے دھندوں اور بکھیڑوں میں منہمک ہو کر خدا تعالیٰ کا خانہ بھی دنیا سے ہی بھر دو۔ یہ نہ ہو کہ جو اللہ کو حق دینا ہے وہ بھی دنیا کی مصروفیات میں گزار دو۔ فرمایا کہ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ محرومی کے اسباب بہم پہنچاتا ہے اور اس کی زبان پر نرا دعویٰ ہی رہ جاتا ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 73)

پس اگر دنیا میں ڈوب گئے تو دین سے محروم ہو گئے۔ اور جب دین سے محروم ہو گئے تو پھر دین کا دعویٰ اور بیعت کا دعویٰ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ صرف دعویٰ ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں اور اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ کہنے کو تو ہم احمدی ہیں لیکن اگر ہم دنیا کی طرف بڑھ گئے، زیادہ اس میں ڈوب گئے تو عمل ہمارے وہ یہیں جو دوسروں کے ہیں۔

پھر اس بات کی ایک اور جگہ مزید وضاحت فرماتے ہوئے کہ دنیا کو حاصل کرنے کا مقصد دین ہونا چاہئے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسلام نے رہبانیت کو منع فرمایا ہے۔ یہ بزدلوں کا کام ہے۔ دنیا سے کٹ جانا یہ تو

بزدلوں کا کام ہے۔ فرمایا کہ مومن کے تعلقات دنیا کے ساتھ جس قدر وسیع ہوں وہ اس کے مراتب عالیہ کے موجب ہوتے ہیں کیونکہ اس کا نصب العین دین ہوتا ہے اور دنیا اور اس کا مال و جاہ دین کا خادم ہوتا ہے۔ یعنی دنیا بھی اور دنیا میں جو عزت و مرتبہ اور دولت ملی ہے وہ سب ایک مومن کو دنیاداری کے اظہار کا ذریعہ نہیں بناتی بلکہ یہ سب چیزیں دین کے خادم کے طور پر کام کرتی ہیں۔ اس کا مقام و مرتبہ دین کے فائدے کے لئے ہوتا ہے اور اس کی دولت بھی دین کے فائدے کے لئے ہوتی ہے۔ گویا کہ آپ نے جو بیان فرمایا اس کا مفہوم یہی ہے کہ دنیا کی دولت ایک ایسی سواری ہے جس پر بیٹھ کر انسان کو دین کی اعلیٰ منزلوں تک پہنچنا ہے۔ جب وہ زادراہ جو ہے انسان اپنے سفر کی آسانی کے لئے ساتھ لیتا ہے۔ اچھی سواری اور سفر کی سہولت کا سامان انسان اس لئے کرتا ہے تا کہ آسانی سے منزل مقصود تک پہنچ سکے۔ پس اس طرح دنیا کو حاصل کر کے استعمال کرو اور اسے دین کا خادم بناؤ۔ نہ یہ کہ خود دنیا کے خادم بن کر دین کو بھی چھوڑ دو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے کہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً۔ (البقرۃ:202) اس میں بھی دنیا کو مقدم کیا ہے۔ فرمایا اس میں دنیا کو مقدم کیا ہے لیکن کس دنیا کو؟ فرمایا حَسَنَةُ الدُّنْیَا کو مقدم کیا ہے جو آخرت میں حسنات کا موجب ہو جائے۔ فرمایا کہ اس دعا کی تعلیم سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ مومن کو دنیا کے حصول میں حَسَنَاتُ الْاٰخِرَةِ کا خیال رکھنا چاہئے اور ساتھ ہی حَسَنَةُ الدُّنْیَا کے لفظ میں ان تمام بہترین ذرائع حصول دنیا کا ذکر آگیا جو ایک مومن مسلمان کو حصول دنیا کے لئے اختیار کرنی چاہئے۔ دنیا کو ہر ایسے طریق سے حاصل کرو جس کے اختیار کرنے سے بھلائی اور خوبی ہی ہو۔ نہ وہ طریق جو کسی دوسرے بنی نوع انسان کی تکلیف کا موجب ہو۔ نہ ہم جنسوں میں کسی عار اور شرم کا باعث۔ ایسی دنیا بیشک حَسَنَةُ الْاٰخِرَةِ کا موجب ہو گی۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 91-92)

پس ہم میں سے ہر ایک کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ایسی دنیا کمائیں جو آخرت کی حسنات کی بھی موجب ہو، نہ یہ کہ یہاں کی رنگینیوں میں گم ہو کر اپنے مقصد کو بھول جائیں اور آخرت میں حسنات لینے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنے۔ اور پھر دنیا کی رنگینیاں اور لذات ایسی ہیں کہ جو انسان میں مزید بے چینیاں پیدا کر دیتی ہیں ۔ اپنی طرف سے انسان سمجھتا ہے کہ دنیا میں مجھے سکون مل سکتا ہے لیکن حقیقت میں سکون نہیں ہے بلکہ بے چینیاں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ مت خیال کرو کہ کوئی ظاہری دولت یا حکومت اور مال و عزت، اولاد کی کثرت کسی شخص کے لئے راحت یا اطمینان اور سکینت کا موجب ہو جاتی ہے اور وہ دم نقد بہشتی ہوتا ہے۔ یعنی وہ گویا جنت میں ہے یا اسے یہ جنت مل گئی جو تم سمجھتے ہو۔ فرمایا ہرگز نہیں۔ حقیقت میں وہ اطمینان اور تسلی اور تسکین جو بہشت کے انعامات میں سے ہے جس سے بہشت مل سکتی ہے وہ ان باتوں سے نہیں ملتی۔ وہ خدا میں زندہ رہنے اور مرنے سے مل سکتی ہے جس کے لئے انبیاء علیہم السلام خصوصاً ابراہیم اور یعقوب علیہ السلام کی یہی نصیحت تھی کہ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (البقرۃ:133)۔ کہ پس ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم اللہ کے پورے فرمانبردار ہو۔ مطلب یہ کہ تمہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی

حالت میں رہنا چاہئے۔ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ یہ نہ ہو کہ موت آجائے اور تم فرمانبرداری سے باہر ہو۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لذات دنیا تو ایک قسم کی ناپاک حرص پیدا کر کے طلب اور پیاس کو بڑھا دیتی ہیں۔ استسقاء کے مریض کی طرح پیاس نہیں بجھتی۔ وہ مریض جس کو بیماری ہو پانی پینے کی اس کی پیاس بجھتی ہی نہیں پیتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

پس یہ بے جا حسرتوں آرزوؤں کی آگ بھی منجملہ اس جہنم کی آگ کے ہے جو انسان کے دل کو راحت اور قرار نہیں لینے دیتی بلکہ اس کو ایک تذبذب اور اضطراب میں غلطاں و پیچاں رکھتی ہے۔ فرمایا کہ اس لئے میرے دوستوں کی نظر سے یہ امر ہرگز پوشیدہ نہ رہے کہ انسان مال و دولت یا زن و فرزند کی محبت کے جوش اور نشہ میں ایسا دیوانہ اور از خود رفتہ نہ ہو جاوے کہ اس میں اور خدا تعالیٰ میں ایک حجاب پیدا ہو جاوے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 101-102)

یعنی اگر دنیا اور اس کی چیزوں میں ضرورت سے زیادہ محو ہو گئے اور ڈوب گئے تو پھر ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور خدا میں ایک حجاب پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک روک کھڑی ہو جاتی ہے۔ پردے بیچ میں آجاتے ہیں۔ نہ بندہ خدا کی طرف بڑھتا ہے اور نہ خدا بندے کی طرف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ بندہ پہلے میری طرف آنے کی کوشش کرے گا تو میں اس کی طرف آؤں گا جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ بندہ ایک قدم آئے گا تو میں دو قدم آؤں گا۔ وہ چل کر آئے گا تو میں دوڑ کر آؤں گا۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ و یحذرکم اللہ نفسہ حدیث 7405)

پس اگر اس حجاب اور روک کو دُور کرنا ہے تو دنیا کو دین کا غلام بنا کر ہی دُور کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ مال اور اولاد اسی لئے تو فتنہ کہلاتی ہے کہ وہ بندے اور خدا میں ایک روک پیدا کر دیتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں ان سے یعنی مال اور اولاد سے بھی انسان کے لئے ایک دوزخ تیار ہوتا ہے اور جب وہ ان سے الگ کیا جاتا ہے تو سخت بے چینی اور گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں دو چیزوں کے باہم تعلق اور رگڑ سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ ہاتھوں کو بھی رگڑو تو اس سے بھی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ پتھروں کو رگڑو تو اس سے گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح پر انسان کی محبت اور دنیا اور دنیا کی محبت کی رگڑ سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے اس سے الٰہی محبت جل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پھر ختم ہو جاتی ہے۔ انسان کی محبت اور دنیا کی محبت جب آپس میں رگڑیں تو پھر کیا نتیجہ نکلے گا؟ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ختم ہو جائے گی اور جل جائے گی۔ فرمایا کہ اور دل تاریک ہو کر خدا سے دور ہو جاتا ہے اور ہر قسم کی بیقراری کا شکار ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ لیکن جب کہ دنیا کی چیزوں سے جو تعلق ہو وہ خدا میں ہو کر ایک تعلق ہو۔ دنیا کی چیزوں کا جو تعلق ہے وہ خدا میں ہو کر ہو۔ اور ان کی محبت خدا کی محبت میں ہو کر ہو۔ دنیا کی چیزوں کی محبت بھی اس لئے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حد تک ان سے محبت کرنا جائز قرار دیا ہے۔ اور وہ خدا کی محبت سے ہو کر ہو گی اور اس وقت خدا نہ بھولے تو پھر کیا ہو گا؟ فرمایا کہ اس وقت باہمی رگڑ سے غیر اللہ کی محبت جل جاتی ہے۔ جب وہ رگڑ پیدا ہو گی تو جو اللہ کے غیر ہیں ان کی محبت ختم ہو جائے گی اور اس کی جگہ ایک روشنی اور نور بھر جاتا ہے۔ پھر خدا کی رضا اس کی رضا اور اس کی رضا خدا کی رضا کا منشاء ہو جاتا ہے۔ پھر بندہ اس بات پر راضی ہو جاتا ہے اور وہی چاہتا ہے جو خدا تعالیٰ

چاہتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بر خلاف اس کے جو کچھ حالت انسان کی ہے وہ جہنم ہے۔ گویا خدا تعالیٰ کے سوا زندگی بسر کرنا یہ بھی جہنم ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 102-103)

آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تم سے یہ چاہتا ہے کہ تم پورے مسلمان بنو۔ مسلمان کا لفظ ہی دلالت کرتا ہے کہ انقطاعِ کلّی ہو یعنی مکمل طور پر خدا کی طرف جھکو۔ یہ نہیں کہ ابھی خدا تعالیٰ کی طرف جھک گئے اور جب دنیا کے فائدے دیکھے تو دنیا کی طرف جھک گئے، خدا بھول گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو مسلمان پیدا کر کے لا انتہا فضل کئے ہیں بشرطیکہ وہ غور کرے اور سمجھے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 304)

جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ انسان کمزور ہے۔ بعض دفعہ دنیا کی دلچسپیاں اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتی ہیں۔ انسان دنیا کی طرف زیادہ جھک جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے یا بعض عملوں میں کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو انسان پوری طرح سامنے نہیں رکھتا۔ حق ادا نہیں کرتا۔ بیوی بچوں کے حق ادا نہیں کئے۔ عائلی مسائل پیدا کر دیئے۔ گھروں میں لڑائیاں ہیں یا اپنے کاروبار میں ایمانداری سے کام نہیں کیا یا کاروبار کی وجہ سے نمازیں چھوڑ دیں یا اور بہت ساری باتیں ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کمزوری سے نکالنے کے لئے بھی انتظام فرمایا ہوا ہے اور ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق دی جو ہمیں بار بار مختلف موقعوں پر راستے سے بھٹکنے سے بچانے کے لئے رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔

پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کے اِذن سے ایک یہ بھی انتظام فرمایا کہ ان جلسوں کا انعقاد فرمایا جہاں ہم سال میں ایک مرتبہ جمع ہو کر اپنی روحانی بہتری کا سامان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس ہر شامل ہونے والے کو جلسہ کے اس مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہوں۔ دین کو مقدم کرنے والے ہوں اور دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کو دین کا خادم بنانے والے ہوں۔ اور یہ روح صرف اپنے اندر پیدا نہ کریں بلکہ اپنی اولاد میں بھی یہ روح پھونکیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے اور انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے۔ نسلاً بعد نسلٍ اس بات کو اپنی اولادوں کے دلوں میں بٹھاتے چلے جائیں کہ دنیا کو دین کا خادم بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان پر چلنے کی کوشش کرو اور اس آخری زمانے میں ہماری اصلاح کے لئے اور ہم پر فضل فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو بھیجا ہے اس کی بیعت میں آ کر ہمیشہ اس کی باتوں پر عمل کرنے والے بنے رہیں کہ اسی میں ہماری بقاء ہے۔ اسی میں ہماری نسلوں کی بقاء ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقصد کو بیان کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو۔ اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آ جائے اور ایسی حالتِ انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔" (آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 351)

پس جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کامل محبت نہ ہو، نہ ہی دنیا کی محبت میں کمی آ سکتی ہے، نہ ہی

انسان کو مرتے وقت دلی سکون مل سکتا ہے اور نہ ہی مرتے وقت کی بے چینی دور ہو سکتی ہے۔ یہ ہے وہ مقصد جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے یہ سلسلہ قائم فرمایا اور ہمیں اس میں شامل ہونے کی توفیق دی اور جس کے لئے آپ نے بیعت لی اور بیعت کرنے والوں پر اس مقصد کو واضح فرمایا۔ اگر اس مقصد کے حصول کے لئے ہم کوشش نہیں کر رہے تو ہمارے بیعت کے دعوے صرف دعوے ہیں اور حقیقت میں نہ ہی ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانا ہے، نہ ہی آپ کو مانا ہے، نہ ہی ہم بیعت کا حق ادا کرنے والے ہیں۔

شروع میں جب جلسوں کا آغاز ہوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب یہ پتہ چلا کہ جلسے کے مقصد کو لوگ پورا نہیں کر رہے تو آپ نے بڑی سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اِس سال مَیں جلسہ کا انعقاد نہیں کروں گا اور اُس سال جلسہ منعقد نہیں ہوا۔ اور اس کے ملتوی کرنے کا جو اعلان آپ نے فرمایا وہ ایسا ہے کہ ہر مخلص کو آج بھی بے چین کرنے والا ہے اور بے چین کرنے والا ہونا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ "اس جلسہ سے مدّعا اور اصل مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زُہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیز گاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راست بازی ان میں پیدا ہو اور دینی مہمّات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔"

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

پھر فرمایا "یہ جلسہ ایسا تو نہیں ہے کہ دنیا کے میلوں کی طرح خواہ نخواہ التزام اس کا لازم ہے بلکہ اس کا انعقاد صحتِ نیّت اور حُسنِ ثمرات پر موقوف ہے، ورنہ بغیر اس کے ہیچ۔" (شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

اگر نیت صحیح نہیں اور اچھے پھل نہیں حاصل ہو رہے۔ وہ مقصد حاصل نہیں ہو رہا جس کے لئے جلسہ منعقد کیا گیا ہے تو پھر بالکل ہیچ ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

یہ جو آپ نے فرمایا کہ بار بار کی ملاقاتوں سے ایسی تبدیلی پیدا کریں۔ یہ کس کی ملاقاتیں ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملاقاتیں ہیں۔ پس اگر ایسے لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں اپنی کچھ کمزوریوں کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناراضگی کا مورد بنے تو آجکل تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ تعداد کے لحاظ سے ہم کتنے ہیں اور ہماری کیا حالت ہے جو اس زُمرہ میں آتے ہیں۔ ان لوگوں میں آتے ہیں جن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ پس اس لحاظ سے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ اگر وہ معیار نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام چاہتے ہیں تو پھر ہم جلسہ میں شامل ہونے کے حق دار بھی نہیں ہیں۔ یا یہ دیکھیں کہ ہم حق دار ہیں بھی کہ نہیں؟ یا صرف اس لئے کہ پیدائشی احمدی ہیں یا پرانے احمدی ہو گئے، کئی سالوں سے بیعت کر کے یا بزرگ آباؤ اجداد کی اولاد ہیں اس لئے شامل ہو رہے ہیں تو پھر وہ مقصد پورا نہیں کر رہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے چاہتے ہیں۔ یا اس نیت سے نہیں آئے کہ ہم نے یہ مقصد حاصل کرنے کی اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کوشش کرنی ہے یا کرتے رہے ہیں یا کر رہے ہیں تو پھر اگر یہ نہیں تو پھر جلسوں پر آنا ایک میلے پر آنا ہی ہے۔ پس اس بات سے ہر مخلص احمدی کے دل میں ایک فکر پیدا

ہونی چاہئے۔ اب تو ہر سال دنیا کے مختلف ممالک کے جلسے ہوتے ہیں بعض میں مَیں شامل ہوتا ہوں۔ بعض پر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے شرکت ہو جاتی ہے۔ یورپ کے بعض جلسوں میں آپ میں سے بہت سے شامل ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں جو کئی جلسوں میں شامل ہوئے۔ یُوکے کے جلسہ کے بعد جرمنی کے جلسہ میں بہت سے شامل ہو کر آئے ہیں اور ہر جلسہ پر جلسہ کے مقاصد اور دینی علمی اور روحانی ترقی کی باتیں ہوتی ہیں اور تقاریر ہوتی ہیں اور بہت سے لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ ایک خاص ماحول تھا اس میں روحانیت کے نظارے ہم نے دیکھے۔ آپس میں بہت پیار اور بھائی چارے کے نظارے ہم نے دیکھے۔ لوگ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بعض مہمان گئے ہوئے تھے وہ بھی یہ ماحول دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ پس ان باتوں کی وجہ سے اور ایک سال میں ایک سے زیادہ جلسوں میں شامل ہونے کی وجہ سے ایک انقلاب ہماری حالتوں میں آ جانا چاہئے۔ کہاں تو وہ زمانہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمارہے ہیں کہ سال میں ایک دفعہ جلسہ میں شامل ہوں تا کہ تمہارے اندر ایسی پاک تبدیلی ہو کر سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی طرف ایک خاص توجہ پیدا ہو۔ اور کجا اب یہ حالت ہے کہ بعض لوگ سال میں ایک سے زائد جلسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ پس جائزہ لیں کہ پھر ایسے حالات میں کیسا انقلاب آ جانا چاہئے۔ بیشک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک ملاقات ہی کئی جلسوں پر بھاری تھی اور آپ سے مل کے ایک انقلاب آ جاتا تھا۔ بہر حال نبی کا ایک مقام ہوتا ہے۔ لیکن اب مسلسل کئی جلسوں کو دیکھنا اور شامل ہونا کچھ تو پاک تبدیلی پیدا کرنے کا باعث ہونا چاہئے۔ باتیں تو اب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی بیان کی جاتی ہیں۔ الفاظ تو آپ علیہ السلام کے ہی بیان کئے جارہے ہیں اور پھر اس سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں اور باتیں ہیں جو مختلف تقریروں میں بیان کی جاتی ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے کلام کی تفسیریں بیان کی جاتی ہیں۔ تو اگر انسان کا ارادہ ہو اور نیک نیت ہو تو پاک تبدیلی کے سامان اب بھی موجود ہیں۔ خلیفہ وقت آپ سے کچھ کہتا ہے تو وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمائندگی میں ہی کہتا ہے۔ خلافت کے جاری رہنے اور اس کے ساتھ منسلک ہو کر آپ علیہ السلام کی برکات کا تسلسل قائم رہنے کی خوشخبری بھی تو اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی دی تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ ان برکات کے یعنی خلافت کی برکات کے جاری رہنے کا وعدہ تمہاری نسبت ہے۔ پس اس لحاظ سے آج مَیں اس موقع سے اس مضمون سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایم ٹی اے سننے کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں۔

پاکستان میں جلسوں پر پابندی ہے۔ وہاں کے لوگ اس لحاظ سے محرومی کا شکار ہیں تو ایم ٹی اے پر کم از کم باقاعدگی سے خطبات ہی سنا کریں، دیکھا کریں، جلسے دیکھا کریں اور پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ بھی تو ایک ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کچھ حد تک اس محرومی کا مداوا کرنے کے لئے پھر کھول دیا۔ جلسوں کے پروگرام کو ایم ٹی اے پر دیکھ اور سن کر ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں تو ساٹھ ستر فیصد تو تشنگی دُور ہو سکتی ہے اور اگر چاہیں تو پاک تبدیلی تو پھر سو فیصد پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن آپ لوگ جو اَب یورپ میں آ گئے ہیں آپ کو میں کہتا ہوں کہ آپ تو جلسوں میں شامل ہو رہے ہیں اور بعض سال میں ایک سے زیادہ جلسوں میں شامل ہو رہے ہیں۔ یہاں آنے والے

احمدیوں کو تو جیسا کہ مَیں نے کہا ایک انقلاب اپنی حالتوں میں پیدا کر لینا چاہئے۔ یہ ٹریننگ کیمپ جو اللہ تعالیٰ نے میسر فرمایا ہے اس میں آنے کا فائدہ تو تبھی ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہشات کے مطابق دنیا کو اپنا خادم بنا کر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے والے بنیں۔ یہاں آ کر جلسہ کی کارروائی کو غور سے سنیں اور اس نیت سے سنیں کہ ہم نے ان باتوں پر عمل کرنا ہے تا کہ اپنے اندر نیک تبدیلیاں پیدا کر سکیں۔

جلسہ کی کارروائی کو غور سے سننے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ "سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہئے اور پورے غور اور فکر کے ساتھ سنو کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا معاملہ ہے۔" یہ فقرہ جو آپ نے فرمایا یہ معاملہ ایمان کا معاملہ ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ معمولی فقرہ نہیں، غور کرنے والا فقرہ ہے کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا ہے۔ "اس میں سستی اور غفلت اور عدم توجہ بہت برے نتیجے پیدا کرتی ہے۔" فرماتے ہیں کہ "جو لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں اور جب ان کو مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جاوے تو غور سے اس کو نہیں سنتے ہیں ان کو بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا مفید اور مؤثر کیوں نہ ہو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ کان رکھتے ہیں مگر سنتے نہیں۔ دل رکھتے ہیں پر سمجھتے نہیں۔ پس یاد رکھو کہ جو کچھ بیان کیا جاوے اسے توجہ اور بڑی غور سے سنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا ہے وہ خواہ عرصہ دراز تک فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 142-143)

پس آپ نے یہ ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی جو جلسہ میں رہتے ہوئے، جلسہ میں شامل ہونے کے باوجود جلسہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ نعرہ تکبیر تو بڑے زور سے لگاتے ہیں، بڑا بلند کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا یہ اعلان اور نعرہ چند لمحوں کے بعد ہی دل و دماغ سے غائب ہو جاتا ہے۔ پس ہر ایک اپنا جائزہ لے کہ کہیں ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ان لوگوں میں تو شامل نہیں جن کو جلسہ کوئی فائدہ نہیں دے رہا۔

پس جب یہاں جلسہ میں شامل ہونے کے لئے آئے ہیں تو ہر شامل ہونے والا جلسہ کی تمام کارروائی میں شامل ہو۔ صبر اور تحمل سے بیٹھے اور تمام تقاریر سنے اور جو باتیں بیان ہوئی ہوں ان سے علمی اور عملی فائدہ حاصل کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تقاریر سننے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "سب صاحبان متوجہ ہو کر سنیں۔ مَیں اپنی جماعت اور خود اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے یہی چاہتا اور پسند کرتا ہوں کہ ظاہری قیل و قال جو لیکچروں میں ہوتی ہے اس کو ہی پسند نہ کیا جاوے اور ساری غرض و غایت آ کر اُس پر ہی نہ ٹھہر جائے کہ بولنے والا کیسی جادو بھری تقریر کر رہا ہے۔ الفاظ میں کیسا زور ہے۔ مَیں اس بات پر راضی نہیں ہوتا۔" صرف مقرر کی جو تقریر ہے، لسّانی ہے اس پر میں راضی نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ "میں تو یہی پسند کرتا ہوں اور نہ بناوٹ اور تکلّف سے بلکہ میری طبیعت اور فطرت کا ہی یہی اقتضا ہے۔" یہی میری طبیعت چاہتی ہے "کہ جو کام ہو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ جو بات ہو خدا کے واسطے ہو۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 398-399)

"مسلمانوں میں ادبار اور زوال آنے کی یہ بڑی بھاری وجہ ہے ورنہ اس قدر کانفرنسیں اور انجمنیں اور

مجلسیں ہوتی ہیں اور وہاں بڑے بڑے لسّان اور لیکچرار اپنے لیکچر پڑھتے اور تقریریں کرتے، شاعر قوم کی حالت پر نوحہ خوانیاں کرتے ہیں۔ وہ بات کیا ہے کہ اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ قوم دن بدن ترقی کی بجائے تنزّل ہی کی طرف جاتی ہے۔" فرمایا کہ "بات یہی ہے کہ ان مجلسوں میں آنے جانے والے اخلاص لے کر نہیں جاتے۔"
(ملفوظات جلد 1 صفحہ 401)

اخلاص نہیں ہے صرف ظاہری باتیں ہیں مقرروں کی تقریروں کی لسّانیاں ہیں اور سننے والے صرف حظ اٹھا رہے ہیں ان میں اخلاص نہیں ہے۔

پس یہ ہے آپ کی طبعی پسند۔ یہ ہے آپ کی خواہش اپنے ماننے والوں کے لئے کہ وقتی طور پر تقریروں کے اور مقرر کے جوش سے کوئی متاثر نہ ہو بلکہ نفس مضمون کو سمجھ کر اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ اگر صرف تقریروں کو سننا اور جلسہ گاہ سے باہر آ کر اس کو بھلا دینا ہے تو یہ ترقی نہیں بلکہ تنزل کی طرف لے جانے والی باتیں ہیں اور مسلمانوں کی آجکل جو ذلت اور تنزل کی حالت ہے وہ اس لئے ہے کہ بڑے بڑے مقررین کی تقریریں تو سن لیتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ عمل بالکل نہ ہونے کے برابر ہے بلکہ ہے ہی نہیں۔ اور جس قوم میں عمل نہ ہو وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔ دنیا میں آج مسلمانوں کی جو حالت ہے اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ صرف باتیں ہیں اور عمل نہیں۔ اگر عمل ہوتا تو آج یہ حالت نہ ہوتی۔ پس جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم نے مانا ہے تو اس لئے کہ وہ کمزوریاں جو مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں ان کو دُور کیا جائے ورنہ بے فائدہ ہے۔ ہم ایک طرف تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دنیا کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لے کر آنا ہے دوسری طرف دنیا ہم پر غالب ہو رہی ہو اور جلسہ اور جلسہ پر آنا بھی صرف اس لئے ہو کہ کچھ دوستوں کو مل لیں گے اور کچھ جلسہ سن لیں گے۔ دوستوں کو ملنا بھی اچھی بات ہے لیکن جلسہ کا یہ ایک ضمنی فائدہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے اور ضمنی فائدہ بھی بلا مقصد نہیں ہے بلکہ اس لئے آپ نے فرمایا کہ تعلق اخوّت اور مودّت پیدا ہو۔ احمدیوں کا آپس میں بھائی چارہ اور پیار پیدا ہو۔ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ پیدا ہو اور جماعت کی مضبوطی اور ایک ہونے کا نظارہ ہر جگہ نظر آئے۔

پس یہاں آنے کے اصل مقصد کو اپنے سامنے رکھیں۔ جو جلسہ سننا اور ان باتوں پر عمل کرنا ہے ان کو یہاں سنیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو یہ مقصد حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جلسہ کی برکات سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کی برکات سے فائدہ اٹھانے والے ہوں اور اپنے قول اور عمل سے دنیا کو اسلام کی حقیقی تصویر دکھانے والے ہوں۔ دنیا ہمیشہ ہر احمدی کے لئے ایک ثانوی حیثیت رکھتی ہو اور اصل مقصد اور مدّعا دین ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی حقیقت کو جو سمجھ جائے وہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والا بن جاتا ہے اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنے والا بن جاتا ہے یا بن سکتا ہے۔ امن، پیار اور محبت اور بھائی چارہ پیدا کرنے والا بن سکتا ہے اور اس چیز کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔ دنیا میں جو افراتفری ہے اس کو اگر دور کرنا ہے تو صرف اسی صورت میں کہ ہم دنیا کو اپنے خدا کو پہچاننے کی طرف لے کر آئیں، مخلوق کے حق ادا کرنے کی طرف لے کر آئیں

اور آج یہ ایک احمدی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ پس اس لحاظ سے ہر ایک کو توجہ کرنی چاہئے۔

جلسہ کے لحاظ سے بعض انتظامی باتیں بھی کرنی چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے تو یہ جگہ جو جلسہ کے لئے لی گئی ہے اس کے ماحول میں خیال رکھیں، نہ انتظامیہ کو کوئی تکلیف ہو، نہ باہر نکلتے ہوئے سڑکوں پر ہمسایوں کو تکلیف ہو۔ اس بات کو بہر حال یقینی بنانا چاہئے۔ غیر مسلموں کو تبھی اسلام کا صحیح پتہ چلے گا جب ان پر یہ اظہار ہو گا کہ احمدی کس طرح ہمسایوں کا بھی خیال رکھنے والے ہیں اور قانون کی پابندی کرنے والے ہیں اور باوجود اتنی تعداد ہونے کے کسی قسم کی پریشانی کا باعث نہیں بن رہے۔ بلکہ جلسہ کی انتظامیہ بھی خاص طور پر اس بات کا خیال رکھے اور انتظامات کرنے چاہئیں۔ گو یہ تعداد بعض ملکوں کے جلسوں کے لحاظ سے تو معمولی ہے بلکہ بعض جگہ جہاں جماعتیں زیادہ ہیں وہاں تو خدام الاحمدیہ کے اجتماع کی تعداد بھی اس سے زیادہ ہوتی ہے لیکن اس ملک کے لحاظ سے، یہاں کی تعداد کے لحاظ سے، یہاں کی انتظامیہ کے انتظامات کے لحاظ سے یہ اس وقت کافی بڑی تعداد ہے۔ پھر جلسہ کے دنوں میں جو اصل مقصد ہے دعاؤں کا اس کو بھی سامنے رکھیں۔ درود پڑھتے رہیں۔ ذکر الٰہی سے اپنی زبانوں کو تر کریں۔ نمازوں کے اوقات میں بھی یہاں اگر نمازیں ہو رہی ہیں یا مشن ہاؤس میں نمازیں ہو رہی ہیں تو وقت پر آئیں۔ اور دو دن سے خاص طور پر نوٹ کر رہا ہوں کہ لوگ مشن ہاؤس میں لیٹ آتے ہیں اور پھر جلدی جلدی چل کر جب آتے ہیں تو لکڑی کے فرش کی وجہ سے شور پیدا ہوتا ہے، آواز پیدا ہوتی ہے۔ تو پہلے آ کر بیٹھا کریں تا کہ دوسروں کی نمازیں ڈسٹرب نہ ہوں۔ جلسہ کی تقریروں کو میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ غور سے سنیں اور اس کے لئے یہ باقاعدہ انتظام رکھیں کہ جلسہ کے وقت میں ہر پروگرام میں شامل ہونا ہے اور تقریریں سننی ہیں۔ اسی طرح پھر آپ اپنے بچوں کی اور اگلی نسلوں کی تربیت کر سکتے ہیں۔ ان میں یہ احساس پیدا کر سکتے ہیں کہ جلسے کی کیا اہمیت ہے اور ہم نے جلسے کی تقریروں کو سننا ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی خاص خیال رکھیں۔ جلسوں میں بھی آپس میں بدمزگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کچھ پرانی رنجشیں لوگوں کی چل رہی ہوتی ہیں اور جب اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ ابھر کے سامنے آ جاتی ہیں اس لئے اس ماحول کو اس لحاظ سے بالکل پاک صاف رکھیں۔ کسی بھی قسم کی کوئی ایسی بات نہ ہو جو کسی طرح بھی ایک دوسرے کے لئے دل آزاری کا باعث بنے اور اس کی وجہ سے پھر لوگوں میں بھی غلط تاثر قائم ہو۔ مجھے نہیں پتہ کہ انتظامیہ نے تعداد کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کھانے وغیرہ کا انتظام کیا ہے کہ نہیں۔ بہر حال کیا ہو گا۔ اگر اس میں کوئی کمی بیشی بھی ہو جائے تو صبر کا نمونہ دکھائیں انشاء اللہ تعالیٰ انتظامات ہو جائیں گے۔ انتظامیہ کو تھوڑا سا وقت بھی دیں۔ ان کے لئے تو یہ میرا خیال ہے کافی سالوں کے بعد پہلا موقع ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کے لئے انتظامات کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہر حال ہر لحاظ سے جلسہ کو بابرکت فرمائے اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا سب لوگ ان جلسے کے دنوں میں دعائیں بھی کرتے رہیں۔ نمازوں کی طرف بھی توجہ رکھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا بھی اللہ تعالیٰ آپ کو وارث بنائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28 ستمبر 2018ء تا 04 اکتوبر 2018ء جلد 25 شمارہ 39 صفحہ 05 تا 08)

38

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 21 ستمبر 2018ء بمطابق 21 تبوک 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ دنوں اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ جرمنی اور بیلجیم میں شرکت کی توفیق دی اور جیسا کہ ایم ٹی اے دیکھنے والوں نے دنیا میں بھی دیکھا ہو گا، آپ نے بھی دیکھا ہو گا، دونوں جلسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے بابرکت تھے۔ جرمنی میں جماعت بڑی ہے اور پھر سالہا سال سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جرمنی کے جلسہ میں شامل ہوتے رہے پھر میں اس میں شامل ہو رہا ہوں۔ اس لحاظ سے جرمنی کی جماعت میں اب جلسے کا نظام بہت حد تک منظم ہو چکا ہے۔ باہر سے مہمان وہاں بھی بہت آتے ہیں۔ ارد گرد کے مشرقی یورپ کے لوگوں کے علاوہ بعض دوسرے ممالک سے بھی جلسہ میں شامل ہونے کے لئے لوگ آتے ہیں۔ اس سال تو افریقہ کے بعض ممالک سے بھی لوگوں نے وہاں جلسہ میں شرکت کی اور ہمیشہ کی طرح، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر جلسہ میں ہوتا ہے، باہر سے آنے والے مہمان آکر اچھا تاثر ہمارے جلسوں سے لیتے ہیں اور اس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ جرمنی میں بھی بیلجیم میں بھی جو لوگ بھی جلسہ میں شامل ہوئے انہوں نے اس بات کا اظہار کیا۔ جماعت کے بارے میں اپنے نیک اچھے تأثرات کا اظہار کیا۔ جلسہ کے انتظامات اور جلسہ کے عمومی ماحول کی بڑی تعریف کی کہ ہمیں یہاں آکر پتہ چلا ہے یا بعض لوگ جو پہلے آچکے ہیں دوبارہ آئے انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ آپ کے جلسوں سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم کیا ہے اور آجکل میڈیا جس طرح اسلام کے بارے میں دنیا کو غلط تصویر پیش کرتا ہے جو کہ انتہائی بھیانک تصویر ہے، اسلام کی حقیقی تعلیم اور سچے مسلمان کا عمل اس کے بالکل الٹ ہے۔ جلسہ میں شامل ہو کر یہ لوگ ہر کارکن اور ہر افسر بلکہ ہر احمدی کو بڑے غور سے دیکھتے ہیں کہ ان کے عمل کیا ہیں۔ تعلیم اگر اچھی بھی ہو لیکن اس تعلیم کو ماننے والوں کے عمل اچھے نہ ہوں تو پھر اس تعلیم کا نیک اثر قائم نہیں ہوتا۔ پس اس لحاظ سے جلسہ کے تمام رضاکار جیسا کہ پہلے بھی میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کارکنان اور شاملین ایک خاموش تبلیغ میں حصہ لے رہے ہوتے ہیں۔ غیر مسلموں کے دماغوں سے اسلام کے بارے میں غلط تأثر اور تحفظات کو دور کر رہے ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے دلوں میں سے نام نہاد علماء نے جو غلط پراپیگنڈا کر کے غلط فہمیاں پیدا کی ہوئی ہیں اسے دور کر رہے ہوتے ہیں۔ لوگ تو ہمیں یہی کہتے ہیں ناں کہ احمدی نعوذ باللہ مسلمان نہیں ہیں، کلمہ نہیں پڑھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے۔ آپ کے خاتم النبیین ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔ بلکہ

یہاں تک بھی الزام ہے کہ ان کا قرآن کریم بھی علیحدہ ہے۔ لیکن بہت سارے مسلمان بھی جب احمدیوں سے ملیں اور جلسے کے ماحول کو دیکھیں تو یہ تمام غلط تاثرات دور ہو جاتے ہیں اور اس بات کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ جرمنی میں آنے والوں مسلمانوں نے بھی اس بات کا اظہار کیا۔ عرب ممالک سے بھی ہندوستان سے بھی پاکستان سے بھی دوسری جگہوں سے بھی۔ اسی طرح یہ شامل ہونے والے کام کرنے والے رضاکاروں کے کاموں کی بھی تعریف کرتے ہیں، ان کے رویّوں کی تعریف کرتے ہیں۔ بیلجیم کے جلسہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تمام چیزیں دیکھنے میں آئیں اور وہ جلسہ بھی بڑا بابرکت اور کامیاب جلسہ تھا۔ چھوٹی جماعت ہونے کے باوجود اور اس بات کے باوجود کہ وہاں بیلجیم کے افراد جماعت سے زیادہ تعداد میں مہمان شامل ہو گئے تھے، جس کا مَیں نے پہلے ذکر بھی کیا تھا ان کی آخری تقریب میں، انہوں نے بڑے اچھے طریقے سے سب کام سنبھالے۔ مَیں چودہ سال بعد ان کے جلسہ میں شامل ہوا ہوں۔ اس لحاظ سے ان کو فکر تھی۔ تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کو گھبراہٹ بھی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے بڑے اچھے انتظامات کئے۔ وہاں بھی جو غیر مسلم آئے بیشک تھوڑے تھے انہوں نے جلسہ کے انتظامات اور جماعت کے کام کو عمومی طور پر جو جماعت وہاں کر رہی ہے بڑا سراہا اور جماعت کے کاموں اور امن قائم کرنے کی دنیا میں جو کوشش ہے اس کی عمومی تعریف کی۔ پس جماعت جہاں بھی ہو، جہاں کی بھی ہو اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیروں پر اپنا نیک اثر قائم کرتی ہے اور تبلیغ کا ذریعہ بنتی ہے۔ پس ہر فرد جماعت کو اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر انہیں اپنی حالتوں کو بہتر کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔ ہمارا ہر اجتماع اور ہر جلسہ جس علاقے میں بھی ہو رہا ہو وہاں کے لوگوں پر ایک غیر معمولی اثر ڈالتا ہے۔ آج سے خدام الاحمدیہ یُوکے کا اجتماع بھی شروع ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے میں تمام شامل ہونے والے خدام کو بھی یاددہانی کروا دیتا ہوں کہ اپنے رویّوں کو ایسا رکھیں جو علاقے کے لوگوں پر نیک اثر چھوڑنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اجتماع کو بھی بابرکت فرمائے اور موسم کی خرابی کی وجہ سے جو بعض ان کو پریشانیاں اور گھبراہٹ ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی دُور کرے اور سازگار موسم کر دے۔

اب دونوں جلسوں میں کام کرنے والے کارکنان کا بھی میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، جرمنی میں بھی، بیلجیم میں بھی کہ انہوں نے اپنی استعدادوں اور صلاحیتوں کے مطابق جلسہ میں شامل ہونے والے مہمانوں کی خدمت کی۔ اسی طرح وہاں تمام شامل ہونے والے جو احمدی لوگ تھے ان کو بھی ان کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ مختلف طبقوں اور مزاجوں کے لوگ ہوتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ بیلجیم میں تو کام کرنے والے کارکنوں کی کمی بھی تھی لیکن اس کے باوجود جیسا کہ میں نے کہا بڑے احسن رنگ میں انہوں نے اس لحاظ سے اپنے کام سرانجام دیئے۔ اسی طرح کارکنان کو بھی شکر گزار ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خدمت کا موقع دیا اور آئندہ کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں کہ جو کمزوریاں اور کمیاں رہ گئی ہیں ان کے بارے میں خود سوچیں اور دیکھیں کہ ان کو آئندہ سالوں میں کس طرح بہتر کرنا ہے۔ خاص طور پر انتظامیہ کو، افسران کو، اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ اپنی منصوبہ بندیوں کے جائزے لینے چاہئیں اور تمام

کمزوریوں کو ایک لال کتاب جو بنی ہوئی ہے اس میں لکھیں تا کہ آئندہ یہ دہرائی نہ جائیں۔

جرمنی میں کام کرنے والے کارکنان کے بارے میں یہ شکایت آیا کرتی تھی کہ ان کے چہروں پر مسکراہٹ نہیں ہوتی اور اچھا سلوک نہیں ہوتا۔ ڈیوٹی دیتے ہوئے سخت رویہ ہوتا ہے۔ اس دفعہ عمومی طور پر اس بارے میں ان کی بھی اچھی رپورٹ ہے۔ آئندہ سالوں میں اسے مزید بہتر کرنے کی کوشش کریں۔ ایک غلطی کی طرف مَیں توجہ دلا دیتا ہوں اور وہ تھی مردانہ جلسہ میں ایک سیشن میں گھر کے حوالے سے ایک نظم پڑھی گئی تھی۔ اس کو پڑھنے کا انداز غلط تھا۔ ہمارا سٹیج کوئی ڈراموں کا سٹیج نہیں ہے جہاں اس انداز میں نظمیں پڑھی جائیں۔ اپنی روایات کو ہمیشہ ہمیں سامنے رکھنا چاہئے اور اس قسم کے انداز نہیں اپنانے چاہئیں جو ہماری روایات سے مختلف ہوں۔ دوسرے جلسہ کے پروگرام بنانے والوں کو ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جلسہ کے سیشنز کے دوران جو نظمیں پڑھی جاتی ہیں وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء کی نظمیں ہوں۔ باقی نظمیں نہ پڑھی جائیں۔ پس اس طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ میں نے افسر جلسہ سالانہ کو بھی وہاں توجہ دلا دی تھی۔

اس کے بعد اب میں بعض مہمانوں کے تأثرات پیش کرتا ہوں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جلسہ کی برکات کا صرف احمدیوں پر اثر نہیں ہوتا بلکہ غیروں پر بھی اثر ہوتا ہے۔

بوسنیا سے ایک غیر احمدی مسجد کے امام آئے ہوئے تھے۔ جلسہ میں شریک ہوئے۔ جلسہ سے قبل ایک تبلیغی نشست میں انہوں نے کہا کہ میں خود جماعت کے بارے میں تحقیق کرنا چاہتا ہوں تا کہ ذاتی علم کی بنا پر جماعت کے بارے میں صحیح رائے قائم کر سکوں۔ یہ بڑے کھلے دل کے امام ہیں۔ اسی بنا پر جلسہ میں شمولیت کی ان کو دعوت بھی دی گئی۔ پھر جلسہ پر کچھ وقت گزارنے کے بعد وہ کہتے ہیں کہ احمدیوں کے درمیان کچھ وقت گزارنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تم ہی وہ لوگ ہو جو کہ اسلام کی حقیقی تعلیم کی تبلیغ صحیح معنوں میں کر رہے ہو۔ جلسہ کی تمام کارروائی کو توجہ اور غور سے دیکھتے رہے۔ جلسہ کے بعد ان کو وفد کے باقی ممبران کے ساتھ جامعہ احمدیہ جرمنی بھی دکھایا گیا۔ انہوں نے جامعہ دیکھنے کے بعد کہا کہ افسوس کہ مسلمان دین اور دنیا کی تعلیم میں بہت پیچھے ہیں۔ مگر ایک طرف جہاں جلسہ کے دوران میں نے دیکھا کہ امام جماعت احمدیہ نے دنیاوی علمی میدان میں نمایاں کام حاصل کرنے والے طلباء اور طالبات کو سندات دیں اور احباب جماعت میں دنیاوی علم میں آگے بڑھنے کی روح کو فروغ دے رہے تھے۔ دوسری طرف جامعہ کی سیر کے بعد اس بات کا بھی ادراک ہو گیا کہ جماعت احمدیہ خلافت کی اقتدا میں کس طرح دینی علم کی اشاعت کے لئے منظم طریق پر کوشش کر رہی ہے اور کس قدر شاندار توازن کے ساتھ اس میدان میں آگے بڑھ رہی ہے اور مسلمانوں کی کھوئی ہوئی ساکھ کو واپس لانے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ اور اس کے بعد وہ مجھے بھی ملے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں 'براہین احمدیہ' اور 'تذکرۃ' پڑھنا چاہتا ہوں۔ مَیں نے کہا تذکرۃ پڑھنے کی بجائے آپ 'اسلامی اصول کی فلاسفی' اور 'دعوۃ الامیر' Invitation to Ahmadiyyat پڑھیں۔ اس سے آپ کو زیادہ تعارف حاصل ہو گا جماعت کے بارے میں بھی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کے بارے میں بھی، حالات کے بارے میں بھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم و عرفان کے

بارے میں بھی، اللہ تعالیٰ کی آپ کے ساتھ تائیدات کے بارے میں بھی۔

پھر بوسنین وفد میں ایک خاتون معمرہ صاحبہ تھیں۔ کہتی ہیں کہ میں پہلی مرتبہ جلسہ میں شامل ہوئی اور خلیفہ وقت سے ملاقات کی جلسہ کے ایام کس قدر سرعت سے گزر گئے ہمیں پتہ ہی نہیں لگا۔ کاش یہ ایام اور بھی لمبے ہو جاتے۔ میری خواہش ہے کہ ہر جلسہ میں شرکت کروں۔

ایک کمزور بینائی رکھنے والے مونٹی نیگرو سے تعلق رکھنے والے ایک شخص تھے۔ کہتے ہیں کہ میں کمزور بینائی رکھنے والا شخص ہوں مگر اس جلسہ میں شامل ہو کر میں نے سب کچھ دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس جلسہ سے روح کو سیراب کر کے واپس جا رہا ہوں۔ میں جس ملک یا علاقے سے تعلق رکھتا ہوں وہاں دین اور مذہب سے لوگ بہت دور ہیں۔ اور روحانیت کیا چیز ہے؟ اس کی ہمیں کوئی خبر نہیں ہے۔ مگر جلسہ کے دوران میں نے محسوس کیا ہے کہ خدا موجود ہے اور اس کی برکتیں یہاں امن اور سلامتی اور اطمینان قلب کی شکل میں نازل ہو رہی ہیں جس سے میں نے بھی حصہ لیا ہے۔

اس سال جلسہ جرمنی پر بلغاریہ کے 56 رکنی وفد نے شرکت کی۔ اس میں 31 غیر از جماعت مہمان تھے۔ ان کی مجھ سے ملاقات بھی ہوئی۔ **وفد میں شامل ایک خاتون کریلکا (Kirilka) صاحبہ** اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ میں کئی پروگراموں میں شامل ہوئی ہوں لیکن جماعت احمدیہ کے جلسہ میں روحانی ماحول تھا۔ بہت پُرسکون ماحول تھا جو اب رہتی زندگی تک سکون کا سامان ہے۔ لوگوں کے دلوں میں ہمارے لئے احترام اور محبت تھی۔ ان کی آنکھوں سے ان کے ایمان کا اندازہ ہوتا تھا کہ کیسے نیک لوگ ہیں۔ خلیفہ وقت کی تقاریر نے میرے دل پر بہت گہرا اثر کیا۔ میں تقریر کے دوران روتی رہی اور مجھے ایسا لگتا تھا کہ اب میری نئی زندگی شروع ہو رہی ہے۔ میں کوشش کروں گی کہ اب باقی زندگی ان باتوں کی روشنی میں گزاروں۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ اس روحانی ماحول سے فائدہ اٹھانے کا مجھے موقع دیا۔

تو یہ لوگ جو احمدیت کو جانتے بھی نہیں یہ لوگ بھی یہاں آ کے اس ماحول سے اثر لیتے ہیں۔ ان کے لئے بھی یہ جلسہ بابرکت ہو جاتا ہے۔

ایک عیسائی خاتون کریسی میرا (Kracimira) صاحبہ کہتی ہیں مَیں اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ جلسے میں شامل ہوئی ہوں۔ مَیں نے ایسی منظم مہمان نوازی پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ والدین کا احترام، بچوں کی تربیت کے متعلق بہت کچھ سیکھا ہے اسے اب زندگی کا حصہ بناؤں گی۔ مرد حضرات جس طرح خواتین کا احترام کر رہے تھے یہ دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی۔ عیسائیت میں عورتوں کے لئے اتنا عزت اور احترام میں نے نہیں دیکھا اور شکریہ کے ساتھ آپ کے لئے دعا گو ہوں۔

پس یہ مردوں کے لئے بھی ایک سبق ہے کہ صرف جلسہ کے دنوں میں نہیں، ہمیشہ عورت کا یہ احترام ان کے دلوں میں رہنا چاہئے اس تعلیم کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔

ایک دوست مسلمان تھے محمد یوسف صاحب۔ جلسہ میں شامل ہوئے۔ کہتے ہیں مَیں پہلی بار اس جلسہ میں

شامل ہوا ہوں۔ جو باتیں جماعت کے خلاف سنی تھیں جلسہ کا ماحول دیکھ کر اب میرا دل ہر لحاظ سے صاف ہو گیا ہے۔ سب طرف بھلائی اور قرآن و حدیث کی تعلیم تھی اور محبت سب کے لئے اور نفرت کسی سے نہیں نے مجھے بہت متاثر کیا۔ ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ خاص طور پر خلیفہ وقت کی تقریروں کے دوران بڑا سکون ملا۔ جلسہ کے دوران ہی میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں بھی احمدیت میں داخل ہوتا ہوں۔ میری کافی ذاتی مشکلات تھیں لیکن جب میں جلسہ میں شامل ہوا تو میری مشکلات خود بخود دور ہونا شروع ہو گئیں۔ اب میں جماعت کے پیغام کو آگے پھیلاؤں گا۔

پھر لیٹویا (Latvia) سے آنے والے وفد کے تاثرات ہیں۔ لیٹویا سے ایک میڈیکل کے سٹوڈنٹ آئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ جلسہ سالانہ جرمنی میں شامل ہونا میرے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے۔ مجھے ایسے محسوس ہوا کہ یہ جلسہ ان تمام لوگوں کا اجتماع ہے جو کہ مضبوط ایمان اور مطمئن روحوں کے مالک اور بھائی چارے والے پُر امن لوگ ہیں۔ میرے لئے یہ بات باعث حیرت تھی کہ کس طرح ہر کوئی محویت کے ساتھ تقاریر سننے اور اپنے کام میں مگن تھا اور اسی طرح بڑا اعزاز تھا کہ خلیفہ وقت سے بھی ملاقات میری ہوئی۔ انہوں نے جرمنی میں مہاجرین کے بارے میں اور اسلام کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں پائے جانے والے خوف کے متعلق بات کی اور اس بات پہ مجھے خوشی ہوئی کہ جماعت احمدیہ دنیا میں امن اور بھائی چارے کا پیغام دے رہی ہے اور جرمن معاشرے میں دوستانہ ہمسائیگی اور خدمت پر زور دے رہی ہے۔

لیٹویا میں ایک غیر احمدی پاکستانی ماسٹرز کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ بھی جلسہ میں شامل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ میں گزشتہ ماہ ہی سٹڈی ویزا پر پاکستان سے لیٹویا آیا ہوں۔ مجھے بھی جلسہ میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی جو کہ شش و پنج کے بعد میں نے قبول کر لی۔ جب میں جلسہ گاہ پہنچا تو وہاں انتظامیہ کو دیکھ کر میں بہت حیران ہوا کیونکہ وہاں بہت زیادہ لوگ تھے۔ انتظامیہ بڑی خوبصورتی اور سمجھداری سے سب کو سنبھال رہی تھی۔ جلسہ گاہ میں بہت سارے لوگ تھے جن میں کافی سارے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے غیر مسلم مہمان تھے اور ان سب کو اس کے لئے دعوت دی گئی تھی تا کہ وہ دین اسلام کا آ کر خود مشاہدہ کریں۔ میں نے اتنا پیار، محبت، عزت، احترام اور مہمان نوازی کبھی اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھی جتنی میں نے وہاں دیکھی اور مجھے یہ دیکھ کر بہت اچھا لگا کہ اس سے تمام غیر مسلموں پر بہت اچھا اثر پڑے گا۔ دین اسلام کی طرف آنے کی ضرور کوشش کریں گے۔ میں کیونکہ احمدی نہیں ہوں اس لئے میرے دل میں بھی کچھ غلط فہمیاں تھیں جو ہر دوسرے فرقے والے مسلمانوں کے دل میں ہوتی ہیں۔ وہاں جب میں نے تقاریر سنیں اور وہاں پر لکھے ہوئے کلمات دیکھے اور نماز بھی پڑھی تو مجھے کوئی فرق نہیں لگا۔ یہی سب کچھ ہم بھی کرتے ہیں اور یہی سب کچھ احمدی بھی کر رہے ہیں۔ ان کا کلمہ بھی وہی ہے۔ نماز بھی وہی ہے۔ قرآن بھی وہی ہے۔ سب سے زیادہ قابل غور بات ختم نبوت تھی جس پر میں اب سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ غور و فکر کروں کہ کیا میں اپنے فرقے کو سچا کہوں یا احمدی فرقے کو۔ سب سے بڑا فائدہ مجھے جلسے پر آنے کا یہی ہوا ہے کہ میں نے احمدی لوگوں میں بیٹھ کر سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اپنے کانوں سے سنا ہے اور اب میں اپنے طور پر اچھی طرح دیکھوں گا کہ اسلام اصل میں کیا ہے اور ختم نبوت کیا ہے۔ مجھے خلیفہ وقت کی تقریر

بہت پسند آئی خاص کر آخری دن والی۔ یہ چار دن میری زندگی کے بہت اچھے دن تھے۔ کہتے ہیں باقی مسلمان صرف باتیں کرتے ہیں اور نفرتیں پھیلاتے ہیں لیکن یہاں میں نے صرف محبت، عزت اور احترام دیکھا۔ میرے ساتھ کچھ غیر مسلم دوست بھی تھے۔ وہ مسلمانوں کے اس رویّے سے، اس عزت و احترام سے جو احمدیہ جماعت نے ان کو دیا بہت متاثر تھے۔ انتظامی ٹیم خواہ وہ کوئی بھی تھی ہر کسی نے بہت پیار محبت اور عزت و احترام سے بات کی اور گائیڈ کیا اور اتنے بڑے جلسہ کو اتنی خوبصورتی سے Manage کیا اور میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پھر یونیورسٹی آف ایگریکلچر لیٹویا کے ایک سری لنکن لیکچرر جلسہ میں شامل ہوئے۔ کہتے ہیں سچی بات یہ ہے کہ جب میں نے اس میں شمولیت کا فیصلہ کیا تو مجھے تھوڑا خوف تھا کہیں اس تقریب پر کوئی دہشتگردی کا حملہ نہ ہو جائے۔ مگر جب میں نے اس جلسہ کی سیکیورٹی دیکھی تو میں نے محسوس کیا کوئی بھی اس پروگرام کو یا اس میں شریک کسی بھی فرد کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

بہر حال یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ خود انتظام کر رہا ہوتا ہے ہماری سیکیورٹی کیا ہونی ہے۔

بہر حال کہتے ہیں میں اس پورے پروگرام کی سیکیورٹی کو بہت appreciate کرتا ہوں۔ باوجود اس کے کہ میرے بہت سے سری لنکن مسلمان دوست ہیں مگر ایک بدھ گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے یہ بدھ مت کے پیروہیں۔ مذہب اسلام کے بارے میں کوئی خاص علم نہیں تھا۔ جلسہ نے مجھے حقیقی اسلام کے بارے میں تعلیم دی ہے اور دوسرے اسلامی گروپوں کے بارے میں بتایا ہے۔ اسی طرح احمدیہ فرقہ اور دوسرے گروپوں کے درمیان فرق واضح کیا ہے۔ اس تقریب سے جو بہترین چیز میں نے اخذ کی ہے وہ یہ ہے کہ احمدیہ جماعت ایک محبت کرنے والی جماعت ہے۔ میں اس کو بہت زیادہ سراہنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کی جماعت کی انتظامی صلاحیت کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکا اور یہ چیز واضح اشارہ دے رہی ہے کہ آپ لوگ دنیا کی درست سمت میں رہنمائی کر سکتے ہیں۔

لیٹویا سے ایک طالبہ گلوریہ صاحبہ پہلی مرتبہ آئیں اور کسی بھی اسلامی پروگرام میں پہلی دفعہ شرکت کی۔ کہتی ہیں مجھے سب کچھ بہت اچھا لگا کھانا پینا ہر چیز۔ لوگ بہت خوش اخلاق تھے۔ ڈیوٹی پر مامور لجنہ ہمیشہ مسکرا کر ملتی تھیں۔ لوگوں کو لجنہ سے ہی زیادہ شکایت تھی۔ یہ کہتی ہیں کہ ہمیشہ لجنہ مسکرا کر ملتی تھیں اور مجھے یہ دیکھ کر بہت اچھا لگا۔ سب چھوٹے بڑے ماحول کو صاف رکھنے میں کوشاں تھے۔ مجھے یہ بھی چیز اچھی لگی۔ میں نے اپنے آپ کو آرام دہ محسوس کیا۔ مجھے وہ نظارہ اچھی طرح یاد ہے جب میری نظر سکرین پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ مردانہ مارکی میں سب لوگوں نے ایک دوسرے کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ یہ بیعت کا ذکر کر رہی ہیں۔ اس کانفرنس میں شامل ہو کر اسلام کے بارے میں میرے خیالات بالکل تبدیل ہو گئے ہیں اور یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ابھی بھی کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو اس دنیا کی بھلائی چاہتے ہیں۔

لیٹویا کے وفد میں شامل ایک اور لڑکی انستیسیا (Anastasia) صاحبہ ہیں۔ جو غیر مسلموں سے وہاں میں علیحدہ ایک خطاب کرتا ہوں اس کے بارے میں یہ کہتی ہیں کہ یہ مجھے بڑا پسند آیا۔ جو باتیں انہوں نے کیں بالکل درست تھیں۔ اور پھر کہتی ہیں کہ یہ خطاب سننے کے لئے کیونکہ عورتیں مرد ایک جگہ ہوتے ہیں، کوئی ہزار کے

قریب مہمان تھے یہ مختلف قوموں کے۔ جرمن خاص طور پر چار سو پانچ سو کے قریب۔ کہتی ہیں اس خطاب کے لئے میں مردانہ جلسہ گاہ میں آئی تھی اور باقی وقت میں نے لجنہ کی مارکی میں گزارا ہے۔ مردوں کے درمیان بیٹھے مجھے شرم آ رہی تھی اور مجھے عجیب لگ رہا تھا کہ میرے سر پر دوپٹہ نہیں ہے۔

پس یہ بات ان لڑکیوں میں بھی اعتماد پیدا کرنے والی ہونی چاہئے جو یہ کہتی ہیں کہ یہاں آ کے ہمیں شرم آتی ہے کہ یا دوپٹہ اتار دیں یا سکارف اتار دیں۔ یہ عیسائی آ کے اس بات پہ شرمندہ ہو رہی ہے کہ میں مردوں میں کیوں بیٹھی اور بغیر دوپٹے کے بیٹھی۔

کوسووو سے ایک وکیل صاحب اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں کہ جلسہ کے نظام کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ہر کوئی خلافت کی اطاعت میں سرگرداں اپنا کام کر رہا ہے۔ یہ تمام اطاعت اس وجود کی محبت تھی جو خلیفہ وقت کی شکل میں جماعت احمدیہ کو نصیب ہے۔ اور مجھے کہتے ہیں خلیفہ وقت سے ملاقات کا موقع ملا۔ جماعت کا ہر فرد ایک لڑی میں پرویا ہوا ہے۔ کوسووو میں بھی اس طرح کے اجتماع وغیرہ ہوتے ہیں لیکن اس جلسہ میں شامل ہو کر ایک الگ ہی کیفیت انسان پر طاری ہوتی ہے کہ ہر رنگ و نسل کے لوگ اس جلسہ میں شامل ہیں اور ہر ایک کی ضرورت کے مطابق ان کا خیال رکھا جا رہا ہے۔ یہ وکیل احمدی نہیں ہیں۔

کوسووو کے وفد میں ایک فزکس کے پروفیسر تھے آربر (Arber) صاحب وہ کہتے ہیں کہ یہ بات میرے لئے ناقابل یقین تھی کہ اتنے لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونا اور ان کی ضروریات کا پورا کیا جانا ممکن ہے۔ جلسہ میں شامل ہو کر تمام انتظامات کو بغور دیکھا کہ کس طرح ہر ایک چیز ایک نظام کے ساتھ چل رہی ہے اور ضروریات کا خیال رکھا جا رہا ہے۔ ہر ایک کام کے لئے ایک خادم مقرر تھا۔ لنگر میں جانے کا مجھے اتفاق ہوا۔ وہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ وہ پچھلے بائیس سال سے پیاز چھیلنے کے لئے کام کر رہا ہے اور پچھلے بائیس سال سے اس کے پاس ایک ہی چھری ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ چھری بائیس سال سے میں نے اس لئے رکھی ہوئی ہے کہ خلیفۃ المسیح الرابع نے یہ چھری استعمال کی تھی اور اس پہ ہاتھ لگایا تھا۔ تو اس لحاظ سے اس کا ان پہ بڑا اچھا اثر ہوا ہے۔

جارجیا سے اڑتیس افراد پر مشتمل وفد جرمنی کے جلسہ میں شامل ہوا۔ دو پادری صاحبان تھے۔ دو مفتی صاحبان تھے۔ شیعہ و سنی لیڈر تھے اور دیگر تیس غیر احمدی افراد تھے۔ اس وفد میں ایک غیر احمدی مسجد کے امام جمبول (Jambul) صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں جارجیا کی مسجد کا امام ہوں اور میں احمدیہ جماعت کی دعوت پر جرمنی آیا ہوں۔ میں نے اسلام کے بارے میں بہت سی نئی باتیں سیکھی ہیں جو میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ اور پھر میرے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا ایک جملہ مجھے یاد رہے گا کہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم انسانیت کی مدد کریں۔ اسلام کا مذہب صرف اور صرف امن کا مذہب ہے۔ یہاں آ کر ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیم معلوم ہوئی۔

اور ایک اور خاتون ہیں لیکو (Lako) صاحبہ۔ وہ کہتی ہیں جلسہ کے انتظامات کی وجہ سے ہر کارکن کا میں شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ **پھر ایک اور ہیں ارما (Irma) صاحبہ** یہ کہتی ہیں کہ آج عورتوں کے پروگرام میں شامل ہوئی ہوں اور مجھے حیرت تھی کہ عورتیں تمام پروگرام کیسے Manage کریں گی۔ یہ بہت حیران کُن تھا کہ سیکیورٹی

چیک بھی عورتیں خود کر رہی تھیں اور مجھے یہ سب کچھ بہت اچھا لگا۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں۔ اور پھر یہ کہتی ہیں مَیں نے عورتوں کا پروگرام بھی آج دیکھا اور یہ بڑی حیرت کی بات تھی کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کا کتنا خیال رکھا جاتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خلیفہ وقت اپنے ہاتھوں سے تعلیمی ایوارڈ عورتوں کو بھی دے رہے تھے۔

پھر جارجیا سے ایک اور صاحب بیان کرتے ہیں یہ بھی مسلمان ہیں کہ ایک مسلمان تنظیم کا چیئر مین ہوں۔ اس جلسہ میں شمولیت ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز تھا۔ میں نے یہاں پر روحانیت اور بھائی چارے کا مشاہدہ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اچھا موقع تھا کہ ہم یہاں آئے اور مستفیض ہوئے۔

ایک اور دوست تھے محمد اکبر صاحب۔ یہ کہتے ہیں کہ بچپن سے سن رہے ہیں کہ کوئی مہدی آئے گا جو دنیا کو تبدیل کرے گا اور ہم اسی کے انتظار میں رہے۔ اب پہلی مرتبہ میں سن رہا ہوں کہ وہ مہدی جس کے ہم منتظر تھے وہ گزر بھی گیا اور اب اس کے خلفاء کا سلسلہ جاری ہے۔ مَیں اب جماعت کے لٹریچر کا مطالعہ کروں گا اور مجھے امید ہے کہ مجھے اطمینان حاصل ہو گا۔

پھر بشپ صاحب ہیں وہ یہاں بھی آئے تھے انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اس جلسہ کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ وہی نیلے لباس میں جو بشپ صاحب تھے۔

ہنگری سے ایک پروٹسٹنٹ چرچ کے پادری جلسے پہ آئے تھے۔ یہ مذہبی کاموں کے علاوہ فلاحی کاموں میں بھی بڑے متحرک ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں تو عیسائی ہوں مگر آپ کے جلسہ پر جا کر مجھے ایمانی تازگی ملتی ہے اور میں تازہ دم ہو کر لوٹتا ہوں۔ یہ چارجنگ (Charging) سارا سال کے کام میں میری مددگار ہوتی ہے۔ پہلے بھی آ چکے ہیں۔ کہتے ہیں چارج ہو کر جاتا ہوں پھر سارا سال میرے کاموں میں مددگار ہوتی ہے۔ مربی صاحب کہتے ہیں موصوف کی وجہ سے نہ صرف ان کے گاؤں بلکہ ان کے تمام حلقہ احباب میں واقفیت ہوئی ہے اور جماعت کا پیغام پہنچانے کے ان کے ذریعہ سے بھی نئے رستے وہاں کھل رہے ہیں۔

ہنگری سے ایک صاحب وارگا (Varga) صاحب ریفیوجی کیمپ کے دفتر میں کام کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جلسہ ایسا موقع ہے جیسا کہ انسان کسی عظیم الشان چیز کو دیکھے تو حیرانگی کے ساتھ ساتھ اندر سے کپکپی بھی طاری ہو جاتی ہے۔ بالکل ایسے ہی جب آپ لوگ نعرے لگاتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ ابھی امام حکم دے گا اور آپ لبیک کہتے ہوئے کچھ کر گزریں گے جیسا کہ حکم کے منتظر بیٹھے ہیں۔ شروع شروع میں تو مجھے بڑا خوف محسوس ہوا۔ ہنگری میں ایسا مجمع تو دور کی بات سو لوگ بھی ہوں تو ایک گھنٹے میں ہی کوئی لڑائی ہو جاتی ہے لیکن ہزاروں افراد کا ایسا پُر امن مجمع میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

ہنگری سے ایک ریفیوجی کیمپ کے مالی امور کی نگرانی کرنے والی ایلونہ (Illona) صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں کہ انہوں نے جلسہ کے انتظامات وغیرہ دیکھنے کے بعد سوال کیا کہ جلسہ کا اتنا زیادہ خرچ کس طرح چلایا جاتا ہے؟ ان کو جماعتی خدمت اور چندوں کے نظام کا بتایا گیا۔ اس بات پہ بڑی حیران ہوئیں۔ پھر کہتی ہیں کہ جلسہ ایک ایسی تقریب ہے جو انسان کو اندر سے دھو کر ہلکا پھلکا بنا دیتا ہے۔ اب یہ احمدی نہیں، مسلمان نہیں، کہہ رہی ہیں کہ اس

تقریب میں شامل ہو کر لگتا ہے انسان اندر سے دھل گیا اور بڑا ہلکا پھلکا ہو گیا۔ جیسے شروع میں بچے کو نہانے سے خوف آتا ہے مگر وہ اس کے لئے نہایت ضروری ہوتا ہے ایسا ہی حال انسان کا جلسہ دیکھ کر ہوتا ہے۔ تو یہ میں نے کہا ناں کہ جلسہ غیروں پر بھی بڑا اثر ڈال رہا ہوتا ہے۔

ہنگری کے وفد میں یمن سے تعلق رکھنے والی ایک میڈیکل ڈاکٹر وفا صاحبہ ہیں۔ جلسہ میں شامل ہوئیں تو یہ بڑی پر جوش تھیں۔ دوسرے دن لجنہ سے جو خطاب تھا انہوں نے خواتین کی مارکی میں سنا۔ اس کے بعد مہمانوں سے جو میرا خطاب تھا وہ مردانہ ہال میں آکر سنا تو کہنے لگی کہ میں لجنہ مارکی میں ہی خوش تھی مجھے واپس لجنہ کی طرف چھوڑنے کا انتظام کر دیں۔ جامعہ کے وزٹ کے دوران بڑے شوق سے لائبریری دیکھی، بنیادی اسلامی کتب دیکھیں۔ باہر آکر کہنے لگی کہ ہر آیت بر موقع اور بر محل ہے اور ساتھ ہی جامعہ کی عمارت پر تحریر آیت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ دیکھیں کیسے بالکل صحیح جگہ پر لکھی ہوئی ہے۔ وہ آیت ہے۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔ (الزمر:70)

پھر مقدونیہ کا وفد ہے۔ جرمنی کے جلسہ میں مقدونیہ کے تراسی (83) افراد نے شرکت کی اور پچاس افراد ایک بس کے ذریعہ دو ہزار کلو میٹر کا سفر چونتیس گھنٹوں میں طے کر کے آئے جبکہ دیگر افراد دوسرے ذرائع استعمال کر کے شامل ہوئے۔ ان شامل ہونے والوں میں اکیس (21) احمدی تھے۔ انتیس (29) غیر احمدی مسلمان تھے۔ چودہ (14) عیسائی تھے۔ ان مہمانوں میں ایک بڑے شہر کے میئر بھی تھے۔ چار ٹی وی چینل کے چھ صحافی بھی شامل ہوئے۔ جلسہ کے تینوں دن جلسہ کے مناظر کی ریکارڈنگ کی۔ مختلف مہمانوں کے انٹرویو لئے اور انہوں نے کہا ہے اپنے اپنے ٹیلی ویژن کے لئے وہ ڈاکیومنٹری تیار کریں گے۔ جلسہ میں تین مسلمان پروفیسر بھی شامل ہوئے جو آپس میں دوست ہیں۔ ان میں سے ایک پروفیسر جو آئی ٹی کے پروفیسر ہیں جن کا نام جلادینی (Djeladini) صاحب ہے کہتے ہیں مَیں جلسہ سالانہ کی انتظامیہ اور مقدونیہ میں احمدی افراد کا ممنون ہوں جن کی دعوت پر میں جلسہ میں شامل ہوا۔ اس جگہ پر صحیح اسلامی تعلیمات کا ظہور ہو رہا تھا۔ اگرچہ اس سے قبل میں نے جماعت احمدیہ اور ان کے خلفاء کے بارے میں پڑھ اور سن رکھا تھا اور بہت سی باتیں جماعت کے خلاف سنی تھیں لیکن یہاں آکر ان سب کا جواب مل گیا۔ میں نے جماعت کے خلیفہ کو دیکھا۔ ان کی باتیں سنیں۔ ان سے بہت علم حاصل کیا۔ جو باتیں جماعت کے خلیفہ نے بیان کیں ان سے بہت زیادہ متاثر ہوں۔ پھر کہتے ہیں کہ خلیفہ کی باتیں سن کر میرا پختہ ایمان ہے کہ تمام دنیا کے افراد اس پیغام اور راستے کو اختیار کر لیں گے جو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے شروع ہوا ہے۔ میری طرف سے آپ کو سلام اور امن ملے۔

لتھوینیا سے پچاس افراد پر مشتمل وفد شامل ہوا۔ ان میں چالیس غیر از جماعت دوست تھے اور دس احمدی احباب تھے۔ **ایک صاحبہ کہتی ہیں** کہ جلسہ کے دوران ایسا محسوس ہوا جیسے میں جماعت کا ہی حصہ ہوں۔ یہ جلسہ ہمیں برابری، محبت اور دوسروں کی خدمت کرنے کا سبق دیتا ہے جس کا عملی مظاہرہ اس جلسہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

لتھوینیا سے تعلق رکھنے والے ایک جیرونی ماس (Jaronimas) صاحب ہیں وہ کہتے ہیں مَیں ایک مصنف ہوں اور یہاں اسلام کے بارے میں سیکھنے آیا ہوں۔ خدا کی وحدانیت کا درس جس انداز میں خلیفہ نے دیا ہے

اس نے مجھ پہ بہت اثر کیا۔ پھر کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا صرف عبادت ہی نہ کی جائے بلکہ خدا کو خوش کرنا مقصود ہونا چاہئے۔ اس بات نے میرا دل جیت لیا ہے۔ مَیں واپس جا کر جماعت کے بارے میں اخباروں میں کالم بھی لکھوں گا اور اپنے میگزین کا ایک پورا شمارہ صرف اس جماعت کے بارے میں شائع کروں گا۔ مجھے اس بات کا اندازہ ہے کہ ایسا کرنے سے مجھے مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن میں حق کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔ میرا دل یہاں آ کر نہایت خوش اور مطمئن ہوا ہے اور میں آپ سب کے لئے اور جماعت کے لئے بہت نیک تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں۔

تاجکستان سے ایک غیر از جماعت صاحب تھے رحیم صاحب۔ یہ سیاستدان بھی ہیں۔ یہ کہتے ہیں مجھے جلسہ میں پہلی دفعہ شامل ہونے کا موقع ملا اور جماعت احمدیہ کو نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملا۔ تمام کارکنان کا جذبہ میرے لئے مثال ہے کہ کس طرح دن رات کام ہو رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کے خلیفہ سے ملاقات میں مجھے میرے ذہن میں ابھرنے والے بہت سے سوالات کا جواب مل گیا ہے اور ان کے پاس بیٹھ کے لگتا ہے کہ آج وحدت اس جماعت کے پاس ہے۔ مسلمانوں کے آج کے دور میں حالات کے متعلق میرے سوال کا بہت جامع جواب دیا اور میں قائل ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ مستقبل میں تمام امت مسلمہ کو جمع کر سکتی ہے۔ مجھے یہ جماعت بہت سنجیدہ لگتی ہے۔ میں اس جلسہ اور خلیفہ کے ساتھ خوشگوار ملاقات کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔

تاجکستان کی ایک یونیورسٹی کی لیکچرر ہیں وہ کہتی ہیں کہ مجھے جماعت احمدیہ کا جلسہ اور انتظام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مہمان نوازی اور تعاون کی مثال میں نے زندگی میں پہلی دفعہ دیکھی ہے۔ جماعت احمدیہ کو یہاں بہت آزادی ہے اور خلیفہ وقت کا لجنہ سے خطاب آج کے مسائل کا حقیقی حل ہے۔ کاش ساری دنیا اس پر عمل کر سکے۔ مجھے امام جماعت سے ملاقات کا بھی موقع ملا۔ ان کو صحافت اور عصر حاضر کے مسائل پر کافی معلومات ہیں۔ میں ملاقات سے قبل یہی سمجھتی تھی کہ آپ صرف ایک دینی شخصیت ہیں لیکن جب میں نے باتیں کیں کافی معلومات ملیں اور انہوں نے یہ بالکل درست کہا ہے کہ دنیا میں میڈیا فساد کو پھیلانے میں شامل ہے۔ اگر میڈیا چاہے تو امن میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔ میری نیک خواہشات جماعت احمدیہ اور امام جماعت احمدیہ کے ساتھ ہیں۔

سینیگال کے ایک بڑے شہر امبور کے میئر بھی آئے تھے جو کہ سینیگال کے بڑے فرقہ 'مرید' کے خلیفہ کے نمائندے کی حیثیت سے جلسہ میں شامل ہوئے تھے وہاں انہوں نے سٹیج پہ مجھے ایک تحفہ بھی دیا تھا۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے خلیفہ کی بھی بیعت کی ہے لیکن یہاں پر بیعت کا جو نظارہ دیکھا ہے وہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ وہ جب یہ بات بیان کر رہے تھے تو بڑے جذباتی ہو گئے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو آنے لگے۔ کہنے لگے کہ ہمارا بھی ایک خلیفہ ہے مگر خلافت سے اتنی محبت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ ایسا نظارہ نہ کبھی پہلے دیکھا ہے اور نہ کبھی ایسے خلافت کی محبت دیکھی ہے۔ آج مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ کس طرح صحابہ جان فدا کرتے تھے۔ جو میں نے لوگوں کے دلوں کا جذبہ دیکھا ہے جو محبت دیکھی ہے مجھے یوں لگا کہ ایک ہی اشارہ اگر خلیفہ کریں تو کوئی ایسا بندہ نہیں ہو گا جو کام سے پیچھے ہٹے۔ اتنی محبت اور اطاعت میں نے دیکھی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمارا بھی تین دن کا جلسہ ہوتا ہے۔ جب ہمارا خلیفہ آتا ہے تو کوئی بندہ خاموشی سے نہیں بیٹھا ہوتا مگر یہاں جب خلیفہ آتا ہے تو سارے

خاموش ہو کر صرف اور صرف خلیفہ کی باتیں سننے کے لئے تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔ یہ میں نے نہ کسی دنیاوی اور نہ کسی دینی لیڈر کے ماننے والوں میں دیکھا ہے۔

جلسہ کے موقع پر تیسرے روز جو بیعت ہوئی تھی اس میں وہاں جو نئے بیعت کرنے والے 42 افراد تھے۔ انہوں نے بیعت کی اور ان کا تعلق سترہ مختلف قوموں سے تھا۔

البانیہ سے آنے والے ایک دوست برک صاحب کہتے ہیں میں احمدیت کا شدید مخالف تھا۔ میرا بھائی اور میرا دوست احمدیت میں داخل ہو چکے تھے۔ میں ہر ممکن کوشش کرتا تھا کہ میرے بھائی کو احمدیت سے نفرت ہو جائے۔ بالآخر ہمارے درمیان یہ طے ہوا کہ دونوں دعا کرتے ہیں جو سچا ہو گا وہ جیت جائے گا۔ تو کہتے ہیں مسلسل دعا کے بعد میرا جی چاہنے لگا کہ پہلے اپنی آنکھوں سے جا کر جلسہ سالانہ اور خلیفہ وقت کو دیکھوں تا کہ جو بھی فیصلہ کروں وہ نامکمل علم کی بنیاد پر نہ ہو۔ چنانچہ گزشتہ سال میں جلسہ میں شامل ہوا تو مجھے کچھ اطمینان ہوا مگر پھر بھی کچھ بے چینی تھی۔ چنانچہ فیصلہ کن وقت آ گیا اور مجھے خلیفہ وقت کا چہرہ دکھائی دیا اور جب میری نظر پڑی تو اسی وقت میری ساری دشمنی بغض نفرت اور سارے شکوک دل سے نکل گئے۔ اب میرے پاس انکار کی گنجائش نہ تھی۔ چنانچہ جلسہ سے واپس آ کر میں نے بیعت فارم پُر کر دیا۔ اب اس دفعہ میں آیا ہوں اور بیعت کرنے کی توفیق پائی ہے۔ اور پھر یہ بیان کرتے ہیں کہ اس دوران مجھے ایک اور مشکل یہ پیش آئی کہ میری منگیتر احمدی نہیں ہونا چاہتی تھی۔ چنانچہ کوشش کر کے اسے اپنے ساتھ یہاں لے کر آیا ہوں۔ میری منگیتر نے جب خلیفہ وقت کا لجنہ میں خطاب سنا تو اسی وقت اس نے احمدی ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ میری منگیتر نے کہا جس جماعت کے پاس اس قدر شفیق اور محبت کرنے والا خلیفہ ہو اسے ایک وجود سے ساری برکتیں مل گئی ہیں جو باقی مسلمانوں کے پاس نہیں ہیں۔ اب ہم جلدی ہی بطور احمدی شادی کریں گے۔

جلسہ سالانہ جرمنی کی میڈیا کوریج کی رپورٹ یہ ہے۔ انٹرنیشنل میڈیا میں رائٹرز ورلڈ، یورپین نیوز ایجنسی، میسی ڈونیا ٹی وی کے تین جرنلسٹ، لتھوینیا، اسرائیل اور بعض آن لائن اخبارات کے نمائندگان شامل ہوئے۔ نیشنل لیول پر جرمنی کے چار ٹی وی سٹیشن اور دو پرنٹ میڈیا اور ایک ریڈیو کے نمائندے موجود تھے۔ اس کے علاوہ نیشنل نیوز ایجنسی کے نمائندے بھی شامل تھے۔ لوکل لیول پر دو ٹی وی چینل، دو ریڈیو سٹیشن، دو پرنٹ میڈیا اور ایک اخبار کے نمائندے شامل تھے۔ مجموعی طور پر جرمنی میں جلسہ سالانہ کے تینوں دنوں کی کوریج ہوئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق چار ٹی وی چینلز، دو ریڈیو چینل اور چھیالیس اخبارات اور دیگر میڈیا کے ذریعہ چھ کروڑ اٹھائیس لاکھ ستاون ہزار افراد تک پیغام پہنچا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مزید آرٹیکلز آ رہے ہیں۔

میڈیا کوریج جلسہ سالانہ بیلجیم۔ یہاں بھی بعض تاثرات تھے جو صحیح طرح ابھی اکٹھے نہیں کئے جا سکے۔ بعد میں ماجد صاحب کی رپورٹ میں آ جائیں گے۔ لیکن بہرحال جو میڈیا کوریج ہے بیلجین ٹی وی چینل اور تین اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں جن کے ذریعہ دو ملین افراد تک پیغام پہنچا۔ بیلجین ٹی وی اور اخباروں میں جلسہ کے حوالے سے خبریں نشر ہوئیں تو دِلبیک جہاں جلسہ ہو رہا تھا۔ چھوٹا تو نہیں ایک درمیانہ قصبہ ہے چھیالیس ہزار آبادی

ہے اس کی۔ بلکہ اب تو شہر بن رہا ہے۔ اس میں پچھلے دس بارہ سالوں میں کافی وسعت ہو گئی ہے۔ بعض لوگوں نے فون کر کے حیرت کا اظہار کیا کہ دلبیک میں چار ہزار مسلمان جمع ہوئے اور ہمیں پتہ ہی نہیں چلا۔ ان کے نزدیک چار ہزار مسلمان جہاں اکٹھے ہو جائیں تو وہاں ضرور فتنہ اور فساد ہونا چاہئے تھا یا ہنگامہ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن کہتے ہیں کہ چار ہزار مسلمان جمع ہوئے اور ہمیں پتہ نہیں چلا۔ ہمیں اس اجتماع سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی قسم کا شور ہم نے سنا۔

پھر ایم ٹی اے افریقہ کے ذریعہ افریقہ کے جو مختلف ممالک ہیں ان کے ٹی وی چینلز نے پروگرام دیئے۔ ریویو آف ریلیجنز نے آن لائن ایک نیا پروگرام شروع کیا ہوا ہے اس کے ذریعہ سے تقریباً دو ملین (1.98 ملین) لوگوں تک جلسہ کی کارروائی پہنچی۔ لوگوں کے تو تاثرات بے شمار ہیں۔ اخبار اور میڈیا کی خبروں کی تفصیلیں بھی ایسی ہیں جن سے اسلام کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش ہوتی ہے اور دنیا کو پتہ چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان جلسوں کے دیرپا اور نیک اثرات قائم فرماتا چلا جائے۔

نماز کے بعد مَیں کچھ جنازے غائب پڑھاؤں گا۔

پہلا جنازہ جو ہے وہ سید حسنات احمد صاحب (کینیڈا) کا ہے۔ 27/ اگست کو 92 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت ڈاکٹر سید شفیع احمد صاحب محقق دہلوی اور سیدہ قریشہ طاہر صاحبہ المعروف بیگم شفیع کے بیٹے تھے۔ سلسلہ کا درد رکھنے والے نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ آپ ان ابتدائی لوگوں میں سے تھے جو ستّر کی دہائی میں کینیڈا آئے۔ جنہوں نے کینیڈین میڈیا میں اور وفاقی، صوبائی اور مقامی سطح پر جماعت کو متعارف کروایا۔ پاکستان میں احمدیوں پر مظالم کے خلاف آواز بلند کی اور تمام اقلیتوں کے حقوق کے لئے تا دم آخر کوشاں رہے۔ آپ ہیومن رائٹس اینڈ ریس ریلیشن سینٹر کے بانی تھے۔ نیو کینیڈا اخبار کے پبلشر اور چیف ایڈیٹر تھے۔ متعدد کتب کے مصنف تھے۔ 1982ء میں آپ نے کینیڈین ٹی وی راجرز چینل پر بغیر اجرت جماعت کے پروگرام پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور دنیا بھر میں سب سے پہلی دفعہ 12/ دسمبر 1982ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء کی تصاویر اور اسلام اور احمدیت کے پروگرام کینیڈین ٹی وی پر پیش کرنے کی توفیق پائی۔ 85-86ء میں احمدیہ گزٹ کینیڈا کے ایڈیٹر رہے۔ انسانی حقوق کی خدمات کے طور پر حکومت کینیڈا نے ان کے نام کا ڈاک ٹکٹ مع تصویر جاری کیا۔ حکومت کینیڈا اور مختلف تنظیموں نے انہیں بہت سے انعامات اعزازات اور ایوارڈز دیئے۔ کینیڈا کی جماعت میں تین مرتبہ نیشنل سیکرٹری امور خارجہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ 1988ء میں آپ نے کینیڈا میں پناہ لینے والے احمدیوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک پندرہ روزہ اخبار نیو کینیڈا شائع کرنا شروع کیا جس کے اداریوں کے ذریعہ حکومت سے کینیڈا میں نئے آنے والوں کے حقوق منوانے کی توفیق پاتے رہے۔ اس اخبار میں احمدیت کے عقائد اور احمدیوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک نڈر صحافی کا کردار ادا کیا۔ اسی طرح انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا تعارف بھی لکھا اور اس کو compile کیا وہ بھی ان کی ایک بہت علمی کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے

مغفرت کا سلوک اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا جنازہ مبارکہ شوکت صاحبہ کا ہے جو حافظ قدرت اللہ صاحب سابق مبلغ ہالینڈ اور انڈونیشیا کی اہلیہ تھیں۔ 8/ ستمبر کو 94 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ محترم ابو عبد اللطیف صاحب کی بیٹی تھیں۔ ان کی شادی 1940ء میں حافظ قدرت اللہ صاحب کے ساتھ ہوئی جو واقف زندگی اور سلسلہ کے ابتدائی مبلغین میں سے تھے۔ ان کا یہ ساتھ 53 سال جاری رہا۔ تقریباً 20 سال کا عرصہ وہ ہے جبکہ حافظ صاحب کے میدان جہاد میں ہونے کی وجہ سے، تبلیغ کے میدان میں ہونے کی وجہ سے، ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ اکیلے ہی ادا کیا۔ پرانے مبلغین کی بیویوں نے بھی بڑی قربانیاں دی ہوئی ہیں۔ پندرہ بیس سال تک اپنے خاوندوں سے علیحدہ رہی ہیں۔

بہت نیک اور بزرگ دعا گو عبادت گزار خاتون تھیں۔ بچوں کو قرآن کریم پڑھانے والی، ضرورت مند کی ہر ممکن مدد کرنے والی مخلص خاتون تھیں۔ تہجد کا اہتمام کرنے والی، خدمت دین کے کاموں میں بھرپور شرکت کرنے والی، خلافت سے مضبوط اور اعلیٰ تعلق تھا۔ قتلان (Catalan) زبان میں جماعت کی طرف سے شائع ہونے والے ترجمہ قرآن کا سارا خرچ اپنی طرف سے، حافظ صاحب اور فیملی کی طرف سے پیش کرنے کی توفیق پائی۔ انڈونیشیا میں ایک مسجد کی تعمیر کا سارا خرچ بھی فیملی کی طرف سے ادا کرنے کی سعادت پائی۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا عزیز اللہ صاحب ہیں۔ تین بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ یہ عطاء المجیب راشد صاحب کی ممانی تھیں۔

اور تیسرا جنازہ چوہدری خالد سیف اللہ صاحب نائب امیر جماعت آسٹریلیا کا ہے جو 16/ ستمبر کو 87 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے دادا چوہدری محمد خان صاحب نمبر دار موضع گل منج ضلع گورداسپور کے ذریعہ آئی جنہوں نے 1890ء میں نوجوانی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ چوہدری محمد خان صاحب کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ آپ کو احمدیت کا پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ذاتی طور پر دیا تھا۔ یہ قادیان گئے۔ وہاں نماز عصر کا وقت جا رہا تھا تو انہوں نے کہا کہ نماز پڑھ لیتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کے لئے گئے تو وہاں نماز ختم ہو چکی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر آ رہے تھے۔ سلام کیا۔ یہ لوگ نماز پڑھنے لگ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہیں بیٹھ گئے اور جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو ان کو پوچھا کہ آپ لوگوں کو میرا پیغام پہنچا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ کوئی اعلان وغیرہ نہیں پہنچا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو اپنے ساتھ کمرے میں لے گئے۔ کہتے ہیں وہاں الماری میں لٹریچر پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا تمہارے گاؤں میں جتنے پڑھے لکھے لوگ ہیں ان کے لئے لے جاؤ۔ تو یہ کہتے ہیں کہ پڑھے لکھے لوگ تو تین چار تھے میں نے چودہ پندرہ کی تعداد میں وہ لٹریچر اٹھا لیا۔ جو آپ کے دعوے کا بھی اعلان تھا میں لے گیا۔ اس کے بعد اس کو پڑھا۔ اس سے بڑا متاثر ہوا۔ اور پھر سیکھواں گاؤں جو تھا وہاں کے حضرت میاں جمال دین صاحب اور حضرت میاں خیر دین صاحب رہا کرتے تھے وہ ان کے

واقف تھے۔ تو یہ لوگ لٹریچر پڑھنے کے بعد ان کے پاس لے گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ہم نے تو مان لیا ہے تم لوگ قبول کر لو۔ چنانچہ چوہدری محمد خان صاحب سیکھواں سے سیدھے قادیان چلے گئے۔ قادیان پہنچ کر آپ نے بیعت کی درخواست کی جو منظور ہوئی اور اس طرح پھر بیعت کر کے آپ جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ بیعت کے بعد کہتے ہیں کہ ایک روز چوہدری محمد خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں دبا رہے تھے تو انہوں نے جھجکتے ہوئے عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی وظیفہ بتائیں جس سے میری دین و دنیا سنور جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا وظیفہ یہی ہے کہ نماز سنوار کر ادا کیا کرو۔ استغفار کثرت سے پڑھا کرو۔ بعد میں پھر ایک مرتبہ اسی طرح پاؤں دباتے ہوئے آپ نے دوبارہ عرض کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ استغفار اور درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔ چنانچہ آپ عمر بھر اس پر عمل پیرا رہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی یہ روایت لکھی ہوئی ہے۔

(مأخوذ از سیرت المہدی جلد 1 حصہ دوم صفحہ 436-437، جلد اول حصہ سوم صفحہ 530-531)

یہ پہلی باتیں تو ان کے دادا کی بتائی تھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے تھیں۔

مکرم چوہدری خالد سیف اللہ صاحب کے بارے میں یہ ہے کہ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں جہاں بھی رہے جماعتی خدمات بجالاتے رہے جن میں یہ صدر ممبر سٹینڈنگ کمیٹی برائے صد سالہ جوبلی بھی رہے ہیں۔ خدام الاحمدیہ کی مرکزی شوریٰ کی دستور کمیٹی کے صدر بھی رہے۔ جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ فیصل آباد بھی رہے۔ فنانشل سیکرٹری مرکزی احمدیہ انجنیئرنگ ایسوسی ایشن بھی رہے۔ صدر حلقہ سول لائن لاہور اور تربیلا بھی رہے۔ بن غازی لیبیا کے امیر جماعت بھی رہے۔ انصار اللہ آسٹریلیا کے صدر بھی رہے۔ نائب امیر جماعت احمدیہ آسٹریلیا بھی رہے اور محمود بنگالی صاحب کی وفات کے بعد کچھ عرصہ کے لئے ان کو قائمقام امیر جماعت آسٹریلیا بھی مَیں نے مقرر کیا تھا۔ اس کی بھی انہوں نے بڑے احسن رنگ میں خدمت کی توفیق پائی۔ خلافت سے ان کا غیر معمولی وفا اور اطاعت کا تعلق تھا۔ بیشمار اَور بھی ان کی خدمات ہیں بہرحال بھرپور زندگی انہوں نے گزاری۔ بڑے علمی آدمی تھے۔ جماعت کے جرائد اور رسائل میں ان کے مضامین بھی چھپتے رہے ہیں۔

لیکن انتہائی سادہ مزاج تھے۔ ہر وقت مسکراتے رہنے والے صلح جُو انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ اور آپ کے بڑے بیٹے محمد عمر خالد صاحب تو یہیں یُوکے میں ہی ہیں، مارڈن کے صدر حلقہ ہیں۔ چھوٹے بیٹے احمد عمر خالد آسٹریلیا میں نیشنل سیکرٹری وقف جدید کے طور پر خدمت بجالا رہے ہیں۔ باقی ان کی بیٹیاں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی سب اولاد کو ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 05 اکتوبر 2018ء تا 11 اکتوبر 2018ء جلد 25 شمارہ 40 صفحہ 05 تا 09)

39

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28 ستمبر 2018ء بمطابق 28 تبوک 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ دورے سے پہلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جو جنگ بدر میں شریک ہوئے ان کے حالات و واقعات بیان کر رہا تھا۔ آج پھر یہی مضمون دوبارہ شروع ہو گا۔ **آج جن صحابہ کا ذکر ہے ان میں سے ایک ہیں حضرت عُمارہ بن حَزم۔** حضرت عُمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن ستر صحابہ میں شامل ہیں جو بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے تھے۔ ان کے بھائی حضرت عَمْرو بن حَزم اور حضرت مُعَمّر بن حَزم بھی صحابی تھے۔ غزوۂ بدر، غزوۂ احد سمیت دیگر تمام غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ فتح مکہ کے دن بنو مالک بن نجار کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارہ کی مؤاخات حضرت محرز بن نضلہ سے کروائی، ہجرت کے بعد ان کا بھائی بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو مرتدین کا فتنہ اٹھا اور انہوں نے جنگ شروع کی مسلمانوں کے ساتھ ان کے خلاف لڑائی میں بھی حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ یہ شامل ہوئے اور جنگِ یمامہ میں ان کی شہادت ہوئی۔ (اصحاب بدر از قاضی محمد سلیمان صفحہ 182 مکتبہ اسلامیہ لاہور 2015ء)

ان کی والدہ کا نام خالدہ بنت انس تھا۔ (سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 455 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

ابو بکر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سَہْل کو سانپ نے کاٹ لیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں حضرت عمارہ بن حزم کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ دم کریں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو مرنے کے قریب ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عمارہ کے پاس لے جاؤ وہ دم کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 10 صفحہ 771 باب الرابع فیما علمہ ﷺ لاصحابہ من لدغۃ العقرب مطبوعہ 1995ء قاھرہ)

یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی آپ کو یہ دم سکھایا تھا اور دعا سکھائی ہو گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ حضرت عمارہ کے دَم کے محتاج تھے یا آپ نہیں کر سکتے تھے۔ لوگوں کو خاص طور پر بعض کاموں کے لئے مقرر کیا ہوا تھا اور اس کے پیچھے بہر حال قوت قدسی اور برکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تھیں۔ سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ مسجد نبوی میں منافقین آیا کرتے تھے اور مسلمانوں کی باتیں سن کر بعد میں ان کا تمسخر اڑاتے تھے، ان کے دین کا استہزاء کیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ سامنے بھی ایسی باتیں

کر لیا کرتے تھے۔ ایک دن منافقین میں سے کچھ لوگ مسجد نبوی میں جمع ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آپس میں سرگوشیاں کرتے دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق حکم دیا کہ ان کو مسجد سے نکال دو۔ پس وہ مسجد سے نکال دیئے گئے۔ حضرت ابو ایوب، عمر بن قیس کی طرف گئے جو بنو غنم بن مالک بن نجار میں سے تھا اور وہ جاہلیت کے زمانے میں ان کے بتوں کا نگران بھی تھا۔ انہوں نے اسے ٹانگ سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے مسجد سے باہر نکال دیا۔ وہ کہتا جارہا تھا کہ اے ابو ایوب! کیا تو مجھے بنو ثعلبہ کی مجلس سے نکالے گا؟ پھر آپ رافع بن ودیعہ کی طرف گئے اور وہ بھی بنو نجار میں سے تھا۔ اسے بھی اپنی چادر میں لپیٹا اور زور سے کھینچا اور ایک تھپڑ مار کے اس کو مسجد سے باہر نکال دیا۔ ابو ایوب کہہ رہے تھے کہ اے خبیث منافق تجھ پر لعنت ہو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے دور چلا جا۔ حضرت عمارہ بن حزم، زید بن عمرو کی طرف گئے اور اس کی داڑھی سے اسے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئے اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ پھر حضرت عمارہ نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر اتنے زور سے مارے کہ وہ گر گیا۔ اس نے کہا اے عمارہ! تو نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔ اس پر حضرت عمارہ نے کہا کہ اے منافق! اللہ تجھے ہلاک کرے۔ جو عذاب اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کیا ہے وہ اس سے زیادہ شدید ہے۔ پس آئندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے قریب نہ آنا۔

(سیرت ابن هشام صفحه 246 باب من اسلم من احبار يهود نفاقا مطبوعه دار ابن حزم 2009ء)

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے جارہے تھے راستے میں ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصویٰ گم ہو گئی۔ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے ڈھونڈھنے کے لئے نکلے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عمارہ بن حزم بھی تھے جو کہ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے اور بدری صحابی تھے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، اور حضرت عمرو بن حزم کے بھائی تھے۔ بیان کرنے والے پھر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمارہ کے ہودج میں زید بن صلت تھا، یعنی وہ ان لوگوں میں شامل تھا جو ان کی سواریوں وغیرہ پہ مقرر تھا، جو اونٹ کی سواری تھی اس پہ ہودج رکھنے والا تھا۔ وہ قبیلہ بنو قینقاع سے تعلق رکھتا تھا اور یہودی تھا۔ اونٹ کی سواری کے لئے بیٹھنے کی جو سیٹ ہوتی ہے اس کو رکھنے والے بعض لوگ مقرر تھے۔ یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور اس نے نفاق ظاہر کیا۔ زید جو مسلمان ہوا تھا لیکن دل میں منافقت تھی بڑا معصوم بن کے پوچھنے لگا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ نبی ہیں اور وہ تمہیں آسمان کی خبروں سے آگاہ کرتے ہیں جبکہ وہ خود نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں گئی ہے۔ اس وقت حضرت عمارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ یہ بات آپ تک بھی کسی طرح پہنچی یا اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً ایک شخص نے کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو تو بتاتا ہے کہ وہ نبی ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ تم لوگوں کو آسمان کی خبروں سے آگاہ کرتا ہے جبکہ وہ خود نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے۔ اس پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا ماسوائے اس کے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا ہے۔ غیب کا علم تو میں نہیں جانتا، ہاں اللہ تعالیٰ بتاتا ہے تو میں بتاتا ہوں۔ اور پھر آپ نے اس منافق کا منہ بند کرنے کے لئے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے خبر بھی دے

دی پھر کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹنی کے متعلق بتایا ہے کہ وہ فلاں فلاں گھاٹی میں ہے اور ایک گھاٹی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی مہار ایک درخت سے اٹک گئی ہے پس جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔ پس صحابہ گئے اور اسے لے آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس منافق کا منہ بند کرنے کے لئے یہ بھی آپ کو نظارہ دکھا دیا کہ اونٹنی کہاں ہے اور کس جگہ کھڑی ہے۔

بیہقی اور ابونُعیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمارہ اپنے ہودج کی طرف گئے اور کہا اللہ کی قسم آج ایک عجیب بات ہوئی ہے۔ ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک شخص کی بات کے متعلق بتایا جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا تھا۔ یہ واضح ہو گیا کہ جو منافق کی بات تھی اس کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو آگاہ فرمایا تھا اور وہ زید بن صلت کی بات تھی۔ حضرت عمارہ کے ہودج میں سے ایک شخص نے بتایا کہ اللہ کی قسم زید نے آپ کے آنے سے پہلے وہ بات کی ہے جو آپ نے ابھی بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ تو زید نے آپ کے آنے سے پہلے بالکل یہی بات تھی۔

اس پر حضرت عمارہ نے زید کو گردن سے دبوچ لیا اور اپنے ساتھیوں کو کہنے لگے کہ اے اللہ کے بندو! میرے ہودج میں ایک سانپ تھا اور میں اس کو اپنے ہودج سے باہر نکالنے سے بے خبر تھا اور زید کو مخاطب کر کے کہا کہ آئندہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زید نے بعد میں توبہ کر لی اور بعض کا خیال ہے کہ اسی طرح شرارتوں میں ملوث رہا حتّٰی کہ مر گیا۔

(تاریخ الخمیس جلد 3 صفحہ 18 غزوہ تبوک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2009ء)

حضرت زیاد بن نُعیم حضرت عمارہ بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار باتیں ایسی ہیں کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ مسلمانوں میں سے ہو گیا اور جس نے ان میں سے ایک بھی چھوڑی تو باقی تین اسے کچھ فائدہ نہیں دیں گی۔ حضرت زیاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمارہ سے پوچھا کہ وہ چار باتیں کون سی ہیں تو انہوں نے بتایا کہ وہ نماز ہے، زکوٰۃ ہے، روزہ ہے اور حج ہے۔

(اسد الغابہ جلد 4صفحہ 129 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان چاروں باتوں پہ ایمان لانا اور عمل کرنا ضروری ہے۔ نماز بھی فرض ہے۔ زکوٰۃ بھی جن پر فرض ہے

ان پر ضروری ہے۔ روزہ بھی صحت کی حالت میں رکھنا ضروری ہے۔ اور حج بھی جن پر فرض ہے ضروری ہے، جو ادا کر سکتے ہیں یہ فریضہ ان کو ادا کرنا ضروری ہے۔ بہرحال ان چاروں باتوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اب یہ باتیں اسد الغابہ میں لکھی ہوئی ہیں۔ یہی کتابیں ہیں، مسلمان خود ہی اپنے مسلمان ہونے کی تعریف بیان کرتے ہیں اور خود ہی ایسے بھی علماء پیدا ہو گئے ہیں جو کفر کے فتوے لگاتے ہیں اور انہوں نے مسلمان ہونے کی اپنی اپنی تعریف بنائی ہوئی ہے۔

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہو گا آج وہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ ان کا تعلق بنو ھُذَیل قبیلہ سے تھا اور ان کی والدہ کا نام اُمّ عبد ہے۔ ان کی وفات 32 ہجری میں ہوئی۔ ان کے والد کا

نام مسعود بن غافل تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود کا شمار ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے ہوتا ہے۔ حضرت عمر کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ بنت خطاب اور ان کے شوہر حضرت سعید بن زید نے جب اسلام قبول کیا تو آپ بھی اسی وقت مسلمان ہوئے تھے۔ (اسد الغابہ جلد 3صفحہ 381-382، 387مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارقم میں داخل ہونے سے قبل ہی ایمان لے آئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 112 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

وہ جگہ جو مکہ میں مسلمانوں کے اکٹھے ہونے کے لئے بنائی گئی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے والا چھٹا شخص تھا۔ اس وقت روئے زمین پر ہم چھ اشخاص کے علاوہ کوئی مسلمان نہیں تھا۔ اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں سن تمیز کو جب پہنچ گیا، ایسی عمر کو جب پہنچ گیا جب صحیح پہچان بھی ہوتی ہے، اچھے برے کا فرق پتہ لگ جاتا ہے، بلوغت کی عمر ہوتی ہے۔ ایک دن عقبہ بن ابی مُعَیط کی بکریاں چرا رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابو بکر بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے لڑکے تیرے پاس کچھ دودھ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں ہے مگر میں امین ہوں دے نہیں سکتا۔ بچپن سے ہی ان میں بڑی نیکی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بکری لے آؤ جو گابھن نہ ہو، ایسی بکری جو گابھن نہیں ہے، دودھ نہیں دے رہی اسے لے آؤ۔ کہتے ہیں مَیں ایک جوان بکری آپ کے پاس لے گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاؤں باندھ دیئے، اس کے تھن پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور دعا کی یہاں تک کہ اس کا دودھ اتر آیا۔

پھر حضرت ابو بکر ایک برتن لے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اس کا دودھ دھویا اور حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ پیو۔ حضرت ابو بکر نے دودھ پیا۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا اور پھر آپ نے تھنوں پہ اپنا ہاتھ پھیرا اور کہا کہ سکڑ جاؤ اور وہ سکڑ گئے اور پہلے جیسے ہو گئے۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے بھی اس کلام میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ نے پڑھا ہے۔ اس پر آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم سیکھے سکھائے نوجوان ہو۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ قرآن کریم کی ستّر سورتیں یاد کی ہیں، براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے یاد کی تھیں۔

(اسد الغابہ جلد 3صفحہ 382 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی سیرۃ خاتم النبیین میں لکھتے ہیں کہ "عبد اللہ بن مسعود..... جو غیر قریشی تھے اور قبیلہ ہُذَیل سے تعلق رکھتے تھے..... ایک بہت غریب آدمی تھے اور عقبہ بن ابی معیط رئیس قریش کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آگئے اور آپ کی صحبت سے بالآخر نہایت عالم و فاضل بن گئے۔ فقہ حنفی کی بنیاد زیادہ تر انہی کے اقوال و اجتہادات پر مبنی ہے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 124)

ان کے دینی علم کی فضیلت کے بارے میں یہ روایت ہے: حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ لوگ جانتے

ہیں کہ میں ان سب میں سے کتاب اللہ کا خوب عالم ہوں۔ قرآن مجید میں کوئی سورۃ یا آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کب اتری اور کہاں اتری۔ ابووائل راوی کہتے ہیں کہ اس بیان کا کسی نے انکار نہیں کیا۔

(اصحاب بدر از قاضی محمد سلیمان صفحہ 107 مکتبہ اسلامیہ لاہور 2015ء)

جب حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ بات کہی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چار صحابہ سے قرآن کریم پڑھنے اور سیکھنے کی نصیحت فرمائی ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا نام سرفہرست ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب عبد اللہ بن مسعودؓ حدیث 3760)

دیباچہ تفسیر القرآن میں اس کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ چونکہ لوگوں میں حفظ قرآن کریم کا اشتیاق بہت تیز ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم پڑھانے والے استادوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی جو سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ کر کے آگے لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ یہ چار چوٹی کے استاد تھے جن کا کام یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف پڑھیں اور لوگوں کو قرآن پڑھائیں۔ پھر ان کے ماتحت اور بہت سے صحابہ ایسے تھے جو لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ ان چار بڑے استادوں کے نام یہ ہیں: عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب۔ ان میں سے پہلے دو مہاجر ہیں اور دوسرے دو انصاری۔ کاموں کے لحاظ سے عبداللہ بن مسعود ایک مزدور تھے، سالم ایک آزاد شدہ غلام تھے، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب مدینہ کے رؤسا میں سے تھے۔ گویا ہر گروہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گروہوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قاری مقرر کر دیئے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْد وَسَالِمٍ وَ مَعَاذِ ابْنِ جَبَل وَ أُبَیِّ بِن کَعْبٍ۔

جن لوگوں نے قرآن پڑھنا ہو وہ ان چار سے قرآن پڑھیں۔ عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ بن جبل اور اُبی بن کعب۔ حضرت مصلح موعودؓ بعد میں لکھتے ہیں کہ یہ چار تو وہ تھے جنہوں نے سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا یا آپ کو سنا کر اس کی تصحیح کرا لی لیکن اس کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست بھی کچھ نہ کچھ قرآن سیکھتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ عبداللہ بن مسعود نے ایک لفظ کو اَور طرح پڑھا تو حضرت عمر نے ان کو روکا اور کہا کہ اس طرح نہیں اس طرح پڑھنا چاہئے۔ اس پر عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ نہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح سکھایا ہے۔ حضرت عمر اُن کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ یہ قرآن غلط پڑھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عبداللہ بن مسعود پڑھ کر سناؤ۔ جب انہوں نے پڑھ کر سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ٹھیک ہے۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! مجھے تو آپ نے یہ لفظ اور رنگ میں سکھایا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ بھی ٹھیک ہے جس طرح تم پڑھ رہے ہو۔ تو حضرت مصلح موعودؓ نے نتیجہ نکالا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی چار صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن نہیں پڑھتے تھے بلکہ

دوسرے لوگ بھی پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر کا یہ سوال کہ مجھے آپ نے اس طرح پڑھایا ہے بتاتا ہے کہ حضرت عمر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھتے تھے۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 427-428)

ایک روایت میں ہے کہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے قرآن کو علی الاعلان پڑھنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود ہی تھے۔ چنانچہ یہ واقعہ اس طرح ملتا ہے کہ ایک دن صحابہ جمع تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ قریش نے قرآن کی بلند آواز تلاوت کبھی نہیں سنی۔ کیا کوئی شخص ان کو سنا سکتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ مَیں سنا سکتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں کفار تمہیں تکلیف نہ پہنچائیں۔ تم تو مزدور آدمی ہو تمہارے بجائے کوئی اور بااثر شخص ہو کہ کفار اگر اسے مارنا بھی چاہیں گے تو اس کا قبیلہ اسے بچا لے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہنے لگے کہ اس کی فکر نہ کرو مجھے اللہ بچائے گا۔ عجیب جوش تھا ان صحابہ میں۔ دوسرے دن چاشت کے وقت صبح کو آپ نے مقام ابراہیم پہنچ کر بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ پڑھنا شروع کر دیا۔ قریش جو کہ اپنی مجالس میں بیٹھے تھے آپ کے اس عمل سے حیران ہوئے۔ بعض نے کہا یہ تو انہی عبارتوں میں سے پڑھ رہا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں۔ یہ سن کر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے منہ پر مارنا شروع کر دیا مگر آپ پڑھتے رہے اور جتنا پڑھنے کا ارادہ کیا تھا پڑھا۔ بعد میں جب حضرت عبداللہ بن مسعود اصحاب کے پاس واپس گئے تو آپ کے منہ پر طمانچوں کے نشان دیکھ کر صحابہ کہنے لگے کہ ہمیں اسی بات کا خطرہ تھا کہ تمہیں مار پڑے گی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ یہ خدا کے دشمن میری نظر میں اتنے بے حقیقت کبھی نہ تھے جتنے اس وقت تھے جب وہ مجھے مار رہے تھے۔ اگر تم چاہو تو میں کل بھی ایسا ہی کرنے کو تیار ہوں۔ صحابہ نے کہا نہیں اتنا ہی کافی ہے تم نے انہیں وہ چیز سنا دی ہے جسے وہ سننا ہی نہیں چاہتے تھے۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 383 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود کے اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پاس رکھ لیا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرما دیا تھا کہ جب تم میری آواز سن لیا کرو اور گھر میں پردہ نہ پڑا ہو تو بلا اجازت اندر آ جایا کرو۔ گھر میں اگر پردہ گرا ہوا ہے تو پھر بغیر پوچھے نہیں آنا اور اگر پردہ اٹھا ہوا ہے، دروازہ کھلا ہے میری آواز سن لی ہے تم نے تو آ جایا کرو تمہیں اجازت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کوئی اس وقت، کوئی خواتین وغیرہ نہیں ہیں۔ آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کام کرتے تھے۔ آپ کو جوتی پہناتے۔ کہیں ساتھ جانے کی ضرورت ہوتی تو ساتھ جاتے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے تو آپ پردہ لے کر کھڑے رہتے۔ صحابہ میں آپ صاحب السواک کے لقب سے مشہور تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 383 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت کے مطابق آپ کو صاحب السواک، صاحب الوساد اور صاحب النعلین بھی کہا جاتا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 113 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

عبداللہ بن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار، آپ کا بستر بچھانے والے، آپ کی مسواک اور نعلین وغیرہ رکھنے والے تھے۔ یہ جو عربی کے لفظ بولے گئے ہیں وہ یہ تھے کہ آپؐ کا بستر بچھانے والے تھے، مسواک کرواتے تھے، وضو کرواتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہانے کا انتظام کرتے تھے، آپ کا بستر بچھاتے تھے۔ بستر بچھانے والے کو صاحب السواد کہتے ہیں۔ اور آپ کی نعلین مبارک، جوتیاں رکھنے اور ٹھیک کرنے کا کام بھی کرتے تھے اس لئے صاحب النعلین بھی آپ کو کہا جاتا ہے۔ وضو کا پانی رکھنے والے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر میں ہوتے تو آپ ہی یہ کام کرتے۔

ابو ملیح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل فرماتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود پردہ کرتے تھے اور جب آپ سوتے تو آپ کو بیدار کرتے تھے۔ آپ کے ہمراہ سفر میں مسلح ہو کر جاتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 113مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

حضرت ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم یمن سے نئے نئے پہلی دفعہ آئے تو یہی سمجھتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ ان کی اور ان کی والدہ کی آمد ورفت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بہت زیادہ تھی۔

(اسد الغابہ جلد 3صفحہ 384 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

گھر میں آنا جانا بہت زیادہ تھا۔ جتنا کام کرتے تھے اور والدہ بھی آتی جاتی تھیں تو اس سے یہ کہتے ہیں کہ ہم جب نئے نئے مدینہ میں آئے تو ہم سمجھے کہ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود دونوں ہجرتوں میں شامل تھے ہجرت حبشہ میں بھی اور ہجرت مدینہ میں بھی۔ غزوۂ بدر، احد، خندق اور بیعت رضوان وغیرہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جنگ یرموک میں بھی شامل ہوئے۔ آپ ان صحابہ میں بھی شامل تھے جنہیں حضورؐ نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی تھی۔ (اسد الغابہ جلد 3صفحہ 383 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غزوہ بدر میں ابوجہل کو انجام تک پہنچانے میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا بھی حصہ ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ بدر کے اختتام پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی ہے جو ابوجہل کے بارے میں درست خبر لائے۔ عبداللہ بن مسعود گئے اور دیکھا کہ ابوجہل جنگ کے میدان میں شدید زخمی ہے اور جان کنی کی حالت میں پڑا ہے۔ اسے عفراء کے بیٹوں نے اس حالت میں پہنچایا تھا۔ حضرت ابن مسعود نے اس کی داڑھی سے پکڑ کر کہا کہ کیا تم ہی ابوجہل ہو؟ اس نے اس حالت میں بھی بڑے غرور سے جواب دیا۔ کیا کبھی مجھ سے بڑا سردار بھی تم نے مارا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جھل حدیث3962)

پہلی روایت تو بخاری کی تھی اس کے بارے میں صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کی داڑھی کو پکڑ کر کہا کہ کیا تو ابوجہل ہے؟ اس پر ابوجہل نے کہا کیا تم نے آج سے پہلے میرے جیسا بڑا آدمی قتل

کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں ابو جہل نے کہا اے کاش کہ میں ایک کسان کے ہاتھوں سے قتل نہ ہوتا۔

(صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب قتل ابی جهل حدیث4662)

مدینہ کے دو لڑکے تھے جنہوں نے قتل کیا تھا۔ اس کو اس حالت میں پہنچایا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی تفسیر کبیر میں اس کی تفصیل لکھی ہے کہ کس طرح دشمن حسد کی آگ میں ساری عمر جلتے رہے اور پھر مرتے ہوئے بھی اسی آگ میں جل رہے تھے۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جنگ کے بعد میں نے دیکھا کہ ابو جہل ایک جگہ زخموں کی شدت کی وجہ سے کراہ رہا ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور میں نے کہا سناؤ کیا حال ہے؟ اس نے کہا مجھے اپنی موت کا کوئی غم نہیں، سپاہی آخر مرا ہی کرتے ہیں۔ مجھے تو یہ غم ہے کہ مدینہ کے دو انصاری لڑکوں کے ہاتھوں سے مَیں مارا گیا۔ مر تو مَیں رہا ہوں تم صرف اتنا احسان کرو میرے پہ کہ تلوار سے میری گردن کاٹ دو تا کہ میری یہ تکلیف ختم ہو جائے۔ مگر دیکھنا میری گردن ذرا لمبی کاٹنا کیونکہ جرنیلوں کی گردن ہمیشہ لمبی کاٹی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ میں تیری اس آخری حسرت کو بھی کبھی پورا نہیں ہونے دوں گا اور ٹھوڑی کے قریب سے تیری گردن کاٹوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ٹھوڑی کے قریب تلوار رکھ کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حضرت مصلح موعود نے لکھا ہے کہ دیکھو یہ کتنی بڑی آگ تھی جو ابو جہل کو جلا کر راکھ کر رہی تھی کہ ساری عمر اس بات پر جلتا رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نقصان ہم پہنچانا چاہتے ہیں وہ پہنچا نہیں سکے۔ پھر مرنے لگا، موت کی جو حالت آئی تو اس وقت اس آگ میں جل رہا تھا کہ مدینہ کے دو ناتجربہ کار نو عمر لڑکوں کے ہاتھوں مارا جا رہا ہے۔ اور پھر مرتے وقت اس نے جو آخری خواہش کی تھی وہ بھی پوری نہیں ہوئی اور ٹھوڑی کے پاس سے اس کی گردن کاٹی گئی۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 461)

غرضیکہ ہر قسم کی آگوں میں جلتا ہوا ہی وہ دنیا سے چلا گیا۔

جب حضرت عبداللہ بن مسعود ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت معاذ بن جبل کے ہاں آپ کا قیام تھا۔ بعض کے مطابق آپ حضرت سعد بن خیثمہ کے ہاں ٹھہرے تھے۔ مکہ میں آپ کی مؤاخات حضرت زبیر بن العوام سے ہوئی تھی جبکہ مدینہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو آپ کا دینی بھائی بنایا۔ مدینہ کے ابتدائی ایام میں آپ کے مالی حالات اچھے نہیں تھے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مہاجرین کے لئے مسجد نبوی کے قریب رہائش کا کچھ انتظام کیا تو بنو زہرہ کے بعض لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو اپنے ساتھ رکھنے میں کچھ ہچکچاہٹ ظاہر کی کہ یہ مزدور آدمی ہے، غریب آدمی ہے، ہم لوگ بڑے آدمی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب علم ہوا تو آپ نے اپنے اس غریب اور کمزور خادم کے لئے غیرت دکھاتے ہوئے فرمایا کہ کیا خدا نے مجھے اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ تم لوگ یہ فرق رکھو۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ اس قوم کو کبھی برکت عطا نہیں کرتا جس میں کمزور کو اس کا حق نہیں دیا جاتا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو مسجد کے قریب جگہ دی جبکہ بنو زہرہ کو مسجد کے پیچھے ایک کونے میں جگہ دی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 112-113 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)، (سیرت صحابہ رسول اللہ ﷺ از حافظ مظفر احمد صفحہ 275 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ 2009ء)

حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں، خود ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے سورۃ نساء پڑھ کر سناؤ۔ عبداللہ بن مسعود اپنا خود واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سورۃ نساء پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کی کہ میں بھلا کیا آپ کو سناؤں یہ آپ ہی پر تو نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ کوئی دوسرا شخص تلاوت کرے اور میں سنوں۔ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے پڑھنا شروع کیا اور جب اس آیت پر پہنچا کہ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء:42)۔ پس کیا حال ہو گا جب ہم ہر ایک امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور ہم تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ نے کہا بس کرو۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 384 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب قول المقری للقاری حسبك حدیث 5050)

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق عرفات کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے امیر المومنین! (ان کی خلافت کے بعد کی بات ہے) مَیں کوفہ سے آیا ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص بِنا دیکھے قرآن کی آیات کی املاء کرتا ہے۔ اس پر آپؓ نے غصہ کی حالت میں کہا کہ تیرا برا ہو۔ (عربوں کا انداز ہے۔) کون ہے وہ شخص؟ اس نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ عبداللہ بن مسعود۔

یہ سن کر حضرت عمر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا یہاں تک کہ پہلی حالت میں واپس آ گئے۔ پھر فرمانے لگے کہ میں اس کام کا عبداللہ بن مسعود سے زیادہ کسی اور کو حقدار نہیں سمجھتا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 128 حدیث 175 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

وہ بغیر دیکھے قرآن کریم لکھ سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کے وقت حضرت ابو بکرؓ اور میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس سے گزرے۔ وہ نوافل ادا کر رہے تھے اور ان میں قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ قیام میں کھڑے تھے، تلاوت ہو رہی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر آپ کی تلاوت سننے لگے۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رکوع میں گئے پھر سجدہ کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ اب جو مانگو گے وہ تمہیں عطا کیا جائے گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے رخصت ہو گئے اور فرمایا کہ جس شخص کی خوشی اس بات میں ہو کہ وہ قرآن کریم کو اس طرح تازگی سے پڑھے جس طرح وہ نازل کیا گیا تو اسے عبداللہ بن مسعود سے قرآن شریف پڑھنا چاہئے۔ مسند احمد بن حنبل میں یہ روایت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 156-157 حدیث 265 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید یہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ کے پاس گئے اور کہا کہ ہمیں ایسے شخص کا پتہ بتا دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے زیادہ قریب ہو، اس طریق پر چلنے والا ہو اور وہی کام کرنے والا ہو یا قریب ترین ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے تا کہ ہم اس سے علم حاصل

کریں اور حدیثیں سنیں ۔ تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے سب سے زیادہ قریب عبداللہ بن مسعود ہیں۔ (اسد الغابہ جلد 3صفحہ 385مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان کا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کے شوق وجذبہ کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عادات وخصائل اور سیرت وشمائل کے لحاظ سے آپ کے صحابہ میں سے قریب ترین کون ہے جس کا طریق ہم بھی اختیار کریں تو حضرت حذیفہ بیان فرماتے تھے کہ میرے علم کے مطابق چال ڈھال، گفتگو اور اخلاق و اطوار کے لحاظ سے عبداللہ بن مسعود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نبی کریم فرماتے تھے کہ مجھے اپنی امّت کے لئے وہی باتیں پسند ہیں جو عبداللہ بن مسعود کو مرغوب ہیں۔ یہ بخاری کی حدیث ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب عبد اللہ بن مسعودؓ حدیث3762)(مستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ359 ذکر مناقب عبد اللہ بن مسعودؓ حدیث 5387دارالکتب العلمیۃ بیروت2002ء)

حضرت علقمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کو ان کے طریق، ان کے حسن سیرت اور ان کی میانہ روی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تشبیہہ دی جاتی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 114مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

حضرت عبداللہ بن مسعود کے بیٹے عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی عادت تھی کہ جب رات کو لوگ سو جاتے تو وہ تہجد کے لئے اٹھتے۔ ایک رات میں نے انہیں صبح تک گنگناتے ہوئے سنا جیسے شہد کی مکھی گنگناتی ہے۔

(اسد الغابہ جلد 3صفحہ 386مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی دعا میں ہلکی ہلکی گنگناہٹ کے ساتھ دعائیں کر رہے تھے یا تلاوت کر رہے تھے۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں بغیر مشورے کے کسی کو امیر بناتا تو عبداللہ بن مسعود کو بناتا۔ (اسد الغابہ جلد 3صفحہ 385مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پھر ایک جگہ حضرت علی کی یہی بات اس طرح بیان ہوئی ہے، طبقات الکُبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اگر میں مسلمانوں کی مجلس شوریٰ کے علاوہ کسی اور کو امیر بناتا تو عبداللہ بن مسعود کو امیر بناتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی بھی چاشت کے وقت نہیں سویا۔(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 114مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

عبداللہ بن مسعود اپنے بیوی بچوں سے محبت رکھتے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے تو کھنکھارتے اور بلند آواز سے کچھ بولتے تا کہ گھر کے لوگ باخبر ہو جائیں۔ آپ کی اہلیہ حضرت زینب بیان کرتی ہیں کہ ایک روز عبداللہ گھر داخل ہوئے اس وقت ایک بوڑھی عورت مجھے تعویذ پہنا رہی تھی۔ عورتوں کو عادت ہوتی ہے بعض دفعہ کہ تعویذ گنڈا بھی کر لیں شاید برکت حاصل کرنے کے لئے تو ان کو پتہ تھا کہ عبداللہ بن مسعود کو یہ چیز پسند نہیں ہے۔ کہتی ہیں مَیں نے انکے ڈر سے اسے اپنے پلنگ کے نیچے چھپا دیا، جہاں بیٹھ کر کر رہی تھی۔ آپ میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور میرے گلے کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ یہ دھاگہ کیسا ہے جو تم نے گلے میں ڈالا ہوا ہے؟ مَیں نے کہا تعویذ ہے۔

انہوں نے اس کو توڑ کے اسی وقت پھینک دیا اور کہا کہ عبد اللہ کا خاندان شرک سے بری ہے۔ پھر عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ تعویذ گنڈے شرک میں داخل ہیں۔ مَیں نے کہا یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ میری آنکھیں جوش کر آتی تھیں تو میں فلاں یہودی سے تعویذ لینے جایا کرتی تھی۔ بعض دفعہ میری آنکھوں میں تکلیف ہوا کرتی تھی، آنکھیں پھول جاتی تھیں، پانی نکلتا تھا تو میں تو یہودی سے اس کا تعویذ لیتی تھی اور اسکے تعویذ سے مجھے سکون ہو جاتا تھا۔ تو عبد اللہ بن مسعود بولے کہ یہ سب شیطانی عمل ہے۔ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہی کافی ہے اور وہ دعا یہ ہے کہ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔ اے لوگوں کے پروردگار میری تکلیف کو دور فرما تو شفا دے صرف تو ہی شفا دینے والا ہے تیری شفا کے سوا کوئی شفا کارگر نہیں۔ ایسی شفا جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 225 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

اب وہ لوگ جو پیروں فقیروں کے دروں پہ جاتے ہیں وہ لوگ جو سارا دن بھنگ اور چرس پی رہے ہوتے ہیں، کبھی نمازیں بھی نہیں پڑھتے اور ان سے تعویذ گنڈا کرا کے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم صحت یاب ہو گئے یا ہم پہ بڑا فضل ہو گیا اور ہمیں اولاد مل گئی اور فلاں ہو گیا۔ یہ سب باتیں ان لوگوں کا جواب ہے۔

عبد اللہ بن مسعود ایک دفعہ اپنے ایک دوست ابو عمیر سے ملنے گئے۔ اتفاق سے وہ موجود نہیں تھے تو انہوں نے ان کی بیوی کو سلام بھیجا اور پینے کے لئے پانی مانگا۔ گھر میں پینے کا پانی موجود نہیں تھا۔ انہوں نے ایک لونڈی کو کسی ہمسائے کے پاس بھیجا۔ اس سے پانی لینے گئی اور دیر تک واپس نہیں آئی۔ ابو عمیر کی بیوی نے اس کام کرنے والی لونڈی کو اس بات پر سخت سست کہا اور اس پر لعنت بھیجی۔ حضرت عبد اللہ یہ سن کر پیاسے ہی واپس پلٹ گئے۔ دوسرے دن ابو عمیر سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اتنی جلدی واپس چلے جانے کی وجہ پوچھی کہ تم پانی پئے بغیر ہی چلے گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تمہاری بیوی نے جب خادمہ پر لعنت بھیجی تھی تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد آ گئی کہ جس پر لعنت بھیجی جاتی ہے اگر وہ بے قصور ہو تو لعنت بھیجنے والے پر واپس آ جاتی ہے۔ تو میں نے سوچا کہ خادمہ اگر بے قصور ہوئی تو میں بے وجہ اس لعنت کے واپس آنے کا باعث بنوں گا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 223 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

اس لئے بہتر ہے کہ میں چلا جاؤں اور پانی نہ پیوں۔ تو خدا تعالیٰ کے خوف کا یہ حال تھا کہ کہیں شائبہ بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو سکتی ہے کسی وجہ سے تو یہ لوگ اس سے بچتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود دبلے جسم پتلے قد اور گندم گوں رنگ کے مالک تھے لیکن لباس بڑا اچھا پہنتے تھے۔ سفید کپڑا پہنتے خوشبو لگاتے تھے۔ حضرت طلحہ سے مروی ہے کہ آپ اپنی خوشبو سے پہچانے جاتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 116-117 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لئے عبد اللہ بن مسعود کو ایک درخت پر چڑھنے کا حکم دیا۔ صحابہ آپ کی دبلی اور بظاہر کمزور پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنسی مذاق کرنے لگے،

بڑی کمزور سی دبلی پتلی ٹانگیں تھیں، ہنسی مذاق کرنے لگے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں ہنستے ہو؟ عبداللہ کی نیکیوں کا پلڑا قیامت کے دن احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہو گا۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 385 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود کے بال ایسے تھے جن کو وہ اپنے کانوں تک اٹھاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے بال گردن تک پہنچتے تھے۔ جب آپ نماز پڑھتے تو انہیں کانوں کے پیچھے کر لیتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 117 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک دن حضرت عمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود آئے۔ چونکہ وہ پست قد کے تھے اس لئے اور لوگ جو بیٹھے ہوئے تھے ان میں چھپنے کے قریب ہو گئے۔ ان کا قد چھوٹا تھا۔ دوسرے لوگ بہت لمبے لمبے قد کے بیٹھے ہوئے تھے یا اس طرح بیٹھے ہوں گے کہ بیٹھنے کی وجہ سے چھپ گئے۔ قریباً چھپنے والے تھے یا صحیح نظر نہیں طرح آ رہے تھے۔ حضرت عمر نے جب ان کو دیکھا تو مسکرانے لگے۔ پھر حضرت عمر نے آپ سے ہی باتیں کیں اور ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگے۔ اس دوران حضرت عبداللہ کھڑے رہے، جب باتیں کر رہے تھے حضرت عمر سے تو حضرت عبداللہ کھڑے ہو گئے تا کہ چھپیں نہ اور باتیں کرتے رہیں۔ باتیں کرنے کے بعد جب حضرت عبداللہ وہاں سے چلے گئے تو حضرت عمر نے آپ کو جاتے ہوئے دیکھا اور پیچھے سے دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ شخص علم سے بھرا ہوا ایک بڑا برتن ہے۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 386 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن مسعود کے علمی مقام یعنی عبداللہ بن مسعود کے علمی مقام اور مرتبہ کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل کی وفات کا وقت آیا اور ان سے درخواست کی گئی کہ ہمیں کوئی نصیحت کریں تو انہوں نے فرمایا کہ علم اور ایمان کا ایک مقام ہے جو بھی اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے۔ پھر علم اور ایمان سیکھنے کے لئے حضرت معاذ بن جبل نے جن چار عالم باعمل بزرگوں کے نام لئے ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا نام بھی تھا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 375 حدیث 22455 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر نے آپ کو اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کے لئے بطور مربی بھیجا جبکہ حضرت عمار بن یاسر کو حاکم بنا کر بھیجا۔ ساتھ ہی اہل کوفہ کو یہ بھی لکھا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چنیدہ لوگ ہیں، بڑے خاص لوگ ہیں، اہل بدر میں سے ہیں تم لوگ ان کی پیروی کرو، ان کے احکام کی اطاعت کرو اور ان کی باتیں سنو، مَیں نے عبداللہ بن مسعود کے متعلق اپنی ذات پر تمہیں ترجیح دی ہے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 385 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب عبداللہ بن مسعود کی آخری بیماری تھی آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا آپ کو کوئی شکایت ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا شکایت پوچھتے ہیں میرے سے تو پھر شکایت مجھے اپنے گناہوں کی ہے کہ میں نے اتنے گناہ کئے ہیں۔ پھر حضرت عثمان نے پوچھا کہ کیا آپ کو کسی چیز کی

ضرورت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ پروردگار کی رحمت چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ آپ کے لئے کوئی طبیب تجویز کر دوں، کوئی ڈاکٹر تجویز کر دوں جو آپ کا علاج وغیرہ کرے۔ انہوں نے پھر عرض کی طبیب نے ہی تو مجھے بیمار بنایا ہے۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پہ میں راضی ہوں جو ہو رہا ہے۔ پھر حضرت عثمان نے کہا کہ کیا آپ کا وظیفہ مقرر کر دوں؟ تو کہنے لگے مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ آپ کی لڑکیوں کے کام آئے گا۔ کہنے لگے کیا آپ کو میری لڑکیوں کے محتاج ہو جانے کا خدشہ ہے جو یہ بات کی ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ مَیں نے اپنی بیٹیوں کو حکم دے رکھا ہے کہ ہر شب سورۃ واقعہ پڑھ لیا کرو۔ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جو بھی ہر روز رات کو سورۃ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقے کی مصیبت پیش نہ آئے گی۔

(اسد الغابہ جلد 3صفحہ 386-387مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ تھا توکل علی اللہ اور قناعت کی حالت ان چمکتے ستاروں کی۔

سلمٰی بن تمام کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے ملاقات کی اور اپنی ایک خواب بیان کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے رات آپ کو خواب میں دیکھا ہے اور یہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچے منبر پر بیٹھے ہیں اور آپ اس منبر کے نیچے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ اے ابن مسعود میرے پاس آجاؤ تم نے میرے بعد بڑی بے رغبتی اختیار کر لی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود نے پوچھا کہ خدا کی قسم کیا تو نے یہ خواب دیکھا ہے؟ اس شخص نے کہا ہاں۔ پھر اس پر آپ نے فرمایا کہ کیا تو مدینہ سے میری نماز جنازہ پڑھنے آیا ہے؟ پھر اس کا مطلب ہے اب تو میرا وقت قریب ہی ہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی ان کی وفات ہو گئی۔

(اسد الغابہ جلد 3صفحہ 386مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن وفات سے قبل حضرت عثمان کو جب ان کی بیماری کا علم ہوا تو آپ کو کوفہ سے مدینہ بلوا لیا۔ کوفہ کے لوگوں نے آپ کو کوفہ ہی میں رکنے کا کہا اور یہ بھی کہا کہ ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔ شاید بیماری نہ تھی لیکن ویسے ہی حضرت عثمان نے ان کو بلا لیا تھا۔ بہر حال وہ تو صحت کی حالت میں لگ رہا تھا کہ جب اس شخص نے خواب سنائی۔ اس کے بعد پھر یہ واقعہ ہوا کہ حضرت عثمان نے ان کو کوفہ سے بلوا لیا باوجود اس کے کہ کوفہ کے لوگ یہی چاہتے تھے کہ آپ وہیں رکے رہیں اور یہ کہا کہ ہم آپ کی حفاظت کریں گے لیکن آپ نے فرمایا کہ خلیفہ وقت کا حکم اور ان کی اطاعت میرے لئے ضروری ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی کہا کہ عنقریب کچھ فتنے ہوں گے اور میں نہیں چاہتا کہ فتنوں کا شروع کرنے والا مَیں ہوں۔ یہ کہہ کر خلیفہ وقت کے پاس چلے آئے۔ آپ کی وفات 32 ہجری میں مدینہ میں ہوئی۔ حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 60 سال سے کچھ زیادہ تھی۔ (اسد الغابہ جلد 3صفحہ 387مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک اور روایت کے مطابق وفات کے وقت آپ کی عمر 70 برس سے کچھ زائد تھی۔

(ماخوذ از طبقات الکبریٰ مترجم از عبد اللہ العمادی حصہ سوم صفحہ 230 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی وفات پر حضرت ابو موسیٰ نے حضرت ابو مسعود سے کہا کہ کیا آپ یہ

سمجھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنے بعد ایسی خوبیوں والا اور کوئی شخص پیچھے چھوڑا ہے؟ حضرت ابو مسعود کہنے لگے کہ بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جب ہمیں جانے کی اجازت نہ ہوتی اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود کو داخل ہونے کی اجازت ملتی تھی۔ اور جب ہم آپ کی مجلس سے غائب ہوتے اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود خدمت کی توفیق پاتے اور آپؐ کی صحبتوں سے فیضیاب ہوتے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی اور شخص ان کی خوبیوں والا ہو۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 119مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

حضرت عبداللہ بن مسعود سنت نبوی پر خوب کاربند تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ میں سے ایک صحابی روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے یعنی غروب آفتاب کے ساتھ ہی افطار کرتے ہیں اور نماز بھی غروب آفتاب کے فوراً بعد جلدی ادا کرتے ہیں جبکہ دوسرے صحابی یہ دونوں کام نسبتاً دیر سے کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہ جلدی کون کرتا ہے تو انہیں بتایا گیا کہ عبداللہ بن مسعود ایسا کرتے ہیں تو حضرت عائشہ نے اس پر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی دستور تھا جو عبداللہ بن مسعود کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عمل تھا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 8صفحہ 51حدیث 24716مطبوعہ عالم الکتب بیروت1998ء)

حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں اور روایات اور واقعات بھی ہیں جو انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان چمکتے ستاروں کے اسوے اور طریق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12اکتوبر 2018ء تا18اکتوبر 2018ء جلد25شمارہ41صفحہ 05تا09)

40

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 05/ اکتوبر 2018ء بمطابق 05/ اخاء 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ خطبہ میں مَیں صحابہ کے ذکر میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں بیان کر رہا تھا اور ان کی کیونکہ کافی روایات ہیں ان کی اپنی بھی، ان کے بارے میں دوسروں کی بھی کچھ روایات رہ گئی تھیں جو اَب میں بیان کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں بزرگ صحابہ کہا کرتے تھے کہ عبداللہ بن مسعود اللہ تعالیٰ سے قرب اور تعلق میں غیر معمولی مقام رکھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جن صحابہ کے نمونے کو مشعل راہ بنانے کے لئے بطور خاص ہدایت فرماتے تھے ان میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کے علاوہ عبداللہ بن مسعودؓ کا نام بھی شامل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ عبداللہ بن مسعود کا طریق مضبوطی سے پکڑو۔

(جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب عبد اللہ بن مسعودؓ حدیث 3805)

ایک روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص اعتماد تھا آپ پر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ایک غیر معمولی عشق تھا۔ ان کے بعض واقعات میں نے بیان بھی کئے تھے۔ اَور بھی واقعات ہیں، بعض دفعہ ملتے جلتے واقعات ہیں لیکن مختلف زاویوں سے بیان کئے گئے ہیں۔

ان کے بارے میں لکھا ہے کہ باطنی لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے حضرت ابن مسعود یعنی عبداللہ بن مسعود کو ایک متقی، پرہیز گار اور عبادت گزار انسان بنا دیا تھا۔ عبادت اور نوافل سے ایسی رغبت تھی کہ فرض نمازوں اور تہجد کے علاوہ چاشت کے وقت کی نماز کا بھی اہتمام فرماتے تھے۔ اسی طرح ہر سوموار اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھتے تھے اور پھر بھی یہ احساس غالب رہتا تھا کہ وہ کم روزے رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ تہجد وغیرہ کی ادائیگی کے لئے بدن میں کمزوری محسوس ہونے لگتی ہے۔ تہجد بھی بڑی لمبی اور غیر معمولی پڑھنے والے تھے اور اگر حقیقت میں حق ادا کرتے ہوئے نوافل اور تہجد ادا کی جائے تو انسان بڑی کمزوری محسوس کرتا ہے۔ اس لئے فرماتے تھے کہ نماز کو روزے پر ترجیح دیتے ہوئے نسبتاً کم نفلی روزوں کا اہتمام کرتا ہوں۔

(ماخوذ از سیرت صحابہ رسول ﷺ از حافظ مظفر احمد صفحہ 283 نظارت اشاعت ربوہ 2009ء)

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر خطاب کے بعد حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اب وہ لوگوں سے وعظ کریں، یعنی حضرت ابو بکر وعظ کریں۔ حضرت ابو بکر نے مختصر وعظ کیا پھر حضرت عمر سے فرمایا۔

انہوں نے حضرت ابو بکر سے بھی مختصر وعظ کیا۔ پھر کسی اور شخص سے فرمایا تو اس نے لمبی تقریر شروع کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ یا فرمایا خاموش ہو جاؤ۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے تقریر کے لئے فرمایا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد صرف یہ کہا کہ اے لوگو! اللہ ہمارا رب ہے، قرآن ہمارا رہنما ہے، بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی ہیں۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں اور مجھے تمہارے لئے وہ پسند ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ ابن مسعود نے درست کہا اور مجھے بھی اپنی امت کے لئے وہ پسند ہے جو ابن مسعود نے پسند کیا۔

(مأخوذ از سیرت صحابہ رسول ﷺ از حافظ مظفر احمد صفحہ 284-285 نظارت اشاعت ربوہ 2009)

حضرت علی جب کوفہ میں تشریف لے گئے تو آپ کی مجلس میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کا کچھ تذکرہ ہوا۔ یہ وہاں پہلے رہ چکے تھے۔ لوگوں نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے بڑھ کر اعلیٰ اخلاق والا اور نرمی سے تعلیم دینے والا اور بہترین صحبت اور مجلس کرنے والا اور انتہائی خدا ترس اور کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت علی نے بغرض آزمائش ان سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ سچ سچ بتاؤ کہ عبد اللہ بن مسعود کے متعلق یہ گواہی صدق دل سے دیتے ہو۔ سب نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ اے اللہ! گواہ رہنا۔ اے اللہ! میں بھی عبد اللہ بن مسعود کے بارے میں یہی رائے رکھتا ہوں جو ان لوگوں کی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بہتر رائے رکھتا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3صفحہ115 ومن حلفاء بنی زھرہ بن کلاب... ''عبد اللّٰہ بن مسعود''دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اپنے دینی بھائی حضرت زبیر بن العوام کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم فرمودہ مؤاخات کا حق بھی خوب ادا کیا۔ ان پر کامل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے یہ وصیت فرمائی کہ میرے جملہ مالی امور کی نگرانی اور سپرد داری، یعنی تمام کام جو ہیں ان کو سنبھالنا جو میری جائیداد پیچھے رہ جائے گی، حضرت زبیر بن العوام اور ان کے صاحبزادے عبد اللہ بن زبیر کے ذمہ ہو گی اور خاندانی معاملات میں ان کے فیصلے قطعی اور نافذ العمل ہوں گے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحہ118 ومن حلفاءبنی زھرہ بن کلاب... ''عبد اللّٰہ بن مسعود'' دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص کی تہہ بند ٹخنوں سے نیچے دیکھی تو اسے ٹخنوں سے اوپر کرنے کا کہا۔ اس پر اس شخص نے جواباً آپ سے کہا کہ آپ بھی اپنی تہہ بند ٹخنوں سے اوپر کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میری پنڈلیاں باریک ہیں اور میں دبلا بھی ہوں۔ حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس شخص کو حضرت ابن مسعود سے اس طرح مخاطب ہونے اور جواب دینے کے سبب سزا بھی دی۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد4صفحہ201 ''عبد اللّٰہ بن مسعود'' دار الکتب العلمیۃ بیروت1995ء)

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص میں تکبر ہو اور اس زمانے میں تکبر کی وجہ سے کپڑے لمبے رکھنے کا رواج

تھا تو اس پر انہوں نے اس کو سمجھایا ہوا اور اس نے بغیر دیکھے کہ یہ کتنے عاجز شخص ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر کتنا عمل کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کس قدر خشیت ہے آگے سے یہ جواب دیا اور حضرت عمر کو جب پتہ لگا تو آپ نے اس کی سرزنش کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی اطاعتِ رسول کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک جگہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حدیثوں میں ایک واقعہ آتا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ اُن میں کس قدر فرمانبرداری کی روح پائی جاتی تھی۔ بظاہر وہ ایک ایسی بات ہے جسے سن کر کوئی انسان کہہ سکتا ہے یہ کیسی بیوقوفی کی بات ہے لیکن جیسا کہ میں نے بتایا (حضرت خلیفۃ ثانی کہتے ہیں) کہ ان کی ترقی کا راز اسی میں مضمر تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جب کوئی حکم سنتے تو اسی وقت اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس کو بیان کر رہے ہیں کہ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کی طرف آ رہے تھے تو آپ ابھی گلی میں ہی تھے کہ آپ کے کانوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز آئی کہ بیٹھ جاؤ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہجوم زیادہ ہو گا اور کچھ لوگ کناروں پر کھڑے ہوں گے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو ابھی مجلس میں نہیں پہنچے تھے اور گلی میں انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز سنی تو وہیں بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے جیسے بچے چلتے ہیں گھسٹ گھسٹ کر مسجد میں پہنچے۔ کسی شخص نے جو اس راز کو نہیں سمجھتا تھا کہ اطاعت اور فرمانبرداری کی روح ہی دنیا میں قوموں کو کس طرح کامیاب کرتی ہے جب حضرت عبداللہ بن مسعود کو اس طرح چلتے دیکھا تو اس نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ کیسی بیوقوفی کی بات ہے۔ وہ اس کو بیوقوفی سمجھ رہا تھا۔ اس کو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ قوموں کی ترقی کے لئے اصل چیز اطاعت ہے۔ بہرحال اس نے اس کو کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب تو یہ تھا کہ مسجد میں جو لوگ کناروں پر کھڑے ہیں وہ بیٹھ جائیں مگر آپ گلی میں ہی بیٹھ گئے ہیں اور گھسٹتے ہوئے مسجد میں آئے ہیں۔ آپ کو چاہئے تھا کہ جب مسجد پہنچتے تو اس وقت بیٹھتے، گلی میں بیٹھ جانے کا کیا فائدہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا ہاں ہو تو سکتا تھا لیکن اگر مسجد پہنچنے سے پہلے ہی میں مر جاتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم میرے عمل میں نہ آتا اور کم سے کم ایک بات ایسی ضرور رہ جاتی جس پر میں نے عمل نہ کیا ہوتا۔ اب یہ شوق تھا ان لوگوں کا کہ کوئی بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے یہ نہ ہو کہ ہم اس پر عمل نہ کریں۔ اس پر انہوں نے کہا میں نے یہ بات سنی اور مجھے یہ فکر پیدا ہوئی کہ اگر میں اس دوران مر جاتا تو پھر میرے نامہ اعمال میں کہیں یہ نہ لکھا جائے کہ یہ ایک آخری بات تھی جس پر تم نے سننے کے باوجود عمل نہیں کیا۔ تو بہرحال انہوں نے اس سے کہا کہ اس لئے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ میں چلتا ہوا آؤں اور پھر مسجد میں آ کر بیٹھوں۔ میں نے خیال کیا کہ زندگی کا کیا اعتبار ہے شاید میں مسجد میں پہنچوں یا نہ پہنچوں اس لئے ابھی بیٹھ جانا چاہئے تا کہ اس حکم پر بھی عمل ہو جائے۔ یہ لوگ اتنی باریکی سے چیزوں کو دیکھنے والے تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید لکھتے ہیں کہ انہی عبداللہ بن مسعودؓ کا واقعہ ہے کہ حضرت

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ حج کے ایام میں مکّہ مکرمہ میں چار رکعتیں پڑھیں۔ حج پر گئے ہوئے تھے، قیام تھوڑا تھا، وہاں چار رکعتیں پڑھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حج کے لئے تشریف لائے تھے تو آپ نے وہاں دو رکعتیں پڑھی تھیں کیونکہ مسافر کو دو رکعت نماز پڑھنے کا ہی حکم ہے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں تشریف لائے تو آپ نے بھی دو ہی رکعتیں پڑھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ حج کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے بھی دو ہی پڑھیں یعنی قصر نماز کا جہاں حکم ہے وہاں قصر کی مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار رکعتیں پڑھادیں۔ اس پر لوگوں میں ایک شور برپا ہو گیا، بڑا شور مچایا لوگوں نے اور انہوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بدل دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے پاس لوگ آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ آپ نے چار رکعتیں کیوں پڑھی ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میں نے ایک اجتہاد کیا اور وہ یہ اجتہاد تھا کہ اب دور دور کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ بہت سے لوگ دور دور سے حج کے لئے بھی آنے لگ گئے ہیں اور ان میں سے اکثر کو اب اسلامی مسائل اتنے معلوم نہیں جتنے پہلے لوگوں کو معلوم ہوا کرتے تھے۔ اب وہ صرف ہمارے افعال کو دیکھتے ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہم پرانے مسلمان کیا کر رہے ہیں، اور جس رنگ میں وہ ہمیں کوئی کام کرتا دیکھتے ہیں اسی رنگ میں خود کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی اسلام کا حکم ہے۔ یہ لوگ چونکہ مدینہ میں بہت کم آتے ہیں اور انہیں وہاں رہ کر ہماری نمازیں دیکھنے کا موقع نہیں ملتا تو اس لئے میں نے یہی خیال کیا کہ اب حج کے موقع پر انہوں نے مجھے دو رکعت نماز پڑھتے دیکھا، قصر کرتے دیکھا تو اپنے علاقے میں جاتے ہی کہنے لگ جائیں گے کہ خلیفہ کو ہم نے دو رکعت نماز پڑھاتے دیکھا ہے اس لئے اسلام کا اصل حکم یہی ہے کہ دو رکعت نماز پڑھی جائے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ جب یہ اپنے علاقے میں جا کے بتائیں گے تو لوگ چونکہ اس بات سے ناواقف ہوں گے کہ دو رکعت نماز سفر کی وجہ سے پڑھی گئی ہے اس لئے اسلام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور لوگوں کو ٹھوکر لگے گی۔ یہ حضرت عثمانؓ نے اجتہاد کیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا پس میں نے مناسب سمجھا کہ چار رکعت نماز پڑھا دوں تا کہ نماز کی چار رکعت انہیں نہ بھولیں۔ باقی رہا یہ کہ میرے لئے چار رکعت پڑھنا جائز کس طرح ہو گیا۔ اس کا بھی حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ میں نے کیوں چار رکعت پڑھیں اور کیوں میرے لئے یہ جائز ہے۔ آپ نے اس کا جواب دیا کہ میں نے یہاں شادی کی ہوئی ہے، مکہ میں میری شادی ہوئی ہوئی ہے اور بیوی کا سارا خاندان وہاں تھا، سسرال وہیں تھا۔ چونکہ بیوی کا وطن بھی اپنا ہی وطن ہوتا ہے، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مسافر نہیں ہوں اور مجھے پوری نماز پڑھنی چاہئے۔

اپنے اجتہاد کی یہ ایک اور دلیل انہوں نے دی۔ غرض حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار رکعت نماز پڑھانے کی یہ وجہ بیان فرمائی اور اس توجیہہ کا مقصد آپ نے یہ بتایا کہ باہر کے لوگوں کو دھوکہ نہ لگے اور وہ اسلام کی صحیح تعلیم کو سمجھنے میں ٹھوکر نہ کھائیں۔ ان کی یہ بات بھی بڑی لطیف تھی، بڑی باریک گہری بات تھی اور جب صحابہ نے سنی تو اکثر لوگ سمجھ گئے اور بعض نہ سمجھے مگر خاموش رہے۔ مگر دوسرے لوگوں نے جو فتنہ پیدا کرنے والے تھے انہوں نے شور مچا دیا اور کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمانؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

سنت کے خلاف عمل کیا ہے۔ چنانچہ جو لوگ شور مچانے والے تھے، فتنہ پرداز تھے انہی میں سے کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس بھی پہنچے اور کہنے لگے آپ نے دیکھا کہ آج کیا ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کیا کرتے تھے اور عثمانؓ نے آج کیا کیا۔ ان لوگوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو حج کے دنوں میں مکہ آکر صرف دو رکعتیں پڑھایا کرتے تھے مگر حضرت عثمانؓ نے چار رکعتیں پڑھائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ سن کر کہا کہ دیکھو ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم فتنہ اٹھائیں کیونکہ خلیفہ وقت نے کسی حکمت کے ماتحت ہی ایسا کام کیا ہو گا، کوئی حکمت ہو گی جو ہمیں سمجھ نہیں آئی۔ پس تم فتنہ نہ اٹھاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ مَیں نے بھی ان کی اقتداء میں چار رکعتیں ہی پڑھی ہیں۔ مَیں بھی نماز پڑھنے والوں میں شامل تھا اور میں نے بھی چار رکعتیں ہی پڑھی ہیں مگر نماز کے بعد میں نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ لی کہ خدایا تو ان چار رکعتوں میں سے میری وہی دو رکعتیں قبول فرمانا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم پڑھا کرتے تھے اور باقی دو رکعتوں کو میری نماز نہ سمجھنا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں یہ کیسا عشق کا رنگ ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود میں پایا جاتا تھا کہ انہوں نے چار رکعتیں پڑھ تو لیں مگر انہیں وہ ثواب بھی پسند نہ آیا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑھی ہوئی دو رکعتوں سے زیادہ تھا اور دعا مانگی کہ الٰہی دو رکعتیں ہی قبول فرمانا چار نہ قبول کرنا۔ اب جو مقتدی تھے انہوں نے تو خلیفہ وقت کے پیچھے چار رکعتیں پڑھیں اور اطاعت میں پڑھ لیں۔ نماز کا بھی ثواب ہے، اطاعت کا بھی ثواب ہے لیکن عبداللہ بن مسعود کا اپنا ایک نظریہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ اطاعت میں نے کر لی لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ اس سے زیادہ ثواب لوں جتنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے نمازیں پڑھ کے، ہمیں حاصل کرنے والا بنایا اور اس لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ دو رکعتوں کو قبول کرنا۔

اور پھر حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ پھر خلافت کی اطاعت کا بھی اس میں کیسا عمدہ نمونہ پایا جاتا ہے۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ حضرت عثمانؓ نے کس وجہ سے دو کی بجائے چار رکعتیں پڑھی ہیں حالانکہ یہ وجہ ایسی ہے جسے بہت سے لوگ صحیح قرار دیتے ہیں۔ وہ بیوی کے گھر جاتے ہیں تو اسے سفر نہیں سمجھتے، بیٹے کے گھر جاتے ہیں تو اسے سفر نہیں سمجھتے، ماں باپ کے گھر جاتے ہیں تو اسے سفر نہیں سمجھتے پس یہ مسئلہ ٹھیک تھا۔ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ احتیاط کہ باہر کے لوگوں کو دھوکہ نہ لگے اور اسلام میں کوئی رخنہ نہ پڑ جائے ان کے اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کا ثبوت تھا۔ حضرت عثمانؓ کا بھی یہ بڑا اعلیٰ درجہ کا تقویٰ تھا، نیت تھی کہ ٹھوکر نہ لگے مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اس وقت تک اس حکمت کا علم نہیں تھا کہ کیا وجہ تھی حضرت عثمانؓ کی چار رکعتیں پڑھنے کی لیکن انہوں نے یہ نہیں کیا کہ نماز چھوڑ دی ہو۔ بلکہ انہوں نے نماز بھی پڑھ لی اور خلافت کی اطاعت بھی کر لی اور بعد میں خدا تعالیٰ کے حضور عرض کر دیا کہ یا اللہ! میری دو رکعتیں ہی قبول ہوں چار نہ ہوں۔ یہ کیسی فرمانبرداری اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بہ قدم چلنے کی روح تھی جو ان میں پائی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ باوجود اس بات کے کہ صحابہ بالکل اَن پڑھ تھے، سارے مکہ میں کہا جاتا ہے کل سات آدمی پڑھے لکھے تھے لیکن ساری دنیا پہ یہ لوگ چھا گئے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 22 صفحہ 106 تا 109)

پس یہ اطاعت تھی جس سے وہ مقام ان کو حاصل ہوا اور فتحیاب ہوئے۔ پس یہ خاص نکتہ بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس عمل سے خلیفہ وقت کی اطاعت کا بھی اظہار ہو گیا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ مقام کا بھی اظہار ہو گیا۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود کے طریق کی ہمیشہ تعریف فرمائی اور یہی حقیقی طریقہ ہے فتنوں سے بچنے کا۔ پس یہ وہ اسوہ ہے جو ہر احمدی کے لئے مشعل راہ ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کے وقت ایک قافلہ سے ملے۔ اندھیرے کی وجہ سے اہل قافلہ کو دیکھنا ممکن نہ تھا۔ اس قافلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود بھی موجود تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو قافلہ والوں سے پوچھنے کے لئے بھیجا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں؟ اس آدمی کے استفسار پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا۔ فَجٍّ الْعَمِيْق۔ یعنی دور کے راستے سے۔ پھر پوچھا کہاں جارہے ہو تو جواب انہوں نے دیا کہ بَيْت الْعَتِيْق۔ یعنی خانہ کعبہ جارہے ہیں۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ ان لوگوں میں کوئی عالم ہے؟ پھر ایک آدمی کو حکم دیا کہ ان کو آواز دیکر پوچھو کہ قرآن کریم کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے۔ اس قافلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے انہوں نے ہی اس شخص کو جواب دیا، حضرت عمرؓ کے پوچھوانے پر کہ کونسی آیت عظیم آیت ہے کہ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (البقرۃ:256)۔ (آیت الکرسی)۔ پھر پوچھا کہ قرآن کریم کی محکم ترین آیت کون سی ہے۔ تو یہ روایت میں آتا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى (النحل:91) حضرت عمرؓ نے اس آدمی سے یہ پوچھنے کا کہا کہ قرآن کی جامع ترین آیت کون سی ہے؟ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ جواب دیا۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (الزلزال:8-9) پھر پوچھو کہ قرآن کریم کی خوفناک ترین آیت کون سی ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ آیت بتائی کہ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۔ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۔ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (النساء:124) حضرت عمرؓ فاروق نے کہا کہ ان سے پوچھو کہ قرآن کریم کی سب سے امید افزا آیت کون سی ہے؟ جس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۔ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (الزمر:54) یہ ساری باتیں سننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے درمیان عبداللہ بن مسعودؓ ہیں؟ قافلہ کے لوگوں نے کہا کیوں نہیں! اللہ کی قسم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ حضرت عمرؓ کو اس بات کا علم تھا کہ آپ علم فقہ سے لبریز ہیں۔

(ماخوذ از نقوش صحابہ از خالد محمد خالد ترجمہ وتہذیب ارشاد الرحمٰن صفحہ 68-69 مطبع عرفان افضل پریس بند روڈ لاہور)

اور یہ سارے جواب سن کے حضرت عمرؓ کو یقیناً پتہ لگ گیا ہو گا کہ عبداللہ بن مسعودؓ ہی ایسے عالمانہ جواب دے سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا

کہ تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ آپ کی قوم اور آپ کے خاندان سے ہیں۔ ان کو معاف فرما کر نرمی کا معاملہ فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور تنگ کیا ہے آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے رائے پیش کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ گھنے درختوں والا جنگل تلاش کریں اور ان کو اس میں داخل کر کے آگ لگا دیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی رائے سنی مگر کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگ گئے کہ اب دیکھیں کس کی رائے پر عمل ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا نرم فرما دیتا ہے کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا سخت کر دیتا ہے کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اور اے ابو بکر! تمہاری مثال حضرت ابراہیم جیسی ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ابراھیم:37) کہ پس جس نے میری پیروی کی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تُو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ ابو بکر تمہاری مثال حضرت عیسیٰؑ جیسی ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ۔ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (المائدۃ:119) کہ اگر تو انہیں عذاب دے تو آخر یہ تیرے بندے ہیں، اگر تُو انہیں معاف کر دے تو یقیناً تُو کامل غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کو کہا کہ تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے جیسے انہوں نے فرمایا تھا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ (نوح:27) کہ اے میرے رب! کافروں میں سے کسی کو زمین میں بستا ہوا نہ رکھ اور پھر حضرت عمرؓ کو یہ بھی فرمایا کہ تمہاری حضرت موسیٰؑ جیسی مثال ہے جنہوں نے فرمایا تھا کہ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (یونس:89) کہ اے ہمارے رب ان کے اموال برباد کر دے اور ان کے دلوں پر سختی کر پس وہ ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ تم ضرورت مند ہو اس وجہ سے قیدیوں میں سے ہر قیدی یا تو فدیہ دے گا یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کی تعمیل سے سہل بن بیضاء کو مستثنیٰ قرار دیا جائے کیونکہ میں نے ان کو اسلام کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اس دن جتنا مجھے اپنے اوپر آسمان سے پتھروں کے برسنے کا ڈر لگا اتنا مجھے کبھی نہیں لگا۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما ہی دیا کہ اس کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔

(ماخوذ از چار عبد اللہؓ از علامہ مفتی محمد فیاض چشتی صفحہ 34 تا 36 شاکر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور 2017ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاموش رہنا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی پر محمول کیا اور اس

وجہ سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اللہ تعالیٰ کی سزا کے ڈر سے ان کی حالت غیر ہو گئی۔ عجیب مقام تھا ان کا خشیت اللہ کا۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت ابن مسعود صرف جمعرات کے روز وعظ فرمایا کرتے تھے جو بہت ہی مختصر اور جامع ہوتا تھا اور ان کا بیان ایسا دلچسپ اور شیریں ہوتا تھا کہ حضرت عبداللہ بن مرداس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ جب تقریر ختم کرتے تھے تو ہماری خواہش ہوتی تھی کہ کاش ابھی وہ کچھ اور بیان کرتے۔ شام کے وقت اس وعظ میں بالعموم آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے صرف ایک حدیث سنایا کرتے تھے اور حدیث بیان کرتے وقت آپ کے جذب و شوق اور عشق رسولؐ کا منظر دیدنی ہوتا تھا۔ آپ کے شاگرد مسروق کہتے ہیں کہ ایک روز آپ نے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنائی اور جب ان الفاظ پر پہنچے کہ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ... کہ میں نے خدا کے رسول سے سنا تو مارے خوف اور خشیت سے آپ کے بدن پر ایک لرزہ طاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے لباس سے بھی جنبش محسوس ہونے لگی۔ اس کے بعد احتیاط کی خاطر یہ بھی فرمایا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے تھے یا اس سے ملتے جلتے الفاظ۔ حدیث بیان کرتے وقت آپ کمال درجہ احتیاط برتتے تھے۔ یہ اس وعید اور گرفت کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غلط احادیث بیان کرنے والوں کی پکڑ ہو گی۔

ایک اور روایت سے بھی اس احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔ عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آتا جاتا رہا۔ وہ حدیث بیان کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اللہ کے رسول نے فرمایا کے الفاظ کہہ کر آپ پر ایک عجیب کرب کی کیفیت طاری ہو گئی اور پیشانی سے پسینہ گرنے لگا پھر فرمانے لگے کہ اسی قسم کے الفاظ اور اس سے ملتے جلتے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے۔

(سیرت صحابہ رسول ﷺ از حافظ مظفر احمد صفحہ 283-284 نظارت اشاعت ربوہ 2009ء)

آپ کی خدا خوفی کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ مرنے کے بعد اٹھایا نہ جاؤں اور حساب کتاب سے بچ جاؤں۔

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود بیمار ہوئے تو سخت خوفزدہ ہو گئے۔ ہم نے پوچھا کہ آپ کو کبھی کسی بیماری میں اتنا پریشان نہیں دیکھا جتنا اس میں ہیں۔ فرمانے لگے یہ بیماری مجھے اچانک آ لگی ہے۔ مَیں ابھی خود کو آخرت کے سفر کے لئے تیار نہیں پاتا اس لئے پریشان ہوں۔ آپ نے اپنی موت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ دن میرے لئے آسان نہیں ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو اٹھایا نہ جاؤں۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ آپ نے یہ وصیت کی اور اس وصیت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3صفحہ117 ومن حلفاء بنی زھرہ بن کلاب... ''عبد اللّٰہ بن مسعود'' دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

اب بسم اللہ الرحمن الرحیم آجکل ہر ایک لکھتا ہے تو یہ خاص طور پر جو اس کا یہاں ذکر ہوا اس لئے کہ ان

کو حقیقی ادراک تھا، اللہ تعالیٰ کے رحمٰن اور رحیم ہونے کا ادراک تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کا واسطہ دے کر یہ بات شروع کی، اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کی تا کہ اس وصیت میں کوئی بھی ایسی بات ہو جو اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آسکتی ہو تو رحمان اور رحیم خدا اس سے بچائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے مالی حالات خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنے اچھے ہو گئے تھے کہ آخری عمر میں آپ نے اپنا وظیفہ لینا چھوڑ دیا تھا۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد3صفحہ387 دار الکتب العلمیة بیروت)

اس فارغ البالی کی حالت میں جبکہ نوّے ہزار درہم آپ کا ترکہ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3صفحہ119 ومن حلفاء بنی زھرہ بن کلاب... ''عبد اللّٰہ بن مسعود'' دار الکتب العلمیة بیروت1990ء)

اپنے کفن کے بارے میں یہی وصیت کی کہ وہ سادہ چادروں کا ہو اور دو سو درہم کا ہو اور وفات کے بعد حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے ساتھ دفن کیا جائے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے حضرت عثمانؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ آپ کو رات کو دفن کیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی تدفین کے بعد صبح ان کی قبر پر سے ایک راوی گزرے تو دیکھا کہ اس پر پانی چھڑکا ہوا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3صفحہ118 ومن حلفاء بنی زھرہ بن کلاب... ''عبد اللّٰہ بن مسعود'' دار الکتب العلمیة بیروت1990ء)

عقیدت کا یہ حال تھا کہ لوگوں نے رات کو ہی اس قبر کی مضبوطی کے لئے پانی چھڑکا ہو گا۔

ابو الأحوَص بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد مَیں حضرت ابو موسیٰ اور حضرت ابو مسعود کے پاس حاضر ہوا۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ کیا ابن مسعود نے اپنے بعد کوئی مثل چھوڑا ہے، ان جیسا ہے کوئی اور؟ تو انہوں نے کہا کہ ایسا ہمارے جانے کے بعد تو شاید ممکن ہو، اس وقت ہمیں ایسا کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ ابھی ہمارے درمیان اس وقت کوئی نہیں، شاید بعد میں کوئی پیدا ہو جائے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3صفحہ119 ومن حلفاء بنی زھرہ بن کلاب... ''عبد اللّٰہ بن مسعود'' دار الکتب العلمیة بیروت1990ء)

حضرت تمیم بن حرام بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کی مجالس میں بیٹھا ہوں مگر حضرت عبداللہ بن مسعود سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت سے رغبت رکھنے والا کسی اور کو نہیں پایا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد4صفحہ201 '' عبد اللّٰہ بن مسعود''دار الکتب العلمیة بیروت1995ء)

دوسرے جن صحابی کا آج میں ذکر کروں گا ان کا نام حضرت قدامہ بن مظعون ہے۔ حضرت قدامہ بن مظعون حضرت عثمان بن مظعون کے بھائی ہیں اور حضرت عمرؓ کی بہن حضرت صفیہ آپ کے عقد میں تھیں۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد5صفحہ322-323 قدامہ بن مظعون دار الکتب العلمیة بیروت1995ء)

حضرت قدامہ بن مظعون کی ایک سے زائد شادیاں تھیں۔ ایک اہلیہ ہند بنت ولید تھیں جن سے عمر اور

فاطمہ پیدا ہوئے۔ ایک بیوی فاطمہ بنت ابوسفیان تھیں جن سے آپ کی بیٹی عائشہ پیدا ہوئیں۔ اسی طرح ام ولد کے بطن سے حفصہ اور حضرت صفیہ بن خطاب کے بطن سے حضرت رملہ پیدا ہوئیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3صفحہ306 ومن بنی جمح بن عمرو... "قدامة بن مظعون" دار الکتب العلمیة بیروت1990ء)

قبول اسلام کے وقت ان کی عمر انیس برس کی تھی، گویا عین جوانی میں ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور ہجرت مدینہ کے وقت آپ کا سارا خاندان مکّہ میں اپنے مکانوں کو بالکل خالی چھوڑ کر مدینہ چلا گیا۔ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانی نے اس خاندان کو اپنا مہمان بنایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت قدامہ اور ان کے بھائیوں کو مستقل رہائش کے لئے قطعات زمین مرحمت فرمائے۔

(ستر ستارے از طالب الہاشمی صفحہ 66-68 البدر پبلی کیشنز لاہور)

حضرت قدامہؓ ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ دونوں ہجرتوں یعنی ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ میں شامل ہوئے۔ ان کو غزوہ بدر اور احد سمیت تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شامل ہونے کی توفیق ملی۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد5صفحہ322 قدامه بن مظعون دار الکتب العلمیة بیروت1995ء)،(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3صفحہ306 ومن بنی جمح بن عمرو... "قدامة بن مظعون" دار الکتب العلمیة بیروت1990ء)

جب حضرت عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی تو آپ نے اپنے پیچھے ایک بیٹی چھوڑی جس کے متعلق آپ نے اپنے بھائی حضرت قدامہ کو تاکیدی نصیحت فرمائی۔ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت قدامہ دونوں میرے ماموں تھے۔ پس میں حضرت قدامہ کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ حضرت عثمان بن مظعون کی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیں تو آپ نے مجھ سے بات پکی کر دی، رشتہ ہو گیا۔ مغیرہ بن شعبہ اس لڑکی کی والدہ کے پاس گئے اور انہیں مالی لحاظ سے رغبت دلائی اور لڑکی کی رائے بھی اپنی والدہ کے حق میں تھی، ایک اور رشتہ آیا اور لڑکی کی والدہ اور لڑکی کی رغبت یا رشتہ کرنے کا رجحان دوسری طرف تھا۔ یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قدامہ کو بلا بھیجا اور اس رشتہ کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ مَیں اس کے لئے رشتہ چننے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور وہ فوت ہو گیا ہے، مَیں اس کے رشتے کے لئے جو بہترین ہو گا وہی کروں گا چنانچہ میں نے جو پہلے ہاں کر دی ہے اس کو بہتر سمجھ کے کی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ یتیم بچی ہے اس کی شادی اس کی مرضی سے ہو گی۔ اس کا باپ نہیں ہے، ٹھیک ہے تم نے بہترین کیا ہو گا لیکن اس بچی کی مرضی بھی پوچھو۔ دونوں رشتوں میں سے جہاں بچی کہے گی وہاں شادی ہو گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد یہ فیصلہ کیا۔ یہ راوی جنہوں نے پہلے خود پیغام بھیجا تھا، رشتہ دار تھے، بھانجے تھے بیان کرتے ہیں کہ میرے بجائے اس کا نکاح مغیرہ سے کر دیا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد5صفحہ323 قدامه بن مظعون دار الکتب العلمیة بیروت1995ء)

دوسرا رشتہ جو پسند تھا اس کی ماں کو اور لڑکی کو اس سے رشتہ ہو گیا۔ تو یہ عورت کی آزادی رائے تھی جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا اور جو یتیم ہے اس کا خاص طور پر خیال رکھنے کو کہا کہ باپ کا سایہ اس پر نہیں ہے تو زیادتی نہ ہو جائے اس لئے لڑکی کی مرضی بہر حال دیکھی جانی چاہئے۔

حضرت قدامہ نے 36 ہجری میں 68 سال کی عمر میں وفات پائی۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد4 صفحہ376 قدامة بن مظعون، دار الكتب العلمية بيروت)

اللہ تعالیٰ یہ دین کا فہم و ادراک اور اطاعت و وفا کے حقیقی نمونے اور عشق رسولؐ کے اعلیٰ معیار ان صحابہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں بھی حاصل کرنے، اپنانے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کے فتنوں کا حصہ بننے سے ہمیں ہمیشہ بچائے۔

نماز کے بعد میں دو جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا مکرمہ امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ اہلیہ محمود بھٹی صاحب کراچی کا ہے۔ یہ بڑا لمبا عرصہ صدر لجنہ ضلع کراچی رہی ہیں۔ 27 ستمبر کو 93 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد کا نام ڈاکٹر غلام علی تھا اور ان کے والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں شامل تھے۔ آپ کے والد فوج میں ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے اکثر مختلف شہروں میں رہتے تھے، تبادلے ہوتے رہتے تھے۔ جہاں بھی رہتے دینی ماحول بنا لیتے۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کا بڑا عجیب طریق تھا۔ دینی ماحول بنا لیتے اور چند مہینوں کی تبلیغ سے آپ کے زیر اثر لوگ احمدی ہو جاتے اور پھر وہاں جماعت قائم کر کے اپنے گھر کو ہی ڈاکٹر صاحب جماعتی کاموں کے لئے سینٹر بنا لیتے۔ اور اس طرح انہوں نے بہت سی جماعتیں قائم کیں۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کی فیملی قادیان کے دینی ماحول میں رہے اس لئے اپنی فیملی کو قادیان میں رکھا۔ ڈاکٹر امۃ الحفیظ صاحبہ کی والدہ نے بھی اپنی تمام عمر جماعت کے لئے وقف کر دی۔ 1936ء سے قادیان کے دینی ماحول میں رہیں۔ امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ نے قادیان میں میٹرک کے بعد دینیات کلاس میں درجہ رابعہ تک تعلیم پائی۔ اس دوران یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ حضرت مصلح موعودؓ کے درس القرآن میں باقاعدگی سے شامل ہوتی رہیں۔ جب سے ہوش سنبھالا جماعتی خدمت کی توفیق پائی۔ ان کی شادی ان کے خالہ زاد محمود بھٹی صاحب سے ہوئی اور اس رشتہ کا بھی یہ لمبا واقعہ ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے کہ میں نے کشفًا دیکھا تھا کہ کس طرح لڑکی کی والدہ نے ایک خط مجھے بھیجا ہے لڑکی کے ہاتھ اور ایک رشتے کے بارے میں پوچھا ہے اور اس کا نام بتایا ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ لڑکی آئی، خط آیا اور وہ ساری باتیں اسی طرح ہوئیں تو حضرت مصلح موعودؓ نے اس رشتہ کو بھی منظور فرمایا کہ یہ نظارہ سارا میں کشفًا ابھی تھوڑی دیر پہلے دیکھ چکا ہوں اور تھوڑی دیر بعد بعینہٖ اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے دیکھا تھا چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رشتہ منظور فرمایا۔ 1948ء میں شادی کے بعد کراچی میں رہائش پذیر ہونے کے ساتھ ہی لجنہ اماء اللہ کراچی میں ان کا خدمات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اپنی تعلیم بھی انہوں نے جاری رکھی اور پھر بڑی عمر میں 1972ء میں سندھ یونیورسٹی سے ایم۔ اے عربی کی ڈگری حاصل کی، بڑی اچھی فرسٹ کلاس کے ساتھ۔ 1975ء میں امۃ الحفیظ صاحبہ کے شوہر

افریقہ ملازمت کے لئے گئے تو وقفے وقفے سے افریقہ جاتی رہیں۔ لائبیریا ویسٹ افریقہ میں نیشنل صدر کی حیثیت سے کام کیا۔ پھر جنگ کی وجہ سے ملک چھوڑنا پڑا، واپس کراچی شفٹ ہو گئے۔ تحریک جدید کی پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھیں۔ 1991ء میں نائب صدر اور سیکرٹری تعلیم ضلع منتخب ہوئیں اور لجنہ مرکزیہ کی طرف سے پندرہ سالہ خدمات پر جو صد سالہ جشن تشکر میں سندات دی گئیں آپ کو بھی وہ سند ملی۔ 1997ء سے مئی 2018ء تک صدر لجنہ ضلع کراچی کی توفیق پائی اور اس عرصہ میں کراچی جو بہت بڑا شہر ہے اس کے طول و عرض میں انہوں نے دورے کئے، اجتماعات کئے اور شعبہ جات کی میٹنگز کیں۔ انتظامی لحاظ سے اس کو مضبوط کیا اور اڑتالیس سے لے کر اٹھارہ تک تقریباً ستر سال کا عرصہ پر ان کی خدمات پھیلی ہوئی ہیں۔

امۃ النور صاحبہ جو اس وقت ضلع کراچی کی صدر لجنہ ہیں وہ کہتی ہیں انہوں نے ستر سال میں بھرپور خدمات انجام دیں۔ دل کی بہت نرم تھیں۔ مسکراتے چہرے سے دوسروں کو ملنا، دھیمے لہجے میں بات سمجھانا آپ کی فطرت کا ایک حصہ تھا۔ پابندی وقت آپ کا اصول تھا۔ جو کام ذمہ لیتیں اسے فوراً ڈائری میں نوٹ کر لیتیں اس خیال سے کہ بھول نہ جائیں۔ پھر کام ہونے پر متعلقہ شعبہ کو فوری فون کر کے بتاتیں مرکز سے جو ہدایت یا پیغام آتا کوشش ہوتی کہ اسی وقت متعلقہ شعبہ کو بتا دیں اور دفتر کھلنے کا انتظار نہ کریں اور ہمیشہ وفا کے ساتھ انہوں نے اپنے کام کو بھی نبھایا اور خلافت سے بھی کامل وفا اور اطاعت کا نمونہ دکھایا۔

امۃ الباری ناصر صاحبہ نے بھی ان کے ساتھ کام کیا انہوں نے یہی لکھا ہے کہ بڑی محبت سے کام لیتی تھیں۔ کوئی افسرانہ انداز نہیں تھا۔ ان کے زمانے میں کراچی کی طرف سے پچاس کتب کی اشاعت ہوئی اور فارسی کتاب، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی کلام کا مجموعہ ہے وہ بھی کراچی کی لجنہ کو ان کی صدارت میں ہی شائع کرنے کا موقع ملا۔ بڑی تحمل مزاج تھیں اور امۃ الباری صاحبہ کہتی ہیں کہ میرے خیال میں ان کی سب سے بڑی خوبی ان کا صبر اور تحمل تھا۔ بہت معاملہ فہم تھیں خاص طور پر عائلی جھگڑوں کو سلجھانے میں دونوں طرف کی بات سن کر مناسب نصیحت کرتیں اور کوشش کرتیں کہ معاملات سلجھ جائیں اور یہی آجکل کے مسائل ہیں ہماری جماعت میں بھی۔ عائلی جھگڑے بہت زیادہ ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ فریقین کو بھی عقل دے کہ آپس میں سلجھا لیا کریں اور عہدیداروں کو بھی عقل دے کہ ان کو سلجھانے میں حقیقی کردار ادا کرنے والے ہوں۔

ان کی بہو لکھتی ہیں کہ ہم بہوؤں کو بیٹیوں کی طرح رکھا اور ہم بلا جھجک آپ سے اپنے مسائل کی بات کر لیا کرتی تھیں۔ اسی طرح وہاں لجنہ کی جنرل سیکرٹری صاحبہ بھی لکھ رہی ہیں کہ دفتر چلاتے ہوئے بالکل ایک برابری کے ساتھ ہمارے ساتھ کام کرتیں اور بڑی رہنمائی کرتیں۔ پھر ان کی بہو لکھتی ہیں کہ قرآن کریم پڑھانے کی طرف خاص توجہ تھی۔ اپنے پوتے پوتیوں کو قرآن کریم پڑھایا، دینی تعلیم سے آراستہ کیا۔ ملازمین سے، غریبوں سے بھی حسن سلوک رکھتی تھیں بلکہ ان کے مرنے کے بعد ان کے گھر والوں کا بھی خیال رکھتیں اور ہمیشہ ان کے حق ادا کرنے کی کوشش کرتیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے درجات بلند کرے ان کی اولاد کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ ہے عدنان وینڈن بروک (Adnan Vandenbroeck) صاحب کا جو بیلجیم کے نیشنل سیکرٹری امور خارجہ تھے۔ 29/ ستمبر کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد رضوان وینڈن بروک صاحب بیلجیم جماعت کے پہلے بیلج احمدی تھے جنہوں نے ساٹھ کی دہائی میں بیعت کی تھی۔ عدنان صاحب نے اپنے باپ کی وجہ سے احمدیت قبول نہیں کی بلکہ تحقیق کی اور انہوں نے کہا مَیں تحقیق کرنا چاہتا ہوں اور تحقیق کے بعد 1994ء میں بیعت کی اور احمدی ہونے کے بعد عدنان صاحب بہت ایکٹو ہو گئے تھے، تبلیغ کے میدان میں بھی خاص طور پر بہت آگے آ گئے تھے۔ 1998ء میں ایک دفعہ بیلجیم میں تبلیغی مجلس ہوئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ان کا ذکر کرتے ہوئے حاضرین کو کہا تھا کہ میرے پاس یہ ایساٹرانسلیٹر ہے جو انگریزی سے فرانسیسی میں بھی ترجمہ کر سکتا ہے اور ڈچ میں بھی ترجمہ کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت ایسی مجالس میں یہ کافی مددگار ہوتے تھے۔ ڈاکٹر ادریس صاحب بیلجیم کے امیر جماعت لکھتے ہیں کہ ان کو کینسر کا مرض لاحق تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر اس میں بہتری آنی شروع ہوئی۔ دوبارہ انہوں نے مشن ہاؤس آنا شروع کر دیا اور یہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کی وجہ سے میں بہتر ہو گیا ہوں کیونکہ اس مرض کے جو دوسرے مریض تھے ان میں سے تقریباً سب ہی فوت ہو گئے۔

جو بیلجیم کی پبلک ریلیشن کی ٹیم تھی اس کے شروع سے ہی ممبر تھے۔ بعد میں پھر 2016ء میں مَیں نے ان کو نیشنل سیکرٹری امور خارجہ مقرر کیا اور بڑی مستعدی سے یہ خدمات بجالاتے رہے۔ جماعت کو حکومتی لیول پر متعارف کرانے میں ان کا بڑا کردار تھا۔ امیر صاحب لکھتے ہیں کہ بیماری کے باوجود میرے ساتھ حکومتی اداروں میں جایا کرتے تھے اور امور خارجہ کے حوالے سے جو خط و کتابت ہوتی تھی اسے باوجود بیماری کے ہسپتال سے بھی کرتے رہتے تھے۔ آخری وقت میں بھی بیلجیم میں ترجمانی کی ڈچ ٹیم کے بھی انچارج تھے۔

بڑی محنت سے انہوں نے بعض کتب کے ترجمے بھی کئے، خطبات کے ڈچ ترجمے کو بھی فائنل ریویو کیا کرتے تھے اسی طرح تمام پریس ریلیزز کے ڈچ ترجمے کو بھی ریویو کیا کرتے تھے۔ اور پھر یہ لکھتے ہیں کہ میرے مختلف سفروں کے دوران عدنان صاحب اس بات کا اظہار کیا کرتے تھے کہ یہ بیماری میرے لئے رحمت ثابت ہوئی ہے کیونکہ اس دوران مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اور جماعتی لٹریچر پڑھنے کی توفیق ملی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر میرے ایمان میں بہت ترقی ہوئی ہے۔

بیماری میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی تھے۔ آخری ایام میں اپنے بڑے بھائی کو تلقین کرتے رہے کہ تم دنیاداری کم کرو اور جماعت کو زیادہ وقت دیا کرو اور امیر صاحب کہتے ہیں مجھے بھی کہتے تھے کہ میرا بھائی شعبہ امور خارجہ میں کافی مفید ہو سکتا ہے اس حوالے سے اس سے خدمات لیا کریں۔

ان کی والدہ بتاتی ہیں کہ ان کے خاندان میں احمدیت عدنان صاحب کے والد کی وجہ سے آئی جو سات سال عراق میں رہے جہاں انہیں قرآن کریم پڑھنے کا موقع ملا اور وہیں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ جب وہ ہالینڈ آئے تو ان کی ملاقات امام بشیر صاحب سے ہوئی اور اس تبلیغ کے نتیجہ میں موصوف احمدیت میں شامل ہوئے۔ ایک

دفعہ بیلجیم میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ ثابت قدم رکھے۔ عدنان صاحب کی والدہ کہتی ہیں کہ ان کے والد کو دنیاوی چیزوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ کہتی ہیں کہ میرا بیٹا عدنان بھی والد کے نقش قدم پر چلنے والا تھا۔ نماز کا پابند، جماعت کی خدمت کرنے والا، خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والا اور خطبہ جمعہ ہر ہفتہ خود سنتا اور اپنے بچوں کو بھی سنواتا تھا۔ آپ جماعت کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ خلافت سے ان کا بہت گہرا تعلق تھا۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے، مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور جماعت کو اور ایسے جانثار عطا فرماتا چلا جائے۔ ان کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور بیٹی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی دین پر قائم رکھے اور ایمان میں مضبوطی دے اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19 اکتوبر 2018ء تا 25 اکتوبر 2018ء جلد 25 شمارہ 42 صفحہ 05 تا 09)

41

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 12 / اکتوبر 2018ء بمطابق 12 / اخاء 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج میں جن صحابہ کا ذکر کرنے لگا ہوں ان کے واقعات اور روایات کو تاریخ نے تفصیل سے محفوظ نہیں کیا۔ ان کا مختصر تعارف ہی ہے جو بعض کا چند سطروں میں بیان ہوا ہے لیکن کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ تمام بدری صحابہ کا ذکر ایک جگہ جماعتی لٹریچر میں بھی آ جائے اس لئے مختصر تعارف والے ناموں کو بھی میں لے رہا ہوں۔ ویسے بھی ان صحابہ کا جو مقام تھا اور ہے ان کا چاہے مختصر ذکر ہی ہو، ان لوگوں کا ذکر خیر بھی **یا ان کو یاد کرنا بھی ہمارے لئے یہ برکت کا موجب ہے۔** یہ وہ لوگ تھے جو غریب اور کمزور ہونے کے باوجود دین کی حفاظت کرنے والوں میں صف اول میں تھے۔ دشمن کی طاقت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا تمام تر توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا اور محبت کا عہد کیا تو اس کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ان کے اس عہد وفا کے نبھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو جنت کی بشارت دی اور ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمایا۔

حضرت عَبْدُ رَبِّہٖ بن حق بن اوس ایک صحابی تھے۔ ان کے بارے میں ایک سے زائد آراء ہیں۔ بعض نے عَبْدُ رَبِّہٖ اور بعض نے عبد اللہ لکھا ہے۔ ابن اسحاق کے نزدیک ان کا نام عبد اللہ بن حق جبکہ ابن عمارہ کے مطابق عبدِ رب بن حق ہے ان کا تعلق بنو خزرج کے خاندان بنو ساعدہ سے تھا اور آپ غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد3 صفحہ317-318 ''عبد ربہ بن حق'' مطبوعہ دار الفکر بیروت2003ء)

پھر حضرت سَلَمَہ بن ثابت ہیں ان کا نام پورا نام سَلَمہ بن ثابت بن وقش ہے۔ حضرت سلمہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے غزوہ احد میں ابو سفیان نے حضرت سلمہ بن ثابت کو شہید کیا تھا۔ حضرت سلمہ کے والد حضرت ثابت بن وقش اور چچا حضرت رفاعۃ بن وقش اور ان کے بھائی حضرت عمرو بن ثابت بھی غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ اس خاندان کے بہت سارے افراد غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت یمان تھا جو حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی بہن تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعدجلد3 صفحہ234سلمہ بن ثابت بن وقش، دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ جلد2 صفحہ291 سلمۃ بن ثابت، دار الفکر بیروت2003ء)

پھر حضرت سنان بن صیفی ہیں ان کا تعلق خزرج کی شاخ بنو سلمہ سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام نائلہ بنت قیس تھا۔ ان کا ایک بیٹا مسعود بھی تھا۔ 12 نبوی میں مصعب بن عمیر کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر دیگر ستر انصار کے ساتھ شامل ہوئے اور غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ291، ومن بنی عبید بن عدی...، سنان بن صیفی، دار احیاء التراث العربی1996ء)،(حبیب کبریاؐ کے تین سو اصحاب از طالب الہاشمی صفحہ325، ندیم یونس پرنٹرز لاہور1999ء)

غزوہ خندق میں بھی یہ شریک تھے اور اس میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام جزء اول صفحہ276 باب اسماء من شھد العقبۃ الاخیرۃ، دار الکتاب العربی بیروت2008ء)

پھر حضرت عبداللہ بن عبد مناف ہیں ان کا تعلق قبیلہ بنو نعمان سے تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام جزء دوم صفحہ410، من حضر بدراً من المسلمین، دار الکتاب العربی بیروت2008ء)

ابو یحییٰ ان کی کنیت تھی ان کی والدہ حُمیمہ بنت عبید تھیں۔ ان کی ایک بیٹی تھیں ان کا نام بھی حُمیمہ تھا جن کی والدہ رُبَیّع بنت طفیل تھیں۔ آپ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ292 عبد اللہ بن عبد مناف، دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

پھر حضرت مُخرِز بن عامر بن مالک ہیں۔ ان کی وفات غزوہ احد کے لئے نکلنے والی صبح کے وقت ہوئی۔ ان کا پورا نام مُخرِز بن عامر تھا۔ ان کا تعلق بنو عدی بن نجار سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام سُعدٰی بنت خیثمہ بن حارث تھا اور ان کا تعلق اَوس قبیلہ سے تھا۔ ان کی والدہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خیثمہ کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ام سھل بنت ابی خارجہ سے آپ کی اولاد اسماء اور کُلثم تھیں۔ آپ نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے لئے نکلنا تھا اس دن صبح کے وقت ان کی وفات ہو گئی تھی۔ ان کا شمار ان لوگوں میں کیا گیا ہے جو غزوہ احد میں شامل ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ388 محرز بن عامر، دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

کیونکہ شامل ہونے کی نیت تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شامل ہونے والوں میں شمار فرمایا۔

حضرت عائذ بن ماعص انصاری صحابی ہیں۔ ان نام عائذ بن ماعص تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو زُرَیق سے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مؤاخات حضرت سُوَیبط بن حرملہ سے کروائی۔ آپ اپنے بھائی حضرت معاذ بن ماعص کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ حضرت عائذ بن ماعص بئر معونہ اور غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک تھے۔ حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں 12 ہجری میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(اسد الغابۃفی معرفۃ الصحابۃ جلد3 صفحہ43 عائذ بن ماعص مطبوعہ دار الفکر بیروت2003ء)،(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ301 عائذ بن ماعص دار احیاء التراث العربی1996ء)

پھر حضرت عبداللہ بن سلمہ بن مالک انصاری ہیں۔ آپ انصار کے قبیلہ بَلِیّ سے تعلق رکھتے تھے۔ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن سلمہ جب شہید ہوئے تو ان کو اور

حضرت مجذّر بن ذیاد کو ایک ہی چادر میں لپیٹ کر اونٹ پر مدینہ لایا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن سلمہ کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کی یا رسول اللہ! میرا بیٹا غزوہ بدر میں شریک ہوا تھا اور غزوہ احد میں شہید ہو گیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اسے اپنے پاس لے آؤں، یعنی اس کی تدفین مدینہ میں ہو جائے، تا میں اس کی قربت سے مانوس ہو سکوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عنایت فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن سلمہ جسیم اور بھاری وزن کے تھے اور حضرت مجذّر بن ذیاد دبلے پتلے تھے تاہم روایتوں میں یہ لکھا ہے کہ اونٹ پر دونوں کا وزن برابر رہا۔ اس پر لوگوں نے تعجب کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کے اعمال نے انہیں برابر کر دیا ہے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد3 صفحه160-161 عبد الله بن سلمة، مطبوعه دار الفكر بيروت 2003ء)

پھر ایک صحابی حضرت مسعود بن خلدہ ہیں۔ ان کا نام مسعود بن خلدہ تھا اور بعض روایات میں مسعود بن خالد بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو زُرَیق سے تھا۔ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ واقعہ بئر معونہ میں شہید ہوئے جبکہ بعض دیگر روایات میں ہے کہ آپ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔

(الاستيعاب فی معرفة الاصحاب جلد3 صفحه448 مسعود بن خلدة، دار الكتب العلمية بيروت2002ء)،
(الاصابه فی تمييز الصحابه جلد6 صفحه281 مسعود بن خلدة، دار الكتب العلمية بيروت2005ء)

پھر حضرت مسعود بن سعد انصاری ہیں۔ حضرت مسعود کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو زُرَیق سے تھا۔ غزوہ بدر اور احد میں آپ شریک ہوئے اور بعض کے نزدیک حضرت مسعود بن سعد واقعہ بئر معونہ میں شہید ہوئے جبکہ عبد اللہ بن محمد بن عُمارہ اور ابو نُعَیم کے نزدیک آپ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد4 صفحه369-370 مسعود بن سعد، دار الفكر بيروت2003ء)

پھر ایک صحابی حضرت زید بن اسلم ہیں۔ یہ بھی انصاری ہیں۔ حضرت زید بن اسلم کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو عجلان سے تھا۔ یہ غزوہ بدر اور احد میں شامل ہوئے اور حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں طُلَیحہ بن خُوَیلِد الاسدی کے خلاف لڑتے ہوئے بُزاخَہ کے دن شہید ہوئے۔ بزاخہ نجد میں ایک چشمہ ہے جہاں مسلمانوں کی اسلامی حکومت کے باغی اور مدعی نبوت طلیحہ بن خویلد الاسدی سے جنگ ہوئی تھی۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد جلد3 صفحه246 طبقات البدريين من الانصار، زيدبن اسلم، دار احياء التراث العربی بيروت1996ء)(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد2صفحه135-136 زيدبن اسلم، دار الفكر بيروت2003ء)

پھر ایک صحابی ہیں ابو المُنذِر یزید بن عامر۔ ان کا نام یزید بن عمرو بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو سواد سے تھا۔ بیعت عقبہ اور غزوہ بدر اور احد میں شامل ہوئے اور ان کی اولاد مدینہ اور بغداد میں بھی تھی۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد جلد3 صفحه294 طبقات البدريين من الانصار، يزيد بن عامر، دار احياء التراث العربی بيروت1996ء)،(الاصابة فی تمييز الصحابة جلد6 صفحه525 يزيد بن عمرو، دار الكتب العلمية بيروت2005ء)

ان کی اولاد کافی پھیلی۔

پھر حضرت عمرو بن ثعلبہ انصاری صحابی ہیں۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو عدی سے تھا۔ اپنی کنیت سے

زیادہ مشہور تھے۔ آپ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ حضرت عمرو بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیالہ مقام پر ملا اور یہاں پر اسلام قبول کیا اور آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وضّاح بن سلمہ ایک صحابی ہیں وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سو سال کی عمر میں بھی حضرت عمرو بن ثعلبہ کے سر پر جس جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا تھا وہاں بال سفید نہ ہوئے تھے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد3 صفحه 700 عمرو بن ثعلبة الانصاری، دار الفكر بيروت2003ء)(الاستيعاب فی معرفة الاصحاب جلد3 صفحه253 عمرو بن ثعلبة بن النجار، دار الكتب العلمية بيروت2002ء)

حضرت ابو خالد حارث بن قیس بن خالد بن مخلّد ایک صحابی تھے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو زُرَیق سے تھا۔ آپ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ بیعت عقبہ اور غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ جنگ یمامہ میں شامل ہوئے اور زخمی ہو گئے۔ زخم مندمل ہو گیا لیکن حضرت عمرؓ کے دور میں دوبارہ زخم پھٹ پڑا جس سے آپ کی وفات ہو گئی۔ اس لئے آپ کو جنگ یمامہ کے شہداء میں شامل کیا جاتا ہے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد5 صفحه81 ابو خالد الحارث بن قيس، دار الفكر بيروت2003ء)(الاستيعاب فی معرفة الاصحاب جلد1 صفحه363 الحارث بن قيس الزرقی، دار الكتب العلمية بيروت2002ء)

پھر ایک صحابی حضرت عبداللہ بن ثَعْلَبَہ البَلَوِیؓ ہیں۔ یہ بھی انصاری ہیں۔ ان کا نام حضرت عبداللہ بن ثعلبہ تھا آپ نے غزوہ بدر اور احد میں شرکت کی۔ غزوہ بدر میں اپنے بھائی حضرت بَحّاث بن ثعلبہ کے ساتھ شامل ہوئے۔

(اسد الغابةجلد3 صفحه85 عبد الله بن ثعلبة البلوی، دار الفكر بيروت2003ء)،(الطبقات الكبریٰ جلد 3 صفحه 418 عبد الله بن ثعلبه مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت1990ء)

پھر حضرت نَخّاب بن ثعلبہ انصاری ہیں۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بَلِیّ سے تھا۔ ان کے دو بھائی حضرت عبداللہ اور حضرت یزید تھے۔ ان کے بھائی حضرت یزید بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں میں شامل تھے۔ حضرت نخّاب بن ثعلبہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن ثعلبہ کے ساتھ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ حضرت نخّاب بن ثعلبہ کا نام بحّاث بن ثعلبہ بھی بیان ہوا ہے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد1 صفحه230 بحاث بن ثعلبة، دار الفكر بيروت2003ء)(الاستيعاب فی معرفة الاصحاب جلد1 صفحه267 بحاث بن ثعلبة، دار الكتب العلمية بيروت2002ء)

پھر حضرت مالک بن مسعود انصاری ہیں۔ ان کا نام مالک بن مسعود تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو ساعدہ سے تھا۔ آپ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد4 صفحه255، مالك بن مسعود، دار الفكر بيروت2003ء)

پھر عبداللہ بن قَیس بن صخر انصاری ہیں۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو سلمہ سے تھا۔ آپ اپنے بھائی مَعبد بن قَیس کے ساتھ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شامل ہوئے تھے۔

(اسد الغابه جلد 3 صفحه 366 عبد الله بن قيس مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)(الطبقات الكبریٰ جلد 3 صفحه 437 معبد بن قيس مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت1990ء)

پھر حضرت عبداللہ بن عبس انصاری ہیں۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو عدی سے تھا۔ بعض نے ان کا نام عبداللہ بن عُبَیْس بیان کیا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر اور اس کے بعد ہونے والے تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد3 صفحہ75 عبد اللّٰہ بن عبس، دار الکتب العلمیة بیروت2002ء)

پھر حضرت مُعتِب بن قُشَیر انصاری ہیں۔ بعض روایات میں آپ کا نام مُعتِب بن بشیر بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کی شاخ بنو ضُبَیعہ سے تھا۔ حضرت مُعتِب بن قشیر بیعت عقبہ میں شامل تھے۔ آپ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔

(اسد الغابةفی معرفة الصحابة جلد4 صفحہ432 معتب بن قشیر، دار الفکر بیروت2003ء)

حضرت سواد بن رُزُن انصاری ایک صحابی ہیں۔ ان کا نام سواد بن رُزُن تھا اور بعض روایات میں آپ کا نام اسود بن رُزُن اور سواد بن زُرَیق بھی بیان ہوا ہے۔ یہ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ293 سواد بن رزن، دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

پھر حضرت مُعتِب بن عوف صحابی تھے۔ حضرت مُعتِب بن عوف کا تعلق قبیلہ بنو خُزاعہ سے ہے۔ یہ بنو مَخزوم کے حلیف تھے۔ آپ کو مُعتِب بن الحمراء بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عوف ہے۔ حضرت مُعتِب بن عوف دوسری ہجرت حبشہ میں شامل تھے۔ جب حضرت مُعتِب بن عوف نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو آپ حضرت مبشر بن عبد المنذر کے ہاں ٹھہرے۔ مؤاخات مدینہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے ساتھ آپ کی مؤاخات کروائی تھی۔ حضرت مُعتِب بن عوف غزوہ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شامل ہوئے۔ حضرت مُعتِب بن عوف کی وفات 57 ہجری میں بعمر 78 سال ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ141، معتب بن عوف، دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

پھر حضرت بُجَیر بن ابی بُجَیر ہیں۔ حضرت بُجَیر بن ابی بُجَیر غزوہ بدر اور احد میں شریک تھے۔ ان کے بارے میں بس اتنا ہی لکھا گیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ395 بجیر بن ابی بجیر، دارالکتب العلمیة بیروت1990ء)

پھر حضرت عامر بن بُکَیر تھے۔ حضرت عامر بن بُکَیر کا تعلق قبیلہ بنو سعد سے تھا۔ حضرت عامر غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور آپ کے ساتھ آپ کے بھائی حضرت ایاس بن بُکَیر، حضرت عاقل بن بُکَیر اور حضرت خالد بن بُکَیر غزوہ بدر میں شامل ہوئے اور یہ سب بعد کے غزوات میں بھی شامل ہوئے۔ ان سب بھائیوں نے دارارقم میں اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عامر بن بُکَیر جنگ یمامہ والے دن شہید ہوئے۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد2 صفحہ788 عامر بن بکیر، دار الجیل بیروت 1992ء)

پھر حضرت عمرو بن سراقہ بن المُعتَمِر ہیں۔ ان کا پورا نام حضرت عمرو بن سراقہ بن معتمر جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ حضرت عثمان کے دور خلافت میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ ان کی والدہ کا نام قدامہ بنت عبداللہ بن عمر تھا۔ بعض کے نزدیک ان کی والدہ کا نام آمنہ بنت عبداللہ بن عمیر بن اُھَیب تھا۔ حضرت عمرو بن سراقہ کا تعلق قبیلہ بنو

عدی سے تھا اور حضرت عبداللہ بن سراقہ آپ کے بھائی تھے۔ حضرت عمرو بن سراقہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر انصاری نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ295، عمرو بن سراقة، دار الکتب العلمیة بیروت1990ء)،(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد4 صفحہ523 عمرو بن سراقة، دار الکتب العلمیة بیروت2005ء)

آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عمرو بن سراقہ کی حضرت سعد بن زید کے ساتھ مؤاخات قائم فرمائی۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد2 صفحہ436 سعد بن زید بن مالك الاشهلی، دار الکتب العلمیة بیروت)

حضرت عمرو بن سراقہ نے غزوہ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں شرکت کی۔ حضرت عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سریہ نخلہ پر بھیجا اور ہمارے ساتھ حضرت عمرو بن سراقہ بھی تھے۔ آپ کا جسم دبلا اور قد لمبا تھا۔ دوران سفر حضرت عمرو بن سراقہ پیٹ پکڑ کر بیٹھ گئے، کیونکہ کھانے پینے کا وہاں کچھ نہیں تھا، بھوک کی شدت کی وجہ سے چل نہیں سکتے تھے۔ کہتے ہیں ہم نے ایک پتھر لے کر آپ کے پیٹ کے ساتھ کس کر باندھ دیا پھر آپ ہمارے ساتھ چلنے لگے۔ پھر ہم عرب کے ایک قبیلہ میں پہنچے تو قبیلہ والوں نے ہماری ضیافت کی۔ اس کے بعد پھر آپ چل پڑے۔ حس مزاح بھی تھی صحابہ میں تو وہاں سے کھانا کھانے کے بعد جب چل پڑے تو حضرت عمرو بن سراقہ کہنے لگے کہ پہلے مَیں سمجھتا تھا کہ انسان کی دونوں ٹانگیں اس کے پیٹ کو اٹھاتی ہیں لیکن آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ اصل میں پیٹ ٹانگوں کو اٹھاتا ہے۔ خالی پیٹ ہو تو آدمی چل نہیں سکتا۔ حضرت عمر نے آپ کو خیبر کی زمین کا ایک حصہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت عمروؓ بن سراقہ کی وفات جیسا کہ میں نے کہا حضرت عثمان کے دور خلافت میں ہوئی۔

(اسد الغابة جلد3 صفحہ723 عمرو بن سراقةالقرشی، دار الفکر بیروت2003ء)،(الاصابة جلد4 صفحہ523 ''عمرو بن سراقه'' دار الکتب العلمیة بیروت1995ء)

پھر حضرت ثابت بن ھزّال ایک صحابی ہیں۔ ان کا تعلق خزرج کی شاخ بنو عمرو بن عوف سے تھا۔ غزوہ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ 12 ہجری کو حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں ہونے والی جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد1 صفحہ456 ثابت بن هزال، دار الکتب العلمیة بیروت)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3صفحہ283 ثابت بن هزال، دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

پھر حضرت سُبَیْع بن قَیس ہیں۔ آپ انصاری خزرجی تھے۔ غزوہ بدر اور احد میں شامل ہوئے۔ حضرت سُبَیْع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام خدیجہ بنت عمرو بن زید ہے۔ حضرت سُبَیْع کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبداللہ تھا اور اس کی ماں قبیلہ بنو جُدارہ سے تھیں۔ وہ فوت ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کا کوئی بچہ نہ تھا۔ حضرت عبادۃ بن قیس آپ کے بھائی تھے۔ حضرت سُبَیْع بن قیس اور حضرت عبادۃ بن قیس حضرت ابو درداء کے چچا تھے اور حضرت سُبَیْع کے حقیقی بھائی زید بن قیس بھی تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ275 سبیع بن قیس، دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

پھر حضرت خبّاب مولیٰ عُتبہ بن غزوان تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عتبہ بن غزوان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کی کنیت ابویحییٰ تھی۔ بنو نوفل کے حلیف تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے وقت آپ کی مؤاخات حضرت تمیم مولیٰ خِراش بن الصِّمَّہ سے کروائی تھی۔ حضرت خبّاب غزوہ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ 19 ہجری میں آپ کی وفات مدینہ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر پچاس سال تھی۔ ان کا جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ73 خباب مولی عتبة، دار الکتب العلمیة بیروت1990ء)،
(اسد الغابة جلد2صفحہ151 خباب مولی عتبة، دار الکتب العلمیة بیروت)

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ بن نَسر انصاری ایک صحابی تھے۔ حضرت سفیان کا تعلق قبیلہ خزرج کے خاندان بنو جُشم سے تھا۔ ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے بعض نے نَسر لکھا ہے اور بعض نے بِشر بیان کیا ہے۔ غزوہ بدر اور احد میں یہ شریک ہوئے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد2 صفحہ274 سفیان بن نسر، دار الفکر بیروت 2003ء)

ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سفیان کی مؤاخات حضرت طُفیل بن حارث کے ساتھ کروائی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعدجلد3 صفحہ30 طفیل بن حارث، دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

پھر ایک صحابی ابو مَخشی الطائی ہیں۔ یہ اپنی کنیت ابو مَخشی سے ہی مشہور تھے۔ ان کا نام سُوَید بن مَخشی ہے۔ ابو مَخشی الطائی بنو اسد کے حلیف تھے۔ اولین مہاجرین میں سے تھے۔ غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد4 صفحہ1754 ابومخشی الطائی، دار الجیل بیروت1992ء)
(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد7 صفحہ304 ابو مخشی الطائی، دار الکتب العلمیة بیروت1995ء)

پھر حضرت وہب بن ابی سرح ایک صحابی ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ آپ اپنے بھائی عمرو کے ساتھ غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے۔ ھیثم بن عدی نے ان کا ذکر مہاجرین حبشہ میں کیا ہے لیکن بلاذُری نے کہا ہے کہ یہ بات ثابت نہیں ہے۔ صرف بدر میں شریک ہوئے تھے ہجرت حبشہ کا ذکر نہیں ملتا۔

(الاصابةفی تمییز الصحابة جلد6 صفحہ489 وھب بن ابی سرح، دار الکتب العلمیة بیروت 2005ء)

پھر حضرت تمیم مولیٰ بنو غنم انصاری تھے۔ حضرت تمیم بنو غنم بن السّلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ253 تمیم مولی بنی غنم بن السلم، دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

حضرت ابوالحمراء مولیٰ حضرت حارث بن عفراء یہ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں حضرت معاذ، حضرت عوف اور حضرت معوذ اور ان کے آزاد کردہ غلام ابوالحمراء کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ75 ابو الحمراء، دار الکتب العلمیہ بیروت)،(کتاب المغازی للواقدی جلد1 صفحہ38 بدر القتال، دار الکتب العلمیة بیروت2004ء)

پھر حضرت ابو سَبْرَۃ بن ابی رُھم تھے۔ ابو سَبرۃ ان کی کنیت تھی۔ اس کنیت نے اتنی شہرت پائی کہ آپ کا اصل نام لوگوں کو بھول گیا۔ ان کی والدہ کا نام برّہ بنت عبد المطلب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ اس طرح حضرت ابو سبرۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہوئے۔ حضرت ابو سبرۃ نے حبشہ کی طرف دونوں دفعہ ہجرت کی۔ دوسری ہجرت حبشہ میں ان کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو بھی شامل تھیں۔ ان کے تین بیٹے تھے جن کے نام محمد، عبد اللہ اور سعد تھے۔ حضرت ابو سبرۃ جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے آئے تو انہوں نے منذر بن محمد کے پاس قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سبرۃ اور سلمہ بن سلامہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ حضرت ابو سبرۃ غزوہ بدر، احد، خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمرکاب رہے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ سے چلے گئے اور مکہ جا کر آباد ہو گئے تھے۔ حضرت ابو سبرۃ نے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ307-308 ابو سبرۃ بن ابی رھم، دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)(سیر الصحابہ جلد2 صفحہ583 حضرت ابو سبرہ بن ابی رھم، دار الاشاعت کراچی2004ء)

پھر حضرت ثابت بن عمرو بن زید ہیں۔ ابن اسحاق اور زہری جو تاریخ کے لکھنے والے ہیں انہوں نے حضرت ثابت بن عمرو کا سلسلہ نسب بنو نجّار سے بیان کیا ہے اور ابن مُندَہ نے ان کا سلسلہ نسب قبیلہ بنو اشجع سے قرار دیا ہے جو انصار کے حلیف تھے۔ غزوہ بدر میں یہ شامل ہوئے تھے اور غزوہ احد میں شہادت پائی۔

(اسد الغابۃفی معرفۃ الصحابۃ جلد1 صفحہ449 ثابت بن عمرو بن زید، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر حضرت ابوالاَعْوَر بن الحارث ہیں۔ حضرت ابو الاعور بن حارث کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابو الاعور کا نام کعب ہے جبکہ ابن عُمارہ کے نزدیک ان کا نام حارث بن ظالم ہے۔ آپ کے چچا کا نام کعب تھا۔ جو نسب کو نہیں جانتے انہوں نے ابو الاعور کو ان کے چچا کعب کے نام سے منسوب کیا ہے۔ ابن ہشام بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت ابو الاعور کی والدہ ام نیار بنت ایاس بن عامر تھیں ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو عدی بن نجّار سے تھا۔ غزوہ بدر اور احد میں یہ شریک ہوئے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد4 صفحہ1599 ابو الاعوربن الحارث، دار الجیل بیروت1992ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ389-390 ابو الاعور، دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

پھر حضرت عبس بن عامر بن عدی ہیں۔ ابن اسحاق نے آپ کا نام عبس بیان کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے آپ کا نام عبسی بیان کیا ہے۔ ان کی والدہ کا نام ام البنین بنت زُھَیر بن ثعلبہ تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو سلمہ سے تھا۔ حضرت عبس ان ستر انصار صحابہ میں شامل تھے جو بیعت عقبہ میں حاضر تھے اور آپ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ294، عبس بن عامر، دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد3 صفحہ415 عبس بن عامر الانصاری، دار الفکر بیروت2003ء)

پھر حضرت ایاس بن بُکَیر ہیں، ان کو ابن ابی بُکَیر بھی کہا جاتا تھا۔ آپ قبیلہ بنو سعد بن لَیث سے تھے جو بنو

عدی کے حلیف تھے۔ حضرت عاقل، حضرت عامر، حضرت ایاس اور حضرت خالد نے اکٹھے دار ارقم میں اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت ایاس اور ان کے بھائیوں حضرت عاقل اور حضرت خالد اور حضرت عامر نے اکٹھی ہجرت کی اور مدینہ میں رفاعہ بن عبد المنذر کے ہاں قیام کیا۔ ان کی والدہ کی طرف سے تین بھائی اور بھی تھے یہ سب کے سب غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔

ابن یونس نے کہا ہے کہ ایاس فتح مصر میں بھی شریک تھے اور 34 ہجری میں وفات پائی جبکہ ایک روایت کے مطابق حضرت ایاس نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ ان کے بھائی حضرت معاذ اور حضرت معوذ اور عاقل غزوہ بدر میں جبکہ حضرت خالد واقعہ رجیع میں اور حضرت عامر جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ حضرت عامر کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے بئر معونہ میں شہادت پائی۔ حضرت ایاس بن بُکَیر غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور باقی تمام غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ آپ سابقین اسلام میں سے تھے اور ابتدائی ہجرت کرنے والوں میں سے تھے۔ آپ محمد بن ایاس بن بُکَیر کے والد تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ایاس بن بُکَیر اور حضرت حارث بن خزمہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ یہ شاعر بھی تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ297-298 عاقل بن ابی البکیر، ایاس بن ابی البکیر، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد1 صفحہ213 ایاس بن البکیر، دار الفکر بیروت2003ء)(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد1 صفحہ309-310 ایاس بن ابی البکیر، دار الکتب العلمیۃ بیروت2005ء)(کتاب المحبر صفحہ399-400 دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور)(بدر البدور المعروف اصحاب بدر مصنفہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ44، ایاس بن البکیر، مکتبہ نذیریہ لاہور)

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ابو البکیر کے لڑکے یعنی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہماری بہن کا فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ بلال اس سے بہتر ہے اس کے متعلق سوچو۔ وہ لوگ چلے گئے۔ دوسری مرتبہ پھر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری بہن کا فلاح شخص کے ساتھ نکاح کر دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ بلال کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ لوگ سوچنے کے لئے پھر چلے گئے۔ پھر وہ لوگ تیسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر یہی عرض کی کہ ہماری بہن کا فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی فرمایا کہ بلال کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اور پھر فرمایا کہ ایسے شخص کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو اہل جنت میں سے ہے۔ پھر ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ٹھیک ہے اور بلال سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ179 بلال بن رباح، دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

تو حضرت بلال کا یہ مقام تھا۔ اور کس طرح رشتے طے ہوتے تھے اس زمانے میں۔ ٹھیک ہے ایک دو دفعہ انکار کیا لیکن تیسری دفعہ پھر انہیں جو حکم ہوا وہ مان لیا۔ بہر حال ہر ایک کا اپنا اپنا مقام تھا۔ بعض لوگ پہلی دفعہ ہی عرض کر دیتے تھے کہ ٹھیک ہے جو آپ فرمائیں، بعض سوچنے لگ جاتے تھے لیکن بہر حال حضرت بلال کے مقام کا

اس سے بھی پتہ لگتا ہے۔

پھر ایک صحابی حضرت مالک بن نُمیلہ ہیں۔ ان کی والدہ کا نام نُمیلہ تھا۔ ان کو ابن نُمیلہ کہا جاتا تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ مُزَینہ سے تھا جو قبیلہ اوس کی شاخ بنی معاویہ کے حلیف تھے۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں ان کی شہادت ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ358 مالك ابن نميلة، دار الكتب العلميةبيروت1990ء)(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد4 صفحہ258مالك بن نميلة، دار الفكر بيروت2003ء)

پھر حضرت اُنَیس بن قتادہ بن ربیعہ ہیں۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا۔ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک تھے۔ جنگ احد میں شہید ہوئے۔ ابوالحکم بن اخنس بن شریق نے ان کو شہید کیا تھا۔

حضرت خنساء بنت خِذام حضرت اُنیس بن قتادہ کے نکاح میں تھیں۔ جب وہ احد کے دن شہید ہوئے تو حضرت خنساء کے والد نے ان کا نکاح قبیلہ مُزَینہ کے ایک شخص سے کر دیا مگر یہ اسے ناپسند کرتی تھیں۔ پھر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خنساء کا نکاح فسخ کر دیا۔ باپ نے نکاح کیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اگر لڑکی کو یہ ناپسند ہے تو نکاح فسخ کر دیا۔ اس کے بعد حضرت خنساء نے حضرت ابولبابہ سے شادی کر لی اور اس نکاح سے پھر حضرت سائب بن ابی لبابہ پیدا ہوئے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد1 صفحہ187 انيس بن قتادة بن ربيعة، دار الكتب العلمية بيروت2003ء)،(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ354 انيس بن قتادة، دار الكتب العلمية بيروت1990ء)

یہ ہے مثال عورت کی آزادی کی۔ رشتوں کے معاملے میں بعض لوگ جو اپنی لڑکیوں پہ زبردستی کرتے ہیں ان کو سوچنا چاہئے۔

پھر حضرت حارث بن عرفجہ ایک صحابی تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو غنم سے تھا۔ غزوہ بدر اور احد میں یہ شامل ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ253 الحارث بن عرفجة، دار احياء التراث العربی بيروت1996ء)

پھر حضرت رافع بن عُنْجُدہ انصاری تھے۔ حضرت رافع کے والد کا نام عبد الحارث تھا، عُنْجُدہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔ حضرت رافع نے اپنی والدہ کی ابنیت سے شہرت پائی، باپ کے بجائے والدہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو امیہ بن زید بن مالک سے تھا۔ غزوہ بدر، احد اور خندق میں یہ شریک ہوئے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد2 صفحہ45 رافع بن عنجرة، دار الفكر بيروت2003ء)،(الاصابة فی تمييز الصحابة جلد2 صفحہ369 رافع بن عنجدة، دار الكتب العلمية بيروت2005ء)

ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع بن عُنْجُدہ اور حضرت حُصَین رضی اللہ عنہ بن حارث کے درمیان عقد مؤاخات کو قائم کیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ30 ذكر الحصين بن الحارث، دار احياء التراث العربی1996ء)

پھر حضرت خُلَیدۃ بن قَیس ایک صحابی تھے۔ ان کی والدہ کا نام اِدام بنت القین تھا جو کہ بنو سلمہ میں سے تھیں۔ خُلَیدۃ بن قیس کے علاوہ آپ کا نام خلید بن قیس، خالد بن قیس اور خالدہ بن قیس بھی ملتا ہے۔ یہ غزوہ بدر اور احد

میں شریک تھے۔ ان کے حقیقی بھائی جن کا نام خلّاد تھا بعض مؤرخین کے نزدیک یہ بھی بدری صحابہ میں شامل تھے۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ292 خلید بن قیس، دار احیاء التراث العربی1996ء)

پھر حضرت ثقف بن عمرو ہیں۔ حضرت ثقف بن عمرو کے قبیلہ کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ بعض نے بنو اسلم، بعض کے نزدیک بنو اسد تھا، جبکہ بعض آپ کا تعلق قبیلہ بنو سُلَم سے بتاتے ہیں۔ آپ بنو اسد کے حلیف تھے لیکن بعض کے نزدیک آپ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔ یہ اپنے دو بھائیوں کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے جن کے نام حضرت مالک بن عمرو اور مُدلاج بن عمرو ہیں۔ حضرت ثقف بن عمرو اولین مہاجرین میں سے تھے۔ غزوہ بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور خیبر میں شامل ہوئے اور غزوہ خیبر میں آپ کی شہادت ہوئی۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد1 صفحہ476 ثقف بن عمرو، دار الکتب العلمیة بیروت)(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد1 صفحہ525 ثقاف، دار الکتب العلمیة بیروت 1995ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ72 ثقف بن عمرو، دار الکتب العلمیة بیروت1990ء)

پھر حضرت سَبرة بن فاتک تھے۔ یہ خُریم بن فاتک کے بھائی تھے اور خاندان بنو اسد سے تھے۔ ان کے والد کا نام فاتک بن الاخرم تھا۔ حضرت سبرۃ کا نام سَمُرَہ بن فاتک بھی ملتا ہے۔ ایمن بن خُریم بیان کرتے ہیں کہ میرے والد اور چچا دونوں غزوہ بدر میں شامل ہوئے اور انہوں نے مجھ سے پختہ عہد لیا تھا کہ میں کسی مسلمان سے قتال نہیں کروں گا، جنگ نہیں کروں گا۔ عبداللہ بن یوسف نے کہا ہے کہ سبرۃ بن فاتک وہی ہیں جنہوں نے دمشق کو مسلمانوں میں تقسیم کیا تھا۔ ان کا شمار شامیوں میں ہوتا ہے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میزان خدائے رحمن کے ہاتھ میں ہے۔ وہ بعض قوموں کو بلند کرتا ہے اور بعض کو زوال دیتا ہے (یعنی ان کے اپنے عملوں کی وجہ سے)۔ حضرت سبرۃ بن فاتک کا گزر حضرت ابودرداء کے پاس سے ہوا تو انہوں نے کہا سبرۃ کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ عبدالرحمن بن عائذ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے حضرت سبرۃ کو برا بھلا کہا تو انہوں نے اس کا جواب دینے سے بچنے کے لئے غصہ پی لیا۔ جواب نہیں دیا، غصہ کے باوجود کوئی جواب نہیں دیا، خاموش رہے اور غصہ کو دبانے کی وجہ سے آبدیدہ ہوگئے۔ اتنا شدت سے ان کو غصہ تھا، اتنا برا بھلا کہا گیا ان کو کہ غصہ دبایا جس کی وجہ سے آنکھوں سے پانی آگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہی اچھا آدمی ہے سَمُرہ اگر وہ اپنے لمبے بال کچھ چھوٹے کروالے (ان کے لمبے بال تھے) اور اپنی تہ بند کو تھوڑا اوپر اٹھالے۔ جب آپ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے فوری طور پر ایسا ہی کیا۔ آپ بیان کرتے تھے کہ مجھے اس بات کی خواہش ہے کہ ہر دن کسی مشرک سے میرا سامنا ہو جس نے زرہ پہن رکھی ہو۔ اگر وہ مجھے شہید کر دے تو ٹھیک اور اگر میں اسے قتل کر دوں تو اس جیسا اور میرے مقابل پر آجائے۔ بعض کے نزدیک یہ بدر میں شامل نہیں تھے لیکن امام بخاری وغیرہ نے آپ کو اور آپ کے بھائی کو بدری اصحاب میں شامل کیا ہے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد2 صفحہ190 سبرة بن فاتك، دار الفکر بیروت2003ء)(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد3 صفحہ25-26 ،152 سبرة، سمرة بن فاتك، دار الکتب العلمیة بیروت2005ء)(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد2 صفحہ29 خریم بن فاتك الاسدی، دار الکتب العلمیة بیروت2002ء)

یہ صحابہ کے ذکر تھے۔ اب جمعہ کے بعد میں دو جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا جن میں سے پہلا جنازہ مکرم اُنگکو عدنان اسماعیل (Ungku Adnan Ismail) صاحب صدر جماعت ملائیشیا کا ہے، آٹھ اکتوبر کو 74 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد ابتدائی احمدیوں میں سے تھے جنہوں نے 1956ء میں سنگاپور کے مبلغ مکرم مولانا محمد صادق صاحب اور سنگاپور جماعت کے پہلے صدر محمد سالکین صاحب کے ذریعہ بیعت کی تھی۔ ان کے والد ملائشیا کی ایک سٹیٹ جوہور (Johor) کے مفتی تھے اور ننھیال کی طرف سے اس سٹیٹ کے بادشاہ کے رشتہ دار تھے۔ احمدی ہونے کے بعد ان کو گورنمنٹ کے ایک دوسرے شعبہ میں ٹرانسفر کر دیا گیا تھا۔ عدنان صاحب اگست 1944ء میں پیدا ہوئے۔

1968ء میں انہوں نے سنگاپور یونیورسٹی سے پولیٹیکل سائنس میں بی اے آنرز کیا۔ پھر 1969ء میں گورنمنٹ کے انتظامی اور سفارتی شعبوں میں ملازمت کا آغاز کیا۔ 1969ء سے 1981ء تک وزیر اعظم کے شعبہ ریسرچ میں کام کیا۔ اس دوران ان کا تقرر سنگاپور، بیجنگ اور بنکاک میں ملائیشیا کی ایمبیسیز میں ہوتا رہا۔ پھر ان کی ترقی ہوئی اور انہیں وزیر اعظم کی نیشنل سکیورٹی کونسل میں ڈویژنل ہیڈ بنا دیا گیا۔ یہاں انہوں نے 1984ء سے 1992ء تک کام کیا۔ اس کے علاوہ 1992ء سے 1997ء تک انہوں نے وزیر اعظم کے شعبہ سے باہر دوسرے حکومتی دفاتر میں بھی کام کیا۔ 1996ء میں دل کے بائی پاس کا آپریشن ہوا، پھر دوبارہ وزیر اعظم کے شعبہ ریسرچ میں 1997ء میں کام شروع کیا۔ 1999ء میں وہاں سے ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ نے 1956ء میں گو اپنے والدین کے ساتھ بیعت کی تھی لیکن 1981ء میں بنکاک والی پوسٹنگ سے واپسی پر صحیح، ایکٹو احمدی بنے اور ان کا جماعت سے تعلق بڑھا۔ 1986ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملائیشیا کے پہلے صدر جماعت کے طور پر مقرر فرمایا اور ان کے دور صدارت میں جماعت میں بڑی تبدیلیاں اور ترقیاں بھی ہوئیں۔

بیت السلام اور بیت الرحمٰن کی عمارتوں کی تعمیر ان کے دور میں مکمل ہوئی۔ انڈونیشیا سے مبلغین کو ملائیشیا میں لانے، انہیں سیٹل کرنے میں انہوں نے بڑی مدد کی۔ اسی طرح سے ملائشیا سے جامعہ ربوہ اور قادیان میں طلباء بھجوائے۔ گذشتہ دو سالوں سے ان کی صحت کافی خراب تھی۔ کئی بار ہسپتال داخل رہے۔ پھر انہوں نے مجھے لکھا کہ میں طاہر ہارٹ بھی جانا چاہتا ہوں۔ پھر اس سال مئی میں طاہر ہارٹ بھی گئے، کچھ عرصہ گزار کے آئے وہاں، صحت بہتر ہو گئی تھی ان کی لیکن پھر دوبارہ صحت خراب ہوئی اور پھر ہسپتال میں داخل ہو گئے تھے۔ یہ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔

اُنگکو عدنان اسماعیل صاحب جوہور (Johor) سٹیٹ کی رائل فیملی سے ہونے کے باوجود بڑے عاجز انسان تھے۔ اپنی حکومتی اور جماعتی ذمہ داری انتہائی احسن انداز میں ادا کرتے تھے۔ مرکز بھجوائی جانے والی رپورٹس میں باریک پہلوؤں کا خیال رکھتے اور اکثر جماعتی امور کی انجام دہی کے لئے رات دیر تک دفتر میں کام کرتے رہتے۔ جماعتی عہدیداران، کارکنان، احباب جماعت اور خاص کر مبلغین سے ان کا انتہائی اچھا سلوک تھا۔ بچوں کے حوالے سے خصوصی توجہ تھی۔ یعنی جماعت کے بچوں اور ان کی تعلیم و تربیت کی فکر میں رہتے تھے اور یہی کہتے تھے

کہ یہ جماعت کا مستقبل ہیں۔ ان کی اہلیہ کا کہنا ہے کہ آپ ہمیشہ جماعت میں بچوں کے لئے اعلیٰ تعلیم پر زور دیتے اور ہمیشہ جماعتی ترقی کے بارے میں سوچتے تھے۔

وفات کے دن ہسپتال میں کوئی ایمبولینس فارغ نہیں تھی، میت کو مسجد میں لے جانے کے لئے ٹرانسپورٹ میسر نہیں تھی۔ تو جماعت کے ممبر نے ایک چینی رضاکار کو ان چی (Kuan Chee) صاحب سے رابطہ کیا جو اپنی گاڑی بطور ایمبولینس چلاتے تھے اور لوگوں کی میتیں منتقل کرنے میں مدد کرتے تھے۔ اس چینی آدمی نے اپنے فیس بک پہ ذکر کیا کہ اس میت کو لے جانے میں اسے عجیب غیر معمولی تجربہ ہوا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ جب اس نے وین کو چلانا شروع کیا تو جس سڑک پر ہمیشہ شدید ٹریفک جام ہوتا تھا وہاں اچانک ٹریفک ختم ہو گیا اور عام طور پر تقریباً ایک گھنٹے کا سفر ہوتا ہے لیکن اس دن مسجد پہنچنے میں صرف پچیس منٹ لگے۔ پھر کہتے ہیں مسجد پہنچ کر مجھے احساس ہوا کہ لگتا ہے کسی خادم دین کی میت تھی۔

وکیل التبشیر ربوہ منصور خان صاحب نے لکھا ہے کہ عدنان اسماعیل صاحب نے طویل عرصہ جماعت ملائیشیا کے صدر کے طور پر خدمت کی۔ اپنے احباب جماعت کے لئے والد کی طرح تھے۔ کہتے ہیں ملائیشیا کے دورے کے دوران مجھے جماعتی معلومات پر ان سے بات چیت کا موقع ملا تو میں نے ان کو ایک حکمت عملی سے کام لینے والا شخص پایا اور جس نے ناقابل یقین حالات میں جماعتی کاموں کو کامیابی سے انجام دیا۔ بہت پیچیدہ اور مشکل معاملات میں ان کی رائے پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر قائم رکھے اور ہمیشہ جماعت سے مضبوط تعلق رکھنے والے ہوں۔

دوسرا جنازہ حمیدہ بیگم صاحبہ کا ہے جو چوہدری خلیل احمد صاحب ربوہ کی اہلیہ تھیں۔ 5/ اکتوبر کو 84 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ قادیان سے ملحقہ گاؤں بھینی بانگر میں احمدی فیملی میں پیدا ہوئیں۔ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، دنیاوی تعلیم تو کوئی نہیں تھی لیکن قرآن کریم سے آپ کو بڑا محبت اور عشق تھا۔ دن میں متعدد بار قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتی تھیں۔ رمضان میں باقاعدگی سے قرآن کریم سننے کے شوق سے نماز تراویح پر بھی جایا کرتی تھیں۔ جب ربوہ میں عورتیں جمعہ پر جایا کرتی تھیں اس وقت ان کی کوشش ہوتی تھی کہ مسجد اقصیٰ ربوہ میں نماز جمعہ پر پہنچنے والی سب سے پہلی عورت وہ ہوں اس لئے بہت پہلے جمعہ پر چلی جایا کرتی تھیں۔ رہن سہن میں بہت سادگی تھی۔ جو پیسے جمع کرتیں اسے چندے کی مختلف تحریکات میں اور تعمیر مساجد میں پیش کر کے بہت خوش ہوتیں اور خدا کا شکر ادا کرتیں۔ کئی بچیوں کی شادیاں کروائیں۔ غریب بچیوں کا جہیز بھی خود تیار کروا کر دیتیں۔ کئی مرتبہ اپنا زیور چندے میں یا غریبوں کو دے دیا۔ ہمیشہ باقاعدگی سے غرباء کے پاس جانا ان کی سب سے بڑی خوشی ہوتی تھی۔ صدقہ و خیرات بہت کھلے ہاتھ سے کرتیں۔ گھر سے کسی کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور آٹھ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ لطیف احمد صاحب کاہلوں ریٹائرڈ مربی سلسلہ کی بڑی بہن تھیں اور ان کے بڑے بیٹے ڈاکٹر مظفر چوہدری صاحب کو بھی وقف عارضی کی توفیق ملتی رہتی ہے، یہیں یوکے میں، سکنتھارپ (Scunthorpe) میں رہتے ہیں۔ ان کے بیٹے

بشارت نوید صاحب مربی سلسلہ ہیں اور آج کل جزیرہ ری یونین میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ ان کے داماد حافظ عبدالحلیم صاحب بھی ربوہ میں مربی ہیں۔ نواسے بھی ایک مربی ہیں اور دونواسے حافظ قرآن بھی ہیں۔ ایک پوتا ان کا یہاں یوکے جامعہ میں پڑھ رہا ہے۔ عام طور پر ان مربیان کی والدہ کا میں جنازہ پڑھاتا ہوں جو مربیان میدان عمل میں ہوں اور اپنے والدین کے یا والد یا والدہ کے جنازے پر شامل نہ ہو سکتے ہوں۔ بشارت نوید صاحب بھی میدان عمل میں تھے اور ان کی وفات پر وہاں پہنچ نہیں سکے تھے اس لئے ان کی والدہ کا بھی جنازہ غائب مَیں نے آج پڑھانے کے لئے رکھا ہے۔

بشارت نوید صاحب لکھتے ہیں کہ جامعہ احمدیہ مکمل کرنے کے بعد جب میں میدان عمل میں گیا تو ایک مرتبہ گھر واپس آیا تو صبح کی نماز کے لئے مسجد نہیں جا سکا۔ اس پر مجھے کہنے لگی کہ بیٹا تم جب جہاں اپنی پوسٹنگ ہے وہاں ہوتے ہو تو تمہیں لوگ دیکھتے ہیں اور شاید تم لوگوں کی وجہ سے مسجد میں چلے جاتے ہو لیکن یاد رکھو یہاں تمہیں خدا دیکھ رہا ہے اس لئے ہمیشہ نمازوں کی طرف توجہ رکھو اور یہ دیکھتے رہو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

کہتے ہیں کہ میں جامعہ میں پڑھ رہا تھا تو والد صاحب کی اچانک وفات ہو گئی۔ بڑے بھائی بیرون ملک جا چکے تھے۔ بڑی ہمت سے انہوں نے گھر کو سنبھالا۔ کہتے ہیں ایک دن میں نے مذاق سے ان کو کہہ دیا کہ جماعت کو مَیں کہہ دوں کہ میری والدہ اکیلی ہیں تو مَیں ان کی خدمت کرنا چاہتا ہوں اس لئے مجھے دور کسی جگہ نہ بھیجا جائے؟ اس پر بڑی سنجیدہ ہو گئیں اور بڑی سختی سے کہا کہ جہاں جماعت بھیجے وہاں جانا ہے۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ جس کو میں نے وقف کیا ہے اس کو میں اپنے پاس رکھوں اور جو دنیا کمانے والے ہیں انہیں کہوں کہ جاؤ اور دنیا کماؤ۔ اگر میں نے اپنے پاس کسی کو رکھنا ہوا تو تمہیں نہیں بلکہ دنیا کمانے والوں کو بلاؤں گی۔ یہ ان کا جذبہ تھا۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ 2013ء میں جب آخری مرتبہ ان کے پاس رخصت پر پاکستان گیا تو ان کو میں نے کہا کہ اپنے بیوی بچوں کو آپ کے پاس چھوڑ دوں؟ حالانکہ بہت کمزور ہو چکی تھیں، بستر سے اٹھنا بھی مشکل تھا لیکن پھر بھی اس بات کی اجازت نہیں دی۔ کہنے لگیں نہیں! بیوی بچوں کو اپنے پاس رکھو، انہیں خاوند کے پاس ہی رہنا چاہئے۔ یہ ہے سبق ان بزرگوں کا جو آج کل بھی لوگوں کے لئے بڑا اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسلوں کو بھی وفا کے ساتھ دین پر قائم رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26 اکتوبر 2018ء تا 01 نومبر 2018ء جلد 25 شمارہ 43 صفحہ 05 تا 09)

42

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 19 / اکتوبر 2018ء بمطابق 19 / اخاء 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت العافیت، فلاڈلفیا (Philadelphia)، امریکہ

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۔ (التوبۃ:18) اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کی مساجد تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھائے پس قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کئے جائیں۔

الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر میں ہمیں پہلی مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی اور آج اس کا رسمی افتتاح ہے۔

دنیاوی عمارتوں یا وہ عمارتیں جو دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لئے بنائی جاتی ہیں ان کے افتتاحوں میں تو دنیا کے رواج کے مطابق ان ملکوں میں خاص طور پر اور دنیا میں عموماً دنیاوی ظاہری خوشیوں کے اظہار ہوتے ہیں اور یہ اعلان ہوتے ہیں کہ اس سے ہم یہ دنیاوی فائدہ اٹھائیں گے اور وہ دنیاوی فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن مسجد کا افتتاح جب ہم کرتے ہیں، جب ہم مسجد تعمیر کرتے ہیں تو اس سوچ کے ساتھ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اس گھر کی تعمیر سے ہم نے اپنا مدّعا اور مقصد جو رکھنا ہے وہ صرف اور صرف یہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ان باتوں کا کرنا ضروری ہے جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم عطا فرمایا ہے، اور اس میں سب سے پہلا اور اوّلین مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا ہے، اور اس طرح ادا کرنا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے۔ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں جیسا کہ ترجمہ بھی پڑھ دیا گیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی بتایا ہے کہ مسجد کی تعمیر کرنے والوں کا مقصد کیا ہونا چاہئے یا وہ کون لوگ ہیں جو مسجد کی تعمیر کا حق ادا کرتے ہیں۔ وہ وہ لوگ ہیں جو اس کی آبادی کی فکر میں رہتے ہیں، اس کو اچھی حالت میں رکھنے کی فکر میں رہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں۔ کہنے کو تو سب کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا عملی اظہار بھی ضروری ہے اور وہ اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب اقام الصلوٰۃ کا عملی نمونہ دکھایا جائے۔ اور اقام الصلوٰۃ کیا ہے؟ اس کا عملی اظہار کس طرح ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے؟ اس کا عملی اظہار ایک تو نماز باجماعت کی ادائیگی میں ہے، دوسرے نماز میں اللہ تعالیٰ کی حضوری اور توجہ کو قائم

رکھنا ہے اور یہی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور تفسیر سے پتہ چلتا ہے۔ پس نماز کا حقیقی قیام کرنے والے وہ لوگ ہیں جو باجماعت نماز کے عادی ہوں اور اپنی توجہ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف رکھتے ہوئے نمازیں پڑھنے والے ہوں، دعا، استغفار اور توجہ سے نماز ادا کرنے والے ہوں، توجہ ادھر ادھر ہو تو پھر اپنی توجہ کو خدا تعالیٰ کی طرف لے کر آئیں۔ ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ کس حد تک ہم اقام الصلوٰۃ کے اس معیار کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ اس مادی دنیا میں اکثریت اول تو باجماعت نماز کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں دیتی۔ اور اگر مسجد میں آ بھی جائیں تو نہ فرض نمازوں میں، نہ سنتوں میں وہ توجہ رہتی ہے جو نماز کا حق ہے۔ ایسی حالت اگر ہے تو ہم خود ہی اپنی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا واقعی ہم ان لوگوں میں شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مساجد تعمیر کرنے والے اور اس کا حق ادا کرنے والے کہا ہے۔

پھر فرمایا کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ دین کی خاطر بھی مالی قربانی کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی بہتری کے لئے بھی، ان کے حق ادا کرنے کے لئے بھی مالی قربانی کرنے والے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے خوف کے اور کوئی خوف نہیں ہوتا۔ اس فکر میں رہتے ہیں کہ کہیں ہمارے کسی عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے پیار سے ہم محروم نہ ہو جائیں۔ اپنے اعمال ان ہدایات کے مطابق کرنے والے ہوتے ہیں، ان حکموں کو اپنے پیش نظر ہر وقت رکھنے والے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقی مسلمان کو حکم دیا ہے اور جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ پس یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے جو ایک مومن، مسلمان کی ہے۔ اور اس مسجد بننے کے بعد یہاں آنے والوں یا اس مسجد سے اپنے آپ کو منسوب کرنے والوں کی ذمہ داریاں پہلے سے بہت بڑھ گئی ہیں۔

آپ نے اپنی عبادتوں کے بھی حق ادا کرنے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بھی حق ادا کرنے ہیں تبھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کئے جانے والے ہوں گے، تبھی ان لوگوں میں شمار ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر رہتی ہے۔ اس آیت سے پہلے کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ مشرکوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ مساجد کی تعمیر کریں یا ان کی آبادی کریں، ان کے دل تو غیر اللہ سے بھرے پڑے ہیں۔ اور جس کا دل غیر اللہ سے بھرا ہو وہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر ہی نہیں سکتا نہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا کر سکتا ہے۔

اور شرک بھی کئی قسم کا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

شرک کئی قسم کے ہیں۔ ایک تو موٹا اور صحیح شرک ہے جس میں کسی انسان یا پتھر یا اور بے جان چیزوں یا قوتوں یا خیالی دیویوں اور دیوتاؤں کو خدا بنا لیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ شرک ابھی دنیا میں موجود ہے، ظاہری طور پر موجود ہے لیکن فرمایا کہ یہ زمانہ روشنی اور تعلیم کا ایسا زمانہ ہے کہ عقلیں اس قسم کے شرک کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئی ہیں۔ گو یہ شرک ہے لیکن تعلیم نے انسان کو اس قابل بنا دیا ہے کہ عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ یہ پتھر کی مورتیاں اور بت جو ہیں یہ ہمارا کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن فرمایا کہ مگر ایک اور قسم کا شرک ہے جو مخفی طور پر زہر کی طرح اثر کر رہا ہے اور وہ اس زمانے میں بہت بڑھتا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور

اعتماد بالکل نہیں رہا۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 79-80)

اور اس بات کی آپ نے یہ وضاحت فرمائی کہ اَسباب اور دوسری چیزوں پر خدا تعالیٰ کی نسبت زیادہ بھروسہ ہے۔ اپنی نوکریوں، اپنے کاروباروں، اپنی دنیاوی مصروفیات کی طرف زیادہ توجہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ نمازوں کی طرف توجہ نہیں ہے، مسجدیں آباد کرنے کی طرف توجہ نہیں ہے۔

پس ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ طور پر یہ مانگنا چاہئے کہ اے خدا ہمیں کامل مومن بندہ بنا۔ کیونکہ مومن بننا بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر منحصر ہے اس لئے اس کے مانگنے سے ہی یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے۔

ہم صرف اس بات پر خوش نہ ہو جائیں کہ ہم نے ایک بڑی خوبصورت مسجد فلاڈلفیا میں بنا دی ہے، اس شہر میں بنا دی ہے، بلکہ ہم اس کا حق ادا کرتے ہوئے جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں تو ہم یہ سننے والے ہوں کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسجدیں خدا تعالیٰ کی خاطر بنائی ہیں اور پھر اس کا حق ادا کرنے کی بھی کوشش کی۔ چنانچہ انہی ہدایت یافتہ لوگوں میں اور ان لوگوں میں ان کا شمار کیا جاتا ہے جن سے اللہ راضی ہوتا ہے، جن سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ پس اس سوچ کو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جب یہ سوچ ہو گی اور اس کے لئے کوشش ہو گی تو اس مسجد کے افضال اور برکات ہم اس دنیا میں بھی محسوس کریں گے، ہماری اولادیں اور نسلیں بھی دین سے جڑی ہوئی ہوں گی اور ہم اللہ تعالیٰ کے پیغام کو بھی اس علاقے اور اس شہر میں پھیلانے والے ہوں گے۔ توحید کو دنیا میں قائم کرنے والے ہوں گے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو دنیا میں لہرانے والے ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجدوں کی تعمیر کا ایک مقصد یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جس علاقے میں اسلام کی حقیقی تعلیم اور حقیقی پیغام پہنچانا چاہتے ہو وہاں مسجد بنا دو۔ آپ نے فرمایا کہ "اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہو گئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہئے پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا۔ لیکن شرط یہ ہے..." صرف مسجد بننے سے نہیں ہوتا، فرمایا"... شرط یہ ہے کہ قیام مسجد میں نیّت بہ اخلاص ہو۔" اخلاص سے بنائی جائے مسجد نہ دکھاوے کے لئے۔ فرمایا کہ " محض للہ اسے کیا جاوے۔" یعنی مسجد کی تعمیر کا کام اللہ کی خاطر صرف کیا جائے۔" نفسانی اغراض یا کسی شرّ کو ہرگز دخل نہ ہو تب خدا برکت دے گا۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 119)

پس یہ بات ہمیں ہمیشہ اپنے سامنے رکھنی چاہئے کہ مسجد ہم بناتے ہیں، مسجد کی خاطر ہم مالی قربانی بھی اگر کرتے ہیں تو اس میں کوئی دکھاوا نہ ہو بلکہ یہ نیت ہو کہ مسجد بنے گی تو ہم بھی عبادت کا حق ادا کرنے والے ہوں گے ہماری آئندہ نسلیں بھی محفوظ ہوں گی اور دین سے جڑی رہیں گی۔ پس اس مسجد کی تعمیر اور آبادی کے ساتھ ایک اور بڑی ذمہ داری بھی یہاں کے رہنے والوں پہ بڑھ گئی ہے کہ اس شہر میں اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ اس مسجد کو بنا دیں۔

کہا جاتا ہے یہاں اس شہر میں مسلمانوں کی سینتالیس مساجد یا سینٹر ہیں لیکن باقاعدہ مسجد کے طور پر تعمیر

ہونے والی یہ پہلی مسجد ہے۔ پس جب مسجد کے طور پر یہ عمارت اس شہر میں تعمیر ہوئی ہے تو صرف یہ بتانے کے لئے نہیں کہ مسلمانوں کی مسجد کی حقیقی شکل کس طرح کی ہوتی ہے بلکہ یہ بتانے کے لئے ہے کہ اس مسجد سے اسلام کی خوبصورت اور امن پسند تعلیم کی اصل شکل ابھر کر دنیا کے سامنے آئے گی۔ ہم ہیں جو دعاؤں اور عبادتوں کے ساتھ اسلام کا حقیقی پیغام دنیا میں پھیلاتے ہیں اور یہاں اب پہلے سے بڑھ کر اپنے عملی نمونوں کے ذریعہ سے پھیلائیں گے۔ اس علاقے میں اسلام کی تعلیم کی عملی صورت کا اظہار کر کے ہم نے احمدی مسلمانوں کی آبادی کو بھی بڑھانا ہے لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ ہماری احمدی آبادی بھی ایک دو گھروں کے علاوہ یہاں سے عموماً فاصلے پر ہی ہے۔ امیر صاحب سے بات ہو رہی تھی انہوں نے بتایا، اس بات کا اظہار کیا کہ اس مسجد کا کافی بڑا رقبہ ہے اور بڑا پلاٹ ہے جس میں تعمیر کی اجازت بھی مل سکتی ہے۔ اگر یہاں فلیٹس بنائے جائیں یا گھر بنائے جائیں یا احمدیوں کو بنانے کی اجازت دی جائے تو مسجد کے قریب آبادی ہو سکتی ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک اچھی تجویز ہے اس پر غور ہونا چاہئے۔ اگر یہ تجویز قابل عمل ہے تو ضرور کوشش ہونی چاہئے کہ یہاں احمدی گھر آکر آباد ہوں اور جب احمدی آبادی ہو گی اور اس نیت سے آئے گی کہ مسجد کو بھی آباد کرنا ہے اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کا پیغام بھی پہنچانا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر اس نیت میں بھی برکت ڈالے گا اور یہ بات انشاء اللہ تعالیٰ احمدی آبادی میں اضافے کا باعث بھی ہو گی۔

ہماری تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ 1920ء میں جب حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ امریکہ بطور مبلغ تشریف لائے تو یہاں فلاڈلفیا کی بندرگاہ پر اترے تھے لیکن آپ کو ملک میں داخل نہیں ہونے دیا گیا، اس وقت اس کی اجازت نہیں ملی اور ان کو ایک گھر میں قید کر دیا گیا۔ وہاں اور بھی قیدی تھے۔ آپ کی تبلیغ سے دو مہینے میں پندرہ قیدیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 250)

تبلیغ کے ساتھ ساتھ ان کا عملی نمونہ بھی تھا، ان کا تقویٰ بھی تھا، ان کی دعائیں بھی تھیں۔ پس تبلیغ کے ساتھ یہ بھی ایک ضروری چیز ہے۔ اور پھر کہا جاتا ہے کہ آپ کے قیام کے دوران یہاں پانچ چھ ہزار احمدی ہوئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت یہ فرمایا تھا کہ اگر یہی بیعتوں کی تعداد ہو تو چند دہائیوں میں لاکھوں تک یہ تعداد پہنچ سکتی ہے۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 477)

بہر حال وہ ٹارگٹ تو حاصل نہ ہو سکا جو بھی روکیں تھیں یا حالات تھے یا ہماری کمزوریاں تھیں لیکن اب موقع ہے کہ ہم ایک عزم کے ساتھ اس کی کوشش کریں، بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی یہاں پیغام پہنچ گیا تھا جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ "... ایسا ہی اور کئی انگریز ان ملکوں میں اس سلسلہ کے ثناخوان ہیں اور اپنی موافقت اس سے ظاہر کرتے ہیں۔..." بڑی تعریف کرتے ہیں اور یہ اظہار کرتے ہیں کہ ہم بالکل اس تعلیم کے قائل ہیں۔ تو فرماتے ہیں "... چنانچہ ڈاکٹر بیکر جن کا نام ہے اے جارج بیکر نمبر 404 سیس کوئی ہینا ایونیو (Susquehanna Avenue) فلاڈلفیا امریکہ۔ میگزین ریویو آف ریلیجنز میں میرا نام اور تذکرہ پڑھ کر اپنی چٹھی میں یہ الفاظ لکھتے ہیں۔..." جس نے مضمون لکھا تھا ان کو بیکر صاحب یہ لکھتے ہیں کہ "مجھے آپ کے امام کے خیالات کے ساتھ بالکل

اتفاق ہے۔ انہوں نے اسلام کو ٹھیک اُس شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جس شکل میں حضرت نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 106)

پھر حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی اپنی ایک رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ عاجز راقم کو ان تھوڑے سے ایام میں جو ملک امریکہ میں داخل ہوئے گزرے ہیں باوجود بڑی مشکلات اور رکاوٹوں کے جو متعصّب عیسائیوں کی طرف سے پیش آئیں معتدبہ کامیابی حاصل ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔ پھر لکھتے ہیں کہ اس وقت 29 نئے جنٹلمین اور لیڈیاں عاجز کی تبلیغ سے داخل دین متین ہو چکے ہیں جن کے اسمائے گرامی مع جدید اسلامی نام پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر وہ تفصیل پیش کی پھر آپ نے لکھا کہ نمبر 1 اور 2 ڈاکٹر جارج بیکر اور مسٹر احمد اینڈرسن یہ ہر دو صاحبان ایک عرصے سے عاجز کے ساتھ خط و کتابت رکھتے تھے اور مدت سے مسلمان ہو چکے ہیں۔ مخلص مسلمان ہیں، مَیں ضروری سمجھتا ہوں ان کا نام اس فہرست میں سب سے اوّل رکھا جائے۔ (ماخوذ از الفضل 22 جولائی 1920ء جلد 8 نمبر 4 صفحہ 1)

پھر جیسا کہ مَیں نے کہا بعض دوسرے لوگوں کا ذکر ہے۔ اب یہ سنا ہے کہ یہاں فلاڈلفیا میں ڈاکٹر بیکر کی قبر بھی تلاش کر لی گئی ہے۔ ان کی وفات 1918ء میں ہوئی تھی۔ ان کی یہیں تدفین ہے۔ تو اس زمانے میں آج سے تقریباً سو سال پہلے سے یہاں احمدیت آئی ہوئی ہے لیکن بہرحال اب جبکہ جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس شہر میں ہمیں ایک خوبصورت مسجد بنانے کی توفیق دی ہے تو اس کے ذریعہ سے اب ایک نئے عزم کے ساتھ یہاں کی جماعت اور مبلغ کو بھی تبلیغ کے ایسے پروگرام بنانے چاہئیں جس سے اسلام کی خوبصورت تعلیم اور یہ پیغام ہر طرف پھیل جائے اور یہ علاقہ امن اور خوبصورتی کے لحاظ سے ایسا علاقہ بن جائے کہ لوگ کوشش کر کے اس علاقے میں آکر رہائش کے خواہش مند ہوں۔ آبادی کے لحاظ سے یہ شہر امریکہ کا چھٹا بڑا شہر ہے۔ اگر اس شہر میں اور اس کے ارد گرد علاقے میں اسلام کا صحیح پیغام پہنچایا جائے تو انشاء اللہ انہی لوگوں سے وہ لوگ پیدا ہوں گے جو صحیح عابد اور مسجدوں کو آباد کرنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے اور ہدایت یافتہ لوگ ہوں گے۔

پس ہر مسجد جو ہم بناتے ہیں ہمارے لئے ایک بہت بڑا چیلنج لے کر آتی ہے کہ اپنی حالتوں کو بھی درست کرنا ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بھی اور عملی نمونے میں بھی اپنی حالتیں بہتر کرنی ہیں اور تبلیغ کے میدان بھی کھولنے ہیں، صرف اتنی بات پر خوش ہو کر نہیں بیٹھ جانا کہ ہم نے مسجد بنالی۔ ہم نے اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غلامِ صادق کو ماننا ہے جس نے اسلام کا احیائے نو کرنا تھا، نئی زندگی شروع کرنی تھی۔ آپ نے ان تمام غلط فہمیوں کو دنیا کے دماغوں سے نکالنا تھا جو اسلام کے متعلق پیدا ہو چکی ہیں چاہے وہ غیر مسلموں کے ذریعہ سے پیدا ہوئی ہوں یا نام نہاد علماء کی غلط تفسیروں سے پیدا ہوئی ہوں۔ اور اب یہ کام ہمارا، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کا ہے کہ اس لحاظ سے اپنی تمام تر کوششوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں، اپنی حالتوں اور عبادتوں کو ان معیاروں تک لے کر جائیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول ہیں، جن کے بارے میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار توجہ دلائی ہے۔

اس مسجد کی تعمیر میں جو خرچ ہوا جو مجھے بتایا گیا اب تک 8.1 ملین ڈالرز خرچ ہوئے ہیں۔ 3/1 حصہ جماعت نے دیا ہے، کچھ نیشنل ہیڈ کوارٹر نے دیا ہے، باقی تفصیل مَیں آگے بھی بتا دوں گا، لیکن اس 8.1 ملین ڈالرز کے خرچ کا فائدہ تو تب ہے جب اس کے مقصد کو پورا کریں اور دور رہنے کے باوجود، اگر فی الحال لوگوں کی آبادی یہاں قریب نہیں ہے، جو بھی اس شہر میں رہتے ہیں اس مسجد کی آبادی کی پانچ وقت کوشش کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

"مسجدوں کی اصل زینت عمارتوں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ورنہ یہ سب مساجد ویران پڑی ہوئی ہیں...۔" اُس زمانے میں ویران پڑی ہوئی تھیں اور آجکل بھی جو آباد ہیں تو وہاں غلط قسم کے نام نہاد علماء کے غلط نعروں نے ان کو امن کی بجائے فساد کی جگہ بنا دیا ہوا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ "...رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد چھوٹی سی تھی۔ کھجور کی چھڑیوں سے اس کی چھت بنائی گئی تھی اور بارش کے وقت چھت میں سے پانی ٹپکتا تھا..." لیکن کیا کچھ کام ہوئے وہاں۔ فرماتے ہیں کہ "...مسجد کی رونق نمازیوں کے ساتھ ہے"۔ پھر فرمایا "...مسجدوں کے واسطے حکم ہے کہ تقویٰ کے واسطے بنائی جائیں۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 170)

پس اگر اخلاص کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور تقویٰ پر چلتے ہوئے آکر اس مسجد کو آباد رکھیں گے تو عبادتیں بھی قبول ہوں گی اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ صحیح رنگ میں ہو سکے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ جو ہماری مسجد میں اس نیت سے داخل ہو گا کہ بھلائی کی بات سیکھے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہو گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 322 مسند ابی ھریرۃ، حدیث 8587 عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس یہ ہے حقیقی مسلمان کا مقصد۔ آجکل اسلام کو بدنام کیا جاتا ہے کہ اسلام جہاد کی تعلیم دیتا ہے اور بعض مسلمانوں کے عمل بھی اس بدنامی میں شامل ہیں لیکن حقیقی مومن کا کام یہ ہے کہ نیکیاں سیکھے، نیکیوں پر عمل کرے، نیکیاں پھیلائے تو گویا وہ جہاد کر رہا ہے اور یہ جہاد کرنا آج ہم احمدیوں کا کام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار ہمیں نیکیوں پر چلنے اور تقویٰ پر قدم مارنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں چنانچہ ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا کہ: "اس وصیّت کو توجّہ سے سنیں..."، فرمایا "...اس وصیت کو توجّہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آ سکے۔ وہ پنجوقت نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں..." "کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔"..."وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔" فرمایا "غرض ہر ایک قسم کے معاصی (گناہ) اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی..." "یعنی ہر قسم کی نہ کرنے والی اور نہ کہنے والی کوئی بھی برائیاں جو ہیں، کسی قسم کی برائی کا اظہار نہ ہو ان سے۔"... اور تمام نفسانی جذبات اور بیجا حرکات سے

مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شرّ اور غریب مزاج بندے ہو جائیں۔ اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے۔... اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں۔ اور پنجوقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں۔ اور ظلم اور تعدّی اور غبن اور رشوت اور اِتلاف حقوق اور بیجا طرفداری سے باز رہیں۔..." کسی کی بے جا طرفداری بھی غلط چیز ہے اور لوگوں کا حق مارنا بھی غلط چیز ہے اور اس پہ خاص طور پر توجہ دینی چاہئے۔"... اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں۔" (مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 46-47)

خاص طور پر نوجوانوں کو اس کی طرف توجہ دینی چاہئے اور بدصحبت میں آجکل کے بہت سارے مختلف قسم کے جدید ذرائع ہیں جو سوشل میڈیا پہ اور دوسری جگہوں پہ غلط قسم کی باتیں ہوتی ہیں یہ سب بدصحبتیں ہیں ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اب یہاں پاکستان سے بہت سے لوگ اسائلم لے کر بھی آکے آباد ہوئے ہیں یا رفیوجی (refugee) بن کر آئے ہیں ان کے لئے بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ ہر احمدی کے سامنے صرف اس دنیا کی خوشیاں اور چاہتیں نہیں ہونی چاہئیں بلکہ اگلے جہان کی فکر ہونی چاہئے، وہاں کے انعامات اور فائدے ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا کہ:

"خدا تعالیٰ بھی انسان کے اعمال کا روزنامچہ بناتا ہے۔..." روز کے روز اعمال لکھے جاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ "... پس انسان کو بھی اپنے حالات کا ایک روزنامچہ تیار کرنا چاہئے۔..." خود بھی انسان کو کوشش کرنی چاہئے کہ دیکھے آج سارے دن میں مَیں نے کیا نیکیاں کی ہیں اور کیا برائیاں کی ہیں۔ کن باتوں پر، نیکیوں پر عمل کیا ہے اور کن پر نہیں کیا۔ فرمایا"... اور اس میں غور کرنا چاہئے..." صرف تیار نہیں کر لینا، بلکہ غور کریں تب ہی انسان نیکیوں کی طرف جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔ فرمایا"... کہ نیکی میں کہاں تک آگے قدم رکھا ہے۔..." یہ دیکھو۔"... انسان کا آج اور کل برابر نہیں ہونے چاہئیں۔ جس کا آج اور کل اس لحاظ سے کہ نیکی میں کیا ترقی کی ہے برابر ہو گیا وہ گھاٹے میں ہے۔..." فرماتے ہیں، اگر برابر کیا تو کوئی فائدہ نہیں یہ تو نقصان ہے۔"... انسان اگر خدا کو ماننے والا اور اسی پر کامل ایمان رکھنے والا ہو تو کبھی ضائع نہیں کیا جاتا۔" (ملفوظات جلد 10 صفحہ 137-138)

پس یہ بہت سوچنے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ جب ہم پر فضل فرما رہا ہے تو اس کی شکر گزاری ہم پر فرض ہے۔ پس وہ لوگ جو اپنے دنیاوی کاروباروں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے حق کو اور اپنی عبادتوں کو بھول گئے ہیں یا اس پر وہ توجہ نہیں جو ہونی چاہئے وہ اپنے جائزے لے لیں کہ ہمارا عہد بیعت کیا ہے اور ہمارے عمل کیا ہیں۔ اور جو یہاں نئے آئے ہیں وہ بھی یاد رکھیں کہ دنیا میں ڈوبنا ترقی نہیں ہے بلکہ تباہی ہے۔ اور انہوں نے ہمیشہ اس بات کو سامنے رکھنا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ مسجدوں کے حق ادا کرنے والے ہوں اللہ کی عبادت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور اقتباس پیش کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں کہ:

"یاد رکھو ہماری جماعت اس بات کے لئے نہیں ہے جیسے عام دنیادار زندگی بسر کرتے ہیں، نرا زبان سے

کہہ دیا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو تم مسلمان ہو؟ تو کہتے ہیں شکر الحمد للہ۔ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائر اللہ کی حرمت نہیں کرتے۔ پس میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ۔ یہ نکمّی حالت ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کیلئے کھڑا کیا ہے۔ پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے وہ گویا اپنے عمل سے میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔..."

اور عملی قوتوں کی ترقی یہی ہے جیسے کہ بیان ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کرنا عبادتوں کا بھی حق ادا کرنا اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنا، اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا میں پہنچانا۔ فرماتے ہیں "... پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے، تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنی ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو۔ اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشا کو معلوم کرو۔ اور اس پر عمل کرو۔ خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہو سکتی کہ زبان سے اقرار کر لیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔ یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی۔..." جماعت بغیر عمل کے زندہ نہیں رہ سکتی۔"... یہ وہ عظیم الشّان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدم کے وقت سے شروع ہوئی۔ کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو۔ پس اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہلِ حق کا گروہ تم ہی ہو۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 370-371)

پس یہ کوئی آسان کام نہیں ہے، بہت فکر کے ساتھ اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا یا دنیا کی دولت ہمیں اور ہماری نسلوں کی بقا کی ضمانت نہیں ہے بلکہ دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا بقا کی ضمانت ہے، اس کے حکموں پر چلنا بقا کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جیسا کہ عموماً مساجد کے افتتاح پر میں مسجد کی کچھ تھوڑی سی تفصیل بھی بیان کر دیتا ہوں وہ بھی اس وقت پیش کروں گا۔ کچھ کوائف یہ ہیں، اس مسجد کی عمارت کے لئے زمین 2007ء میں خریدی گئی تھی پھر تقریباً چھ سال بعد 2013ء میں اس پہ کام شروع ہوا۔ پھر بعض روکیں بیچ میں آتی رہیں، جو بھی تھیں جائز یا ناجائز جس کی وجہ سے اب یہ مسجد اس سال مکمل ہوئی ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ 8.1 ملین ڈالرز خرچ ہوئے تھے جس میں سے فلاڈلفیا کی مقامی جماعت نے دو ملین چار لاکھ 35 ہزار سے کچھ اوپر ڈالر دیئے۔ ایک ملین دو لاکھ 43 ہزار سے اوپر امریکہ کی باقی جماعتوں نے اس کے لئے ادا کئے اور چار ملین چار لاکھ 78 ہزار سے اوپر نیشنل ہیڈ کوارٹر نے ادا کئے۔ تقریباً نصف سے زیادہ نیشنل ہیڈ کوارٹر کا ہے۔ شروع میں تو صرف دو ایکڑ زمین لی گئی تھی پھر بعد میں مزید

ایک ایکڑ خرید اگیا۔ پھر 2015ء میں کسی غیر مسلم نے غالباً عیسائی نے زمین سے ملحقہ اپنا پونہ ایکڑ کا پلاٹ جماعت کو ہبہ کیا جو بھی اس کا دنیاوی مقصد تھا، لیکن بہر حال جماعت کو اس نے چیریٹی میں دے دیا۔ اب اس کا کل قطعہ یا رقبہ چار ایکڑ ہے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا تھا کہ یہاں کوئی ہاؤسنگ سکیم یا فلیٹ وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں۔ اس عمارت کا جو کوَرڈ (covered) ایریا ہے وہ اکیس ہزار چار سو مربع فٹ ہے۔ تین منزلہ عمارت ہے، بیسمنٹ میں ایک کمرشل کچن ہے، درمیانی منزل میں مبلغ کی رہائش کے لئے ایک اپارٹمنٹ تعمیر کیا گیا ہے۔ اوپر والی منزل میں دفاتر اور لائبریری بنائی گئی ہیں۔ ایک مسجد والا حصہ ہے اور دوسرا حصہ بھی دو منزلہ ہے۔ مردوں اور عورتوں کا ایک بڑا ہال ہے جو کہ پانچ ہزار مربع فٹ پر مشتمل ہے۔

اس میں بھی پارٹیشن کر کے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ 350 کے لگ بھگ مرد اور اسی طرح 350 کے لگ بھگ عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ عمارت کے اس حصے میں مردوں اور عورتوں کے علیحدہ علیحدہ واش رومز بنائے گئے ہیں، باقی ضروریات ہیں۔ چھ ہزار مربع فٹ کا ملٹی پرپز ہال (multi-purpose hall) بھی ہے جس میں سات سو افراد بیٹھ سکتے ہیں اور کھیلیں بھی ہو سکتی ہیں، جماعتی دفاتر بھی موجود ہیں۔ چھیالیس گاڑیوں کی پکی پارکنگ بھی بنائی گئی ہے۔ کل چھیاسی گاڑیاں اَور ایکسٹرا بھی آسکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کرے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد کی تعمیر کا مقصد بیان فرمایا ہے جو میں نے ابھی بیان کیا ہے ہر احمدی اس مقصد کو پورا کرنے والا ہو اور یہ مسجد اس علاقے میں اسلام کا حقیقی پیغام پہنچانے میں سنگ میل کی حیثیت رکھنے والی ہو۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 02 نومبر 2018ء تا 08 نومبر 2018ء جلد 25 شمارہ 44 صفحہ 05 تا 08)

43

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 26/ اکتوبر 2018ء بمطابق 26/ اخاء 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت السمیع، ہیوسٹن (Houston)، امریکہ

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا یہ ہم پر بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غلام صادق کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 'ہمارے مہدی' کے الفاظ سے خطاب فرمایا، یا یاد فرمایا۔

(سنن الدار قطنی جلد اوّل صفحہ 51 حدیث 1777 کتاب العیدین مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

یہ پیار اور قرب کے اظہار کا اعلیٰ مقام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 'ہمارا' کہہ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مہدی معہود علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لٹریچر میں اسلام کے اعلیٰ ترین مذہب ہونے کے بارے میں بیان فرمایا ہے اور اعتراض کرنے والوں کے اعتراض انہی پر الٹا کر یہ ثابت فرمایا کہ آج حقیقی اور اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والا اور گناہوں سے نجات دلانے والا اگر کوئی مذہب ہے، اور مذہب ہے یقیناً، تو وہ صرف اسلام ہے، وہاں اپنوں کی تربیت کے لئے بھی بے شمار تقاریر، تحریروں اور مجالس میں بے شمار ارشادات فرمائے جو ہمارے لئے قدم قدم پر رہنما ہیں اور ہدایت کے سامان ہیں۔

آپؑ نے اپنے ماننے والوں کو بڑے درد کے ساتھ بیعت کا حق ادا کرنے اور حقیقی مومن بننے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ یہ وہ ارشادات ہیں جنہیں ہمیں باقاعدہ اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور یہی ہماری روحانی تربیت کا ذریعہ ہے۔

یہی ذریعہ ہے جس کے ذریعہ سے ہم دین کا ادراک بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہی ذریعہ ہے جس سے ہم خدا تعالیٰ کے قرب پانے کے راستے بھی تلاش کر سکتے ہیں۔ یہی ذریعہ ہے جس سے ہم قرآن کریم کے اسرار و معارف تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور یہی ذریعہ ہے جس سے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو پہچان سکتے ہیں۔ اور یہی ذریعہ ہے جس سے ہم اپنی اعتقادی حالتوں کو درست کر سکتے ہیں۔ اور یہی ذریعہ ہے جس سے ہم اپنی عملی حالتوں میں بہتری لا سکتے ہیں۔ یہ بڑی بدقسمتی ہو گی اگر ہم اس خزانے کے ہوتے ہوئے اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں جو طاقت اور قوتِ قدسی ہے اس کا اثر کسی اَور کے الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔ اور کیوں نہ ہو! یہی تو وہ امام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس زمانے میں بھیجا ہے۔ پس یہ ہمارا، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں

آنے کا دعویٰ کرتے ہیں، یہ فرض ہے کہ آپؑ کے الفاظ کو پڑھیں، سنیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اپنی حالتوں کو اس معیار پر لے کر آئیں جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے توقع کی ہے۔

اس وقت میں آپؑ کے چند ارشادات پیش کروں گا جو ہماری زندگیوں کا لائحہ عمل ہیں۔ ایک مقصد ہے جو آپ نے ہمیں ہمارے سامنے رکھا اور بیان فرمایا کہ ایک احمدی کا کیا معیار ہونا چاہئے، اسے کیسا ہونا چاہئے۔ آجکل کی مادی دنیا میں ان باتوں کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جبکہ ہم میں سے بعض کی ترجیحات بھی دنیا کی طرف زیادہ ہو گئی ہیں اور دین کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی۔ اعتقادی لحاظ سے ہم اپنے آپ کو احمدی مسلمان کہتے ہیں، لیکن عملی کمزوریاں ہم میں بہت زیادہ پیدا ہو رہی ہیں۔ ان ارشادات کی روشنی میں ہر کوئی اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور ہمیں کہاں ہونا چاہئے۔

تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ کا معیار کیا ہونا چاہئے؟ نیکی کیا ہے؟ نیکی کا معیار کیا ہونا چاہئے؟ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اس کے بارے میں ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

سچا تقویٰ جس سے خدا تعالیٰ راضی ہو اس کے حاصل کرنے کے لئے بار بار اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ۔ (الاحزاب: 71) کہ اے ایمان لانے والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور پھر یہ بھی کہا کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل: 129) یعنی اللہ تعالیٰ ان کی حمایت اور نصرت میں ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کریں۔

فرماتے ہیں کہ تقویٰ کہتے ہیں بدی سے پرہیز کرنے کو اور مُحْسِنُوْن وہ ہوتے ہیں جو اتنا ہی نہیں کہ بدی سے پرہیز کریں بلکہ نیکی بھی کریں اور پھر یہ بھی فرمایا۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی (یونس: 27) یعنی ان نیکیوں کو بھی سنوار سنوار کر کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ مجھے یہ وحی بار بار ہوئی۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل: 129) اور اتنی مرتبہ ہوئی ہے کہ میں گن نہیں سکتا۔ آپ فرماتے ہیں... خدا جانے دو ہزار مرتبہ ہوئی ہو۔ اس سے غرض یہی ہے کہ تا جماعت کو معلوم ہو جاوے کہ صرف اس بات پر ہی فریفتہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس جماعت میں شامل ہو گئے یا صرف خشک خیالی ایمان سے راضی ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی معیت اور نصرت اسی وقت ملے گی جب سچا تقویٰ ہو اور پھر نیکی ساتھ ہو۔

فرمایا یہ فخر کی بات نہیں کہ انسان اتنی ہی بات پر خوش ہو جاوے کہ مثلاً وہ زنا نہیں کرتا یا اس نے خون نہیں کیا کسی کو قتل نہیں کیا چوری نہیں کی۔ فرماتے ہیں یہ کوئی فضیلت ہے کہ برے کاموں سے بچنے کا فخر حاصل کرتا ہے؟ یہ کوئی بات نہیں ہے، اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ ہم برے کاموں سے بچے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دراصل وہ جانتا ہے کرنے والا اگر یہ کام نہیں کرتا... وہ جانتا ہے کہ چوری کرے گا تو... قانون کی رُو سے زندان میں جاوے گا۔ یعنی قید ہو گا، پکڑا جائے گا، سزا ملے گی۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ایسی چیز کا نام نہیں ہے کہ برے کام سے ہی پرہیز کرے۔ اتنا ہی اسلام نہیں بلکہ جب تک بدیوں کو چھوڑ کر نیکیاں اختیار نہ کرے وہ اس

روحانی زندگی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ نیکیاں بطور غذا کے ہیں۔ جیسے کوئی شخص بغیر غذا کے زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح جب تک نیکی اختیار نہ کرے تو کچھ نہیں۔ بدیاں چھوڑو اور نیکیاں کرو تو تب روحانی زندگی ملتی ہے۔

بعض برائیاں کس طرح انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں جو انسان محسوس بھی نہیں کر رہا ہوتا لیکن ایک وقت میں وہ انہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آ جاتا ہے۔ اس کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ:

بعض گناہ موٹے موٹے ہوتے ہیں مثلاً جھوٹ بولنا، زنا کرنا، خیانت کرنا، جھوٹی گواہی دینا اور اتلاف حقوق لوگوں کے حق مارنا، شرک کرنا وغیرہ۔ لیکن بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان ان میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔ جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے۔ عمر گزر جاتی ہے گناہ کرتے ہوئے، چھوٹے چھوٹے گناہ سمجھتا ہے۔ پتہ ہی نہیں لگ رہا ہوتا۔ مثلاً آپؑ نے مثال دی کہ گلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ شکوہ کرنا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر رنج کا اظہار کرنا۔ اِدھر اُدھر باتیں کرنا اس نے یہ کہہ دیا اس نے وہ کہہ دیا۔ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ اس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن شریف نے اس کو بہت ہی بڑا قرار دیا ہے۔ یہی چھوٹی چھوٹی باتیں، جو شکایتیں ہیں گلہ کرنا، شکوہ کرنا آخر میں چغلی بن جاتا ہے۔ اس لئے قرآن شریف نے اس کو بہت بڑا قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا (الحجرات: 13) خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور ایسی کارروائی کرے جس سے اس کو حرج پہنچے، یعنی صرف باتیں ہی نہیں ہوں کیونکہ باتیں پھر دوسرے کو نقصان پہنچانے والی بھی ہوتی ہیں، شکوے اور گلے شروع ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی بدظنیاں شروع ہوتی ہیں، چغلیاں کرنی شروع ہوتی ہیں اور پھر انسان ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے جہاں وہ یہ کوشش کرتا ہے کہ دوسرے کو نقصان بھی پہنچائے۔

آپؑ فرماتے ہیں ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو یہ سب برے کام ہیں۔ فرمایا ایسا ہی بخل ہے، غضب ہے، یہ سب برے کام ہیں کنجوسی ہے، غصہ میں آنا ہے، یہ سب برے کام ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے موافق پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان ان سے پرہیز کرے اور ہر قسم کے گناہوں سے جو خواہ آنکھوں سے متعلق ہوں یا کانوں سے، ہاتھوں سے یا پاؤں سے، بچتا رہے۔ خواہ آنکھوں سے متعلق ہوں یا کانوں سے، ہاتھوں سے یا پاؤں سے کوئی بھی قصور نہ ہو۔ کسی بھی عضو سے گناہ ہو رہا ہو ان سے بچتا رہے۔ کیونکہ فرمایا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل: 37) یعنی جس بات کا علم نہیں خواہ نخواہ اس کی پیروی مت کرو۔ کیونکہ کان، آنکھ، دل اور ہر ایک عضو سے پوچھا جاوے گا۔ مرنے کے بعد انسان اللہ کے پاس

جائے گا تو ان چیزوں سے سوال ہوں گے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ بہت سی بدیاں صرف بد ظنی سے ہی پیدا ہو جاتی ہیں ۔ایک بات کسی کی نسبت سنی اور جھٹ یقین کر لیا بغیر تحقیق کے، فرمایا یہ بہت بُری بات ہے۔ جس بات کا قطعی علم اور یقین نہ ہو اس کو دل میں جگہ مت دو۔ یہ اصل بد ظنی کو دور کرنے کے لئے ہے کہ جب تک مشاہدہ اور فیصلہ صحیح نہ کرے نہ دل میں جگہ دے اور نہ ایسی بات زبان پر لائے۔ فرمایا یہ کیسی محکم اور مضبوط بات ہے۔ بہت سے انسان ہیں جو زبان کے ذریعہ پکڑے جائیں گے۔ پس بد ظنی جو ہے اگر یہ دور ہو جائے تو ہمارے معاشرے کے آدھے فساد اور جھگڑے اور رنجشیں دور ہو جائیں۔ اکائی پیدا ہو جائے، وحدت پیدا ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں یہاں دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمی محض زبان کی وجہ سے پکڑے جاتے ہیں اور انہیں بہت کچھ ندامت اور نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ کوئی بات کہی اور پکڑے گئے اور بات سچی نہیں نکلتی پھر شرمندگی ہوتی ہے، سچ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ بد ظنی نہ کرو۔ دوسرے کے متعلق اچھے خیال رکھو۔ یا کوئی بات سنو تو تحقیق کر لیا کرو۔ انسان کمزور ہے بعض خیالات دل میں آجاتے ہیں لیکن اگر ان پر عمل نہ کرے انسان تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف خیالات کے آنے سے پکڑ نہیں کرتا بلکہ اس پر عمل کرنے کی وجہ سے پکڑ ہوتی ہے۔ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح پکڑ کرتا ہے آپؑ فرماتے ہیں کہ

دل میں جو خطرات اور سرسری خیال گزر جاتے ہیں ان کے لئے کوئی مؤاخذہ نہیں۔ مثلاً کسی کے دل میں گزرے کہ فلاں مال مجھے مل جاوے تو اچھا ہے۔ یہ ایک قسم کا لالچ تو ہے لیکن محض اتنے ہی خیال پر جو طبعی طور پر دل میں آئے اور گزر جاوے کوئی مؤاخذہ نہیں۔ لیکن جب ایسے خیال کو دل میں جگہ دیتا ہے اور پھر عزم کرتا ہے کہ کسی نہ کسی حیلے سے وہ مال ضرور لینا چاہئے...، غلط طریقے سے مال کمانا ہے، یہ خیال آجائے کہ اگر میرا ٹیکس اتنا بنتا ہے، اس میں اتنی کمی کر دوں تو میرے پاس اتنی بچت ہو جائے گی۔ خیال آنا تو کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ نہیں پکڑتا لیکن اگر اس پر عمل کیا، ٹیکس چوری کیا، حکومت کو نقصان پہنچایا یا سچ نہیں بولا، اپنے چندوں میں اپنی آمد کو کم لکھوایا تو پھر اللہ تعالیٰ پکڑتا ہے۔ اور بہت سارے ایسے تجربے ہیں، بہت سارے لوگوں کی مثالیں ہیں جن کی پھر آمدنی بھی اسی طرح آہستہ آہستہ کم ہو جاتی ہے اور اسی سطح پر آجاتی ہے جس پہ وہ اپنی آمدنی ظاہر کر رہا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی میں بھی اور حکومت کے حق ادا کرنے میں بھی۔ فرمایا تو پھر یہ گناہ قابل مؤاخذہ ہے۔ غرض جب دل عزم کر لیتا ہے تو اس کے لئے شرارتیں اور فریب کرتا ہے۔ دنیاداروں میں، دنیاوی لالچوں میں بھی، کاروباری لوگ ہیں یا دوسرے لوگ ہیں کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے غلط طریقے سے جب دل میں خیال آتا ہے، اس پر عمل کرنا شروع کرتے ہیں، پروگرام بنانا شروع کرتے ہیں، سکیمیں بنانی شروع کرتے ہیں۔ تو پھر فرمایا کہ یہ گناہ قابل مؤاخذہ لکھا جاتا ہے۔ پس یہ اس قسم کے گناہ ہیں جو بہت ہی کم توجّہی کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں اور یہ انسان کی ہلاکت کا موجب ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے اور کھلے گناہوں سے تو اکثر پرہیز کرتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ بہت سے آدمی ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی خون نہیں کیا ہو گا، کسی کو قتل نہیں کیا ہو گا، نقب زنی نہیں کی، چوری نہیں کی، ڈاکہ نہیں ڈالا یا اور اس قسم کے بڑے گناہ نہیں کئے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ لوگ کتنے ہیں جنہوں نے کسی کا گلہ

نہیں کیا، کوئی شکوہ نہیں کیا، کسی کے پیچھے کوئی بات نہیں کی، بد ظنی نہیں کی، وہ لوگ کتنے ہیں؟ یا کسی اپنے بھائی کی ہتک کر کے اس کو رنج نہیں پہنچایا، کسی کو جذباتی ٹھیس نہیں پہنچائی، یہ لوگ کتنے ہیں؟ یا جھوٹ بول کر خطا نہیں کی۔ اب جھوٹ کی بھی بڑی قسمیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تو یہ کہا ہے، ایک مومن کو کہا ہے کہ ہلکا سا بھی جھوٹ نہیں بولنا، تمہاری ہر بات میں سچائی ہونی چاہئے۔ فرماتے ہیں یا کم از کم دل کے خطرات پر استقلال نہیں کیا، جو بھی دل میں باتیں پیدا ہوتی ہیں ان پر پھر قائم نہیں رہے۔ کتنے لوگ ہوں گے ایسے؟ آپؑ فرماتے ہیں کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ ایسے لوگ بہت ہی کم ہوں گے جو ان باتوں کی رعایت رکھتے ہوں جنہوں نے کسی کو رنج نہ پہنچایا ہو، کسی کا شکوہ نہ کیا ہو، بد ظنی نہ کی ہو، جھوٹ نہ بولا ہو، دل میں برے خیالات نہ لائے ہوں۔ فرماتے ہیں ایسے بہت کم لوگ ہوں گے جو ان باتوں کی رعایت رکھتے ہوں اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ یہ سب کام اگر نہیں کرتے تو اس وجہ سے نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ورنہ کثرت سے ایسے لوگ ملیں گے جو تقریباً جھوٹ بولتے ہیں اور ہر وقت ان کی مجلسوں میں دوسروں کا شکوہ اور شکایت ہوتا رہتا ہے اور وہ طرح طرح سے اپنے کمزور اور ضعیف بھائیوں کو دکھ دیتے ہیں۔ آپ اپنی مجالس کا جائزہ لے لیں۔ ہر کوئی خود دیکھے تو نظر آئے گا کہ بیٹھ کے لوگوں کی برائیاں کی جاتی ہیں، تضحیک کی جاتی ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں کو اچھالا جاتا ہے، اس پر ہنسی ٹھٹھہ کیا جاتا ہے اور پھر اسی وجہ سے پھر رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ پس یہ ہے نیکیوں کا معیار کہ ان چیزوں سے بچنا ہے جن سے بچنے کی ایک مومن سے توقع کی جاتی ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے۔ فرمایا مَیں اس وقت برے کاموں کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک اوامر اور نواہی اور احکام الٰہی کی تفصیل موجود ہے۔ کیا کام کرنے ہیں کیا نہیں کرنے ان کی تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے اور ایک مومن کو قرآن شریف پڑھنا چاہئے اور سمجھنا بھی چاہئے۔ فرمایا کہ اور کئی سو شاخیں مختلف قسم کے احکام کی بیان کی ہیں۔ خلاصۃً یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو ہرگز منظور نہیں کہ زمین پر فساد کریں۔ اللہ تعالیٰ دنیا پر وحدت پھیلانا چاہتا ہے لیکن جو شخص اپنے بھائی کو رنج پہنچاتا ہے، ظلم اور خیانت کرتا ہے وہ وحدت کا دشمن ہے۔ اکائی نہیں پیدا ہو سکتی اس سے، محبت نہیں پیدا ہو سکتی، بھائی چارہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ فرمایا کہ وہ وحدت کا دشمن ہے۔ جب تک یہ بد خیال دل سے دور نہ ہوں کبھی ممکن نہیں کہ سچی وحدت پھیلے۔ اس لئے اس مرحلہ کو سب سے اوّل رکھا۔ ایک جماعت ہونے میں یہی برکت ہے کہ ایک اکائی قائم ہو، وحدت قائم ہو اور یہی مقصد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنے کا اور یہی مقصد تھا مہدی معہود کے آنے کا کہ مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کریں۔ امّت واحدہ بنائیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ یہ بھی عموماً دیکھا گیا ہے کہ اکثر لوگ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے جب اس قسم کی باتوں کو سنتے ہیں تو ان کے دل متاثر ہو جاتے ہیں اور وہ اچھا بھی سمجھتے ہیں۔ یعنی کہ نیکی کی باتیں جو کی جا رہی ہیں سنتے ہیں، اس وقت خطبہ دیا جا رہا ہے، بیٹھے ہیں لوگ سن رہے ہیں، دل متاثر ہو جاتے ہیں بعضوں کے، اکثریت کے ہوتے ہیں۔ لوگ مجھے لکھتے بھی رہتے ہیں۔ لیکن فرمایا ... لیکن جب اس مجلس سے الگ ہوتے ہیں اور اپنے احباب اور

دوستوں سے ملتے ہیں تو پھر وہی رنگ ان میں آ جاتا ہے اور اُن سنی ہوئی باتوں کو یکدم بھول جاتے ہیں۔ جو نیکی کی باتیں سن کے آتے ہیں انہیں بھول جاتے ہیں اس لئے مَیں کہتا ہوں کہ بار بار ہمیں یہ باتیں دہرانی چاہئیں اور سامنے رکھنی چاہئیں تا کہ بھولنے سے پہلے یاد دہانی ہو جائے۔ اور فرمایا کہ ...وہی پہلا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ اس سے بچنا چاہئے۔ جن صحبتوں اور مجلسوں میں ایسی باتیں پیدا ہوں ان سے الگ ہو جانا ضروری ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ ان تمام بُری باتوں کے اجزاء کا علم ہو کیونکہ طلب شئے کے لئے علم کا ہونا سب سے اوّل ضروری ہے۔ یعنی کسی چیز کی آدمی خواہش کر رہا اور اس کی طلب کر رہا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا علم بھی ہو کہ وہ چیز ہے کیا؟ اچھی ہے یا بری ہے۔ اچھائی کا بھی علم ہونا چاہئے اور برائی کا بھی علم ہونا چاہئے تا کہ اگر بری ہے تو چھوڑ دے اور اچھی ہے تو اس کو اپنا لے۔

فرمایا کہ جب تک کسی چیز کا علم نہ ہو اسے کیونکر حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن شریف نے بار بار تفصیل دی ہے۔ پس بار بار قرآن شریف کو پڑھو، اور تمہیں چاہئے کہ برے کاموں کی تفصیل لکھتے جاؤ اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید سے کوشش کرو کہ ان بدیوں سے بچتے رہو۔ یہ تقویٰ کا پہلا مرحلہ ہو گا، بدیوں سے بچنا۔ جب تم ایسی سعی کرو گے، کوشش کرو گے تو اللہ تعالیٰ پھر تمہیں توفیق دے گا بچنے کی اور وہ کافوری شربت تمہیں دیا جاوے گا جس سے تمہارے گناہ کے جذبات بالکل سرد ہو جائیں گے۔ کافور کے بارے میں حکماء کہتے ہیں کہ جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے یہ استعمال ہوتا ہے۔ لوگ دوائیوں میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ یہاں روحانی بیماری کے لئے بھی آپ نے اس کی مثال دی ہے کہ جب برائیوں سے بچو گے تو یہی تمہارے لئے کافوری شربت بن جائے گا جس سے آہستہ سے تمہارے گناہ ٹھنڈے ہوتے جائیں گے، ختم ہوتے جائیں گے۔ اس کے بعد نیکیاں ہی سرزَد ہوں گی۔ جب تک انسان متقی نہیں بنتا یہ جام اسے نہیں دیا جاتا اور نہ اس کی عبادات اور دعاؤں میں قبولیت کا رنگ پیدا ہوتا ہے۔ عبادتوں اور دعاؤں کو قبول کروانا ہے تو اس کے لئے بنیادی چیز یہی ہے کہ انسان برائیوں سے رُکے اور نیکیوں کو اپنائے۔ یہ تقویٰ ہے۔ دعائیں قبول کرانے کے لئے بھی یہ ضروری شرط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (المائدۃ:28) یعنی بیشک اللہ تعالیٰ متقیوں ہی کی عبادات کو قبول فرماتا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ نماز روزہ بھی متقیوں ہی کا قبول ہوتا ہے۔ ان عبادات کی قبولیت کیا ہے اور اس سے مراد کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا کہ:

نماز کی قبولیت سے مراد یہ ہے کہ نماز کے اثرات اور برکات نماز پڑھنے والے میں پیدا ہو گئے ہیں اور جب تک وہ برکات اور اثرات پیدا نہ ہوں تو نری ٹکریں ہیں۔ فرمایا کہ اس نماز اور روزہ سے کیا فائدہ جبکہ اسی مسجد میں نماز پڑھی اور وہیں کسی دوسرے کی شکایت اور گِلہ کر دیا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ ہمیں کیسے پتہ لگے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز یا عبادت قبول کی ہے کہ نہیں۔ تو اس کی نشانی یہی ہے کہ نمازوں کے بعد، عبادتوں کے بعد دیکھنا چاہئے کہ بڑی اور چھوٹی برائیاں ہم سے دور ہو رہی ہیں، ان سے نفرت پیدا ہو رہی ہے، ہمارے اندر نیکیاں کرنے کی طرف توجہ زیادہ پیدا ہو رہی ہے، سچائی کی طرف ہمارے قدم بڑھ رہے ہیں۔ اگر نہیں تو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پھر یہ

ٹکریں ہیں۔ فرمایا کہ مسجد میں نماز پڑھی وہیں دوسرے کی شکایت اور گلہ شروع کر دیا، بدظنیاں شروع ہو گئیں، باتیں شروع ہو گئیں، امانت میں خیانت کر دی۔ مجلسوں کی بھی امانت ہوتی ہے اور عہدیداروں کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اپنی جماعتی مجالس کی باتیں نہ اپنے گھروں میں، نہ کسی غیر ضروری شخص سے کرنے کی ضرورت ہے۔ اس بات پر پابندی ہونی چاہئے۔ بہت ساری باتیں اسی لئے پیدا ہوتی ہیں، فتنے اسی لئے پیدا ہوتے ہیں کہ اپنی امانت کی باتیں باہر نکل رہی ہوتی ہیں۔ کسی کے مقام پر لوگ حسد کرنے لگ جاتے ہیں۔ کسی کی عزت پر حملہ کر دیا۔ آپؑ فرماتے ہیں اگر ایسے عیبوں اور برائیوں میں مبتلا ہوئے تو پھر نماز نے اسے کیا فائدہ دیا؟

بعض بہت سے نوجوان ہیں، مجھے ذاتی طور پر پتہ لگتا رہتا ہے لکھتے بھی رہتے ہیں کہ بعض عہدیداروں، اپنے بڑوں کی ایسی باتیں دیکھ کر ہی جماعت سے پہلے آہستہ آہستہ دور ہٹے، مسجد سے دور ہٹے، پھر عبادت سے دور ہٹے، پھر اللہ تعالیٰ سے بھی دور ہو جاتے ہیں۔ تو پھر ایسی نمازیں نہ تو صرف یہ کہ نماز پڑھنے والوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتیں بلکہ ان سے بعض لوگوں کو نقصان بھی پہنچ رہا ہوتا ہے۔ پس اگر اگلی نسل کو سنبھالنا ہے تو سب سے پہلے بڑوں اور عہدیداروں کو اپنے اندر تقویٰ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ پہلی منزل اور مشکل اس انسان کے لئے جو مومن بننا چاہتا ہے یہی ہے کہ بُرے کاموں سے پرہیز کرے اور یہی تقویٰ ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ یہ بھی یاد رکھو کہ تقویٰ اس کا نام نہیں کہ موٹی موٹی بدیوں سے پرہیز کرے بلکہ باریک در باریک بدیوں سے بچتا رہے۔ مثلاً ٹھٹھے اور ہنسی کی مجلسوں میں بیٹھنا جہاں دوسروں کا غلط قسم کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، یا ایسی مجلسوں میں بیٹھنا جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہتک ہو یا اس کے بھائی کی شان پر حملہ ہو رہا ہو۔ اگرچہ ان کی ہاں میں ہاں بھی نہ ملائی ہو مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی برا ہے۔ ایسی مجلسوں میں بیٹھ کے ایسے لوگوں کی باتیں سننا بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے چاہے گفتگو میں شامل نہ ہو رہے ہو کہ ایسی باتیں کیوں سنیں؟ یہ ان لوگوں کا کام ہے جن لوگوں کے دل میں مرض ہے کیونکہ اگر ان کے دل میں بدی کی پوری حس ہوتی تو وہ کیوں ایسا کرتے اور کیوں ایسی مجلس میں جا کر ایسی باتیں سنتے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی باتیں سننے والا بھی کرنے والا ہی ہوتا ہے۔ جو لوگ زبان سے ایسی باتیں کرتے ہیں وہ تو صریح مؤاخذہ کے نیچے ہیں، واضح طور پر سزا کے نیچے آ گئے کیونکہ انہوں نے ارتکاب گناہ کیا ہے۔ لیکن جو چُپکے ہو کے بیٹھے رہے وہ بھی اس گناہ کے خمیازے کا شکار ہوں گے۔ وہ بھی گناہگار بن رہے ہوں گے اور ان کو بھی نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ اس حصے کو بڑی توجہ سے یاد رکھو، آپؑ فرماتے ہیں کہ اس حصہ کو بڑی توجہ سے یاد رکھو اور قرآن شریف کو بار بار پڑھ کر سوچو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لئے بہت یاد رکھنے کی چیز ہے۔

پس غلط باتوں کو سن کر خاموش رہنے والے، وہیں بیٹھے رہ کر صرف باتیں سننے والے کہ مزے کے لئے باتیں سن رہے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہوں گے۔ پھر اس بات کی مزید وضاحت بھی فرمائی کہ ایک مومن صرف اس بات پر خوش نہیں ہو جاتا کہ اس نے کوئی برائی نہیں کی، پہلے بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہ تو دوسرے مذہبوں اور قوموں کے شرفاء جو ہیں، بلکہ ان لوگوں میں بھی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو برائیاں نہیں

کرتے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ہندوؤں، عیسائیوں اور دوسری قوموں میں پائے جاتے ہیں جو بعض گناہ نہیں کرتے مثلاً بعض جھوٹ نہیں بولتے، کسی کا مال ناحق نہیں کھاتے، قرضہ دبا نہیں لیتے بلکہ واپس کرتے ہیں۔ معاملات معاشرت میں بھی پکے ہوتے ہیں مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اتنی ہی بات نہیں جس سے وہ راضی ہو جاوے۔ بدیوں سے بچنا چاہئے اور اس کے بالمقابل نیکی کرنی چاہئے اس کے بغیر مخلصی نہیں۔ جو اس پر مغرور ہے کہ وہ بدی نہیں کرتا وہ نادان ہے۔ اسلام انسان کو اسی حد تک نہیں پہنچاتا اور چھوڑتا بلکہ وہ دونوں شقیں پوری کرانا چاہتا ہے کہ یعنی بدیوں کو تمام و کمال چھوڑ دو اور نیکیوں کو پورے اخلاص سے کرو۔ جب تک یہ دونوں باتیں نہ ہوں نجات نہیں ہو سکتی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 8 صفحہ 371 تا 378)

آپؑ فرماتے ہیں "مَیں پھر جماعت کو تاکید کرتا ہوں کہ تم تقویٰ و طہارت میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو گا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل:129) "یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ کا طریق اختیار کیا اور جو نیکیاں کرنے والے ہیں اور احسان کرنے والے ہیں)۔ فرمایا "اور خوب یاد رکھو کہ اگر تقویٰ اختیار نہ کرو گے اور اس نیکی سے جسے خدا چاہتا ہے کثیر حصہ نہ لو گے تو اللہ تعالیٰ سب سے اوّل تم ہی کو ہلاک کرے گا کیونکہ تم نے ایک سچائی کو مانا ہے اور پھر عملی طور سے اس کے منکر ہوتے ہو۔" یعنی زمانے کے امام کو مانا ہے، یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم باقی مسلمانوں سے بہتر ہیں اور نیکیوں پر چلنے والے ہیں لیکن عملی طور پر اگر تقویٰ نہیں تو اس سے انکار ہو رہا ہے۔ "اس بات پر ہرگز بھروسہ نہ کرو اور مغرور مت ہو کہ بیعت کر لی ہے۔ جب تک پوری تقویٰ اختیار نہ کرو گے ہرگز نہ بچو گے۔ خدا تعالیٰ کا کسی سے رشتہ نہیں نہ اس کو کسی کی رعایت منظور ہے۔ جو ہمارے مخالف ہیں وہ بھی اسی کی پیدائش ہیں اور تم بھی اسی کی مخلوق ہو۔" جو مخالفین ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں ہم بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ "صرف اعتقادی بات ہرگز کام نہ آوے گی جب تک تمہارا قول اور فعل ایک نہ ہو۔" اعتقاد تو دوسرے مسلمانوں کا بھی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتَم النّبیین ہیں، قرآن کریم آخری شرعی کتاب ہے یہ تو اعتقاد ہمارا بھی ہے، اُن کا بھی ہے لیکن اگر قول اور فعل میں تضاد ہے تو صرف اعتقاد کام نہیں آئے گا۔ اصل چیز عمل ہے جس کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ پس اسلام لانا کافی نہیں ہے، احمدی ہونا کافی نہیں ہے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے اور حقیقی مومن بننا جس کی اللہ تعالیٰ ہم سے توقع رکھتا ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ عملی راستی دکھاؤ" یعنی عملی طور پر سچائی کو ظاہر کرو" تا وہ تمہارے ساتھ ہو۔ رحم، اخلاق، احسان، اعمال حسنہ، ہمدردی اور فروتنی "اور عاجزی" میں اگر کمی رکھو گے تو مجھے معلوم ہے اور بار بار میں بتلا چکا ہوں کہ سب سے اوّل ایسی ہی جماعت ہلاک ہو گی۔" فرمایا کہ "موسیٰ علیہ السلام کے وقت جب اس کی امّت نے خدا تعالیٰ کے حکموں کی قدر نہ کی تو باوجودیکہ موسیٰ اُن میں موجود تھا مگر پھر بھی بجلی سے ہلاک کئے گئے۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 144-145)

تو پھر آپؐ فرماتے ہیں کہ تمہارا کیا خیال ہے تم صرف میری بیعت کر کے بچ جاؤ گے!

پھر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے آپؐ صحابہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "یہ حالت انسان کے اندر پیدا ہو جانا آسان بات نہیں..." کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنا اور تقویٰ پیدا ہونا، آپؑ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے جو نمونہ دکھایا وہ کیا تھا۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کو آمادہ ہو گئے۔ پس "یہ حالت انسان کے اندر پیدا ہو جانا آسان بات نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کو آمادہ ہو جاوے مگر صحابہ کی حالت بتاتی ہے کہ انہوں نے اس فرض کو ادا کیا۔ جب انہیں حکم ہوا کہ اس راہ میں جان دے دو پھر وہ دنیا کی طرف نہیں جھکے۔ پس یہ ضروری امر ہے کہ تم دین کو دنیا پر مقدم کر لو۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 297)

آجکل میں خطبات میں صحابہؓ کی سیرت بیان کر رہا ہوں بہت سارے، عجیب عجیب واقعات سامنے آتے ہیں کس قسم کی قربانیاں دینے والے تھے، کس طرح اپنے اندر نیکیاں پیدا کرنے والے تھے، کس طرح تقویٰ میں بڑھنے والے تھے، کیا عبادتوں کے معیار تھے، اسی لئے کہ ہمارے سامنے وہ نمونے آجائیں جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ جو ہیں یہ ستاروں کی مانند ہیں، جس کے پیچھے بھی چلو گے وہ تمہیں صحیح رستے کی طرف لے جائے گا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح جلد 11 صفحہ 162 حدیث 6018 کتاب المناقب باب مناقب الصحابہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

پس یہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "یاد رکھو اب جس کا اصول دنیا ہے پھر وہ اس جماعت میں شامل ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ اس جماعت میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی اس جماعت میں داخل اور شامل ہے جو دنیا سے دستبردار ہے۔" اس کی وضاحت بھی آگے کر دی۔ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی مت خیال کرے کہ میں اس خیال سے تباہ ہو جاؤں گا۔ یہ خدا شناسی کی راہ سے دور لے جانے والا خیال ہے۔ "کہ دنیا کی طرف میں گیا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ فرمایا" خدا تعالیٰ کبھی اس شخص کو جو محض اسی کا ہو جاتا ہے ضائع نہیں کرتا بلکہ وہ خود اس کا متکفل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے۔ جو شخص اس کی راہ میں کچھ کھوتا ہے وہی کچھ پاتا ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کو پیار کرتا ہے اور انہیں کی اولاد با برکت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کرتا ہے۔ اور یہ کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو گا کہ خدا تعالیٰ کا سچا فرمانبردار ہو وہ یا اس کی اولاد تباہ و برباد ہو جاوے۔

دنیا ان لوگوں ہی کی برباد ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کو چھوڑتے ہیں اور دنیا پر جھکتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہر امر کی طناب اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بغیر کوئی مقدمہ فتح نہیں ہو سکتا، کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی اور کسی قسم کی آسائش اور راحت میسر نہیں آسکتی۔" فرماتے ہیں کہ "دولت ہو سکتی ہے"، پیسہ بن جائے، پیسہ آجائے کسی کے پاس" مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ "یہ پیسہ جو ہے "مرنے کے بعد یہ بیوی یا بچوں کے ضرور کام آئے گی۔" بہت ساری مثالیں ایسی ہمارے سامنے آتی ہیں کہ مرنے کے بعد ان کی دولتیں لُٹ جاتی ہیں۔ فرمایا" ان باتوں پر غور کرو اور اپنے اندر ایک نئی تبدیلی پیدا کرو۔"

پھر آپ فرماتے ہیں کہ "...ابھی تک جو تعریف کی جاتی ہے" جماعت کی یا احمدیوں کی "وہ خدا تعالیٰ کی ستاری کرا رہی ہے"، اللہ تعالیٰ پردہ پوشی کر رہا ہے "لیکن جب کوئی ابتلا اور آزمائش آتی ہے تو وہ انسان کو ننگا کر کے دکھا دیتی ہے۔ اس وقت وہ مرض جو دل میں ہوتی ہے اپنا پورا اثر کر کے انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 297-298)

اُس اپنے زمانے کی جب آپ بات کر رہے ہیں، اس وقت تو تقویٰ اور نیکی کا معیار آج کی نسبت بہت بلند تھا لیکن آپ کے دل میں اُس وقت بھی ایک درد تھا۔ آج ہم اپنی حالتیں دیکھ کر خود جائزہ لے سکتے ہیں کہ ہماری کیا حالت ہے۔ ہمارا دعویٰ کیا ہے اور ہمارے نیکی کے معیار کیا ہیں۔

پھر اس کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے کہ سچا مومن کون ہے آپ فرماتے ہیں "یقیناً یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی مومن اور بیعت میں داخل ہوتا ہے جو دین کو دنیا پر مقدم کر لے جیسا کہ وہ بیعت کرتے وقت کہتا ہے۔ اگر دنیا کی اغراض کو مقدم کرتا ہے تو وہ اس اقرار کو توڑتا ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ مجرم ٹھہرتا ہے۔..." فرمایا "یقیناً یاد رکھو کہ جب تک انسان کی عملی حالت درست نہ ہو زبان کچھ چیز نہیں۔ یہ نری لاف گزاف ہے... سچا ایمان وہی ہے جو دل میں داخل ہو اور اس کے اعمال کو اپنے اثر سے رنگین کر دے۔ سچا ایمان ابو بکرؓ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا کیونکہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال تو مال جان تک کو دے دیا اور اس کی پروا بھی نہ کی...۔"

فرمایا "مجھے ہمیشہ خیال آتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا نقش دل پر ہو جاتا ہے۔ اور کیسی بابرکت وہ قوم تھی اور آپ کی قوت قدسیہ کا کیسا قوی اثر تھا کہ اس قوم کو اس مقام تک پہنچا دیا۔ غور کر کے دیکھو کہ آپؐ نے ان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ ایک حالت اور وقت ان پر ایسا تھا کہ تمام محرمات ان کے لئے شیر مادر کی طرح تھیں"، یعنی ماں کے دودھ کی طرح سب برائیاں کرنے والے تھے۔ "چوری، شراب خوری، زنا، فسق و فجور سب کچھ تھا۔ غرض کون سا گناہ تھا جو ان میں نہ تھا۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور تربیت سے اُن پر وہ اثر ہوا اور ان کی حالت میں وہ تبدیلی پیدا ہوئی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شہادت دی اور کہا اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیْ اَصْحَابِیْ۔ گویا بشریت کا چولہ اتار کر مظہر اللہ ہو گئے تھے اور ان کی حالت فرشتوں کی سی ہو گئی تھی جو یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (النحل:51) "یعنی جو کہا جاتا ہے وہی کرتے ہیں" اس کے مصداق ہیں، ٹھیک ایسی ہی حالت صحابہ کی بن گئی تھی۔ ان کے دلی ارادے اور نفسانی جذبات بالکل دور ہو گئے تھے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 296-297)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد ایک احمدی کو کیا ہونا چاہئے اور کس طرح اس کا جماعت کے ساتھ مضبوط تعلق ہونا چاہئے اور اپنے زمانے میں آپؑ کے ساتھ اور پھر آپؑ نے فرمایا کہ میرے بعد جو خلافت کا سلسلہ شروع ہو گا اس کے ساتھ جڑے رہنا کہ وہ دائمی سلسلہ تمہارے ساتھ چلے گا۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ "جس شاخ کا تعلق درخت سے نہیں رہتا وہ آخر خشک ہو کر گر جاتی ہے۔ جو شخص

زندہ ایمان رکھتا ہے وہ دنیا کی پروا نہیں رکھتا۔ دنیا ہر طرح مل جاتی ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والا ہی مبارک ہے لیکن جو دنیا کو دین پر مقدم رکھتا ہے وہ ایک مردار کی طرح ہے جو کبھی سچی نصرت کا منہ نہیں دیکھتا۔ یہ بیعت اس وقت کام آسکتی ہے جب دین کو مقدم کر لیا جاوے اور اس میں ترقی کرنے کی کوشش ہو۔ بیعت ایک بیج ہے جو آج بویا گیا اب اگر کوئی کسان صرف زمین میں تخم ریزی پر ہی قناعت کرے "بیج بو دے اور کہہ دے کہ ٹھیک ہو گیا سب کچھ" اور پھل حاصل کرنے کے جو جو فرائض ہیں ان میں سے کوئی ادا نہ کرے۔ نہ زمین کو درست کرے، اور نہ آبپاشی کرے، اور نہ موقعہ بہ موقعہ مناسب کھاد زمین میں ڈالے، نہ کافی حفاظت کرے تو کیا وہ کسان کسی پھل کی امید کر سکتا ہے؟" یہ علاقہ بھی زراعت کا ہے۔ بہت سارے لوگ نئے آنے والے بھی جو یہاں اب آئے ہیں رفیوجی سٹیٹس (refugee status) پہ یا اسائلم لے کر وہ دیہاتوں سے بھی آئے ہوئے ہیں، ان کو بھی پتہ ہے کہ اگر بیج بونے کے بعد فصل کی صحیح نگہداشت نہ کی جائے فصل کی تو اسے پھل نہیں لگتا۔ پس یہاں آنے والوں کو، نئے آنے والوں کو اس حوالے سے میں یہ بھی کہہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں آپ کے حالات بہتر کئے، مذہبی آزادی دی، عبادت کا حق ادا کر سکتے ہیں اور آزادی سے اپنے مذہب کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہر احمدی کے لئے یہ بھی ضروری ہے اور خاص طور پر جو پاکستان سے یہاں آئے ہوئے ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے لئے پوری کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے اپنی تمام تر طاقتوں کو استعمال کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو اپنے باغ کی یا فصل کی صحیح نگہداشت نہیں کرے گا "...اس کا کھیت بالضرور تباہ اور خراب ہو گا۔ کھیت اسی کا رہے گا جو پورا زمیندار بنے گا۔ سو ایک طرح کی تخم ریزی آپ نے بھی آج کی ہے۔ "ان لوگوں کو سمجھا رہے ہیں جو آپؑ کے سامنے موجود تھے اور آج ہم اس کے مخاطب ہیں کہ ہم نے بھی بیج بویا ہے، احمدیت کو قبول کیا ہے۔ "خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کس کے مقدر میں کیا ہے لیکن خوش قسمت وہ ہے جو اس تخم کو محفوظ رکھے اور اپنے طور پر ترقی کے لئے دعا کرتا رہے۔ مثلاً نمازوں میں ایک قسم کی تبدیلی ہونی چاہئے۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 37-38)

نمازوں کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔ صرف یہ نہیں کہ ہم نے مسجدیں بنالیں، مسجدیں بنالیں تو ان کے حق ادا کرنے کی بھی کوشش چاہئے۔

پھر ایک بڑی ضروری نصیحت آپ نے جماعت کو کی ہے جو میں پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں "آجکل زمانہ بہت خراب ہو رہا ہے۔ قسم قسم کا شرک، بدعت اور کئی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ بیعت کے وقت جو اقرار کیا جاتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا یہ اقرار خدا کے سامنے اقرار ہے۔

اب چاہئے کہ اس پر موت تک خوب قائم رہے ورنہ سمجھو کہ بیعت نہیں کی۔ اور اگر قائم ہو گے تو اللہ تعالیٰ دین و دنیا میں برکت دے گا۔" دین میں بھی برکت دے گا، دنیا میں بھی برکت دے گا۔ "اپنے اللہ کے منشا کے مطابق پورا تقویٰ اختیار کرو۔ زمانہ نازک ہے۔ قہر الٰہی نمودار ہو رہا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق اپنے آپ کو بنالے گا وہ اپنی جان اور اپنی آل و اولاد پر رحم کرے گا۔"

فرمایا" دیکھو انسان روٹی کھاتا ہے۔ جب تک سیری کے موافق پوری مقدار نہ کھالے تو اُس کی بھوک نہیں جاتی۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 75)

قہر الٰہی کے بارے میں بھی آپ دیکھ لیں آپؑ فرما رہے ہیں قہر الٰہی نازل ہو رہا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں باقاعدہ یہ اعداد و شمار ہیں کہ دنیا میں جتنے زلزلے اور طوفان اور آفات گزشتہ سو سال میں آئے ہیں پہلے نہیں آئے۔ یہاں بھی طوفان آتے رہتے ہیں، بارشیں بھی ہوتی ہیں اور بے شمار ہو رہی ہیں اور ہر دفعہ یہی کہا جاتا ہے کہ پانچ سو سال کی مثال ہے، اتنے سو سال کی مثال ہے یا اتنی دہائیوں کی مثال ہے، یہ کیا ہے؟ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ تو نہیں سمجھتے جو دنیا دار ہیں لیکن ہمیں سمجھنا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اظہار ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھل کے ان باتوں کے لئے وارننگ دی ہوئی ہے، اس لئے ہمیں اپنی اصلاح کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اور دنیا کو بھی بتانا چاہئے کہ یہ آفات کوئی معمولی آفات نہیں ہیں۔ ان کی پیشگوئیاں سو سال پہلے ہو چکی ہیں اور ان سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف آئے۔ اب بھی اگر ہوش نہیں کیا گیا تو پھر بچنا محال ہے۔ اسی طرح انسان نے خود اپنے لئے مشکلات پیدا کر لی ہیں۔ جنگیں ہیں، جنگیں سہیڑی جا رہی ہیں، ایک دوسرے پر ظلم کیا جا رہا ہے اور اس کا پھر آخری نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظلم انتہا کو پہنچ جائے گا، ہمیں تو نظر آ رہا ہے کہ انتہا ہو رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ بڑی ڈھیل دیتا ہے۔ جب وہ ظلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہا کو پہنچ گیا تو پھر ان ظلم کرنے والی قوموں کی بھی تباہی ہے۔ اور صرف وہ لوگ ہی بچ سکتے ہیں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شعر میں فرمایا کہ:

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

(درثمین اردو صفحہ 154)

پس اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے اپنے آپ کو بچانے کے لئے بھی، دنیا کو بچانے کے لئے بھی ہمیں کوشش کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے اپنی پوری طاقتیں اور استعدادیں استعمال کرنی ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ کو ہم کس طرح حاصل کریں۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ "انسان روٹی کھاتا ہے جب تک سیری کے موافق پوری مقدار نہ کھالے..."، پیٹ نہ بھر لے "اس کی بھوک نہیں جاتی۔ اگر وہ ایک بھورہ روٹی کا کھالیوے"، ایک ٹکڑہ چھوٹا سا لے لے، ایک ذرّہ کھا لے "تو کیا وہ بھوک سے نجات پائے گا؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر وہ ایک قطرہ پانی کا اپنے حلق میں ڈالے تو وہ قطرہ اسے ہرگز نہ بچا سکے گا بلکہ باوجود اس قطرہ کے وہ مرے گا۔" فرمایا کہ "حفظ جان کے واسطے وہ قدرِ مختاط جس سے زندہ رہ سکتا ہے جب تک نہ کھالے اور نہ پیوے نہیں بچ سکتا۔ "ایک خاص مقدار ہے اور جب تک بھوکا اس حد تک نہیں کھائے گا اور پیاسا اس حد تک پانی نہیں پئے گا بچ نہیں سکتا۔" یہی حال انسان کی دینداری کا ہے۔ جب تک اس کی دینداری اس حد تک نہ ہو کہ سیری ہو بچ نہیں سکتا۔ دینداری، تقویٰ، خدا کے احکام کی اطاعت کو اس حد تک کرنا چاہئے جیسے روٹی اور پانی کو اس وقت تک کھاتے اور پیتے ہیں جس سے بھوک اور پیاس چلی جاتی ہے۔"

فرمایا "خوب یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی بعض باتوں کو نہ ماننا اس کی سب باتوں کو ہی چھوڑنا ہوتا ہے۔ اگر ایک حصہ شیطان کا ہے اور ایک اللہ کا تو اللہ تعالیٰ حصہ داری کو پسند نہیں کرتا۔ یہ سلسلہ اس کا اسی لئے ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف آوے۔ اگرچہ خدا کی طرف آنا بہت مشکل ہوتا ہے اور ایک قسم کی موت ہے مگر آخر زندگی بھی اسی میں ہے۔ جو اپنے اندر سے شیطانی حصہ نکال کر پھینک دیتا ہے وہ مبارک انسان ہوتا ہے اور اس کے گھر اور نفس اور شہر سب جگہ اس کی برکت پہنچتی ہے لیکن اگر اس کے حصہ میں ہی تھوڑا آیا ہے تو وہ برکت نہ ہو گی۔ جب تک بیعت کا اقرار عملی طور پر نہ ہو بیعت کچھ چیز نہیں ہے۔ جس طرح سے ایک انسان کے آگے تم بہت سی باتیں زبان سے کرو مگر عملی طور پر کچھ بھی نہ کرو تو وہ خوش نہ ہو گا۔ اسی طرح خدا کا معاملہ ہے۔ وہ سب غیرت مندوں سے زیادہ غیرت مند ہے۔ کیا ہو سکتا ہے کہ ایک تو تم اس کی اطاعت کرو پھر ادھر اس کے دشمنوں کی بھی اطاعت کرو اس کا نام تو نفاق ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اس مرحلے میں زید و بکر کی پرواہ نہ کرے۔ مرتے دم تک اس پر قائم رہو۔" یعنی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد پر۔

فرمایا "بدی کی دو قسمیں ہیں ایک خدا کے ساتھ شریک کرنا، اس کی عظمت کو نہ جاننا، اس کی عبادت اور اطاعت میں کسل کرنا دوسرا یہ کہ اس کے بندوں پر شفقت نہ کرنا، ان کے حقوق ادا نہ کرنے۔ اب چاہئے کہ دونو قسم کی خرابی نہ کرو، خدا کی اطاعت پر قائم رہو۔ جو عہد تم نے بیعت میں کیا ہے اس پر قائم رہو۔ خدا کے بندوں کو تکلیف نہ دو۔ قرآن کو بہت غور سے پڑھو۔ اس پر عمل کرو۔ ہر ایک قسم کے ٹھٹھے اور بیہودہ باتوں اور مشرکانہ مجلسوں سے بچو۔ پانچوں وقت نماز کو قائم رکھو غرضکہ کوئی ایسا حکم الٰہی نہ ہو جسے تم ٹال دو۔ بدن کو بھی صاف رکھو اور دل کو ہر ایک قسم کے بے جا کینے، بغض و حسد سے پاک کرو۔ یہ باتیں ہیں جو خدا تم سے چاہتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 75-76)

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے والے بنیں۔ دنیا میں رہتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کرنے والے ہوں۔ آپ علیہ السلام کے ارشادات پر عمل کرنے والے ہوں اور جو شرائط بیعت میں دسویں شرط ہے اطاعت بالمعروف کی آپؑ کی اطاعت کی اس کا حقیقی مفہوم سمجھتے ہوئے اطاعت کے اس معیار کو پہنچنے والے ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کے وارث بنیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09 نومبر 2018ء تا 15 نومبر 2018ء جلد 25 شمارہ 45 صفحہ 05 تا 09)

44

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 02/ نومبر 2018ء بمطابق 02/ نبوت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ہر شخص مرد یا عورت جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے اس کا صرف اتنا اعلان ہی اسے حقیقی احمدی نہیں بنا دیتا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانتا ہے، آپؑ کے دعوے کو مانتا ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک حقیقی احمدی بننے کے لئے بعض شرائط رکھی ہیں، بعض ذمہ داریاں ڈالی ہیں، بعض فرائض کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر ان پر عمل کروگے، ان کو ادا کروگے تو تبھی حقیقی رنگ میں میری جماعت میں شمار ہوگے۔ گویا احمدی بننے کے لئے صرف اعتقادی تبدیلی کافی نہیں ہے یا صرف اس بات پر اکتفا نہیں کر لینا کہ میرے والدین احمدی تھے تو مَیں بھی احمدی ہوں۔ یا میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کو سچا مانا تو میں نے مان لیا اور میں احمدی ہوں۔ یہ اعتقادی لحاظ سے تو بیشک ایک شخص کو احمدی بناتا ہے لیکن عملی احمدی بننے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کے ساتھ ان باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے جن کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک احمدی سے توقع فرمائی ہے۔ آپؑ نے بڑا واضح طور پر فرمایا کہ اگر تم اپنی تمام استعدادوں کے ساتھ ان باتوں پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کر رہے تو پھر تمہارا دعویٰ صرف منہ کا دعویٰ ہے، زبانی باتیں ہیں۔ آپؑ نے فرمایا:

"بیعت سے مراد خدا تعالیٰ کو جان سپرد کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی جان آج خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دی۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 29)

پس یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ جب ہم اپنی کوئی چیز کسی کو بیچتے ہیں تو پھر اس پر ہمارا کوئی حق نہیں رہتا بلکہ جس کے پاس بیچی ہو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے اور پھر اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ پس یہ وہ حالت ہے جو ہمیں اپنے اوپر طاری کرنی چاہئے اور یہ وہ سوچ ہے جو ہمیں اپنی جانوں کے بارے میں رکھنی چاہئے۔ اس سوچ اور اس حالت کو حاصل کرنے کے لئے آپؑ نے فرمایا کہ:

"بیعت کنندہ کو اوّل انکساری اور عجز اختیار کرنی پڑتی ہے اور اپنی خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے۔" اب یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ہیں کہ خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے۔ بعض لوگوں میں خودی اور نفسانیت کی یہ حالت ہے کہ ایک عہدے دار دوسرے عہدے دار سے ناراض ہو کر ایک جگہ میری موجودگی کے باوجود مسجد میں نمازوں کے لئے حاضر نہیں ہوا۔ اس لئے کہ اس عہدے دار سے اس کے تعلقات ٹھیک

نہیں تھے۔ خودی اور نفسانیت اس حد تک بڑھ گئی کہ خلافت کی بیعت کا دعویٰ تو ہے لیکن کوئی اس کا پاس نہیں ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر بیعت کی ہے تو خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑے گا۔ فرمایا کہ "تب وہ نشوونما کے قابل ہوتا ہے لیکن جو بیعت کے ساتھ نفسانیت بھی رکھتا ہے اسے ہرگز فیض حاصل نہیں ہوتا۔"
(ملفوظات جلد 6 صفحہ 173)

زبانی دعویٰ تو ہے۔ ملیں گے تو بڑے احترام سے بھی ملیں گے۔ لیکن آپس میں رنجشوں کی وجہ سے اس بات کی بھی کوئی پرواہ نہیں کہ خلیفہ وقت وہاں موجود ہے اور اس کے پیچھے نمازیں پڑھنے جانا ہے نہ کہ کسی عہدیدار کی خاطر مسجد میں آنا ہے، اور خود بھی عہدیدار ہے۔ تو یہ حالت اگر ہو تو پھر ایسے احمدی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ پس جان بچانا یہ ہے کہ عاجزی اور انکساری پیدا ہو۔ اَنا کو مارنا پڑتا ہے۔ خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے۔ انسان کا اپنا کچھ نہ ہو اور ہر چیز خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو۔ اور جب یہ حالت ہو تو پھر یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اس جان کو ضائع کر دے۔ جب اللہ تعالیٰ کو جان دے دی اللہ تعالیٰ ایسی جان کی قدر کرتا ہے اور ہر لحاظ سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"اگر بیعت کے وقت وعدہ اَور ہے اور پھر عمل اَور ہے تو دیکھو کتنا فرق ہے "کتنا بڑا تضاد ہے تمہاری باتوں میں۔ "اگر تم خدا سے فرق رکھو گے تو وہ تم سے فرق رکھے گا۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 70-71)

آپؑ نے فرمایا "اس لئے تم اپنے ایمانوں اور اعمال کا محاسبہ کرو کہ کیا ایسی تبدیلی اور صفائی کر لی ہے کہ تمہارا دل خدا تعالیٰ کا عرش ہو جائے اور تم اس کی حفاظت کے سایہ میں آجاؤ۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 70 حاشیہ)

آپؑ نے فرمایا کہ:

"میں نے بارہا اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم نرے اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا۔ اس کی حقیقت تک جب تک نہ پہنچو گے تب تک نجات نہیں۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 232-233)

آپؑ نے فرمایا کہ:

"میں تمہیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ایسے پاک صاف ہو جاؤ جیسے صحابہؓ نے اپنی تبدیلی کی۔"
(ملفوظات جلد 4 صفحہ 70 حاشیہ)

پس صحابہؓ کو دیکھیں کیا پاک تبدیلیاں تھیں۔ انہوں نے سالوں بلکہ نسلوں کی دشمنیوں کو صرف خدا تعالیٰ کی خاطر محبت، پیار اور بھائی چارے میں بدل دیا کجا یہ کہ چند منٹ کی رنجش سے مسجدوں میں آنا چھوڑ دیں۔ اپنی جانوں کو بیچا تو جو بالکل جاہل لوگ تھے، تعلیم یافتہ ہوئے، تعلیم یافتہ سے باخدا انسان بنے۔ انہوں نے دل و جان سے اس بات کو مانا کہ آج سے ہمارا اپنا کچھ نہیں سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہے۔ انہوں نے جب شرک سے توبہ کی تو مخفی تر شرک جو تھا اس سے بھی بچنے کی کوشش کی۔ مخفی شرک کیا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"شرک سے یہی مراد نہیں کہ پتھروں وغیرہ کی پرستش کی جاوے بلکہ یہ ایک شرک ہے کہ اسباب کی

پرستش کی جاوے اور معبودات دنیا پر زور دیا جاوے۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 18-19)

معبودات دنیا کیا ہیں؟ دنیاوی مفادات ہیں جن کی خاطر انسان دین کے احکامات اور خدا تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال میں ریاء سے کام لینا، دکھاوے سے کام لینا اور مخفی خواہشات میں مبتلا ہونا یہ بھی شرک ہے۔

(مستدرک للحاکم جلد 4 صفحہ 366 کتاب الرقاق حدیث 7940 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

اگر کوئی شخص دینی حکم کو پس پشت ڈال کر دنیاوی خواہشات کو پورا کرتا ہے تو شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ صحابہ میں اللہ تعالیٰ کی اس قدر خشیت تھی کہ ایک صحابی کا ذکر آتا ہے ایک دفعہ وہ بیٹھے رو رہے تھے۔ کسی نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات یاد آگئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں شرک اور مخفی خواہشات سے ڈرتا ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 835 مسند شداد بن اوس حدیث 17250 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

یہ وہ مقام تھا صحابہ کا اللہ تعالیٰ کے خوف کا اور شرک سے بچنے کا۔ بلکہ دوسروں کے بارے میں بھی ایک احساس تھا ایک فکر تھی کہ امت میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو مخفی شرک کریں۔ ایک خیال آیا دل میں ان کے اور اس خیال پر ہی جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، فکر پیدا ہو گئی، رونا شروع کر دیا اور یہی وہ حالت ہے جس سے انسان حقیقی طور پر موحد اور ایک خدا کی عبادت کرنے والا بنتا ہے یا بن سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ منہ سے لا الہ الا اللہ کہیں اور دل میں ہزاروں بت جمع ہوں بلکہ جو شخص کسی اپنے کام اور مکر اور فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے یا کسی انسان پر ایسا بھروسہ رکھتا ہے جو خدا تعالیٰ پر رکھنا چاہئے یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہئے ان سب صورتوں میں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بت پرست ہے۔" فرمایا "... ہر ایک چیز یا قول یا فعل جس کو وہ عظمت دیجائے جو خدا تعالیٰ کا حق ہے وہ خدا تعالیٰ کی نگہ میں بت ہے۔... یاد رہے کہ حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو خواہ انسان ہو خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر فریب ہو منزہ سمجھنا اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا، کوئی رازق نہ ماننا، کوئی مُعِزّ اور مُذِلّ خیال نہ کرنا۔" (سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 349-350)

کوئی عزت دینے والا اور کسی کو ذلیل کرنے والا خیال نہ کرنا کہ ان لوگوں سے میری عزت اور ذلت وابستہ ہے بلکہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ پہ ہی ان باتوں کا انحصار ہو۔ پس یہ چیز ہے جو اسلام کی بنیادی شرط ہے، جو احمدی احمدیت اور حقیقی اسلام کی بنیادی شرط ہے۔

کسی نے مجھے کہا کہ لوگ خلافت یا خلیفہ وقت کو اس حد تک اونچا مقام دے دیتے ہیں کہ گویا وہ شرک کی حد تک چلے گئے ہیں۔ واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں دنیا سے شرک ختم کرنے آئے تھے۔ پس یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ آپؑ کی سچی خلافت کسی بھی قسم کے شرک کو بڑھانے والی ہو یا ہوا دینے والی ہو۔ خلافت کا تو بنیادی کام ہی شرک کا خاتمہ اور توحید کا قیام ہے اور اس مشن کی

تکمیل کرنا ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ اگر کوئی کسی شخص کے خلیفہ وقت سے عزت و احترام کے طریق سے ملنے سے یہ اثر لیتا ہے تو پھر اس کو بجائے رائے قائم کرنے کے سوچنا چاہئے کہ کہیں وہ بد ظنی تو نہیں کر رہا۔ اس لئے اگر بد ظنی ہے تو بد ظنی کرنے والوں کو بدظنیوں سے بچنا چاہئے اور اگر کوئی واقعی اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ جہاں لوگوں میں اس کی وجہ سے یہ تاثر پیدا ہو کہ خلیفہ وقت کو نعوذ باللہ شرک کی حد تک مقام دیا جا رہا ہے تو اس کو استغفار بھی کرنی چاہئے اور احتیاط بھی کرنی چاہئے۔ نہ مَیں ایسے پسند کرتا ہوں اور نہ کبھی کیا ہے نہ میرے سے پہلے خلفاء نے کیا ہے اور نہ انشاء اللہ آئندہ آنے والے خلفاء کبھی یہ پسند کر سکتے ہیں کہ ان کی ذات کی کوئی اہمیت ہے۔ ہاں خلافت کا احترام قائم کرنا خلیفہ وقت کا کام ہے اور وہ اس کی ذمہ داری ہے اور وہ کرے گا اور اس لئے کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق خلافت کے ذریعہ توحید کا پیغام دنیا میں پھیلنا ہے اور دنیا سے شرک کا خاتمہ ہونا ہے۔ پس بعض کچے دماغوں میں جو ایسے خیالات تربیت کی کمی کی وجہ سے ابھرتے ہیں وہ انہیں اپنے ذہنوں سے نکال دیں۔

توحید کے قیام کی کوشش اور شرک سے اپنے ماننے والوں کے دلوں کو پاک کرنے کے اہم کام کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں جو توجہ دلائی اور جس پر ہماری بیعت لی وہ جھوٹ اور اخلاقی برائیوں سے بچنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ (الحج:31) کہ پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست اور رجس قرار دیا ہے۔ "گندی چیز قرار دی ہے، ناپاک چیز قرار دی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں "... دیکھو یہاں "یعنی اس آیت میں "جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے۔ ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے۔ جیسے بت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹ کے نیچے بجز ملمع سازی کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 350)

جھوٹ کے نیچے صرف ایک بناوٹ ہے، ظاہری الفاظ کو sugar-coat کر کے پیش کیا جاتا ہے یا کوئی تحریر ہے تو اس کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے، خوبصورت کر کے دکھایا جاتا ہے اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"جھوٹ بھی ایک بت ہے جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے۔ سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 361)

پس اگر توحید کا دعویٰ ہے، اگر خدا تعالیٰ کی عبادت کا دعویٰ ہے، اگر حقیقی مسلمان بننے کا دعویٰ ہے تو پھر جھوٹ کو اپنے اندر سے ہمیں نکالنا ہو گا اور جھوٹے کو بھی نکالنا ہو گا۔ بعض لوگ معمولی باتوں پر غلط بیانی سے کام لے لیتے ہیں۔ یہ ایک مومن کی شان نہیں ہے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ بعض چھوٹی چھوٹی غلط بیانیاں جھوٹ نہیں ہیں یہ

جھوٹ ہیں اور توحید سے دور لے جانے والی ہیں۔ بہت سے آپس کے مسائل ہیں، جھگڑے ہیں، ایسی باتیں ہیں جن میں انسان جھوٹ سے کام لے کر اپنے حق میں بعض فیصلے کروالیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس باریکی سے جھوٹ سے ہوشیار فرمایا ہے اگر انسان اس پر غور کرے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی چھوٹے بچے کو کہا کہ آؤ میں تمہیں کچھ دیتا ہوں اور پھر وہ اسے دیتا کچھ نہیں تو یہ جھوٹ میں شمار ہو گا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی التشدید فی الکذب حدیث 4991)

گویا کہ مذاق میں بھی جو جھوٹ ہے وہ بھی جھوٹ ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جھوٹ گناہ اور فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کی طرف۔ فسق و فجور کا مطلب یہ ہے کہ سچائی سے بہت دور ہٹنے والا اور انتہائی گناہگار، گناہ کرنے والا۔ پس ہمیں ہر وقت اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ ہم سچائی کے کس اعلیٰ معیار پر ہیں یا سچائی کے اس اعلیٰ معیار پر قائم ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جس کے بارے میں آپؐ نے یہ فرمایا کہ یہ جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی التشدید فی الکذب حدیث 4989)

پھر ایک برائی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاص طور پر بیان فرمائی ہے، اپنے ماننے والوں کو اس سے بچنے کی خاطر خاص طور پر نصیحت فرمائی ہے بلکہ **بیعت کی شرائط میں سے بھی ہے وہ زنا ہے۔**

(مأخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 563)

اب زنا صرف ظاہری زنا نہیں ہے جو ظاہری غلط جنسی تعلقات کی وجہ سے زنا ہوتا ہے بلکہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا۔ (بنی اسرائیل:33) یعنی "زنا کے قریب مت جاؤ یعنی ایسی تقریبوں سے دور رہو" ایسے کوئی بھی مواقع سے دُور رہو" جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو" عملاً نہیں بلکہ خیال بھی دل میں پیدا ہوتا ہو تو ان راہوں کو اختیار نہ کرو۔ فرمایا" اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 342)

کوئی بھی امکان ہو، کوئی بھی خطرہ ہو کہ انسان زنا کی طرف جا سکتا ہے۔ آجکل کے زمانے میں ٹی وی ہے انٹرنیٹ ہے اس پر ایسی غلط قسم کی فلمیں دکھائی جاتی ہیں جن میں کھلے عام زنا کی تحریک کی جاتی ہے۔ پس ایسی چیزوں سے بچنا ہر احمدی کا کام ہے۔ کئی گھروں میں اس وجہ سے لڑائی جھگڑے ہیں، کئی گھر اس وجہ سے ٹوٹ رہے ہیں یا ٹوٹ چکے ہیں کہ خاوند جو ہے بیٹھا ہے فلمیں دیکھ رہا ہے یا انٹرنیٹ پر بیٹھا ہوا ہے اور غلط سوچیں پیدا ہو رہی ہیں۔ کئی نوجوان اس وجہ سے برباد ہو رہے ہیں اور غلط صحبت میں پڑ رہے ہیں کیونکہ ننگی اور غلط فلموں کو دیکھنے کی عادت ہے۔ یہ نام نہاد ترقی یافتہ معاشرہ اس کو آزاد خیالی اور ترقی سمجھتا ہے لیکن ہم نے اپنے آپ کو ان برائیوں سے بچانا ہے۔ خود یہ لوگ اب کہتے ہیں کہ اس کے نقصانات ہیں اور اگر آپ خود جا کے پورنوگرافی کی فلموں کی انفارمیشن لیں تو اس میں آپ کو یہ مل جائے گا کہ یہ زنا کی طرف لے جا رہا ہے، ڈومیسٹک وائلنس (domestic violence) کی طرف لے کے جا رہی ہے۔ اور غلط تعلقات ہو رہے ہیں۔ بچوں سے زیادتی کے واقعات ہو رہے ہیں اور یہ سب ان گندی فلموں کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خیال بھی دل میں نہ آئے۔ اگر خیال بھی دل میں آتا ہے تو اس سے بچو۔ تو اب یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ان چیزوں کو دیکھنے سے یہ سب

کچھ غلط ہو رہا ہے۔ پس ایک احمدی کو خاص طور پر ان چیزوں سے بچنا چاہئے۔

پھر ایک حقیقی احمدی بننے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر قسم کے ظلم سے بچنے کی طرف بھی خاص توجہ خاص طور پر دلائی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر میری طرف منسوب ہونا ہے تو پھر کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔ (ماخوذ از مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 46-47)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا ظلم کون سا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے حق میں سے ایک ہاتھ زمین دبا لے یعنی اس پہ قبضہ کر لے۔ اس زمین کا ایک کنکر بھی جو ہے، ایک چھوٹا سا ٹکڑا جو دو انگلیوں میں آجاتا ہے جو اس نے ظلم کی وجہ سے لیا ہو گا، کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی قبضہ کیا ہو گا تو اس کے نیچے کی زمین کے تمام طبقات یعنی اس زمین کے نیچے زمین کی جتنی تہیں ہیں ان کے طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ جب اس کا حساب کتاب ہو گا ایک ہار بنایا جائے گا اور وہ ہار گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 59-60 مسند عبد اللہ بن مسعود حدیث 3767)

اب زمین کے نیچے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہزاروں میل کے طبقات میں، اب انسان یہ تصور کرے کہ اس وجہ سے کتنے بڑے بوجھ انسان پر ڈلیں گے۔ اتنی بڑی سزا ہے کہ اس کا تصوّر بھی انسان نہیں کر سکتا۔ پس کسی کے حقوق دبانا بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے۔ غیروں کو ہم اسلام کی خوبیاں بتاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے اعلیٰ ترین معیار اسلام کی تعلیم میں ہیں۔ اسلام حقوق لینے کی بجائے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ لوگوں کو تو ہم بڑے بڑھ بڑھ کے یہ باتیں کہتے ہیں اور اگر ہمارے عمل اس سے مختلف ہیں تو ہم گناہگار ہیں اور جھوٹ بول رہے ہیں۔ پس اس کا بھی باریکی کے ساتھ ہر احمدی کو جائزہ لینا چاہئے۔ ہمارے عمل ہماری تعلیم کے مطابق ہوں گے تو ہماری تبلیغ بھی پھل دار ہو گی۔ ہمارے اثرات لوگوں پر اچھے ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو معیار مقرر فرمایا ہے اور جیسا کہ یہ بیان ہوا ہے کہ ظلم کا خیال بھی دل میں نہیں لانا کجا یہ کہ کسی پر کسی بھی طرح ظلم کیا جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت ایک مومن ہونے کی اہم شرط ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا مقصد بھی عبادت قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔" (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

پھر آپؑ نے فرمایا نماز ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم اسلام لائی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز معاف فرما دی جائے کیونکہ ہم کاروباری آدمی ہیں، ہمارا پانچ وقت نمازیں پڑھنا بڑا مشکل کام ہے۔ مویشی وغیرہ بھی ہمارے ساتھ ہیں،

بڑے بڑے herd رکھے ہوئے ہیں جو چراتے ہیں۔ باہر کا کام ہے، محنت کا کام ہے۔ کپڑے بھی ہمارے خراب ہو جاتے ہیں اس کا اعتماد کوئی نہیں ہے اور پھر یہ ہے کہ اس مصروفیت کی وجہ سے فرصت بھی نہیں ہوتی کہ پانچ نمازیں ادا کریں تو آپؐ نے ان کو جواب میں فرمایا کہ دیکھو جب نماز نہیں ہے تو ہے ہی کیا۔

وہ دین ہی نہیں جس میں نماز نہیں۔ فرماتے ہیں نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا، اُسی سے مانگنا۔ فرماتے ہیں خدا کی محبت، اس کا خوف، اس کی یاد میں دل لگا رہنے کا نام نماز ہے اور یہی دین ہے۔ فرماتے ہیں کہ پھر جو شخص نماز سے ہی فراغت حاصل کرنی چاہتا ہے تو اس نے حیوانوں سے بڑھ کر کیا کیا۔ اس کی پھر جانوروں والی حالت ہے۔ وہی کھانا پینا اور حیوانوں کی طرح سو رہنا یہ تو دین ہرگز نہیں۔ یہ سیرت کفار ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 253-254)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح طور پر فرما دیا کہ جانور اور انسان میں فرق کرنے والی چیز جو ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نماز ہے۔ اگر ہم میں نماز پڑھنے کی طرف توجہ نہیں ہو رہی تو خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ کس زمرے میں آتے ہیں۔ کئی مرتبہ میں اس طرف توجہ دلا چکا ہوں اور دلاتا رہتا ہوں کہ اگر نماز سینٹر یا مسجد دُور ہے تو قریب کے چند گھر آپس میں مل کر ایک جگہ مقرر کر لیں جہاں نماز ادا کی جا سکتی ہو۔ اس سے جہاں نماز باجماعت کا ثواب ملے گا وہاں نمازوں کی طرف توجہ بھی رہے گی اور اگلی نسلوں کو بھی اس حوالے سے توجہ رہے گی اور ان کی اصلاح ہوتی رہے گی۔ ان کی بھی نمازوں کی طرف توجہ پیدا ہو گی۔ ہم مسجد بنانے کی طرف توجہ کر رہے ہیں، مسجدیں بنا رہے ہیں۔ اب کل ورجینیا میں انشاء اللہ تعالیٰ مسجد کا افتتاح ہو گا لیکن اگر ہمارا عبادتوں کی طرف رجحان نہیں ہے تو ان مسجدوں کے بنانے کا کیا فائدہ؟ میں بار بار کہتا ہوں کہ اگر عہدے دار، ہر تنظیم کے عہدے دار اور جماعتی سطح کے عہدیدار ہر سطح پر نمازوں کی حاضری کی طرف بھرپور توجہ دیں تو حاضری کئی گنا بہتر ہو سکتی ہے اور ہماری اگلی نسلوں کی بھی تربیت ہو سکتی ہے۔

نماز کی اہمیت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ایسا ہے جو یقیناً ہمارے دلوں کو ہلا دینے والا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر یہ حساب ٹھیک رہا تو وہ کامیاب ہو گیا اور نجات پالی اگر یہ حساب خراب ہوا تو وہ ناکام ہو گیا اور گھاٹے میں رہا۔

(سنن النسائی کتاب الصلاۃ باب المحاسبۃ علی الصلاۃ حدیث 466)

پس یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ نماز پر توجہ کا جو حق ہے وہ ادا نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو یہ حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حق صرف فرض نمازوں سے ہی ادا نہیں ہو گا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ تہجد اور نفل پڑھنے کی طرف بھی توجہ ہونی چاہئے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 245)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہارے فرائض نمازوں میں جو بعض دفعہ کمی رہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ انہیں نفلوں کے ذریعہ سے پوری فرما دیتا ہے۔

(سنن النسائی کتاب الصلاۃ باب المحاسبۃ علی الصلاۃ حدیث 466)

اگر نفلوں کی عادت ہو۔ پس نوافل اور تہجد کی ادائیگی بھی اہم چیز ہے۔ اس کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔

پھر ایک انتہائی ضروری بات جس پر ہر احمدی کو نظر رکھنی چاہئے وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی طرف مستقل توجہ ہے۔ انسان کمزور ہے۔ بعض دفعہ غلطیوں سے بچنے کی کوشش کے باوجود غلطیاں ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ اپنے بندوں کی صرف غلطیوں کو پکڑنے والا ہے اور سزا دینے والا ہے یا اس نے انہی پر نظر رکھی ہوئی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان غلطیوں کی معافی اور آئندہ ان سے بچنے کا طریقہ بھی ہمیں بتایا ہے اور وہ استغفار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ لوگوں کو عذاب دے جبکہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔ (الانفال:34)

چند لوگ بھی استغفار کرنے والے ہوں تو بہت ساروں کی سزا معاف ہو جاتی ہے ان کی وجہ سے دوسرے بھی بچائے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کروایا ہے۔ خبر ہو یا نہ ہو انسان استغفار کرتا رہے کوئی پتہ نہیں کس وقت کیا غلطی ہو رہی ہے، انجانے میں گناہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ استغفار کا التزام کروایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا اسے علم ہو یا نہ ہو اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ یعنی انسان کے سارے جو اعضاء ہیں، مختلف اعضاء ہیں وہ گناہ کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

اس لئے ہر ایک عضو کو گناہ سے بچانے کے لئے استغفار کرتے رہو۔ گناہ کا ذریعہ بن جاتے ہیں اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا سکھائی کہ اس زمانے میں، جو آجکل کا زمانہ ہے قرآن کریم کی یہ دعا پڑھتے رہنا چاہئے اور وہ دعا ہے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (الاعراف:24)

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 275)

کہ اے اللہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (الاعراف:24)

آپؑ فرماتے ہیں کہ "جب خدا سے طاقت طلب کریں یعنی استغفار کریں تو روح القدس کی تائید سے ان کی کمزوری دور ہو سکتی ہے۔" (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 34)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے یہ بھی بنیادی شرط رکھی ہے کہ **وہ حقوق العباد کی ادائیگی کرنے والے ہوں** اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کریں۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

آپؑ نے ہمیں ہر وقت اپنے دلوں کو ٹٹولنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کیا تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کی خشیت اور اس کے نتیجہ میں اس کی مخلوق کی ہمدردی اور خیر خواہی ہے؟ ایک حدیث میں آتا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں حسد مت کرو۔ آپس میں نہ جھگڑو۔ آپس میں بغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے سے دشمنیاں مت رکھو۔ اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے سودے پر سودہ نہ کرے۔ آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا۔ اسے ذلیل نہیں کرتا۔ اور اسے حقیر نہیں جانتا۔ کسی آدمی کے شرّ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم ظلم المسلم... حدیث6541)

یہ وہ بات ہے جو آج سب سے زیادہ ہم احمدیوں سے ظاہر ہونی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی حد تک ہو رہی ہے۔ اگر تمام مسلمان آج اس حقیقت کو سمجھ لیں اور اس پر عمل کرنے والے ہوں اور مسلمانوں کی حکومتیں اس پر عمل کرنے والی ہوں تو آجکل مسلمان مسلمان پر جو ظلم کر کے ان کے جان و مال کو تباہ کر رہا ہے، ہزاروں لاکھوں بچے یتیم ہو رہے ہیں، لاکھوں عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں، بوڑھے مر رہے ہیں یہ کچھ بھی نہ ہو۔

پھر تکبّر ایک بہت بڑی برائی ہے جس سے بچنے کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں تلقین فرمائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں بہت توجہ دلائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جا سکے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر وبیانه حدیث267)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"میرے نزدیک پاک ہونے کا یہ عمدہ طریق ہے اور ممکن نہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور طریق مل سکے کہ انسان کسی قسم کا تکبر اور فخر نہ کرے نہ علمی، نہ خاندانی، نہ مالی۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 276)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔" (نزول المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا کہ تم تمام انسان خواہ کسی قوم اور کسی حیثیت کے ہو انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو۔ سب برابر ہو۔ اور کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر اور عرب کو غیر عرب پر اور غیر عرب کو عرب پر کوئی برتری نہیں ہے۔

(الجامع لشعب الایمان جلد7 صفحہ132 حدیث4774 مکتبة الرشد ناشرون 2003ء)

پس ہمارے لئے تو عاجزی کی یہ تعلیم ہے، برابری کی یہ تعلیم ہے۔ تکبر سے بچنے کی اور فخر سے بچنے کی یہ تعلیم ہے جس پر ہر ایک کو ہم میں عمل کرنا چاہئے۔ غیر مسلم دنیا میں تو گورے کالے کا فرق کیا جاتا ہے اور اب یہ دعویٰ بھی بعض سفید فام لیڈر کرتے ہیں کہ سفید فام کی جو دماغی استعدادیں ہیں اور صلاحیتیں ہیں وہ غیر سفید فام سے زیادہ ہیں۔ یہ ان کے تکبر کی حالت ہے۔ ہر احمدی کو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

دو مختلف مواقع پر میرے ساتھ مجالس میں یہاں امریکہ کی لڑکیوں کی طرف سے یہ اظہار کیا گیا ہے کہ جماعت میں بعض قسم کا نسلی امتیاز ہے۔ اگر کسی بھی وجہ سے نوجوان نسل میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے تو انتہائی غلط ہے۔ لجنہ کو بھی، خدام کو بھی، انصار کو بھی اور جماعتی تربیتی نظام کو بھی اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ یہ سوال کیوں

اٹھ رہے ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی حقیقت ہے تو حکمت سے اور پیار سے یہ خیالات اور احساسات دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور تربیت بھی کرنی چاہئے۔ کسی بھی تنظیم اور عہدیدار کو جلد بازی سے اس بارے میں کام لینے یا فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے یا اس جستجو میں نہ پڑ جائے کس نے کہا اور کس نے نہیں کہا بلکہ یہ دیکھیں کہ کیا حقیقت ہے یا نہیں ہے۔ پس یہ دیکھنا چاہئے کہ حقیقت ہے یا اگر نہیں ہے تو کیوں سوال اٹھ رہے ہیں۔ ذاتی رنجشیں تو نہیں ہیں جس کی وجہ سے یہ باتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ بہر حال جو بھی وجہ ہے پیار اور حکمت سے اس برائی کو ہمیں اپنے اندر سے نکالنا چاہئے۔ یہاں جس بچی نے مجھے یہ کہا تھا اسے بھی میں نے یہی کہا ہے کہ مجھے تفصیل لکھ کر بھیجے کہ کس وجہ سے تمہارے اندر یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ جماعت میں نسلی امتیاز پیدا ہو رہا ہے۔ بہر حال یہ بھی تکبر کی ایک قسم ہے اور ہم نے ہر قسم کے تکبر سے بچنا ہے۔

ایک بات جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توجہ دلائی اور جس کے بارے میں **اللہ تعالیٰ نے بھی حکم فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ارشادات ہیں وہ مالی قربانی ہے۔** اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر کی جماعتیں مالی قربانیوں میں بڑھ رہی ہیں۔ ہنگامی اور وقتی مالی قربانی میں امریکہ کی جماعتیں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھرپور حصہ لینے کی کوشش کرتی ہیں لیکن جو چندہ آمد وغیرہ کا باقاعدہ مالی نظام ہے، اس میں یہاں بھی جو اعداد و شمار سامنے آتے ہیں یا آ رہے ہیں اس کو دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ بہت کمی ہے۔ اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ ایک غریب شخص تو اپنی مجبوری بتا کر چندے کی ادائیگی کم کرنے یا شرح کم کرنے کے لئے کہہ سکتا ہے، اجازت لے سکتا ہے لیکن جو اچھی آمد کے لوگ ہیں ان کو اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ وہ اپنی آمد کے مطابق چندہ دے رہے ہیں یا نہیں۔ صرف یہ نہیں کہ جس طرح ٹیکس دینے کے لئے بہت ساری کٹوتیاں کر لیتے ہیں چندے کے لئے بھی کر لیں۔ اپنی آمد کو دیکھیں۔ کیونکہ یہ چندے کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے۔ سیکرٹری مال کو یا نظام کو تو پتہ نہیں ہے کہ کسی کی آمد کیا ہے جو چندہ دے رہا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کو تو پتہ ہے۔ وہ تو دلوں کا حال جانتا ہے۔ اگر صحیح شرح سے چندہ دینا شروع کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ مساجد کی تعمیر اور دوسرے جماعتی کاموں کے لئے پھر بہت کم علیحدہ تحریک کرنی پڑے گی۔ پس اس لحاظ سے اپنے جائزے لیں اور اپنے چندہ عام کے بجٹ کا دوبارہ جائزہ لے کر لکھوائیں، جنہوں نے کم لکھوائے ہوئے ہیں۔

میں مختلف ملکوں کے نومبائعین کے واقعات بھی بیان کرتا رہتا ہوں کہ کس طرح وہ احمدیت قبول کرنے کے بعد اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کر رہے ہیں، روحانی تبدیلیاں بھی پیدا کر رہے ہیں عملی طور پر عبادتوں کی طرف بھی توجہ کر رہے ہیں اور مالی قربانیوں کی بھی اہمیت کو سمجھ رہے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ بھی باوجود ان کی غربت کے ان کو مالی کشائش عطا فرما رہا ہے اور اس وجہ سے وہ اپنے ایمان اور اخلاص میں بڑھ رہے ہیں۔ قربانی کا لفظ ہی واضح طور پر یہ معنی دیتا ہے کہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر کوئی کام کرنا اور یہاں تکلیف میں ڈال کر اللہ تعالیٰ کے دین کی ضروریات کے لئے دینا۔ پس جو صرف اپنی سہولت سے تھوڑا بہت دے کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے قربانی کی وہ قربانی نہیں ہے نہ ہی ایسے لوگوں کا کوئی اللہ تعالیٰ پر احسان ہے۔ اگر وہ نہ بھی دیں گے تو بھی اللہ تعالیٰ دین کی ضروریات

پورا کرنے کے سامان کر دے گا اور کرتا رہتا ہے اور کر رہا ہے اور کرتا رہے گا انشاء اللہ۔ پس میں ان لوگوں کو جو کشائش ہونے کے باوجود اپنی آمدنی کے مطابق چندہ نہیں دیتے توجہ دلانی چاہتا ہوں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

آج آخری بات جس کی طرف میں توجہ دلانی چاہتا ہوں وہ اطاعت ہے۔ قرآن کریم میں بے شمار جگہ پر اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم آیا ہے اور پھر اولی الامر کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی شرط بیعت میں بھی اطاعت کے بارے میں شرط رکھی ہے، شرائط بیعت میں شرط رکھی ہے کہ اطاعت در معروف کے اقرار پر مرتے دم تک قائم رہیں گے۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

ہمارے مختلف تنظیموں کے جو عہدیدار ان عہدوں میں یہ الفاظ ہیں کہ خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ کریں گے اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا۔ بعض ٹیڑھے مزاج کے لوگ یا منافقانہ سوچ رکھنے والے لوگ یہ کہتے رہتے ہیں کہ معروف فیصلہ پر عہد ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ خلیفہ وقت کے بعض فیصلے معروف نہیں ہوتے یا بعض ان کی نظر میں معروف نہیں ہیں۔ یہ تاویلیں پیش کر دیتے ہیں، دنیا میں مختلف جگہوں پر یہ سوچ ہے۔ بیشک اگر ایک دو ہی ہوں، شاید لاکھ میں سے ایک ہو لیکن اس سوچ کا ردّ ضروری ہے کیونکہ نوجوان نسل کو پھر یہ سوچ زہر آلود کرتی ہے۔ اگر اس طرح پر کوئی خود معروف فیصلے کی تشریح کرنے لگ جائے تو پھر جماعت کی وحدت قائم نہیں رہ سکتی۔ پھر اس بات پر بحث شروع ہو جائے گی کہ کیا معروف ہے اور کیا غیر معروف ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا کہ

"ایک اور غلطی ہے وہ اطاعت در معروف کے سمجھنے میں ہے۔" کہ معروف فیصلے کی اطاعت کرنا۔ فرمایا "کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں اطاعت نہ کریں گے۔" آپؓ فرماتے ہیں کہ "یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آیا ہے۔" اور قرآن کریم میں آتا ہے کہ "وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ۔" (الممتحنۃ:13) اور معروف باتوں میں تیری نافرمانی نہیں کریں گے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے۔"

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 75-76 زیر آیت الممتحنۃ 13: لا یعصینك فی معروف)

کہ کون سی بات آپ صحیح کہیں گے اور کون سی غلط کہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امر بالمعروف کی تفسیر میں یہ فرماتے ہیں کہ:

"یہ نبی ان باتوں کے لئے حکم دیتا ہے جو خلاف عقل نہیں ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 420)

یعنی معروف باتیں وہ ہیں جو خلاف عقل نہیں ہیں اور وہ قرآن کریم کے حکموں کے مطابق بھی ہیں۔ پھر ایک حدیث میں واقعہ آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ایک قافلہ بھیجا۔ وہاں پہنچ کر ایک جگہ

لوگوں نے آگ جلائی تو جو امیر قافلہ تھا اس نے ازراہ مذاق کہہ دیا کہ اگر میں تمہیں اس آگ میں کودنے کا حکم دوں تو کود جاؤ گے؟ بعض لوگوں نے کہا بالکل غلط چیز ہے، یہ تو خودکشی ہے۔

بعض نے کہا امیر کی اطاعت ضروری ہے۔ لیکن بہرحال بعد میں اس نے کہا میں مذاق کر رہا تھا۔ معاملہ ختم ہو گیا۔ مدینہ واپس پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ واقعہ بتایا تو آپؐ نے فرمایا کہ امراء میں سے جو شخص تمہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب فی الطاعة حدیث2625)

یہ معروف کی تفصیل ہے کہ جو اللہ کا حکم ہے اس کے خلاف اگر حکم ہے تو وہ معروف نہیں ہے۔ لیکن جو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات ہیں، ان کے مطابق حکم ہے تو وہ معروف ہے۔ اور پس یہ واضح ہو گیا کہ طاعت در معروف یا معروف فیصلہ جس کی پابندی ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں۔ اور پھر اس کے رسول کے احکامات ہیں۔ پس جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق حقیقی خلافت قائم ہے اور یہ انشاء اللہ قائم رہنی ہے تو یہ خلافت جو ہے کبھی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں کے خلاف فیصلہ نہیں کرے گی، جو قرآن اور سنت ہے اس کے مطابق ہی چلے گی۔

یہ الفاظ طاعت در معروف یا معروف فیصلہ کی اطاعت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں استعمال کئے جیسا کہ بیان ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی شرائط بیعت میں اس کو رکھا ہے اور خلافت احمدیہ میں بھی ہر عہد میں یہ شامل کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جاری کرنا اور جماعت کو اس کی تلقین کرنا اور ہر شخص جو اپنے آپ کو جماعت کا حصہ سمجھتا ہے اس کا یہ فرض ہے کہ اس عہد کی پابندی کرتے ہوئے خلیفہ وقت کی جو جماعت سے متعلق ہدایات ہیں ان پر عمل کرے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا، اگر کبھی کوئی غلط ہدایت ہو گی بھی تو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کی حفاظت کرنی ہے اس لئے اس کے نتائج اللہ تعالیٰ کبھی برے نہیں ہونے دے گا اور ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ اس کے بہتر نتائج پیدا ہوں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 376-377 زیر آیت النور:56)

اس لئے معروف فیصلہ کی تشریح کرنا کسی شخص کا کام نہیں ہے معروف فیصلہ وہ ہے جو قرآن کے مطابق ہے اور سنت کے مطابق ہے اور حدیث کے مطابق ہے اور اس زمانے کے حکم عدل کے احکامات کے مطابق ہے۔ اور یہی وہ ذریعہ ہے جس سے جماعت کی وحدت قائم رہ سکتی ہے۔ اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے کہ وحدت پیدا کی جائے اور مخلصین اور اطاعت گزار لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو۔ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح فرمایا ہے کہ مجھے تعداد بڑھانے سے کوئی غرض نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد بڑھاتا رہوں، جو میرے ساتھ شامل ہوتے رہیں لیکن اطاعت کرنا نہ جانتے ہوں۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر میری طرف منسوب ہونے والوں اور میری بیعت میں آنے والوں کی اصلاح نہیں ہوتی اور وہ اللہ

اور اس کے رسول کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیاں نہیں گزارتے تو ایسی بیعت بے فائدہ ہے۔

(ماخوذ از مواہب الرحمن روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 276)(ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 142، ملفوظات جلد 10 صفحہ 334)

پس ہمارے احمدی ہونے کا فائدہ تبھی ہے جب ہم اس حقیقت کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اپنی تمام تر صلاحیت کے ساتھ کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سہل امر نہیں۔" یہ کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے "یہ بھی ایک موت ہوتی ہے..." (ملفوظات جلد 4 صفحہ 74 حاشیہ)

"جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 74)

آپ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے بارہا اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم نرے اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا اس کی حقیقت تک جب تک نہ پہنچو گے "یعنی بیعت کی حقیقت تک "تب تک نجات نہیں۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 232-233)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کی حقیقی تعلیم کو سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کے حق کو ادا کرنے والے ہم ہوں اور ہمیشہ خلافت سے مکمل اطاعت کے ساتھ وابستہ رہیں اور خلیفہ وقت کے تمام معروف فیصلوں پر سچے دل کے ساتھ اور کامل اطاعت کے ساتھ عمل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16 نومبر 2018ء تا 22 نومبر 2018ء جلد 25 شمارہ 46 صفحہ 05 تا 09)

45

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 09/ نومبر 2018ء بمطابق 09/ نبوت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

(البقرۃ:262-263)

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ (البقرۃ:266)

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (البقرۃ:269)

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ (البقرۃ:273)

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (البقرۃ:275)

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں سورۃ بقرۃ کی آیات ہیں جن میں **مال کی قربانی کا ذکر ہے اور قربانیوں** کے حوالے سے تقریباً ایک تسلسل میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں یہاں بیان فرمایا ہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے کہ

ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اگاتا ہو۔ ہر بالی میں سَو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے اس سے بھی بہت بڑھا کر دیتا ہے۔ اور اللہ وسعت عطا کرنے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔

پھر اگلی آیت میں فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر جو وہ خرچ کرتے ہیں اس کا احسان جتاتے ہوئے یا تکلیف دیتے ہوئے پیچھا نہیں کرتے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی

خوف نہیں ہو گا اور نہ وہ غم کریں گے۔

پھر فرماتا ہے ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس میں سے بعض کو ثبات دینے کے لئے خرچ کرتے ہیں ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اسے تیز بارش پہنچے تو وہ بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو شبنم ہی بہت ہو اور اللہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔

پھر اگلی آیت میں فرماتا ہے کہ شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں فحشا کا حکم دیتا ہے جبکہ اللہ تمہارے ساتھ اپنی جناب سے بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعتیں عطا کرنے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان کو ہدایت دینا تجھ پر فرض نہیں لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جو بھی تم مال میں سے خرچ کرو تو وہ تمہارے اپنے ہی فائدہ میں ہے جبکہ تم تو اللہ کی رضا جوئی کے سوا کبھی خرچ نہیں کرتے اور جو بھی تم مال میں سے خرچ کرو وہ تمہیں بھرپور واپس کر دیا جائے گا اور ہرگز تم سے کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

پھر فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں رات کو بھی اور دن کو بھی چھپ کر بھی اور کھلے عام بھی، تو ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہو گا اور نہ وہ غم کریں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مالی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ:

"میں جو بار بار تاکید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے۔..... اسلام دوسرے مخالف مذاہب کا شکار بن رہا ہے۔..... چاہتے ہیں کہ اسلام کا نام و نشان مٹا دیں جب یہ حالت ہو گئی ہے تو کیا اب اسلام کی ترقی کے لئے ہم قدم نہ اٹھائیں؟ خدا تعالیٰ نے اسی غرض کے لئے تو اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ پس اس کی ترقی کے لئے سعی کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور منشا کی تعمیل ہے۔" فرمایا: "..... یہ وعدے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے دے گا میں اس کو چند گُنا برکت دوں گا۔ دنیا ہی میں اسے بہت کچھ ملے گا اور مرنے کے بعد آخرت کی جزا بھی دیکھ لے گا کہ کس قدر آرام میسر آتا ہے۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 393-394)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخلصین کی جماعت عطا فرمائی جس نے آپ کی بات کو سنا اور لبّیک کہا اور قربانیاں دیں۔ چنانچہ ان قربانیوں کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"ہماری جماعت کا بہت بڑا حصہ غرباء کا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ باوجود یکہ یہ غرباء کی جماعت ہے تاہم میں دیکھتا ہوں کہ ان میں صدق ہے اور ہمدردی ہے اور وہ اسلام کی ضروریات سمجھ کر حتی المقدور اس کے لئے خرچ کرنے سے فرق نہیں کرتے۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 25)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت کے افراد کو **صرف آپ کی زندگی میں ہی قربانیوں اور اخلاص و وفا میں نہیں بڑھایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق آج سے تقریباً ایک سو تیس سال قبل جو جماعت قائم فرمائی تھی** اس جماعت میں ایسے قربانی کرنے والے مخلصین عطا فرماتا رہا ہے اور عطا فرما رہا ہے جو دین کی خاطر، اپنی طاقت کے مطابق اور بسا اوقات اپنی استطاعت و طاقت سے بڑھ کر

قربانیاں کر رہے ہیں اور ان معیاروں پر بھی پورا اتر رہے ہیں اور ان وعدوں سے بھی حصہ لے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائے ہیں۔ یہ معیار اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے قائم کردہ اس جماعت میں ہی نظر آتے ہیں جس کی چند مثالیں اس زمانے کی میں پیش کرتا ہوں۔ یہ واقعات دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلے ہوئے لوگوں کے ہیں جو اس عہد کو نبھا رہے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے اپنا مال پیش کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔

چنانچہ پہلے کیمرون کا ایک واقعہ ہے۔ وہاں کے معلم لکھتے ہیں کہ جب ہم ویسٹرن ریجن کی ایک جماعت مارتا میں چندہ تحریک جدید کے سلسلہ میں گئے تو وہاں کے چیف ساہام عثمان صاحب نے گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہنے لگے کہ جماعت کے معلم صاحب چندہ تحریک جدید کے لئے آئے ہیں اور سب اس مالی قربانی میں حصہ لیں۔ چیف کہنے لگے کیونکہ آج سے دو سال قبل مَیں اکیلا یا بعض اوقات دو یا تین آدمی میرے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے تھے لیکن جب سے اس گاؤں میں جماعت احمدیہ قائم ہوئی ہے اور ہم نے اس جماعت کو قبول کیا ہے تب سے ہماری مسجد نمازیوں سے بھرنے لگ گئی۔ اور بعض اوقات تو نمازیوں کو مسجد کے اندر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے باہر نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ وہ کہنے لگا یہ نمایاں تبدیلیاں صرف اور صرف جماعت احمدیہ کے یہاں آنے سے آئی ہیں۔ اس لئے ہمیں جماعت کی ہر تحریک میں حصہ لینا چاہئے۔

یہ انقلاب جو احمدیت کے ذریعہ سے ان میں آ رہا ہے کہ عبادتوں میں بڑھ رہے ہیں اور مالی قربانیوں میں بھی بڑھ رہے ہیں یہ ایک عجیب انقلاب ہے۔ اور یہ ان سب پرانے احمدیوں کو بھی توجہ دلانے والا ہے جن کی توجہ عبادتوں کی طرف بھی کم ہے اور باوجود حالات اچھے ہونے کے مالی قربانیوں کی طرف بھی کم ہے۔

پھر کیمرون کے ایک معلم ابو بکر بیان کرتے ہیں کہ کیمرون کے انتہائی شمال میں واقع جماعت ماڈیبو میں تحریک جدید کے چندہ کی تحریک کے لئے گئے اور گھر گھر جا کر نومبائعین کو چندے کی تحریک کی۔ اس پر ایک احمدی عثمان صاحب نے بیان کیا کہ آپ جب پچھلی دفعہ چندہ کے لئے تحریک کر کے گئے تھے تو مَیں نے نیت کی تھی کہ دس ہزار فرانک سیفہ (CFA Frank) ادا کروں گا اور مکئی بھی دوں گا۔ اس کے چند دن بعد میرے بیٹے نے کہا کہ وہ کسٹم ڈیپارٹمنٹ میں نوکری کے لئے انٹرویو پر جانا چاہتا ہے لیکن اس کے لئے بہت بڑی رقم کی ضرورت ہے۔ وہاں بھی تیسری دنیا کے بعض ملکوں کی طرح نوکریاں لینے کے لئے افسروں کو بھی کچھ دینا پڑتا ہے۔ تو مَیں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں تو غریب آدمی ہوں۔ مَیں تو اتنی بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتا۔ میرے پاس تو دس ہزار فرانک سیفہ ہے اور یہ مَیں نے تحریک جدید میں ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے اس لئے تم جاؤ اور نوکری کا انٹرویو دے دو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ عثمان صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے وہ رقم چندہ میں ادا کر دی اور اس کے چند روز بعد ہی میرے بیٹے کا شہر سے فون آیا کہ میں انٹرویو میں پاس ہو گیا ہوں اور جلد ہی مجھے نوکری مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں افسروں کا دل ایسا پھیرا کہ بہت کچھ دینے والوں کو نوکری نہیں ملی اور اس بیٹے کے لئے اس کی دعاؤں اور نیک نیت اور قربانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نوکری کا انتظام کر دیا۔

پھر گیمبیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ نیامی ڈسٹرکٹ کے ایک گاؤں میں تحریک جدید کے حوالے سے پروگرام منعقد کیا گیا اور اس میں بتایا گیا کہ خلیفہ وقت نے یہ کہا ہے کہ تمام نومبائعین اس تحریک کا حصہ بنیں۔ چنانچہ وہاں موجود تمام لوگوں نے چندہ جات کی ادائیگی کی۔ ایک خاتون کوجا بائے صاحبہ نے بتایا کہ انہوں نے اجلاس کے دوران بیس ڈلاسی (Dalasi) چندہ ادا کیا تھا۔ ان کے پاس اس وقت صرف بیس ڈلاسی ہی تھے جو انہوں نے مشکل وقت کے لئے سنبھال کے رکھے ہوئے تھے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب وہ گھر پہنچیں تو ان کے ایک مہمان نے انہیں پانچ سو ڈلاسی تحفۃً دے دیئے۔ چنانچہ اگلی صبح وہ دوبارہ مسجد آئیں اور مزید پچاس ڈلاسی چندے میں ادا کر دیئے اور کہنے لگیں کہ یہ پیسے مجھے صرف چندے کی برکات کی وجہ سے ہی ملے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لوٹانے کا وعدہ جو ہے وہ بھی ان کے ایمان و ایقان میں ترقی کا باعث بنتا ہے۔ گو انہوں نے قربانی اس نیت سے نہیں کی تھی کہ مجھے اللہ تعالیٰ فوراً لوٹا کے دے گا یا فوری طور پہ مل جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی ادھار نہیں رکھا۔

پھر بینن کے ریجن بوہیکوں کے مبلغ لکھتے ہیں کہ یہاں اس شہر میں جماعت کے سیکرٹری مال کا جو روزی کمانے کا ذریعہ تھا وہ ایک تین پہیوں والی موٹر سائیکل یا موٹر سائیکل رکشہ تھا جو چوری ہو گئی۔ اور افریقہ میں عموماً جو چیز چوری ہو جائے اس کا ملنا ایک ناممکن سی بات ہے۔ جب ان کے دوست احباب ان سے ملنے آتے اور چوری کا سن کر افسوس کا اظہار کرتے تو توکّل کی حالت دیکھیں ان کی وہ کہتے کہ مجھے اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ ہے۔ کیونکہ میں ایک غریب آدمی ہوں اور اس موٹر سائیکل کے ذریعہ کما کر اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہوں اور وقت پر اپنا چندہ ادا کرتا ہوں اس لئے شاید کسی کو مجھ سے زیادہ ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ نے عارضی طور پر اس کے لئے انتظام کر دیا ہے تا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر کے مجھے واپس کر جائے۔ یہ بات سن کر لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید ان کو چوری کا بہت زیادہ صدمہ ہوا ہے اور اس وجہ سے ان کے دماغ پر تھوڑا اثر ہو گیا ہے۔ بہرحال انہوں نے ملکی قانون کا تقاضا پورا کرنے کے لئے پولیس میں بھی رپورٹ کر دی اور آرام سے گھر بیٹھ گئے۔ کہتے ہیں دو ہفتے گزرے تھے کہ ان کا ہمسایہ جو خود بھی موٹر سائیکل ٹیکسی یا رکشہ چلاتا تھا اس نے غنیوں صاحب کو فون کیا کہ مَیں نے آپ کا موٹر سائیکل دیکھا ہے، رکشہ دیکھا ہے لیکن اس کا رنگ تبدیل کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس پر پولیس کو اطلاع دی گئی تو پولیس نے دونوں مالکوں کو موٹر سائیکل کے اصل پیپر لے کر پولیس سٹیشن حاضر ہونے کا کہا۔ تحقیق کرنے پر اس شخص کے کاغذات جو تھے وہ جعلی نکلے۔ اس پر پولیس نے اس شخص کو کہا کہ دو دن میں موٹر سائیکل مرمت کروائے اور اس کا رنگ پہلی شکل میں لے کر آئے اور مالک کے سپرد کرے۔ اور اس طرح پھر یہ موٹر سائیکل ان کی واپس ہو گئی۔ وہ موٹر سائیکل لے کر فوراً مشن ہاؤس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا اور ساتھ ہی کہا کہ ابھی میرا تحریک جدید کا چندہ ادا ہونا باقی ہے۔ مَیں اب کام کی تلاش میں جا رہا ہوں اور اس ہفتے میں جو منافع آئے گا وہ چندے میں ادا کر دوں گا کیونکہ چندے کی برکت سے ہی یہ موٹر سائیکل مجھے واپس ملی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک ہفتے میں بارہ ہزار فرانک سیفہ کما کر چندہ تحریک جدید میں ادا کر دیا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ پر توکل اور ایمان کی عجیب مثال ہے۔

انڈیا سے انسپکٹر تحریک جدید شہاب صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ چنتاگنٹا کی ایک لڑکی صوفیہ بیگم

نے اپنے بھائی کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ جب میں بہت چھوٹی تھی تو والدہ کے ساتھ جلسوں میں جایا کرتی تھی اور علمائے کرام کی تقاریر میں سنا کرتی تھی کہ جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریک جدید کی بنیاد رکھی اور اس کے لئے مالی قربانیوں کی تحریک فرمائی تو بہت سی مستورات نے حضور کی خدمت میں اپنے زیورات پیش کئے۔ جب بھی یہ ایمان افروز واقعہ سنتی تو میرے دل میں بھی ایک خواہش پیدا ہوتی کہ کاش میرے پاس بھی زیور ہوتا تو میں بھی اسے چندہ تحریک جدید میں دیتی۔ مگر غربت کی وجہ سے میرے لئے یہ ناممکن تھا۔ لیکن اب مجھے دو تولہ سونا میری والدہ کی وفات کے بعد ترکہ میں ملا ہے وہ مَیں پیش کرتی ہوں۔ کیونکہ پتہ نہیں اس کے بعد میرا زیور رہے نہ رہے۔ کہتے ہیں انہوں نے ان کو سمجھایا، انسپکٹر صاحب نے بھی، لوگوں نے بھی کہ آپ کی شادی ہونی ہے اور زیور کی ضرورت ہو گی لیکن وہ بضد رہیں اور دو تولے سونے کی قیمت چندہ تحریک جدید میں ادا کر دی۔ ابھی پچھلے جمعہ امریکہ میں بھی میں نے یہ کہا تھا، اکثر کہتا رہتا ہوں کہ غرباء تو مالی قربانیاں کر رہے ہیں لیکن امیر لوگ جو اچھے حالات میں ہیں ان کو اپنے حالات پہ نظر ڈالنی چاہئے کہ کیا ان کے قربانی کے معیار ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے معیار ہونے چاہئیں اور پھر ان کو قبول بھی فرماتا ہے۔

انڈیا سے ہی ایک انسپکٹر تحریک جدید صوبہ کرناٹک کے لکھتے ہیں کہ ایک دوست کا چندہ تحریک جدید اڑھائی ہزار روپیہ قابل ادا تھا۔ ان سے ادائیگی کی درخواست کی گئی کہ تحریک جدید کا سال ختم ہونے میں صرف چند دن رہ گئے ہیں۔ اس پر موصوف نے کہا کہ بارش کی وجہ سے پچھلے تین ماہ سے کام بالکل بند ہے اور آمد کی بھی کوئی امید نظر نہیں آ رہی تو اس پر کہتے ہیں میں نے انہیں کہا کہ ادائیگی کا ارادہ کر لیں اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ یہ کہہ کے میں اگلی جگہ چلا گیا۔ شام کو جب وہاں دوسری جگہوں کے دورے سے واپس آیا تو موصوف خود مشن ہاؤس آئے اور اپنا مکمل چندہ ادا کر دیا۔ میں نے ان سے پوچھا یہ اتنی جلدی کس طرح ہو گیا۔ کہنے لگے کہ بس یہ ارادہ کی برکت اور چندہ دینے کی برکت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں نے دعا بھی کی اور ایک آدمی نے کچھ عرصہ سے میرے کچھ پیسے دینے تھے اور میں کئی مہینے سے اس کے چکر لگا رہا تھا وہ نہیں دے رہا تھا۔ لیکن آج اچانک خود میرے گھر آیا اور میری رقم لوٹا دی۔

پھر تنزانیہ سے معلم موسیٰ صاحب لکھتے ہیں کہ دارالسلام جماعت کے ایک انتہائی مخلص احمدی دوست ہیں اور جماعتی دفتر میں خدمت بھی کر رہے ہیں ان کی ہر سال کوشش ہوتی ہے کہ اپنی اور فیملی کے تحریک جدید اور وقف جدید کے وعدہ جات کی ادائیگی رمضان سے پہلے کر دیں۔ لیکن اس سال گھریلو حالات کے باعث وہ وعدہ جات کی ادائیگی نہ کر سکے اس وجہ سے بہت پریشان تھے۔ بہرحال انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ خود ہی میرے لئے کوئی راستہ نکالے۔ کہتے ہیں کہ عید کے موقع پر جماعت کی طرف سے جماعتی کارکنان کو عیدی ملتی ہے انہوں نے سوچا تھا کہ جو عید کا تحفہ ملنا ہے اس تحفہ سے اپنی عید کی ضروریات پوری کرنے کی بجائے چندہ دے دوں گا لیکن جب انہوں نے حساب لگایا تو جو عید کا تحفہ عموماً ملا کرتا ہے اس کو دینے کے بعد بھی بقایا رہ جاتا تھا۔ اس پر انہوں نے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ کہیں سے ایسے سامان پیدا کر دے کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق ادائیگی کر دیں۔ چنانچہ کہتے

ہیں کہ اس دفعہ عیدی ملی تو وہ اس رقم سے زائد ملی جو عموماً ملا کرتی تھی تو انہوں نے اپنے چندے کے سارے وعدے جو تھے پورے کر دیئے۔

ماسکو سے مبلغ رضوی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک نومبائع دوست وادم صاحب کا تعلق رشیا کے ایک دور افتادہ اور پسماندہ علاقے بوریاتیا سے ہے۔ انہیں 2017ء میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی تھی۔ امسال مارچ کے مہینے میں ایک ہفتہ کے لئے ماسکو آئے تا کہ احمدی بھائیوں سے ملاقات ہو اور تعلیمی اور تربیتی فائدہ حاصل کر سکیں۔ یہ غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں مالی تنگی کی وجہ سے بعض اوقات نہایت سخت حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ ماسکو میں قیام کے دوران نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد گفتگو کے دوران انہیں جماعت کے مالی نظام اور اس سے متعلق برکات کے بارے میں تفصیلاً بتایا گیا اور کچھ چندہ دینے کی بھی تحریک کی گئی۔ ان کے محدود وسائل اور تنگدستی کی وجہ سے یہی خیال تھا کہ اگر یہ پچاس روبل (Ruble) بھی چندہ دے دیں تو ان کے لئے یہ بڑی قربانی ہے۔ اگلے دن صبح فجر کی نماز کے بعد انہوں نے چندہ تحریک جدید اور وقف جدید کے لئے دو ہزار روبل دے دیئے اور کہا کہ میری طرف سے چندہ قبول کر لیں اور ساتھ بار بار افسوس کرتے رہے کہ میں نے پہلے کیوں چندہ نہیں دیا اور اتنی دیر کیوں کر دی، سال سے زیادہ ہو گیا مجھے احمدی ہوئے۔ مبلغ لکھتے ہیں کہ ان کے حالات کے مطابق یہ بہت بڑی قربانی تھی۔

یہ ہیں قربانی کے معیار اور یہ ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ حیرت ہوتی ہے ان کے اخلاص و وفا کو دیکھ کر۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 334)

پھر ماسکو سے ہی مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ جماعت ماسکو کے ایک ممبر ہیں، ایک لمبا عرصہ سے ماسکو میں مختلف اداروں میں ملازمت کرتے رہے ہیں۔ جس جگہ یہ آجکل ملازمت کر رہے ہیں اس کے متعلق انہوں نے بتایا کہ اس جگہ انٹرویو دیتے ہوئے مجھے مالکان نے بتایا کہ ہمارے یہاں تنخواہ میں اضافہ نہیں کیا جاتا۔ جو تنخواہ ملے گی اسی پہ ہمیشہ تمہیں گزارہ کرنا پڑے گا اس لئے اگر آپ کو یہ تنخواہ مناسب لگتی ہے تو ملازمت کر لیں ورنہ رہنے دیں۔ کہتے ہیں مَیں نے ملازمت اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ بعد تحریک جدید اور وقف جدید کی تحریکات کے بارے میں جماعتی طور پر تحریک کی گئی۔ میں نے ان تحریکات میں باقاعدگی سے چندہ دینا شروع کر دیا۔ کچھ ہی دنوں میں اس ادارے کی انتظامیہ نے بلایا اور بغیر کسی ظاہری وجہ سے میری تنخواہ میں پہلے پانچ ہزار روبل کا اضافہ کر دیا۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد دوبارہ بلایا اور دو ہزار روبل کا مزید اضافہ کر دیا۔ کہتے ہیں مجھے اس وقت اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کا نتیجہ ہے ورنہ دنیاوی طور پر ایسی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اور کہتے ہیں جب مَیں کسی غیر احمدی کو اس بارے میں بتانے کی کوشش کروں تو انہیں اس بات کی مکمل سمجھ نہیں آتی لیکن حضرت امام مہدی علیہ السلام کو ماننے والا بڑی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بغیر کسی دنیاوی سبب کے اپنی راہ میں قربانی کی وجہ سے یہ برکت عطا فرمائی۔

بینن کے ریجن الاڈا کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ریجن کی ایک جماعت فانجی جہاں الحمد للہ جماعت کی مسجد بھی تعمیر شدہ ہے، یہاں کے صدر صاحب جماعت جو ایک لوہار ہیں ان کو تحریک جدید میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی

تحریک کی گئی تو انہوں نے مزید ادائیگی کا وعدہ تو کر لیا لیکن کہنے لگے کہ فی الحال کام نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ تنگ ہے۔ اس کے بعد صدر صاحب کا فون آیا کہ میں نے دس ہزار فرانک سیفہ چندہ دینا ہے اس کی رسید کاٹ دیں۔ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کے بعد بڑا فضل کیا اور مجھے کام مل گیا اور اب میں دس ہزار چندہ دینے آ رہا ہوں۔ اور کہتے ہیں اس ادائیگی کے کوئی پندرہ دن بعد دوبارہ ان کا فون آیا کہ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ فضل ہوا ہے اور اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ سمجھ نہیں آ رہی کہ شاید وقت پر کام مکمل بھی کر سکوں یا نہیں۔ بہت بڑا کام مل گیا ہے اور یہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کرنے کی بدولت ہے۔ گویا یہاں اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق کئی گنا بڑھا کر عطا فرما رہا ہے اور فوراً عطا فرما رہا ہے۔

مالی سے سیگو ریجن کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک نابینا عورت نے کچھ چندہ بھجوایا اور ساتھ ہی پیغام بھجوایا کہ وہ آئندہ سے ہر ماہ اپنا چندہ مشن ہاؤس بھجوایا کرے گی۔ اس سے وجہ پوچھی تو کہنے لگی، بعض لوگوں سے اللہ تعالیٰ خود بھی ان کو توجہ دلا کے قربانی کرواتا ہے تا کہ مزید نوازے۔ کہتی ہیں کہ میں نے دو دن پہلے خواب میں دیکھا کہ میں سو رہی ہوں، اور خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے جگا کر چندہ ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ میں خواب میں اٹھ کر مشن ہاؤس گئی اور وہاں پانچ ہزار سیفہ ادا کیا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

بورکینا فاسو سے مبارک منیر صاحب مبلغ لکھتے ہیں کہ پیگو جماعت کے ایک مخلص احمدی الحاج ابراہیم کے دو بچے کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ کافی علاج کروایا لیکن بہتری نہیں ہو رہی تھی۔ ایک دن ہمارے معلم صاحب نے انہیں مالی قربانی کی تحریک کی تو انہوں نے اپنی استطاعت کے مطابق چندہ دیا اور دعا کی کہ اے اللہ میری قربانیوں کو قبول فرما اور میری اولاد کو جلد صحت یاب کر دے۔ کہتے ہیں کہ چند دن بعد ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے بچوں کی حالت کافی حد تک بہتر ہونے لگی۔ ایک بچہ تو بالکل ٹھیک ہو گیا ہے اور دوسرے بچے میں کافی حد تک بہتری ہے۔ ان کو بھی یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کو قبول فرماتے ہوئے یہ برکت عطا فرمائی۔

بورکینا فاسو بوبو شہر کے سیکرٹری وصیت کہتے ہیں کہ میں وصیت کا چندہ تو ہر ماہ ادا کر دیتا تھا مگر تحریک جدید اور وقف جدید میں کبھی کبھی تاخیر ہو جایا کرتی تھی۔ ایک بار جب انہوں نے میرا خطبہ سنا تو اس کے بعد دل میں خیال آیا کیوں نہ سال ختم ہونے سے پہلے ہی تمام چندہ ادا کر دوں۔ چنانچہ چندہ ادا کرنے کے بعد ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک سفید لباس میں ملبوس آدمی مجھے کوئی چابی پکڑا رہا ہے۔ مجھے اس وقت تو خواب کی سمجھ نہیں آئی لیکن چند دن بعد میرے بھائی کی طرف سے پیغام آیا کہ آپ حج کرنے کی تیاری کریں میں تمام اخراجات آپ کے دوں گا۔ اس طرح مالی قربانی کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے حج کرنے سعادت نصیب فرمائی۔

جرمنی کے سیکرٹری تحریک جدید لکھتے ہیں کہ بورکن (Borken) جماعت کے ایک دوست نے تحریک جدید کے چندے میں نو سو یورو کا اضافہ کیا۔ یہ دوست بتاتے ہیں کہ جس روز میں نے وعدہ کیا اس سے اگلے دن جب میں فرم میں گیا تو مالک نے کہا میں نے تمہاری تنخواہ میں سو یورو کا اضافہ کر دیا ہے۔ اور فروری سے اکتوبر تک حساب لگایا تو کل نو سو یورو بنتے ہیں۔ یہ دوست کہتے ہیں مجھے یہ تو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کر دے گا لیکن یہ نہیں پتہ

تھا کہ اللہ تعالیٰ چوبیس گھنٹے بھی گزرنے نہیں دے گا اور انتظام کر دے گا۔

جرمنی کے سیکرٹری تحریک جدید ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک دوست اپنے اسائلم کیس کی وجہ سے مشکلات کا شکار تھے۔ انہیں مالی قربانی کی طرف اور چندہ تحریک جدید کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اس کے چند دن بعد ہی دوست ملے اور انہوں نے بتایا کہ آپ نے اس طرح مجھے چندہ تحریک جدید کی طرف توجہ دلائی تھی۔ میں نے سو یورو کا وعدہ کیا تھا۔ اس وقت میرے پاس صرف بیس یورو تھے چنانچہ میں نے وہ بیس یورو اسی وقت ادا کر دیئے اور گھر چلا گیا۔ گھر پہنچا تو جہاں میں پہلے کام کرتا تھا وہاں سے فون آیا کہ تمہارے حساب میں کچھ پیسے بنتے ہیں وہ آکر لے جاؤ۔ میرا خیال تھا کہ تین یا چار سو یورو ملیں گے لیکن وہاں سے جو پیسے ملے میں نے بغیر گنے ہی اسے جیب میں ڈال لیا اور سب سے پہلے میں نے تحریک جدید کے بقیہ اسّی یورو ادا کئے پھر باقی ضروریات کے لئے پیسے نکالے۔ اس کے بعد بھی کچھ رقم بچ گئی۔ جب بعد میں حساب کیا تو پتہ چلا کہ وہاں سے ایک ہزار یورو ملا تھا۔ کہتے ہیں میں نے ایک سو یورو کا وعدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں دس گنا عطا فرما دیا۔ پہلے میں اس قسم کے واقعات سنا کرتا تھا اور سوچتا تھا کہ اللہ تعالیٰ واقعی اپنے بندوں سے ایسا سلوک کرتا ہے لیکن اب مجھے خود تجربہ ہو گیا۔

آئیوری کوسٹ سے مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ وہاں تحریک جدید کے چندہ کے سلسلہ میں ایک جگہ گئے، نومبائع جماعت ہے، ایک سال قبل ہی بیعت کر کے نظام میں یہ سارے لوگ شامل ہوئے ہیں۔ اس گاؤں میں تحریک جدید کی اہمیت پر تقریر کی گئی، اس کے مقاصد بیان کئے گئے اور مزید یہ بتایا کہ خلیفۃ المسیح نے کہا ہے کہ تمام افراد اس برکت میں حصہ لیں۔ اگلے دن فجر کی نماز کے بعد احباب جماعت نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق چندہ دینا شروع کیا اور امام صاحب مسجد نے بھی اس کار خیر میں حصہ لیا اور اپنی فیملی کی طرف سے بھی تحریک جدید کا چندہ ادا کیا۔ پھر بعد میں ان کا چھ سالہ بیٹا اپنے والد سے سو فرانک سیفہ لے کر آیا اور کہنے لگا کہ یہ میرا چندہ ہے۔ کہتے ہیں ہمیں اس چھوٹے سے بچے کی اس ادا پر بڑا پیار آیا کہ چھوٹی سی عمر میں مالی قربانی کا کس قدر شوق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نومبائعین کی قربانیوں کو قبولیت کا شرف بخشے اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ ذکر کیا ہوا ہے کہ ایک موقع پر ایک مولوی نے مسجد میں مالی قربانی کی تحریک کی تو وہاں اس کی بیوی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ سن کر اس پہ بڑا اثر ہوا اور گھر آکر اس نے بھی اس مقصد کے لئے، مسجد کے لئے اپنا زیور اتار کر دیا۔ مولوی نے کہا یہ تو صرف لوگوں کے لئے تھا تمہارے لئے نہیں ہے۔ تم قربانی نہ کرو۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 264-265)

لیکن یہاں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت پیدا ہو رہی ہے اس میں خود مولوی بلکہ ان کے بچے بھی جوش و خروش سے حصہ لے رہے ہیں۔

انڈونیشیا کی ایک مثال ہے، وہاں کی ایک خاتون صوفیہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ میں 2014ء میں عیسائیت سے بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئی تھی اور بیعت کے بعد میری عیسائی فیملی کی طرف سے مخالفت شروع ہو گئی۔ مجھے گالیاں دی گئیں۔ میری توہین کی جاتی تھی۔ گھر والے سمجھتے تھے کہ میں ان کی فیملی کا حصہ نہیں رہی لیکن

جماعت سے مجھے بڑا پیار اور محبت ملی۔ میرا نکاح بھی ایک احمدی سے ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد میرے خاوند کی گاڑی کو حادثہ ہو گیا اور بائیں ٹانگ اور بائیں پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ کہتی ہیں اس وقت میں چار ماہ کی حاملہ بھی تھی۔ اسی دوران تحریک جدید کا نیا سال شروع ہو رہا تھا۔ میں نے اپنے خاوند سے وعدہ پوچھا تو انہوں نے بڑے یقین کے ساتھ جواب دیا کہ پانچ لاکھ انڈونیشین روپیہ لکھوا دو کیونکہ اگلے سال مجھے ملازمت مل جائے گی۔ انڈونیشین روپے کی بڑی کم ویلیو ہے لیکن بہر حال جو وہاں رہنے والے ہیں ان کے لئے وہ کافی ویلیو رکھتا ہے۔ وہ خاتون کہتی ہیں مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ ابھی لاٹھیوں کے سہارے سے چلتے ہیں ملازمت کیسے مل جائے گی۔ بہر حال ان کے کہنے کے مطابق میں نے وعدہ لکھوا دیا۔ وقت تیزی سے گزر گیا۔ ہمیں پتہ نہیں چلا سال ختم ہونے والا تھا۔ بڑی پریشانی ہوئی کہ ابھی میرے خاوند بے روزگار ہیں چندہ کہاں سے ادا کریں گے۔ اسی پریشانی کی حالت میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھائی اور کہتی ہیں کہ میرے خاوند کو ایک پرائیویٹ کمپنی میں اچھی ملازمت مل گئی اور ہم نے وعدے کے مطابق سو فیصد ادائیگی کر دی۔

انڈونیشیا سے ہی واردی صاحب لکھتے ہیں کہ گزشتہ رمضان میں ہماری فیملی ایک مشکل میں مبتلا تھی۔ میرے سسر بیمار ہو گئے۔ انہیں ہسپتال داخل کروایا گیا۔ ایک مہینہ تک ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ اسی دوران انکی حالت اس قدر تشویشناک ہو گئی کہ آئی سیو میں داخل ہونا پڑا۔ بچنے کی امید بہت کم تھی۔ کہتے ہیں اس وقت ان کو میرا خطبہ یاد آیا جو تحریک جدید کی برکات کے بارے میں تھا۔ چنانچہ سب گھر والوں نے اکٹھے ہو کر فیصلہ کیا کہ ہم سب نے اسی ماہ رمضان میں تحریک جدید کی سو فیصد ادائیگی کرنی ہے اور عملاً سو فیصد ادائیگی کر دی۔ اور مجھے بھی انہوں نے لکھا دعا کے لئے۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دعاؤں کے نتیجہ میں اور قربانی کے نتیجہ میں میرے سسر کی حالت بہتر ہونے لگی اور ہوتی چلی گئی اور چند دن بعد ڈاکٹر نے ان کو گھر واپس جانے کی اجازت دے دی۔ گھر پہنچ کر جب پڑوسیوں کو پتہ چلا کہ یہ تو بالکل ٹھیک ہو گئے ہیں تو ان کو بڑی حیرانی ہوئی یہ کیسے ممکن ہے کہ اس قدر تشویشناک بیماری کی وجہ سے موت کے دروازے پہ پہنچنے والا ایک انسان ٹھیک ہو کر واپس آ گیا۔

یوکے سے برمنگھم سینٹرل جماعت کے صدر لکھتے ہیں کہ ہم تحریک جدید کے ٹارگٹ سے پندرہ سو پاؤنڈ پیچھے تھے اور وقت ختم ہونے میں، کلوزنگ میں چند گھنٹے باقی تھے۔ مختلف احباب کو تحریک کی تو ایک دوست جو پہلے چوبیس سو پاؤنڈ دے چکے تھے انہوں نے کہا کہ وہ پندرہ سو پاؤنڈ ادا کر دیں گے۔ اس وقت یہ دوست ملک سے باہر تھے انہوں نے آن لائن ہی چندہ ادا کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جس دن انہوں نے پندرہ سو پاؤنڈ ادا کئے تھے اس کے اگلے روز ہی ٹیکس ڈیپارٹمنٹ سے انہیں چھ ہزار پاؤنڈ واپس مل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں فوری چار گنا بڑھا کے دے دیا۔

غریبوں کی قربانیاں کیسی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حیرت انگیز سلوک کیا ہے اس بارے میں برونڈی کے معلم صاحب لکھتے ہیں کہ گزشتہ سال ہم نے ایک نئی جماعت گہانگا کا دورہ کیا اور وہاں ایک نئے نومبائع دوست مسعودی صاحب کو چندے کی اہمیت کے متعلق بتایا اور انہیں چندے کی تحریک کی۔ مسعودی صاحب کہنے لگے کہ میرے پاس اس وقت تو کچھ نہیں ہے لیکن ہمارے گھر میں ایک پھل دار درخت ہے۔ مَیں اس درخت کا پھل فروخت کر

کے چندہ ادا کر دوں گا۔ وہ قربانیاں جو پرانے زمانے میں نظر آتی تھیں اب بھی ان کے نمونے ملتے ہیں۔ کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے ایک دو روز کے اندر ہی اس کا پھل ایک ہزار برونڈی فرانک میں فروخت کیا اور ساری رقم چندے میں ادا کر دی۔ بعد میں انہوں نے بتایا کہ میں نے جو پھل فروخت کر کے چندہ ادا کیا تھا اس کی وجہ سے بہت زیادہ برکت پڑی ہے اور اب اس درخت کو پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ پھل لگا ہے جو چالیس سے پینتالیس ہزار برونڈی فرانک میں فروخت ہوا ہے۔

کونگو برازویل کے معلم صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دوست ماویلی صاحب کا بچہ کافی دنوں سے بیمار چلا آ رہا تھا۔ جب ان کے پاس چندے کی تحریک کے لئے گئے تو انہوں نے ادائیگی کر دی اور ساتھ ہی دعا کی کہ اے خدا اس چندے کی برکت سے میرے بچے کو شفا دے دے۔ یہ دوست بیان کرتے ہیں کہ چند دن بعد ہی میرے بچے کی صحت بحال ہو گئی اور میں خود حیران ہو گیا کہ کس طرح ہمارا خدا دعا قبول کرتا ہے اور ہماری حقیر قربانیوں کو بھی قبول فرما لیتا ہے۔

سیکرٹری تحریک جدید لجنہ کینیڈا لکھتی ہیں کہ ایک بہن نے بتایا کہ ان کے خاوند نے تحریک جدید میں ایک ہزار ڈالر کا وعدہ کیا تھا مگر کافی عرصہ سے بیروزگار تھا اس لئے ادائیگی نہیں ہو سکی۔ سال ختم ہونے میں ایک ہفتہ رہ گیا تو سیکرٹری صاحب مال ان کے گھر چندہ لینے آئے۔ ان کے خاوند اندر گئے اور بیگم سے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے اب کیا کریں؟ اس پر اس خاتون نے کہا کہ ان کو خالی ہاتھ تو جانے نہیں دے سکتے۔ اس کے پاس ایک ہزار ڈالر کی سیونگ تھی اس سے چندہ ادا کر دیا۔ اور کہتی ہیں چندے کی برکت سے اسی ہفتے کے اندر ان کے خاوند کو سات ہزار ماہانہ کی جاب مل گئی۔

آئیوری کوسٹ کے مبلغ لکھتے ہیں کہ سان پیدرو میں ایک طفل ہیں جس کی عمر صرف 14 سال ہے۔ اس بچے کے والد نے بتایا کہ اتوار کو میں نے اپنے بیٹے کو ایک گھریلو کام کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ میں اطفال الاحمدیہ کی عاملہ میں بطور سیکرٹری مال چندہ اکٹھا کرتا ہوں اور میں نے خود ابھی تک چندہ ادا نہیں کیا۔ چونکہ باقی دن سکول جانا ہوتا ہے اس لئے آج میں کسی کے کھیت میں جا کر کام کرنا چاہتا ہوں۔ کوئی مزدوری کروں گا تا کہ جو رقم ملے اس سے چندہ ادا کر سکوں۔ اس پر والد نے بیٹے کو کہا کہ میں تمہاری طرف سے چندہ ادا کر دیتا ہوں۔ اس پر ان کے بیٹے نے جواب دیا کہ مربی صاحب نے کہا تھا کہ بچے اپنی جیب خرچ سے چندہ ادا کیا کریں لیکن اس دفعہ میں اپنی جیب خرچ سے ادا نہیں کر سکا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آج کام کروں تا کہ جو رقم ملے اس سے چندہ ادا کروں۔ چنانچہ اس نے کام کیا اور اس رقم سے چندہ ادا کیا۔ تو یہ سوچ ہے بچوں میں، دور دراز رہنے والوں میں، نئے شامل ہونے والوں میں جو اللہ تعالیٰ پیدا فرما رہا ہے۔

جرمنی کے سیکرٹری تحریک جدید کہتے ہیں کہ کیل جماعت کی ایک خاتون نے بتایا کہ میری والدہ پاکستان میں کلسیاں بھٹیاں میں، سکول کی ٹیچر تھیں اور بہت مالی قربانی کیا کرتی تھیں۔ اکثر جب عید آتی تو بچوں کو نئے کپڑے مل رہے ہوتے تھے لیکن میری والدہ کی کوشش ہوتی کہ رمضان میں تحریک جدید کی سو فیصد ادائیگی کر کے

دعائیہ فہرست میں شامل ہو جائیں۔ اکثر وہ قرض لے کر ادائیگی کرتیں اور پھر بعد میں قرض اتارنے میں لگی رہتیں۔ جب مسجد بشارت سپین کی تحریک ہوئی تو انہوں نے اپنی بالیاں جو ان کا اکلوتا زیور تھا پیش کر دیا جس کی وجہ سے سسرال سے بھی کافی باتیں سننی پڑیں۔ یہ خاتون کہتی ہیں کہ اس وقت میرا بچپن تھا اور میں سمجھتی تھی کہ اس طرح اپنے آپ کو تنگی میں ڈال کر قربانی کرنا ٹھیک نہیں ہے اور یہی نظریہ میرے دماغ میں بیٹھ چکا تھا۔ گزشتہ سال تحریک جدید کے حوالے سے جب تحریک ہوئی تو میں نے سوچا کہ میں اپنی ماں کی طرح نہیں بنوں گی جو اس طرح تحریک پر سب کچھ پیش کر دیتی ہیں اس لئے میں نے بظاہر عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تیس یا پینتیس یورو کا وعدہ کیا۔ کہتی ہیں خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کے کچھ عرصے بعد ہی میری گردن میں دو گلٹیاں نکل آئیں جس سے مجھے بہت خوف لاحق ہو گیا۔ ڈاکٹر نے آپریشن تجویز کیا۔ اس وقت مجھے نہ اپنا زیور اچھا لگتا تھا نہ کپڑے۔ ایک دن میرا ایک خطبہ سنا جس میں مَیں نے خواتین کی مالی قربانیوں کا ذکر کیا تھا تو کہتی ہیں خلیفہ وقت کا خطبہ سن کے میرے دل میں خیال آیا اور پھر اپنا سارا زیور جو ہے وہ تحریک جدید میں ادا کر دیا، میں نے اس کی قیمت لگوائی اور ادا کر دیا۔ اس کے بعد دوبارہ ڈاکٹر کے پاس گئی تو ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ گلٹیاں بے ضرر ہیں۔ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خوف سے نجات دی۔ مَیں سمجھ گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے میرے متکبرانہ رویے کی سزا دی تھی چنانچہ اب میرے دل میں اس قسم کی بدظنیاں نہیں ہیں۔ میرے میاں کو ایک ہوٹل میں کام کرنے کی وجہ سے چندے دینے پر پابندی تھی۔ مَیں نے دعا کی اللہ تعالیٰ میرے میاں کو اچھا روزگار عطا فرمائے تو پانچ سو یورو تحریک جدید میں ادا کروں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میرے میاں کو معجزانہ رنگ میں اچھا کام عطا فرما دیا اور اب دونوں میاں بیوی چندہ دیتے ہیں۔

لاہور کی سیکرٹری تحریک جدید لجنہ لکھتی ہیں کہ واپڈا ٹاؤن کی ایک ممبر عرصہ ڈیڑھ سال سے سانس کی شدید تکلیف میں مبتلا تھیں۔ مرکزی نمائندے کے دورے کے دوران انہوں نے اپنا چندہ تحریک جدید میں مزید پچاس ہزار روپے کا اضافہ کیا۔ خدا تعالیٰ نے ان پر بڑا فضل فرمایا اور وہ بیماری جو باوجود علاج کے بار بار حملہ کرتی تھی یہ کیفیت یکسر بدل گئی اور اب سال کے اختتام پر مکمل صحتیاب ہیں۔

امیر صاحب گیمبیا لکھتے ہیں کہ ایسٹ ڈسٹرکٹ کے گاؤں جرّا کے ایک دوست باقاعدگی سے تحریک جدید کا چندہ ادا کیا کرتے تھے۔ اب حال ہی میں ان کے گاؤں میں جانوروں کی ایک بیماری پھوٹ پڑی جس کی وجہ سے گاؤں کے جانور مرنے لگے اور تقریباً تمام لوگ اپنے اپنے جانوروں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ سامبا صاحب کا ایک جانور بھی نہیں مرا۔ سارے گاؤں والوں نے پوچھا کہ تمہارا کوئی جانور نہیں مرا اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہر سال اپنے جانوروں میں سے ایک جانور بیچ کر چندہ ادا کر دیتا ہوں اور اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو بیماری سے محفوظ رکھا ہے۔ اس پر گاؤں کے دیگر سات لوگوں نے بھی جو احمدی تھے تحریک جدید کا چندہ ادا کر دیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے جانوروں کی صحت بھی بہتر ہونے لگ گئی ہے اور جبکہ جانور کے ویٹرنری (veterinary) ڈاکٹر نے کہا تھا کہ کوئی جانور بھی اس بیماری سے زندہ نہیں رہے گی۔ چند دن کے بعد جب ویٹرنری ڈاکٹر دوبارہ آیا تو اس نے جانوروں کا معائنہ کیا اور کہنے لگا تم لوگوں نے کیا طریقہ علاج کیا ہے جس سے یہ جانور ٹھیک

ہو گئے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ اس پر وہاں، گاؤں کی ایک بڑھیا چندے کی رسید لے آئی اور کہنے لگی ہمارا تو یہی طریقہ علاج ہے۔ اس پر ڈاکٹر کافی حیران ہوا اور کہنے لگا کہ وہ بھی جماعت احمدیہ کے متعلق ریسرچ کرے گا چنانچہ اسے کافی تعداد میں جماعتی لٹریچر وغیرہ دیا گیا۔

تو ان دور دراز علاقے کے لوگوں میں بھی دیکھیں ایمان و اخلاص کس طرح ترقی کر رہا ہے اور ان کا یہی اخلاص اور اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کے وعدوں پر یقین ہے جو دوسروں کو بھی اسلام کی سچائی کے متعلق سوچنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے ایمان و ایقان کو بڑھاتا چلا جائے اور ہمیشہ اپنے پیار کی نظر ان پر ڈالے۔

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ان واقعات بیان کرنے کے بعد اب میں جیسا کہ نومبر کے شروع میں تحریک جدید کے سال کا اعلان کیا جاتا ہے، تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے گزشتہ سال کے کچھ کوائف پیش کرتا ہوں۔

اس سال یہ تحریک جدید کا جو پچاسیواں سال اس یکم نومبر سے شروع ہو چکا ہے اور چوراسیویں سال میں جو اللہ تعالیٰ کے فضل ہوئے اس کی رپورٹ یہ ہے کہ جو آمدہ رپورٹس ہیں اس کے مطابق 12.79 ملین سے زیادہ پاؤنڈ اللہ تعالیٰ نے مخلصین کو قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یعنی ایک کروڑ ستائیس لاکھ ترانوے ہزار پاؤنڈ۔ گزشتہ سال کی نسبت اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو لاکھ بارہ ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے باوجود دنیا کے نامساعد حالات اور بہت سارے ملکوں کی کرنسی کے ڈی ویلیو ہونے کے اللہ تعالیٰ نے پھر بھی توفیق عطا فرمائی ہے۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے پاکستان تو پہلے نمبر پر ہوتا ہی ہے اس کے بعد جرمنی نمبر ایک ہے، برطانیہ نمبر دو پہ، امریکہ نمبر تین پہ، کینیڈا نمبر چار پہ، پانچ نمبر پہ بھارت، چھٹے نمبر پر آسٹریلیا، ساتویں پر مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے پھر آٹھویں پہ انڈونیشیا ہے، پھر نویں نمبر پہ گھانا ہے، دسویں نمبر پر پھر مڈل ایسٹ کا ہی ایک ملک ہے۔

فی کس ادائیگی کے اعتبار سے سوئٹزرلینڈ نمبر ایک ہے، امریکہ نمبر دو پھر اس کے بعد یو کے پھر آسٹریلیا پھر سنگاپور پھر سویڈن، بیلجیئم، جرمنی، کینیڈا اور فن لینڈ۔

افریقن ممالک میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمایاں جماعتیں ہیں گھانا، نائیجیریا، گیمبیا، تنزانیہ۔

شامل ہونے والوں کی مجموعی تعداد کی طرف بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے توجہ دی جا رہی ہے۔ اس سال تحریک میں سترہ لاکھ سترہ ہزار احباب اس میں شامل ہوئے اور شاملین کی تعداد میں ایک لاکھ سترہ ہزار کا اضافہ ہوا ہے۔ اور ان میں زیادہ اضافہ جو افریقن ممالک میں ہوا ہے وہ نائیجر، گیمبیا، بینن، بورکینا فاسو، گھانا، نائیجیریا، کیمرون، کونگو کنساشا، لائبیریا، ماریشس اور آئیوری کوسٹ میں قابل ذکر اضافہ کیا ہے۔ بڑی جماعتوں میں انڈونیشیا، جرمنی، انڈیا اور پاکستان اور کینیڈا اور امریکہ اور ناروے اور ملائشیا کے شاملین شامل ہیں۔

دفتر اوّل کے کھاتے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام جاری ہیں جو پانچ ہزار نو سو ستائیس ہیں۔

مالی قربانی میں پاکستان کے تین بڑے اضلاع کی جو رپورٹ ہے اس میں نمبر ایک پہ لاہور ہے، نمبر دو پہ ربوہ ہے، نمبر تین پہ کراچی ہے۔ ربوہ کو اضلاع کی فہرست میں شامل کیا جاتا ہے گو کہ ضلع نہیں ایک شہر ہے۔ اور

زیادہ قربانی کرنے والے جو اضلاع ہیں ان میں سیالکوٹ، سرگودھا، گجرات، گوجرانوالہ، عمرکوٹ، حیدرآباد، نارووال، میرپور خاص، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور میرپور آزاد کشمیر ہیں۔

وصولی کے لحاظ سے نمایاں جماعتیں اسلام آباد امارت، ڈیفنس لاہور امارت، ٹاؤن شپ لاہور امارت، عزیز آباد کراچی، پشاور امارت، گلشن اقبال کراچی امارت، کریم نگر فیصل آباد، کوئٹہ، نوابشاہ، بہاولپور اور اوکاڑہ۔

جرمنی کی پہلی دس جماعتیں ہیں ۔ نوئس(Neus)، روئڈر مارک(Roedermark)، پنے برگ (Pinneberg)، مہدی آباد(Mehdi-Abad)، کیل(Kiel)، فلوَرز ہائم(Floersheim)، کوبلنز(Koblenz)، وائن گارٹن(Weingarten)، کولون(Koeln)، لمبُرگ(Limburg)۔

اور لوکل امارتیں ان کی دس ہیں ہیمبرگ(Hamburg)، فرینکفرٹ(Frankfurt)، موَر فیلڈن (Moerfelden)، گروس گیراؤ(Gross Gerau)، ڈِیٹسن باخ(Ditzenbach)، ویزبادن (Wiesbaden)، مَن ہائم(Mannheim)، ریڈ شٹڈ(Reidstadt)، اوفن باخ (Offenbach) اور ڈام شٹڈ(Darmstadt)۔

مجموعی ادائیگی کے لحاظ سے برطانیہ کے پہلے پانچ ریجن ہیں لندن بی(London B)، لندن اے (London A)، مڈ لینڈز(Midlands)، نارتھ ایسٹ(Nother East) اور ساؤتھ(South)۔ مجموعی ادائیگی کے لحاظ سے برطانیہ کی پہلی دس بڑی جماعتیں مسجد فضل(Fazal Mosque) نمبر ایک پہ پھر ووسٹر پارک (Worcester Park) پھر برمنگھم ساؤتھ(Birmingham South)، نیو مالڈن(New Malden)، بریڈ فورڈ نارتھ(Bradford North)، اسلام آباد(Islamabad)، برمنگھم ویسٹ(Birmingham West)، گلاسگو(Glasgow)، جلنگھم(Gilingham)، سکنتھورپ(Scunthorpe)۔ اور جو پانچ چھوٹی جماعتیں ہیں سپن ویلی(Spen Valley)، سوانزی (Swansea)، نارتھ ویلز(North Wales)، ساؤتھ فیلڈز(Southfields)، ایڈنبرا (Edinburgh)۔ ادائیگی کے لحاظ سے پہلے پانچ ریجن ہیں ساؤتھ ویسٹ(South West)، مڈ لینڈز(Midlands) پھر اسلام آباد(Islamabad) پھر نارتھ ایسٹ(North East) اور سکاٹ لینڈ(Scotland)۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتیں ہیں نمبر ایک پہ اوش کوش(Oshkosh)، پھر سلیکون ویلی(Silicon Valley) پھر سیاٹل(Seattle) پھر ڈیٹرائٹ(Detroit)، سلور سپرنگ (Silver Spring)، یارک(York)، سنٹرل ورجینیا(Central Virginia)، جارجیا (Georgia)/ اٹلانٹا(Atlanta)، لاس اینجلس ایسٹ(Los Angeles East)، سینٹرل جرسی (Central Jersey)، لاریل(Laurel)۔

وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی لوکل امارتیں ہیں بریمٹن(Brampton)، وان(Vaughan)، پیس ویلیج(Peace Village)، کیلگری(Calgary)، وینکوور (Vancouver)، ویسٹن (Westn) اور مسس

ساگا(Mississauga)۔ وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی پانچ قابل ذکر جماعتیں ہیں ایڈمنٹن ویسٹ (Edmonton West) نمبر ایک پھر ڈرہم(Durham)، ہملٹن ساؤتھ (Hamilton South)، بریڈ فورڈ(Bradford) اور سسکاٹون نارتھ(Saskatoon North)۔

قربانی کے لحاظ سے انڈیا کی دس بڑی جماعتیں ہیں قادیان پنجاب، حیدرآباد تلینگانہ (Telangana)، پتھ پیریم(Pathapiriyam) کیرالہ، چنائی تامل ناڈو، کالیکٹ کیرالہ، بینگلورو کرناٹک، کلکتہ بنگال، پینگاڑی کیرالہ، کنانور ٹاؤن کیرالہ، یادگیر کرناٹک۔ انڈیا کے صوبہ جات میں قربانی کے لحاظ سے پہلا نمبر ہے کیرالہ کا پھر کرناٹک پھر تامل ناڈو، تلنگانہ، جموں وکشمیر پھر اڑیسہ پھر پنجاب پھر بنگال پھر دہلی اور مہاراشٹر۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے آسٹریلیا کی دس جماعتیں ہیں ۔کاسل ہل(Castle Hill)، ملبرن بیروِک(Melbourne Berwick، ACT) کینبرا(Canberra)، پینرتھ(Penrith)، ملبرن لانگ وارن(Melbourne Long Varren)،مارزڈن پارک(Marsden Park)، ایڈیلیڈ ساؤتھ(Adelaide South)، برزبین لوگان(Brisbane Logan)، برزبین (Brisbane)، پلمپٹن(Plumpton)۔ اور فی کس ادائیگی کے لحاظ سے تسمانیہ(Tasmania، ACT) کینبرا(Canberra)، کاسل ہل(Castle Hill)، ڈارون(Darwin)،مارزڈن پارک(Marsden Park)، ملبرن بیروِک(Melbourne Berwick)، سڈنی سٹی(Sydney City)، پرتھ(Perth)، کیمپ بیل ٹاؤن(Cambelltown) اور پیراماٹا(Parramatta)۔

اللہ تعالیٰ ان سب قربانی کرنے والوں کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔ لوگوں کو خیال ہوتا ہے کہ سفر کے بعد حالات بیان کروں تو آئندہ خطبہ میں انشاء اللہ تعالیٰ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23 نومبر 2018ء تا 29 نومبر 2018ء جلد 25 شمارہ 47 صفحہ 05 تا 09)

46

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 16 / نومبر 2018ء بمطابق 16 / نبوت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ جمعہ کو تحریک جدید کے نئے سال کے اعلان کی وجہ سے **میں نے امریکہ اور گوئٹے مالا کا جو گزشتہ دنوں سفر کیا تھا اس کے متعلق ذکر نہیں کیا تھا۔** اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان دوروں کے بڑے مثبت اثرات ہوتے ہیں۔ اپنوں اور غیروں سے تعلق کے لحاظ سے بھی اور جماعتی انتظامی لحاظ سے بھی براہ راست مشاہدہ اور معلومات سے بہت سی چیزیں میرے علم میں آجاتی ہیں۔

تین بڑے فائدے تو یہ ہیں کہ ان ملکوں کے پڑھے لکھے طبقے اور اثر و رسوخ والے لوگوں سے رابطہ ہو جاتا ہے، ملاقاتوں کی صورت میں بھی اور مساجد کے افتتاح یا ریسپشن وغیرہ میں۔ دوسرے میڈیا کے ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کا تعارف اور حقیقی تعلیم لوگوں کے علم میں آجاتی ہے۔ اور تیسری بڑی بات یہ ہے کہ افراد سے، افرادِ جماعت سے ذاتی رابطہ اور تعارف ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں ان کے ایمان و اخلاص اور جو تعلق ہے مودّت و اخوت کا، محبت اور بھائی چارے کا اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ خلیفہ وقت اور افرادِ جماعت کے آپس میں براہ راست ملنے، دیکھنے، سننے سے غیر معمولی تبدیلی بھی پیدا ہوتی ہے اور جذبات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان حالات کے مطابق جو ان ملکوں میں ہوتے ہیں براہ راست خطبات میں ان سے باتیں بھی ہو جاتی ہیں۔

امریکہ میں اس سفر کے دوران اللہ تعالیٰ کے فضل سے تین مساجد کے افتتاح کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان مساجد کو نمازیوں سے ہمیشہ بھرا رکھے اور افراد جماعت کے اخلاص و وفا میں اضافہ فرماتا چلا جائے۔ بچوں، نوجوانوں، عورتوں، مردوں نے جہاں بھی میں جاتا رہا ہوں، پہلے فلاڈلفیا میں پھر ہیوسٹن میں پھر واشنگٹن میں، اپنے وقت کے اکثر حصے مسجد کے ماحول میں ہی گزارے ہیں۔ بچوں کے ماں باپ پھر دوسرے رشتہ دار اب بھی یہی لکھ رہے ہیں کہ آپ کے آنے سے بچوں کا یہی زور ہوتا تھا کہ جلدی مسجد چلیں اور خلافت کے ساتھ ان کا ایک تعلق کا اظہار ہوتا تھا۔ اور پھر دن کا اکثر حصہ وہ مسجد میں ہی گزارتے تھے۔

امریکہ میں اس دفعہ اسائلم لینے والے اور رفیوجی بن کر آنے والے پاکستانی احمدیوں کی بھی بڑی تعداد تھی جو بڑے مشکل حالات سے گزر کر ملائیشیا، تھائی لینڈ، سری لنکا اور نیپال سے وہاں آئے تھے۔ ان سے ملاقات بھی بعض دفعہ بڑی جذباتی کیفیت پیدا کر دیتی تھی۔ بعض تو بہت زیادہ جذباتی ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ان

کو یہاں جہاں آسانیاں اور کشائش ملے وہاں ان میں یہ احساس ہر وقت غالب رہے کہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے اور دنیاوی چکاچوند میں ڈوب نہیں جانا۔

اب دورے کے حوالے سے کچھ اور باتیں کرتا ہوں۔ عام طور پر امریکن سیاسی لیڈر بھی، پڑھا لکھا طبقہ بھی اور عام لوگ بھی بات سننے والے اور اچھی بات کو سراہنے والے ہیں، پسند کرنے والے ہیں۔ اسلام کی حقیقی تعلیم ان تک صحیح طرح پہنچی نہیں۔ جن لوگوں تک پہنچی ہے، جن کا جماعت سے رابطہ ہے وہ اسلام کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں۔ پس یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اسلام کے حقیقی پیغام کو امریکہ میں بھی اور دنیا میں بھی محنت سے اور صحیح طریق سے پھیلائیں۔ اسلام کا حقیقی پیغام جہاں غیر مسلموں کے لئے آنکھیں کھولنے والا ہے اور اسلام کیخوبصورت اور پر امن تعلیم کو واضح کرنے والا ہے وہاں مسلمانوں کو بھی اعتماد دیتا ہے، ان کو بھی پتہ چلتا ہے جو غیر از جماعت مسلمان ہیں کہ حقیقی اسلام کیا ہے۔ اس لئے احساس کمتری کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ اکثر جگہ تجربہ ہوتا ہے اور امریکہ میں بھی ہوا کہ غیر از جماعت مسلمان جب ہمارے سے اسلام کی خوبصورت تعلیم کے بارے میں سنتے ہیں تو ان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کسی قسم کے احساس کمتری کی ضرورت نہیں ہے جس کا اظہار بھی انہوں نے کیا۔ بلکہ اسلام ہی دنیا کے مسائل کا حل ہے۔

امن اور سلامتی قائم کرنے کا ذریعہ بھی اسلام ہی ہے۔ معاشی اور معاشرتی مسائل کے حل کی طرف بھی اسلامی تعلیم ہی رہنمائی کرتی ہے۔ بعض غیر از جماعت مسلمانوں نے اس بات کا اظہار کیا جو ہمارے فنکشنز (functions) پر آئے تھے کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم جس طرح آپ پیش کرتے ہیں یہی حقیقی طریق ہے۔ غیر مسلم تو یہ پیغام سن کر حیران بھی ہوتے ہیں اور اپنے خیالات کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ اگر یہ اسلامی تعلیم ہے تو یقیناً لگتا ہے یہ کامیاب ہونے والی تعلیم ہے۔ بعض مہمانوں کے تاثرات بھی میں پیش کر دیتا ہوں۔

فلاڈلفیا میں مسجد بیت العافیت کا جو افتتاح ہوا ہے اس میں آنریبل ڈوائٹ ایونز (Hon. Dwight Evans)، یہ ممبر ہیں یو ایس کانگریس کے وہ آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بڑے اچھے الفاظ میں مجھے کہا کہ مَیں آپ کا اس بڑے شہر میں استقبال کر رہا ہوں۔ یہ شہر جو بہن بھائیوں جیسی محبت کا شہر ہے۔ فلاڈلفیا کی انتظامیہ کی طرف سے مَیں ایک مسلمان کمیونٹی کو کہنا چاہتا ہوں کہ ہم آپ لوگوں کے امن کے پیغام کو یہاں خوش آمدید کہتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ بعض امریکیوں کی جانب سے حالیہ سالوں میں اسلام کے خلاف بعض آراء سامنے آئی ہیں لیکن کہتے ہیں کہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہاں کی اکثریت آپ کو خوش آمدید کہتی ہے۔ ہم آپ لوگوں کے ساتھ ہیں، نفرت، تعصّب اور تشدد کے خلاف کھڑے ہیں۔ پھر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے امن قائم کرنے کے حوالے سے بہت ہی عمدہ پیغام دیا ہے۔

بد قسمتی سے ہم امریکہ میں ایک تاریک دَور سے گزر رہے ہیں اور ایسے دَور میں یہ پیغام بہت شاندار تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کمیونٹی نہ صرف امریکہ بلکہ تمام دنیا کے لئے کتنی اہم ہے۔ اور پھر یہ کہتے ہیں ہمیں مستقبل میں امید اور امن چاہئے۔ فلاڈلفیا کی مذہبی آزادی کے حوالے سے ایک اہمیت ہے۔ فلاڈلفیا کے

بارے میں مشہور ہے کہ وہاں ہر ایک مذہب کے مذہبی آزادی کے ساتھ رہنے کے لئے معاہدہ ہوا تھا۔ کہتے ہیں ایک اہمیت ہے اور یہ مقام آپ لوگوں کی مسجد کے لئے ایک شاندار مقام ثابت ہو گا۔

تو یہ خیالات ہیں۔ اسی طرح وہاں کے میئر بھی آئے ہوئے تھے اور بعض دوسرے لیڈر بھی تھے۔ پھر **میئر جیمز کینی (James Kenney)** نے بھی یہی کہا کہ فلاڈلفیا شہر کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ مذہبی آزادی اس شہر کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔ یہ شہر اسی بنیاد پر تعمیر کیا گیا تھا۔ ہمارا تعلق بیشک مختلف قوموں اور نسلوں سے ہو لیکن یہ شہر ہر ایک کو خوش آمدید کہے گا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام کریں، ایک دوسرے کے ساتھ عزت اور احترام کے ساتھ پیش آئیں اور دنیا کو یہ بتائیں کہ ہم ایک ساتھ مل کر رہ سکتے ہیں۔ اور ہم اپنے مسائل کا خاتمہ کر سکتے ہیں اور اپنے بچوں کے مسائل کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ یہ وہ تعلیم ہے جو حقیقت میں اسلام کی تعلیم ہے جسے دوسرے اپنا رہے ہیں اور مسلمان بھول رہے ہیں۔

پھر اس پروگرام میں ایک جج ہیری شوارٹز (Harry Schwartz) صاحب بھی شامل ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اس جماعت سے 25 سال سے واقف ہوں اور یہاں کے صدر صاحب سے کئی مرتبہ ڈنر پر مختلف مسائل پر بات ہوئی ہے۔ پھر میرے ایڈریس کے بعد انہوں نے کہا کہ یہ پیغام جو ہے محبت اور ہم آہنگی اور مل بیٹھنے کا پیغام ہے۔ اگر یہ سمجھ لیا جائے تو میرے خیال میں ہم سب بہتر حالات میں ہوں گے۔

ایک افریقن امریکن نو مسلم ہیں کہتے ہیں کہ یہاں مسجد کی بہت ضرورت تھی۔ یہ بہت اچھا سینٹر بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ماحول کو بہتر کرنے کے لئے دس سال لگتے ہیں لیکن میں نے دو سال میں معاشرہ بہتر ہوتے دیکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر لگن ہو تو اکٹھے مل کر یہ کام کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر ایڈریس کے بعد کہتے ہیں یہ ایک حیرت انگیز پیغام ہے اور آپ کی ہر بات دل کو لگی۔ یہ احمدی نہیں ہیں مسلمان ہوئے ہیں۔

پھر ایک افریقن امریکن خاتون کہتی ہیں کہ مجھے تقریر سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ امید ہے کہ ہم اب اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بھی بنائیں گے اور اگر ہم ان باتوں پر عمل کریں تو ہم یقیناً صراط مستقیم پر ہیں۔ یہ بھی احمدی نہیں تھیں۔

پھر ایک خاتون ہیں حانیہ (Haniyyah) صاحبہ وہ کہتی ہیں کہ جو پیغام آپ لوگوں نے دیا ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو گا۔ اور بہت خوشی ہوتی ہے کہ یہاں مسلمانوں کا ایک سینٹر بن گیا ہے۔ لوگوں میں اسلام کے خلاف تعصب پایا جاتا ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔ اور آپ کا پیغام بہت مضبوط تھا۔ میں امید کرتی ہوں کہ زیادہ سے زیادہ یہ پیغام پھیلے اور امریکہ کے لوگ اسلام کی حقیقت کو جانیں۔

ایک لوکل کونسلر مسجد کے افتتاح پہ ریسپشن میں شامل ہوئے وہ کہتے ہیں کہ آپ کا امن کا پیغام بہت ہی ضروری تھا۔ خاص کر موجودہ حالات کے تناظر میں یہ پیغام اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ میرے لئے یہاں آنا بہت اعزاز کی بات ہے۔ مَیں نے اس مسجد کو اپنے سامنے تعمیر ہوتے دیکھا ہے۔ یہاں اس مسجد کا قیام اس علاقے کے لئے بہت ہی برکت کا باعث ہے۔ جو پیغام آپ نے دیا ہے کہ آپ لوگ ہمسایوں کی ضرورت میں ان کے شانہ بشانہ

کھڑے ہوں گے میرے خیال میں صرف یہاں فلاڈلفیا میں ہی نہیں تمام امریکہ میں اس پیغام کی ضرورت ہے۔

ایک فلسطینی مسلمان خاتون شامل ہوئی تھیں۔ کہتی ہیں کہ آپ کا پیغام بہت اہم تھا۔ میرا تعلق فلسطین کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے ہے۔ وہ حقیقی تعلیمات جو میں نے بچپن میں سیکھی ہیں وہ آج آپ کے خطاب میں دیکھنے کو ملی ہیں، یہی حقیقی اسلام ہے جس کا ذکر ہوا ہے۔ ہم جس بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں ہمارا فرض ہے کہ امن کے لئے متحد ہو کر کام کریں۔ پھر کہتی ہیں کہ آپ نے حقیقی رنگ میں تمام مسلمان کمیونیٹیز (communities) کی نمائندگی کی ہے۔ یہ تو ان نیک فطرت لوگوں کا خیال ہے لیکن باقی مسلمان بھی اس بات کو سمجھیں کہ جماعت احمدیہ ہی حقیقت میں اسلام کی نمائندگی کر رہی ہے۔

ایک خاتون ٹیچر کہتی ہیں کہ آپ کا امن کا پیغام بہت شاندار تھا۔ گو کہ میں کیتھولک ہوں لیکن ایک ایک لفظ سے اتفاق کرتی ہوں۔ مَیں یقین سے کہتی ہوں کہ اسلام امن کا پیغام دیتا ہے۔ اسلام خدمت انسانیت کا درس دیتا ہے۔

ایک پروفیسر جو اپنی یونیورسٹی کے پریذیڈنٹ کی نمائندگی کر رہے تھے وہ کہتے ہیں کہ آپ نے جو اس شہر کے لوگوں کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے ان کا تعلق اب سے نہیں بلکہ آنے والے وقت سے ہے۔ ایک چیز جو مَیں نے آپ میں دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ آپ صرف موجودہ وقت کی بات نہیں کر رہے ہوتے بلکہ آپ کی نظر آنے والے وقت پر ہوتی ہے اور پھر انہوں نے کافی اچھے الفاظ میں ایڈریس کو سراہا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے یہاں ایک بیج بو دیا ہے اب ہمارا یہ کام ہے کہ اس کی نگہداشت کریں اور اسے بڑھائیں اور اس کو بھائی چارے اور محبت کے مضبوط درخت میں تبدیل کریں۔

ایک خاتون اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ آپ نے جو یہ کہا کہ ہم آپ لوگوں کے آنسو پونچھیں گے۔ کتنے لوگ ہیں جو یہ کہہ سکتے ہیں؟ یہ بہت حیرت انگیز تھا۔ میں اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکی۔ اپنا پیغام دینے کے لئے ضروری نہیں کہ اونچی اور جوشیلی تقریر ہو۔ وہ پیغام آپ نے بہت ہی محبت اور پیارے انداز میں دے دیا ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ غریبوں کی مدد کے لئے ہم ہر وقت تیار ہیں اور اگر کوئی تکلیف میں ہو تو ہم ہوں گے جو ان لوگوں کے آنسو پونچھنے والے ہوں گے۔

ایک غیر احمدی امام صاحب بھی اس پروگرام میں شامل ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ احمدیوں سے میرا پہلا تعلق جماعت کی جانب سے کئے گئے قرآن کریم کے ترجمہ کی وجہ سے ہوا تھا۔ یہ وہ ترجمہ ان کے پاس ہے جو مولوی محمد علی صاحب کا ترجمہ ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ آپ کا پیغام بڑا اچھا تھا۔ مجھے آپ سے سو فیصد اتفاق ہے۔ یہی ہمارا مشن اور مقصد ہے۔ ہم سب آدم کی اولاد ہیں اور ہم ایک دوسرے کا معیار زندگی بڑھانے کے لئے کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ ہم نے مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی پیغام کو پھیلانا ہے۔ اللہ کرے یہ صرف ان کے الفاظ نہ ہوں بلکہ عمل کرنیوالے بھی ہوں۔

پھر اگلے دن بالٹی مور (Baltimore) کی مسجد کا بھی افتتاح ہوا جس کا نام 'بیت الصمد' ہے۔ اور یہ بھی ایک چرچ کی بلڈنگ تھی جو خریدی گئی ہے اور پھر اس کو ٹھیک کر کے اس کو مسجد میں تبدیل کیا گیا ہے اور اتفاق سے

یہ عمارت ایسی رُخ پر بنائی گئی ہے کہ تقریباً تقریباً کیا، 99.9٪ یہ قبلہ رخ ہے اس لحاظ سے کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں پڑی۔ اور کیونکہ وہاں میں نے کوائف بیان نہیں کئے تھے اس لئے اس مسجد کے تھوڑے سے کوائف بھی بیان کر دیتا ہوں۔ 20 لاکھ ڈالر اس کی خرید پر خرچ آیا ہے۔ اس میں مردوں اور عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ہال ہیں جن میں 400 لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ دفاتر ہیں، لائبریری ہے، کلاس رومز ہیں، کمرشل کچن ہیں، ڈائننگ ہال وغیرہ موجود ہیں۔ ہائی وے پر واقع ہے اور یہاں اس ہائی وے پر روزانہ تقریباً 45 ہزار گاڑیاں گزرتی ہیں۔

بالٹی مور کی میئر ریسپشن میں آئی تھیں۔ یہ کہتی ہیں کہ آپ نے امن کے حوالے سے بات کی ہے۔ یہ وہ پیغام ہے جو آج وقت کی ضرورت ہے۔ نہ صرف ہمارے شہر میں بلکہ ہماری سٹیٹ اور پھر تمام یو ایس اے اور تمام دنیا میں اس پیغام کی اشد ضرورت ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ پیغام ہر ایک کو سننا چاہئے۔ اگر ہم سنیں گے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ دنیا کے مسائل کا واحد حل امن ہی ہے اور ہم ایک دوسرے سے محبت کرنا سیکھیں گے۔

ایک یونیورسٹی پروفیسر یہاں بالٹی مور میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جہاں ہمارے مابین اختلافات ہیں اس کی جگہ ہم میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں۔ اور یہ ایک حیرت انگیز پیغام تھا جس کے ذریعہ ہم معاشرے میں اہم تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے، ایک دوسرے کا احترام کرنا ہے۔ یو ایس اے کے ماحول میں یہ پیغام بہت اہم ہے۔ بطور امریکی ہمیں نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے بچوں کے لئے کام کرنا ہے۔ معاشرے میں سب کو ساتھ مل کر آگے چلنا چاہئے۔ مجھے اس حیرت انگیز پیغام نے بہت متاثر کیا۔

پھر ڈسٹرکٹ 48 سے ایک سٹیٹ نمائندہ آئی تھیں وہ کہتی ہیں کہ یہ پیغام سن کے مَیں بڑی متاثر ہوئی خاص کر ایسے حالات میں جب مسلمانوں کے حوالے سے معاشرے میں خوف پایا جاتا ہے اور اس ملک میں نسلی بنیادوں پر تفریق ہے۔ ان حالات میں مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ نے ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپ نے ہمیں بتایا ہے کہ ہر ایک سے محبت کرو اور کسی سے نفرت نہ کرو۔ یہی وہ باتیں ہیں جو ہمیں چاہئیں۔ محبت، امن، انصاف بالٹی مور کو یہ اعلیٰ اقدار حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کے خاوند بھی تھے وہ کہتے ہیں کہ میری اہلیہ نے کہا ہے کہ یہ ہمارے لئے بہت اہم پیغام ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم خود کوشش کر کے جتنی بھی معاشرے کی بہتری کی باتیں کر لیں اس کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا امام جماعت احمدیہ کی موجودگی سے یہاں ہوا ہے۔ اور مسلم کمیونٹی صرف یہاں ہی نہیں بلکہ تمام یو ایس اے میں جماعت احمدیہ ایک شاندار کردار ادا کر رہی ہے۔

ایک پادری صاحب فادر جو (Father Joe) بھی شامل ہوئے۔ وہ کہتے ہیں آپ کے خطاب کے دوران مَیں ایک ایک بات سے اتفاق کر رہا تھا کیونکہ میں بالٹی مور میں کئی مرتبہ احمدیہ مسجد گیا ہوا ہوں اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے گزشتہ چند سالوں سے دوسری مسجد میں ہوتا دیکھ رہا ہوں۔ مسجد تمام کمیونٹی کے لئے کھلی ہے۔ میں کئی مرتبہ جمعہ پر بھی گیا ہوں۔ میں ان تمام باتوں کے عملی اظہار کا گواہ ہوں۔ مجھے یہ باتیں سن کر بہت خوشی ہوئی۔ یہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے اکٹھے ہیں اور امن کی باتیں کر رہے ہیں۔ یہی وہ بات ہے جس کی نہ صرف ہمارے اس شہر کو بلکہ تمام دنیا کو ضرورت ہے۔

پھر ایک خاتون اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ آجکل کے حالات میں میرے لئے اس خطاب میں بہت ہی اہم پیغام تھے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں، کالے اور گورے کے درمیان یہاں بہت خلیجیں حائل ہیں۔ ہمیں ان سب دوریوں کا حل تلاش کرنا ہے اور یہ باہمی احترام ہی سے ممکن ہے۔ اور جو آپ نے ہمسائے کی تعریف کی ہے اور جو ہمسائے سے حسن سلوک کا پیغام دیا ہے یہ میرے لئے بہت ہی شاندار تھا۔ اس پیغام کو سن کر مجھے اسلام کے بارے میں مزید جاننے کی ترغیب ہوئی ہے۔ اور آپ لوگوں کا بہت شکریہ۔

41 ڈسٹرکٹ کے ایک ریپریزنٹیٹیو آف سٹیٹ (Representative of State) تھے بلال علی صاحب، مسلمان تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے جو پیغام دیا ہے اس کی گونج یہاں تمام افراد میں سنائی دے رہی ہے۔ باہمی اتحاد، یگانگت، محبت اور پیار کی فضا قائم کرنے میں یہ پیغام بہت اہم ہے۔ اسلام کے خلاف جو تحفّظات پائے جاتے ہیں انہیں دور کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ پھر کہتے ہیں آپ نے بروقت بہت سے مسائل کا حل ہمیں بتا دیا ہے خاص کر یہاں کے حالات میں جہاں کافی حد تک سیاسی طور پر جو لوگوں کے بیان ہیں، کوششیں ہیں وہ بھی مسلمانوں کے خلاف جذبات ابھار رہی ہیں۔ آپ نے یہاں آکر ان امور کے حوالے سے بہت اچھی رہنمائی کی ہے۔ ایسے ماحول میں بہت ہی پُر حکمت دلائل سے پُر پیغام دیا ہے جس سے کوئی بھی عقل رکھنے والا انکار نہیں کر سکتا۔ میں نے معاشرے میں امن قائم کرنے کا بہت آسان حل آپ سے سیکھا ہے وہ یہ کہ اپنے گھر سے شروع کریں۔ ہمسائے سے حسن سلوک کریں۔ آپ کو تمام دنیا کو بدلنے کی ضرورت نہیں صرف وہ افراد جن سے آپ ملتے جلتے ہیں ان میں پیار بانٹیں، ان کی خدمت کریں تو تمام معاشرہ پُر امن ہو جائے گا۔ پھر یہ بھی ایک آسان نسخہ آپ نے بتایا کہ اسلام کہتا ہے کہ دعوت حق کرو، اصل تو آپ کا اپنا نمونہ ہے جس سے دعوت حق ہو سکتی ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ بالٹی مور میں حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے احمدیہ مسلم جماعت میدان میں آئی ہے اور معاشرے میں ایک مثبت کردار ادا کرنے کے لئے اپنے عزم کا اظہار کیا ہے۔ یہ بہت ہی قابل تقلید نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو وہاں ایسا نمونہ دکھانے کی توفیق بھی دیتا رہے۔

ایک مشعل (Michelle) صاحبہ ہیں پریسبیٹیرین چرچ (Presbyterian Church) میں منسٹر ہیں کہتی ہیں کہ بڑا اچھا پیغام تھا۔ آپ نے باہمی اتحاد یگانگت پر زور دیا۔ خوف ختم کر کے محبت قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ یہ پیغام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ مسجد کے قیام کے جو مقاصد آپ نے بیان کئے یہ بہت اچھے ہیں۔ پھر ہمسایوں سے حسن سلوک کی تعلیم کا بھی ذکر کیا۔ میرے لئے یہ نئی چیزیں ہیں۔ مجھے آج معلوم ہوا ہے کہ عیسائیت میں جو پیار محبت کی تعلیم دی گئی ہے یہ تو وہی باتیں ہیں جبکہ میڈیا اسلام کے بارے میں ایک الگ چیز پیش کرتا ہے۔

ایک ہسٹورین (historian) ڈاکٹر فاطمہ کہتی ہیں کہ میری سپیشلائزیشن 'یو ایس اے میں اسلام' ہے اور اس حوالے سے میں نے یو ایس اے میں اسلام کی تاریخ پر کافی کام کیا ہوا ہے۔ میں کوئی دینی سکالر نہیں ہوں بلکہ صرف تاریخ دان ہوں۔ اس حوالے سے آپ نے جو یہ کہا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اس دور میں اسلام کی تجدید کی ہے میرا ذہن اسی طرف لگا ہوا ہے اور میں اب اس حوالے سے مزید تحقیق کو بڑھاؤں گی۔ مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ اب میری تحقیق کا محور نہ صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں بلکہ آپ

کی تحریرات اور ارشادات بھی ہیں جن کے ذریعہ سے آپ نے یہ احیاء فرمایا۔ آپ کا پیغام ایک حیرت انگیز پیغام ہے۔ آپ نے اسلامی حسن سلوک کو دیگر مذاہب تک محدود نہیں رکھا بلکہ غیر مذہبی افراد سے بھی حسن سلوک کا ارشاد فرمایا۔ پھر کہتی ہیں کہ آپ کا یہ نظریہ ہے کہ بلا تفریق رنگ و نسل اور مذہب ہم سب ایک ہو کر بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کام کریں۔ کیا ہی اچھا پیغام ہے۔ بطور مسلمان ہمیں شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس لئے ایک مسلمان کی جانب سے اسلامی تعلیم بیان کیا جانا ایک احسن قدم ہے۔

پھر ورجینیا (Virginia) کی مسجد کا افتتاح ہوا اور اس کا نام 'مسجد مسرور' ہے۔ 3/نومبر کو یہ افتتاح تھا۔ یہ بھی ایک چرچ کی بلڈنگ ہے جو خریدی گئی۔ کل رقبہ 17.6 ایکڑ ہے اور پانچ ملین ڈالرز میں یہ خریدی گئی تھی اور اس کی رینوویشن وغیرہ پر تھوڑی سی تبدیلی کر کے مزید 75 ہزار ڈالرز خرچ کئے گئے۔ یہ بھی تقریباً قبلہ رخ عمارت ہے۔ اس کا مسقف حصہ بائیس ہزار چار سو تین مربع فٹ ہے۔ مردوں اور خواتین کے علیحدہ علیحدہ ہالز ہیں جن میں 650 لوگ نماز ادا کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ گیارہ کمرے ہیں جو بطور دفاتر استعمال ہوں گے۔ ایک لائبریری ہے، ایک کانفرنس روم ہے، ایک کمرشل کچن بھی موجود ہے۔

یہاں ایک دوست کوری سٹورٹ (Corey Stewart) جو کہ یو ایس ریپبلکن کے سینیٹ (Senate) کے امیدوار ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو مَیں نے خطاب سنا یہ دلکش اور حکمت سے پُر تھا۔ امریکہ کو اور ساری دنیا کو محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں کا پیغام غور سے سننا چاہئے اور اس پر عمل کرنا چاہئے خاص طور پر جب دنیا کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ مذہبی آزادی کا پرچار کریں اس لئے یہ مسجد ہمارے لئے باعث فخر ہے کیونکہ آپ لوگ ملک کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں۔

ایک مہمان مائٹ واٹرز (Matt Waters) جو ورجینیا کے سینیٹ کینڈیڈیٹ (Senate Candidate) ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے خطاب سنا۔ اب میں مزید پڑھوں گا اور انٹرنیٹ سے معلومات لوں گا اور مزید اسلام سیکھنے کے لئے آپ کی مسجد میں آنا چاہوں گا۔ ایک عیسائی مہمان کہتے ہیں کہ یہ پیغام موجودہ حالات کے عین مطابق تھا۔ بہت ضروری تھا۔ ہم نے امن کا پیغام سنا میں بہت ہی متاثر تھا اور حیران تھا۔

پھر 51 ڈسٹرکٹ سے ورجینیا کی ڈیلیگیٹ یہ کہتی ہیں کہ پیغام بہت ہی حیرت انگیز تھا۔ خاص کر یو ایس اے کے موجودہ حالات میں یہ بہت شاندار تھا۔ آپ کا پیغام محبت کا تھا، اتحاد کا تھا۔ آپ نے کہا کہ دوسروں کو اپنے پر مقدّم سمجھو، بے نفس ہو کر خدمت کرو۔ آجکل کے سیاسی ماحول میں ہمیں ایسے ہی پیغام کی ضرورت ہے۔ دوسروں کو اپنے پر فضیلت دینا ایک بہت اچھا اور روحانیت سے بھرپور پیغام ہے۔ اپنے ہمسایوں کا خیال رکھنا، دوسروں کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دینا بہت ہی شاندار ہے۔ ایسے مواقع پر جبکہ اپنی انا کو فوقیت دی جاتی ہے آپ نے کہا دوسروں کو فوقیت دو۔

اسی طرح ایک مہمان ایلکس کیسے (Alex Keiseh) کہتے ہیں کہ میں بڑا متاثر ہوا ہوں۔ مَیں اس لحاظ سے بہت جذباتی ہو گیا تھا کہ میں ہولوکاسٹ سروائیور ہوں۔ اور پیغام بہت متاثر کن تھا۔ آپ کا ایک ایک لفظ میری روح تک اثر کر رہا تھا۔ آپ کا پیغام اس لحاظ سے بھی بہت پُر حکمت تھا کہ ہم نفرت سے نہیں لڑ سکتے۔ نفرت کے

ازالے کے لئے صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ ہے کہ محبت قائم کرنے کے لئے جہاد کیا جائے۔ نفرت کو محبت سے ختم کیا جائے۔ یہ محبت ہر مذہب کے درمیان پیدا کی جانی چاہئے۔ اور ایسی محبت کی بے شمار مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کا یہ پروگرام ہے۔ لیکن آجکل جو میڈیا میں دیکھنے کو مل رہا ہے وہ ایک چھوٹی سی اقلیت ہے اور گمراہ کن عناصر ہیں اور میڈیا ان کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہا ہے ہمیں اس کے بجائے باہمی محبت کو پھیلانا چاہئے۔ اور یہ بڑے جذباتی تھے۔ بعد میں مجھے ملے بھی تو پہلے ذرا سے جذباتی ہوئے اس کے بعد باقاعدہ رونے لگ گئے کہ اس پیغام سے بڑا مجھ پر اثر ہوا ہے۔

ایک خاتون شنین صاحبہ نیو جرسی میں سرجیکل کوآرڈینیٹر ہیں کہتی ہیں کہ اسلام کی خوبصورت تعلیمات کے بارے میں دوبارہ بتایا گیا۔ میرا بھی یہی نظریہ ہے کہ چند انفرادی لوگوں کی بری حرکات کی وجہ سے پورے مذہب کو ملزم ٹھہرانا اپنی ذات میں ظلم سے کم نہیں۔ کہتی ہیں کہ ہمارے یہاں امریکہ میں ہر روز کوئی نہ کوئی حادثہ اور واقعہ ہوتا ہے مگر اس کے لئے پورے مذہب کو قصوروار ٹھہرانا غلط ہے۔ ایک مہمان جو پولیس ڈیپارٹمنٹ میں گزشتہ چالیس سال سے کام کر رہے ہیں کہتے ہیں کہ یہ پیغام پوری دنیا کے لئے پیغام تھا۔ اس میں امن اور شانتی اور پیار اور محبت اور حقوق کے حوالے سے ضرورت کے مطابق نصائح کی گئیں۔ ہمارے یہاں مختلف رنگ و نسل کے چار لاکھ ساٹھ ہزار لوگ بستے ہیں اور آج کے پیغام میں سب سے اہم بات ہمسائے کے حقوق کے بارے میں تھی۔

پھر ایک خاتون ڈاکٹر کمبرلے (Kimberly) جو کریمینالوجسٹ (Criminologist) ہیں اور مصنفہ بھی ہیں اور انہوں نے پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے۔ کہتی ہیں کہ آج کے خطاب میں امن اور انصاف کے حوالے سے بہت گہرے پیغامات سننے کو ملے۔ اور رنگ و نسل میں امتیاز کے بغیر ہر ایک کو اس پیغام کے مطابق اتحاد کی فضا قائم کرنی ہوگی۔ آج کے خطاب میں آپ نے اسلام کی حقیقی شکل سامنے لا کر رکھی اور اس کا خلاصہ امن و انصاف اور مساوات کا ماحول پیدا کرنا ہے۔ پھر موصوفہ اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے جذباتی بھی ہوگئی تھیں اور آنسوؤں میں لبریز کہہ رہی تھیں کہ آجکل جو لوگ ظلم و بربریت کے مظاہرے دکھا رہے ہیں اور مذہب کے نام پر ہماری کمیونیٹیز اور ملک میں فسادات پھیلا رہے ہیں ان کا مذہب سے کوئی واسطہ نہیں اور یہ جاننا ہر انسان کے لئے بہت ضروری ہے۔

ایک خاتون لورین (Lorraine) صاحبہ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ مَیں تیس سال سے اس علاقے میں ہوں اور یہاں کے بدلتے حالات دیکھے ہیں۔ حالیہ فائرنگ کے واقعات بہت افسوسناک ہیں۔ ایسے مواقع پر پیار محبت اور رواداری کا پیغام بہت ہی شاندار تھا۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ مجھے بھی یہاں مدعو کیا گیا۔ مجھے یہاں آکر احمدیہ مسلم جماعت کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا موقع ملا۔ مسجد اس علاقے میں ایک خوبصورت اضافہ ہے اس سے مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ پرامن جگہ ہے۔ میں مسلمان نہیں ہوں اور میں اس مسجد میں آئی ہوں مجھے یہاں خوش آمدید کہا گیا ہے، یہی ہمارے معاشرے کی ضرورت ہے۔ میں کہنا چاہتی ہوں کہ اب آپ کے یہاں مزید پروگرام بھی ہوں گے۔ ان پروگراموں میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو مدعو کیا کریں۔ ان مساجد کے افتتاح کے علاوہ جیسا کہ اکثر جانتے ہیں کہ گوئٹے مالا میں ہیومینٹی فرسٹ کا

ہسپتال کھولا گیا ہے اس کا افتتاح بھی تھا۔ وہاں بھی کچھ سیاسی لوگوں سے تعلقات ہیں۔ وہاں کی ایک ممبر آف کانگریس ہیں جو یہاں جلسہ یوکے میں بھی دو دفعہ آچکی ہیں۔ وہ وہاں ایئرپورٹ پہ استقبال کے لئے آئی ہوئی تھیں اور انہوں نے ہسپتال کے بارے میں بڑے اچھے خیالات کا اظہار کیا اور جماعت کا شکریہ ادا کیا کہ جماعت ہمارے ملک میں ہسپتال کھول رہی ہے اور کمیونٹیز کے اندر ایک محبت اور یگانگت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

رابرٹ کینو (Robert Cano) صاحب جو پیراگوئے میں وائس منسٹر آف ایجوکیشن ہیں انہوں نے اس موقع پہ افتتاح میں شامل ہو کر کہا کہ بڑا اچھا ایونٹ تھا۔ میں کافی حیران ہوں ایک ایسی جماعت ہے کہ اس کے افراد نے باہم مل کر اس کو تکمیل تک پہنچایا ہے اور ضرورت مندوں کی مدد کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔ اور انسانوں سے عملی طور پر پیار کا اظہار ہے یہ۔ اور پھر کہتے ہیں کہ انسانیت یہی پیار کا راستہ اپنائے گی تو پھر دنیا میں امن قائم ہو گا اور اسلامی مذہب اور کلچر کو بہت قریب سے جاننے کا میرے لئے اچھا تجربہ تھا۔ جماعت احمدیہ کے بارے میں بہت سے میرے سوال تھے جن کے جوابات مجھے یہاں آکر مل گئے۔ اور کچھ سالوں سے جماعت احمدیہ پیراگوئے میں بھی قائم ہو چکی ہے۔ انہی کی دعوت سے یہ پیراگوئے سے افتتاح پہ آئے ہوئے تھے۔

ایک گوئٹے مالن ڈاکٹر تھیں ڈیانا (Diana) صاحبہ وہ کہتی ہیں کہ اس خطاب میں جو غریبوں کی مدد کرنے کا پیغام تھا میں خود بھی اس پر عمل کروں گی۔ اور کہتی ہیں خدا کا شکر ہے کہ مذہب یہی سکھاتا ہے کہ غرباء کی مدد کی جائے اور یہی خلیفہ نے اپنی تقریر میں کہا ہے۔

پھر ایک گوئٹے مالن صحافی ہیں وہ کہتے ہیں کہ جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ یہ ہے کہ مذہب میں جبر نہیں ہے بلکہ ہمیں ایک دوسرے کا خیال بھی رکھنا چاہئے اور یہی پیغام امام جماعت نے ہمیں دیا۔ نیز یہ بھی کہ ہم سب برابر کے حقوق رکھتے ہیں۔ ہر انسان کو ایک عمدہ معیار زندگی ملنا چاہئے۔

ایل پیریودیکو (El Periódico) اخبار کے ایک صحافی فرناندو پینیتا (Fernando Pineta) کہتے ہیں کہ اس تقریر کا مجھ پر بڑا اچھا اثر ہوا جو آپ نے کی اور ملاقات بھی بڑی اچھی رہی۔ اور میں کہنا چاہوں گا کہ ناصر ہسپتال کا پراجیکٹ بڑا اچھا پراجیکٹ ہے اور ہمیں اس ملک میں اور بھی ایسے پراجیکٹ چاہئیں۔

پھر ایک بنک آفیسر ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ کے اس خطاب کا خلاصہ یہی تھا کہ مخلوق سے ہمدردی کرنا اور یہاں جو آپ نے ناصر ہسپتال کھولا ہے یہ اس کی ایک واضح اور عمدہ مثال ہے۔

پھر ایک بنک منیجر ہیں وہ کہتے ہیں کہ بڑا خوبصورت اور آسان فہم پیغام تھا، پوری مسلم امہ کی طرف سے دیا ہے کہ انسانیت کی مدد کرنا سب کا فرض ہے۔ اور یہ بات بھی بہت دلچسپ تھی کہ جماعت احمدیہ کی فلاسفی سے آج متعارف ہوا اور اب میں مزید معلومات لوں گا۔

گوئٹے مالا میں ریویو آف ریلیجنز کے سپینش شمارے کا بھی اجرا کیا گیا جو نیا شمارہ شروع ہوا ہے۔ امریکہ، لاطینی امریکہ اور سینٹرل امریکہ وغیرہ میں تقریباً چار سو ملین آبادی ہے جو سپینش بولتی ہے۔

جب سپین کی طرف ہماری توجہ پیدا ہوئی تو وہاں گوئٹے مالا کے ہمارے ایک بڑے مخلص احمدی ڈیوڈ

(David) صاحب ہیں، یہ وہاں گوئٹے مالا کے پہلے احمدیوں میں سے ہیں، کہنے لگے کہ آپ کی توجہ سپین کی طرف تو ہے کہ وہاں اسلام پھیلانا ہے، جس کی آبادی صرف چالیس ملین ہے جبکہ ہمارے ملکوں کی آبادی چار سو ملین ہے، اس طرف توجہ آپ کی نہیں ہے۔ اس کے بعد سے باقاعدہ پھر وہاں بھی مشنوں کی طرف بھی توجہ ہوئی اور جامعہ کے طلباء کو بھی بھیجنا شروع کیا گیا۔ اب اللہ کے فضل سے وہاں جماعتیں قائم ہو رہی ہیں۔ تو بہر حال وہاں سپینش زبان میں ریویو آف ریلیجنز کا بھی اجرا کیا گیا۔

یہ تو غیروں کے تاثرات تھے۔ گوئٹے مالا میں مختلف ہمسایہ ملکوں کے، سپینش بولنے والے ملکوں کے احمدی بھی شامل ہوئے تھے ہسپتال کے افتتاح کا کہہ لیں یا میری ملاقات کے لئے، ان کے بھی بڑے جذباتی تاثرات تھے، جو پہلی دفعہ خلیفہ وقت کو ملے ہیں اور خلافت سے محبت ان کی آنکھوں سے اور ان کے دلوں سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔

میکسیکو سے آنے والی ایک نومبائع خاتون لاؤرا ماٹیلدے (Laura Matilde) صاحبہ کہتی ہیں جنہوں نے کچھ عرصہ پہلے بیعت کی ہے کہ میرے اس گوئٹے مالا کے سفر کے بعد ایک بات میرے دل میں پختہ ہو گئی ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ چاہتا ہے مَیں وہیں پر ہوں۔ میرے دل میں اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ میں روحانی اور جذباتی طور پر بہت اطمینان اور امن محسوس کر رہی ہوں۔ دوسرے ممالک کے احمدی بہن بھائیوں سے مل کر بھی ایمان تازہ ہوا اور سب سے بڑھ کر خلیفۂ وقت کے پیچھے نمازیں ادا کر کے میرا ایمان اللہ تعالیٰ اور احمدیت پر یعنی حقیقی اسلام پر اور بھی پختہ ہو گیا۔ میری خواہش ہے کہ میں اس راستے پر قائم رہوں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

پھر میکسیکو کے ایک نومبائع ایوان فرانسسکو (Ivan Francisco) صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہاں مسجد میں بیعت کی تقریب بھی ہوئی تھی تو ایک ایسا لمحہ تھا جو کہ لفظوں میں نہیں بیان کیا جا سکتا۔ اس لمحے مجھے جسمانی طور پر ایسا محسوس ہوا جیسے میرا سارا جسم گرم ہو گیا ہے اور میرے پسینے چھوٹنے لگے اور ایسا لگا جیسے ایک کرنٹ میرے جسم میں سے دوڑ رہا ہے اور جاتے جاتے اپنے ساتھ میرے تمام گناہ بھی لے گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں خلافت عطا کی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ میرے لئے اچھائی کی طرف بڑھنے کا پہلا قدم ہے اور میرے اندر ایک تبدیلی لائے گا۔

پھر میکسیکو سے آنے والے ایک نومبائع میگیل آنخیل (Miguel Ángel) صاحب کہتے ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ اسلام احمدیت میں کوئی بارڈر نہیں ہے نیز کسی قسم کی لکیر نہیں ہے جو ہمیں علیحدہ کر سکے۔ ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ اگر فرق ہے تو زبان کا ورنہ ہم سب بھائی ہیں۔ خلیفہ وقت کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے بھی بیشک ہم دس سے پندرہ مختلف ممالک سے آئے ہوئے لوگ تھے مگر ہم ایک تھے اور ایک خلیفہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔

پھر وسینتے بریونیس (Vicente Briones) صاحب کہتے ہیں میرا تعلق میکسیکو سٹی جماعت سے ہے۔ جب مجھے بتایا گیا کہ گوئٹے مالا جانے کا موقع مل رہا ہے تو میں بہت خوش ہوا اور یہ سن کر کہ وہاں پر خلیفہ وقت سے ملاقات ہو گی میری خوشی اور بھی بڑھ گئی۔ جب ہماری ملاقات ہوئی تو میں بہت خوش ہوا کیونکہ مجھے کافی وقت ان کے پاس بیٹھنے کا موقع ملا۔ میں نے تھوڑا عرصہ پہلے میکسیکو سٹی میں بیعت کی تھی مگر ہاتھ پر بیعت کرنا میری زندگی کا

ایک ایسا واقعہ تھا جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا کہ یہ میری زندگی کا سب سے حسین دن تھا۔

ملک ہونڈورس (Honduras) سے آنے والی نومبائعہ روزاڈلمی (Rosa Delmi) صاحبہ کہتی ہیں کہ پہلی مرتبہ مجھے اپنے ملک سے باہر جانے کا موقع ملا اور اتنا لمبا سفر اختیار کرنا پڑا۔ ہمیں ہونڈورس سے گوئٹے مالا جاتے ہوئے سولہ گھنٹے لگے۔ گو ہمیں سفر میں مختلف صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن جیسے ہی جماعت کی مسجد اور خلیفۂ وقت کو دیکھا سفر کی مشکلات کا احساس فوراً ذہن سے اتر گیا۔ جماعت کے بہت ہی پیارے اور بہت اچھے لوگوں کے ساتھ ملنے کا موقع ملا جنہوں نے میرے ساتھ اپنی فیملی کے ممبر کی مانند سلوک کیا۔ امریکہ سے آئی ہوئی ایک احمدی خاتون نے مجھ سے کہا کہ میں ان کی بیٹی جیسی ہوں۔ اس سفر کا سب سے بہترین حصہ خلیفہ وقت کے ساتھ ملاقات تھی۔ مَیں نے ذاتی طور پر کوئی بات نہیں کی کیونکہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں ایک الگ ہی دنیا میں ہوں۔ میں چاہتی تھی کہ بس بیٹھ کر دیکھتی رہوں اور باتیں سنتی رہوں۔ ایک ایسا تجربہ تھا جو ناقابل بیان ہے۔ اس سفر کے دوران جماعت کی تعلیمات کے ضمن میں میرے علم میں مزید اضافہ ہوا اور ہمیں وہاں نظم پڑھنے کا بھی موقع ملا۔

پھر ہونڈورس کے ہی ایڈون ارماندو (Edwin Armando) صاحب کہتے ہیں کہ اس دورے کی سب سے اچھی بات یہ لگی کہ خلیفۂ وقت کے ساتھ ملاقات کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور میں نے بہت سارے جو سوال کئے تھے ان سوالوں کے جوابات مجھے مل گئے۔

پھر ایکواڈور (Ecuador) کے نومبائع احمدی کہتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کی موجودگی میں مجھے ایک نادر خزانہ عطا ہوا اور روحانیت، امن خوشی اور مسرت کے جذبات میرے اندر سما گئے۔ مجھے بہت سکون حاصل ہوا۔ بیعت کے دوران جب آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا تو یہ ایک ایسی سعادت تھی جو مجھے اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

ایکواڈور سے ایک لجنہ ممبر جو ایک سال قبل احمدی ہوئی ہیں کہتی ہیں کہ گوئٹے مالا کا سفر میرے اور میرے بیٹے کے لئے نہایت خوشگوار تھا۔ جب ہم نے پہلی بار خلیفہ وقت کو دیکھا تو ہمارے لئے ایک خاص موقع تھا کیونکہ اس سے ہمارے اندر امن، محبت اور صبر کا احساس پیدا ہوا۔ ملاقات کے دوران جب میرے بیٹے نے خلیفۃ المسیح سے معانقہ کیا تو ہمیں بہت خوشی ہوئی اور ہم اسے اپنے لئے ایک خوش نصیبی اور برکت سمجھتے ہیں۔ ایکواڈور واپسی کا سفر ہمارے لئے بہت افسردہ ہو گا کیونکہ ہمیں احمدی بھائی اور خلیفہ وقت بہت یاد آئیں گے ہم امید کرتے ہیں کہ دوبارہ ملیں۔

پھر گوئٹے مالا کے ایک نومبائع سلیمان رودریگیز (Soliman Rodrigez) صاحب کہتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح کا گوئٹے مالا آنا ہمارے لئے بڑی خوش قسمتی کا باعث ہے۔ ہماری جماعت پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہاں آپ آئے۔ جب ہمیں پتہ چلا کہ آپ گوئٹے مالا آ رہے ہیں تو ہماری خوشی کی انتہا نہیں رہی۔ میرے اندر ایک روحانی مضبوطی پیدا ہونے لگ گئی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اب میں نے اپنے اندر بہت تبدیلی محسوس کی ہے۔

پھر گوئٹے مالا کی ایک نومبائع لیزا پنٹو (Lisa Pinto) صاحبہ کہتی ہیں مَیں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ خلیفۃ المسیح گوئٹے مالا آئے۔ میرے لئے بہت فخر اور عزت کی بات ہے اور میرے لئے بڑا ایک عظیم تجربہ تھا۔ میرا دل خوشی سے بھر گیا ہے۔

پھر گوئٹے مالا کے ہی ایک صاحب دومینگو تیول (Domingo Tiul) کہتے ہیں میرا تعلق کیبون (Cabun) جماعت سے ہے اور یہاں خلیفہ وقت کی آمد پر میں نے اپنے آپ کو ایمانی و روحانی لحاظ سے بہت پُرجوش پایا۔ میں بہت خوش ہوں کہ مجھے خلیفہ وقت کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔ کچھ عرصہ ہی ہوا ہے احمدی ہوئے ہیں غالباً انہوں نے ہی بڑے جذباتی انداز میں مجھے کہا تھا کہ ہمارے علاقے میں غریب لوگ ہیں، بالکل بارڈر پر بہت دور دراز علاقہ ہے اور سڑکیں وغیرہ بھی وہاں زیادہ اچھی نہیں۔

دعا کریں اور کسی کو بھیجیں بھی تا کہ اس علاقے میں میری قوم کے لوگ جو ہیں، وہ بھی احمدی مسلمان ہوں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کا فضل مجھے حاصل ہوا ہے، انعام حاصل ہوا ہے وہ میری قوم میں بھی پہنچے۔ اور بڑے جذباتی انداز میں انہوں نے درخواست کی تھی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ کرے وہاں بھی جماعتیں پھیلیں۔

پھر گوئٹے مالا سے ہی مارتیزا تیول (Marteza Tiul) صاحبہ کہتی ہیں پہلے خلیفہ وقت کو صرف تصویروں میں دیکھا تھا اب قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، بیٹھنے کا موقع ملا اور میں اپنے اندر بڑی تبدیلی محسوس کر رہی ہوں۔

پھر کلاؤڈیہ (Claudia) صاحبہ کہتی ہیں بہت خوش ہوں۔ اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل کیا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں اپنے احساسات کو بیان کر سکوں۔ اور اپنے ایمان و اخلاص کو بڑھانے کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔

پھر چیاپس (Chiapas) میکسیکو سے خدیجہ صاحبہ کہتی ہیں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ خلیفۃ المسیح سے ملنے کا موقع ملا۔ ہمارے سوالات کے جوابات ملے۔ میری محبت اسلام کی طرف بڑھی۔ بیعت کرنے سے میرا ایمان نئے سرے سے زندہ ہوا اور میں دعا کی درخواست کرتی ہوں کہ میری اور میری پوری جماعت چیاپس کے ایمان اور عرفان میں اضافہ ہو۔

یاسمین گومیز (Yasmin Gomez) صاحبہ کہتی ہیں بہت ہی خوبصورت یاد ہے اور بڑا خوبصورت تجربہ ہے۔ اور میرے جذبات ایسے تھے کہ مجھے خوشی سے رونا آ رہا تھا میں بیان نہیں کر سکتی۔ اس ملاقات کے بعد مجھے اپنی زندگی میں بہتری لانے کا موقع ملے گا۔

پھر ایک اور ثریا گومیز (Surayya Gomez) صاحبہ ہیں کہتی ہیں کہ میرے ایسے جذبات ہیں جو میرے دل کی گہرائیوں سے نکل رہے ہیں۔ اور مجھے ایک بہت بڑا تجربہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان و اخلاص میں اضافہ کرے۔

میکسیکو کے ایک نومبائع خیسوس (Jesus) صاحب کہتے ہیں کہ جماعت سے تعلق بنانا ایک بہت بڑا انعام ہے۔ میری یہ خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعائیں سنیں۔ میں اندھیرے میں تھا، اللہ تعالیٰ مجھے اور میری فیملی کو روشنی کی طرف لے کر آیا اور مجھے اپنی زندگی میں تبدیلی کرنے کا موقع ملا۔ اور پھر میں نے عبادت وغیرہ کے

متعلق سوالات پوچھے جس کے مجھے بڑے تسلی بخش جوابات ملے۔

لیلیٰ لطیف صاحبہ ہیں وہ بھی کہتی ہیں کہ پہلے تو ٹی وی کے ذریعہ تعارف تھا اب ملی ہوں تو جذبات اور احساسات ہی اور ہیں۔

پانامہ (Panama) سے ایک شخص ہیں ہیلیو دورو (Heliodoro) صاحب جو اپنی اہلیہ اور بیٹی کے ہمراہ آئے تھے کہتے ہیں کہ میری ملاقات کا دن خوشیوں سے بھرپور دن تھا جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا اور بڑا محبت اور اخلاص کا انہوں نے اظہار کیا ہوا ہے۔

بیلیز (Belize) سے ایک وفد آیا تھا اس میں سے گولڈا مارٹینا (Golda Martina) صاحبہ کہتی ہیں کہ یہ ایک نہایت دلنشیں اور بابرکت موقع تھا۔ میں بہت جذباتی ہو گئی اور ہمیشہ یہ مجھے سفر یاد رہے گا۔

پھر ایک اور ممبر نکول اویلیز (Nicole Avilez) صاحبہ کہتی ہیں کہ بڑی جذباتی ملاقات تھی اور مجھے خلیفہ وقت نے یوکے جلسہ پر آنے کی دعوت بھی دی۔ اس کی مجھے بڑی خوشی ہے۔ لجنہ کی ایک اور ممبر فلورنٹینا (Florentina) صاحبہ کہتی ہیں یہ بڑی خوشی کا موقع تھا۔ ملاقات ہوئی اور دلی سکون ملا۔ تیرہ چودہ سال کی ایک بچی کہہ رہی ہے کہ پہلے مجھے ڈر تھا کہ خلیفہ وقت کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کر دوں جس سے مجھے شرمندگی ہو لیکن ملاقات بہت اچھی رہی۔ خلافت کا ادب و احترام ان میں بے شمار ہے پھر ان بچیوں نے 'ہے دستِ قبلہ نما' نظم بھی پیش کی۔

اسی طرح اور بہت ساری خواتین و افراد ہیں جو مختلف ملکوں سے گوئٹے مالا آئے ہوئے تھے اور بڑا لمبا سفر کر کے اور بڑا اخلاص و وفا کا ان سب کا اظہار تھا۔ اللہ تعالیٰ سب کے اخلاص و وفا میں اضافہ کرتا چلا جائے اور انہیں حقیقی احمدی بنائے۔

میڈیا ٹیم یو ایس اے کی جانب سے کوریج۔ اللہ کے فضل سے یو ایس اے کی میڈیا ٹیم نے اچھا کام کیا اور ان کے اچھے تعلقات ہیں۔ اب اس میں گو تھوڑی تبدیلی کی گئی ہے لیکن جو پہلی ٹیم تھی اس نے بھی بڑا اچھا کام کیا ہے۔ امریکہ میں ٹی وی کے ذریعہ سے کل اٹھائیس لاکھ انہتر ہزار سے زائد افراد تک پیغام پہنچا۔ ریڈیو پروگرام کے ذریعہ سے کل تریپن لاکھ اٹھانوے ہزار سے زائد افراد تک پیغام پہنچا۔ ڈیجیٹل فورم ویب سائٹس اور سوشل میڈیا وغیرہ کے ذریعہ سے بیس لاکھ افراد تک پیغام پہنچا۔ اخبارات میں میرے دورے کے حوالے سے جو خبریں آئیں ان میں پینتالیس آرٹیکل شائع ہوئے۔ ان میں معروف اخبار بالٹی مورسن (The Baltimore Sun)، فلاڈلفیا انکوائیرر (The Philadelphia Inquirer) اور ریلیجن نیوز سروس (Religion News Service) اور ہیوسٹن کرونیکل (Houston Chronicle) شامل ہیں۔ ان ذرائع سے خیال ہے کہ دس ملین سے زائد لوگوں تک پیغام پہنچا۔

گوئٹے مالا میں بھی میڈیا کوریج اچھی ہوئی۔ گوئٹے مالا کی نیشنل اخبار پرینسا لبر (Prensa Libre) نے جس کی اشاعت روزانہ ایک لاکھ تیس ہزار اور چار ملین سے زائد پڑھنے والے ہیں چوبیس اکتوبر کو اپنی اشاعت کے پہلے صفحہ پر ناصر ہسپتال کی نمایاں تصویر شائع کی اور افتتاح کے حوالے سے رپورٹ شائع کی۔ ایک اور نیشنل اخبار

کے کالم نویس نے ناصر ہسپتال کے حوالے سے ایک آرٹیکل لکھا۔ ایل پیریو دیکو (El Periodico) نے رپورٹ شائع کی، نیشنل اخبار ہے۔ نیشنل ٹی وی گوئٹے مالا نے میرے بارے میں خبر دی اور ہسپتال کے تعارف پر مبنی رپورٹ نشر کی۔ نیشنل ریڈیو چینل پر بھی رپورٹیں آتی رہیں۔ اس لحاظ سے ایک اندازے کے مطابق لاطینی امریکہ کے مختلف ممالک کے پرنٹ میڈیا اور مختلف اخبارات اور ٹیلی ویژن چینلز کے ذریعہ سے تقریباً بتیس ملین لوگوں تک ناصر ہسپتال کے افتتاح کی خبر کے حوالے سے اسلام کا پیغام پہنچا۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا ٹوئٹر، انسٹاگرام اور یوٹیوب کے ذریعہ سے تئیس لاکھ لوگوں تک یہ خبر پہنچی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر لحاظ سے یہ دورہ بڑا بابرکت و کامیاب تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے آئندہ بھی نیک نتائج پیدا فرمائے۔

نمازوں کے بعد میں ایک نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا جو محترم ساوادوگو اسماعیل (Sawadogo Ismail) صاحب کا ہے جو بورکینا فاسو کے تھے۔ 14 نومبر کو فجر کی نماز کے لئے گھر سے نکلے راستے میں دل کا دورہ پڑھنے کی وجہ سے گر گئے۔ قریبی ہسپتال لایا گیا مگر جانبر نہ ہو سکے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

1964ء میں یہ پیدا ہوئے تھے۔ 1994ء میں انہوں نے احمدیت قبول کی اور ہمیشہ ان کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ مشن ہاؤس کے قریب رہیں۔ جب مشن ہاؤس تبدیل کیا گیا، نئی جگہ پہ ہمارا مشن ہاؤس چلا گیا تو اس کے قریب ہی انہوں نے کرائے کا گھر لے لیا۔ ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ اذان دینے کے لئے مسجد میں آتے رہیں۔ جلسہ سالانہ پر لوگوں کو تہجد کے لئے بیدار کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔ اذان بہت عمدہ آواز میں دیتے تھے اسی وجہ سے بعض لوگ ان کو 'سیّد نا بلال' کہنے لگے۔ ہر سال رمضان میں اعتکاف بیٹھتے۔ نمازوں کے بہت ہی پابند اور دوسروں کو توجہ دلانے والے تھے۔ فجر کی نماز سے پہلے آکر، وہاں جماعت کالڑکوں کا ہوسٹل ہے، ہوسٹل کے لڑکوں کو نماز کے لئے بیدار کرتے۔ اذان دیتے اور مسجد کی صفائی کا بھی ہمیشہ خیال رکھتے۔ جب لاہور میں مساجد پر حملہ ہوا اور شہادتوں کا سنا تو ان پر بہت زیادہ اثر ہوا۔ بہت زیادہ روئے اور بار بار خواہش کا اظہار کرتے رہے کہ کاش وہ ان شہیدوں میں شامل ہوتے۔ جماعتی کاموں میں ہمیشہ سب سے آگے ہوتے تھے۔ 2004ء میں جب میں وہاں دورے پر گیا ہوں تو وہاں بھی سکیورٹی ڈیوٹی پہ ہمیشہ آگے آگے ہوتے اور ایک دفعہ وہاں ایک تقریب کے دوران جب میں تقریر کر رہا تھا تو ڈیوٹی دیتے ہوئے بیہوش ہو کر گر بھی پڑے تھے۔ شاید کھایا پیا کچھ نہیں تھا یا سیدھے کھڑے رہے، بہرحال اسی وجہ سے اور ہمیشہ اس حوالے سے خطوط لکھا کرتے تھے کہ میں وہی ہوں جو گرا۔ بہت مخلص اور خلافت کے اور احمدیت کے سچے عاشق تھے۔ پیشہ کے لحاظ سے محکمہ جنگلات میں سکیورٹی گارڈ تھے۔ ان کی تدفین کے وقت سینٹرل میئر کی طرف سے محکمہ جنگلات کے کمانڈنگ افسر نے بہت اچھے پیرائے میں ان کی خدمات کو سب کے سامنے پیش کیا کہ 'اسماعیل وفادار مخلص اور ایماندار اور ہنس مکھ شخص تھا۔' اپنے فرائض بہت عمدہ طریق پر ادا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں پہلی بیوی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں جبکہ دوسری بیوی سے ایک دوماہ کی بیٹی یادگار چھوڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان بچوں کو بھی اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07 دسمبر 2018ء تا 13 دسمبر 2018ء جلد 25 شمارہ 49 صفحہ 05 تا 09)

47

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23/ نومبر 2018ء بمطابق 23/ نبوت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج سے پھر میں بدری صحابہ کا ذکر دوبارہ شروع کروں گا۔ پہلے جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے **حضرت سنان بن ابی سنان جو بنو اسد قبیلہ سے تھے** اور بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔ غزوہ بدر میں آپ نے حصہ لیا۔ غزوہ احد میں اور خندق میں اور حدیبیہ سمیت جتنی لڑائیاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئیں ان تمام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ بیعت رضوان میں سب سے پہلے کس نے بیعت کی اس کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بیعت کی اور بعض حضرت سلمہ الاکوع کا نام بیان کرتے ہیں لیکن واقدی کے نزدیک حضرت سنان بن ابی سنان نے سب سے پہلے بیعت کی۔ اور بعض کے نزدیک حضرت سنان کے والد نے سب سے پہلے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ بہر حال تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ بیعت رضوان میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی بیعت لینی شروع کی تو حضرت سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ہاتھ بڑھایا کہ میری بیعت لیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس چیز پر بیعت کرتے ہو۔ حضرت سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ جو آپؐ کے دل میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دل میں کیا ہے؟ تمہیں پتہ ہے؟ صحابہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا بھی اثر تھا تو انہوں نے عرض کیا کہ فتح مند ہونا یا شہادت پانا۔ اس پر دوسرے لوگوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ ہم بھی اسی بات پر بیعت کرتے ہیں جس پر حضرت سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت کرتے ہیں۔

(روض الانف جلد 4 صفحہ 62 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)(سیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 26 باب ذکر مغازیہٖ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 69 سنان بن ابی سنانؓ ومن حلفاء بنی عبد شمس مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 561 سنان بن ابی سنانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

حضرت سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبار مہاجرین صحابہ میں سے تھے۔

(سیرت ابن کثیر صفحہ 280 اسماء اھل بدر حرف السین مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2005ء)(تاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر والاعلام جلد 3 صفحہ 371دار الکتاب العربی بیروت 1993ء از مکتبۃ الشاملۃ)

طلیحہ بن خویلد نے دعویٰ نبوت کیا تو سب سے پہلے حضرت سنانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھ

کر خبر دی جو اس وقت بنو مالک پر عامل تھے۔

(تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ 245 سنة احدی عشرة ... الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت 2002ء)

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہو گا وہ ہیں **حضرت مہجع جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے۔** ان کے والد کا نام صالح تھا۔ غزوۂ بدر میں یہ سب سے پہلے شہید تھے۔ ان کا تعلق یمن سے تھا۔ شروع میں قیدی ہونے کی حالت میں یہ حضرت عمرؓ کے پاس لائے گئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے احسان کرتے ہوئے ان کو آزاد کر دیا۔ آپ اوّل المہاجرین میں سے تھے۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ آپ اسلامی لشکر کے سب سے پہلے شہید تھے۔ دو صفوں کے درمیان تھے کہ اچانک ایک تیر آپ کو لگا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ عامر بن حضرمی نے آپ کو شہید کیا تھا، اس کا تیر لگا تھا۔ حضرت سعید بن مسیّب کی روایت ہے کہ حضرت مہجع شہید ہوئے تو آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ انا مهجع والی ربی ارجع۔ کہ میں مہجع ہوں اور اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والا ہوں۔ حضرت مہجع ان لوگوں میں شامل تھے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الانعام: 53) اور تو ان لوگوں کو نہ دھتکار جو اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے صبح بھی پکارتے ہیں اور شام کو بھی پکارتے ہیں۔ ان کے علاوہ اس میں مندرجہ ذیل اصحاب بھی شامل تھے۔ حضرت بلالؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ، حضرت خبابؓ، حضرت عتبہؓ بن غزوان، حضرت اوسؓ بن خولی، حضرت عامرؓ بن فہیرۃ۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 299-300 مهجع بن صالحؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) (اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 268 مهجعؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء) (کنز العمال جلد 10 صفحہ 408-409 کتاب الغزوات حدیث 29985 مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت 1985ء)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے نعوذ باللہ کہ یہ جو آیت نازل ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں کو دھتکارتے تھے۔ آپ کا پیار اور عزت اور احترام اور شفقت غریبوں کے لئے بے مثال اور غیر معمولی تھی جس کا ہمیں حدیثوں سے بھی، ان غرباء کے اپنے حوالوں سے بھی پتہ لگتا ہے۔ اس آیت میں اصل میں تو ان امیر لوگوں اور بڑے لوگوں کو جواب ہے جو یہ چاہتے تھے کہ ہمیں زیادہ عزت اور احترام دیا جائے اس پہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ میں نے تو رسول کو یہ کہا ہوا ہے اور یہ حکم ہے کہ غریب لوگ جو ذکر اور عبادت میں بڑھے ہوئے ہیں ان کی عزت اور احترام اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری دولت اور خاندانی عزت سے زیادہ ہے اور اللہ کا رسول تو وہی کرتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ اسے حکم دیتا ہے۔ پس اس آیت سے اصل میں تو ان امیروں کو یہ جواب دیا گیا جن کے خیال میں یہ تھا کہ ان کا مقام زیادہ بلند ہے کہ اللہ کے رسول کو تمہاری عزت اور تمہاری دولت کی کوئی پروا نہیں ہے۔ اس کو تو یہی لوگ پیارے ہیں۔

پھر حضرت عامر بن مخلد ایک صحابی تھے۔ ان کی والدہ کا نام عمارہ بنت خنساء تھا۔ ان کا تعلق خزرج کے قبیلے بنو مالک بن نجار سے تھا۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے اور احد کے دن یہ شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 375-376 عامر بن مخلدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر ایک صحابی تھے حضرت حاطب بن عمرو بن عبد شمس۔ ابو حاطب ان کی کنیت تھی۔ ان کا تعلق قبیلہ

بنو عامر بن لُؤیّ سے تھا۔ ان کی والدہ اسماء بنت حارث بن نوفل تھیں جو قبیلہ اشجع سے تھیں۔ حضرت سہیل بن عمرو، حضرت سلیط بن عمرو اور حضرت سکران بن عمرو آپ کے بھائی تھے۔ حضرت حاطب بن عمرو کی اولاد میں عمرو بن حاطب تھے۔ ان کی والدہ رَیطہ بنت علقمہ تھیں۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 662 حاطب بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 309 حاطب بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارقم میں تشریف آوری سے پہلے آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تبلیغ سے اسلام لائے تھے۔ حبشہ کی سرزمین کی طرف دو دفعہ ہجرت کی اور ایک روایت کے مطابق ہجرت اولیٰ میں سب سے پہلے جو شخص ملک حبشہ میں آئے وہ حضرت حاطب بن عمرو بن عبد شمس تھے۔ جب آپؓ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو حضرت رفاعہ بن عبد المنذر جو حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر کے بھائی تھے ان کے گھر میں آپ اترے۔ غزوۂ بدر میں اپنے بھائی حضرت سلیط بن عمرو کے ساتھ شریک تھے اور غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 309 حاطب بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(سیرت ابن ہشام صفحہ 117, 119 باب اسلام ابی بکر و من معہ من السابقین مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سودہؓ بنت زمعہ کی شادی حضرت سلیط بن عمرو نے کروائی اور بعض کے نزدیک حضرت ابو حاطب بن عمرو نے شادی کروائی اور اس وقت مہر جو باندھا گیا تھا وہ چار سو درہم تھا۔

اس شادی کی تفصیل طبقات الکبریٰ میں اس طرح درج ہے کہ حضرت سودہؓ کے خاوند اول حضرت سکران بن عمرو جو کہ حضرت حاطب بن عمرو کے بھائی تھے ان کی حبشہ سے مکہ واپسی پر مکہ میں وفات ہو گئی۔ جب حضرت سودہؓ کی عدت پوری ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نکاح کا پیغام بھجوایا۔ حضرت سودہ نے عرض کیا کہ میرا معاملہ آپؐ کے سپرد ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قوم میں سے کوئی مرد مقرر کریں کہ وہ آپ یعنی حضرت سودہ کی شادی مجھ سے کروائے۔ اس پر حضرت سودہ نے حضرت حاطب بن عمرو کو مقرر کیا۔ اس طرح حضرت حاطب نے حضرت سودہؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کروائی۔ حضرت سودہ حضرت خدیجہ کے بعد پہلی خاتون تھیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 661 باب ذکر ازواجہؐ سودہ بن زمعۃؓ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 42 ذکر ازواج رسول اللہ ﷺ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حدیبیہ کے مقام پر ہونے والی بیعت رضوان میں بھی یہ شریک تھے۔

(کتاب المغازی جلد دوم صفحہ 92 باب غزوہ حدیبیہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

پھر ایک صحابی تھے حضرت ابو خُزیمہ بن اوس۔ ان کی والدہ کا نام عمرہ بنت مسعود تھا۔ حضرت مسعود بن اوس کے بھائی ہیں۔ حضرت مسعود بن اوس بھی جنگ بدر میں شامل ہوئے۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں، احد میں اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی۔ ان کی وفات حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 373 ابو خزیمہ بن اوسؓ، مسعود بن اوسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر ایک صحابی حضرت تمیم مولیٰ خراش ہیں۔ حضرت تمیم حضرت خراش کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اور حضرت خباب جو عتبہ بن غزوان کے آزاد کردہ غلام تھے ان کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ غزوہ بدر، احد میں انہوں نے شرکت کی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 429 تمیم مولیٰ خراشؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

پھر حضرت منذر بن قدامہ ایک صحابی تھے۔ حضرت منذر بن قدامہ کا تعلق قبیلہ بنو غنم سے تھا۔ انہوں نے غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شرکت کی۔ علامہ واقدی کے مطابق ان کو بنو قینقاع کے قیدیوں پر مقرر کیا گیا تھا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 6 صفحہ 172 منذر بن قدامہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1995ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 367 منذر بن قدامہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

پھر حضرت حارث بن حاطب ایک بدری صحابی تھے۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام اُمامہ بنت صامت تھا۔ آپ کا تعلق انصار قبیلہ اوس سے تھا۔ حضرت ثعلبہ بن حاطب کے بھائی تھے۔ حضرت حارث بن حاطب اور حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ بدر کے لئے جارہے تھے کہ روحاء کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر کو مدینہ کا حاکم جبکہ حضرت حارث بن حاطب کو قبیلہ بنو عمرو بن عوف کا امیر بنا کر مدینہ واپس بھجوا دیا۔ لیکن ان دونوں کو اصحاب بدر میں شامل فرماتے ہوئے مال غنیمت میں سے بھی حصہ دیا۔ حضرت حارث بن حاطب کو غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت بیعت رضوان میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ کیونکہ یہ تیار ہو کے جارہے تھے اور ان کی پوری نیت تھی کہ بدر میں شامل ہوں گے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے کہ ان کو امیر مقرر کر کے واپس بھجوایا تھا لیکن ان کا شمار بدر میں شامل ہونے والوں میں کیا۔ غزوہ خیبر میں جنگ کے دوران ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے تیر مارا جو کہ حضرت حارث بن حاطب کے سر پر لگا جس سے آپ شہید ہو گئے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 598 حارث بن حاطبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 351 حارث بن حاطبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

حضرت ثعلبہ بن زید ایک صحابی تھے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو خزرج سے ہے۔ غزوۂ بدر میں یہ شامل ہوئے تھے۔ حضرت ثابت بن الجِذع کے والد تھے۔ حضرت ثعلبہ بن زید کا لقب الجذع ہے۔ الجذع آپ کی مضبوطی قلب اور مضبوط عزم وہمت کی وجہ سے کہا جاتا ہے یعنی جو مضبوط تنا، درخت کا تنا ہو اس کو بھی جذع کہا جاتا ہے اور چھت کا شہتیر اور بیم جو ہے اس کو بھی کہا جاتا ہے۔

بہر حال بڑے مضبوط دل کے مالک تھے اور مضبوط عزم وہمت کے مالک تھے اس لئے ان کا لقب الجذع پڑ گیا۔ حضرت ثعلبہ بن زید کے متعلق اس کے علاوہ کوئی روایت محفوظ نہیں ہے۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 467 ثعلبہ بن زیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 428 ثابت بن ثعلبہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء) (Arabic-English Lexicon by Edward William Lane part 2 page 396 librairie du liban 1968)

حضرت عقبہ بن وہب ایک صحابی تھے۔ حضرت عقبہ بن وہب کو ابن ابی وہب بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ بنو عبد شمس بن عبد مناف کے حلیف تھے۔ غزوۂ بدر اور احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 59 عقبہ بن وھبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 70 عقبہ بن وھبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

مدینہ میں یہود کا ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تبلیغ کی جس کا انہوں نے کھلے طور پر انکار کیا۔ اس پر جن صحابہ نے انہیں اس کھلے انکار پر ملامت کی ان میں حضرت عقبہ بن وہب بھی شامل تھے۔ چنانچہ یہ واقعہ اس طرح ملتا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نعمان بن اَضا، بحری بن عمرو اور شائس بن عدی آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بات چیت کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا، اسلام کی دعوت دی۔ اور اس کے عذاب سے انہیں ڈرایا جس پر انہوں نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں آپ کس بات سے ڈراتے ہیں؟ ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔ جس طرح نصاریٰ نے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۔ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۔ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ (المائدہ: 19) اور یہود اور نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کی اولاد ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔ تو کہہ دے پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے عذاب کیوں دیتا ہے۔ نہیں بلکہ تم ان میں سے ہو جن کو اس نے پیدا کیا محض بشر ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور آخر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

ابن اسحاق کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود کے گروہ کو قبول اسلام کی دعوت دی اور انہیں اس کی طرف ترغیب دلائی اور غیر اللہ کے معاملہ میں اللہ کی سزا کے متعلق انہیں ڈرایا تو انہوں نے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلکہ آپ کی لائی ہوئی تعلیم کا انکار کیا۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل، حضرت سعد بن عبادۃ اور حضرت عقبہ بن وہب نے انہیں کہا اے گروہِ یہود اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہیں۔ تم خود ہمارے سامنے ان کی بعثت سے پہلے اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے ان کی صفات بیان کیا کرتے تھے اس پر رافع بن حُرَیملہ اور وہب بن یہوزا نے کہا کہ ہم نے تو تمہیں یہ نہیں کہا۔ اور نہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی کتاب نازل کی ہے نہ کرنی ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بعد کوئی بشارت دینے والا اور نہ ہی کوئی ڈرانے والا بھیجا ہے نہ بھیجنا ہے۔

(سیرت ابن ھشام صفحہ 265-266 باب ما نزل فی المنافقین ویھود مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

گویا کہ وہ لوگ صاف مکر گئے حالانکہ توریت میں یہ پیشگوئیاں موجود ہیں۔ یہی حال آجکل کے بعض مسلمان علماء کا ہے جو مسیح موعود کو ماننے سے انکاری ہیں۔ پہلے آنے کا شور مچاتے تھے اب کہتے ہیں کسی نے نہیں آنا۔ **پھر ایک**

صحابی حضرت حبیب بن اسود ہیں۔ حضرت حبیب بن اسود بن سعد انصار کے قبیلہ بنو حرام کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ جنگ بدر اور احد میں شامل ہوئے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ آپ کا ذکر خبیب کے نام سے بھی ملتا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 429 حبیب بن الاسودؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 2 صفحہ 18 حبیب بن سعدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 671 حبیب بن الاسودؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر حضرت عُصَیمہ انصاری ایک صحابی تھے۔ حضرت عُصَیمہ کا تعلق قبیلہ بنو اشجع سے تھا۔ بنو غنم بن مالک بن نجار کے حلیف تھے۔ غزوہ بدر اور احد اور خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ آپ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے دور میں وفات پائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 377 عصیمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت رافع بن حارث ایک صحابی تھے۔ ان کا نام رافع بن حارث بن سواد ہے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو نجار سے تھا۔ غزوہ بدر اور احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت رافع بن حارث کا ایک بیٹا تھا جس کا نام حارث تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 373 رافع بن الحارثؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر حضرت رُخَیلہ بن ثعلبہ انصاری ایک بدری صحابی تھے۔ ان کا نام بھی مختلف طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں رُخَیلہ بعض رُجَیلہ اور رُحیلہ وغیرہ۔ آپ کے والد کا نام ثعلبہ بن خالد تھا۔ غزوہ بدر اور احد میں یہ شریک ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج کی ایک شاخ بنو بیاضہ سے تھا اور آپ جنگ صفین میں حضرت علی کے ہمراہ تھے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 273 رخیلۃ بن ثعلبۃؓ جلد 1 صفحہ 509 جبلۃ بن ثعلبۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 450 رخیلۃ بن ثعلبۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر حضرت جابر بن عبداللہ بن رئاب ایک صحابی تھے۔ حضرت جابر کو ان چھ آدمیوں میں بیان کیا جاتا ہے جو انصار میں سب سے پہلے مکہ میں اسلام لائے۔ حضرت جابر بدر اور احد اور خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، ساتھ شامل ہوئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں بھی بیان کی ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 431 جابر بن عبد اللہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

بیعت عقبہ اولیٰ میں انصار میں سب سے پہلے جو اسلام لائے وہ یہی ہیں۔ انصار کے چند لوگوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقبہ اولیٰ کی رات جب ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے ہو اس کے بعد انہوں نے پوری تفصیل اپنی بیان کی اور یہ قبیلہ بنو نجار کے چھ آدمی تھے۔ اسعد بن زُرارہ اور عوف بن حارث بن رفاعہ بن عفراء اور رافع بن مالک بن عجلان اور قطبہ بن عامر بن حدیدۃ اور عقبہ بن عامر بن نابی بن زید اور جابر بن عبداللہ بن رئاب۔ یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو انہوں نے مدینہ والوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور پھر وہاں تبلیغ کی۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 492 جابر بن عبد اللہ بن رئابؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت ثابت بن اقرم بن ثعلبہ ایک بدری صحابی تھے۔ ان کا نام حضرت ثابت بن اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان تھا۔ انصاری قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔ آپ بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے۔

(الاستیعاب جلد 1 صفحہ 199 ثابت بن اقرمؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت1992ء)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو عاصم بن عدی کو مسجد دی کہ وہ اس میں اپنا گھر بنائیں مگر عاصم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اس مسجد کو گھر نہیں بناؤں گا جس میں اللہ تعالیٰ نے جو اتارنا تھا اس کو اتارا ہے۔ البتہ آپ اس کو ثابت بن اقرم کو دے دیں کیونکہ اس کے پاس کوئی گھر نہیں ہے تو آپؐ نے حضرت ثابت بن اقرم کو یہ جگہ عطا فرمادی۔ ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5صفحہ 677 باب ذکر امر مسجد الضرار ... الخ مطبوعہ القاھرہ1992ء)

غالباً یہ جگہ جو دی تھی وہ مسجد کا حصہ ہو گی یا اس کے قریب ترین جگہ ہو گی اور کسی وقت میں وہاں نمازیں بھی پڑھی جاتی ہوں گی بہرحال ترجمہ کرنے والوں نے جو ترجمہ کیا ہے میرے خیال میں ٹھیک نہیں ہے۔ بعض باتوں کی وضاحت ہوتی ہے اس لئے ریسرچ سیل والے جو یہ نوٹس بھجواتے ہیں اس کو ذرا تحقیق کر کے صحیح طرح بھجا کریں۔ صرف سکول کے بچوں کی طرح ترجمے نہ کر دیا کریں۔

پھر جنگ موتہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے بعد اسلامی جھنڈا حضرت ثابت بن اقرم نے اٹھایا اور کہا کہ اے مسلمانوں کے گروہ! اپنے میں سے کسی ایک شخص کو اپنا سردار مقرر کرو۔ لوگوں نے کہا ہم آپ کو مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اس پر لوگوں نے حضرت خالدؓ بن ولید کو اپنا سردار مقرر کر لیا۔ ابن ہشام کی سیرۃ النبیؐ میں اس کا ذکر ہے۔

(سیرت ابن ھشام صفحہ 533 باب ذکر غزوہ موتہ ... الخ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت2009ء)

تاریخ میں آتا ہے کہ جنگ موتہ کے موقع پر جب مسلمانوں نے دشمن کا لشکر دیکھا تو اس کی تعداد اور ساز و سامان کو دیکھ کر انہوں نے گمان کیا کہ اس لشکر کا کوئی مقابلہ نہیں۔ تو حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے جنگ موتہ میں شرکت کی۔ جب دشمن ہمارے قریب آیا تو ہم نے دیکھا کہ تعداد، اسلحہ، گھوڑوں اور سونے اور ریشم وغیرہ میں اس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس پر حضرت ثابت بن اقرم نے مجھ سے کہا کہ اے ابوہریرہ! تیری حالت ایسی لگتی ہے جیسے تو نے کوئی بہت بڑا لشکر دیکھ لیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت ثابت نے کہا کہ تم ہمارے ساتھ بدر میں شامل نہیں ہوئے۔ ہمیں وہاں بھی کثرت تعداد کے ذریعہ فتح نہیں ملی تھی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 148 باب فی سریۃ موتہ دار الکتب العلمیہ بیروت1993ء)

بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملی تھی اور یہاں بھی یہی ہو گا۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں حضرت خالد بن ولید کے ساتھ آپ مرتدین کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید لوگوں کے مقابلہ پر روانہ ہوتے وقت اگر اذان سنتے تو حملہ نہ کرتے اور اگر اذان نہ سنتے تو

حملہ کر دیتے۔ جب آپؓ اس قوم کی طرف پہنچے جو بُزاخہ مقام میں تھی تو آپ نے حضرت عکاشہ بن محصن اور حضرت ثابت بن اقرم کو مخبر بنا کر بھیجا کہ دشمن کی خبر لائیں اور وہ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ حضرت عکاشہ کے گھوڑے کا نام الزرام تھا اور حضرت ثابت کے گھوڑے کا نام المحبر تھا۔ بہر حال ان دونوں کا سامنا طلیحہ اور اس کے بھائی سلمہ سے ہوا۔ یہ انہی کی طرح مخبری کرنے کے لئے آگے آئے ہوئے تھے، اپنے لشکر سے آگے آئے ہوئے تھے۔ طلیحہ کا سامنا حضرت عکاشہ سے ہوا اور سلمہ کا حضرت ثابت سے۔ اور یہ جو بھائی تھے ان دونوں نے ان دونوں صحابہ کو شہید کر دیا۔ ابو واقد لَیثی سے ایک روایت ہے کہ ہم دو سو سوار لشکر کے آگے آگے چلنے والے تھے اور زید بن خطاب ہمارے امیر تھے اور ثابت اور عکاشہ ہمارے آگے تھے۔ جب ہم لوگ ان کے پاس سے گزرے تو ہمیں یہ منظر شدید ناگوار گزرا۔ (ان کی شہادت کے بعد جب پیچھے سے یہ لشکر گزرا۔) حضرت خالدؓ اور باقی مسلمان ہمارے پیچھے تھے۔ ہم ان مقتولوں کے پاس کھڑے رہے، یہ جو شہید ہوئے تھے یہاں تک کہ حضرت خالدؓ آئے اور ان کے حکم سے ہم نے ثابت اور عکاشہ کو ان کے خون آلود کپڑوں میں وہیں دفن کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 355-356 ثابت بن اقرمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

روایت میں آتا ہے کہ جب طلیحہ مسلمان ہوئے تو حضرت امیر المومنین عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ میں تم سے محبت نہیں کروں گا تم دو مسلمان حضرت عکاشہ اور حضرت ثابت بن اقرم کے شہید ہونے کی وجہ ہو۔ یہ شہید کرنے والے جو تھے بعد میں مسلمان بھی ہو گئے تو ان کو حضرت عمرؓ نے یہ جواب دیا کہ تمہارے سے محبت نہیں مجھ کو ہو سکتی کیونکہ تم دو مسلمانوں کو شہید کرنے والے ہو۔ اس پر طلیحہ نے کہا کہ یا امیر المومنین! ان کو تو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں سے عزت عطا فرمائی ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی جلد 8 صفحہ 580-581 کتاب الاشربۃ باب قتال اھل الردۃ و ... الخ حدیث 17631 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ محمد بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت ثابت کو طلیحہ نے بارہ ہجری میں بُزاخہ کے مقام پر شہید کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 355-356 ثابت بن اقرمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

پھر حضرت سلمہ بن سلامہ بدری صحابی تھے۔ انصاری تھے اور قبیلہ اوس کے خاندان بنو اشہل سے ان کا تعلق تھا۔ جب مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر پہنچی تو آپ ان اولین لوگوں میں سے تھے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 391 سلمہ بن سلامہؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی2004ء)

آپ بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں میں شامل ہوئے اور نیز آپ کو بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو اپنے دور خلافت میں یمامہ کا حکمران مقرر فرمایا۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 523 سلمۃ بن سلامہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

عمر بن قتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن سلامہ اور حضرت ابو سبرۃ بن

ابی رُھَم کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی لیکن ابن اسحاق کے نزدیک سلمہ بن سلامہ اور حضرت زبیر بن العوام کے درمیان مؤاخات قائم ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 335 سلمة بن سلامةؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

آپ اپنے بچپن کا ایک واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب کہ میں چھوٹی عمر کا تھا اور اپنے خاندان کے چند آدمیوں میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک یہودی عالم وہاں آ گیا اور اس نے ہمارے سامنے قیامت اور حساب اور میزان اور جنت اور دوزخ کا ذکر شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ مشرک اور بت پرست جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ آپ کے خاندان کے لوگ چونکہ بت پرست تھے اس لئے وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے تھے کہ مرنے کے بعد لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ ان لوگوں نے اس یہودی عالم سے پوچھا کہ کیا واقعی لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے۔ آخرت کی زندگی کا ان کو کوئی تصور نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کی نشانی کیا ہے؟ اس پر اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس جگہ سے ایک نبی آئے گا۔ اس پر ان لوگوں نے پوچھا کہ وہ کب آئے گا؟ تو اس نے میری طرف اشارہ کیا۔ کہتے ہیں میں بچہ تھا، چھوٹا تھا میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر اس لڑکے نے عمر پائی تو یہ ضرور اس نبی کو دیکھے گا۔ حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو کچھ سال ہی گزرے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی ہمیں اطلاع ملی اور ہم سب ایمان لے آئے، یہ جو بت پرست تھے آگ پرست تھے سب ایمان لے آئے۔ کہتے ہیں اس وقت وہ یہودی عالم بھی زندہ تھا مگر حسد کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لایا اور ہم نے اس کو کہا کہ تم ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبریں سنایا کرتے تھے اب خود ہی ایمان نہیں لائے۔ اس پر اس نے کہا کہ یہ وہ نبی نہیں ہے جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ آخر وہ شخص اسی طرح کفر کی حالت میں مر گیا۔

حضرت عثمان کے زمانے میں جب فتنوں نے سر اٹھایا تو آپ نے عزلت نشینی اختیار کر لی اور اپنے آپ کو عبادت الٰہی کے لئے وقف کر دیا۔

(رحمت دارین کے سو شیدائی صفحہ 574 تا 576، طالب الہاشمی البدر پبلیکیشنز لاہور 2003ء)

یعنی کہ گوشہ نشین ہو گئے کیونکہ فتنے اس وقت کافی بڑھ رہے تھے اور صرف عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں 34 ہجری میں وفات ہوئی بعض کہتے ہیں 45 ہجری میں وفات ہوئی۔ ان کی عمر 74 سال تھی جب ان کی وفات ہوئی اور مدینہ میں ہی وفات ہوئی۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 3 صفحہ 125، سلمة بن سلامة بن وقش، دار الکتب العلمیة بیروت2005ء)

پھر حضرت جبر بن عتیک ایک بدری صحابی تھے۔ غزوہ بدر اور تمام غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ یہ شریک تھے۔ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک وہیں رہے۔ حضرت جبر بن عتیک کی کنیت عبد اللہ تھی۔ اولاد میں دو بیٹے عتیک اور عبد اللہ اور ایک بیٹی ام ثابت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبر بن عتیک اور خباب بن الارت کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ فتح مکہ کے موقع پر بنو معاویہ بن مالک کا جھنڈا آپ کے پاس تھا۔ حضرت جبر بن عتیک کی وفات 61 ہجری میں یزید بن معاویہ کی خلافت میں اکہتر سال کی عمر

میں ہوئی، دَور میں کہنا چاہئے خلافت نہیں تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 357، جبر بن عتیک، دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

ایک صحابی کا نام حضرت ثابت بن ثعلبہ تھا۔ ان کو ثابت بن جزع بھی کہا جاتا ہے۔ ستر انصار کے ساتھ عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے۔ غزوۂ بدر، احد اور خندق، حدیبیہ اور خیبر اور فتح مکہ اور غزوہ طائف میں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ غزوہ طائف میں شہید ہوئے۔ حضرت ثابت اپنے والد حضرت ثعلبہ کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 428-429، ثابت بن ثعلبة، دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

(اسد الغابة جلد 1 صفحہ 324،ثعلبة بن الحارث، دار الفکر النشر و التوزیع بیروت 2003ء)

پھر ایک صحابی حضرت سہیل بن وہب ہیں۔ ان کا نام حضرت سہیل بن وہب بن ربیعہ بن عمرو بن عامر قریشی تھا۔ ان کی والدہ کا نام دعد تھا مگر وہ بیضاء کے نام سے مشہور تھیں۔ اس لئے آپ بھی ابن بیضاء کے نام سے مشہور ہوئے۔ چنانچہ کتب میں آپ کا نام سہیل بن بیضاء بھی ملتا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ قریش کے خاندان بنو فِہر سے تھا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 3 صفحہ 162، سهل بن بیضاء القرشی، دار الکتب العلمیۃ بیروت2005ء)

(اسد الغابة جلد 2 صفحہ 344، ثعلبة بن الحارث، دار الفکر النشر و التوزیع بیروت2003ء)

ابتدائی زمانے میں یہ اسلام لائے۔ اسلام لانے کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہاں عرصہ تک مقیم رہے۔ جب اسلام کی اعلانیہ تبلیغ ہونے لگی تو مکہ واپس آ گئے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ گئے۔

(سیر الصحابہؓ جلد 2 صفحہ 577 سہیل بن بیضاء، دار الاشاعت کراچی)

حضرت سہیل کے ساتھ ان کے دوسرے بھائی حضرت صفوان بن بیضاء بھی غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 318، صفوان بن بیضاء، دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

جب آپ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اس وقت آپ کی عمر 34 سال تھی۔ غزوہ احد اور خندق اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ان کے تیسرے بھائی سہل مشرکین کی طرف سے غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ سہل مکہ میں اسلام لائے لیکن کسی سے اپنا مسلمان ہونا ظاہر نہیں کیا۔ قریش انہیں بدر میں ساتھ لے گئے اور پھر وہ گرفتار ہوئے تو حضرت ابن مسعود نے ان کے بارے میں گواہی دی کہ میں نے انہیں مکہ میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اس پر وہ آزاد کر دیئے گئے پھر مدینہ میں ان کی وفات ہوئی اور آپ کا اور حضرت سہیل کا جنازہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پڑھایا۔

حضرت سہیل بن بیضاء روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے سفر میں انہیں سواری پر پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا اے سہیل! اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یوں فرمایا تو ہر مرتبہ حضرت سہیل نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ۔ یہاں تک کہ لوگوں نے بھی جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے مراد ہے۔ اس پر جو لوگ آگے تھے وہ آپ کی طرف لپکے اور جو پیچھے تھے وہ بھی آپ کے قریب ہو گئے۔ یہ بھی لوگوں کو بلانے کا، متوجہ کرنے کا انداز

تھا۔ جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں تو ایسے شخص پر اللہ آگ کو حرام کر دے گا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 3 صفحه 162-163، سهل بن بیضاء القرشی، دار الکتب العلمیة بیروت 1995ء)(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 3 صفحه 176، سهیل بن السمط، دار الکتب العلمیة بیروت 1995ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحه 317، سهیل ابن بیضاء، دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

اب یہ تاریخ کی کتاب ہے اور یہ مسلمان پڑھتے ہیں کہ یہ مسلمان ہونے کی بھی ایک تعریف ہے لیکن ان کے عمل اس کے خلاف ہیں اور اس بات پر جو ان کے فتوے ہیں وہ بھی ان باتوں کے خلاف ہیں۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی شراب نہ ہوتی تھی سوائے تمہاری فضیخ یعنی کھجور کی شراب کے۔ یہی وہ شراب تھی جس کو تم فضیخ کہتے ہو۔ کہتے ہیں مَیں ایک دفعہ کھڑا ابو طلحہ اور فلاں فلاں کو شراب پلا رہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کیا تمہیں خبر پہنچی ہے؟ کہنے لگا کیا خبر؟ اس نے کہا کہ شراب حرام کی گئی ہے۔ وہ لوگ جن کو یہ شراب پلا رہے تھے حضرت انس کو کہنے لگے کہ انس یہ مٹکے انڈیل دو۔ کہتے تھے پھر انہوں نے اس شخص کی خبر دینے کے بعد اس شراب سے متعلق پوچھا اور نہ کبھی اس کو دوبارہ پیا۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر باب انما الخمر و المیسر... حدیث 4617)

ایک حکم آیا اور اس کے بعد ایسی اطاعت تھی کہ دوبارہ پھر اس شراب کا ذکر بھی نہیں ہوا۔ ایک دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابو طلحہ کے ساتھ حضرت ابو دجانہ اور حضرت سہیل بن بیضاء تھے جو اس وقت شراب پی رہے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الاشربة باب من رأی ان لا یخلط البسر... حدیث 5600)

غزوہ تبوک سے واپسی پر 9 ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور ان کی نماز جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں پڑھائی اور وفات کے وقت ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحه 317، سهیل ابن بیضاء، دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مسجد سے گزارا جائے یعنی کہ مسجد میں لایا جائے تاکہ وہ بھی ان کی نماز جنازہ پڑھ لیں۔ لوگوں نے حضرت عائشہ کی اس بات کو اوپرا جانا کہ یہ عجیب بات کر رہی ہیں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ لوگ کتنی جلدی بھول جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں ہی پڑھی تھی۔

(مترجم صحیح مسلم کتاب الجنائز باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد حدیث 1603 جلد 4 صفحہ 135 از نور فاؤنڈیشن)

ان کا خیال تھا کہ کھلی جگہ پر پڑھنی چاہئے تو اس کی اصلاح حضرت عائشہؓ نے فرمائی کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

حضرت طفیل بن حارث ایک صحابی تھے۔ حضرت طفیل اپنے بھائی حضرت عبیدہ اور حضرت حصین کے

ساتھ غزوہ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے۔

(اسد الغابة جلد 2 صفحه 466، طفيل بن الحارث، دار الفكر النشر و التوزيع بيروت2003ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طفیل بن حارث کی مؤاخات حضرت منذر بن محمد اور بعض روایات کے مطابق حضرت سفیان بن نسر سے قائم فرمائی۔ حضرت طفیل کی وفات ستر سال کی عمر میں 32 ہجری کو ہوئی۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد جلد 3 صفحه 38، الطفيل بن الحارث، دار الكتب العلمية بيروت1990ء)

پھر ایک صحابی حضرت ابو سلیط اُسَیرہ بن عمروؓ ہیں۔ اُسَیرۃ بن عمرو ان کا نام تھا اور کنیت ابو سلیط تھی اور ابو سلیط کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے والد عمرو بھی ابو خارجہ کنیت سے معروف ہیں۔ بدر اور دیگر غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔

(اصحاب بدر از قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ 131، مکتبہ اسلامیہ 2015ء)

آپ خزرج کی شاخ عدی بن نجار سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد ابو خارجہ عمرو بن قیس بھی صحابی تھے۔

(صحابہ کرام کا انسائیکلوپیڈیا از ڈاکٹر ذوالفقار کاظم صفحہ 508، ابو سلیط اسیرۃ بن عمرو، بیت العلوم لاہور)

جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ آپ کے بیٹے عبد اللہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا اور اس وقت دیگیں چڑھی ہوئی تھیں جن میں گدھے کا گوشت پک رہا تھا تو ہم لوگوں نے ان دیگوں کو الٹ دیا۔

(اسد الغابة جلد 5صفحه 156، ابو سليط الانصاري، دار الفكر النشر و التوزيع بيروت2003ء)

حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاری ایک صحابی تھے۔ ان کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا۔ غزوۂ بدر اور احد میں یہ شریک ہوئے۔ (اصحاب بدر از قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ 136، مکتبہ اسلامیہ 2015ء)

جیسا کہ بتایا قبیلہ اوس کی شاخ بنو عمرو بن عوف سے تعلق تھا۔ غزوہ بدر اور بعض دوسرے غزوات میں بھی ان کی شرکت کی روایات ملتی ہیں۔

(صحابہ کرام کا انسائیکلوپیڈیا از ڈاکٹر ذوالفقار کاظم صفحہ 450، ثعلبہ بن حاطب انصاری، بیت العلوم لاہور)

حضرت اُمامہ باھلی بیان کرتے ہیں کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر یہ عرض کی کہ اے اللہ کے رسول اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے مال عطا کرے۔ آپؐ نے اس پر فرمایا کہ افسوس کی بات ہے کہ بہت تھوڑے ہیں جو شکر کرتے ہیں اور مال کو سنبھالنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ دعا نہیں کی کچھ دیر کے بعد پھر وہ آئے اور عرض کی کہ دعا کریں مجھے مال عطا ہو جائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تیرے لئے میرا اسوۂ حسنہ کافی نہیں ہے جو مال کی خواہش کر رہے ہو؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر میں پہاڑ کو کہوں کہ وہ میرے لئے سونے اور چاندی کا بن جائے تو ایسا ہی ہو جائے لیکن آپؐ نے کہا میں ایسا نہیں کرتا۔ مال سے زیادہ رغبت نہیں رکھنی چاہئے۔ پھر تیسری دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پھر اسی طرح عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے دعا کریں کہ مجھے مال عطا ہو۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ ثعلبہ کو مال عطا کر دے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ان

کی چند بکریاں تھیں اور اس کے بعد اس میں اتنی برکت پڑی اور اس طرح وہ بڑھیں جس طرح کیڑے مکوڑے بڑھتے ہیں۔ اور پھر یہ ہوا کہ ان کو سنبھالنے کے لئے انہوں نے ظہر عصر کی نمازوں پر بھی مسجد میں آنا چھوڑ دیا اور وہیں پھر پڑھنے لگے۔ اَور زیادہ بڑھ گئیں تو جمعہ پہ بھی نہیں آتے تھے۔ جمعہ پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا احوال پوچھا کرتے تھے تو ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثعلبہ کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ اس کے پاس بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ ہے کہ پوری وادی بھری ہوئی ہے اس لئے ان کو سنبھالنے میں وقت لگ جاتا ہے، وہ نہیں آتے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بڑے افسوس کا اظہار کیا۔ تین دفعہ افسوس کا اظہار کیا۔ پھر جب زکوٰۃ کی آیات نازل ہوئیں تو آپ نے زکوٰۃ لینے کے لئے دو آدمیوں کو بھیجا۔ یہ لوگ جب ثعلبہ کے پاس گئے تو انہوں نے کچھ بہانہ بنایا اور زکوٰۃ نہیں دی۔ انہوں نے کہا اچھا میں سوچتا ہوں۔

تم لوگ باقی جگہوں پہ زکوٰۃ لینے جا رہے ہو، وہاں سے ہو کے واپس آؤ۔ یہ لوگ اور جگہوں پر گئے اور دوسری جگہ جہاں گئے تھے ایک شخص نے اپنے بہترین اونٹوں میں سے زکوٰۃ دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے بہترین تو نہیں مانگا تھا انہوں نے کہا نہیں ہم اپنی خوشی سے دے رہے ہیں۔ بہرحال یہ ایک لمبا قصہ ہے اور انہوں نے زکوٰۃ نہیں دی اور زکوٰۃ اکٹھی کرنے والے جو لینے کے لئے گئے تھے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر جب یہ رپورٹ دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت یہ آیات اتریں کہ وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ اور پھر یہ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ (التوبہ: 75-77) تک سورۃ توبہ کی پچھتر سے ستتر تک آیات ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت ثعلبہ کا ایک عزیز بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بات سن کر وہ ثعلبہ کے پاس گیا اور کہا اے ثعلبہ تجھ پر افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں فلاں فلاں آیت نازل کی ہے۔ ثعلبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر عرض کرنے لگا کہ مجھ سے زکوٰۃ قبول کی جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اب تجھ سے وصول کرنے کا اللہ تعالیٰ نے مجھے منع کر دیا ہے۔ چنانچہ واپس ناکام و نامراد گیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں وہ زکوٰۃ لے کے آئے حضرت ابو بکرؓ نے بھی قبول نہیں کی۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں آئے انہوں نے بھی قبول نہیں کی کہ جس بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں کیا میں کس طرح قبول کر سکتا ہوں۔ پھر حضرت عثمانؓ جب خلیفہ بنے تو ان کے پاس آکر کہنے لگے میری زکوٰۃ قبول کریں تو یہ قبول نہیں کی گئی اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہی ان کی وفات ہو گئی۔

(اسد الغابة جلد 1 صفحه 325-326، ثعلبة بن حاطب، دار الفكر النشر و التوزيع بيروت 2003ء)

اب یہ واقعہ جو ہے یہ ساتھ ایک طرف بدری صحابہ کے بارے میں ہے کہ وہ جنت میں جانے والے ہیں۔ دوسری طرف زکوٰۃ قبول نہ کرنے کے بارے میں یہ ایک لمبی روایت چل رہی ہے۔ میرے دل میں بھی خیال پیدا ہوا تھا اس کو سن کے، پڑھ کے، آپ لوگوں کے دلوں میں بھی ہوا ہو گا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ لگتا ہے کہ یہ روایت غلط ہے، کسی اور کے بارے میں ہو گی۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بھی اس کو اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر یہ صحیح ثابت ہو جائے کہ کسی صحابی سے زکوٰۃ لینے کا اور نہ لینے کا یہ واقعہ اس طرح ہی ہوا تھا، تو پھر اس قصہ والی شخصیت کے بارے میں میرے خیال میں اسے حضرت ثعلبہ کی

طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہو گا کیونکہ آپ بدری صحابی تھے اور بدری صحابہ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے کھلا بخشش کا اعلان فرمایا ہوا ہے اور ان میں منافقت اور کسی قسم کی کمزوری نہیں ہو سکتی تھی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی یہ لکھتے ہیں کہ ابن قلبی کے قول سے اس بات میں فرق یقینی ہو جاتا ہے کہ بدری صحابی احد میں شہید ہو گئے جس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن مردویہ نے عطیہ کی سند سے بحوالہ ابن عباس مذکورہ آیت کے متعلق اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے جو فرماتے ہیں کہ ایک شخص تھا جسے ثعلبہ بن ابی حاطب کہا جاتا تھا وہ انصار میں سے تھا ان کی ایک مجلس میں آ کر کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے نوازے پھر، یہ سارا طویل قصہ جو بیان ہے بیان کیا۔ یہ ثعلبہ بن ابی حاطب ہے اور بدری صحابی کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ وہ ثعلبہ بن حاطب ہیں اور یہ روایت پایہ ثبوت تک پہنچی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو لوگ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی مسلمان بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ نیز وہ ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے فرمایا جو چاہے کرو، مَیں نے تمہاری مغفرت کر دی۔ تو یہ لکھتے ہیں کہ جس کا یہ مرتبہ ہو اسے اللہ تعالیٰ دل میں نفاق کا بدلہ کیسے دے گا؟ دل میں اگر نفاق ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ جنت میں جانے کا بدلہ ملے۔ پھر لکھتے ہیں کہ اور جو کچھ نازل ہوا اس کے متعلق کیسے نازل ہو سکتا ہے جس کے دل میں نفاق ہو! لہٰذا یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اس شخصیت کے علاوہ ہیں۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 1 صفحہ 516-517، ثعلبة بن حاطب، دار الکتب العلمیة بیروت 2005ء)

یعنی حضرت ثعلبہ جو تھے وہ نہیں تھے یہ اَور تھے۔ یہ پہلے شہید ہو گئے تھے۔ اور جس کا ذکر ہے وہ ثعلبہ بن ابی حاطب ہے۔ اب نام ملتے جلتے ہیں اس لئے یہ غلط فہمی ہوئی۔ اس لئے ثعلبہ بن حاطب اور ثعلبہ بن ابی حاطب دو مختلف شخصیتیں ہیں۔

پس یہ غلط فہمی کسی بدری صحابی کے بارے میں کبھی نہیں ہو سکتی کہ انہوں نے کوئی ایسی حرکت کی ہو گی۔

اللہ جزا دے علامہ ابن حجر عسقلانی کو کہ انہوں نے بھی اس مسئلہ کو بڑا کھول کے بیان کر دیا اور اس بدری صحابی پہ جو الزام لگ رہا تھا ان کی اس تاریخی روایت سے ہی ان کی بریت ثابت ہو گئی۔

پھر ایک صحابی حضرت سعد بن عثمان بن خلدۃ انصاری ہیں۔ بعض کے نزدیک ان کا نام سعید بن عثمان ہے۔ غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔ ان اشخاص میں سے ہیں جن کے پاؤں جنگ احد میں اکھڑ گئے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کی معافی کو قرآن کریم میں نازل فرمایا۔ آپ حضرت عقبہ کے بھائی تھے۔

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حَرَّہ کے مقام پر بئر اِھاب پر تشریف لائے جو ان دنوں آپ کی یعنی کہ ان صحابی کی ملکیت تھا جہاں آپ اپنے بیٹے عبادہ کو چھوڑ گئے تھے تا کہ وہ لوگوں کو پانی پلائیں۔ حضرت عبادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچان پائے۔ جو چھوٹے بیٹے تھے۔

بعد میں جب حضرت سعد آئے تو عبادہ نے آنے والی شخصیت کا حلیہ بیان کیا تو حضرت سعد نے کہا کہ یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کو تم نے پہچانا نہیں۔ جاؤ جا کے ملو ان سے، فوری دوڑ کے جاؤ پیچھے۔

چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر

دعا دی۔ حضرت سعد بن عثمان کی 80 سال کی عمر تھی جب ان کی وفات ہوئی۔

(اصحاب بدر از قاضی محمد سلیمان منصورپوری صفحہ 148،سعد بن عثمان، مکتبہ اسلامیہ2015ء)

(اسد الغابۃ جلد 2صفحہ 263،سعید بن عثمان، دار الفکر النشر و التوزیع بیروت2003ء)

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 3 صفحہ 58، سعد بن عثمان بن خلدۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت2005ء)

پھر ایک صحابی حضرت عامر بن امیہ ہیں۔ حضرت ھشام بن عامر کے والد تھے۔ بدر میں شامل تھے اور احد میں شہید ہوئے۔ قبیلہ بنو عدی بن نجار میں سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 389 عامر بن امیۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

حضرت ھشام بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے احد کے شہداء کو دفنانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وسیع قبر کھودو اور دو یا تین کو ایک قبر میں اتار دو۔

فرمایا کہ جس کو قرآن زیادہ آتا ہو اس کو پہلے اتارو۔ حضرت ھشام بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد عامر بن امیہ کو دو آدمیوں سے پہلے قبر میں اتارا گیا۔

(سنن الترمذی ابواب فضائل الجھاد ، ما جاء فی دفن الشھداء حدیث1713)

حضرت عامر کے بیٹے ھشام بن عامر ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا کہ عامر کیا خوب شخص تھا۔ لیکن آپ کی پھر نسل نہیں چلی۔

(اسد الغابۃ جلد 3 صفحہ 12، عامر بن امیۃ، دار الفکر النشر و التوزیع بیروت2003ء)

حضرت عمرو بن ابی سرح ایک صحابی تھے اور واقدی نے ان کا نام معمر بن ابی سرح بیان کیا ہے۔ قبیلہ بنو حارث بن فہر میں سے تھے۔ ابو سعید ان کی کنیت تھی۔ تیس ہجری کو مدینہ منورہ میں حضرت عثمانؓ کے دور میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے بھائی حضرت وہب بن ابی سرح مہاجرین حبشہ میں سے تھے۔ دونوں بھائی غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ غزوۂ احد اور غزوۂ خندق اور دیگر مشاہد میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔ ان کی نسل کوئی نہیں چلی۔

(اسد الغابۃ جلد 3صفحہ 724-725، عمرو بن ابی سرح، دار الفکر النشر و التوزیع بیروت 2003ء)

مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو حضرت کلثوم بن ہدم کے مکان پر آ کر قیام کیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 318، معمر بن ابی سرح، دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

پھر حضرت عصمہ بن حصین ایک صحابی تھے جو قبیلہ بنو عوف بن خزرج سے تھے۔ ان کے بھائی ھُبَیل بن وبرۃ اپنے دادا وبرۃ کی طرف منسوب ہیں۔ یہ اور ان کے بھائی بدر میں شامل ہوئے تھے۔ بعض نے آپ کے بدر میں شامل ہونے سے اختلاف کیا ہے۔

(اصحاب بدر از قاضی محمد سلیمان منصورپوری صفحہ 177، عصمہ بن الحصین،مکتبہ اسلامیہ 2015ء)

لیکن بہرحال بعض نے لکھا ہے کہ شامل ہوئے۔ **حضرت خلیفہ بن عدیؓ۔** ان کے نام کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ ان کا نام بعض نے خَلیفہ بن عدی لکھا اور بعض نے خُلَیفہ بن عدیؓ۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد دونوں میں

شریک تھے۔ عُلَیفہ بن عدی بن عمرو بن مالک بن عمرو بن مالک بن علی بن بیاضہ اصحاب بدر میں سے تھے۔

(اسد الغابة جلد 1 صفحه 710-711 ،خليفة بن عدى، دار الفكر النشر و التوزيع بيروت2003ء)

(اصحاب بدر از قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ 179 ،علیفۃ بن عدی، مکتبہ اسلامیہ 2015ء)

غزوۂ بدر سے پہلے مشرف بااسلام ہوئے اور سب سے پہلے غزوۂ بدر میں شریک ہو کر بدری صحابی ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد کے بعد ان کا نام پردۂ اخفاء میں چلا جاتا ہے، ظاہر نہیں ہوتا، مزید کوئی معلومات نہیں ان کے بارے میں، اور حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں منظر عام پر آتا ہے۔ بڑا لمبا عرصہ ان کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں، پھر علیؓ کے عہد خلافت میں پیش آنے والی تمام لڑائیوں میں یہ حضرت علیؓ کے ساتھ شریک ہوئے۔ اور وفات کے سال کے بارے میں بھی سیرت کی کتابوں میں کچھ نہیں ملتا۔

(حبیب کبریاؐ کے تین سو اصحاب از طالب الہاشمی صفحہ 221، خلیفۃ بن عدی، القمر انٹرپرائزز لاہور 1999ء)

حضرت معاذ بن ماعص کی واقعہ بئر معونہ میں شہادت ہوئی۔ ان کے والد کا نام ناعص بھی بیان ہوتا ہے۔ ان کا تعلق خزرج قبیلہ زرقی سے تھا۔ بعض روایت کے مطابق آپ غزوۂ بدر اور احد میں شریک تھے اور بئر معونہ کے موقعہ پر شہید ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ غزوۂ بدر میں زخمی ہو گئے تھے اور کچھ عرصہ بعد اسی زخم کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔

(اسد الغابة جلد 5 صفحه 196 ، معاذ بن ماعص، دار الكتب العلمية بيروت2003ء)

آپ کے ساتھ آپ کے بھائی عائذ بن ماعص بھی غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے۔

(اسد الغابة جلد 3 صفحه 147 عائذ بن ماعص، دار الكتب العلمية بيروت2003ء)

صلح حدیبیہ کے بعد جب عُیَینہ بن حصن نے غطفان قبیلہ کے ساتھ جنگل میں چرنے والی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں پر حملہ کیا اور حفاظت پر مامور ایک شخص کو قتل کر کے اونٹنیوں کو ہانک کر لے گیا اور شہید ہونے والے شخص کی بیوی کو بھی اٹھا کر لے گیا تب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے آٹھ سواروں کو دشمن کے تعاقب میں بھیجا۔ ان آٹھ سواروں میں حضرت معاذ بن ماعص بھی شامل تھے۔

اس موقع پر ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان آٹھ سواروں میں حضرت ابو عیاش بھی شامل تھے۔ بھیجنے سے پہلے آپ نے حضرت ابو عیاش سے فرمایا کہ تم اپنا گھوڑا کسی اَور کو دے دو جو تم سے اچھا شہسوار ہے۔ ابو عیاش نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں ان سب سے بہتر شہسوار ہوں۔ کہتے ہیں یہ کہہ کر ابھی میں پچاس گز ہی چلا تھا کہ گھوڑے نے گرا دیا۔ ابو عیاش کہتے ہیں کہ اس پر میں بہت زیادہ فکر مند ہوا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اگر تم اپنا گھوڑا کسی اور کو دے دو تو بہتر ہے جبکہ میں کہہ رہا تھا کہ میں ان سب سے بہتر ہوں۔ پھر بنو زریق کے لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیاش کے گھوڑے پر معاذ بن ماعص یا عائذ بن ماعص کو سوار کر دیا۔

(تاريخ الطبرى جلد 3 صفحه 113 ، 115 ،غزوة ذى قرد، دار الفكر بيروت2002ء)

(سيرت ابن هشام صفحه 486 باب غزوه ذى قرد مطبوعه دار ابن حزم بيروت 2009ء)

حضرت سعد بن زید الاشھلی ایک صحابی تھے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو عبد الاشھل سے تھا۔ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ بعض کا خیال ہے کہ بیعت عقبہ میں بھی شریک ہوئے۔ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ہاتھ بنو قریظہ کے قیدی بھیجے تھے۔ آپ نے ان کے بدلے میں نجد میں گھوڑے اور ہتھیار خریدے تھے۔

(اسد الغابة جلد 2 صفحه 217-218 ، سعد بن زيد بن مالك، دار الفكر النشر و التوزيع بيروت2003ء)

روایت ہے کہ حضرت سعد بن زید نے ایک نجرانی تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں دی تھی۔ آپؐ نے وہ تلوار حضرت محمد بن مسلمہ کو عنایت کر دی اور فرمایا تھا کہ اس سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور جب لوگ آپس میں اختلاف کرنے لگیں تو اس کو پتھر پر دے مارنا اور گھر میں گھس جانا

(اسد الغابة جلد 2 صفحه 216 ،سعد بن زيد الاشهلي، دار الفكر النشر و التوزيع بيروت2003ء)

یعنی کسی بھی قسم کے فتنہ اور فساد میں شامل نہیں ہونا۔

اللہ کرے کہ ان باتوں پر عمل کرنے والے آجکل وہ مسلمان بھی ہوں جو ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے ہیں اور دنیا میں امن قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند کرتا چلا جائے اور ہمیں بھی نیکیاں کرنے اور قربانیاں کرنے اور اخلاص ووفا کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14 دسمبر 2018ء تا 20 دسمبر 2018ء جلد 25 شمارہ 50 صفحہ 05 تا 10)

48

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 30/ نومبر 2018ء بمطابق 30/ نبوت 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن صحابہ کا ذکر کروں گا ان میں سے پہلے **حضرت ثابت بن خالد انصاری** ہیں۔ یہ قبیلہ بنو مالک بن نجار میں سے تھے۔ غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے اور جنگ یمامہ میں بھی شامل ہوئے اور اسی جنگ میں یہ شہید ہوئے۔ بعض کے نزدیک بئر معونہ کے واقعہ میں موقع پر شہید ہوئے۔

(استیعاب جلد 1 صفحہ 198 مطبوعہ دار الجیل بیروت1992ء)

پھر حضرت عبداللہ بن عرفطہ ہیں۔ آپ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے ہمراہ ہجرت حبشہ میں شامل ہوئے تھے اور ایک روایت جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نجاشی کی طرف بھیجا تھا اور ہم لوگ اسّی کے قریب تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 201 حدیث 4400 مسند عبد اللہ بن مسعودؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت عبداللہ بن عرفطہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

(استیعاب جلد 3 صفحہ949 عبد اللہ بن عرفطہؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت1992ء)

پھر حضرت عتبہ بن عبداللہ ہیں۔ ان کی والدہ کا نام بُسرہ بنت زید تھا۔ بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر اور احد میں یہ شریک ہوئے تھے۔

(استیعاب جلد 3 صفحہ1026 عتبہ بن عبد اللہؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت1992ء)،(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 430 عتبہ بن عبد اللہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

پھر حضرت قیس بن ابی صعصعہ ہیں۔ یہ انصاری تھے۔ حضرت قیسؓ کے والد کا نام عمرو بن زید تھا لیکن وہ اپنی کنیت ابو صعصعہ سے مشہور تھے۔ حضرت قیسؓ کی والدہ کا نام شَیبہ بنت عاصم تھا اور حضرت قیس ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے اور غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہونے کا بھی ان کو شرف حاصل ہوا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 392 قیس بن ابی صعصعہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

غزوۂ بدر کے لئے روانہ ہوتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے باہر بیوت السُّقیا کے پاس قیام کیا اور کم عمر بچے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کے شوق میں ساتھ چلے آئے

تھے وہاں سے واپس کئے گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ چاہ سُقیا سے پانی لائیں۔ آپؐ نے اس کا پانی پیا پھر آپؐ نے سُقیا کے گھروں کے پاس نماز ادا کی۔ سُقیا سے روانگی کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس بن ابی صعصعہ کو مسلمانوں کی گنتی کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر ان کو پانی پر نگران بھی مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بئر ابی عِنَبَہ جو مسجد نبوی سے تقریباً ڈھائی کلو میٹر کے فاصلے پر تھی اس کے پاس قیام کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گنتی کرو کتنے ہیں تو حضرت قیسؓ نے گنتی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کی تعداد 313 ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ طالوت کے ساتھیوں کی بھی اتنی ہی تعداد تھی۔ سُقیا کے متعلق یہ نوٹ لکھا ہے کہ مسجد نبوی سے اس کا فاصلہ دو کلو میٹر کے قریب تھا اور اس کا پرانا نام حُسَیکہ تھا۔ حضرت خلادؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حُسَیکہ کا نام بدل کر سُقیا رکھ دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں سُقیا کو خرید لوں لیکن مجھ سے پہلے ہی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اسے دو اونٹوں کے عوض خرید لیا اور بعض کے مطابق سات اوقیہ یعنی دو سو اسّی درہم کے عوض خریدا گیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بات کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کا سودا بہت ہی نفع مند ہے۔

(السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ از محمد بن محمد بن سویلم جلد 2 صفحہ 124 ۔ از مکتبۃ الشاملۃ)،(سبل الھدی والرشاد جلد 4 صفحہ 23، 25 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1993ء)،(یوم الفرقان اسرار غزوۂ بدر از الدکتور مصطفی حسن البدوی صفحہ 124 مطبوعہ دار المنہاج بیروت 2015ء)،(امتاع الاسماع جلد 8 صفحہ 341 دار الکتب العلمیہ بیروت1999ء)،(کتاب المغازی للواقدی جلد اول صفحہ 37-38 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2013ء)

اسی طرح غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساقہ کی کمان آپ کے سپرد فرمائی تھی۔ ساقہ لشکر کا وہ دستہ ہوتا ہے جو پیچھے حفاظت کی غرض سے چلتا ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں کتنی دیر میں قرآن کریم کا دَور کیا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پندرہ راتوں میں۔ حضرت قیسؓ نے عرض کیا کہ میں اپنے آپ میں اس سے زیادہ کی توفیق پاتا ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک کر لیا کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے آپ میں اس سے بھی زیادہ کی توفیق پاتا ہوں۔ پھر انہوں نے ایک لمبے عرصہ تک اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت کی یہاں تک کہ جب آپ بوڑھے ہو گئے اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھنے لگے تو آپ نے پندرہ راتوں میں دور مکمل کرنا شروع کر دیا۔ تب یہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کو قبول کر لیا ہوتا۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 408 قیس بن ابی صعصعۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)
(تاج العروس زیر مادہ سوق)

حضرت قیسؓ کے دو بچے اَلْفاکہ اور ام حارث تھے۔ ان دونوں کی والدہ امامہ بنت معاذ تھیں۔ حضرت قیسؓ کی نسل آگے نہ چل سکی۔ حضرت قیسؓ کے تین بھائی تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت

سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا لیکن وہ بدر میں شامل نہ تھے۔ ان میں سے حضرت حارثؓ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور حضرت ابوکلابؓ اور حضرت جابرؓ بن ابی صعصعہ نے غزوۂ موتہ میں جام شہادت نوش کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 392 قیس بن ابی صعصعہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

پھر حضرت عبیدہ بن حارث ایک صحابی تھے۔ حضرت عبیدہ بن الحارث جو بنو مطلب میں سے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 123-124)

ان کا تعلق قبیلہ بنو مطلب سے تھا۔ ان کی کنیت ابو حارث جبکہ بعض کے نزدیک ابو معاویہ تھی۔ والدہ کا نام سُخَیلہ بنت خُزاعی تھا۔ حضرت عبیدہؓ عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال بڑے تھے۔ یہ ابتدائی ایمان لانے والوں میں شامل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے آپؐ ایمان لے آئے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابو سلمہ بن عبد اللہ اسدی، حضرت عبد اللہ بن ارقم مخزومی اور حضرت عثمان بن مظعون ایک ہی وقت میں ایمان لائے تھے۔ حضرت عبیدہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خاص قدر و منزلت رکھتے تھے۔ حضرت عبیدہ بن حارث نے ابتدا میں اسلام قبول کیا اور آپ بنو عبد مناف کے سرداروں میں سے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 547 عبیدہ بن الحارثؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)،(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 353 عبیدہ بن الحارثؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1995ء)

حضرت عبیدہ بن حارث نے اپنے دو بھائیوں حضرت طفیل بن حارث اور حضرت حُصَین بن حارث کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور ان کے ساتھ حضرت مِسطح بن اُثاثہ بھی تھے۔ سفر سے پہلے طے پایا کہ یہ لوگ وادیٔ ناجح میں اکٹھے ہوں گے لیکن حضرت مِسطح بن اُثاثہ پیچھے رہ گئے کیونکہ ان کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ اگلے دن ان کو حضرت مسطح کے ڈسے جانے کی اطلاع ملی لہٰذا یہ لوگ واپس گئے اور انہیں ساتھ لے کر مدینہ آ گئے۔ مدینہ میں یہ لوگ حضرت عبد الرحمٰن بن سلمہ کے ہاں ٹھہرے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 37 عبیدہ بن الحارثؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن حارث اور حضرت عمیر بن الحُمام کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ حضرت عبیدہ بن الحارث اور حضرت عمیر بن الحُمام دونوں غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔

(استیعاب جلد 3 صفحہ 1214 عمیر بن الحمامؓ مطبوعہ دار الجیل1992ء)

ان کے دو بھائی حضرت طفیل بن حارث اور حضرت حُصَین بن حارث بھی غزوۂ بدر میں آپؐ کے ساتھ شریک تھے۔ (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 38-39 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آ کر کفار کے شر سے بچنے کے لئے اور مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے کچھ تدابیر اختیار فرمائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ سیاسی قابلیت اور جنگی دور بینی کی ایک بین دلیل ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس طرح تحریر کیا ہے کہ:

"تاریخ سے ثابت ہے کہ پہلا دستہ ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبیدہ بن الحارث کی سرداری

میں روانہ فرمایا تھا اور جس کا عکرمہ بن ابوجہل کے ایک گروہ سے سامنا ہو گیا تھا اس میں مکہ کے دو کمزور مسلمان جو قریش کے ساتھ ملے ملائے آ گئے تھے، قریش کو چھوڑ کر مسلمانوں میں آ ملے تھے چنانچہ روایت آتی ہے کہ...اس مہم میں جب مسلمانوں کی پارٹی لشکر قریش کے سامنے آئی تو دو شخص مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان جو بنو زہرہ اور بنو نوفل کے حلیف تھے مشرکین میں سے بھاگ کر مسلمانوں میں آ ملے اور یہ دونوں شخص مسلمان تھے اور صرف کفار کی آڑ لے کر مسلمانوں میں آ ملنے کے لئے نکلے تھے۔ پس ان پارٹیوں کے بھجوانے میں ایک غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی تھی کہ تا ایسے لوگوں کو ظالم قریش سے چھٹکارا پانے اور مسلمانوں میں آ ملنے کا موقعہ ملتا رہے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 324)

ہجرت کے آٹھ مہینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن حارث کو ساٹھ یا اسی سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن حارث کے لئے ایک سفید رنگ کا پرچم باندھا جسے حضرت مِسطح بن اثاثہ نے اٹھایا۔ اس سریہ کا مقصد یہ تھا یعنی کہ جو بھیجا گیا تھا لشکر یا سواروں کا ایک گروپ، کہ قریش کے ایک تجارتی قافلے کو راہ میں روک لیا جائے۔ قریش کے قافلے کا امیر ابوسفیان تھا۔ بعض کے مطابق عکرمہ بن ابوجہل اور بعض کے مطابق مِکْرَز بن حَفْص تھا۔ اس قافلے میں دو سو آدمی تھے یعنی کافروں کے قافلے میں جو تجارتی مال لے کر جا رہے تھے۔ صحابہؓ کی اس جماعت نے رابغ وادی پر اس قافلے کو جا لیا۔ اس مقام کو وَدَّان بھی کہا جاتا ہے۔ دونوں فریقوں کے درمیان تیر اندازی کے علاوہ کوئی مقابلہ نہ ہوا اور لڑائی کے لئے باقاعدہ صف بندی نہ ہوئی۔ وہ صحابی جنہوں نے مسلمانوں کی طرف سے پہلا تیر چلایا وہ حضرت سعد بن ابی وقاص تھے اور یہ وہ پہلا تیر تھا جو اسلام کی طرف سے چلایا گیا۔ اس موقع پر حضرت مقداد بن اسود اور حضرت عیینہ بن غزوان (ابن ھشام اور تاریخ طبری میں عُتبہ بن غزوان بھی ہے) لکھا ہے مشرکوں کی جماعت سے نکل کر مسلمانوں سے آ ملے کیونکہ ان دونوں نے اسلام قبول کیا ہوا تھا اور وہ مسلمانوں کی طرف جانا چاہتے تھے۔ حضرت عبیدہ بن حارث کی سرکردگی میں یہ اسلام کا دوسرا سریہ تھا۔ تیر اندازی کے بعد دونوں فریق پیچھے ہٹ گئے کیونکہ مشرکین پر مسلمانوں کا اس قدر رعب پڑا کہ انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کا بہت بڑا لشکر ہے اور ان کو مدد پہنچ رہی ہے لہٰذا وہ لوگ خوفزدہ ہو کر پسپا ہو گئے اور مسلمانوں نے بھی ان کا پیچھا نہیں کیا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 215-216 سریہ عبیدۃ بن الحارثؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)،(سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 592 سریۃ عبیدۃ بن الحارثؓ مطبوعہ مصطفی البابی مصر 1955ء)،(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 12 سنۃ 1ھ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)

گئے تو تھے لیکن یہ نہیں کہ کوئی پیچھے گئے ہوں اور باقاعدہ جنگ کی ہو۔ دونوں طرف سے حملہ ہوا۔ اُنہوں نے بھی حملہ کیا اِنہوں نے بھی تیر چلائے اُنہوں نے بھی تیر چلائے اور آخر جب وہ کفار پیچھے ہٹ گئے تو مسلمان واپس آ گئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرت کی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ:

"غزوۂ ودان سے واپس آنے پر ماہ ربیع الاول کے شروع میں آپؐ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار عبیدہ بن

الحارث مطلبی کی امارت میں ساٹھ شتر سوار مہاجرین کا ایک دستہ روانہ فرمایا۔ اس مہم کی غرض بھی قریش مکہ کے حملوں کی پیش بندی تھی۔" غرض بیان کر دی ہے کہ قریش مکہ کے حملوں کی پیش بندی تھی۔ "چنانچہ جب عبیدہ بن الحارث اور ان کے ساتھی کچھ مسافت طے کر کے ثنیۃ المرّہ کے پاس پہنچے تو ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ قریش کے دو سو مسلح نوجوان عکرمہ بن ابوجہل کی کمان میں ڈیرہ ڈالے پڑے ہیں۔ فریقین ایک دوسرے کے سامنے ہوئے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں کچھ تیر اندازی بھی ہوئی لیکن پھر مشرکین کا گروہ یہ خوف کھا کر کہ مسلمانوں کے پیچھے کچھ کمک مخفی ہو گی۔" کچھ اَور ہو سکتا ہے، لوگ آ رہے ہوں، کوئی لشکر ہو۔" ان کے مقابلہ سے پیچھے ہٹ گیا اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہیں کیا۔ البتہ مشرکین کے لشکر میں سے دو شخص مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان عکرمہ بن ابوجہل کی کمان سے خود بخود بھاگ کر مسلمانوں کے ساتھ آملے اور لکھا ہے کہ وہ اسی غرض سے قریش کے ساتھ نکلے تھے کہ موقعہ پا کر مسلمانوں میں آملیں کیونکہ وہ دل سے مسلمان تھے مگر بوجہ اپنی کمزوری کے قریش سے ڈرتے ہوئے ہجرت نہیں کر سکتے تھے اور ممکن ہے کہ اسی واقعہ نے قریش کو بد دل کر دیا ہو اور انہوں نے اسے بدفال سمجھ کر پیچھے ہٹ جانے کا فیصلہ کر لیا ہو۔ تاریخ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ قریش کا یہ لشکر جو یقیناً کوئی تجارتی قافلہ نہیں تھا۔" تجارت کی آڑ میں یہ لوگ باقاعدہ لشکر بنا کر نکلے تھے، مسلح تھے۔" اور جس کے متعلق ابن اسحاق نے جمع عظیم "یعنی ایک بڑا لشکر" کے الفاظ استعمال کئے ہیں کسی خاص ارادہ سے اس طرف آیا تھا، لیکن یہ یقینی ہے کہ ان کی نیت بخیر نہیں تھی۔" نیک نیت سے بہرحال وہ نہیں آئے تھے، حملہ کرنے آئے تھے اور اس لئے مسلمانوں نے بھی تیر اندازی کی۔ اور یقیناً اس سے یہ لگتا ہے کہ پہلی تیر اندازی بھی کافروں کی طرف سے ہوئی تھی۔ "اور یہ خدا کا فضل تھا کہ مسلمانوں کو چوکس پا کر اور اپنے آدمیوں میں سے بعض کو مسلمانوں کی طرف جاتا دیکھ کر ان کو ہمت نہیں ہوئی اور وہ واپس لوٹ گئے اور صحابہ کو اس مہم کا یہ عملی فائدہ ہو گیا کہ دو مسلمان روحیں قریش کے ظلم سے نجات پا گئیں۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 328-329)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی طرف سے ولید بن عتبہ سے مبارزت کی۔ احادیث میں آتا ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی اس واقعہ کے متعلق اتری ہے۔ چنانچہ حضرت علی سے روایت ہے کہ آیت هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ۔ (الحج:20) ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جنہوں نے بدر والے دن مبارزت کی یعنی حضرت حمزہ بن عبد المطلب، حضرت علی بن طالب اور حضرت عبیدہ بن حارث اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 2 صفحه 419 كتاب التفسير تفسير سورة الحج حديث 3456 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 2002ء)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ دو جھگڑالو ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔ پوری آیت اس طرح پہ ہے کہ: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۔ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۔ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ (الحج:20) یہ دو جھگڑالو ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔ پس وہ

لوگ جنہوں نے انکار کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے۔ ان کے سروں کے اوپر سے سخت گرم پانی انڈیلا جائے گا۔

بہر حال اس مبارزت کی مزید تفصیل سنن ابو داؤد میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عتبہ بن ربیعہ اور اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور بھائی بھی نکلے اور پکار کر کہا کہ کون ہمارے مقابلے کے لئے آتا ہے؟ تو انصار کے کئی نوجوانوں نے اس کا جواب دیا۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے بتادیا کہ ہم انصار ہیں۔ عتبہ نے کہا کہ ہمیں تم سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ ہم تو صرف اپنے چچا کے بیٹوں سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حمزہؓ! اٹھو۔ اے علی! کھڑے ہو۔ اے عبیدہ بن حارث! آگے بڑھو۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنتے ہی حضرت حمزہؓ عتبہ کی طرف بڑھے اور میں شیبہ کی طرف بڑھا اور عبیدہؓ بن حارث اور ولید کے درمیان جھڑپ ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو سخت زخمی کیا۔ پھر ہم ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو مار ڈالا اور عبیدہ کو ہم میدان جنگ سے اٹھا کے لے آئے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الجهاد باب فی المبارزة حدیث2665)

مبارزت کے دوران عتبہ نے حضرت عبیدہؓ بن حارث کی پنڈلی پر کاری ضرب لگائی تھی جس سے ان کی پنڈلی کٹ گئی تھی۔ پھر آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھوایا اور جنگ بدر ختم ہونے کے بعد مقام صفرا، جو بدر کے نزدیک ایک مقام ہے وہاں آپ کا انتقال ہو گیا اور وہیں ان کو دفن کر دیا گیا۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3صفحه 207-208 کتاب معرفة الصحابه من مناقب عبيده بن الحارثؓ حدیث 4862مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت2002ء)(لغات الحدیث کتاب "ص" صفحہ 67 مطبوعہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی)

ایک روایت کے مطابق جب عبیدہؓ کی پنڈلی کٹ چکی تھی اور اس سے گودا بہہ رہا تھا۔ تب صحابہ حضرت عبیدہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟ جنگ میں زخمی ہوئے تھے۔ اُس وقت فوری طور پر شہید نہیں ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہیں، تم شہید ہو۔ ایک روایت کے مطابق جب حضرت عبیدہؓ بن حارث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زانوں پر ان کا سر رکھا پھر حضرت عبیدہؓ نے کہا کاش کہ ابو طالب آج زندہ ہوتے تو جان لیتے کہ جو وہ اکثر کہا کرتے تھے اس کا ان سے زیادہ مَیں حق دار ہوں۔ اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ:

وَنُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصْرَعَ حَوْلَهُ وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

کہ یہ جھوٹ ہے کہ ہم محمدؐ کو تمہارے سپرد کر دیں گے۔ ایسا تبھی ممکن ہے کہ جبکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد سے پچھاڑ دیئے جائیں اور ہم اپنے بیوی بچوں سے بھی غافل ہو جائیں۔ یہ جذبات تھے ان لوگوں کے۔ شہادت کے وقت حضرت عبیدہ بن حارث کی عمر 63 سال تھی۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3صفحه 208 کتاب معرفة الصحابه من مناقب عبيده بن الحارثؓ حدیث 4863مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت2002ء)(اسد الغابه جلد 3 صفحه 547 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت2003ء)

ان چند صحابہ کا ذکر کرنے کے بعد اب میں ایک ہمارے انڈونیشیا کے ایک دیرینہ خادم، واقفِ زندگی، مبلغ سلسلہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی گزشتہ دنوں جن کی وفات ہوئی۔ ان کا نام سیوطی احمد عزیز صاحب تھا۔ 19/ نومبر کو ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ سیوطی صاحب دل کے شدید عارضے میں مبتلا تھے اور علاج کی غرض سے انہیں ربوہ بھجوایا گیا تھا جہاں طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ ربوہ میں ان کی ایک بڑی میجر (major) سرجری ہوئی اور کچھ دن بعد 19/ نومبر کو وہ صحت یاب نہیں ہو سکے اور وفات پا گئے۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ، چار بیٹے بیٹیاں اور دس پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں ہیں۔ ان میں سے چھ بچے وقف نَو میں شامل ہیں۔

سیوطی عزیز احمد صاحب کی پیدائش 17/ اگست 1944ء کو بونے (Bone) جنوبی سولاویسی (South Sulawesi) میں ہوئی۔ انہوں نے جامعہ ربوہ میں ستمبر 1966ء سے لے کر اکتوبر 1971ء تک تعلیم حاصل کی۔ اپریل 1972ء کو بطور مرکزی مبلغ انڈونیشیا میں ان کی تقرری ہوئی۔ پھر 1985ء میں میدان عمل میں ہی ان کی کارکردگی اور کام دیکھ کر ان کو شاہد کی ڈگری بھی ملی۔ سن 2000ء میں انہیں حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ 1972ء سے 1979ء سات سال تک جنوبی سماٹرا (South Sumatra)، لامپونگ (Lampung)، جامبی (Jambi) اور بینکولو (Bengkulu) میں بطور مبلغ خدمت سرانجام دی۔ 1979ء سے 1981ء تک معلمین کلاس میں بطور استاد خدمت کی توفیق پائی۔ 1981ء میں جماعت پوروکیرتو (Purwokerto) میں بطور مبلغ تقرر ہوا۔ پھر 82ء میں معلمین و مبلغین کلاس میں بطور نائب ڈائریکٹر مامور ہوئے۔ 82ء سے 92ء تک جامعہ احمدیہ انڈونیشیا کے پرنسپل رہے۔ اس دوران انہیں 1985ء میں شاہد کی ڈگری دی گئی۔ 1992ء سے 2016ء بیس سال تک 'رئیس التبلیغ' رہے۔ 2016ء سے لے کر وفات تک بطور پرنسپل جامعہ احمدیہ انڈونیشیا میں خدمت کی توفیق پائی۔

1973ء میں ان کی شادی مبلغ سلسلہ عبدالواحد صاحب ساٹری کی بیٹی عفیفہ صاحبہ سے ہوئی جو کہ مولانا عبدالباسط صاحب امیر جماعت انڈونیشیا کی بڑی بہن تھیں۔ ان سے سیوطی صاحب کے چار بچے مردیہ خالد، حارث عبدالباری، سعادت احمد اور البتہ عطیۃ العلیم ہیں۔ عفیفہ صاحبہ کی 2009ء میں وفات ہو گئی تھی۔ اس کے بعد سیوطی صاحب نے ارینہ دامبنتی صاحبہ سے شادی کی۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے خاندان میں احمدیت کے نفوذ کے بارے میں ایک دفعہ ایم ٹی اے کو انٹرویو دیا تھا جس میں انہوں نے بتایا تھا کہ میری اور میرے خاندان کی بیعت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ میرے دادا نے یہ وصیت کی تھی کہ آخری زمانے میں امام مہدی آئے گا۔ اور جب وہ آئے تو تم سب اس کو قبول کر لینا۔ اس وصیت کو پورا کرنے کے لئے ہمارے خاندان نے دو دفعہ ہجرت کی۔ 1959ء میں ہمارے خاندان نے لامپونگ کی طرف ہجرت کی اور 1963ء میں ایک مبلغ مولانا زینی دھلان صاحب تبلیغ کے لئے لامپونگ آئے اور ہماری ملاقات ان سے ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ امام مہدی آ گیا ہے۔ کہتے ہیں پھر مَیں نے ان سے پوچھا کہ امام مہدی کے آنے کا کیا ثبوت ہے؟ انہوں نے ایک کتاب 'المسیح آخر الزمان کی صداقت' ہمیں دی اور ہمیں اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے لئے کہا۔ جب مَیں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو کہتے ہیں مجھے یقین ہو گیا کہ امام مہدی جو آنے والا تھا وہ آ گیا اور وہ امام مہدی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہیں۔

غرض کہتے ہیں کہ 13/ فروری 1963ء کو 19 سال کی عمر میں مَیں نے اور میرے خاندان کے چالیس افراد نے مولانا زینی دھلان کے ذریعہ سے بیعت کی۔

پھر یہ مزید کہتے ہیں کہ 1963ء میں ربوہ سے وکیل التبشیر صاحب بانڈونگ (Bandung) آئے۔ اس وقت مَیں بھی وہاں تھا۔ جماعت کے پروگراموں کو دیکھ کر اور مبلغین سے مل کر مجھ پر جماعت کی سچائی مزید واضح طور پر ظاہر ہو گئی۔ پھر جامعہ میں داخلے کے بارے میں بتاتے ہیں کہ 1963ء میں مولانا ابو بکر ایوب صاحب جو اُس وقت جنوبی سماٹرا کے مبلغ تھے نومبائعین کی تربیت کے لئے ہمارے پاس لامپونگ آئے۔ اس دورہ کے بعد انہوں نے رئیس التبلیغ مولانا سید شاہ محمد جیلانی کو رپورٹ لکھی کہ لامپونگ میں بوگس (Bugis) قوم کے چند افراد نے بیعت کی ہے اور اب تک اس قوم سے کوئی مبلغ نہیں ہے جبکہ جاوا (javanese) اور سندا (Sundanese) قوم سے مبلغین ہیں۔ اور انہوں نے لکھا کہ مَیں نے وہاں پر تین ایسے نوجوان دیکھے ہیں جو ربوہ میں پڑھنے کے لئے بھیجے جاسکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تین نوجوانوں میں سے ایک مَیں تھا۔ تو کہتے ہیں ہم تینوں کو جامعہ ربوہ بھجوانے کی سفارش کی گئی۔ ہمیں پاسپورٹ بنوانے کے لئے کہا گیا لیکن انڈونیشیا کے اس وقت سیاسی حالات اچھے نہیں تھے، پاسپورٹ نہیں بن سکا۔ پھر 1966ء میں رئیس التبلیغ مولانا امام الدین صاحب کے ساتھ پاکستانی ایمبیسی میں ویزا اپلائی کیا اور پندرہ منٹ کے اندر ویزا مل گیا۔ پھر کراچی پہنچے۔ کہتے ہیں ایک رات مَیں کراچی ٹھہرا۔ وہاں سے بذریعہ ٹرین ربوہ پہنچا اور پھر وہاں سے کہتے ہیں مَیں سٹیشن سے اترا پیدل جامعہ پہنچ گیا۔

کہتے ہیں جامعہ کے بہت سے طلباء نے میرا استقبال کیا۔ نیا ماحول تھا اور شروع شروع میں بڑی مشکل ہوئی لیکن پھر عادت پڑ گئی۔ تین دن بعد کہتے ہیں مجھے جامعہ میں داخلہ مل گیا۔ اساتذہ میں سے ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت ماسٹر عطا محمد صاحبؓ تھے۔ کہتے ہیں ربوہ میں قیام کے دوران میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی صحابہؓ سے ملاقات کی سعادت پائی اور ہمیشہ کسی صحابی سے ملنے کا موقع ڈھونڈھتا تھا اور ان سے باتیں کرتے ہوئے ان کے پیر دبایا کرتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ایک خوشگوار ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ خلیفہ منتخب ہوئے تو ہم نے آپ سے پہلی بار ملاقات کی اور حضور سے گلے ملے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہماری گال پر تھپکی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ انڈونیشیا سے آئے ہیں۔ تم سب دُور سے یہاں آئے ہو (جتنے foreign بچے تھے) اور تم میرے بچے ہو۔ کہتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا روحانی نور ہمیشہ ہمارے شامل حال رہا جس کی وجہ سے ہماری جتنی بھی مشکلات تھیں وہ سب آسان ہو گئیں۔ اور خلیفۃ المسیح الثالث نے جو کہا تھا کہ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو میرے پاس آنا، کہتے ہیں جب مَیں انڈونیشیا واپس جانے لگا تو واپسی سے پہلے حضور سے ملاقات کرنے گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پوچھا کہ آپ کو کیا چاہئے۔ میں نے کہا مجھے کچھ کتابیں چاہئیں۔ میں ایک دفتر میں گیا تھا لیکن مجھے ملی نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنی قلم سے ایک نوٹ لکھا کہ سیوطی کو کتابیں دے دیں۔ اس کے بعد کہتے ہیں مجھے روحانی خزائن کا مکمل سیٹ دیا گیا جو اب تک میرے پاس ہے اور جانے سے پہلے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے کافی دیر مجھے گلے لگایا اور میرے کان میں فرمایا

کہ اپنے آقا کے ساتھ بے وفائی مت کرنا۔ یہ ہے میری نصیحت۔

ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ 1993ء میں امیر صاحب انڈونیشیا شریف احمد لُوبِس صاحب نے عالمی بیعت کے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے مجھے فلپائن بھیجا اور یہ کہا کہ یہ حضورؒ کا، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا حکم ہے تو کہتے ہیں کہ مَیں تو بہت کمزور ہوں، زبان بھی نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے۔ کہتے ہیں آپ کا یہی حکم ہے تو مَیں تیار ہوں۔ چنانچہ میں جماعتی سنٹر سے چلا گیا اور وہاں پہنچنے کے لئے منیلا (Manila) اور زمبوانگا (Zamboanga) سٹی سے ہو کر جانا پڑتا تھا۔ کہتے ہیں مَیں نے کھانا کھایا مجھے سخت ہیضہ کی تکلیف ہو گئی، پیٹ خراب ہو گیا۔ بڑی کمزوری ہو گئی۔ ایسی حالت میں مَیں نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر میں یہاں مر جاؤں تو یہاں تو کوئی مسلمان نہیں ہے جو میری نماز جنازہ پڑھائے گا۔ کہتے ہیں رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نرس یونیفارم پہنے ہوئے میرے پاس آئی ہے اور میرے سر پر ہاتھ پھرتے ہوئے پھونکا۔ اس وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ میرا جسم ٹھنڈا پڑ گیا ہے اور وہ ٹھنڈک میرے پیروں کی انگلیوں سے نکلی ہے۔ کہتے ہیں صبح جب مَیں اٹھا تو بالکل ٹھیک تھا۔ چنانچہ میں تاوی تاوی (Tawi-Tawi) کی طرف روانہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے تین مہینے کے اندر وہاں 130 افراد بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے۔

عبد الباسط صاحب امیر جماعت انڈونیشیا لکھتے ہیں کہ سیوطی عزیز صاحب کو بہنوئی اور مبلغ کے طور پر بہت قریب سے دیکھا اور اچھی طرح دیکھنے کا موقع ملا۔ بڑی سادہ شخصیت کے مالک تھے۔ عاجزی اور انکساری کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ہر حال میں صبر و تحمل کی مثال تھے۔ دعا گو، تہجد گزار، اللہ تعالیٰ پر انتہائی توکل کرنے والے۔ ان کو نظام خلافت اور خلفائے سلسلہ سے بڑا اخلاص اور والہانہ پیار اور محبت تھی۔ جماعتی کاموں کو اپنے ذاتی کاموں پر ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔ ایک کامیاب خادمِ سلسلہ تھے۔ جو بھی ذمہ داری، کام اور عہدہ موصوف کے سپرد کیا گیا بڑے اخلاص اور وفا کے ساتھ نبھاتے۔ خواہ وہ مبلغ کے طور پر ہو یا جامعہ کے استاد کے طور پر یا پرنسپل کے طور پر یا رئیس التبلیغ کے طور پر ایک واقف زندگی کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ تھے اور مثال تھے۔

معصوم صاحب جو انڈونیشیا جامعہ کے نائب پرنسپل ہیں کہتے ہیں کہ سیوطی صاحب جامعہ میں درجہ خامسہ، رابعہ اور ثالثہ کو قرآن کریم کا ترجمہ پڑھاتے تھے۔ درجہ مبشر میں کلام پڑھاتے تھے اور پڑھانے کے لئے انہوں نے کتاب عرفان الٰہی کا انڈونیشین زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ جب بیماری کی وجہ سے ان کی صحت کمزور ہو گئی اور چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تو پھر آپ سے طلباء ان کے آفس میں آ کے پڑھا کرتے تھے۔ اور ربوہ جانے سے پہلے بھی 8/ نومبر کو انہوں نے آخری کلاس لی۔ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ جامعہ کو اب شاہد تک بڑھا دیا گیا ہے اور خلیفۃ المسیح نے اسے منظور کیا ہے اس لئے تم لوگوں نے خلیفۃ المسیح کی خواہشات کو پورا کرنا ہے اور بڑی محنت کرنی ہے۔

ان کی ایک بیٹی مردیہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ والد صاحب نے اپنی زندگی مکمل طور پر وقف کی تھی۔ اپنی زندگی جماعت کے کاموں میں صرف کی یہاں تک کہ ہم سیر کے لئے بھی بہت ہی کم کہیں گئے۔ لیکن ہم سمجھتے تھے کہ وقفِ زندگی کی یہی زندگی ہے، یہی انہوں نے اپنے بچوں کو بتایا کہ وقف زندگی کا کُل وقت جماعت کے لئے ہے۔

پھر یہ کہتی ہیں کہ تربیت کرنے میں والد صاحب کا یہ اصول تھا کہ زیادہ نصیحت نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے عمل سے عملی نمونہ دکھاتے تھے۔ پھر کہتی ہیں کہ جب میری والدہ بیمار ہوئیں تو صبر کے ساتھ ان کی خدمت کیا کرتے تھے اور گھر کا کام بھی خود کرتے تھے۔ رمضان کے دنوں میں سحری اور افطاری کی تیاری بھی خود کرتے تھے اور کبھی کسی سے نہیں کہتے تھے کہ میرے لئے فلاں کام کر دو۔ اپنے کام ہاتھ سے کرنے کی عادت تھی۔

ان کے بیٹے سعادت احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری تربیت بہت صبر سے کرتے تھے لیکن نماز کے معاملے میں آپ بہت تاکید کرتے تھے۔ بچپن میں جب نماز کا وقت ہوتا تو ہمیں مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کرنے کی تلقین کرتے۔ اگر میں مسجد میں نہیں ہوتا تو مجھے ڈھونڈتے اور پھر خود مسجد لے کے جاتے تھے۔ کہتے ہیں ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کبھی نماز نہ چھوڑنا۔ نماز کے ساتھ سنت بھی پڑھنا اور ہمیشہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہنا۔

ان کی بیٹی عطیۃ العلیم کہتی ہیں کہ والد صاحب ہمیشہ سچ بولتے تھے اور اپنے بچوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے چاہے مذاق میں ہی کیوں نہ ہو۔ تہجد کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ ہمیشہ مسجد میں جا کر نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ بیماری کے علاوہ میں نے کبھی انہیں گھر میں فرض نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ان کی دوسری اہلیہ کہتی ہیں کہ انہوں نے ربوہ جانے سے پہلے مجھے اور بچوں کو کہا کہ میرا اہل، میرے گھر والے اور میرے وارث خلافت ہے اور میری زندگی اور موت جماعت کے لئے ہے۔ اس سال جرمنی کے جلسہ سالانہ پر بھی آئے، بڑی خواہش سے آئے۔ بچوں نے کہا بھی بیمار ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے خلیفۂ وقت سے ملنا ہے۔ اور آئے اور ملاقات بھی کی اور یہ ان کی آخری ملاقات تھی۔ وہاں جرمنی میں مجھ سے ملے تھے۔ یہ کہتی ہیں کہ بہترین خاوند تھے۔ مَیں نے اطاعت کی اہمیت آپ سے ہی سیکھی ہے۔ جماعت کے کاموں میں اپنی صحت اور طبیعت کی کبھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

سیوطی عزیز صاحب کے داماد زکی صاحب کہتے ہیں کہ 2005ء میں جب یہ خبر آئی کہ لوگ ہمارے مرکز پر حملہ کرنے والے ہیں تو ہم خدام کو حکم دیا گیا کہ مرکز کی حفاظت کے لئے آئیں۔ کہتے ہیں مَیں بھی وہاں تھا۔ سیوطی صاحب اس وقت رئیس التبلیغ تھے۔ مَیں نے دیکھا کہ آپ کبھی نہیں ڈرتے تھے اور بہادری کے ساتھ آدھی آدھی رات کو خدام کے پاس جا جا کر ملتے تھے اور خدام کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ کہتے ہیں میں نے ان میں خلافت سے بے انتہا محبت دیکھی۔ کہتے تھے کہ میں وقفِ زندگی ہوں اور جو بھی کرتا ہوں خلیفہ وقت کی منظوری سے اور ان کے کہنے پہ کرتا ہوں۔ 2017ء میں آپ کو سٹروک ہوا اور کچھ عرصہ واضح بات نہیں کر پاتے تھے لیکن اس کے باوجود کتابوں کا مطالعہ جاری رکھا اور ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح جامعہ میں جا کر بچوں کو پڑھاؤں۔

احمد صاحب سیکرٹری تربیت لکھتے ہیں کہ کسی سے اچھا مشورہ ملتا تو بڑی عزت کے ساتھ بے تکلفانہ شکریہ ادا کرتے تھے اور جب بھی کسی کام میں مشکل پیش آتی تو بڑے اخلاص سے مشورہ مانگتے تھے۔ احمد نور صاحب مبلغ کہتے ہیں کہ ہمیشہ بڑی سادگی سے رہتے تھے لیکن بہت باوقار تھے۔ باوجود بڑی عمر کے جماعت کے کام میں ہمیشہ چست تھے گویا کہ آپ جوان ہی تھے۔ کہتے ہیں ان کی ایک نصیحت جو ہمیشہ خاکسار کو یاد رہتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے

کبھی منہ مت پھیرو۔ اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ وہ اپنے بندے کی دعا کو کبھی ردّ نہیں کرتا۔ کہتے ہیں جب شاہد کلاس کے لئے انٹرویو ہوا تو آپ نے روتے ہوئے اور کانپتے ہوئے خاکسار کو یہ نصیحت کی کہ اس وقف کو کبھی مت چھوڑنا۔ جو شخص اس وقف کو چھوڑتا ہے وہ بہت ہی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔

ایک بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ سیوطی صاحب کنداری (Kendari) تشریف لائے تو انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اگر ایک مربی کو نظام جماعت کی پابندی کروانے میں بیرونی یا اندرونی مسائل کا سامنا ہو تو بے خوف آگے بڑھو اور یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت آپ کے شامل حال ہو گی۔ لیکن اگر ذاتی خامیوں کی وجہ سے احباب جماعت کے اعتراض کا باعث بنیں تو اس کے لئے محاسبہ کرنا اور بہتری پیدا کرنا ضروری ہے۔ جماعتی کاموں میں فکر کی کوئی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اور نیک نیتی سے کام کرو لیکن ذاتی برائیاں اگر ہیں تو ضرور اپنا محاسبہ کرو۔ خالد احمد خان صاحب مبلغ سلسلہ لکھتے ہیں کہ جامعہ میں تعلیم کے دوران سیوطی صاحب روحانی اور اخلاقی لحاظ سے ہمارے لئے ایک روشن مثال تھے۔ آپ نماز باجماعت کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ ہمیشہ وقت پر بلکہ بعض اوقات اس سے پہلے ہی نماز باجماعت کے لئے مسجد میں بیٹھے ہوتے تھے اور آخری ایام تک باوجود علالت کے نماز میں ہمیشہ آگے رہے۔

پھر مبلغ سلسلہ ہاشم صاحب لکھتے ہیں کہ جامعہ میں سیوطی عزیز صاحب سے علم الکلام پڑھنے کی سعادت ملی۔ ان کی عادت تھی کہ پڑھانے کے دوران طلباء سے سوال و جواب کرتے تھے اور طلباء کی جانب سے جوابات کو بہت سراہتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے ہم سے سوال کیا کہ جماعت احمدیہ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل کیا ہے۔ کہتے ہیں ہم نے ایک ایک کر کے قرآن کریم کی آیات اور احادیث کے حوالے دے کر اس سوال کا جواب دیا۔ انہوں نے ہمارے جوابات سن کر کہا کہ صداقت کی سب سے بڑی دلیل جو ہے وہ میں ہی ہوں یعنی ہر احمدی کو اپنے آپ کو صداقت کی دلیل سمجھنا چاہئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ لوگ اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ ہم میں سے ہر ایک اس جماعت کی سچائی کا ثبوت ہو۔ یہ ان کا تربیت کا انداز تھا کہ اگر آپ مکمل طور پر احمدیت یعنی حقیقی اسلام پر عمل کریں گے تو آپ اس سلسلہ کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل بنیں گے۔ یہان کا تربیت کا انداز تھا۔ خطبات بڑے غور سے سنتے تھے۔ پھر میرے خطبات جو سنتے تھے ان خطبات پر وہ طلباء سے پوائنٹس ڈسکس کرتے تھے، یقینی بناتے تھے کہ انہوں نے نوٹس لئے ہیں اور ہمیشہ یہ دیکھتے تھے کہ خلیفہ وقت کے پیغام کو سمجھا بھی ہے کہ نہیں اور ہمیشہ خلافت کی اطاعت کے بارے میں تلقین کرتے رہے۔

شمسوری محمود صاحب مبلغ لکھتے ہیں کہ سیوطی صاحب ایک کامیاب واقف زندگی تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے خاکسار کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ زندگی وقف کرنے کے بعد غافل نہیں رہنا۔ وقف سے الگ ہونا اپنے آپ کو جماعت سے نکالنے کے مترادف ہے۔ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ پھر انہوں نے اس فقرے کو دہرایا جب آپ یہ کہہ رہے تھے تو ان کی آنکھیں سرخ تھیں، آنکھوں میں آنسو تھے۔

یوسف اسماعیل صاحب مبلغ لکھتے ہیں کہ جب مجھے ریجنل مبلغ بنایا گیا تو میں آپ سے ملاقات کے لئے گیا،

سیوطی صاحب رئیس التبلیغ تھے تو یوسف صاحب نے انہیں پوچھا کہ مجھے کیوں ریجنل مبلغ مقرر کیا گیا ہے کیونکہ میرے اندر تو بہت سی کمزوریاں ہیں اور کم تجربہ کار ہوں۔ ریجنل مبلغ کے لائق نہیں ہوں۔ بڑے بڑے تجربہ کار ہیں ان کو بنائیں۔ اس سوال کے جواب میں آپ نے بڑی سادگی سے اور سیدھا جواب دیا کہ یہ آپ کو کس نے کہا ہے کہ آپ لائق ہیں اس لئے آپ کو ریجنل مبلغ بنایا جارہا ہے۔ آپ کو تو یہ ذمہ داری اس لئے دی گئی ہے تا کہ آپ سیکھ سکیں، کام سیکھیں، ذمہ داری کا احساس پیدا ہو۔ پھر کہنے لگے کہ ہم تو کمزور بندے ہیں کچھ نہیں کر سکتے لیکن اگر ہمارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پختہ تعلق ہو تو ہر معاملے میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ بس یہ ہمیشہ ذہن میں رکھو چاہے تم ریجنل مبلغ ہو یا عام مبلغ ہو اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق رکھنا ہے تبھی تمہیں کامیابیاں ملیں گی اور آسانیاں پیدا ہوں گی۔

ایم ٹی اے کے جنرل مینیجر ہیں اخاء نور صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بہت مشکل درپیش تھی۔ مَیں نے آپ کو دعا کا پیغام بھیجا۔ اس وقت تو کوئی جواب نہیں دیا پھر کسی سے آپ نے میرا فون نمبر مانگا۔ کہتے ہیں اگلے روز میری ملاقات ان سے ہو گئی تو آپ نے پہلا یہ سوال کیا کہ مجھے تو تم نے دعا کے لئے لکھا ہے، کیا اپنی مشکل کے لئے تم نے خلیفہ وقت کو بھی دعا کے لئے لکھا ہے؟ جب میں نے بتایا کہ دعا کے لئے لکھا ہے تو پھر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ یہی طریق ہونا چاہئے اور کہتے ہیں کہ اس وقت بھی ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ کے لہجے سے خلافت سے گہری محبت جھلک رہی تھی۔

اسی طرح مختلف مواقع پر جب بھی خلافت سے تعلق کا ذکر ہوتا آپ انتہائی جذباتی ہو جایا کرتے تھے۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ربوہ میں وفات ہوئی تھی ان کا جسد خاکی پاکستان سے 23/ نومبر کو انڈونیشیا پہنچا اور 24/ نومبر کو ان کی تدفین مرکز پارونگ (Parung) میں مقبرہ موصیان میں عمل میں آئی۔ احباب جماعت کی بڑی تعداد جنازے میں شامل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان کے سب لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی اولاد اور آئندہ نسلوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ ثانیہ کے بعد حضور انور نے فرمایا) نمازوں کے بعد میں ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21 دسمبر 2018ء تا 27 دسمبر 2018ء جلد 25 شمارہ 51 صفحہ 05 تا 09)

49

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 07 دسمبر 2018ء بمطابق 07 فتح 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن صحابہ کا ذکر ہو گا ان میں پہلا نام **حضرت عبیدؓ بن زید انصاری** کا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو عجلان سے تھا اور غزوۂ بدر اور اُحد میں انہوں نے شرکت کی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 448 عبید بن زیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت مُعَاذ بن رِفَاعَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مَیں اپنے بھائی حضرت خَلّاد بن رافع کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاغر سے اونٹ پر سوار ہو کر بدر کی طرف نکلا۔ ہمارے ساتھ عُبید بن زید بھی تھے۔ یہاں تک کہ ہم بَرید مقام پر پہنچے جو رَوْحَاء کے مقام سے پیچھے ہے تو ہمارا اونٹ بیٹھ گیا۔ پہلے بھی یہ کچھ واقعہ اس دوسرے صحابی کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے۔ تو کہتے ہیں ہمارا اونٹ بیٹھ گیا۔ مَیں نے دعا کی کہ اے اللہ تیری خاطر نذر مانتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ پہنچ جائیں تو ہم اس کو قربان کر دیں گے۔ کہتے ہیں ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہمارے پاس سے ہوا۔ آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ تم دونوں کو کیا ہوا ہے؟ ہم نے ساری بات بتائی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس رکے۔ آپؐ نے وضو فرمایا اور پس خوردہ پانی میں لعابِ دہن ڈالا۔ پھر آپؐ کے حکم سے ہم نے اونٹ کا منہ کھول دیا۔ آپؐ نے اونٹ کے منہ میں کچھ پانی ڈالا پھر اس کے سر پر، اس کی گردن پر، اس کے شانے پر، اس کی کوہان پر، اس کی پیٹھ پر اور کچھ پانی اس کی دُم پر ڈالا۔ پھر آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! رافع اور خَلّاد کو اس پر سوار کر کے لے جا۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے۔ ہم بھی چلنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور چل پڑے یہاں تک کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مَنْصَفْ کے مقام کے شروع میں پا لیا۔ وہاں پہنچ گئے اور اُن سے مل گئے۔ ہمارا اونٹ قافلے میں سب سے آگے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھا تو مسکرا دیئے۔ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ بدر کے مقام پر پہنچ گئے اور بدر سے واپسی پر بھی کہتے ہیں کہ جب ہم مُصَلّٰی کے مقام پر پہنچے تو ہمارا اونٹ بیٹھ گیا اور پھر میرے بھائی نے اس کو ذبح کر دیا اور اس کا گوشت صدقہ کر دیا۔ تو اس میں ان کے ساتھ حضرت عبید بن زید بھی شامل تھے۔

(اسد الغابہ جلد دوم صفحہ 181 معاذ بن رفاعۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

(امتاع الاسماع جلد اوّل صفحہ 93 باب خبر العیر الذی برك دار الکتب العلمیہ بیروت 1999ء)

(کتاب المغازی للواقدی جلد اول صفحہ 39 بدر القتال مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2013ء)

حضرت زَاھِر بن حَرَام الاشجعیؓ ایک صحابی تھے۔ یہ بھی بدری صحابی ہیں۔ ان کا تعلق اَشجَع قبیلہ سے تھا۔ غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شامل ہوئے۔ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ بادیہ نشینوں میں یعنی گاؤں کے رہنے والے جو تھے ان میں ایک آدمی تھا جن کا نام زَاھِرؓ تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیہات کی سوغاتیں ساتھ لایا کرتے تھے اور جب وہ جانے لگتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو کافی مال و متاع دے کر روانہ فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اِنَّ زَاھِرًا بَادِیَتُنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوْہُ کہ زَاھِرؓ ہمارے بادیہ نشین دوست ہیں اور ہم ان کے شہری دوست ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت رکھتے تھے۔ حضرت زاھرؓ معمولی شکل وصورت کے مالک تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت زاھرؓ بازار میں اپنا کچھ سامان فروخت کر رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور پیچھے سے انہیں اپنے سینے سے لگا لیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آکر ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ حضرت زاھرؓ حضور کو دیکھ نہیں پا رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو! لیکن جب انہوں نے مڑ کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا۔ جب حضرت زاھرؓ نے آپؐ کو پہچان لیا، ذرا سا مڑ کے دیکھا تو جھلک نظر آگئی ہو گی۔ پہچاننے کا یہ مطلب ہے کہ ذرا سا مڑ کے دیکھا تو احساس ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تو اپنی کمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے ملنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً کہنا شروع کر دیا کہ کون اس غلام کو خریدے گا۔ حضرت زاھرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ تب تو آپؐ مجھے گھاٹے کا سودا پائیں گے۔ مجھے کس نے خریدنا ہے؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے نزدیک تم گھاٹے کا سودا نہیں ہو۔ یا فرمایا کہ اللہ کے حضور تم بہت قیمتی ہو۔

(اسدالغابہ جلد نمبر 2 صفحہ 98)،(استیعاب جلد 2 صفحہ 509 زاھر بن حرامؓ دار الجیل بیروت1992ء)، الشمائل المحمدیہ للترمذی صفحہ 143 باب ما جاء فی صفة مزاح رسول اللہ ﷺ احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلداری کا یہی واقعہ ایک جگہ بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: "اسی طرح ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک غریب صحابی جو اتفاقی طور پر بدصورت بھی تھے سخت گرمی کے موسم میں اسباب اٹھا رہے ہیں اور ان کا تمام جسم پسینہ اور گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی سے ان کے پیچھے چلے گئے اور جس طرح بچے کھیل میں چوری چھپے دوسرے کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر کہتے ہیں اور پھر چاہتے ہیں کہ وہ اندازہ سے بتائے کہ کس نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا ہے اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ اس نے آپ کے ملائم ہاتھوں کو ٹٹول کر سمجھ لیا کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو محبت کے جوش میں اس نے اپنا پسینہ سے بھرا ہوا جسم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے ساتھ ملنا شروع کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہے اور آخر آپ نے فرمایا۔ میرے پاس ایک غلام ہے کیا اس کا کوئی خریدار ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرا خریدار دنیا میں کون ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا

ایسا مت کہو۔ خدا کے حضور تمہاری بڑی قیمت ہے۔" (سیر روحانی صفحہ 489 مطبوعہ قادیان 2005ء)

بس عجیب قسم کی محبتوں کے فیض پائے ان لوگوں نے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ اِنَّ لِکُلِّ حَاضِرَۃٍ بَادِیَۃٌ وَبَادِیَۃُ اٰلِ مُحَمَّدٍ زَاھِرُ بْنُ الْحَرَام یعنی ہر شہری کا کوئی نہ کوئی دیہاتی تعلق دار ہوتا ہے اور آل محمد کے دیہاتی تعلق دار زاھر بن حرام ہیں۔ زاھر بن حرام بعد میں کوفہ منتقل ہو گئے تھے۔

(استیعاب جلد دوم صفحہ 509 زاھر بن الحرامؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت1992ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت زید بن خطاب ہے۔ آپ حضرت عمرؓ کے بڑے بھائی تھے اور حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے سے قبل اسلام لے آئے تھے۔ یہ ابتدائی ہجرت کرنے والوں میں سے بھی تھے۔ غزوۂ بدر میں، احد میں، خندق میں، حدیبیہ میں اور بیعت رضوان سمیت غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی مؤاخات حضرت مَعْن بن عَدِی کے ساتھ کروائی تھی۔ یہ دونوں اصحاب جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 288 زید بن الخطابؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

(استیعاب جلد دوم صفحہ 550زید بن الخطابؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت1992ء)

غزوۂ احد کے دن حضرت عمرؓ نے حضرت زیدؓ کو اللہ کی قسم دے کر فرمایا (حضرت زیدؓ حضرت عمرؓ کے بڑے بھائی تھے، ان کو کہا) کہ میری زرہ پہن لو۔ حضرت زیدؓ نے کچھ دیر کے لئے زرہ پہن لی۔ جنگ کے وقت پھر اتار دی۔ حضرت عمرؓ نے زرہ اتارنے کی وجہ پوچھی تو حضرت زیدؓ نے جواب دیا کہ میں بھی اسی شہادت کا خواہش مند ہوں جس کی آپ کو تمنا ہے اور دونوں نے زرہ کو چھوڑ دیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 289 زید بن الخطابؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

حضرت زید بن خطاب سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔ انہیں اسی میں سے کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور انہیں وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اور اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے جس پر تم ان کو معاف نہ کرنا چاہو تو اے اللہ کے بندو! انہیں بیچ دیا کرو اور انہیں سزا نہ دیا کرو۔ جنگ یمامہ میں جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے تو حضرت زید بن خطاب بلند آواز میں پکارنے لگے، یہ دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! میں تجھ سے اپنے ساتھیوں کے بھاگ جانے پر معذرت کرتا ہوں اور مسیلمہ کذّاب اور مُحَکَّم بن طُفَیل نے جو کام کیا ہے اس سے تیرے حضور اپنی براءت ظاہر کرتا ہوں۔ پھر آپؓ جھنڈے کو مضبوطی سے پکڑ کر دشمن کی صفوں میں آگے بڑھ کر اپنی تلوار کے جوہر دکھانے لگے یہاں تک کہ آپؓ شہید ہو گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 288 زید بن الخطابؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

جب حضرت زیدؓ شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ زید پر رحم کرے۔ میرا بھائی دو نیکیوں میں مجھ پر سبقت لے گیا یعنی اسلام قبول کرنے میں بھی مجھ سے پہلے اس نے اسلام قبول کیا اور شہید بھی مجھ سے پہلے ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مُتَمِّمؓ بن نُوَیْرَۃ کو اپنے بھائی مالکؓ بن نُوَیْرَۃ کی یاد میں مرثیہ کہتے سنا

تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں بھی تمہاری طرح اچھے شعر کہتا ہوتا تو میں اپنے بھائی زیدؓ کی یاد میں ایسے ہی شعر کہتا جیسے تم نے اپنے بھائی کے لئے کہے ہیں تو مُتَمِّمؓ بن نُوَیرَۃ نے کہا کہ اگر میرا بھائی بھی اسی طرح دنیا سے گیا ہوتا جیسے آپ کا بھائی گیا تو مَیں کبھی اس پر غمگین نہ ہوتا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آج تک کبھی کسی نے مجھ سے ایسی تعزیت نہیں کی جیسی تم نے کی۔

(استیعاب جلد دوم صفحہ 553 زید بن الخطاب مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

اس واقعہ کی ایک اور تفصیلی روایت بھی ملتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت مُتَمِّمؓ بن نُوَیرَۃ سے فرمایا کہ تمہیں اپنے بھائی کا کس قدر سخت رنج ہے۔ انہوں نے اپنی ایک آنکھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میری یہ آنکھ اسی غم میں ضائع ہوئی ہے۔ مَیں اپنی صحیح آنکھ کے ساتھ اس قدر رویا کہ ضائع ہونے والی آنکھ نے بھی آنسو بہانے میں اس کی مدد کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ ایسا شدید رنج ہے کہ کسی نے اپنے ہلاک ہونے والے کے لئے اتنے شدید غم کا اظہار نہ کیا ہوگا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ زید بن خطاب پر رحمت کرے۔

اگر میں شعر کہنے کی طاقت رکھتا تو میں بھی ضرور حضرت زیدؓ پر اسی طرح روتا جس طرح تم اپنے بھائی پر روتے ہو۔ حضرت مُتَمِّمؓ نے کہا کہ اے امیر المومنین! اگر میرا بھائی جنگِ یمامہ میں اسی طرح شہید ہوتا جس طرح آپ کے بھائی شہید ہوئے ہیں تو مَیں کبھی اس پر نہ روتا۔ یہ بات حضرت عمرؓ کے دل کو لگی اور اپنے بھائی کی طرف سے آپ کو تسلی ہوگئی۔ حضرت عمرؓ کو اپنے بھائی کی جدائی کا بہت غم تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب بادِ صبا چلتی ہے تو میرے پاس زیدؓ کی خوشبو لاتی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 289 زید بن الخطابؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

مسیلمہ کذّاب کے ساتھیوں میں سے رَجَّال بن عُنْفُوَۃ حضرت زَیدِ بن خَطّاب ہی کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ ایک روایت میں رَجَّال بن عُنْفُوَۃ کا نام نَہَار بھی آیا ہے۔ یہ وہ شخص تھا جس نے اسلام قبول کیا۔ ہجرت کی اور قرآن کا قاری تھا۔ پھر مسیلمہ کے ساتھ شامل ہوگیا۔ (اس لئے ہمیشہ انجام بخیر ہونے کی دعا مانگنی چاہئے۔) اور اسے کہا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ انہوں نے تمہیں نبوت میں شریک کر لیا ہے۔ یہ بَنُو حَنِیفَہ کے لئے سب سے بڑا فتنہ تھا۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک وفد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے ساتھ رَجَّال بن عُنْفُوَۃ بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں ایک شخص ہے جس کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر آگ میں ہوگی یعنی کہ وہ آگ میں ہوگا۔ وہ ایک قوم کو گمراہ کرے گا۔ پھر میں اور رَجَّال بن عُنْفُوَۃ باقی بچے۔ میں ہمیشہ اس بارے میں ڈرتا تھا یہاں تک کہ رَجَّال بن عُنْفُوَۃ مُسَیلِمَہ کذاب کے ساتھ نکلا اور اس نے اس کی نبوت کی گواہی دی۔ یہ رَجَّال بن عُنْفُوَۃ جنگِ یمامہ میں قتل ہوا اور حضرت زید بن خَطّاب نے اسے قتل کیا۔

(استیعاب جلد دوم صفحہ 551-552 زید بن الخطابؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حضرت زیدِ بن خَطّاب کو ابو مریم الحنفی نے شہید کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ابو مریم سے جب اس نے اسلام قبول کر لیا تھا کہا کہ کیا تم نے زیدؓ کو شہید کیا تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المومنین! اللہ

تعالیٰ نے حضرت زیدؓ کو میرے ہاتھوں عزت بخشی اور مجھے ان کے ہاتھوں رسوا نہیں کیا۔

حضرت عمرؓ نے ابو مریم سے فرمایا کہ تمہاری رائے میں اس روز جنگ یمامہ میں مسلمانوں نے تمہارے کتنے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ ابو مریم نے کہا کہ چودہ سو یا کچھ زائد۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بِئْسَ الْقَتْلٰی۔ کہ یہ کیا ہی برے مقتولین ہیں۔ ابو مریم نے کہا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے باقی رکھا یہاں تک کہ میں نے اس دین کی طرف رجوع کیا جو اس نے اپنے نبی اور مسلمانوں کے لئے پسند فرمایا۔ حضرت عمرؓ، ابو مریم کی اس بات سے بہت خوش ہوئے۔ ابو مریم بعد میں بصرہ کے قاضی بھی بنے۔

(الاستیعاب فی معرفۃالاصحاب۔ جلد نمبر 2 صفحہ 121 ذکر زید بن الخطاب۔ دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 288-289 زید بن الخطابؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

اگلے جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عُبَادہؓ بن خَشْخَاشْ ہے۔ حضرت عُبَادہؓ بن خَشْخَاشْ کا نام واقدی نے عَبْدَہ بن حَسْحَاسْ بیان کیا ہے جبکہ ابنِ مَنْدَہ نے آپ کا نام عُبَادہؓ بن خَشْخَاشْ عَنْبَرِی بیان کیا ہے۔ بہر حال ان کا تعلق قبیلہ بَلِّی سے تھا۔ حضرت مُجَدَّرْ بن ذِیَاد کے چچازاد بھائی تھے اور ان کی والدہ کی طرف سے بھی بھائی تھے۔ آپ بَنُو سَالِم کے حلیف تھے۔ (اسدالغابہ جلد نمبر 3 صفحہ 53 عُبَادہؓ بن خَشْخَاش)

حضرت عُبَادہؓ بن خَشْخَاشْ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ آپؓ نے قیس بن سائِب کو غزوۂ بدر میں قید کیا تھا۔ حضرت عُبَادہؓ بن خَشْخَاشْ غزوۂ احد کے دن شہید ہوئے اور آپؓ کو حضرت نُعمان بن مالک اور حضرت مُجَدَّرْ بن ذِیَاد کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 157 عبادہ بن الخشخاشؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 513 عبدہ بن الحسحاسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہو گا۔ ان کا نام حضرت عبد اللہ بن جَدّ ہے۔ ان کے والد کا نام جدّ بن قیس تھا۔ ان کی کنیت ابو وَہْب تھی۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو سلَمہ سے تھا جو انصار کا ایک قبیلہ تھا۔ حضرت معاذ بن جبل والدہ کی طرف سے آپؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عبد اللہ بن جدّ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 430 عبد اللہ بن الجدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 196 عبد اللہ بن الجدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جدّ کے والد ابو وہب سے کہا کہ ابو وہب کیا تم اس سال ہمارے ساتھ جنگ کے لئے نکلو گے؟ ابو وہب نے کہا کہ آپؐ مجھے اجازت دیں اور فتنہ میں مبتلا نہ کریں۔ مَیں نہیں جا سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو اس نے بہانہ کیا، عجیب بہانہ ہے کہ میری قوم جانتی ہے کہ مَیں عورتوں کا بہت دلدادہ ہوں۔ اگر میں بنو اصفر یعنی رومیوں کی عورتوں کو دیکھوں گا تو اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کرتے ہوئے اسے اجازت دے دی۔ ٹھیک ہے، بہانہ بنا رہے ہو، چھٹی دے دی، نہ جاؤ۔ حضرت عبد اللہ بن جدّ کو یہ پتہ لگا تو اپنے والد کے پاس آئے، اور ان سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا کیوں انکار کیا ہے؟ اللہ کی قسم آپ تو بنو سلمہ

میں سب سے زیادہ مالدار ہیں اور آج موقع ہے کہ اس میں حصہ لیں۔ نہ آپ خود غزوہ کے لئے نکلتے ہیں نہ ہی کسی کو سواری مہیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے! اب یہاں بیٹے کے سامنے ایک اور بہانہ ہے اور وہی حقیقت ہے کہ میرے بیٹے میں کیوں اس گرمی اور تنگی کے موسم میں بنو اصفر کی طرف نکلوں۔ اللہ کی قسم میں تو خُرَبیٰ (جہاں بنو سلمہ کے گھر تھے) میں موجود اپنے گھر میں بھی ان کے خوف سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ رومیوں کا بڑا خوف تھا، ڈر تھا۔ یہ بزدل آدمی تھے۔ تو کیا میں ان کے خلاف جاؤں اور ان کے خلاف جنگ میں شامل ہوں۔ اے بیٹے اللہ کی قسم! میں تو گردش زمانہ سے خوب آگاہ ہوں۔

مجھے پتہ ہے حالات کیا ہوتے ہیں، آج کچھ ہیں کل کچھ ہیں۔ ان کی یہ باتیں سن کر حضرت عبداللہ اپنے والد سے سختی سے پیش آئے اور کہا کہ اللہ کی قسم آپ میں تو نفاق پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور آپ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن میں نازل کرے گا جسے سب پڑھ لیں گے، اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے گا کہ آپ منافقین میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ کے والد نے اس پر اپنا جوتا اتار کر ان کے منہ پر مارا۔ عبداللہ وہاں سے چلے گئے اور اپنے والد سے بات نہیں کی۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد دوم صفحہ 381 غزوۂ تبوک دار الکتب بیروت 2004ء)
(وفاء الوفاء جلد 4 صفحہ 67 مطبوعہ المکتبۃ الحقانیہ پشاور)

جَدّ بن قیس جو حضرت عبداللہ کے والد تھے، ایک جگہ اُسد الغابہ میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں نفاق کا گمان کیا گیا ہے۔ یہ حدیبیہ میں شریک تھے مگر جب لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تو اس وقت یہ بیعت میں بھی شامل نہیں ہوئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ بعد میں انہوں نے توبہ کر لی تھی اور ان کی وفات حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 521 جد بن قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اگلے جن صحابی کا ذکر ہے یہ حضرت حارث بن اوس بن معاذ ہیں۔ آپؓ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ کے بھتیجے تھے۔ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اٹھائیس سال کی عمر میں غزوۂ احد میں شہید ہوئے لیکن بعض دوسری روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپؓ غزوۂ احد میں شہید نہیں ہوئے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں غزوۂ خندق کے موقع پر لوگوں کے قدموں کی پیروی کرتے ہوئے نکلی۔ میں نے اپنے پیچھے سے زمین کی آہٹ سنی۔ پلٹ کر دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ تھے اور آپ کا بھتیجا حارث بن اوس بھی ہمراہ تھا جو اپنی ڈھال اٹھائے ہوئے تھا۔ یہ روایت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ آپ احد کے بعد بھی زندہ رہے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 589 حارث بن اوس بن معاذؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)
(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 256 حدیث عائشۃؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت حارثؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپؓ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا اور اس حملے کے دوران آپ کے پاؤں پر زخم لگا اور خون بہنے لگا۔ صحابہ آپ کو اٹھا کر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل کعب بن الاشرف۔ حدیث نمبر4037)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 334 وابن اخیھما الحارث بن اوسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

کعب بن اشرف وہ شخص تھا جو مدینہ کے سرداروں میں سے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے میں شامل تھا لیکن معاہدہ کرکے بعد میں اس نے فتنہ پھیلانے کی کوشش کی اور اس کے قتل کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ بہرحال اس موقع پر ان کے زخمی ہونے کا جو واقعہ ہے اس کی شرح عمدۃ القاری میں مزید تفصیل یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب کعب بن اشرف پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا تو ان کے ایک ساتھی حضرت حارث بن اوس کو تلوار کی نوک لگی اور وہ زخمی ہو گئے، اپنے ساتھیوں کی تلوار کی نوک سے زخمی ہوئے تھے۔ چنانچہ آپؓ کے ساتھی انہیں اٹھا کر تیزی سے مدینہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن اوس کے زخم پر اپنا لعاب لگایا اور اس کے بعد انہیں تکلیف نہیں ہوئی۔

(عمدۃ القاری جلد 17 صفحہ 179 کتاب المغازی باب قتل کعب بن الاشرف مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2001ء)

کعب بن اشرف کا قتل کیوں کیا گیا، اس کی تھوڑی سی تفصیل ایک موقع پر پہلے بھی مَیں نے بیان کی تھی۔ مزید تفصیل جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے وہ بیان کرتا ہوں۔ بعض باتیں وہی ہیں کہ کعب گو مذہباً یہودی تھا، لیکن دراصل یہودی النسل نہ تھا، بلکہ عرب تھا۔ اس کا باپ اشرف بنو نَبْہان کا ایک ہوشیار اور چلتا پُرزہ آدمی تھا جس نے مدینہ میں آکر بنو نضیر کے ساتھ تعلقات پیدا کئے پھر ان کا حلیف بن گیا۔ آخر اس نے اتنا اقتدار اور رسوخ پیدا کر لیا کہ قبیلہ بنو نضیر کے بڑے رئیس ابو رافع بن ابی الحُقَیق نے اپنی لڑکی اس کو رشتہ میں دے دی۔ اسی لڑکی کے بطن سے کعب پیدا ہوا جس نے بڑے ہو کر اپنے باپ سے بھی بڑھ کر رتبہ حاصل کیا حتّٰی کہ بالآخر اسے یہ حیثیت حاصل ہو گئی کہ تمام عرب کے یہودی اسے اپنا سردار سمجھنے لگ گئے۔ کعب ایک وجیہہ اور شکیل شخص ہونے کے علاوہ قادر الکلام بھی تھا۔ بہت اچھی تقریر کر لیا کرتا تھا، بہت اچھا بولتا تھا۔ اور شاعر بھی تھا اور انتہائی دولت مند آدمی بھی تھا اور اپنی قوم کے علماء اور دوسرے ذی اثر لوگوں کو اپنی مالی فیاضی سے اپنے ہاتھ کے نیچے رکھتا تھا۔ مگر اخلاقی نقطۂ نگاہ سے وہ ایک نہایت گندے اخلاق کا آدمی تھا۔ خفیہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کے فن میں اسے کمال حاصل تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ میں ہجرت کی تو کعب بن اشرف نے دوسرے یہودیوں کے ساتھ مل کر اس معاہدے میں شرکت اختیار کی۔ یہ لمبی تفصیل انہوں نے لکھی ہوئی ہے۔ میں بعض جگہ سے کچھ مختصر بیان کروں گا۔ بہرحال اس معاہدے میں شرکت کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان باہمی دوستی اور امن اور امان اور مشترکہ دفاع کے متعلق تحریر کیا گیا تھا۔ مگر اندر ہی اندر کعب کے دل میں بغض اور عداوت کی آگ سلگنے لگی۔ معاہدے میں شامل تو وہ ہو گیا لیکن دل میں اس کے فتور تھا، نفاق تھا اور دشمنی تھی، کینہ

اور بغض تھا اور اس کی وجہ سے اس کی آگ میں وہ جل رہا تھا اور اس بغض اور کینہ کی وجہ سے اس نے خفیہ چالوں اور مخفی ساز باز سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ کعب ہر سال یہودی علماء و مشائخ کو بہت سی خیرات دیا کرتا تھا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد یہ لوگ اپنے سالانہ وظائف لینے کے لئے اس کے پاس گئے تو اس نے باتوں باتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور ان سے کہا کہ اپنی مذہبی کتابوں کی بنا پر تمہاری کیا رائے ہے کہ یہ شخص سچا ہے کہ نہیں؟ انہوں نے کہا کہ بظاہر تو یہ وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کا ہمیں وعدہ دیا گیا ہے۔ اس جواب پر کعب جو بغض اور کینہ رکھتا تھا بگڑ گیا اور ان کو بڑا سخت برا بھلا کہا اور جو خیرات انہیں دیا کرتا تھا، جو وظیفہ لگایا ہوا تھا وہ نہ دیا۔ یہودی علماء کی جب روزی بند ہو گئی تو پھر یہ کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ کعب کے پاس گئے اور کہا کہ ہمیں علامات کے سمجھنے میں غلطی لگ گئی تھی۔ ہم نے غور کیا ہے، اصل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبی نہیں ہیں جن کا وعدہ دیا گیا تھا۔ بہر حال اس جواب سے کعب کا مطلب تو حل ہو گیا اور اس نے خوش ہو کر ان کو خیرات کر دی، اُن کا بھی مطلب حل ہو گیا۔ تو بہر حال یہ تو ایک مذہبی مخالفت تھی، حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے صحیح لکھا ہے کہ مذہبی مخالفت تھی اور یہ مذہبی مخالفت کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں ہے کہ جس پر کوئی انتہائی قدم اٹھایا جائے یا کعب کو زیر الزام سمجھا جائے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد کعب کی مخالفت زیادہ خطرناک صورت اختیار کر گئی اور آخر جنگ بدر کے بعد تو اس نے ایسا رویہ اختیار کیا جو سخت مفسدانہ اور فتنہ انگیز تھا اور مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک حالات پیدا ہو گئے تھے۔ پہلے تو کعب یہ سمجھتا تھا کہ مسلمان کا ایمان کا جوش یہ عارضی چیز ہے اور ختم ہو جائے گا اور وہ واپس اپنے مذہب کی طرف آ جائیں گے لیکن جب جنگ بدر میں غیر معمولی فتح نصیب ہوئی اور قریش کے اکثر سردار مارے گئے تو پھر اس کو فکر پیدا ہوئی اور پھر اس نے اپنی پوری کوشش اسلام کے مٹانے اور تباہ و برباد کرنے میں صرف کرنے کا تہیہ کیا۔ اس کے دلی بغض و حسد کا سب سے پہلا اظہار بدر کے موقع پر ہی ہوا جب لوگوں نے آ کر کہا کہ مکہ کے کفار پر ہماری فتح ہوئی ہے تو اس نے بڑا کہا کہ یہ سب جھوٹ ہے اور یہ غلط خبر ہے۔ لیکن بہر حال جیسا کہ ذکر ہوا ہے کہ یہ خبر سچی ثابت ہونے کے بعد اس کا غیض و غضب اَور زیادہ بھڑک اٹھا۔ اس کے بعد جب جنگ بدر کی فتح کے بعد مسلمان واپس آ گئے تو اس نے مکہ کا سفر کیا اور وہاں جا کر مکہ والوں کو اپنی چرب زبانی، اپنی باتوں اور اپنی تقریروں اور شعروں کے ذریعہ سے قریش کے دلوں کی سلگتی ہوئی آگ جو مسلمانوں کے خلاف تھی اس کو اَور تیز کیا اور بھڑکانے کی کوشش کی اور ان کے دل میں مسلمانوں کے خون کی نہ بجھنے والی پیاس پیدا کر دی۔ اور ان کے سینے جذبات اور انتقام سے سخت بھر دیئے۔ جب کعب کی اشتعال انگیزی سے ان کے احساسات میں ایک انتہائی درجہ کی تیزی پیدا ہو گئی، بجلی پیدا ہو گئی تو اس نے ان کو خانہ کعبہ کے صحن میں لے جا کر کعبہ کے پردے ان کے ہاتھ میں دے دیئے اور ان سے قسمیں لیں کہ جب تک اسلام اور بانیٔ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے ملیامیٹ نہ کر دیں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ کہتے ہیں کہ اس کی ان باتوں سے مکہ میں آتش فشاں کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ پھر اس نے دوسرے قبائل کا رخ کیا اور ہر قوم میں جا کے مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور مسلمان خواتین پر بھی

تشبیب کی یعنی اپنے جوش دلانے والے اشعار میں نہایت گندے اور فحش طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا حتّٰی کہ خاندان نبوت کی مستورات کو بھی ان اوباشانہ اشعار کا نشانہ بنایا اور اپنے شعروں کا بڑا چرچا کروایا۔ آخر اس نے انتہا یہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی اور آپؐ کو کسی دعوت وغیرہ کے بہانے سے اپنے مکان پر بلا کر چند نوجوان یہودیوں سے آپؐ کو قتل کروانے کا منصوبہ بنایا۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے وقت پر اطلاع ہو گئی اور یہ سازش کامیاب نہیں ہوئی۔

جب نوبت یہاں تک آ گئی اور کعب کے خلاف عہد شکنی، بغاوت، تحریک جنگ، فتنہ پردازی، فحش گوئی اور سازش قتل کے الزامات پایہ ثبوت کو پہنچ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس بین الاقوام معاہدہ کی رو سے جو آپؐ کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد مدینہ کے لوگوں میں ہوا تھا، مدینہ کی جمہوری سلطنت قائم ہوئی تھی اور آپؐ اس کے صدر اور حاکم اعلیٰ بنے تھے۔ آپؐ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ کعب بن اشرف اپنی کارروائیوں کی وجہ سے واجب القتل ہے اور اپنے صحابیوں کو ارشاد فرمایا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن چونکہ اس وقت کعب کی فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے مدینہ کی فضا ایسی ہو رہی تھی کہ اگر اس کے خلاف باضابطہ طور پر اعلان کر کے اسے قتل کیا جاتا تو خطرہ تھا کہ مدینہ میں خانہ جنگی نہ شروع ہو جائے اور پھر پتہ نہیں کتنا کشت وخون ہو اور اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ اور فتنے اور فساد اور کشت وخون کو روکنے کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ خاموش طریقے سے اس کا قتل کیا جائے اور اس کے لئے آپؐ نے یہ ڈیوٹی قبیلہ اَوس کے ایک مخلص صحابی محمد بن مسلمہ کے سپرد فرمائی اور انہیں یہ بھی تاکید فرمائی کہ جو بھی طریق اختیار کریں قبیلہ اَوس کے رئیس سعد بن معاذ کے مشورہ سے اس پر عمل کریں۔ تو محمد بن مسلمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خاموشی سے قتل کرنے کے لئے تو کوئی بات عذر وغیرہ بنانا پڑے گا جس کی مدد سے کعب کو اس کے گھر سے نکال کر قتل کیا جا سکے تو آپؐ نے فرمایا اچھا، (ٹھیک ہے۔ جو بھی تم نے طریق اختیار کرنا ہے کرو۔) چنانچہ محمد بن مسلمہ نے سعد بن معاذ کے مشورہ سے ابونائلہ اور دو تین اور صحابیوں کو اپنے ساتھ لیا اور کعب کے مکان پر پہنچے اور ان سے کہا کہ ہمارے صاحب یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے صدقہ مانگا ہے۔ آجکل ہم تنگ حال ہیں تم ہمیں کچھ قرض دے سکتے ہو؟ یہ سن کے وہ بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا کہ وہ دن دور نہیں کہ جب تم اس شخص سے بیزار ہو جاؤ گے اور اسے چھوڑ دو گے۔ تو محمد نے جواب دیا کہ خیر ہم تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کر چکے ہیں، اور اب ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس سلسلہ کا انجام کیا ہوتا ہے۔ مگر تم بتاؤ کہ قرض دو گے کہ نہیں؟ کعب نے کہا ہاں میں دے دوں گا مگر کچھ چیز رہن رکھو۔

انہوں نے کہا کیا چیز؟ تو اس بدبخت نے پہلی بات یہ کہی کہ اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو۔ ان کو غصّہ تو بہت آیا کہ تمہارے جیسے آدمی کے پاس ہم اپنی عورتیں رکھ دیں۔ اس نے کہا اچھا پھر بیٹے دے دو۔ انہوں نے کہا یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ ہم سارے عرب کا طعن اپنے سر پر نہیں لے سکتے۔ اگر تم مہربانی کرو تو اپنے ہتھیار تمہارے پاس رہن رکھ دیتے ہیں۔ تو کعب اس پر راضی ہو گیا۔ محمد بن مسلمہ اور اس کے ساتھی رات کو آنے کا وعدہ دے کر واپس چلے گئے اور جب رات ہوئی تو یہ لوگ کھلے طور پر اپنے ہتھیار لے کر آئے۔ اس کو بلایا، گھر سے باہر

لے کر آئے، اس پر قابو پالیا اور پھر انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ جب قتل کیا تو اس وقت حضرت حارث کا جو ذکر آ رہا ہے وہ زخمی ہو گئے تھے، ان کو اپنے لوگوں کی تلوار لگ گئی تھی۔ اور پھر جب اس کو قتل کر دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس قتل کی اطلاع دی۔

جب صبح اس کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو شہر میں بڑی سنسنی پھیل گئی۔ سب یہودی جوش میں آ گئے۔ دوسرے دن یعنی اگلے دن صبح یہودیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ہمارا سردار کعب بن اشرف اس طرح قتل کر دیا گیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا، انکار نہیں کیا نہ یہ کہا کہ اچھا مجھے نہیں پتہ، کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ کعب کس کس جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ پھر آپؐ نے اجمالاً ان کو کعب کی عہد شکنی، تحریک جنگ، فتنہ انگیزی، فحش گوئی، سازش قتل وغیرہ کی کارروائیاں یاد دلائیں جس پر یہ لوگ ڈر کر خاموش ہو گئے۔ تب ان کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ ان کو پتہ لگ گیا کہ ہاں بات تو حقیقت ہے اور یہی اس کی سزا ہونی چاہئے تھی۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہیں چاہئے کہ کم از کم آئندہ کے لئے امن اور تعاون کا معاہدہ کرو اور عداوت اور فتنہ وفساد کا بیج نہ بوؤ۔ چنانچہ یہود کی رضامندی کے ساتھ آئندہ کے لئے ایک نیا معاہدہ لکھا گیا اور یہود نے مسلمانوں کے ساتھ امن وامان کے ساتھ رہنے اور فتنہ وفساد کے طریقوں سے بچنے کا از سرِ نَو وعدہ کیا اور یہ عہد نامہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپردگی میں دے دیا گیا۔ تاریخ میں کسی بھی جگہ مذکور نہیں کہ اس کے بعد یہودیوں نے کبھی کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کر کے مسلمانوں پر الزام عائد کیا ہو کیونکہ ان کے دل محسوس کرتے تھے کہ کعب اپنی مستحق سزا کو پہنچا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ مغربی مؤرخین بعد میں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ناجائز قتل کروایا اور یہ غلط چیز تھی۔ تو وہ لکھتے ہیں کہ یہ ناجائز قتل نہیں تھا۔ کیونکہ کعب بن اشرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باقاعدہ امن کا معاہدہ کر چکا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرنا تو درکنار رہا اس نے اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ ہر بیرونی دشمن کے خلاف مسلمانوں کی مدد کرے گا اور مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے گا۔ اس نے اس معاہدے کی رو سے یہ بھی تسلیم کیا تھا کہ جو رنگ مدینہ میں جمہوری سلطنت کا قائم کیا گیا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدر ہوں گے اور ہر قسم کے تنازعات وغیرہ میں آپؐ کا فیصلہ سب کے لئے واجب القبول ہو گا۔

چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اسی معاہدے کے ماتحت یہودی لوگ اپنے مقدمات وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور آپؐ ان میں احکام جاری فرماتے تھے۔ اب ان حالات کے ہوتے ہوئے کعب نے تمام عہد وپیمان کو بالائے طاق رکھا، پیچھے کر دیا، چھوڑ دیا۔ مسلمانوں سے بلکہ حق یہ ہے کہ حکومت وقت سے غداری کی۔ یہاں مسلمانوں سے غداری کا سوال نہیں اس نے حکومت وقت سے غداری کی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سربراہ حکومت تھے اور مدینہ میں فتنہ وفساد کا بیج

بویا اور ملک میں جنگ کی آگ مشتعل کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کے خلاف قبائل عرب کو خطرناک طور پر ابھارا اور مسلمانوں کی عورتوں پر اپنے جوش دلانے والے اشعار میں تشبیب بھی کہی۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے کئے۔ یہ سب کچھ ایسی حالت میں کیا کہ مسلمان پہلے سے ہی جو چاروں طرف سے مصائب میں گرفتار تھے ان کے لئے سخت مشکل حالات پیدا کر دیئے اور ان حالات میں کعب کا جرم بلکہ بہت سے جرموں کا مجموعہ ایسا نہ تھا کہ اس کے خلاف کوئی تعزیری قدم نہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ یہ قدم اٹھایا گیا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ آجکل مہذب کہلانے والے ممالک میں بغاوت اور عہد شکنی اور اشتعال جنگ اور سازش قتل کے جرموں میں مجرموں کو قتل کی سزا دی جاتی ہے پھر اعتراض کس چیز کا۔

اور پھر دوسرا سوال قتل کے طریق کا ہے کہ اس کو خاموشی سے کیوں رات کو مارا گیا؟ تو اس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہئے کہ عرب میں اس وقت کوئی باقاعدہ سلطنت نہیں تھی۔ ایک سربراہ تو مقرر کر لیا تھا، لیکن صرف اسی کا فیصلہ نہیں ہوتا تھا بلکہ اگر اپنے اپنے فیصلے کرنا چاہے تو ہر شخص اور ہر قبیلہ آزاد اور خود مختار بھی تھا۔ مجموعی طور پر مشترکہ فیصلے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور اگر اپنے طور پر قبیلوں نے کرنے ہوتے تو وہ بھی ہوتے تھے۔

تو ایسی صورت میں وہ کون سی عدالت تھی جہاں کعب کے خلاف مقدمہ دائر کر کے باقاعدہ قتل کا حکم حاصل کیا جاتا۔ کیا یہود کے پاس شکایت کی جاتی جن کا وہ سردار تھا اور جو خود مسلمانوں سے غداری کر چکے تھے، آئے دن فتنے کھڑے کرتے رہتے تھے؟ اس لئے یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ یہود کے پاس جایا جاتا۔ قبائل سُلَیم اور غطفان سے دادرسی چاہی جاتی جو گزشتہ چند ماہ میں تین چار دفعہ مدینہ پر چھاپہ مارنے کی تیاری کر چکے تھے؟ وہ بھی ان کے قبیلے تھے تو ظاہر ہے کہ ان سے بھی کوئی انصاف نہیں ملنا تھا۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ اس وقت کی حالت پر غور کرو اور پھر سوچو کہ مسلمانوں کے لئے سوائے اس کے وہ کون سا راستہ کھلا تھا کہ جب ایک شخص کی اشتعال انگیزی اور تحریک جنگ اور فتنہ پردازی اور سازش قتل کی وجہ سے اس کی زندگی کو اپنے لئے اور ملک کے امن کے لئے خطرہ پاتے ہوئے خود حفاظتی کے خیال سے موقع پا کر اسے قتل کر دیتے کیونکہ یہ بہت بہتر ہے کہ ایک شریر اور مفسد آدمی قتل ہو جاوے بجائے اس کے کہ بہت سے پُرامن شہریوں کی جان خطرے میں پڑے اور ملک کا امن برباد ہو۔ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتا ہے کہ فتنہ جو ہے وہ قتل سے بڑا ہے۔

بہرحال اس معاہدے کی رو سے جو ہجرت کے بعد مسلمانوں اور یہود کے درمیان ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معمولی شہری کی حیثیت حاصل نہیں تھی بلکہ آپؐ اس جمہوری سلطنت کے صدر قرار پائے تھے جو مدینہ میں قائم ہوئی تھی اور آپؐ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جملہ تنازعات اور امور سیاسی میں جو فیصلہ مناسب خیال کریں صادر فرمائیں۔ پس اگر آپؐ نے ملک کے امن کے مفاد میں کعب کی فتنہ پردازی کی وجہ سے اسے واجب القتل قرار دیا تو یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی اس لئے تیرہ سو سال کے بعد اسلام پر اعتراض کرنے والوں کا یہ اعتراض جو ہے بالکل بودا ہے

کیونکہ اس وقت تو یہودیوں نے آپؐ کی بات سن کے اس پہ کوئی اعتراض نہیں کیا اور کبھی بھی اعتراض نہیں کیا۔
(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 467 تا 473)

تو یہ تھی اس کی حالت اور بہر حال یہ ذکر ہوا تھا حضرت حارث بن اوس بن معاذؓ کا کہ یہ بھی اس قتل میں شامل تھے، اس ٹیم میں جو اس کے قتل کے لئے بھیجی گئی تھی اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا اسلام پر شدت پسندی کے الزامات لگتے ہیں وہ سب الزامات بھی غلط تھے۔ وہ اس بات کا حق دار تھا کہ اس کو سزا دی جاتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سربراہ حکومت کی حیثیت سے اسے سزا دی۔ آج انہی کے واقعات پہ ختم کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ اسلام کو بھی ان فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آجکل مسلمانوں کی یہی حالت ہے کہ بجائے اس کے کہ ان پرانی باتوں سے تاریخ سے سبق لیں خود فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں اور خود فتنوں کی وجہ بن رہے ہیں حکومتوں کے اندر بھی اور مسلمان حکومتیں بھی۔ اللہ تعالیٰ اسلام کو ان فتنوں سے بچائے اور اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہادی کو جو اسلام کی احیائے نو کے لئے آیا ہے ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28 دسمبر 2018ء تا 03 جنوری 2019ء جلد 25 شمارہ 52 صفحہ 05 تا 08)

50

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 14 / دسمبر 2018ء بمطابق 15 / فتح 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

صحابہ کے ذکر میں سے **آج حضرت مِسْطَح بن اُثَاثہ کا ذکر ہو گا۔** ان کا نام عَوف اور لقب مِسْطَح تھا ان کی والدہ حضرت ام مسطح سلمیٰ بنت صَخْر تھیں جو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کی خالہ رَیْطہ بنت صَخْر کی بیٹی تھیں۔

(الاصابہ جلد 6 صفحہ 74 مسطح بن اثاثہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 150 مسطح بن اثاثہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)(استیعاب جلد 4 صفحہ 1472 مسطح بن اثاثہ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

حضرت مِسْطَح بن اُثَاثہ نے حضرت عُبَیْدہ بن حارث اور ان کے دو بھائیوں حضرت طُفَیل بن حارث حضرت حُصَیْن بن حارث کے ساتھ مکہ سے ہجرت کی۔ سفر سے پہلے طے پایا کہ یہ لوگ وادیٔ نَاجِح میں اکٹھے ہوں گے لیکن حضرت مِسْطَح بن اُثاثہ پیچھے رہ گئے کیونکہ ان کو سفر کے دوران سانپ نے ڈس لیا تھا۔ اگلے دن ان لوگوں کو جو پہلے چلے گئے حضرت مِسْطَح کے سانپ کے ڈسے جانے کی اطلاع ملی پھر یہ لوگ واپس گئے اور انہیں ساتھ لے کر مدینہ آ گئے۔ مدینہ میں سب لوگ حضرت عبد الرحمٰن بن سلمہ کے ہاں ٹھہرے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 37 عبیدہ بن الحارثؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مِسْطَح بن اُثاثہ اور زید بن مُزَیَّن کے درمیان مؤاخات کا رشتہ قائم کیا تھا۔ حضرت مسطح غزوہ بدر سمیت دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 39 مسطح بن اثاثہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ہجرت کے آٹھ مہینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُبَیدہ بن حارث کو ساٹھ یا ایک روایت کے مطابق اسّی سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُبَیدہ بن حارث کے لئے ایک سفید رنگ کا پرچم باندھا، ایک جھنڈا بنایا جسے مِسْطَح بن اُثاثہ نے اٹھایا۔ اس سَریّہ کا مطلب یہ تھا کہ قریش کے تجارتی قافلے کو راہ میں روک لیا جائے۔ قریش کے قافلے کا امیر ابوسفیان تھا، بعض کے مطابق عِکْرِمَہ بن ابوجہل اور بعض کے مطابق مِکْرَزْ بن حَفْص تھا۔ اس قافلے میں 200 آدمی تھے جو مال لے کر جا رہے تھے۔ صحابہ کی اس جماعت نے رَابِغْ وادی پر اس قافلے کو جالیا، اس مقام کو وَدَّان بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قافلہ صرف تجارتی قافلہ نہیں تھا

بلکہ جنگی سامان سے لیس بھی تھا اور اس قافلے کی جو آمد ہونی تھی وہ بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں استعمال ہونی تھی کیونکہ واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ وہ پوری طرح سے تیار تھے۔ بہرحال یہ لوگ جب گئے تو دونوں فریق کے درمیان تیر اندازی کے علاوہ کوئی مقابلہ نہیں ہوا اور لڑائی کے لئے باقاعدہ صف بندی بھی نہیں ہوئی۔ پہلے بھی اس کا ایک اور صحابی کے ذکر میں ایک دفعہ ذکر ہو چکا ہے۔ وہ صحابی جنہوں نے مسلمانوں کی جانب سے پہلا تیر چلایا وہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے اور یہ وہ پہلا تیر تھا جو اسلام کی طرف سے چلایا گیا۔ اس موقع پر حضرت مِقْدَاد بن اَسْوَد اور حضرت عُیَیْنَہ بن غَزْوَان، (سیرت ابن ہشام اور تاریخ طبری میں عُتْبَہ بن غَزْوَان ہے) مشرکوں کی جماعت سے نکل کر مسلمانوں میں آملے کیونکہ ان دونوں نے اسلام قبول کیا ہوا تھا اور وہ مسلمانوں کی طرف جانا چاہتے تھے۔ حضرت عُبَیدہ بن حَارِث کی سرکردگی میں یہ اسلام کا دوسرا سَرِیّہ تھا۔ تیر اندازی کے بعد دونوں فریق پیچھے ہٹ گئے۔ (پہلے بھی کسی خطبہ میں ایک دفعہ ذکر ہو چکا ہے) اور مشرکین پر مسلمانوں کا اس قدر رعب پڑا کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کا بہت بڑا لشکر ہے جو ان کی مدد کر سکتا ہے۔ لہٰذا وہ خوفزدہ ہو کر واپس چلے گئے اور مسلمانوں نے بھی ان کا پیچھا نہیں کیا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 215-216 سریہ عبیدۃ بن الحارثؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء) (سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 592 سریۃ عبیدۃ بن الحارثؓ مطبوعہ مصطفی البابی مصر 1955ء) (تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 12 سنۃ 1ھ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)

کیونکہ مقصد جنگ نہیں تھا صرف ان کو روکنا تھا اور یہ سبق دینا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف اگر وہ تیاری کریں گے تو مسلمان بھی تیار ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے موقع پر حضرت مِسْطَح اور اِبْنِ اِلیاس کو پچاس وسق غلہ عطا فرمایا (اس زمانے میں مال غنیمت میں یہ دیا جاتا تھا طبقات الکبریٰ میں یہ باتیں لکھی ہیں) ان کی وفات 56 برس کی عمر میں 34 ہجری میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت تک زندہ رہے اور حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صِفِّین میں شامل ہوئے اور اسی سال 37 ہجری میں وفات پائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 39 مسطح بن اثاثۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(الاصابہ جلد 6 صفحہ 74 مسطح بن اثاثۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت مسطح وہی شخص ہیں جن کے نان و نفقہ کا بندوبست حضرت ابو بکرؓ کیا کرتے تھے، ان کے ذمہ تھا۔ لیکن جب حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی۔ الزام لگایا گیا تو ان لگانے والوں میں مسطح بھی شامل ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت قسم کھائی کہ آئندہ ان کی کفالت نہیں کریں گے جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ (النور:23)

اور تم میں سے صاحبِ فضیلت اور صاحبِ توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے

کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

بہر حال یہ آیت نازل ہوئی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے دوبارہ ان کا نان و نفقہ جاری فرما دیا اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی بریت نازل فرما دی تو پھر بہتان لگانے والوں کو سزا بھی دی گئی۔ بعض روایات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے والے جن اصحاب کو کوڑے لگوائے تھے ان میں حضرت مِسْطَح بھی شامل تھے۔

(الاصابہ جلد 6 صفحہ 74 مسطح بن اثاثہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

یہ افک کا الزام لگانے کا جو واقعہ ہے یہ کیونکہ ایک بڑا تاریخی، ایک اہم واقعہ ہے۔ تاریخی تو نہیں ایک اہم واقعہ ہے اور مسلمانوں کے لئے اس میں سبق بھی ہے اس لئے اس کی تفصیل بھی بڑی لکھی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں قرآن کریم میں آیات بھی نازل فرمائیں۔ بہر حال اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"خدا تعالیٰ نے اپنے اخلاق میں یہ داخل رکھا ہے کہ وہ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار اور دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے اسی طرح انسان کو بھی اس نے یہی اخلاق سکھائے ہیں۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس واقعہ کا ذکر کر کے وعدہ اور وعید کے فرق کو ظاہر فرمایا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ "جیسا کہ قرآن شریف اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جو منافقین نے محض خباثت سے خلاف واقعہ تہمت لگائی تھی اس تذکرہ میں بعض سادہ لوح صحابہ بھی شریک ہو گئے تھے۔" ان کا مقصد فتنہ نہیں تھا۔ سادہ لوحی میں شامل ہو گئے۔ "ایک صحابی ایسے تھے کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو وقتہ روٹی کھاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اس خطا پر قسم کھائی تھی اور وعید کے طور پر عہد کر لیا تھا کہ میں اس بے جا حرکت کی سزا میں اس کو کبھی روٹی نہ دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی: وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (النور:23) تب حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اس عہد کو توڑ دیا اور بدستور روٹی لگا دی۔ اسی بنا پر اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ "یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مسئلہ حل کیا کہ "اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسنِ اخلاق میں داخل ہے۔" وعید کیا ہے؟ فرمایا کہ "مثلاً اگر کوئی اپنے خدمت گار کی نسبت قسم کھائے کہ مَیں اس کو ضرور پچاس جوتے ماروں گا تو اس کی توبہ اور تضرّع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے تا تخلق باخلاق اللہ ہو جائے۔ مگر وعدہ کا تخلف جائز نہیں۔ ترکِ وعدہ پر باز پرس ہو گی مگر ترکِ وعید پر نہیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 181)

وعدہ ایک ایسا عہد ہے جو تمام منفی اور مثبت پہلو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے اور اس کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔ اس کو توڑنا، پھر اس کی پوچھ گچھ بھی ہو گی یا پھر کچھ جرمانہ بھی ہو گا۔

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عائشہؓ واقعہ افک کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔ اس کی تفصیل کی کیونکہ اہمیت ہے۔ اس لئے میں بھی اب بیان کر رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں

نکلنے کا ارادہ فرماتے تو آپؐ اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر جس کا قرعہ نکلتا آپؐ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک حملے کے وقت جو آپؐ نے کیا ہمارے درمیان قرعہ ڈالا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا قرعہ نکلا۔ مَیں آپؐ کے ساتھ گئی۔ اس وقت حجاب کا حکم اتر چکا تھا، پردے کا حکم آ گیا تھا۔ مَیں ہودج میں بٹھائی جاتی (ہودج جو اونٹ کے اوپر سواری کی جگہ بنائی جاتی ہے۔covered ہوتی ہے) اور ہودج سمیت اتاری جاتی۔ کہتی ہیں کہ ہم اسی طرح سفر میں رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس حملے سے فارغ ہوئے اور واپس آئے اور ہم مدینہ کے قریب ہی تھے کہ ایک رات آپؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ جب لوگوں نے کوچ کرنے کا اعلان کیا تو مَیں بھی چل پڑی اور فوج سے آگے نکل گئی۔ کہتی ہیں مَیں پیدل ہی چل پڑی۔ کیونکہ رفع حاجت کے لئے جانا تھا تو ایک طرف ہو کے چلی گئیں جب مَیں اپنی حاجت سے فارغ ہوئی، تو اپنے ہودج کی طرف آئی اور مَیں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ظفار کے کالے نگینوں کا میرا ہار گر گیا ہے۔ ایک ہار پہنا ہوا تھا وہ گر گیا ہے۔ کہتی ہیں مَیں اپنا ہار ڈھونڈنے کے لئے واپس لوٹی اور اس کی تلاش نے مجھے روکے رکھا تو کچھ وقت لگ گیا۔ اتنے میں وہ لوگ جو میرے اونٹ کو تیار کرتے تھے، آئے اور انہوں نے میرا ہودج اٹھا لیا اور وہ ہودج میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ وہ خالی تھا۔ لیکن وہ سمجھے کہ مَیں اسی میں ہوں۔ کہتی ہیں کہ عورتیں ان دنوں میں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں۔ بھاری بھر کم نہ تھیں۔ ان کے بدن پر زیادہ گوشت نہ ہوتا تھا۔ وہ تھوڑا سا تو کھانا کھایا کرتی تھیں۔ لوگوں نے جب ہودج کو اٹھایا تو اس کے بوجھ کو غیر معمولی نہ سمجھے۔ یہ احساس نہیں ہوا کہ یہ ہلکا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے اس کو اٹھا لیا اور میں کم عمر لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹ کو بھی اٹھا کر چلا دیا اور خود بھی چل پڑے۔ جب سارا لشکر گزر چکا اور اس کے بعد میں نے اپنا ہار بھی ڈھونڈ لیا تو میں ڈیرے پر واپس آئی۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر میں اپنے اس ڈیرے کی طرف گئی جس میں مَیں تھی اور مَیں نے خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پائیں گے تو یہیں واپس لوٹ آئیں گے۔ کہتی ہیں مَیں بیٹھی ہوئی تھی کہ اسی اثناء میں میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔

صَفوان بن مُعَطَّل سُلَمِی ذَکْوَانِی فوج کے پیچھے رہا کرتے تھے۔ ایک آدمی پیچھے ہوتا تھا تا کہ دیکھ لے کہ قافلہ چلا گیا ہے تو کوئی چیز پیچھے تو نہیں رہ گئی۔ کہتی ہیں وہ صبح میرے ڈیرے پر آئے اور انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا وجود دیکھا اور میرے پاس آئے۔ اور حجاب کے حکم سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ واپس آئے تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا۔ ان کے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے پر میں جاگ اٹھی۔ اس کے بعد پہلے اونٹنی قریب لے آئے، اور جب انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی تو میں اس پر سوار ہو گئی اور وہ اونٹنی کی نکیل پکڑ کر چل پڑے۔ کہتی ہیں: یہاں تک کہ ہم فوج میں اس وقت پہنچے جب لوگ ٹھیک دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لئے ڈیروں میں تھے۔ پھر جس کو ہلاک ہونا تھا ہلاک ہو گیا۔ یعنی اس بات پر بعض لوگوں نے الزام لگانے شروع کر دئے۔ غلط قسم کی باتیں حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کر دیں۔

فرماتی ہیں اس تہمت کا بانی عبد اللہ بن اُبَی بن سَلُول تھا۔ ہم مدینہ پہنچے۔ مَیں وہاں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ تہمت لگانے والوں کی باتوں کا لوگ چرچا کرتے رہے اور میری اس بیماری کے اثناء میں جو بات مجھے شک میں ڈالتی

تھی وہ یہ تھی کہ مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مہربانی نہیں دیکھتی تھی جو مَیں آپؐ سے اپنی بیماری میں دیکھا کرتی تھی۔ بڑا چرچا ہو گیا۔ تہمت لگائی۔ مشہوری ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی باتیں پہنچیں۔ کہتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیماری میں جو سلوک میرے ساتھ پہلے ہوا کرتا تھا وہ مجھے نظر نہیں آتا تھا۔ آپؐ صرف اندر آتے اور السلام علیکم کہتے۔ پھر پوچھتے کہ اب وہ کیسی ہے۔ اور وہ بھی ان کے والدین سے پوچھ لیتے۔ کہتی ہیں کہ مجھے اس تہمت کا کچھ بھی علم نہ تھا یہاں تک کہ جب مَیں نے بیماری سے شفا پائی۔ اور نقاہت کی حالت میں تھی کہ مَیں اور ام مسطح مَنَاصِعْ کی طرف گئیں جو قضائے حاجت کی جگہ تھی۔ ہم رات کو ہی نکلا کرتے تھے اور یہ اس وقت سے پہلے کی بات ہے جب ہم نے اپنے گھروں میں، گھروں کے قریب بیوت الخلاء بنائے تھے۔ اس زمانے میں رفع حاجت کے لئے لوگ باہر جایا کرتے تھے اور عورتیں رات کو جب اندھیرا پھیل جائے نکلا کرتی تھیں۔ کہتی ہیں اس سے قبل ہماری حالت پہلے عربوں کی سی تھی کہ جنگل میں یا باہر جا کر قضائے حاجت کیا کرتے تھے۔ میں اور ام مسطح بنت ابی رُھم دونوں جا رہی تھیں کہ اتنے میں وہ اپنی اوڑھنی سے اٹکی اور ٹھوکر کھائی۔ تب بولی کہ مسطح بدنصیب ہو۔ مَیں نے اس سے کہا کہ کیا بری بات کی ہے تم نے۔ کیا تُو ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہے جو جنگِ بدر میں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ اری بھولی بھالی لڑکی! کیا تم نے نہیں سنا جو لوگوں نے افترا کیا ہے؟ تب اس نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی کہ یہ الزام تمہارے پر لگایا گیا ہے۔ کہتی ہیں مَیں بیماری سے ابھی اٹھی تھی، نقاہت تو تھی ہی۔ یہ بات سن کے میری بیماری بڑھ گئی۔

جب اپنے گھر لوٹی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے۔ آپؐ نے السلام علیکم کہا اور آپؐ نے پوچھا اب تم کیسی ہو؟ مَیں نے کہا: مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں۔ کہتی تھیں کہ میں اُس وقت یہ چاہتی تھی کہ میں ان کے پاس جا کر اس کی نسبت معلوم کروں یعنی یہ الزام جو لگا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی۔ میں اپنے والدین کے پاس آئی تو میں نے اپنی ماں سے پوچھا کہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں! میری ماں نے کہا کہ بیٹی اس بات سے اپنی جان کو جنجال میں نہ ڈالو۔ ہلکان نہ کرو۔ اطمینان سے رہو۔ اللہ کی قسم! کم ہی ایسا ہوا ہے کہ کبھی کسی شخص کے پاس کوئی خوبصورت عورت ہو، اس کی بیوی ہو جس سے وہ محبت بھی رکھے اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر لوگ اس کے برخلاف باتیں نہ کریں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ مَیں نے اس پہ کہا کہ سبحان اللہ۔ لوگ ایسی بات کا چرچا کر رہے ہیں۔ پھر کہتی ہیں کہ مَیں نے وہ رات اس طرح کاٹی کہ صبح تک میرے آنسو نہیں تھمے۔ اتنا بڑا الزام مجھ پر لگایا ہے۔ ساری رات مجھے نیند نہیں آئی اور مَیں روتی رہی۔

جب صبح اٹھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو بلایا۔ اس وقت جب وحی کے آنے میں دیر ہوئی تا ان دونوں سے اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارے میں مشورہ کریں۔ یعنی یہ فیصلہ کہ اس طرح جو الزام لگایا ہے اس کے بعد آیا ان کو رکھوں نہ رکھوں؟ اسامہؓ نے تو آپؐ کو اس محبت کی بنا پر مشورہ دیا جو ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے تھی۔ اسامہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپؐ کی بیوی ہیں اور ہم اللہ کی قسم! سوائے بھلائی کے اَور کچھ نہیں جانتے۔ ہم نے تو کوئی عیب نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ لیکن علی بن ابی

طالب نے کہا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں رکھی۔ حضرت علیؓ ذرا تیز طبیعت کے تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ آپؐ پر کبھی تنگی نہیں رکھی اور اس کے سوا اور عورتیں بھی بہت ہیں۔ پھر حضرت علی نے یہ کہا کہ اس خادمہ سے پوچھئے۔ جو حضرت عائشہؓ کی خادمہ تھیں۔ ان سے پوچھیں کہ کیسی ہیں۔ (وہ) آپؐ سے سچ سچ کہہ دے گی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا۔ وہ خادمہ تھیں اور آپؐ نے کہا بریرہ! کیا تم نے اس میں یعنی حضرت عائشہؓ میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تمہیں شبہ میں ڈالے؟ بریرہ نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ میں اس سے زیادہ کوئی اور بات نہیں دیکھی جس کو میں ان کے لئے معیوب سمجھوں کہ وہ کم عمر لڑکی ہے۔ یعنی آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے۔ ذرا بے پرواہی ہے اور اتنی گہری نیند اُن کو آتی ہے کہ گھر کی بکری آتی ہے اور وہ اسے کھا جاتی ہے۔ ان کی یہ ایک مثال دے کے بتایا کہ کوئی برائی تو نہیں ہے لیکن یہ کمزوری ہے۔ نیند غالب آجاتی ہے۔ یہ سن کر اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب فرمایا اور عبداللہ بن اُبَی بن سَلُول کی شکایت کی کیونکہ اسی نے مشہور کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے شخص کو کون سنبھالے جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے دکھ دیا ہے۔ مَیں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی بیوی میں سوائے بھلائی کے اور کوئی بات مجھے معلوم نہیں اور ان لوگوں نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جس کی بابت بھی مجھے بھلائی کے سوا کوئی علم نہیں۔ یعنی کہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں جس پر الزام لگایا ہے اور میرے گھر والوں کے پاس جب بھی وہ آیا کرتے میرے ساتھ ہی آتے۔ اس پر حضرت سعد بن مُعَاذ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یارسول اللہؐ! بخدا میں اس سے آپؐ کا بدلہ لوں گا جس نے یہ الزام لگایا ہے۔ اگر وہ اوس کا ہوا تو میں اس کی گردن اڑادوں گا۔ اگر وہ ہمارے بھائیوں خزرج سے ہوا تو جو بھی آپؐ ہمیں حکم دیں گے ہم آپؐ کا حکم بجالائیں گے۔ اس پر سعد بن عُبَادہ کھڑے ہوئے اور وہ خزرج قبیلہ کے سردار تھے اور اس سے پہلے وہ اچھے آدمی تھے لیکن قومی عزت نے انہیں بھڑکایا اور انہوں نے کہا تم نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم! تم اسے نہیں مارو گے اور نہ ایسا کر سکو گے۔ بحث شروع ہو گئی۔ اس پر اُسَید بن حُضَیر کھڑے ہو گئے۔ تیسرا شخص بھی کھڑا ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ تم نے غلط کہا ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے جس نے بھی الزام لگایا ہے۔ اور پھر یہاں تک کہہ دیا کہ تُو تو منافق ہے جو منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے۔ اس پر دونوں قبیلے اوس اور خزرج بھڑک اٹھے۔ آپس میں غصہ میں آ گئے، طیش میں آ گئے۔ یہاں تک کہ لڑائی شروع ہو گئی۔ شروع تو نہیں ہوئی لیکن لڑنے کے قریب تھے، کہتے ہیں لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے آپ اترے اور ان کو ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو رہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، یہ روایت چل رہی ہے۔ بخاری کی لمبی روایت ہے کہ میں سارا دن روتی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمتے اور نہ مجھے نیند آتی۔ میرے ماں باپ میرے پاس آ گئے۔ میں دو راتیں اور ایک دن اتنا روئی کہ میں سمجھی کہ یہ رونا میرے جگر کو شق کر دے گا۔ میں ختم ہو جاؤں گی۔ کہتی تھیں کہ اسی اثناء میں کہ وہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے یعنی ماں باپ بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ اتنے میں ایک انصاری عورت نے

اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اسے اجازت دے دی۔ وہ بھی بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں اندر آئے اور بیٹھ گئے۔ اور اس سے پہلے جس دن سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی آپؐ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ دور سے حال پوچھ کر چلے جایا کرتے تھے یا ملازمہ سے حال پوچھ کے چلے جایا کرتے تھے اور جب گھر آگئی ہیں تو وہاں پوچھتے تھے۔ بہر حال اُس دن آئے اور کہتی ہیں میرے پاس بیٹھے اور آپؐ ایک مہینہ منتظر رہے۔ مگر میرے متعلق آپؐ کو کوئی وحی نہ ہوئی۔ جس دن سے یہ الزام لگا تھا مہینہ گزر گیا تقریباً اور آپؐ میرے پاس بیٹھے نہیں تھے لیکن اس دن آکر بیٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس انتظار میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بتا دے گا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپؐ نے تشہد پڑھا پھر آپؐ نے مجھے فرمایا کہ عائشہ! مجھے تمہارے متعلق یہ بات پہنچی ہے۔ پہلی دفعہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے کی۔ سو اگر تم بَری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہیں بَری فرمائے گا اور اگر تم سے کوئی کمزوری ہو گئی ہے تو اللہ سے مغفرت مانگو اور اس کے حضور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اس کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم کرتا ہے۔ کہتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بات ختم کر لی تو پہلے چونکہ مَیں بہت رو رہی تھی میرے آنسو خشک ہو گئے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوا۔

میں نے اپنے باپ سے کہا۔ اس وقت حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیجئے۔ انہوں نے کہا بخدا میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ سے کیا کہوں۔ کیا بات کروں۔ کیا جواب دوں۔ یہی چاہتی ہوں گی ناں کہ میری بریت کا جواب دیں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا۔ آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپ نے فرمایا ہے اس کا میری طرف سے جواب دیں۔ انہوں نے کہا بخدا میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ میں کم عمر لڑکی تھی۔ قرآن مجید کا اس وقت مجھے زیادہ علم نہیں تھا۔ بہر حال میں نے اس کے باوجود اس وقت کہا کہ بخدا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ لوگوں نے وہ بات سنی ہے جس کا لوگ آپس میں تذکرہ کرتے ہیں۔ یعنی یہ جو مجھ پر بڑا گندا الزام لگایا گیا ہے، وہ بات آپ کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے۔ اور آپ نے اسے درست سمجھ لیا ہے۔ بلکہ یہ کہتی ہیں مَیں نے کہا کہ آپ نے شاید سمجھ لیا ہے کہ یہ درست ہے۔ اور اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بَری ہوں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا اور اللہ جانتا ہے کہ میں فی الواقعہ بَری ہوں تو آپ مجھے اس میں سچا نہیں سمجھیں گے کیونکہ اتنا مشہور ہو چکا ہے اور لوگ اتنی زیادہ باتیں کر رہے ہیں کہ شاید یہ ہو جائے کہ میں سچی نہیں ہوں۔ اور اگر میں آپ کے پاس کسی بات کا اقرار کر لوں حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں بَری ہوں اور میں نے ایسی کوئی غلط حرکت نہیں کی تو آپ اس اقرار پر مجھے سچا سمجھ لیں گے۔ اگر اقرار کر لوں تو آپ سچا سمجھ لیں کہ ہاں شاید بات ٹھیک ہی ہو گی۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اپنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مثال نہیں پاتی سوائے یوسف کے باپ کی۔ انہوں نے کہا تھا کہ صبر کرنا ہی اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہئے۔ حضرت یعقوبؑ نے یوسف کے بھائیوں کو جو کہا تھا کہ اللہ ہی سے اس بات میں مدد مانگنی چاہئے جو تم لوگ بیان کر رہے ہو۔ کہتی ہیں میں نے یہ آیت پڑھ دی۔ اس کے بعد میں ایک

طرف ہٹ کر اپنے بستر پر آ گئی اور میں امید کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بری کرے گا۔ وہ جانتی تھیں میں بے گناہ ہوں اللہ تعالیٰ بری کرے گا لیکن کہتی ہیں کہ بخدا مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ میرے متعلق بھی کوئی وحی نازل ہو گی۔ یہ تو خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ بری کر دے گا لیکن یہ خیال نہیں تھا کہ اس حد تک، یہاں تک ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ میری بریت کے بارہ میں وحی نازل کرے بلکہ میں اپنے خیال میں اس سے بہت ادنیٰ تھی کہ میری نسبت قرآن کریم میں بیان کیا جائے۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں میرے بارے میں کوئی وحی کرے لیکن مجھے یہ امید ضرور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں کوئی ایسی خواب دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بری قرار دیتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اللہ کی قسم! آپؐ ابھی بیٹھنے کی جگہ سے الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ اہل بیت میں سے کوئی باہر گیا تھا کہ اتنے میں آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور وحی کے دوران جو سخت تکلیف آپؐ کو ہوا کرتی تھی وہ آپؐ کو ہونے لگی۔ آپ کو اتنا پسینہ آتا تھا کہ سردی کے دن میں بھی آپ سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکتا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی حالت جاتی رہی تو آپؐ مسکرا رہے تھے اور پہلی بات جو آپؐ نے فرمائی یہ تھی کہ عائشہ! اللہ کا شکر بجالاؤ کیونکہ اللہ نے تمہاری بریت کر دی ہے۔ کہتی ہیں اس پر میری ماں نے مجھ سے کہا اٹھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ میں ان کے پاس اٹھ کر نہیں جاؤں گی اور اللہ کے سوا کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وحی کی تھی۔ وہ لوگ یعنی کہ جنہوں نے بہتان باندھا ہے وہ تم ہی میں سے ایک جتھا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری بریت میں یہ وحی نازل کی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اور وہ مسطح بن اُثاثہ کو بوجہ اس کے قریبی ہونے کے خرچ دیا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! جو مسطح نے عائشہ پر افتراء کیا ہے میں اس کے بعد اب اس کو کوئی خرچ نہیں دوں گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی سورہ نور کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ آیت میں نے پڑھ دی ہے اور اس کا ترجمہ بھی پڑھ دیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم میں سے صاحب فضیلت اور صاحب توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے کہ کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم میں ضرور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے مجھے بخش دے۔ مسطح کو جو خوراک وہ دیا کرتے تھے پھر ملنے لگی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنتِ جَحش سے بھی میرے معاملے کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زینب! تم کیا سمجھتی ہو جو تم نے دیکھا ہے۔ وہ کہتیں یا رسول اللہ میں اپنی شنوائی اور بینائی محفوظ رکھوں گی۔ میں تو عائشہؓ کو، (یعنی کہ میں کبھی یہ نہیں کہہ سکتی) پاکدامن ہی سمجھا ہے۔ اپنے کانوں کو اور آنکھوں کو میں محفوظ سمجھتی ہوں اور ہمیشہ محفوظ رکھوں گی۔ میں غلط باتیں نہیں کہہ سکتی۔ کہتی ہیں مَیں نے تو عائشہؓ کو پاکدامن ہی دیکھا ہے اور پاکدامن ہی سمجھتی بھی ہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ یہی زینبؓ وہ تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے میری برابری کیا کرتی تھیں۔ اللہ نے انہیں پرہیزگاری کی

وجہ سے بچائے رکھا اور ان کی بہن حَمْنَہ بنتِ جَحش اُن کی طرفداری کر رہی تھی اور ہلاک ہو گئی یعنی جن لوگوں نے الزام لگایا تھا اُن کی طرفداری کر رہی تھی اور ان لوگوں کے ساتھ تھی جو ہلاک ہوئے۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء... الخ حدیث 2661 جلد 4 صفحہ 721 تا 731 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب المغازی باب حدیث الافک حدیث 4141 جلد 8 صفحہ 325 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں یہ واقعہ بیان فرمایا ہے جو میں پہلے بخاری کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں۔ زائد بات جو انہوں نے اس میں لکھی ہے وہ یہ ہے کہ یہ جب کہتی ہیں کہ ان صحابی نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا تو میں جاگ اٹھی تو میں نے اس وقت دیکھتے ہی جھٹ اپنا منہ اپنی اوڑھنی سے ڈھانک لیا کیونکہ پردے کا حکم جاری ہو چکا تھا اور خدا کی قسم! اس نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی۔ انہوں نے بات بھی کوئی نہیں کی اور نہ میں نے اس کلمہ کے سوا ان کے منہ سے کوئی اَور الفاظ سنے یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کے سوا۔ اس کے بعد وہ اپنے اونٹ کو آگے لایا اور میرے قریب اسے بٹھا دیا اور اس نے اونٹ کے دونوں گھٹنوں پر اپنا پاؤں رکھ دیا تا کہ وہ اچانک نہ اٹھ سکے۔ چنانچہ میں اونٹ کے اوپر سوار ہو گئی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 563)

انہوں نے اونٹ کے آگے گھٹنوں پر پاؤں بھی رکھ دیا تا کہ اونٹ ایک دم نہ اٹھ جائے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا ہے کہ میرے بارے میں خدا تعالیٰ کی وحی کی میرے لئے بڑی اہمیت تھی۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میرے لئے تو اس وحی کی بڑی اہمیت تھی کیونکہ مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔

بہر حال یہ ایک اہم واقعہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل پر ایک بہت بڑا الزام لگایا گیا تھا۔ حضرت عائشہؓ کا ایک خاص مقام تھا اور یہ مقام اس وجہ سے بھی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وحی بھی مجھے سب سے زیادہ عائشہ کے حجرے میں ہی ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب فضل عائشۃؓ 3775)

اور سورہ نور میں ان الزام لگانے والوں کے بارے میں مومنوں کا جو ردّ عمل ہونا چاہئے اس کے بارے میں بھی تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ کیا ہونا چاہئے۔ اس بارے میں مکمل دس گیارہ آیتیں ہیں۔ بہر حال حضرت عائشہؓ نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس واقعہ کے علاوہ جو حدیث کے حوالے سے مَیں بیان کر چکا ہوں حضرت مصلح موعودؓ نے جو زائد باتیں بیان فرمائی ہیں وہ بیان کرتا ہوں۔ اول پہلے تو آیت پڑھ دوں۔

آیت یہ ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ لَا تَحْسَبُوْہُ شَرًّا لَّکُمْ بَلْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ مَّا اکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ (النور:12) یعنی یقیناً وہ لوگ جو جھوٹ گھڑ لائے انہی میں سے ایک گروہ ہے۔ اس معاملہ کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کے لئے ہے جو اس نے گناہ کمایا جبکہ ان میں سے وہ اس کے بیشتر کے ذمہ دار ہیں اس کے لئے بہت بڑا عذاب مقدر ہے۔ اس کے آگے پھر مزید آیتیں بھی ہیں۔ بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

بہر حال اس آیت کی تفسیر میں جو سارا واقعہ بیان کیا ہے اور پھر آپؓ نے یہ لکھا کہ جب مدینہ پہنچے تو عبداللہ بن اُبی بن سَلول اور اس کے ساتھیوں نے مشہور کر دیا کہ حضرت عائشہؓ نعوذ باللہ جان بوجھ کر پیچھے رہی تھیں اور ان کو صَفْوان سے تعلق تھا، جو بعد میں اونٹ لے کے آئے تھے۔ لکھتے ہیں کہ یہ شور اتنا بڑھا کہ بعض صحابہ بھی نادانی سے ان کے ساتھ مل گئے جن میں سے ایک حسان بن ثابت ہیں اور دوسرے مِسْطَح بن اُثاثہ۔ اسی طرح ایک صحابیہ حَمنہ بنت جحش بھی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چونکہ اس حادثے سے صدمہ سخت ہوا تھا اور وہ چھوٹی عمر میں ایک ایسے جنگل میں تن تنہا رہ گئی تھیں جہاں ہُو کا عالم تھا اور مدینہ پہنچ کر اس صدمہ سے بیمار ہو گئیں۔ تنہائی کا جو ایک خوف تھا، ایک ڈر تھا حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ یہ بھی بیماری کی وجہ ہے۔ ادھر ان کے متعلق منافقین میں کھچڑی پکتی رہی۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں پہنچ گئیں۔ آپؐ حضرت عائشہؓ کی بیماری کو دیکھ کر ان سے دریافت نہیں فرما سکتے تھے۔ پوچھا بھی نہیں کہ منافقین کیا باتیں کر رہے ہیں؟ ادھر دن بدن باتیں زیادہ بڑھتی جاتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں یہ دیکھ کر حیران ہوتی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تو آپؐ کا چہرہ اترا ہوا ہوتا تھا اور مجھ سے بات نہیں کرتے تھے۔ کہتی ہیں بڑا پریشان چہرہ ہوتا تھا اور دوسروں سے میرا حال پوچھ کے چلے جاتے تھے۔ کہتی ہیں میں آپؐ کی اجازت سے ایک دن اپنے والدین کے ہاں چلی گئی اور پھر وہی قضائے حاجت والا واقعہ ہوا۔ جو رشتہ دار تھیں ان کے ساتھ باہر جاتی تھیں اُس نے اپنے بیٹے مسطح کا نام لے کر کہا کہ اس کا برا ہو۔ حضرت عائشہؓ نے اس پر کہا کہ ایسا کیوں کہتی ہو؟ اس نے کہا کہ ایسا کیوں نہ کہوں۔ تمہیں پتہ نہیں کہ وہ تو اس قسم کی باتیں کرتا ہے۔ تو حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے وہ عورت کوئی موقع نکالنا چاہتی تھی کہ بات کہے۔ حضرت عائشہؓ کو بات بتائے کہ آپ پہ کیا الزام لگ رہے ہیں کیونکہ ان کو پتہ نہیں تھا۔ جب حضرت عائشہؓ نے یہ بات سنی تو انہیں بڑا سخت صدمہ ہوا۔ واپس آ گئیں اور جیسا کہ پہلے انہوں نے ذکر کیا ہے کہ مجھے بڑی نقاہت تھی۔ جوں توں کر کے گھر تک پہنچیں مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیماری پھر زور پکڑ گئی۔

بہر حال پھر آپؓ آگے واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو بلا کر مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہئے۔ حضرت عمرؓ اور اسامہ بن زیدؓ دونوں نے کہا کہ یہ منافقوں کی پھیلائی ہوئی بات ہے اس میں کوئی حقیقت نہیں لیکن حضرت علیؓ کی طبیعت تیز تھی۔ انہوں نے کہا کہ بات کوئی ہو یا نہ ہو۔ آپؐ کو ایسی عورت سے جس پر اتہام لگ چکا ہے تعلق رکھنے کی کیا ضرورت ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ آپؐ اُن کی لونڈی سے پوچھ لیں۔ اگر کوئی بات ہوئی تو وہ بتا دے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کی لونڈی بریرہ سے پوچھا کیا تجھے عائشہؓ کا کوئی عیب معلوم ہے؟ اُس نے کہا عائشہؓ کا سوائے اس کے اور کوئی عیب نہیں کہ کم سنی کی وجہ سے وہ سو جاتی ہیں۔ جلدی نیند کا غلبہ آ جاتا ہے اور پھر گہری نیند آتی ہے اور وہی واقعہ بیان کیا۔ بہر حال کہتے ہیں پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ صحابہ کو جمع کیا اور پھر فرمایا کہ کوئی ہے جو مجھے اس شخص سے بچائے جس نے مجھے دکھ دیا ہے۔ اس سے مراد آپؐ کی عبداللہ بن اُبی بن

سَلول سے تھی کہ اس نے دکھ دیا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ جو اَوس قبیلہ کے سردار تھے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ! اگر وہ شخص ہم میں سے ہے تو ہم اس کو مارنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر وہ خزرج سے ہے تب بھی اس کو مارنے کے لئے تیار ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ شیطان تو ہر وقت فتنہ ڈلوانے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتا ہے اس موقع پر بھی شیطان نہیں چونکا۔ خزرج کو یہ خیال نہ آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے کتنا صدمہ پہنچا ہے۔ جب سعد بن معاذؓ نے یہ بات کی تو دوسرے قبیلہ کو غصہ آ گیا۔ چنانچہ سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے سعد بن معاذؓ سے کہا کہ تم ہمارے آدمی کو نہیں مار سکتے اور نہ تمہاری طاقت ہے کہ ایسا کر سکو۔ اس مکالمے میں دوسرے صحابی بھی اٹھے اور انہوں نے کہا کہ ہم اسے مار ڈالیں گے اور دیکھیں گے کون اسے بچاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اب بجائے اس کے کہ یہ مقابلہ باتوں تک ہی رہتا اوس اور خزرج نے میانوں سے تلواریں نکالنی شروع کر دیں کہ باقاعدہ جنگ ہونے لگی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مشکل سے ان کو ٹھنڈا کیا۔ اوس کہتے تھے کہ جس شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیا ہے اس کو ہم مار ڈالیں گے اور خزرج کہتے تھے کہ تم یہ بات اخلاص سے نہیں کرتے۔ چونکہ تم جانتے ہو کہ وہ ہم میں سے ہے اس لئے یہ بات کہتے ہو۔ بہرحال یہ بات بھی ثابت ہے کہ ان دونوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی تھی مگر شیطان نے ان میں فتنہ پیدا کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اس وقت کی حالت کے متعلق ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کیسی دردناک حالت ہو گی۔ ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی ایذاء پہنچ رہی تھی اور ادھر مسلمانوں میں تلوار چلنے تک نوبت پہنچی ہوئی تھی۔ تو شیطان بعض دفعہ نیکوں میں بھی یہ حالت کر دیتا ہے۔

بہرحال پھر آگے حضرت مصلح موعودؓ وہی واقعہ بیان کرتے ہیں جو حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عائشہؓ سے یہ سارا واقعہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اگر میں مانوں گی تو جھوٹ کہوں گی۔ اگر اپنے آپ کو بَری ثابت کروں گی تو آپ لوگ یقین نہیں کریں گے۔ اس وقت میں وہی کہتی ہوں جو حضرت یوسفؑ کے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا کہ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ (یوسف:19) کہ اچھی طرح صبر کرنا ہی میرے لئے مناسب ہے اور اس بات کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے اور مانگی جاتی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے یہ کہا کہ وہاں سے اٹھ کر میں اپنے بستر پہ آ گئی۔ اس پر پھر یہ آیت نازل ہوئی جو مَیں نے ابھی پہلے پڑھی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے خطرناک جھوٹ بولا ہے وہ تمہی میں سے ایک گروہ ہے مگر تم اس کے اس الزام کو اپنے لئے کسی خرابی کا موجب نہ سمجھو بلکہ خیر کا موجب سمجھو کیونکہ اس الزام کی وجہ سے جھوٹا الزام لگانے والوں کی سزاؤں کا جلدی ذکر ہو گیا اور تمہیں ایک پر حکمت تعلیم مل گئی۔ اور یقیناً اس میں سے ہر شخص اپنے اپنے گناہ کے مطابق سزا پائے گا اور جو شخص اس گناہ کے بڑے حصہ کا ذمہ دار ہے اس کو بہت بڑا عذاب ملے گا۔ بہرحال اس وحی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ روشن ہوا اور اس وقت حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میری والدہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر کرو تو میں نے یہی کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 269 تا 271)

بہرحال جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی ایک جگہ ایک خطبہ میں یہ بیان

فرمایا ہے کہ حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے کی وجہ سے تین اشخاص کو کوڑے لگے تھے جن میں سے ایک حسّان بن ثابت تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر اعظم تھے۔ ایک مسطح تھا جو حضرت عائشہ کے چچازاد اور حضرت ابو بکرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے اور وہ اس قدر غریب آدمی تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں ہی رہتا تھا۔ وہیں کھانا کھاتا تھا۔ آپؓ ہی ان کے لئے کپڑے بنواتے تھے اور ایک عورت تھیں۔ ان تینوں کو سزا ہوئی۔

(ماخوذ از خطبات محمودؓ جلد 18 صفحہ 279-280)

اور سنن ابی داؤد میں بھی اس سزا کا ذکر ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الحدود باب حد القازف حدیث4474-4475)

بہرحال بعض کے نزدیک یہ سزا ہوئی۔ بعض کے نزدیک نہیں ہوئی۔

(تفسیر القرطبی جزء 15 صفحہ 169 سورۃ النور مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت 2006ء)

لیکن یہ جو صحابہ تھے انہیں سزا ہوئی یا نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا۔ جو دنیاوی سزا تھی وہ ملنی تھی وہ مل گئی اور بعد کے غزوات میں بھی جیسا کہ میں نے بتایا یہ شامل ہوئے اور یہ مسطح ایک بدری صحابی تھے۔ ان کا ایک بڑا مقام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا انجام بخیر کیا اور اس مقام کو قائم رکھا اور قائم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04 جنوری 2019ء تا 10 جنوری 2019ء جلد 26 شمارہ 01 صفحہ 05 تا 08)

51

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 21/ دسمبر 2018ء بمطابق 21/ فتح 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج میرا ارادہ تھا کہ پہلے کچھ صحابہ کا ذکر کروں گا اور اس کے بعد مکرم مرزا انس احمد صاحب جن کی گزشتہ دنوں وفات ہوئی ہے ان کا ذکر ہو گا لیکن لوگوں نے ان کے متعلق جو کافی سارے خطوط مجھے لکھے، ان کی باتیں لکھیں اس کی وجہ سے مَیں نے سمجھا کہ انہیں کا ذکر آج کر دوں۔

مرزا انس احمد صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے بڑے بیٹے تھے ان کی گزشتہ دنوں ربوہ میں 81 سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے پوتے تھے اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور نواب محمد علی خان صاحب کے نواسے تھے۔ اس لحاظ سے یہ میرے ماموں زاد بھائی بھی تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم قادیان میں لی پھر ربوہ میں مکمل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے پاس کیا۔ پھر کچھ عرصہ وہاں کالج میں خدمت کی اور پھر یہاں آکسفورڈ یونیورسٹی انگلستان میں تعلیم حاصل کی۔ یہاں سے انہوں نے ایم اے کیا۔ خدا کے فضل سے 1955ء میں انہوں نے زندگی وقف کی اور 1962ء میں عملی زندگی میں قدم رکھا اور بڑی محنت سے مختلف شعبہ جات میں انہوں نے کام کیا۔ بڑے شوق سے اور ہمت سے اور محنت سے کام کرنے کے عادی تھے۔ علمِ حدیث، فلسفہ اور انگریزی ادب میں ان کا بڑا گہرا مطالعہ تھا۔ حدیث سے خاص طور پر بڑا شغف تھا اور اسی لئے اپنے شوق سے حدیث کی ابتدائی تعلیم محترم مولوی خورشید احمد صاحب مرحوم سے انہوں نے حاصل کی۔ اپنے گھر میں بھی ان کی بڑی اچھی لائبریری تھی۔ بڑی نایاب کتب رکھا کرتے تھے۔ پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ کوئی طالبعلم بھی کسی شعبہ میں رہنمائی کے لئے آجاتا تو بڑی اچھی معلومات دیا کرتے تھے۔ حدیث کے اہم اور بنیادی مأخذ کی کتب کے سیٹ بھی ان کے پاس تھے اور یہ مختلف کتب خانوں سے انہوں نے اکٹھے کئے تھے۔

انہوں نے جب 1955ء میں زندگی وقف کی اور اپنے آپ کو پیش کیا تو اس وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ "میں نے جماعت میں جو وقف کی تحریک شروع کی ہے اس کے بعد میرے پاس تین درخواستیں آئی ہیں ایک تو میرے پوتے مرزا انس احمد کی ہے جو عزیزم مرزا ناصر احمد کا لڑکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نیت کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔" اور "انس احمد نے لکھا ہے کہ میرا ارادہ تھا کہ میں

قانون پڑھ کر اپنی زندگی وقف کروں لیکن اب آپ جہاں چاہیں مجھے لگا دیں میں ہر طرح تیار ہوں۔"
(خطبات محمود جلد 36 صفحہ 194 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 14 اکتوبر 1955ء)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے 56 سال تک ان کو مختلف جماعتی دفاتر میں خدمت کی توفیق ملی۔ پہلے ابتدائی تقرر ان کا تعلیم الاسلام کالج میں بطور لیکچرر ہوا۔ پھر 1975ء میں نائب ناظر اصلاح و ارشاد مقرر ہوئے۔ پھر ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد مقرر ہوئے، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پہلے دورۂ یورپ کے دوران پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے۔ جامعہ احمدیہ کے ایڈمنسٹریٹر کے طور پر بھی ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ کچھ سال یہ ناظر تعلیم بھی رہے۔ نائب ناظر دیوان رہے اور تحریک جدید میں یہ اب وکیل الاشاعت کے کام پر فائز تھے۔ یہ پہلے وکیل التصنیف تھے پھر مارچ 1999ء میں وکیل الاشاعت مقرر ہوئے اور 97ء میں گو عمر کے لحاظ سے ان کی ریٹائرمنٹ ہو گئی تھی لیکن آخر دم تک ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ خدام الاحمدیہ، انصار اللہ مرکزیہ میں بھی ان کو مختلف خدمات کی توفیق ملی۔ براہین احمدیہ اور محمود کی آمین کا انگریزی ترجمہ بھی انہوں نے کیا جو شائع ہو چکا ہے۔ آجکل سرمہ چشم آریہ، ازالۂ اوہام اور درثمین کے انگریزی ترجمہ کی نظر ثانی پر کام کر رہے تھے۔ ہمارے سکول جو قومیائے گئے تو اس کے بعد جماعت نے اپنے سکول شروع کئے تھے جو ناصر فاؤنڈیشن کے تحت شروع کئے گئے اس کے بھی چیئرمین رہے۔ مجلس افتاء کے ممبر بھی تھے۔ نور فاؤنڈیشن بورڈ کے ممبر بھی تھے۔ نور فاؤنڈیشن قائم کی گئی تھی تاکہ احادیث کی کتب جو ہیں ان کو جماعتی طور پر شائع کیا جائے اور ان کا ترجمہ اور شرح لکھی جائے۔ مسند احمد بن حنبل کا اردو ترجمہ یہ کر رہے تھے۔

پارٹیشن کے وقت جب قادیان سے ہجرت ہوئی ہے تو حضرت مصلح موعودؓ نے ان کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ یہ تاریخی واقعہ جو حضرت مصلح موعودؓ کی اپنی قربانی تھی اس سے متعلق ہے لیکن ان کا ذکر بیچ میں آتا ہے اس لئے میں سنا دیتا ہوں۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ جب ہم قادیان سے آئے تو میں نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ تمہیں لنگر سے اسی قدر کھانا ملے گا جس قدر دوسروں کو ملتا ہے (کیونکہ حالات خراب تھے اس لئے راشن مقرر ہوا ہوا تھا۔) فرمایا کہ ان دنوں میں نے یہ ہدایت دی ہوئی تھی کہ مالی تنگی کی وجہ سے صرف ایک ایک روٹی فی کس دی جائے گی اور اپنے گھر والوں کو بھی میں نے یہی کہا تھا کہ تمہیں بھی ایک ایک روٹی فی کس ملے گی۔ فرماتے ہیں ایک دن میرا پوتا انس احمد روتا ہوا میرے پاس آیا اور مجھے بتایا گیا کہ یہ کہتا ہے کہ ایک روٹی سے میرا پیٹ نہیں بھرتا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو ایک ہی روٹی دینی ہے۔ اگر اس کا پیٹ ایک روٹی سے نہیں بھرتا تو پھر تم مجھے آدھی روٹی دے دیا کرو اور میری آدھی روٹی اسے دے دیا کرو۔ حضرت مصلح موعودؓ نے پھر فرمایا اس طرح میں آدھی روٹی میں گزارا کر لیا کروں گا اور یہ ڈیڑھ روٹی کھا لیا کرے گا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ جب مہمانوں کے لئے ایک روٹی کی شرط اٹھ جائے گی تو پھر میں گھر والوں کے لئے بھی فی کس روٹیوں کی تعداد بڑھا دوں گا لیکن جب تک مہمانوں کے لئے ایک روٹی کی شرط نہیں اُڑتی اسے میری روٹی کا نصف حصہ دے دیا کرو۔ آپؓ فرماتے ہیں پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا اور نہ صرف یہ کہ سندھ کی زمینوں کی پیداوار اچھی ہو گئی بلکہ خدا تعالیٰ نے آمد کے اَور

راستے بھی کھول دئے اور یہ پابندی پھر دور ہو گئی۔

(ماخوذ از خطبات محمودؓ جلد 37 صفحہ 53 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 3 فروری 1956ء)

ان کے داماد مرزا وحید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے سفر پر بخارا اور سمرقند جا رہا تھا تو مرزا انس احمد صاحب نے مجھے کہا کہ وہاں تم جا رہے ہو تو امام بخاریؒ کی قبر پر بھی جانا اور میری طرف سے بھی دعا کرنا اور سلام کہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت کی وجہ سے یہ تھا کہ اس شخص نے جس نے سینکڑوں سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور واقعات کا خزانہ جمع کر کے ہم تک پہنچایا ہے اس کا حق بنتا ہے کہ ہم اس کے لئے دعا کریں اور اسے سلام پہنچائیں۔

ڈاکٹر نوری صاحب لکھتے ہیں کہ میرا جو بھی ان کے ساتھ تجربہ ہوا اور کافی عرصہ ان کو دیکھنے کا موقع ملا کہ جو کام آپ کو دیا جاتا آپ ایک جذبے کے ساتھ اسے مکمل کرتے۔ نہایت جانفشانی اور محنت اور لگن کے ساتھ اپنے کام کو پوری طرح سرانجام دیتے۔ کہتے ہیں کمزوری اور بیماری کے باوجود مَیں نے آپ کو لیپ ٹاپ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا ترجمہ کرتے ہوئے دیکھا۔ گھنٹوں کمپیوٹر پر ٹائپ کرتے اور آپ کے ساتھی قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے حوالے لے کر آپ کے پاس کھڑے ہوتے۔ آپ اکثر یہ کہتے کہ میری خواہش تو صرف اتنی ہے کہ جو کام خلیفہ وقت نے میرے سپرد کیا ہے میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے اسے پورا کر دوں۔ نوری صاحب لکھتے ہیں کہ ان کی یادداشت بھی نہایت قابل تعریف تھی۔ احادیث اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے واقعات آپ اس قدر جوش اور جذبے اور نہایت لطیف انداز میں بیان کرتے تھے کہ سننے والے کا دل موہ لیتے تھے اور واقعات بیان کرتے وقت آپ کی آنکھیں نم ہو جاتیں اور آواز بھرا جاتی۔

صبر بھی ان میں بہت تھا۔ نوری صاحب ہی لکھتے ہیں کہ ہر قسم کے مشکل حالات میں آپ نے ہمیشہ صبر اور ہمت کا مظاہرہ کیا۔ حوصلے کے ساتھ ہر تنگی کو برداشت کرتے۔ اپنی علالت کی وجہ سے آپ ایک پیالی چائے کی نہیں اٹھا سکتے اور نہ ہی بستر پر پہلو بدل سکتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اپنا کام جاری رکھا اور بڑی جانفشانی سے اپنی ذمہ داری نبھائی اور کبھی کوئی شکایت کا موقع نہ دیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔ نوری صاحب کہتے ہیں کہ ہر آنے والے کو خوشی سے اور مسکرا کر ملتے یہ آپ کا ایک بہت بڑا خلق تھا۔ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں داخلے سے ایک دن قبل آپ مجھے ملنے آئے۔ بیماری کی وجہ سے آپ کے چہرے پر شدید درد محسوس ہو رہی تھی اس کے باوجود آپ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ میرا خیال ہے کہ میرا خاتمہ قریب ہے اور مَیں اپنے رب سے ملنے جا رہا ہوں۔ یہ بات آپ نے بڑے مسکراتے چہرے سے کی۔

پھر نوری صاحب ان کی شکر گزاری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ احسان مندی اور شکر گزاری کی صفت ان میں بے پناہ تھی۔ کہتے ہیں دو موقعوں پر آپ نے بہت احسان کرتے ہوئے مجھے کہا کہ آپ نے جس خلوص نیت کے ساتھ مجھ پر احسان کیا ہے، میری تیمار داری کی ہے میں اس کی قیمت کبھی ادا نہ کر پاؤں گا اور یہ جذبات کا اظہار

کرتے ہوئے نوری صاحب کہتے ہیں انہوں نے مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وہ ڈائری عنایت فرمائی جس پر حضورؒ نے اپنی خوابیں وغیرہ لکھی ہوئی تھیں۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ایک کوٹ بھی مجھے دیا۔ اسی طرح میڈیکل ٹیم کے ساتھ بھی بڑی شفقت کا سلوک کیا۔ ان کے کمرے کی لائبریری تو مَیں نے بھی دیکھی ہوئی ہے۔ نوری صاحب نے بھی لکھا ہے کہ ساری دیواریں، چاروں دیواروں کے جو شیلف تھے چھت تک اس میں کتابیں بھری ہوتی تھیں اور اس میں مختلف قسم کی سائنسی، معاشی اور مختلف topics پہ کتابیں تھیں جو انہوں نے کہا کہ میں نے خود پڑھی بھی ہوئی ہیں۔

میر داؤد احمد صاحب مرحوم کی بیٹی ندرت کہتی ہیں کہ ان کی وفات کا سن کے بہت ساری پرانی یادیں میرے دل میں آئیں، دماغ میں آئیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ کہتی ہیں میری بیٹی کی شادی تھی تو انتظام چیک کرنے کے لئے وقت سے پہلے مارکی میں گئی تو وہاں بھائی انس پہلے سے بیٹھے تھے اور رو رہے تھے۔ مَیں حیران ہوئی کہ یہاں اتنی جلدی کیوں آ گئے ہیں تو مجھے دیکھ کر بتایا کہ آج مجھے تمہارے ابا میر داؤد احمد صاحب مرحوم بہت یاد آ رہے تھے، تو میں یہاں آ کر تمہارے لئے دعا کر رہا تھا۔

ان کے بھانجے عامر احمد لکھتے ہیں کہ خوشی غمی میں ایک محبت کرنے والے باپ کی طرح موجود رہے۔ ہر گھر میں اونچ نیچ ہوتی ہے لیکن ایسے معاف کر دیتے جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہیں۔ بلکہ اگر محسوس کر لیتے کہ میری کسی نصیحت کی وجہ سے اگلے کو تکلیف پہنچی ہے تو اس نیک نصیحت کے باوجود اگلے دن خود اس سے معذرت کرتے، معافی مانگتے۔

منیر الدین شمس صاحب ایڈیشنل وکیل التصنیف کہتے ہیں کہ ان کی میرے ساتھ کئی سٹنگز (sittings) ہوتی رہیں۔ ہمیشہ انہیں ہمدرد اور شفیق پایا۔ باوجود یکہ عمر میں مجھ سے کافی بڑے تھے کبھی انہوں نے نہ اپنی عمر کی اور نہ اپنے علم کی برتری کا اظہار کیا۔ منیر الدین صاحب کہتے ہیں کہ جب سے میاں صاحب کے ساتھ تصنیف میں کام کے سلسلہ میں واسطہ پڑا ہمیشہ انہیں بہت مددگار، رہنما اور تعاون کرنے والا پایا۔ جب بھی انہیں کوئی کام دیا گیا انہوں نے بہت محنت اور لگن کے ساتھ اسے نبھایا بلکہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مزید کام دیں تا کہ بیماری میں جتنا زیادہ کام کر سکوں بہتر ہے۔ خلافت سے بے پناہ اخلاص اور وفا کا تعلق تھا اور اکثر جب بھی کام کے سلسلہ میں بات ہوتی تو یہی کہتے کہ میرا اسلام کہنا۔ اور مجھے سلام بھجواتے تھے اور ہر مرتبہ پوچھتے تھے کہ میرے کام کی وجہ سے کوئی ناراضگی تو نہیں۔ ہر وقت فکر رہتی تھی کہ خلیفہ وقت کہیں ناراض نہ ہو جائے۔ شمس صاحب ہی لکھتے ہیں کہ باوجود بیماری کے جب بھی میری طرف سے انہیں کوئی کام دیا جاتا تو بڑی خوشی کے ساتھ جلد از جلد مکمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کے سلسلہ میں انہوں نے بہت قابلِ قدر خدمات سرانجام دینے کی توفیق پائی۔ براہین احمدیہ کے بعض حصوں کا انہوں نے بہت عمدہ ترجمہ کرنے کی توفیق پائی۔ کہتے ہیں ترجمہ کو فائنل کرتے ہوئے ہماری جو ٹیم تھی وہ بھی ان کی رائے کو مدّ نظر رکھتی تھی۔ جب کبھی کوئی ہدایات دی جاتیں، اور میری طرف سے جب ہدایات جاتیں، وکالت تصنیف ان کو دیتی کہ یہ خلیفۂ وقت نے کہا ہے اور اس بارے میں اپنی رائے دیں تو بڑی مدلّل رائے بھجوایا کرتے تھے۔ بہر حال ایک عالم تھے اور

ان کا علم بڑا گہرا تھا۔ اس سے جماعت اب محروم ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور علماء پیدا کرے۔

ایک خوبی ہر ایک نے لکھی ہے۔ بہت سارے مبلغین نے بھی لکھا ہے اور شمس صاحب بھی یہ لکھتے ہیں کہ مبلغین کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ یہ ان کی بہت بڑی خوبی تھی اور علمی رنگ میں رہنمائی بھی فرمایا کرتے تھے۔

حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد مقامی ربوہ کہتے ہیں کہ میاں صاحب گوناگوں صفات کے مالک تھے۔ خدا ترسی، محبتِ الٰہی، عشقِ قرآن، عشقِ رسول، سادگی، تواضع اور رحمت و شفقت آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھتے۔ غرباء اور مساکین کا بہت احساس تھا۔ کسی ضرورتمند کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے خواہ قرض لے کر ہی اس کی مدد کیوں نہ کرنی پڑے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ ایک علمی شخصیت تھے۔ حصولِ علم کا خاص ذوق تھا اور اس کے لئے آپ نے بہت محنت اور مجاہدہ کیا۔ حافظ صاحب کہتے ہیں خود مجھ سے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کا پہلا دور انہوں نے میٹرک کے امتحان کے بعد دسویں کے امتحان کے بعد جو چھٹیاں ہوتی ہیں، اس فراغت کے عرصہ میں مکمل کیا تھا۔ یہ بات انہوں نے مجھے بھی بتائی تھی بلکہ ایک خط میں لکھ کے دی تھی کہ میں نے پہلی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پندرہ سولہ سال کی عمر میں ختم کر لی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں اور اسی مناسبت سے علم حدیث سے بھی خاص ذوق اور لگاؤ بلکہ محبت تھی جس کے لئے آپ نے ذاتی محبت اور مطالعہ سے عربی زبان میں بھی اتنی قابلیت اور مہارت پیدا کر لی کہ احادیث کے علاوہ ان کی عربی شروح وغیرہ بھی زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ میٹرک کے بعد صحیح بخاری آپ نے حکیم خورشید صاحب سے پڑھی۔ اس کے بعد بھی میں نے دیکھا کہ جب آپ کالج میں لیکچرر تھے تو صبح کالج جانے سے پہلے حکیم صاحب کے گھر کے سامنے ان کی کار کھڑی ہوتی تھی۔ وہاں حکیم صاحب سے حدیث پڑھنے کے بعد پھر یہ اپنے کام پر جایا کرتے تھے۔ پھر کہتے ہیں اس کے بعد صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کا ذاتی شوق سے مطالعہ کیا اور آخر دم تک ایک طالب علم ہی رہے۔ کتب حدیث کا ایک بہت عمدہ اور قیمتی ذخیرہ انہوں نے ایک زرّ کثیر سے اپنی لائبریری میں جمع کیا جس میں بہت مفید نایاب کتب موجود ہیں اور اس لحاظ سے ان کی ذاتی لائبریری بے نظیر اور اپنی مثال آپ ہے۔ علم حدیث سے اتنا شغف تھا کہ اس کے دیگر موضوعات علم الرجال اور علم اصول حدیث پر بھی دستیاب کتب آپ کے پاس تھیں جو انہوں نے جمع کر رکھی تھی۔ گہرا مطالعہ کرتے تھے اور علمی گفتگو میں مختلف امور زیر بحث لاتے رہتے تھے۔

تراجم صحاح ستہ کے سلسلہ میں جب مَیں نے یہاں سے ایک نیا بورڈ قائم کیا۔ نور فاؤنڈیشن قائم کی اس کا کام تھا کہ حدیثوں کا جیسا کہ میں نے کہا کہ اردو میں ترجمہ کریں، اور بعض کی شرح بھی لکھیں۔ اس میں حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ میاں صاحب کو بھی ممبر مقرر کیا گیا اور میاں صاحب موصوف نے باوجود اپنے دفتری کاموں کے از خود ذاتی طور پر مسند احمد بن حنبل کے اردو ترجمہ کا سب سے مشکل اور طویل کام اپنے ذمہ لے لیا اور پھر دیگر مصروفیات اور خرابی صحت کے باوجود اسے مسلسل جاری رکھا اور ایک حصہ کا ترجمہ جو سینکڑوں احادیث پر مشتمل ہے آپ نے مکمل بھی کر لیا تھا۔ آپ کی یہ خدمت بھی یادگار رہے گی۔

پھر حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کی محبت حدیث کا ایک خوبصورت نظارہ رمضان المبارک میں آپ کے درس حدیث سے ہوتا تھا۔ بڑے اہتمام اور محنت سے آپ یہ درس دیا کرتے جو بالعموم سیرۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف موضوعات پر ہوتے تھے اور اس میں نادر اور قیمتی مواد جمع کر کے پیش فرماتے۔ آواز میں بھی خاص سوز و گداز تھا۔ ان کے درس ہم رمضان میں خاص طور پر سنا کرتے تھے۔ بڑے خوبصورت انداز میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک خاص جذبۂ عشق اور ایسے دلنشین انداز سے درس دیتے تھے کہ انسان کچھ لمحات کے لئے لگتا تھا کہ قرون اولیٰ کے دَور میں چلا گیا ہے۔

جلسہ سالانہ ربوہ میں بھی آپ کو کئی سال تک تقاریر کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ شمیم پرویز صاحب نائب وکیل وقف نَو لکھتے ہیں کہ ان کی خلافت سے والہانہ محبت کا ایک واقعہ میرے دل پر نقش ہے۔ کہتے ہیں جب خلافت رابعہ کا انتخاب ہوا تو اُس وقت خاکسار قائد ضلع جھنگ تھا اور ڈیوٹی مسجد مبارک کے محراب کے باہر تھی۔ جونہی اندر سے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفۃ المسیح الرابع کے خلیفہ منتخب ہونے کی اطلاع آئی تو شمیم صاحب کہتے ہیں میں نے مرزا انس احمد صاحب کو دیکھا جو کہ جون کی شدید گرمی کے باوجود اینٹوں کے تپتے ہوئے فرش پر سجدہ شکر کرتے ہوئے گر گئے۔

ڈاکٹر افتخار صاحب لندن سے لکھتے ہیں کہ حقیقی معنوں میں واقف زندگی تھے۔ دفتر آنا نہیں چھوڑا اور سلسلہ کے اشاعت اور تراجم کے کاموں میں آخری دم تک مشغول رہے۔ پھر کہتے ہیں کہ تراجم بہت انہماک کے ساتھ کرتے اور موزوں محاورہ تلاش کرنے میں بعض دفعہ کئی کئی دن لگا دیتے اور اطاعت کا معیار بھی بہت اعلیٰ تھا۔

خالد صاحب رشین ڈیسک لندن لکھتے ہیں کہ میاں صاحب کی شخصیت جب بھی خاکسار کے ذہن میں آتی ہے تو لگتا ہے جیسے ان کی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْد

(تفسير روح البيان جلد 5 صفحه: 375 تفسير سورة الكهف مطبوعه دار اكتب العلمية بيروت 2003ء)

کی حقیقی اور عملی تصویر تھی۔ میاں صاحب کو مختلف علوم سیکھنے کا بے انتہا شوق تھا۔ کوئی بھی نئی چیز معلوم کرنے اور کچھ نیا جاننے کا موقع ہر گز ضائع نہیں کرتے تھے اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علم حدیث ان کا خاص اور پسندیدہ موضوع تھا۔ نیز علم اللسان بھی ان کا خاص شوق تھا۔ مختلف زبانوں کو سیکھنا پسند کرتے تھے۔ کہتے ہیں مہمان نوازی بھی ایک خاص وصف تھا۔ 2005ء کی بات ہے کہ جب رستم حماد وَلی صاحب صدر جماعت رشیا جو ماسکو کے معلم بھی ہیں، رشین ترجمہ قرآن کی تیاری کے کام کے سلسلہ میں ربوہ آئے تو خالد صاحب کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ مل کے مجھے کام کا موقع ملا۔ رستم صاحب کی رہائش ان دنوں میں گیسٹ ہاؤس تحریک جدید میں تھی۔ ایک دفعہ کھانے کے وقت رستم صاحب کے مزاج کے مطابق کچھ مطلوبہ چیزیں موجود نہیں تھیں یا غالباً ختم ہو گئی تھیں تو میاں انس تک یہ بات پہنچی۔ انہوں نے فوراً مجھے بلوایا اور کہا کہ رستم صاحب ہمارے معزز مہمان ہیں۔ ان کی ضرورت کی ہر چیز کا خیال رکھنا ہمارا اوّلین فرض ہے اور پھر اپنی جیب سے رقم دی کہ مطلوبہ چیزیں لا کر دیں اور آئندہ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتائیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو کہا کہ انتظام ہو گیا ہے اور چیزیں مہیا کر دی

گئی تھیں۔ پھر بعد میں بھی باقاعدہ اس بارے میں پوچھتے رہتے تھے۔

محمد سالک صاحب برما کے مبلغ ہیں کہتے ہیں کہ سری لنکا کے طالبعلم کا ایک واقعہ جس نے متاثر کیا۔ ایک طالبعلم منیر احمد سری لنکا سے جامعہ میں پڑھنے کے لئے آئے تھے اور وہ اس وقت سری لنکا میں بطور مبلغ کام کر رہے ہیں جامعہ کے دوران ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ ان کی شدید بیماری پر میاں صاحب بہت زیادہ فکر مندی سے دن رات ہوسٹل میں آکر ان کا حال اس طرح پوچھا کرتے تھے جیسے کہ ان کا کوئی اپنا عزیز بیمار ہو۔ یہ اُن دنوں میں مرزا انس احمد صاحب ایڈمنسٹریٹر تھے جامعہ احمدیہ کے۔

شمشاد صاحب مبلغ امریکہ لکھتے ہیں کہ مربیان کے ساتھ میٹنگ میں ان کے اندر تبلیغ کا جذبہ پیدا کرنے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ مربیان کو بھی مطالعہ کرنے کی بار بار توجہ دلاتے اور خود بھی ہمیشہ دفتر میں کتابوں کا ڈھیر لگا کر رکھا ہوتا تھا۔ بخاری شریف کا کثرت سے مطالعہ کرتے تھے۔ آنے جانے والے مربیان سے بھی علمی گفتگو کرتے رہتے تھے۔

شاہد محمود صاحب مبلغ گھانا لکھتے ہیں کہ خاکسار کو میاں صاحب کے ساتھ بارہ سال سے زائد عرصہ وکالت اشاعت میں بطور مدیر ماہنامہ تحریک جدید انگریزی حصہ کا کام کرنے کی توفیق ملی۔ میاں صاحب سے بے شمار چیزیں سیکھنے کو ملتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت اور خلافت کی محبت اور اطاعت آپ میں خوب بھری ہوئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کے ساتھ اکثر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ کتب کے ترجمہ اور بالخصوص براہینِ احمدیہ، سرمہ چشم آریہ اور محمود کی آمین کے ترجمہ کے وقت مجھے اپنے ساتھ دفتر میں بٹھایا کرتے تھے اور متعدد بار ترجمہ کے کام کے لئے اپنے گھر بھی بلایا کرتے تھے۔ نہ چھٹی کے دن کی اور نہ ہی دفتر بند ہونے کی کوئی فکر ہوتی تھی۔ اکثر اوقات شام دیر تک کام جاری رکھتے تھے۔ اس کے باوجود میری مہمان نوازی اور شفقتوں کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ اور یہ کہتے ہیں کہ نماز ظہر کے لئے امامت کی میری ڈیوٹی لگا رکھی تھی۔ دفتر میں ہی سارے کارکن نماز پڑھ لیتے تھے۔ جب میں دیکھتا تھا کہ سنتیں وغیرہ پڑھ رہے ہیں تو ان کی ادائیگی نماز بھی دیدنی تھی۔ بہت لطف کے ساتھ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ دفتر کے عملے کے ساتھ بہت شفقت کا سلوک تھا۔ کہتے ہیں ایک دفعہ بیماری کے باوجود خاکسار دفتر حاضر ہو گیا۔ مجھے زبردستی چھ ایام کی رخصت دے کر آرام کے لئے گھر بھجوا دیا اور خود بیماری کے باوجود آجاتے تھے اور گھر پر بھی کام جاری رکھتے تھے۔

ایاز محمود خان مربی وکالت تصنیف یوکے کہتے ہیں کہ کام کے سلسلہ میں نے آپ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ آپ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا ترجمہ بڑے شوق سے کرتے اس لئے ترجمہ کے دوران جو مشکل مقامات اور ان کے حل ہوتے ان کے بارے میں بھی بتاتے اور اپنا تجربہ بھی شیئر کرتے تھے۔ ایک بات جو خاص طور پر آپ کہا کرتے وہ یہ تھی کہ ترجمہ کرتے وقت صرف لفظی ترجمہ ڈکشنری سے لگا دینا کافی نہیں ہے۔ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ وہ لفظ کسی لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان کو کم کرنے والا تو نہیں؟ اور اگر کوئی لفظی ترجمہ ٹھیک نہیں ہے تو اصل مضمون کو convey کرنے والا کوئی لفظ ہونا چاہئے۔ اور پھر ترجمہ کے کام سے اتنی

محبت تھی کہ بیماری میں بھی رکے نہیں۔ بیماری کے ایام میں کئی مرتبہ انہوں نے مجھے بتایا کہ بیماری کی وجہ سے میرے کام کرنے کی رفتار کم ہو گئی ہے۔ جب بیٹھتا ہوں تو جتنا میں چاہتا ہوں اتنا نہیں کر پاتا، تھک جاتا ہوں لیکن پھر بھی میں چھ سات گھنٹے بیٹھ ہی جاتا ہوں اور لگاتار کام کرتا ہوں۔ ویسے تو ان کو میں نے بارہ بارہ تیرہ تیرہ گھنٹے بلکہ پندرہ گھنٹے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

ایاز صاحب لکھتے ہیں کہ ہم جب ربوہ گئے تو میاں صاحب نے بھی ہماری کچھ کلاسیں لی تھیں اور اس وقت بھی کہتے تھے اور بعد میں بھی جب بھی مَیں ان سے بات کرتا تو کہتے کہ تم لڑکے لٹریچر بھی پڑھا کرو اور ہر قسم کی کتاب پڑھنے کی عادت ڈالو۔ صرف یہ نہیں کہ مذہبی کتابیں ہی پڑھتے رہو۔ فلاسفی بھی پڑھو، لٹریچر بھی پڑھو، ناول بھی پڑھو۔ اس سے زبان بھی وسیع ہوتی ہے اور علم بھی۔ اور مجھے کہتے تھے کہ تمہارے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ تم ترجمہ کا کام کرتے ہو۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک مشکل لفظ کے انگریزی ترجمہ کے بارے میں پوچھا کہ آپ کے خیال میں لفظ کا ترجمہ کیا ہونا چاہئے؟ میاں صاحب ذرا سوچ میں پڑ گئے۔ پھر دو تین الفاظ بھی بتائے۔ میں نے میاں صاحب کو بتایا کہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے ایک جگہ اس لفظ کا انگریزی میں اس طرح ترجمہ کیا ہے۔ اس پر وہ بڑے خوش ہوئے اور کہا کہ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ یہی اس کا صحیح ترجمہ ہے اور حضرت چوہدری صاحب کے لئے بڑی عزت اور عقیدت سے کہنے لگے کہ ان کی زبان بڑی اچھی تھی۔ تم یہی الفاظ استعمال کرو۔ پھر یہ ایاز صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ میاں صاحب اپنی عقل اور سمجھ اور علم کو خلیفہ وقت کے سامنے بالکل نہ ہونے کے برابر جانتے تھے۔ پہلے اگر اپنی کوئی رائے ہوتی بھی تو جب مَیں بتاتا کہ خلیفہ وقت نے (میرا حوالہ دیتے کہ) یوں کہا ہے تو فوراً کہتے کہ ہاں بس ٹھیک ہے۔ میں غلط تھا جو حضور نے کہا ہے وہی ٹھیک ہے اور اس طرح بار بار مجھے سبق دیا کہ خلیفہ وقت کے سامنے باقی سب باتیں فضول ہیں۔ وہی رائے درست ہے جو خلیفہ وقت کہیں اور ہمارے لئے ضروری ہے اس پر عمل کریں۔

شیخ نصیر صاحب یہاں کارکن رشین ڈیسک ہیں۔ کہتے ہیں کہ میاں صاحب کے ساتھ سولہ سال کا عرصہ وکالت اشاعت میں گزارا۔ ان سے بہت کچھ میں نے سیکھا۔ ہمیشہ ایک شفیق دوست کی طرح پایا۔ انہوں نے خاکسار کو کبھی ماتحت ہونے کا احساس نہیں ہونے دیا۔ اگر کبھی مجھے یہ محسوس ہوتا اور محسوس کرتا کہ میرے والدین نہیں ہیں تو انہوں نے ہمیشہ یہ کہا کہ تم مجھے ان کی جگہ سمجھو۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ تمام کارکنان سے ان کا شفقت کا سلوک تھا۔ اگر کبھی میری غلطی کی بنا پر ہلکی سی نامعلوم سی بھی سرزنش کر دیتے تو اسے یاد رکھتے اور اگلے دن کہتے کہ تم نے مجھے معاف کر دیا تھا ناں؟ میں کہتا میاں صاحب مجھے تو محسوس بھی نہیں ہوا کہ آپ نے جھڑکا ہے۔ اگر کبھی غصہ آتا تو بالکل خاموش ہو جاتے اور ہمیں پتہ چل جاتا کہ میاں صاحب ناراض ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد کسی اور کام کے لئے فون آ جاتا اور کوئی بات دل میں نہیں رکھتے تھے۔ اور جب بھی خلیفۂ وقت، خلیفۃ المسیح کی طرف سے کسی کام کی کوئی ذمہ داری ڈالی جاتی تو متعلقہ کارکنان کے ساتھ میٹنگ کر کے طریقہ کار طے کر لیتے اور جو سب سے مشکل کام ہوتا اپنے ذمہ لے لیتے اور بیماری کے باوجود گھر میں رہتے ہوئے بھی وہ مکمل کرنے کی کوشش کرتے۔ دفتر آنے میں

مشکل محسوس کرتے تو کارکنان کو گھر بلا لیتے اور وہیں دفتر لگا لیتے۔ آرام اور چھٹی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ بستر پر لیٹے لیٹے ترجمہ کر رہے ہوتے تھے۔ کئی بار خاکسار کے ساتھ سائیکل پر بیٹھ کر دفتر تشریف لاتے۔

زاہد محمود مجید صاحب کارکن اشاعت کہتے ہیں کہ محترم میاں صاحب کے ساتھ خدمت کا موقع ملا۔ آپ خلافت کے شیدائی تھے۔ جب فیکس لکھنی ہوتی آپ کو (مجھے مخاطب کر رہے ہیں) تو خاص جذباتی کیفیت طاری ہو جاتی اور اگر یہاں سے میری طرف سے کوئی کام ان کو تفویض ہوتا تو اس کے مکمل کرنے کے لئے بے تاب رہتے۔ اگر صحت آڑے آتی تو بہت پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ یہی محمود مجید صاحب کہتے ہیں کہ خاکسار کے گردے میں پتھری تھی جس کا آپریشن فضل عمر ہسپتال میں ہوا۔ کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب بتاتے ہیں کہ جب تک آپریشن نہیں ہو گیا محترم میاں صاحب آپریشن تھیٹر کے باہر ٹہلتے رہے اور دعا کرتے رہے۔

محمد الدین بھٹی صاحب اشاعت کے کارکن ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ میں نے 1995ء سے وفات تک کام کرنے کی توفیق پائی ہے۔ میاں صاحب مرحوم کارکنان کے ساتھ ہمیشہ مؤدبانہ طریق سے پیش آتے تھے۔ جب بھی اپنے پاس کسی کام سے بلاتے تو کہتے کہ کرسی پر بیٹھ جائیں پھر بات شروع کرتے۔ جب کبھی آپ کی طرف سے کسی کارکن پر ناراضگی کا اظہار ہوتا تو اس کے بعد جلد ہی مشفقانہ انداز اختیار کر لیتے حتیٰ کہ بعض دفعہ معافی مانگنے تک نوبت آ جاتی۔ کہتے ہیں ایک دفعہ میاں صاحب نے کسی کام کا کہا اور خاکسار نے میاں صاحب کو انکار میں جواب دے دیا۔ نفی میں جواب دیا حالانکہ مجھ سے یہ گستاخی ہوئی تھی مگر انہوں نے اسے درگزر کیا اور صرف اتنا کہا کہ آپ کو ایسا جواب نہیں دینا چاہئے تھا۔ کہتے ہیں خاکسار کچھ عرصہ گھٹنوں میں تکلیف کی وجہ سے بروقت دفتر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جب لیٹ ہو جاتا تو اس وجہ سے میری حاضری کے خانے پر لیٹ کر اس لگ جاتا تھا اور جب چند کر اس اس طرح کی لگ جائیں تو پھر ایک رخصت شمار ہو جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں میاں صاحب نے از خود وکیل اعلیٰ صاحب سے سفارش کی کہ اس کی تکلیف ہے اس لئے اس کو کر اس نہ لگایا جائے۔ کہتے ہیں کہ میاں صاحب غریب طالب علموں، بے روزگاروں اور بیوگان کا خاص خیال رکھتے تھے۔ طالب علموں کو کتب اور سکول یونیفارم خرید کر دیا کرتے تھے۔ بیروزگاروں کی نوکریوں کے لئے سفارشی خطوط دیا کرتے تھے۔

احسان اللہ صاحب مربی سلسلہ گھانا کہتے ہیں کہ ان کے زیر سایہ نو سال وکالت اشاعت میں کام کیا۔ خلافت کے عشق اور ادب سے معمور وجود تھا۔ بہت لطیف انداز میں اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے دلوں میں یہ محبت انجیکٹ کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ بلا کر خاکسار کو پاس بٹھالیا اور کہا کہ حضور کو فیکس لکھ رہا ہوں یہ ابھی کرنی ہے۔ پھر فیکس لکھنی شروع کی تو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے الفاظ لکھ کر محویت کے عالم میں ان الفاظ پر چند منٹ نظریں جمائے رہے اور پھر بڑے جذباتی انداز میں خلافت سے متعلق اَور باتوں کا ذکر کرتے رہے۔

یہ کہتے ہیں کہ ماتحتوں پر شفقتوں کا ایک عجیب سلسلہ تھا۔ کسی کو اپنے سامنے کھڑا نہیں رہنے دیتے تھے۔ شدید بیماری اور کمزوری کے عالم میں بھی بشاشت قائم تھی۔ اگر کسی کو ایک دن ڈانٹ دیا تو دو دن اتنی دلجوئی فرماتے رہتے تھے کہ بعض اوقات شرمندگی محسوس ہوتی تھی۔ حالانکہ ڈانٹ کیا ہوتی تھی؟ اونچی آواز ہو جاتی تھی اور بس۔

نہ کوئی سخت لفظ نہ کوئی دل آزاری کا کلمہ۔ اگر کسی کو دفتر میں سختی کرتے دیکھتے تو اس رویے سے بیزاری کا اظہار کرتے۔

محمد طلحہ صاحب جامعہ میں متخصصین کے شعبہ میں حدیث کے استاد ہیں۔ کہتے ہیں دوران تخصص تقریباً ایک سال محترم مرزا انس احمد صاحب سے خاکسار اور مکرم سید فہد صاحب مربی سلسلہ کو حدیث پڑھنے کا موقع ملا۔ دیگر ذمہ داریوں اور ناسازیٔ طبیعت کے باوجود آپ کی ہر ممکن کوشش ہوا کرتی تھی کہ کوئی دن ایسا نہ گزرے جس میں حدیث کی کلاس نہ ہو۔ ایک مرتبہ طبیعت زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے دفتر نہیں آسکے تو ہمیں تدریس کے لئے اپنے گھر بلا لیا۔

آصف اویس مربی سلسلہ وکالت اشاعت لکھتے ہیں کہ خاکسار کی تقرری چند ماہ پہلے وکالت اشاعت میں ہوئی۔ یہ چند ماہ میری زندگی کے یادگار دن تھے۔ ہر موقع پر نہایت شفقت سے میاں صاحب نے خیال رکھا۔ میری اور ان کی عمر کا کم از کم پچپن سال سے زائد کا فرق تھا لیکن ان کے ساتھ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے یہ فرق نام کا ہی ہے۔ گفتگو بھی شاندار ہوتی تھی۔ محفل کو خوشگوار رکھنے کے لئے اکثر مذاق بھی کیا کرتے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کی مترجم مسند احمد بن حنبل کا کام میرے سپرد ہے۔ اس عمر اور صحت کی انتہائی خراب حالت میں بھی ان کی کام کو جاری رکھنے کی ہمت بلا کی تھی۔ مایوسی یا کام مکمل نہ ہو سکنے کا خیال بھی پاس سے نہ گزرتا تھا۔

جامعہ احمدیہ ربوہ کے طالب علم محمد کاشف کہتے ہیں کہ خاکسار مقالے کے سلسلہ میں جو کہ خلفائے احمدیت کے پرائیویٹ سیکرٹریان کے حوالے سے تھا گزشتہ چند ماہ سے آپ کی خدمت میں کئی دفعہ حاضر ہوا۔ الحمدللہ انہوں نے خاکسار کو نہایت پیار سے بہت قیمتی وقت دیا۔ بیماری میں بھی تفصیلی انٹرویوز دئے۔ ایک بار بڑی رقت آمیز آواز میں کہنے لگے کہ انسان کی کوشش اور محنت کچھ بھی نہیں ہوتی یہ میری زندگی کا خلاصہ ہے۔ جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور پھر خلافت سے منسوب ہے۔

ربوہ سے آصف احمد ظفر کہتے ہیں کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل طاہر ہارٹ میں داخل تھے۔ ان کی عیادت کے لئے میں گیا۔ باوجود شدید تکلیف کے اور اس وقت بھی چہرے پر ماسک لگا ہوا تھا۔ یہ آکسیجن کا ہو گا۔ جب مَیں نے اپنا تعارف کرایا تو خود اپنا ماسک اتارا اور گفتگو شروع کر دی۔ اس پر میں نے صحت کے بارے میں کہا کہ میاں صاحب اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا انشاء اللہ۔ تو وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا بلا لینا بھی تو ایک فضل ہے۔ کہتے ہیں ان کے الفاظ سن کر میں حیران رہ گیا کہ اس حالت میں بھی اللہ پہ توکل ہے اور موت کی کوئی فکر نہیں۔

مختلف لوگوں نے خلافت سے تعلق میں جو لکھا ہے اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ان کا تعلق تھا اور انہوں نے اپنے ہر عمل سے اور اپنے ہر نمونے سے اس تعلق کا اظہار کیا۔ اور بلکہ جب خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے امیر مقامی اور ناظر اعلیٰ مقرر کیا ہے تو اس وقت بھی خلافت کی اطاعت کی وجہ سے انہوں نے کامل اطاعت امیر کی بھی کی اور بڑا لحاظ رکھا باوجود اس کے کہ میں عمر میں ان سے کم از کم تیرہ چودہ سال چھوٹا تھا اور اس وقت بھی کامل اطاعت کی۔ اور ہمیشہ انتہائی وفا کا نمونہ خلافت کے بعد بھی انہوں نے دکھایا۔ کامل اطاعت کا نمونہ دکھایا۔

اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل حاصل کرنے کا جو انہوں نے

جس بات کا اظہار کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی خواہش کو بھی پورا فرمائے۔ ان کے پیاروں میں ان کو جگہ دے اور ان کی اولاد کو بھی خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والا بنائے۔

جب مکرم مرزا غلام احمد صاحب کی وفات ہوئی ہے تو انہوں نے خواب دیکھی تھی جس کا مَیں نے اس خطبہ میں بھی ذکر کیا تھا۔ مجھے لکھا کہ پرسوں رات جب میاں صاحب کی وفات ہوئی تو اس وقت کے قریب میں خواب دیکھ رہا تھا کہ بھائی خورشید اور میاں احمد اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے ہیں اور ان کی ملاقات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہو رہی ہے۔

اس وقت میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کرے کہ میری ملاقات بھی اسی طرح ہو جائے۔ سو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! مجھے بھی اپنے قرب میں بلا لے تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم آگے آجاؤ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب میں جگہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کی مغفرت اور رحم کی خبر ان کو دے دی تھی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا رہے اور آگے ان کی اولادیں بھی نیک اور صالح ہوویں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11 جنوری 2019ء تا 17 جنوری 2019ء جلد 26 شمارہ 02 صفحہ 05 تا 08)

52

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28 / دسمبر 2018ء بمطابق 28 / فتح 1397 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن بدری صحابہ کا میں ذکر کروں گا ان میں سے پہلا نام **حضرت عبد اللہ بن اَلرَّبِیْع انصاری** کا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن الربیع کا تعلق خزرج قبیلے کی شاخ بَنُو اَبْجَرْ سے تھا اور آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔ آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل تھے اور آپ کو غزوۂ بدر اور احد اور جنگ مؤتہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جنگ مؤتہ میں آپ نے شہادت کا رتبہ پایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 407 عبد اللہ بن الربیعؓ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(تاریخ مدینۃ دمشق جلد 2 صفحہ 11 باب سرایا رسول اللہ ﷺ الی الشام وبعوثہ الاوائل مطبوعہ دار الفکر بیروت 1995ء)

دوسرے صحابی ہیں حضرت عَطِیَّہ بن نُوَیْرَۃ۔ یہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے اور ان کے متعلق بس اتنی ہی معلومات ہیں کہ آپ غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 45 عطیہ بن نویرۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر حضرت سَہْل بن قَیْس ہیں۔ ان کی والدہ کا نام نائلہ بنت سَلَامَہ تھا اور مشہور شاعر حضرت کعب بن مالک کے آپ چچازاد بھائی تھے۔ سہل نے غزوۂ بدر اور احد میں شرکت کی اور غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 436 سہل بن قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے اُحد کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے۔ جب آپ اس گھاٹی میں داخل ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّار۔ سورہ رعد کی آیت ہے۔ وہاں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی بجائے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ (الرعد:25) سے شروع ہوتی ہے کہ سلام ہو تم پر بسبب اس کے جو تم نے صبر کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّار۔ پس کیا ہی اچھا ہے، اس گھر کا انجام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے بھی اسی روایت کو جاری رکھا۔ پھر حضرت معاویہ بھی جب حج یا عمرہ کے لئے آتے تو شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کے لئے جاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ لَیْتَ اَنِّیْ غُوْدِرْتُ مَعَ اَصْحَابِ الْجَبَلِ۔ کہ اے کاش! میں ان پہاڑ والوں کے ساتھ ہو جاتا

یعنی مجھے بھی اس دن شہادت عطا ہوتی۔ اسی طرح جب حضرت سعد بن ابی وقاص غابۃ جو کہ مدینہ کے شمال مغرب میں واقعہ ایک گاؤں ہے، اپنی جائیدادوں پر جاتے تو شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کرتے۔ تین مرتبہ انہیں سلام کہتے۔ پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑتے اور انہیں کہتے کہ کیا تم ان لوگوں پر سلامتی نہیں بھیجو گے جو تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ قیامت کے دن اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مُصْعَب بن عُمَیر کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہاں رک کر دعا کی اور اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (الاحزاب:24) کہ مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا اسے سچا کر دکھایا۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ پس ان میں سے وہ بھی ہیں جس نے اپنی مَنت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے ہرگز اپنے طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک شہید ہوں گے۔ تم ان کے پاس آیا کرو۔ اِن کی زیارت کیا کرو اور ان پر سلامتی بھیجا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن تک جو بھی ان پر سلامتی بھیجے گا یہ اس کا جواب دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ یہاں آتے ان کے لئے دعا کرتے اور سلامتی بھیجا کرتے۔

(کتاب المغازی ذکر من غزوۃ احد جلد اوّل صفحہ 267 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2004ء)

حضرت سَہل بن قَیس کی بہنیں حضرت سُخْطٰی اور حضرت عُمْرَہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ کی بیعت سے فیضیاب ہوئیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 301 سخطی بنت قیس، عمرۃ بنت قیس مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر اگلے صحابی ہیں حضرت عَبْدُاللہ بن حُمَیِّر اَلْاَشْجَعِی۔ ان کا تعلق بنو دُھمان سے ہے جو کہ انصار کے حلیف تھے آپ نے غزوۂ بدر میں اپنے بھائی حضرت خَارِجَہ کے ہمراہ شرکت کی اور آپ غزوۂ احد میں بھی شامل ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 218-219 عبد اللہ بن حمیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

ان کی زوجہ کا نام حضرت ام ثابت بنت حارِثَہ ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔

(الاصابہ جلد 8 صفحہ 366 ام ثابت بنت حارثۃ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت عبد اللہ بن حُمَیِّر ان چند اصحاب میں سے تھے جو غزوہ احد میں حضرت عبد اللہ بن جُبَیر کے ساتھ درّے پر ڈٹے رہے۔ جب باقی صحابہ فتح کا نظارہ دیکھنے کے بعد مسلمانوں کی باقی جماعت سے ملنے کے لئے نیچے جانے لگے تو حضرت عبد اللہ بن حُمَیِّر انہیں نصیحت کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپؓ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور پھر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کی نصیحت کی لیکن انہوں نے آپ کی بات نہ مانی اور چلے گئے یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن جُبَیر کے ساتھ درے پر دس سے زیادہ صحابہ نہ بچے۔ اتنے میں خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل نے درّہ خالی دیکھ کر جو اصحاب وہاں باقی رہ گئے تھے ان پر حملہ کر دیا۔ اس قلیل جماعت نے ان پر

تیر برسائے یہاں تک کہ وہ ان تک پہنچ گئے اور آن کی آن میں ان سب کو شہید کر دیا۔
(امتاع الاسماع جلد 9 صفحہ 229 فصل فی ذکر من استعلہ رسول اللہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1999ء)

احد کے اس واقعہ کی مزید تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھی ہے۔ کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور احد کے دامن میں ڈیرہ ڈال دیا۔ ایسے طریق پر کہ احد کی پہاڑی مسلمانوں کے پیچھے کی طرف آگئی اور مدینہ گویا سامنے رہا اور اس طرح آپؐ نے لشکر کا عقب محفوظ کر لیا۔ عقب کی پہاڑی میں ایک درّہ تھا جہاں سے حملہ ہو سکتا تھا۔ اُس کی حفاظت کا آپؐ نے یہ انتظام فرمایا کہ عبداللہ بن جُبَیر کی سرداری میں پچاس تیر انداز صحابی وہاں متعین فرما دیئے اور ان کو تاکید فرمائی کہ خواہ کچھ ہو جاوے وہ اس جگہ کو نہ چھوڑیں اور دشمن پر تیر برساتے جائیں۔ آپؐ کو اس درّہ کی حفاظت کا اس قدر خیال تھا کہ آپؐ نے عبداللہ بن جُبَیر سے بہ تکرار فرمایا "یعنی بار بار فرمایا" کہ دیکھو یہ درہ کسی صورت میں خالی نہ رہے۔ حتّٰی کہ اگر تم دیکھو کہ ہمیں فتح ہو گئی ہے اور دشمن پسپا ہو کر بھاگ نکلا ہے، تو پھر بھی تم اس جگہ کو نہ چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی ہے اور دشمن ہم پر غالب آگیا ہے تو پھر بھی تم اس جگہ سے نہ ہٹنا حتّٰی کہ ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ "اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں تو پھر بھی تم یہاں سے نہ ہٹنا حتی کہ تمہیں یہاں سے ہٹ آنے کا حکم جاوے۔" یعنی آپ کی طرف سے حکم جائے۔ "اس طرح اپنے عقب کو پوری طرح مضبوط کر کے آپؐ نے لشکر اسلامی کی صف بندی کی اور مختلف دستوں کے جدا جدا امیر مقرر فرمائے...

جب عبداللہ بن جُبَیر کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اب تو فتح ہو چکی ہے تو انہوں نے اپنے امیر عبداللہ سے کہا کہ اب تو فتح ہو چکی ہے اور مسلمان غنیمت کا مال جمع کر رہے ہیں آپ ہم کو اجازت دیں کہ ہم بھی لشکر کے ساتھ جا کر شامل ہو جائیں۔ عبداللہ نے انہیں روکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکیدی ہدایت یاد دلائی مگر وہ فتح کی خوشی میں غافل ہو رہے تھے، اس لئے وہ باز نہ آئے۔ اور یہ کہتے ہوئے نیچے اتر گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مطلب تھا کہ جب تک پورا اطمینان نہ ہو لے درّہ خالی نہ چھوڑا جاوے اور اب چونکہ فتح ہو چکی ہے اس لئے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور سوائے عبداللہ بن جُبَیر اور ان کے پانچ سات ساتھیوں کے درّہ کی حفاظت کے لئے کوئی نہ رہا۔ خالد بن ولید کی تیز آنکھ نے دور سے درّہ کی طرف دیکھا تو میدان صاف پایا جس پر اس نے اپنے سواروں کو جلدی جلدی جمع کر کے فوراً درّہ کا رخ کیا اور اس کے پیچھے پیچھے عکرمہ بن ابوجہل بھی رہے سہے دستہ کو ساتھ لے کر تیزی کے ساتھ وہاں پہنچا اور یہ دونوں دستے عبداللہ بن جُبَیر اور ان کے چند ساتھیوں کو ایک آن کی آن میں شہید کر کے اسلامی لشکر کے عقب میں اچانک حملہ آور ہو گئے۔"
(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 487,491-488)

اگلا ذکر حضرت عُبَیدبن اَوْس انصاری کا ہے۔ ولدیت اَوس بن مالک۔ حضرت عُبَید بن اوس نے غزوۂ بدر میں شرکت کی اور آپ نے غزوۂ بدر میں حضرت عَقِیل بن اَبُوطالِب کو قیدی بنایا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت عباسؓ اور حضرت نَوفَلؓ کو بھی قیدی بنایا۔ جب آپ ان تینوں کو رسی سے باندھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ لَقَدْ اَعَانَكَ عَلَيْهِمْ مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔ کہ یقیناً اس معاملہ میں ایک معزز فرشتے نے تمہاری مدد کی ہے۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مُقَرِّن کا لقب عطا فرمایا یعنی زنجیر میں جکڑنے والا۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 528-529 عبید بن اوسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عباس کو غزوہ بدر میں قیدی بنانے والے حضرت اَبُو الْیَسَر کَعْب بن عَمْرو تھے۔ (اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 326-327 ابو السیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت عبید بن اوس نے حضرت اُمَیْمَہ بنتِ النُّعْمَان سے شادی کی۔ حضرت اُمَیْمَہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ کی بیعت سے فیضیاب ہوئیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 257 امیمہ بنت النعمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اب ذکر حضرت عبد اللہ بن جُبَیرؓ کا ہے جن کا ذکر پہلے، ایک اَور صحابی کے ذکر میں آچکا ہے۔ آپؓ ان ستر انصار میں سے تھے جو بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے اور آپ غزوۂ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے اور غزوۂ اُحد میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 362 عبد اللہ بن جُبَیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت اَبُو الْعَاص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب کے شوہر تھے جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے تھے اور حضرت عبد اللہ بن جُبَیر نے انہیں قید کیا تھا۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر مناقب ابی العاص بن ربیع حدیث 5037 جلد 3 صفحہ 262 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ لکھا ہے کہ:

"آنحضرتؐ کے داماد ابو العاص بھی اسیر ان بدر میں سے تھے ان کے فدیہ میں ان کی زوجہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینبؓ نے جو ابھی تک مکہ میں تھیں کچھ چیزیں بھیجیں۔ اُن میں اُن کا ایک ہار بھی تھا۔ یہ ہار وہ تھا جو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں اپنی لڑکی زینبؓ کو دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو مرحومہ خدیجہؓ کی یاد دل میں تازہ ہو گئی اور آپؐ چشم پُر آب ہو گئے اور صحابہ سے فرمایا اگر تم پسند کرو تو زینبؓ کا مال اسے واپس کر دو۔ صحابہ کو اشارہ کی دیر تھی زینبؓ کا مال فوراً واپس کر دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقد فدیہ کے قائمقام ابو العاص کے ساتھ یہ شرط مقرر کی کہ وہ مکہ میں جا کر زینبؓ کو مدینہ بھجوا دیں اور اس طرح ایک مؤمن روح دارِ کفر سے نجات پا گئی۔ کچھ عرصہ بعد ابو العاص بھی مسلمان ہو کر مدینہ میں ہجرت کر آئے اور اس طرح خاوند بیوی پھر اکٹھے ہو گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 368)

غزوہ اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جُبَیر کو ان پچاس تیر اندازوں کے دستے کا سالار مقرر فرمایا جسے آپؐ نے مسلمانوں کے عقب میں واقع درّے کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ باقی

تفصیل تو عبداللہ بن حُمَیّر کے واقعہ میں بیان ہو گئی ہے اور کچھ مزید یہ ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ہی لکھی ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور اُحُد کے دامن میں ڈیرہ ڈال دیا ایسے طریق پر کہ اُحُد کی پہاڑی مسلمانوں کے پیچھے کی طرف آگئی اور مدینہ گویا سامنے رہا اور اس طرح آپؐ نے لشکر کا عقب محفوظ کر لیا... آپؐ نے یہ انتظام فرمایا کہ عبداللہ بن جُبَیر کی سرداری میں پچاس تیر انداز صحابی وہاں متعین فرما دیئے اور ان کو تاکید فرمائی کہ خواہ کچھ ہو جاوے وہ اس جگہ کو نہ چھوڑیں اور دشمن پر تیر برساتے جائیں۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 487)

جیسا کہ پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس درے کی حفاظت کا اس قدر خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جُبَیر سے یہ تکرار سے فرمایا کہ دیکھو یہ درّہ کسی صورت میں خالی نہ رہے اور اگر فتح بھی ہو جائے، دشمن پسپا ہو کر دوڑ جائے تب بھی تم نے جگہ نہیں چھوڑنی اور مسلمانوں کو اگر شکست ہو جائے اور دشمن ہم پہ غالب آجائیں تب بھی تم نے نہیں چھوڑنی۔

حضرت بَرَاء بن عَازِب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحُد کے دن پیادہ فوج پر حضرت عبداللہ بن جُبَیر کو مقرر فرمایا اور یہ پچاس آدمی تھے اور ان سے فرمایا کہ اپنی اس جگہ سے نہ ہٹنا خواہ دیکھو کہ پرندے ہم پر جھپٹ رہے ہیں۔ اپنی جگہ پر رہنا تاوقتیکہ میں تمہیں نہ بلا بھیجوں اور اگر تم ہمیں اس حالت میں بھی دیکھو کہ لوگوں کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں ہم نے روند ڈالا ہے تب بھی یہاں سے نہ سرکنا جب تک کہ میں تمہیں نہ کہلا بھیجوں۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان کو شکست دے کر بھگا دیا۔ حضرت براء کہتے تھے کہ بخدا میں نے مشرک عورتوں کو دیکھا کہ وہ بھاگ رہی تھیں اور وہ اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے تھیں۔ (اس زمانے میں فوجوں کے ساتھ عورتیں بھی ان کے جذبات ابھارنے کے لئے جایا کرتی تھیں۔) ان کی پازیبیں اور پنڈلیاں ننگی ہو رہی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جُبَیر کے ساتھیوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ لوگو! چلو غنیمت حاصل کریں۔ تمہارے ساتھی غالب ہو گئے تم کیا انتظار کر رہے ہو؟ حضرت عبداللہ بن جُبَیر نے کہا کیا تم وہ بات بھول گئے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمائی تھی؟ انہوں نے یعنی ان لوگوں نے جو جگہ چھوڑنا چاہتے تھے کہا کہ بخدا ضرور ہم بھی ان لوگوں کے پاس پہنچیں گے اور غنیمت کا مال لیں گے۔ یہ باقی وہاں غنیمت کا مال لے رہے ہیں تو ہم بھی جائیں گے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو ان کے منہ پھیر دیئے گئے اور شکست کھا کر بھاگتے ہوئے لوٹے یعنی پھر دشمن نے حملہ کیا اور یہ جو فتح ہے وہ الٹی پڑ گئی۔ حضرت بَرَاء لکھتے ہیں کہ یہی وہ واقعہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جبکہ رسول تمہاری سب سے پچھلی جماعت میں کھڑا تمہیں بلا رہا تھا۔ آل عمران کی آیت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بارہ آدمیوں کے سوا اور کوئی نہ رہا اور کافروں نے ہم میں سے ستر آدمی شہید کئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے جنگ بدر میں مشرکوں کے 140 آدمیوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ ستر قیدی اور ستر مقتول۔

ابوسفیان نے تین بار پکار کر کہا، (یہ سارا واقعہ جنگ اُحُد کا ہی بیان ہو رہا ہے) کہ کیا ان لوگوں میں محمد

ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اسے جواب دینے سے روک دیا۔ کافروں کی جو شکست تھی وہ جب فتح میں بدل گئی ہے اور انہوں نے دوبارہ حملہ کر کے درے سے مسلمانوں کو زیر کر لیا۔ تب اس نے کہا کہ کیا تم میں محمد ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اسے جواب دینے سے روک دیا۔ پھر اس نے تین بار پکار کر پوچھا کیا لوگوں میں ابو قحافہ کا بیٹا ہے یعنی حضرت ابو بکر ہیں؟ پھر تین بار پوچھا کیا ان لوگوں میں ابن خطاب ہے یعنی حضرت عمر کے بارے میں پوچھا؟ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ پوچھنے پر یہی فرمایا تھا کہ جواب نہیں دینا۔ پھر کہتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا کہ یہ جو تھے وہ تو مارے گئے۔ یہ تین ان کے لیڈر ہو سکتے تھے یہ تینوں تو مارے گئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بولے اے اللہ کے دشمن! بخدا تم نے جھوٹ کہا ہے۔ جن کا تو نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں۔ جو بات ناگوار ہے اس میں سے ابھی تیرے لئے بہت کچھ باقی ہے۔

ابو سفیان بولا یہ معرکہ بدر کے معرکے کا بدلہ ہے اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہے کبھی اس کی فتح اور کبھی اس کی فتح۔ تم ان لوگوں میں سے کچھ ایسے مردے پاؤ گے جن کے ناک کان کاٹے گئے ہیں یعنی مُثلہ کیا گیا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں نے اس کا حکم نہیں دیا اور میں نے اسے برا بھی نہیں سمجھا۔ پھر اس کے بعد وہ یہ رَجز یہ فقرہ پڑھنے لگا۔ اُعْلُ هُبَل۔ اُعْلُ هُبَل۔ هبل کی جَے، هبل کی جَے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اب اسے جواب نہیں دو گے؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم کیا کہیں؟ آپؐ نے فرمایا تم کہو اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ۔ اللہ ہی سب سے بلند اور بڑی شان والا ہے۔ پھر ابو سفیان نے کہا کہ عُزّٰی نامی بت ہمارا ہے اور تمہارا کوئی عُزّٰی نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا تم اسے جواب نہیں دو گے۔ حضرت بَرَاء بن عَازِب کہتے ہیں کہ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا کہو اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ۔ کہ اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر باب ما یکره من التنازع والاختلاف فی الحرب..... حدیث نمبر 3039)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس واقعہ پر کافی تفصیلی بحث کی ہے۔ اور غزوۂ احد پہ روشنی ڈالی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "وہ صحابہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد تھے اور جو کفّار کے ریلے کی وجہ سے پیچھے دھکیل دیئے گئے تھے کفار کے پیچھے ہٹتے ہی وہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ کے جسم مبارک کو انہوں نے اٹھایا اور ایک صحابی عُبَیْدَہ بن الجَرّاحؓ نے اپنے دانتوں سے آپ کے سر میں گھسی ہوئی کیل کو زور سے نکالا جس سے ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آ گیا اور صحابہؓ نے چاروں طرف میدان میں آدمی دوڑا دیئے کہ مسلمان پھر اکٹھے ہو جائیں۔ بھاگا ہوا لشکر پھر جمع ہونا شروع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لے کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ جب دامن کوہ میں بچا کھچا لشکر کھڑا تھا تو ابو سفیان نے بڑے زور سے آواز دی اور کہا ہم نے محمد (ﷺ) کو مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان کی بات کا جواب نہ دیا تا ایسا نہ ہو دشمن حقیقت حال سے واقف ہو کر حملہ کر دے۔" کیونکہ مسلمان ابھی کمزور حالت میں تھے "اور زخمی مسلمان پھر دوبارہ دشمن کے حملہ کا شکار ہو جائیں۔ جب اسلامی لشکر سے اس بات کا

کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ اُس کا خیال درست ہے اور اس نے بڑے زور سے آواز دے کر کہا ہم نے ابو بکرؓ کو بھی مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو بھی حکم فرمایا کہ کوئی جواب نہ دیں۔ پھر ابوسفیان نے آواز دی ہم نے عمرؓ کو بھی مار دیا۔ تب عمرؓ جو بہت جوشیلے آدمی تھے اُنہوں نے اُس کے جواب میں یہ کہنا چاہا کہ ہم لوگ خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور تمہارے مقابلہ کے لئے تیار ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مسلمانوں کو تکلیف میں مت ڈالو اور خاموش رہو۔ اب کفّار کو یقین ہو گیا کہ اسلام کے بانی کو بھی اور ان کے دائیں بائیں بازو کو بھی ہم نے مار دیا ہے۔ اس پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اُعْلُ هُبَل۔ اُعْلُ هُبَل۔ ہمارے معزز بت ہبل کی شان بلند ہو کہ اس نے آج اسلام کا خاتمہ کر دیا ہے۔..."حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی موت کے اعلان پر، ابو بکرؓ کی موت کے اعلان پر اور عمرؓ کی موت کے اعلان پر خاموشی کی نصیحت فرما رہے تھے تا ایسا نہ ہو کہ زخمی مسلمانوں پر پھر کفّار کا لشکر لَوٹ کر حملہ کر دے اور مٹھی بھر مسلمان اس کے ہاتھوں شہید ہو جائیں۔ اب جبکہ خدائے واحد کی عزت کا سوال پیدا ہوا اور شرک کا نعرہ میدان میں مارا گیا تو آپ کی روح بیتاب ہو گئی اور آپؐ نے نہایت جوش سے صحابہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔ اَللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔ تم جھوٹ بولتے ہو کہ ہبل کی شان بلند ہوئی۔ اللہ وحدہٗ لاشریک ہی معزز ہے اور اس کی شان بالا ہے۔ اور اس طرح آپ نے اپنے زندہ ہونے کی خبر دشمنوں تک پہنچا دی۔" فرماتے ہیں کہ "اس دلیرانہ اور بہادرانہ جواب کا اثر کفار کے لشکر پر اتنا گہرا پڑا کہ باوجود اس کے کہ ان کی امیدیں اس جواب سے خاک میں مل گئیں اور باوجود اس کے کہ ان کے سامنے مٹھی بھر زخمی مسلمان کھڑے ہوئے تھے جن پر حملہ کر کے ان کو مار دینا مادی قوانین کے لحاظ سے بالکل ممکن تھا" لیکن اس نعرے کو سن کے، یہ جوش دیکھ کر" وہ دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور جس قدر فتح ان کو نصیب ہوئی تھی اُسی کی خوشیاں مناتے ہوئے مکہ کو واپس چلے گئے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 252-253)

حضرت مصلح موعود مزید فرماتے ہیں ایک آیت کی تشریح میں کہ:

"فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ یعنی جو لوگ اس رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی آفت نہ پہنچ جائے یا وہ کسی دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں چنانچہ دیکھ لو" آپؓ فرماتے ہیں کہ دیکھ لو کہ "جنگ احد میں اس حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے اسلامی لشکر کو کتنا نقصان پہنچا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہاڑی درّہ کی حفاظت کے لئے پچاس سپاہی مقرر فرمائے تھے اور یہ درّہ اتنا اہم تھا کہ آپ نے اُن کے افسر عبداللہ بن جُبیرؓ انصاری کو بلا کر فرمایا کہ خواہ ہم مارے جائیں یا جیت جائیں تم نے اس درّہ کو نہیں چھوڑنا۔ مگر جب کفار کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے اُن کا تعاقب شروع کر دیا تو اس درّہ پر جو سپاہی مقرر تھے انہوں نے اپنے افسر سے کہا کہ اب تو فتح ہو چکی ہے۔ اَب ہمارا یہاں ٹھہرنا بے کار ہے۔ ہمیں اجازت دیں کہ ہم بھی جہاد میں شامل ہونے کا ثواب لے

لیں۔ اُن کے افسر نے انہیں سمجھایا کہ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خواہ فتح ہو یا شکست تم نے اس درّہ کو نہیں چھوڑنا۔ اس لئے مَیں تمہیں جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ انہوں نے کہا کہ رسول کریم" ان کے باقی ساتھیوں نے یہ کہا کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ خواہ فتح ہو جائے پھر بھی تم نے نہیں ہلنا۔ آپ کا مقصد تو صرف تاکید کرنا تھا۔ اب جبکہ فتح ہو چکی ہے ہمارا یہاں کیا کام ہے۔ چنانچہ انہوں نے خدا کے رسول کے حکم پر" حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "انہوں نے خدا کے رسول کے حکم پر اپنی رائے کو فوقیت دیتے ہوئے اس درّہ کو چھوڑ دیا۔ صرف اُن کا افسر اور چند سپاہی "یعنی عبد اللہ بن جُبَیر اور چند سپاہی" باقی رہ گئے۔ جب کفّار کا لشکر مکہ کی طرف بھاگتا چلا جا رہا تھا تو اچانک خالد بن ولیدؓ نے پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا تو درّہ کو خالی پایا۔ انہوں نے عمرو بن العاص کو آواز دی یہ دونوں ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور کہا دیکھو کیسا اچھا موقعہ ہے آؤ ہم مڑ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ دونوں جرنیلوں نے اپنے بھاگتے ہوئے دستوں کو سنبھالا اور اسلامی لشکر کا بازو کاٹتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ چند مسلمان جو وہاں موجود تھے اور جو دشمن کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے ان کو انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اسلامی لشکر پر پشت پر سے حملہ کر دیا۔ کفار کا یہ حملہ ایسا اچانک تھا کہ مسلمان جو فتح کی خوشی میں ادھر ادھر پھیل چکے تھے ان کے قدم جم نہ سکے۔ صرف چند صحابہؓ دوڑ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے جن کی تعداد زیادہ سے زیادہ بیس تھی مگر یہ چند لوگ کب تک دشمن کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ آخر کفار کے ایک ریلے کی وجہ سے مسلمان سپاہی بھی پیچھے کی طرف دھکیلے گئے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں تن تنہا رہ گئے۔ اسی حالت میں آپ کے خَود پر ایک پتھر لگا جس کی وجہ سے خَود کے کیل آپ کے سر میں چبھ گئے اور آپ بیہوش ہو کر ایک گڑھے میں گر گئے۔ "جو کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ پھر ایک صحابی نے وہ کیل نکالے اور ان کے دانت بھی ٹوٹ گئے۔ "جو بعض شریروں نے اسلامی لشکر کو نقصان پہنچانے کے لئے کھود کر ڈھانپ رکھے تھے۔ "ایک گڑھا بنایا ہوا تھا اور اس پر گھاس پھوس رکھا ہوا تھا۔ پتہ نہیں لگ رہا تھا یہ گڑھا ہے۔ اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گرے۔ "اس کے بعد کچھ اور صحابہؓ شہید ہوئے اور ان کی لاشیں آپ کے جسم مبارک پر جا گریں اور لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ مگر وہ صحابہؓ جو کفار کے ریلے کی وجہ سے پیچھے دھکیل دئے گئے تھے کفار کے پیچھے ہٹتے ہی پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ کو گڑھے میں سے باہر نکالا۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آ گیا اور آپ نے چاروں طرف میدان میں آدمی دوڑا دئے کہ مسلمان پھر اکٹھے ہو جائیں اور آپ انہیں ساتھ لے کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔

اسلامی لشکر کو کفار پر فتح حاصل کرنے کے بعد ایک عارضی شکست کا چرکہ اس لئے لگا کہ ان میں سے چند آدمیوں نے "اب یہ سننے والی بات ہے۔ آپؓ اب نتیجہ نکال رہے ہیں کہ اسلامی لشکر کو کفار پر فتح حاصل کرنے کے بعد ایک عارضی شکست کا چرکہ اس لئے لگا۔ اس لئے نقصان پہنچا کہ ان میں سے چند آدمیوں نے "رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی خلاف ورزی کی اور آپ کی ہدایت پر عمل کرنے کی بجائے اپنے اجتہاد سے کام لینا شروع کر دیا۔ اگر وہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اسی طرح چلتے جس طرح نبض حرکتِ قلب کے پیچھے چلتی ہے۔ اگر وہ سمجھتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کے نتیجہ میں اگر ساری دنیا کو بھی اپنی جانیں قربان کرنی پڑتی ہیں تو وہ ایک بے حقیقت شے ہیں۔ اگر وہ ذاتی اجتہاد سے کام لے کر اس پہاڑی درّہ کو نہ چھوڑتے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس ہدایت کے ساتھ کھڑا کیا تھا کہ خواہ ہم فتح حاصل کریں یا مارے جائیں تم نے اس مقام سے نہیں ہلنا تو نہ دشمن کو دوبارہ حملہ کرنے کا موقع ملتا اور نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو کوئی نقصان پہنچتا۔" آپؓ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ اس آیت میں مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پوری اطاعت نہیں بجالاتے اور ذاتی اجتہادات کو آپ کے احکام پر مقدم سمجھتے ہیں۔" اپنی ذاتی توجیہیں نکالتے ہیں یا خود ہی تشریحیں کرنے لگ جاتے ہیں یا حکموں کی تاویلیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ "انہیں ڈرنا چاہئے کہ اس کے نتیجہ میں کہیں اُن پر کوئی آفت نہ آجائے یا وہ کسی شدید عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ گویا بتایا کہ اگر تم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہارا کام یہ ہے کہ تم ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھو اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جاؤ۔ جب تک یہ روح زندہ رہے گی مسلمان بھی زندہ رہیں گے اور جس دن یہ روح مٹ جائے گی اس دن اسلام تو پھر بھی زندہ رہے گا مگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان لوگوں کا گلا گھونٹ کر رکھ دے گا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انحراف کرنے والے ہوں گے۔"

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 410 تا 412)

آج دیکھ لیں کہ یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ان سے اٹھ گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کہ آنے والے مسیح و مہدی کو مان لینا، اُسے میرا اسلام پہنچانا اور اسے حَکَم اور عدل سمجھنا ان سب باتوں کی تاویلیں اب یہ لوگ کرنے لگ گئے ہیں اور اس کا نتیجہ بھی یہ دیکھ لیں۔ پس یہاں احمدیوں کے لئے بھی ایک سبق ہے، ایک تنبیہ ہے کہ مسیح موعودؑ کو قبول کر کے پھر کامل اطاعت ہی کامیابیوں اور فتوحات کی ضمانت ہے۔ پس ہر ایک کو اپنی حالتوں کے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کس حد تک اس کے اطاعت کے معیار ہیں۔ یہاں پہلے بیان ہوا تھا کہ ابوسفیان کے ساتھ عکرمہ بن ابوجہل تھے۔ دوسرے ایک حوالے میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک دوسرے صحابی عمرو بن عاص کا ذکر کیا کہ انہوں نے درّے پر حملہ کیا۔

بعض دوسری روایات میں دوسرے نام بھی ہیں۔ اس بارے میں ریسرچ سیل نے جو مزید تحقیق کی ہے وہاں بھی کتبِ سیرت میں خالد بن ولید کے ساتھ عکرمہ کے حملے کا ذکر ہی ملتا ہے۔

(شرح زرقانی جلد 2 صفحہ 412 غزوہ احد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

لیکن یہ ذکر بھی ملتا ہے کہ مشرکین نے اپنے لشکر کے گھڑ سواروں کو جن کی قیادت میں دیا تھا ان میں سے ایک عمرو بن عاص بھی تھے۔

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 191 غزوہ احد دار الکتب العلمیہ بیروت 2009ء)

تو اس ضمن میں یہ کہتے ہیں کہ خالد بن ولید نے پہاڑ کے درّے پر خالی جگہ دیکھ کر گھڑ سواروں کے ساتھ

حملہ کیا اور عکرمہ بن ابوجہل ان کے پیچھے پیچھے آیا۔ یوں ان تینوں امور کو اگر ایک طرف سے دیکھا جائے تو پھر حضرت مصلح موعود کے اس حوالے میں بھی اور باقی تاریخ کی کتابوں میں بھی اس طرح مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے کہ چونکہ مشرکین کے گھڑ سواروں کے نگران حضرت عمرو بن عاص تھے اس لئے یہ بھی ساتھ ہوں گے۔ یعنی خالد بن ولید، عکرمہ اور عمر ابن العاص تینوں ساتھ ہوں گے۔ اور اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو پھر روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن جُبَیر کی شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل حملہ آور ہوئے تو حضرت عبداللہ بن جُبَیر نے تیر چلائے یہاں تک کہ آپ کے تیر ختم ہو گئے۔ پھر آپ نے نیزے سے مقابلہ کیا حتّٰی کہ آپ کا نیزہ بھی ٹوٹ گیا۔ پھر آپ نے اپنی تلوار سے لڑائی کی یہاں تک کہ آپ شہید ہو کر گرے۔ آپ کو عکرمہ بن ابوجہل نے شہید کیا۔ جب آپ گر گئے تو دشمنوں نے آپ کو گھسیٹا اور آپ کی نعش کا بدترین مُثلہ کیا۔ آپ کے جسم کو نیزے سے اتنا چیرا کہ آپ کی انتڑیاں بھی باہر نکل آئیں۔

حضرت خَوَّات بن جُبَیر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جُبَیر کی جب یہ حالت ہوئی تو اس وقت مسلمان وہاں گھوم کر پہنچ گئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ کہتے ہیں کہ میں اس مقام پر ہنسا جہاں کوئی نہیں ہنستا، (اپنی حالت بیان کر رہے ہیں) اور اس مقام پر اونگھا جہاں کوئی نہیں اونگھتا اور اس مقام پر میں نے بخل کیا جہاں کوئی بخل نہیں کرتا۔ (یہ تینوں چیزیں ایسی حالت میں کسی انسان سے نہیں ہو سکتی۔ ان سے کہا گیا کہ یہ کیا کیفیت ہے؟ آپ نے یہ کیوں کیا؟ حضرت خَوَّات نے کہا کہ میں نے دونوں بازوؤں سے اور ابُوحَثَّہ نے دونوں پاؤں سے پکڑ کر حضرت عبداللہ کو اٹھایا۔ میں نے اپنے عمامے سے ان کا زخم باندھ دیا۔ جس وقت ہم انہیں اٹھائے ہوئے تھے مشرکین ایک طرف تھے۔ میرا عمامہ ان کے زخموں سے کھل کر نیچے گر پڑا اور حضرت عبداللہ بن جُبَیر کی آنتیں باہر نکل پڑیں۔ میرا ساتھی گھبرا گیا اور اس خیال سے کہ دشمن قریب ہے اپنے پیچھے دیکھنے لگا۔ اس پر میں ہنس پڑا (کہ یہ اس وقت کیا کر رہا ہے۔) پھر ایک شخص اپنا نیزہ لے کر آگے بڑھا اور وہ اسے میرے حلق کے سامنے لا رہا تھا کہ مجھ پر نیند غالب آگئی اور نیزہ ہٹ گیا۔ (یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ایک مدد ہوئی۔ کہتے ہیں اونگھ کیوں آئی؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی اونگھ آگئی۔ اس حالت میں مَیں کر تو کچھ سکتا نہیں تھا۔ نیزہ میرے بالکل گلے کے قریب تھا لیکن پھر وہ نیزہ ہٹ گیا) اور جب میں حضرت عبداللہ بن جُبَیر کے لئے قبر کھودنے لگا تو اس وقت میرے پاس میری کمان تھی۔ چٹان ہمارے لئے سخت ہو گئی تو ہم اس کی نعش کو لے کر وادی میں اترے اور میں نے اپنی کمان کے کنارے کے ساتھ قبر کھودی۔ کمان میں وَتر بندھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا کہ میں اپنی وتر کو خراب نہیں کروں گا۔ پھر میں نے اسے کھول دیا اور کمان کے کنارے سے قبر کھود کر حضرت عبداللہ بن جُبَیر کو وہاں دفن کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 362-363 عبد اللہ بن جُبَیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت عبداللہ بن جُبَیر اور ان کے ساتھیوں کو وفا کے ساتھ اور حکم کی روح کو سمجھنے والا بنایا تھا ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اسی طرح حکم کو سمجھنے والے اور کامل اطاعت کرنے والے

ہوں اور اس طرح ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔

نمازوں کے بعد مَیں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو نادر الحصنی صاحب کینیڈا کا ہے جو 20/ دسمبر کو 85 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم ایک صالح، مخلص اور شریف النفس انسان تھے۔ ان کی مالی قربانیاں بھی معیاری تھیں۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ اور بیٹا ہیں جو احمدی نہیں ہیں۔ آپ عبد الرؤوف الحصنی صاحب کے بیٹے تھے جنہوں نے 1938ء میں اپنے بھائی محترم منیر الحصنی صاحب کے بعد بیعت کی تھی۔ عبد الرؤوف صاحب بھی پرہیز گار اور خاموش طبع اور تقویٰ شعار انسان تھے۔ جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کا دورہ کیا تو عبد الرؤوف الحصنی صاحب کے گھر میں ایک رات کھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ نادر الحصنی صاحب کے اندر بھی اپنے باپ کی خوبیاں موجود تھیں اور آپ نے بھی اخلاص و وفا میں اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

امیر صاحب کینیڈا لکھتے ہیں کہ مسجد بیت الاسلام کے بننے کے بعد سے ہر جمعہ کے لئے یہ چار گھنٹے ڈرائیو کر کے باقاعدگی سے مسجد پہنچتے تھے اور اسی روز واپس بھی اپنے گھر سدبری (Sudbury) چلے جاتے تھے۔ آپ سے متعدد بار کہا گیا کہ نماز جمعہ کے بعد آرام کر کے اگلے روز واپس چلے جائیں لیکن آپ ہمیشہ اپنے مخصوص انداز میں کوئی نہ کوئی عذر کر دیتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے تا کہ جماعت پر کسی قسم کا بوجھ نہ پڑے۔ یہ طریق آپ نے اپنی آخری بیماری میں بھی جاری رکھا۔ اور سالہا سال سے مسجد بیت الاسلام کے نماز جمعہ کے مؤذن بھی تھے۔ اذان دینے کا بھی ان کا ایک منفرد انداز اور اسلوب تھا اور عجیب جذبہ رکھتے تھے جس سے سننے والوں پر بھی ایک خاص وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

مرحوم کی غیر احمدی اہلیہ سُمیہ صاحبہ نے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نادر الحصنی صاحب کو اپنی وسیع جنتوں میں جگہ دے۔ وہ اپنے گھر والوں اور جماعت کے لئے بہت سچے اور سیدھے، صاف، دیانت دار اور مخلص انسان تھے۔ ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتے اور اس سے بہت مشفقانہ سلوک کرتے۔ ایک غیر احمدی غریب خاتون کی حسبِ استطاعت پوشیدہ مدد کیا کرتے تھے۔ جب ہم اُس سے ملنے جاتے تو مرحوم نادر صاحب پہلے بازار جا کر اس کے لئے ضروری اشیاء خریدتے۔ پھر ان کے گھر جاتے اور وفات سے قبل تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ کہتی ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں ان جیسا بیماری پر صبر کرنے والا انسان نہیں دیکھا۔ ہر وقت الحمدللہ کے الفاظ زبان پر رہتے تھے۔ خشیت اللہ سے لبریز دل کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مناجات کرتے۔ پنجوقتہ نماز اور تہجد پابندی سے ادا کرتے۔ ان کا ہر جاننے والا ان کے نیک مزاج کا معترف ہے۔

معتز قزق صاحب کینیڈا اسے لکھتے ہیں کہ سیریا میں قیام کے دوران نادر الحصنی صاحب کے بارے میں سنا ہے۔ حصنی فیملی جماعت کے ساتھ اپنے اخلاص اور خلافت سے وابستگی کے لئے معروف ہے۔ کینیڈا پہنچنے کے بعد میری مکرم نادر الحصنی صاحب سے مسجد میں ملاقات ہوئی۔ آپ بہت نیک طبع اور ہنس مکھ انسان تھے۔ ان کے ساتھ گفتگو کے دوران مَیں اُن کی خلافت سے محبت اور مسجد میں دوستوں سے ملاقات کے شوق سے بہت متأثر ہوا۔

کہتے ہیں ان کی نمازوں کی پابندی ہم سب کے لئے ایک مثال تھی جس سے ہمیں سبق سیکھنا چاہئے۔ کہتے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد ان کی اہلیہ اور بیٹا ٹورانٹو آئے اور خاکسار کو جماعتی انتظام کے تحت ان کی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ ان کے کفن دفن میں مدد کی توفیق ملی۔ ان کی اہلیہ نے مجھے بتایا کہ ہمارے علاقے میں تین مساجد ہیں اور یہ سب مسلمانوں کی مسجدیں ہیں۔ سب نے مجھ سے مرحوم کے جنازے وغیرہ کے بارے میں پوچھا لیکن میں نے انہیں جواب دیا، (یہ غیر احمدی ہیں) کہ مرحوم کا جنازہ اسی مسجد سے اٹھے گا جہاں وہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر یہ قزق صاحب کہتے ہیں کہ مرحوم کا تابوت قبر میں اتارا جارہا تھا تو اپنے چچا مکرم الحاج سامی قزق صاحب کی ایک بات یاد کر کے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ قزق صاحب کے چچا جب فوت ہوئے تو کہتے ہیں کہ میں مرض الموت میں ان کے قریب تھا۔ انہوں نے ایک دن روتے ہوئے مجھے کہا کہ سیدی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو اطلاع کر دو کہ مجھے ان سے محبت ہے اور میں زندگی کے آخری دم تک خلافت کا وفادار رہوں گا۔ میرا خیال ہے ان کی وفات غالباً خلافتِ ثالثہ میں ہوئی ہوگی۔ بہرحال جب بھی تھی یہ ان کے الفاظ تھے۔ مرحوم نادر صاحب کے بارے میں بھی قزق صاحب لکھتے ہیں کہ مرحوم نادر صاحب کے بارے میں بھی میرا یہی تاثر ہے۔ آپ بھی خلافت کے ساتھ بہت اخلاص اور وفا کا تعلق رکھتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے کہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (الاحزاب:24) اور پھر قزق صاحب یہ کہتے ہیں کہ مرحوم کی خلفاء کے ساتھ بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ 1955ء میں سیریا تشریف لے گئے تو ان کو حضور کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا اور 3/ مئی 1955ء میں سیریا کے احمدیوں کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ وہاں مجلس ہوئی۔ کہتے ہیں اس مجلس میں حضرت مصلح موعودؓ نے اُن سے عربی میں ہی باتیں کیں اور اس تاریخی نشست کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ نشست جو ہے، یہ مجلس جو آج جمی ہے یہ تاریخی ہے اس لئے کہ آج سے نصف صدی سے زائد عرصہ قبل جبکہ آپ حضرات میں سے کئی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کی طرف وحی کی تھی کہ يَدْعُوْنَ لَكَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَ عِبَادُاللّٰهِ مِنَ الْعَرَبِ۔ کہ ابدالِ شام اور عربوں میں سے اللہ کے نیک بندے تیرے لئے دعائیں کریں گے اور آج آپ کی موجودگی سے (حضرت مصلح موعودؓ ان سیرین (Syrian) احمدیوں کو کہہ رہے تھے کہ آج آپ کی موجودگی سے) خدا کی یہ بات پوری ہوگئی۔

اس سفر کے موقع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکرم نادر الحصنی کی بعض یادگار تصویریں بھی ان کے پاس ہیں۔ ان کے بھانجے عمار المسکی صاحب جو یہاں تبشیر میں ہیں۔ لندن میں ہی رہتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ آپ کا حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے ساتھ بہت قریبی تعلق تھا۔ مرحوم نے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی ایک کتاب کا عربی ترجمہ بھی کیا تھا۔ جماعت کے ساتھ آپ کا بہت مضبوط تعلق تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کے بارے میں کوئی نارواباتیں برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اپنے دو بھائیوں کے ساتھ کسی غیر احمدی کے ہاں تعزیت کے لئے گئے۔ وہاں پر سیریا کے ایک معروف عالم شیخ البانی بھی

اپنے کئی شاگردوں کے ہمراہ موجود تھے جن کو مرحوم نادر الحصنی صاحب اور ان کے بھائیوں کے احمدی ہونے کا پتہ تھا۔ اس پر ان لوگوں نے احمدیوں اور دیگر مولویوں کے درمیان اختلافی امور کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ جب ان میں سے ایک نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کئے تو میرے ماموں مرحوم نادر الحصنی صاحب جوش سے کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اگر تم میں سے کسی میں ہمت ہے تو میرے ساتھ مناظرہ کر لو حالانکہ یہ تین بھائی تھے اور شیخ البانی صاحب کے ساتھیوں کی تعداد پندرہ سے زائد تھی۔ ان میں سے کسی ایک کو اس بات کی جرأت نہیں ہوئی کہ مناظرہ کرے بلکہ مناظرے کی بجائے انہوں نے جھگڑا کرنا شروع کر دیا اور آپ تینوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن تعزیت پر آئے ہوئے دیگر لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ اپنی پڑھائی کے دوران حضرت (مسیح موعود) کا پیغام پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مکینیکل انجینئرنگ پڑھنے کے لئے امریکہ چلے گئے۔ آخری سال کے دوران یہودیوں کے ایک فرقے سے عقائد پر بحث شروع ہو گئی۔ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی تو انہوں نے، مخالف گروہ نے، پرنسپل کو جا کر کہا کہ اس کو کالج سے نکال دیں ورنہ ہم اس پر ایسا الزام لگائیں گے کہ یہ پڑھائی مکمل نہیں کر سکے گا۔ بہرحال پھر پرنسپل کے کہنے پر مرحوم نے خود ہی اپنا کالج تبدیل کر لیا اور امریکہ چھوڑ کر پھر کینیڈا آ گئے۔ آپ کی ساری توجہ کا مرکز حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی کتب رہتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب آپ نے اپنی آواز میں پڑھ کر ریکارڈ کروائیں۔ اردو زبان سیکھنے کی بھی کوشش کر رہے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی شعر کا عربی شعر میں ترجمہ بھی کرتے تھے۔ اپنی عربی اور انگریزی زبان کی ساری صلاحیت تراجم کے کام میں صرف کی۔ Five Volum English Commentary کی پہلی جلد کا عربی ترجمہ کرنے والی ٹیم میں بھی آپ شامل تھے۔ اسلام کے مخالفین کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے آپ نے عربی زبان میں بعض کتب بھی لکھی ہیں جن میں سے ایک کتاب کا عنوان ہے 'رسول اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق سابقہ پیشگوئیاں'۔ اسلامی کتب پر مشتمل ان کی ایک بڑی ذاتی لائبریری تھی جس کے بارے میں انہوں نے وصیت کر رکھی تھی کہ میری وفات کے بعد یہ جماعت کے حوالہ کر دی جائے۔

عبد القادر عودے صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ نے جماعت کے متعلق بعض کتب بھی تحریر کیں۔ پھر ان کتب کی ذاتی خرچ سے اشاعت بھی کروائی۔ جماعت اور خلافت سے بہت محبت کرنے والے مخلص انسان تھے۔ چندوں کی اہمیت بھی لوگوں پر واضح کیا کرتے تھے۔

عبد الرزاق فراز صاحب مربی سلسلہ ہیں اور جامعہ کینیڈا کے استاد بھی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ بڑے ہی صابر اور شاکر تھے۔ آپ آخری چند سال اپنی بیماری کی وجہ سے خوراک منہ سے نہیں لے سکتے تھے بلکہ مشین کے ذریعہ سے معدے میں خوراک دی جاتی تھی۔ آپ اس حالت میں بھی طبیعت بہتر ہونے پر سفر کر کے جمعہ کے لئے مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ سیریا میں حالات خراب ہونے پر جب عرب احمدی کینیڈا آئے تو آپ ان سے انتہائی پیار اور گرمجوشی سے ملتے اور جماعت کے ساتھ جڑے رہنے کی تلقین کرتے اور فرماتے تھے کہ اس ملک میں اپنی

اولاد کو بچانے کا واحد ذریعہ جماعت اور مسجد سے جڑے رہنا ہی ہے۔

مصلح الدین شنبور صاحب کینیڈا میں مربی ہیں۔ کہتے ہیں مجھے لکھ رہے ہیں کہ نادر الحصنی صاحب خلیفۂ وقت کے خطبات جمعہ سن کر پھر ان کو پرنٹ کیا کرتے تھے اور دوبارہ پڑھتے تھے اور پھر انہیں ایک فائل میں محفوظ کرتے تھے۔ گھر میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی عربی کتب اور حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر کبیر کی دس جلدوں کا عربی ترجمہ اپنی آواز میں ریکارڈ کر کے محفوظ کیا اور جمعہ کے لئے آتے جاتے وقت انہیں سنا کرتے تھے یا کبھی تلاوت سنتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے درس قرآن کا عربی ترجمہ جب ایم۔ٹی۔اے پر نشر ہونا شروع ہوا تو اس کی بھی ریکارڈنگ شروع کی اور اپنے پاس محفوظ رکھی۔ کہتے ہیں میں کئی دفعہ ان کے گھر گیا ہوں۔ جب بھی وہاں ٹھہرتا تھا ہر روز نماز فجر سے ڈیڑھ یا دو گھنٹے پہلے خاکسار تہجد کے وقت رونے اور گڑگڑانے کی آواز سنتا تھا اور اگر وہ ٹی وی کبھی دیکھتے تھے تو صرف ایم۔ٹی۔اے دیکھا کرتے تھے یا کبھی خبریں دیکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کا ایم۔ٹی۔اے خراب ہو گیا تو انہوں نے فوری طور پر پیغام بھجوایا کہ آ کے میرا ایم۔ٹی۔اے ٹھیک کریں کیونکہ اس کے بغیر گزارہ مشکل ہے۔ شنبور صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ نماز میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ اَتْمِمْ عَلَیْنَا نِعْمَۃَ الْخِلَافَۃِ۔ کہ یا اللہ ہمیں خلافت کی برکتوں سے بہترین فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرما۔ اور جب بھی اس دعا کو پڑھتے تھے تو رونے لگتے تھے۔ کہتے ہیں یہ واقعہ میرے سامنے کئی مرتبہ پیش آیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بیٹے اور اہلیہ کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے والے بن جائیں اور اِن کی اُن کے لئے جو دعائیں ہیں وہ ساری قبول ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18 جنوری 2019ء تا 24 جنوری 2019ء جلد 26 شمارہ 03 صفحہ 05 تا 09)

انڈیکس

آیات	1
احادیث	4
مضامین	10
اسماء	47
مقامات	65
کتابیات	77

آیات قرآنیہ

الفاتحة

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ..... (2تا4) 5

اِيَّاكَ نَعْبُدُ(5) 264

اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ(6) 227،264

البقرة

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا(84) 360

مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ(113) 162

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ(133) 434

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا..... (184) 221

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً..... (202)

156،268،269،270،434

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ..... (218) 210

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ..... (223) 53

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ(238) 325

رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا..... (251) 274

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ..... (256) 48،55،57،264،475

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ..... (262-263) 533

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ..... (266) 533

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ (273) 1،533

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ..... (275) 533

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ..... (287) 274

آل عمران

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا..... (9) 271

رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا..... (17) 274

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ..... (39) 271

رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ..... (54) 271

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ..... (99-100) 406

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا..... (101-102) 406،407

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (127) 317

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ(141) 140

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ..... (145) 314

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا..... (148) 274

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا..... (194) 271

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا..... (195) 273

النساء

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ..... (42) 464

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ(49) 241

مُرٰغَمًا كَثِيْرًا(101) 116

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِيِّ..... (124) 475

المائدة

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى(3) 168

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى..... (19) 565

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ(28) 224

وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا(114) 116

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً..... (115) 271

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ..... (119) 476

الانعام

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ..... (60) 229

الاعراف

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا..... (24) 144،265،273

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ(48) 273

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ(57) 259

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا..... (90) 275

رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا..... (127) 271

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ(129) 171

اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا..... (156) 273

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا..... (157) 258،263

بَلْ هُمْ اَضَلُّ(180) 103

الانفال

تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ.....(10) 316،317

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ.....(13) 316

التوبة

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ.....(18) 498

وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ.....(75-77) 573

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ.....(79) 417،418

یونس

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى(27) 232،508

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً.....(86-87) 275

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ.....(89) 476

یوسف

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ(19) 612

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ(87) 237

الرعد

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ.....(12) 107

ابراھیم

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ.....(37) 476

رَبِّ اجْعَلْنِيْ.....(41-42) 274

الحجر

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ.....(10) 134،136،162

النحل

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ.....(91) 102،475

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا.....(129)

225،231،232،508،514

بنی اسرائیل

لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ(37) 142،509

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ.....(81) 272

الکھف

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ.....(11) 272

طٰہٰ

رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا(115) 166،272

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ.....(26-29) 272

الانبیاء

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ.....(2) 383

رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا.....(90) 273

الحج

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ(20) 582

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ.....(31) 523

المؤمنون

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ(4) 243

هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ(5) 243

رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ(40) 275

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ.....(98-99) 272

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا.....(110) 272

النور

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ.....(12) 610

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ.....(23) 603،604

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ.....(38) 16

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.....(56-58) 234

الفرقان

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا.....(66) 274

رَبَّنَا هَبْ لَنَا.....(75) 271

الشعراء

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا.....(84-86) 272

رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ.....(118-119) 274

رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ(170) 274

النمل

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ.....(20) 272

القصص

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ(17) 272

رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ(25) 271

العنکبوت

رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ(31) 274

الاحزاب

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا..... (24) 131،197،626،636

فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ (54) 359

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (63) 107

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (71) 508

الصافات

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (101) 271

الزمر

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (31) 314

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا..... (54) 475

المؤمن

حٰمٓ۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ..... (1-4) 48

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ..... (8-10) 273

حٰمٓ السجدة

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا ..... (34) 172

الاحقاف

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ..... (16) 271

محمد

وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (13) 105

الفتح

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (24) 139

الحجرات

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ..... (12) 230

اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا (13) 360

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ..... (14) 230

الذاريات

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (57) 75

القمر

اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (11) 274

المجادلة

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (22) 173،174

الحشر

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا..... (11) 273

الممتحنة

لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ (2) 353

وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (13) 530

الصّف

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ..... (11) 165

الجمعة

اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (4) 136،143

الطلاق

مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ..... (3-4) 225،227،228

التحريم

رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا..... (9) 272

القلم

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (5) 99،101

نوح

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ..... (27) 476

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ..... (29) 273

الدھر

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ..... (5) 225

الشمس

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (10) 170

الضحٰی

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ (11) 103

الزّلزال

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ..... (8-9) 475

اخلاص

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (2) 76،77،78،79،80،81

الفلق

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (2) 76،77،81

الناس

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (2) 76،77،81

احادیث

احادیث

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔ 466

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَی اللَّحْدِ۔ 619

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔ 54

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّار۔625

اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ۔ 231

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا۔ 302

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ 276

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ..... 275

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی۔ 276

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْاَعْظَمِ وَرِضْوَانِكَ الْاَكْبَر۔ 201

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ.....276

اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَیْبِ..... 295

اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ..... 275

اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ..... 276

اِنَّ زَاهِرًا بَادِیَتُنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوْهُ۔ 591

اِنَّ لِكُلِّ حَاضِرَةٍ بَادِیَةٌ وَبَادِیَةُ اٰلِ مُحَمَّدٍ زَاهِرُبْنُ الْحَرَام۔ 592

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْكَ وَاللّٰهُ یَشْفِیْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ یُؤْذِیْكَ۔ 296

خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْد وَسَالِمٍ وَ مَعَاذِ ابْنِ جَبَل وَ اُبَیْ بِن كَعْبٍ۔ 460

زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلَی طَوَاعِیَةِ اللّٰهِ وَطَوَاعِیَةِ رَسُوْلِهٖ۔ 128

سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَه۔ 247

صَبْرًا اٰلَ یَاسِر فَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّة۔ 283

لَقَدْ اَعَانَكَ عَلَیْهِمْ مَلَكٌ كَرِیْمٌ۔ 628

لَیْتَ اَنِّیْ غُوْدِرْتُ مَعَ اَصْحَابِ الْجَبَلِ۔ 625

مَنْ عَادَ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔ 230

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلَی دِیْنِكَ۔276

احادیث بالمعنی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم کے بیٹے تو اپنا مال میرے پاس جمع کروا کے مطمئن ہو جا..... 1

انفاق فی سبیل اللہ کرنے والے قیامت کے دن اپنے مال کے سائے میں رہیں گے۔ 2

اللہ تعالیٰ کو غلط طریق سے کمایا ہوا مال پسند نہیں بلکہ محنت سے کمایا ہوا مال اس کی راہ میں قبول ہو گا۔ 2

جو شخص ناحق کسی کی زمین ایک بالشت بھی لیتا ہے اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔20

عشرہ مبشرہ صحابہؓ کے ناموں کے متعلق رسول اللہؐ کی حدیث۔ 20

تم میں سے بہترین لوگ وہ جو لوگوں کو کھانا کھلاتے اور سلام کو رواج دیتے ہیں۔ 21

حضرت اسامہ نے ایک شخص کو کلمہ پڑھنے کے باجود قتل کر دیا..... کاش آج سے پہلے میں مسلمان نہ ہوا ہوتا۔22

جس نے صبح کے وقت حٰمٓ اور المؤمن اور آیت الکرسی پڑھی تو شام تک حفاظت کی جائے گی۔ 49

قرآن کریم کا کوہان سورۃ بقرہ اور آیتوں کی سردار آیت الکرسی ہے۔ 55

جس میت کا جنازہ سو مسلمان پڑھیں اور اس کی بخشش کی

سفارش کریں تو قبول کی جائے گی۔ 60
ایک جنازہ پر لوگوں نے اس کی تعریف کرنے شروع کی تو آپؐ نے فرمایا اس پر جنت واجب ہو گئی۔ 60
ہر رات نبی ﷺ جب بستر پر لیٹتے تو آخری تین سورتیں پڑھ کر اپنے جسم پر ہاتھ پھیرتے اور آپ تین بار ایسا کرتے تھے۔ 76
آپؐ کی آخری بیماری پر حضرت عائشہؓ آخری تین سورتیں پڑھ کر آپؐ کے ہاتھوں پر پھونک مار کر ان کو آپؐ کے جسم پر پھیرتیں تھیں۔ 76
آپؐ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے رات کو آخری تین سورتیں پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ 77
سورۃ اخلاص کو قرآن کے تیسرے حصے کے برابر قرار دیا۔ 77،78
آپؐ نے کفار کے اللہ تعالیٰ کے شجرہ نسب پوچھنے پر سورۃ اخلاص کی تلاوت فرمائی۔ 79
ایک شخص کے سورۃ اخلاص پڑھنے پر آپؐ نے فرمایا اس پر جنت واجب ہو گئی۔ 79
آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ تیرا سورۃ اخلاص سے پیار کرنا تجھے جنت میں داخل کر دے گا۔ 80
جو دن میں پچاس بار سورۃ اخلاص پڑھے گا قیامت کے دن اسے قبر سے پکارا جائے گا کہ اٹھ اور جنت میں داخل ہو جا۔ 80
جس نے نماز میں یا اس کے علاوہ سو بار سورۃ اخلاص پڑھی اس کے لئے آگ سے نجات فرض کر دی گئی۔80
آپؐ نے آخری تین سورتوں کے متعلق فرمایا کہ آج ایسی آیات اتری ہیں کہ ان جیسی پہلے کبھی نہیں دیکھیں۔ 81
حضرت عقبہ بن عامر جہنی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک جنگی سفر میں آپؐ کی سواری کی مہار پکڑ کر آگے آگے چل رہا تھا کہ آپ نے فرمایا اے عقبہ! پڑھ..... 81
آپؐ نے فرمایا اے عقبہ! کیا مَیں تجھے ایسی دو سورتیں نہ سکھاؤں جن کی قراءت انتہائی بہتر اور نفع بخش ہے..... 81
آپؐ جنّات کی نظر سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ جب معوّذتین نازل ہوئیں تو آپؐ نے ان کو اختیار کر لیا اور باقی سب ترک کر دیا۔ 82
آپؐ نے فرمایا اے ابنِ عابس! کیا مَیں پناہ لینے کے بارہ میں تجھے تعوّذ کے سب سے افضل کلمات کے بارے میں نہ بتاؤں؟..... 82
آپ نے فرمایا جب نماز پڑھا کرو تو معوّذتین نماز میں پڑھ لیا کرو۔ 82
آپؐ نے فرمایا جب بھی تُو سوئے اور جب بھی اٹھے تُو معوّذتین سورتیں پڑھا کر۔ 82
آپؐ اپنی بیوی کے دوسری بیوی کے چھوٹے قد کا مذاق اڑانے پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہیں کہ کسی کو جذباتی تکلیف نہیں دینی چاہئے۔ 98
کسی دوسرے کے کام پر ناپسندگی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ 98
پھلوں کے درختوں پر پتھر مار کر ان کا کچا پھل ضائع مت کرو۔ 98
بسم اللہ پڑھ کر اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ 98
اللہ کا شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹ اور جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ ہیں۔ 99
آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا تم لوگوں کے کی آسانی کے لئے پیدا کئے گئے ہو نہ کی تنگی کے لئے۔ 99
اگر تم معلوم کرنا چاہتے ہو کہ تم برا کر رہے ہو یا اچھا تو اپنے ہمسائے کی اپنے بارے میں رائے معلوم کر لو۔99
قوم کا افسر قوم کا خادم ہوتا ہے۔ 99
آپؐ نے فرمایا کہ ابو طلحہؓ کے آگے تیر ڈال دو۔ کیونکہ وہ بڑی تیزی سے تیر استعمال کرتے تھے۔ 116
آیت الکرسی قرآن کریم کی عظیم آیت ہے۔ 118
آپؐ نے اپنی وفات کے سال سارے قرآن کا ایک دور مکمل کیا۔ 118
آپؐ کا مدینہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر قیام کیا۔ 123،124

آپؐ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے متعلق فرمایا یَرْحَمُ اللّٰہُ ابْنَ رَوَاحَۃ۔ 128
مرنے والے دنیا میں دوبارہ نہیں لوٹائے جاتے۔ 146
حضرت جابر کو اونٹ کی قیمت دے کر اونٹ بھی واپس کر دیا۔ 149
بخدا تیرے ذریعہ سے ایک آدمی کا ہدایت پا جانا اعلیٰ درجہ کے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے بہتر ہے۔179
نیک کام کی طرف بلانے والے کو کرنے والے کی مانند ثواب ملتا ہے۔ 179
آپؐ نے حضرت حمزہ سے فرمایا کہ اپنی عزت نفس کی حفاظت کرو۔ 201
آپؐ نے فرمایا مجھے انصار کا حوض کوثر سے سیراب ہونا سب سے زیادہ پسند ہے۔ 202
غزوہ بدر میں مبارزت کے متعلق حدیث۔203،202،583
حضرت حمزہؓ کو قتل کرنے کی وجہ سے آپؐ کا وحشی کو فرمانا کہ میرے سامنے مت آیا کرو۔ 204
حضرت حمزہؓ کی تدفین کے وقت جب کپڑا کم پڑ گیا تو آپؐ نے فرمایاؤں پر حرمل یا اذخر گھاس رکھ دو۔ 206
آپؐ نے عورتوں سے فرمایا کہ کسی مرنے والے کا ماتم اور بَین نہ کریں۔ 207
حضرت شُقران کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہؐ کی قبر کے نیچے مخملی چادر بچھائی۔ 216
رمضان میں برائیوں کو چھوڑنا اور نیکیوں کو اختیار کرنا اصل مقصد ہے ورنہ اللہ کو تمہارے بھوکا رہنے سے کوئی غرض نہیں۔ 222
روزہ دار اپنی زبان کو ہمیشہ پاک رکھے۔ 226
اس زمانہ کے علماء بدترین مخلوق ہوں گے۔ 236
قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر یہ ٹھیک رہے تو وہ نجات پائے گا۔ 238
نماز کو چھوڑنا شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے۔239
آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں شدرک اور مخفی خواہشات سے ڈرتا ہوں۔ 241
دو شخصوں پر رشک کرنا چاہئے ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس میں خرچ کرے اور دوسرا وہ جسے علم و حکمت دی جائے اور وہ اس سے لوگوں کے فیصلے کرے۔242
اموال کو زکوٰۃ ادا کر کے محفوظ کرو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ کے ذریعہ بھی کرو۔ 242
ہر حالت میں حاکم کے حکم کو سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے۔ 244
رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے جبکہ دوزخ کے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیا جاتا ہے۔260
جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ 260
رمضان کا ابتدائی عشرہ رحمت ،درمیانی مغفرت اور آخری آگ سے نجات کا عشرہ ہے۔ 261
جمعہ کے دن ایک گھڑی قبولیت دعا کی ہوتی ہے۔270
ہر عاقل و بالغ مرد کو نماز جمعہ پڑھنا ضروری ہے۔270
آپؐ کی ایک دعا کہ اے اللہ میری خطائیں معاف فرما دے.....تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ 275
آپؐ یہ دعا پڑھتے تھے کہ میں تیری رحمت کا طلبگار ہوں.....پاک ہے وہ جلال اور اکرم والا۔276 تا278
حضرت عمارؓ کے متعلق فرمایا کہ باغی گروہ انہیں قتل کر ڈالے گا۔ 285
حضرت عمارؓ کے متعلق پاک اور پاکیزہ شخص کے الفاظ فرمائے۔ 287
آپؐ نے فرمایا کہ حضرت عمار کو جب دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی کا کہا گیا تو انہوں نے اسے اختیار کیا جس میں رشد و ہدایت زیادہ ہو۔ 287
آپؐ نے فرمایا کہ عمارؓ بن یاسرؓ کے رگ و پا میں ایمان سرایت کئے ہوئے ہے۔ 287
آپؐ نے فرمایا کہ عمارؓ کا شمار ان میں ہوتا ہے جنہیں شیطان سے پناہ دی گئی۔ 287
آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا کرنا، عمارؓ

کا طریق اپنانا اور ابن مسعودؓ کے بیان کی تصدیق کرنا۔296
حضرت امّ سلمہ کے پاس ان کے خاوند کے وفات کے بعد آپؐ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کو نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ 349
اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے متعلق فرمایا تم جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت ہو واجب ہو چکی ہے۔ 354
جب حضرت جابرؓ ایک غلام نے ان کے متعلق فرمایا کہ وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں کیونکہ وہ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شامل ہوا تھا۔ 355
میزان میں حسن خلق سے زیادہ وزن رکھنے والی کوئی چیز نہیں۔ 360،425
ایک صحابی نے بیان کیا کہ میں نے آنحضرتؐ سے زیادہ مسکرانے والا چہرہ کسی کا نہیں دیکھا۔ 361،426
جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ خیر سے محروم کیا گیا۔ 361
اسلام کا ایک حسن خلق یہ بھی کہ مومن بیکار اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔ 362
ایک صحابیؓ سے تین بار فرمایا کہ تمہارے احترام کی زیادہ حقدار تمہاری ماں ہے۔ 379
آپؐ نے فرمایا کہ ترجیح نہ دو اور میں ترجیح دیئے جانے کو پسند نہیں کرتا۔ 383
آنحضرتؐ نے چالیس دن تک رعل، ذکوان اور بنو لحیان کے لئے بدعا کرتے رہے۔ 385
بئر معونہ کے واقعہ پر ایک صحابی نے کہا کہ میں نے آپؐ کو اس سے بڑھ کر کبھی غم میں نہیں دیکھا۔386،385
آپؐ رکوع کے بعد کھڑے ہو کر بنو سُلیم کے چند قبیلوں کے خلاف دعا کرتے رہے۔ 385
ابو الہیثم سے آپؐ نے فرمایا کہ اب تمہارا خون میرا خون ہو گا اور جو تم سے جنگ کرے گا وہ مجھ سے جنگ کرے گا اور جو تم سے صلح کرے گا وہ مجھ سے صلح کرے گا۔389
جب کوئی شخص کسی کے گھر میں کھانا کھانے جائے تو اس کے لئے دعا کرے یہ اس کھانا کا بدلہ ہے۔ 389
جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے۔ 390
آپؐ نے غزوہ احد کے بعد فرمایا کہ سہل بن حُنیف، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت اور حارث بن صمّہ نے آج تلوار زنی میں کمال دکھایا ہے۔ 396
آپؐ نے تین باتوں کا حکم دیا۔ اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ، قضائے حاجت کے لئے اپنی پیٹھ یا منہ قبلہ رخ نہ کرو اور ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کرو۔ 402
حضرت ابو عبس آپؐ کے پیچھے نماز پڑھ کر اپنے قبیلہ جایا کرتے تھے ایک رات بارش میں ان کے عصا سے روشنی نکلنا شروع ہوئی جس سے راستہ روشن ہو گیا۔ 416
آپؐ سے جلدی عصر کی نماز پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔416
جس شخص نے اپنے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود کئے اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام کر دی۔ 417
آپؐ جب صدقہ کا حکم دیتے تو صحابہ ساری رات کام کرتے اور جو کچھ ملتا اسے صدقہ کر دیتے۔ 417
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ ایک قدم آئے گا تو میں دو قدم آؤں گا وہ چل کر آئے گا تو میں دوڑ کر آؤں گا۔ 435
ایک صحابی کو سانپ نے کاٹ لیا تو آپؐ نے فرمایا عمارہؓ کے پاس جاؤ وہ دم کر دیں گے تو اللہ شفا دے گا۔ 456
نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج چار باتیں ایسی ہیں جس نے ان پر عمل کیا وہ مسلمان ہو گیا۔ 458
آپؐ نے جن چار اصحاب سے قرآن کریم پڑھنے اور سیکھنے کا حکم دیا تھا ان میں سر فہرست حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں۔ 460
آنحضورؐ کے کہنے پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ابو جہل کی خبر لائے۔ 462
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے آنحضورؐ کے کہنے پر جب آپؐ کو سورۃ نساء سنائی تو فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ..... پر آپؐ کے آنسو جاری ہو گئے۔ 464
حضرت عبد اللہ بن مسعود کے نوافل کے دوران سجدہ کرنے پر آپؐ نے فرمایا اب جو مانگو گے وہ تمہیں عطا کیا جائے گا۔ 464
جو شخص اس طرح تازگی سے قرآن کریم پڑھنے کا

خواہش مند ہو جس طرح وہ نازل کیا گیا ہے تو عبد اللہ بن مسعود سے پڑھے۔ 464
آپؐ نے فرمایا مجھے اپنی امت کے لئے وہی باتیں پسند ہیں جو عبد اللہ بن مسعود کو مرغوب ہیں۔ 465
آپؐ غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ افطار کر لیا کرتے تھے۔ 469
جو مسجد میں اس نیت سے داخل ہو گا کہ بھلائی کی بات سیکھے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہو گا۔ 503
آپؐ نے اپنے غلام صادق کو 'ہمارے مہدی' کے الفاظ سے خطاب فرمایا۔ 507
اعمال میں ریاء سے کام لینا، دکھاوے سے کام لینا اور مخفی خواہشات میں مبتلا ہونا یہ بھی شرک ہے۔ 522
آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں شرک اور مخفی خواہشات سے ڈرتا ہوں۔ 522
جس نے کسی چھوٹے بچے کو کہا کہ آؤ میں تمہیں کچھ دیتا ہوں اور پھر وہ اسے دیتا کچھ نہیں تو یہ جھوٹ شمار ہو گا۔524
آپؐ نے فرمایا کہ جھوٹ گناہ اور فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کی طرف۔ 524
آپؐ نے فرمایا سچائی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔524
سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے حق میں سے ایک ہاتھ زمین دبائے گا تو حساب کتاب کے دن اس کا طوق بنا کر اس کے گلے میں لٹکا دیا جائے گا525
قیامت کے دن جس چیز کا سب سے پہلے بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ 526
فرض نمازوں میں جو کمی رہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ انہیں نفلوں کے ذریعہ پوری فرما دیتا ہے۔ 526
ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔ 528
جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ 528
کسی گورے کو کالے پر اور عرب کو غیر عرب پر کوئی برتری نہیں۔ 528
امراء میں سے جو شخص تمہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو۔ 531
آپؐ کا مدینہ تشریف لا کر عاصم بن عدی کو مسجد کی جگہ دینا مگر ان عرض کرنا کہ یہ حضرت ثابت بن اقرم کو دے دیں۔ 567
شراب کی حرمت کے بعد حضرت انسؓ نے شراب کے مٹکے انڈیلنے کا حکم دینا۔ 571
شراب کی حرمت کے وقت حضرت ابو طلحہ، حضرت ابو دجانہ اور حضرت سہیل شراب پی رہے تھے تو انہوں نے شراب انڈیل دی۔ 571
حضرت عائشہؓ کا حضرت سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مسجد میں پڑھانے کی دلیل میں یہ فرمانا کہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں ہی پڑھی تھی۔ 571
آپؐ نے فرمایا کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں تو ایسے شخص پر اللہ آگ کو حرام کر دے گا۔ 571
آپؐ نے گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور تو لوگوں نے ان دیگوں کو الٹ دیا۔ 572
حضرت ثعلبہ بن حاطب کا آپؐ دعا کروانا کے انہیں مال نصیب ہو کے متعلق حدیث۔ 572،573
حدیث قدسی کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے فرمایا جو چاہے کرو، مَیں نے تمہاری مغفرت کر دی۔ 574
آپؐ کا حضرت ابو عیاش کو فرمانا کہ گھوڑا اس کو دو جو تم سے اچھا شہسوار ہے تو حضرت معاذ بن ماعص یا عائذ بن ماعص کو گھوڑا دیا گیا۔ 576
آپ نے ایک نجرانی تلوار جو انہیں تحفہ میں ملی تھی حضرت محمد بن مسلمہب کو عنایت فرمائی۔ 577
حدیث جس میں آپؐ نے 313 صحابہ بدر کو گنتی کے اعتبار سے طالوت کے لشکر سے مماثلت۔579،578
حضرت قیس بن ابی صعصہ کا قرآن کریم کا دور مکمل کرنے کی مدت کے متعلق آپؐ سے دریافت فرمانا579

حضرت عبیدہ کی پنڈلی پر زخم ہونے کے پر ان کا آپؐ سے پوچھنا کہ کیا میں شہید نہیں ہوں جس پر آپؐ کا جواب کہ کیوں نہیں تم شہید ہو۔ 583

آپؐ کا غلاموں کے خیال رکھنے کے متعلق حدیث592

آپؐ نے فرمایا کہ تم میں ایک شخص ہے جس کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر آگ میں ہو گی۔ وہ ایک قوم کو گمراہ کرے گا.....رَجَّال بن عُنْفُوَۃ مُسَیْلِمَہ کذاب کے ساتھ نکلا اور اس نے اس کی نبوت کی گواہی دی۔ یہ رَجَّال بن عُنْفُوَۃ جنگِ یمامہ میں قتل ہوا۔ 593

حضرت حارث بن اوس کے زخم پر آپؐ کا اپنا لعاب لگانا۔596

آپؐ نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے جن اشخاص کو کوڑے لگوائے ان میں حضرت مسطح بھی شامل تھے۔604

واقعہ افک کے متعلق حدیث۔ 604تا610

آپؐ نے فرمایا کہ وحی بھی مجھے سب سے زیادہ عائشہ کے حجرے میں ہی ہوتی ہے۔ 610

غزوہ احد میں حضرت عبد اللہ بن جبیر کو درہ پر مقرر کرنا اور جنگ میں آنے والے مصائب کے متعلق تفصیل۔629،630

مضامین

ا، آ

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے صاحبِ مجد ہونے کی تشریح 49
اللہ تعالیٰ کی صفت علی کی تشریح 57
اللہ تعالیٰ کی صفت قیوم کا تذکرہ 264
اللہ تعالیٰ کے عزیز ہونے کی تشریح 50
ہمارے غالب آنے کے ہتھیار- اللہ تعالیٰ کی عظمت کو مد نظر رکھنا 182
اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کی تشریح 51
اللہ تعالیٰ کے غافر الذنب ہونے کی تشریح 51
اللہ تعالیٰ کی کرسی سے مراد 57
اللہ کے ذی الطول ہونے کی تشریح 54،55
اللہ کی صفت تواب کا تذکرہ 266
اللہ کی صفت صمد کی تشریح 80
ہر چیز کو فنا ہے اور ہمیشہ رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے 25
اللہ سے بے نفس محبت کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے 163
اللہ اپنی رحمت و کرم سے ستر برس کے گناہ ایک کلمہ سے ایک لحظہ میں بخش دیتا ہے 64
اللہ تعالیٰ کی حمد سے مراد 49
اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف ہمیشہ جھکنے کی تلقین 84
اللہ تک وہی بات پہنچتی ہے جو دل سے نکلتی ہے 52
اللہ کو پکارنے کا حق ادا کرنے کے نتیجہ میں دنیا و آخرت کی حسنات ملیں گی 157
اللہ کو گندا اور غلط طریق سے کمایا ہوا مال پسند نہیں 2
اللہ کے حکموں کو سب سے اول فوقیت دینی چاہئے 156
اللہ کی خاطر دنیا چھوڑنے والوں کو ملنے والی لذت 23
اللہ کے دو ناموں الحی، القیوم کی پر معارف تشریح 55
اللہ کی دی ہوئی زندگی کو جو بامقصد بناتے ہیں وہ خوش قسمت ہیں 25
اللہ کی رحمت صرف رمضان کے پہلے عشرہ تک محدود نہیں 261
اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کا ذریعہ توبہ اور استغفار ہے 263
اللہ کی رحمت کے ہر چیز پر حاوی ہونے کا مطلب 258
اللہ کی رضا چاہنے کے لئے کیا ہوا خرچ تمہارے اکاؤنٹ میں جمع ہو گیا 2
اللہ کی رضا حاصل کرنے کا طریق 25
اللہ کسی وجہ سے احسان نہیں کرتا 49
اللہ کے قرب کے حوالہ سے نمازوں کے معیار کو پہچاننے کی تلقین 240
اللہ کے کامل بندوں کی کیفیت 14
اللہ کے کسی کو سزا دینے کی وجہ 262
اللہ نے ہمیں عبادت کے لئے پیدا کیا ہے 75
احمدیت کا قیام خدا کی ہستی کے بین ثبوت پیش کرنے کے لئے ہوا ہے 238
اس زمانہ میں قہر الٰہی کا زیادہ نازل ہونا، اس سے بچنے کا طریق 518
اس غلط فہمی کا جواب کہ اگر انسان کو عذاب دینا ہے تو پھر اللہ نے پیدا کیوں کیا؟ 258
ایسا کلام اور دعا جس کے پڑھنے سے انسان اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے 81
آج روئے زمین پر صرف احمدی ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے مالی قربانی کی سوچ رکھتا ہے 1
تکبر نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے اور خدا کی ناراضگی کا موجوب بناتی ہے 105
خدا کو ہر کام میں مقدم سمجھنے کی حقیقت 231
تقویٰ اگر صحیح ہے تو اللہ دنیاوی مسائل خود بخود حل کر دیتا ہے اور پھر دین کی خدمت کی توفیق ملتی ہے 228

چندہ دینے والوں کو اللہ کی طرف سے سکون کا ملنا6
دشمن کے ہاتھ کو روکنے کے لئے آج بھی دعاؤں کے ذریعہ اللہ کی مدد مانگنے کی ضرورت ہے 387
دنیا فانی چیز ہے اس کی لذت اسی کو ملتی ہے جو خدا کے واسطے اسے چھوڑتے ہیں 110
صحابہؓ نبی کریمؐ کے اللہ کی رضا کے حصول کے لئے مالی قربانی کے واقعات 2
غلط باتوں کو سن کر خاموش رہنے والے بھی خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے 513
غیر اللہ کی محبت کو جلانے کا طریق 435
مسلمانوں سے اللہ کی مدد کا آج اٹھنا اور اس کی وجہ 633
مومن کامیابی پر خدا کی حمد کرتا ہے 231
مومن کی نشانی، اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کرتا ہے 1
نبیوں اور رسولوں کی مدد اور غلبہ کے متعلق سنت اللہ 173،174
اسلام کا خدا دعاؤں کا سننے والا خدا ہے 44

احسان

اللہ کسی وجہ سے احسان نہیں کرتا 49
احسان جتانے سے روکا جانا 100
احسان کرنے کا حکم 102
محسن کون لوگ ہیں؟ 259
بدر کے ایک قیدی کو صرف اس لئے احساناً چھوڑ دیا گیا کہ اس نے کہا میری پانچ بیٹیاں ہیں اور میرے علاوہ ان کا کوئی نہیں 396

احمدیت

اسائلم کرتے وقت مبالغہ آمیزی اور جھوٹ سے بچنے کی تلقین 155
احمدیت اسلام کی وہ تفسیر کرتی ہے جو نہایت مفید ہے، ایک غیر مسلم کا تبصرہ 94
احمدیت آج 210 ملکوں میں پھیلی ہے جو مسیح موعود کی صداقت کی دلیل ہے 138
احمدیت کا قیام خدا کی ہستی کے بین ثبوت پیش کرنے کے لئے ہوا ہے 238
احمدیت کے پھیلنے کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں 174،175
احمدیت کے حق میں بینن میں خدا کی قہری تجلی کا نشان139
23مارچ کی احمدیت اور اس کا پس منظر 134
اس پُر آشوب زمانہ میں احمدیوں کو تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین 161
اس زمانہ میں آخری تینوں سورتیں پڑھنے کی ذمہ داری احمدیوں کی ہے اور پاکستانی احمدیوں کو خاص طور پر اس سنت کو جاری کرنے کی ضرورت ہے 83
احمدیوں کی دعائیں ہی دنیا کو تباہی سے بچا سکتی ہیں159
ایک چیف کا خلیفۃ المسیح کی سگریٹ نوشی نہ کرنے کی بابت ہدایت سن کر ایک چیف کا سگریٹ نوشی ترک کرنے کا عہد اور حضور کا خطاب سن کر احمدیت قبول کرنے کا عزم377
اسلام کے متعلق یورپ میں ایک بھیانک تصور اور حضرت خلیفۃ المسیح کے خطابات اور جلسوں کے ذریعہ ان غلط فہمیوں کا دور ہونا 442
ایک حقیقی احمدی بننے کے لئے شرائط اور ذمہ داریاں520
ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا میں احمدیت کا پیغام پھیلنا175
بعض احمدیوں میں نمازوں، استغفار اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں کمی 145
بیعت کے بعد احمدی کو کیا ہونا چاہئے اور جماعت سے کس طرح کا مضبوط تعلق ہونا چاہئے 516
پاکستان میں بعض احمدیوں کے گاؤں خالی ہو گئے ہیں210
پاکستان میں جماعتی حالات میں دن بدن سختی اور دعا کی تلقین 233
جس کام کو آپؐ نے باقاعدہ جاری رکھا اس سنت کو کرنا آج اس زمانہ میں ہمارا فرض ہے 76
جماعت کا مقصد کیا ہے، اس کی وضاحت 424
جماعت کے آغاز سے ہی اللہ مالی قربانی کرنے والے مخلصین عطا فرما رہا ہے 534

جماعت میں بعض قسم کا نسلی امتیاز ہے، اس خیال کا قلع قمع 528
حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو ہمدردی اور بھائی چارہ کی تلقین 168،169
خلافت کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کے لگائے ہوئے بیجوں کا پوری دنیا میں پھیلنا 174
ربنا آتنا فی الدنیا۔۔۔ وہ دعا ہے جو ہماری جماعت کو بکثرت کرنے کی تلقین حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی 269
صحابہ کا مقام ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے 120
صحابہ کا نمونہ اپنی جماعت میں دیکھنے کی حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش 130
کب ہم خدا کے حضور جماعت متصور ہو سکتے ہیں 525
مالی قربانی کا وہ جذبہ جو آج جماعت کے علاوہ کہیں اور نظر نہیں آتا 4
مالی قربانیوں کا سلسلہ خدا کے حکم کے مطابق ہے جو آج بھی حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں نظر آتا ہے 4
مالی کمزوری کسی میں ہو تو مدد کرو ورنہ نظام جماعت کو بتاؤ 168
مذہبی پابندیوں کی وجہ سے پاکستانی احمدیوں کا یورپ آنا اور ان کی معاشی حالت میں بہتری 155
نظام جماعت کو مضبوط بنانے کے باعث مخالفین کا حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے زیادہ بغض کا اظہار 27،28
نومبائعین کا احمدیت قبول کرنے کے بعد اپنے اندر روحانی تبدیلیاں پیدا کرنا اور مالی قربانی کی عادت 529
نیا فرقہ بنانے کی مسیح موعودؑ کو کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب 141
ہماری جماعت کی سب سے بڑی کامیابی تقویٰ اور طہارت کے میدان میں ترقی کرنا ہے 166
ہماری معمولی باتوں کو اخباروں میں بڑا بنا کر پیش کیا جاتا ہے 168
ہمارے غالب آنے کے ہتھیار 182
والدین کے احترام کی تعلیم خواہ وہ احمدی نہ ہوں 104
یورپین ممالک میں آنے والے احمدی آزاد ہیں تو انہیں ہر وقت جائزہ کی ضرورت ہے 432
آج روئے زمین پر صرف احمدی ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے مالی قربانی کی سوچ رکھتا ہے 1
صرف نام لکھوانے سے جماعت میں داخل نہیں ہو جاتے 164
یورپ میں آنے والے احمدیوں کو نصائح 156
احمدیوں پر یہ اعتراض کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ کو خاتم النبیینؐ نہیں مانتے یا قرآن علیحدہ ہے، دیگر مسلمان جب احمدیوں سے ملتے ہیں، جلسہ کا ماحول دیکھتے ہیں تو یہ غلط تاثر دور ہو جاتے ہیں 443

اخبار

اخبار الحکم کا از سرِ نو انگریزی میں اجرا 145
اخبارات میں دردناک موتوں کی خبریں 106
ہماری معمولی باتوں کو اخباروں میں بڑا بنا کر پیش کیا جاتا ہے 168

اخلاق (دیکھئے "خلق")

اسائلم

اسائلم سیکرز کو نصائح 155،504،517
دعا کے نتیجہ میں ایک نومبائع لبنانی اسائلم سیکر کو جرمنی میں تین سال کے لئے پناہ ملنا 43
امریکہ میں دورہ کے دوران اسائلم سیکرز کا حضور انور سے مل کر جذباتی ہونا 547

استغفار

استغفار اور توبہ میں فرق 265
استغفار کے التزام کی وجہ 265
استغفار کی اہمیت اور ضرورت 51
استغفار کی اہمیت 527
استغفار کی حقیقت اور اہمیت 263
استغفار کی ہدایت کا سبب 264
ہمارے غالب آنے کے ہتھیار-استغفار 182
اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کا ذریعہ توبہ اور استغفار ہے 263
بعض احمدیوں میں نمازوں، استغفار اور دوسروں کے

حقوق کی ادائیگی میں کمی 145
حضرت مسیح موعودؑ کا ایک صحابی کو نماز، استغفار اور درود شریف بکثرت پڑھنے کا وظیفہ بتانا 455
روحانی اور جسمانی امراض کے لئے دعاؤں اور استغفار کی ضرورت ہے 51
ہر ایک عضو کو گناہ سے بچانے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے 527
استغفار کی حقیقت 51،52
جلسہ کے دوران پروگرام سنیں اور ذکر الٰہی، درود اور استغفار پڑھتے رہیں 429

اسلام

اسلام ایک دائمی مذہب ہے 221
اسلام پر بیرونی حملے 134
اسلام پر غیر مسلموں کو آج جو اعتراض کا موقع مل رہا ہے اس کی وجہ 83
اسلام کا خدا دعاؤں کا سننے والا خدا ہے 44
اسلام کا رہبانیت کو منع فرمانا 433
اسلام کو آجکل بدنام کرنے کی کوشش اور ہمارا کام 503
اسلام کے آغاز میں غرباء کو شاندار خدمات کی توفیق ملنا 280
اسلام کی ترقی کا راز، نبی کریم ﷺ کی قوت قدسی 14
اسلام کی ترقی کے لئے مالی قربانی کی ضرورت 534
اسلام کی حقیقت اور اس کا ہم سے مطالبہ 162
اسلام کی حقیقی تصویر امریکنز تک نہیں پہنچی 548
اسلام کے متعلق یورپ میں ایک بھیانک تصور اور حضرت خلیفۃ المسیح کے خطابات اور جلسوں کے ذریعہ ان غلط فہمیوں کا دور ہونا 442
اسلام کے نام پر دہشتگرد گروپوں کو اللہ پکڑے 171
اسلام کے نام پر مسلمانوں کا آپس میں ظلم اور قتل و غارت گری 22
اسلام میں اعلیٰ اخلاق کو اپنوں اور غیروں کے لئے اپنانے کی جتنی تعلیم دی گئی ہے اتنی کسی اور مذہب میں نہیں لیکن مسلمان پھر بھی بدقسمت ہیں، اس کی وجہ 97
اسلام میں غلاموں کو دیا جانے والا مقام 217
اسلام نے آکر پھوٹ نہیں ڈالی– آپس کی پھوٹ اور فساد کو ختم کر کے بھائی بھائی بنا دیا 410
امن اور سلامتی قائم کرنے کا ذریعہ اسلام ہے 548
آج کل کے نام نہاد جہادیوں کا بچوں کو ریڈیکلائز کرنا اور اسلام کے لئے جنگیں کروانا 130
حضرت عثمانؓ کے دور میں فتنہ پھیلانے والوں کے جھانسے میں بعض صحابہ کا آنا 280
دین کی اشاعت اور اسلام کی حقیقی تصویر دکھانے کے لئے صرف جماعت احمدیہ مالی قربانیاں کر رہی ہے 1
عالم اسلام کے اتحاد اور آپس کی دشمنیوں کے خاتمہ کے لئے دعا کی تحریک 278
منڈی میں مال فروخت کرنے اور قیمتوں کے تقرر کی بابت اسلامی تعلیم 355
اسلامی حکومت کے تحت چراگاہ اور پانی کے لئے کنویں کھدوائے جانا 356

اصلاح

خاندان حضرت مسیح موعود کی بعض شکایات پر حضور انور کا خط 34
آنحضرتؐ کے ذریعہ عرب کی اصلاح 14
مسلمانوں کی اصلاح کا طریق 22
اصلاح کے پہلو گھر سے شروع ہوتے ہیں 35
اخلاق کی اصلاح نہایت ضروری امر ہے 103
ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے 170
ہماری اصلاح کے لئے کتاب کشتی نوح ہے 170
آخری زمانہ میں ہماری اصلاح کے لئے امام کا آنا 221
پوری دنیا کے لوگوں کو عالمی تباہی سے بچانے کی کوئی اصلاح ممکن ہے تو اللہ وہ حالات پیدا کر دے جن سے اصلاح ممکن ہو جائے 233
خلافت کا مقصد اصلاح ہے 237

اطاعت

اطاعت رسول میں امیر کی اطاعت بھی شامل ہے 235
اطاعت کامل ہو تب اعمال صالحہ ہوتے ہیں 182
اطاعت کی اہمیت اور خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ کریں گے، اس کی وضاحت 530
جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ سلسلہ کو بدنام کرتا ہے 164
حضرت عبداللہ بن مسعود کی کمال اطاعت رسول کا واقعہ، مسجد سے باہر ہی آواز سن کر بیٹھ جانا 472
خلافت کا انعام پانے والوں کے اطاعت کے معیار بلند ہونا ضروری ہیں 243
صحابیات کا اطاعت رسول اللہؐ کا معیار 206، 205
کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی جب تک وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے 244

افک

واقعہ افک کی تفصیلات 603
واقعہ افک کے موقع پر آنحضرتؐ کا صحابہ سے مشورہ فرمانا 611
واقعہ افک میں مسلمانوں کے لئے سبق 604

اکاؤنٹ

اللہ کی رضا چاہنے کے لئے کیا ہوا خرچ تمہارے اکاؤنٹ میں جمع ہو گیا 2

امت

آنحضرتؐ کا اپنے اخلاق سے امت کو اعلیٰ میعار حاصل کرنے کی تلقین فرمانا 97
آنحضرتؐ کی امت سے ایک شخص کی بعثت کا وعدہ 143
اصل امتی شخص 170
آنحضرتؐ کی امت کے 70 ہزار افراد کے بغیر حساب کے جنت میں جانے کی خوشخبری 248
آنحضرتؐ امت میں جدوجہد کے عمل کو ترقی دینا چاہتے تھے 248
ہر نبی کی ایک امت ہوتی ہے 353
جلسہ امتِ واحد کا نظارہ، ایک مہمان کا تبصرہ 372

امتیاز

جماعت میں بعض قسم کا نسلی امتیاز ہے، اس خیال کا قلع قمع 528

امن

امن اور سلامتی قائم کرنے کا ذریعہ اسلام ہے 548
کفر کے فتوے لگانے والے نام نہاد علماء اور ان کے فتووں سے مسلمان ملکوں کا امن برباد ہونا 219
مسلمان آجکل ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے ہیں، ان کے اور دنیا میں امن کے لئے دعا کی تلقین 577
معاشرہ کو پر امن بنانے کا طریق 552

امیر

اطاعت رسول میں امیر کی اطاعت بھی شامل ہے 235

انا

جھوٹی انا کو دور کرنے کا طریق اور اس کا نقصان 407
خودی اور نفسانیت کو ترک کرنے کی تلقین 520

انٹرنیٹ

انٹرنیٹ پر ہر جگہ جماعتی لٹریچر میسر ہے 141
انٹرنیٹ پر اخبار الحکم کا اجراء 145
ٹی وی، انٹرنیٹ، میڈیا میں بیہودگیاں اور لغویات کے سامان ہیں 524، 262

انسان

آنحضرتؐ کا جاہلوں کو باخدا انسان بنانا 15
انسان اور جانور میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے 526
اللہ کے فضلوں کو ایک حریص انسان کی طرح تلاش کرنے کی تلقین 50
کسی بھی انسان کا بہترین دن توبہ کا دن ہے 53
تمام انسان ایک جسم کی طرح ہیں 56
اس غلط فہمی کا جواب کہ اگر انسان کو عذاب دینا ہے تو پھر اللہ نے پیدا کیوں کیا؟ 258
ایسا کلام اور دعا جس کے پڑھنے سے انسان اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے 81

انصاف

عدل اور انصاف کی تعلیم 102
حبشہ کا بادشاہ عادل اور انصاف پسند تھا 326
آنحضرتؐ کی حق و انصاف کے ساتھ بعثت 345

انفاق فی سبیل اللہ (نیز دیکھئے "مالی قربانی")

انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت، احادیث کی رو سے 1
اللہ کی رضا چاہنے کے لئے کیا ہوا خرچ تمہارے اکاؤنٹ میں جمع ہو گیا 2
مومن کی یہ نشانی ہے کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کرتا ہے 1

اونٹ

صحابہ کے درمیان آنحضرت ﷺ کا اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ لگوانا 322
غزوہ تبوک میں آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہونا اور منافق کا استہزاء اور اللہ کا اونٹنی کے فلاں جگہ ہونے کا علم دینا 457

ایم ٹی اے

ایم ٹی اے کے اجراء پر ایک شخص کا ایک کروڑ روپیہ ادا کرنا 108
ایم ٹی اے پر حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کے پڑھنے کا انتظام ہونا چاہئے 171،172
ایم ٹی اے کے ذریعہ خلافت سے رابطہ کیا جائے 167
ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا میں احمدیت کا پیغام پھیلنا 175
ایم ٹی اے کے ذریعہ دینی علم سیکھ سکتے ہیں، اس سے اپنے آپ کو جوڑیں 297
ایم ٹی اے کے ذریعہ لوگوں پر اثر 175
پاکستان میں جلسوں پر پابندی اور ایم ٹی اے کے ذریعہ اس تشنگی کی دوری 438
تبلیغ کے لئے ایم ٹی اے کا بہت بڑا کردار ہے 279

ایمان

ایمان کو اعتقادی طور پر مضبوط کرنے کے علاوہ عملی حالت بھی تبدیل کرنے کی ضرورت ہے 44
ایمان کے قائم رکھنے کے لئے اعمال صالحہ کی ضرورت 181
ایمان کی مجالس لگانے والوں کے نمونے ہمارے لئے اسوہ ہیں 128
تقویٰ کے صحیح ادراک میں باقی نیکیاں اور ایمان میں کامل ہونا شامل ہے 259
چندہ کی برکت سے مشکلات کی دوری اور ایمان کی مضبوطی کا ایک واقعہ 5

آخرت

صحابہ کو نوازے جانے کے باوجود آخرت کی فکر تھی 23
آخرت میں عمل صالح سے ہی انسان بچتا ہے 144
دنیا و آخرت کی حسنات کے حصول کی دعا 156،270،434
دنیا اور آخرت میں راحت کے حصول کی دعا 268
ایک صحابی کا موت کے وقت کہنا کہ ابھی میں آخرت کے لئے تیار نہیں 477
آخرت کی آفتوں سے بچنے کی حضرت اقدسؑ کی دعا 278
یوم آخرت پر ایمان کے بعد اس کا عملی اظہار ضروری ہے 498
یہود میں آخرت کا تصور نہیں 569

ب، پ، ت، ٹ

بارش

بدر کے میدان میں بارش کا مسلمانوں کو فائدہ 313
جمعہ کے روز آنحضرتؐ کی بارش کے لئے دعا اور پھر بارش کے رکنے کی دعا 302
دعا کے نتیجہ میں بارش کا رکنا 38،39
دعا کے نتیجہ میں بارش کا ہونا 37،38

بت

ایک صحابی کی شرک مٹانے کی ترکیب جو بتوں کو جلانے کے لئے ایک صحابیہ کے سپرد کر دیتے تھے 399،400

بچے

بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ بڑے ہو کر ان میں اعلیٰ اخلاق پیدا ہوں 98

جو بچے adopt کرتے ہیں ان کے لئے وضاحت کہ قرآنی حکم کے مطابق والدین کا نام لکھنا چاہئے سوائے ان بچوں کے جو اداروں کی طرف سے ملتے ہیں اور ان کے والدین کا نہیں بتایا جاتا 382
مردوں اور عورتوں کے لئے سبق کہ محبت کرنے والے خاوند اور بچوں کی فکر کرنے والی مائیں بنیں 215
آج کل کے نام نہاد جہادیوں کا بچوں کو ریڈیکلائز کرنا اور اسلام کے لئے جنگیں کروانا 130

بدر (غزوہ بدر کے لئے دیکھئے "جنگ")

بد ظنی

بہت سی بدیاں صرف بد ظنی سے پیدا ہوتی ہیں 510
غلط فہمی کی وجہ سے صحابہ پر بد ظنی نہیں کرنی چاہئے220

بدی

بدی کی دو قسموں کا بیان 519
بہت سی بدیاں صرف بد ظنی سے پیدا ہوتی ہیں 510
بدیوں سے بچنے کا ایک طریق 512

بدھ ازم

بدھ، چین میں بدھ ازم اور کنفیوشس ازم اور تاؤازم کی بعض تعلیمات کا آپس میں مخلوط ہونا 189

بئر معونہ

بئر معونہ کے واقعہ کی تفصیلات 347،385

بنو قریظہ

بنو قریظہ کی بغاوت اور غداری کا تذکرہ298 تا301

بیٹی: نیز دیکھیں زیر لفظ بچے

بدر کے ایک قیدی کو صرف اس لئے احساناً چھوڑ دیا گیا کہ اس نے کہا میری پانچ بیٹیاں ہیں اور میرے علاوہ ان کا کوئی نہیں 396

بیعت

بیعت سے غرض 436
بیعت کا حق ادا کرنے اور حقیقی مومن بننے کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی نصائح 507
بیعت کرنے کے بعد وہ نمونہ جس کی ضرورت ہے52،53
بیعت کے بعد احمدی کو کیا ہونا چاہئے اور جماعت سے کس طرح کا مضبوط تعلق ہونا چاہئے 516
بیعت کی تشریح 520
نری بیعت سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا 159
نری بیعت کرنا کافی نہیں 143

بیماری

روحانی اور جسمانی امراض کے لئے دعاؤں اور استغفار کی ضرورت ہے 51

پارکنگ

جلسہ کی پارکنگ کے حوالہ سے ہدایات 363

پردہ

ایک غیر مسلم خاتون کا جلسہ کے دوران شرم محسوس کرنا کہ اس کے سر پر دوپٹہ نہیں، یہ بات ان لڑکیوں کے لئے اعتماد پیدا کرنے والی ہے جو کہتی ہیں کہ ہمیں شرم آتی ہے448

پھل

پھلوں کے درختوں کو پتھر مار کر کچا پھل ضائع نہ کرنے کی آنحضرتؐ کی تلقین 98

پیشگوئی / پیشگوئیاں

پیشگوئی مصلح موعود کی تفصیلات اور اس کا پر معارف تذکرہ 85 تا96
احمدیت کے پھیلنے کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں 174،175
ایک یہودی کا مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کر کے کہنا کہ اگر اس لڑکے (حضرت عاصمؓ) نے عمر پائی تو یہ ضرور اس نبی کو دیکھے گا 569
آخری زمانہ میں آنحضرتؐ کی دو رنگ کے فتنوں کی پیشگوئی 142
آخری زمانہ میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی پیشگوئی اور جماعت احمدیہ 234،235

حضرت علیؓ کی شہادت کی بابت آنحضرتؐ کی پیشگوئی 294

تاریخ

جلسہ کے دوران مختلف نمائشوں سے لوگوں کو جماعت کی تاریخ کا علم ہوا 380
مسلمان تاریخ سے سبق سیکھنے کی بجائے آپس میں فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں 601

تاؤازم

چین میں بدھ ازم اور کنفیوشس ازم اور تاؤازم کی بعض تعلیمات کا آپس میں مخلوط ہونا 189

تبلیغ

تبلیغ کی خاطر آنحضرتؐ کے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط 349،350
تبلیغ کی طرف آنحضرتؐ کی حضرت علیؓ کو توجہ دلانا 179
تبلیغ کے کام میں مصروفیت سے عمر بڑھتی ہے 170
تبلیغ کے لئے ایک واقف زندگی کا گاڑی خریدنے کا سودا کرنا اور اللہ کا اپنی جناب سے غیبی طور پر رقم کا انتظام کرنا 332
تبلیغ کے لئے ایم ٹی اے کا بہت بڑا کردار ہے 279
تبلیغ کے لئے حالات کے مطابق منصوبہ بندی کی ضرورت 176
تبلیغ کے لئے عملی نمونہ، تقویٰ اور دعا ضروری چیزیں ہیں 501
تبلیغ کے لئے مختلف راستے تلاش کرنا مربیان کا پہلا فرض 177
اگر پیغام پہنچنے میں کمی ہے تو وہ ہماری طرف سے ہے 176
امریکہ کے پہلے مبلغ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی تبلیغی مساعی کا تذکرہ 501
ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا میں احمدیت کا پیغام پھیلنا 175
جلسہ کا ہر شعبہ خدمت کے علاوہ خاموش تبلیغ کرتا ہے 427
جلسہ کے مہمان اور کارکنان خاموش تبلیغ کر رہے ہوتے ہیں 360
دنیا بھی کمائیں لیکن تبلیغ کو ضرور وقت دیں 179
صحابہؓ کو شروع میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے میں بڑی دقتیں پیش آئیں 117
غزوہ حدیبیہ کے بعد آنحضرتؐ کا اکثر سلاطین کو تبلیغی خطوط لکھنا 411
سپین میں رہنے والے احمدیوں کو مہینہ میں کم از کم ایک دو دن تبلیغ کے لئے دینے کی تلقین 176

تحریک جدید

تحریک جدید کے پچاسویں سال کے آغاز کا اعلان 544
تحریک جدید کے چوراسیوں سال کے اختتام پر وصولی کے اعتبار سے ملکوں کی پوزیشنز اور دیگر کوائف 544
حضرت مسیح موعودؑ کی گورداسپور کے مقدمہ کے وقت مالی قربانی کی تحریک اور صحابہ کا اخلاص 3

تربیت

تربیت کے معاملہ میں ذاتی محبت کا ختم ہو جانا 21
تربیت کے لئے تقویٰ ضروری ہے 165
تربیت اور دین سے جوڑنے کے تعلق میں سب سے اہم بات عبادت ہے 363
ایم ٹی اے تربیت کا ایک اہم ذریعہ ہے 297
جلسہ کے ذریعہ تربیت 425،441
بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ بڑے ہو کر ان میں اعلیٰ اخلاق پیدا ہوں 98
ارشادات حضرت مسیح موعودؑ ہماری روحانی تربیت کا ذریعہ ہیں 507

تعدد ازدواج

آنحضرتؐ کے تعدد ازدواج پر الزام کا جواب 325

تعویذ

ایک صحابیہ کا اپنے خاوند کے ڈر سے تعویذ چھپانا اور اس کے خاوند کا علم ہونے پر اس تعویذ کو پھینک دینا 466

تقریر

آنحضرتؐ کی وفات پر حضرت ابو بکرؓ کی تقریر 314
آنحضرتؐ کا صحابہ میں تقریر کا مقابلہ کروانا 471

تقویٰ

تقویٰ کی اہمیت، برکات کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات 223تا232
اس زمانہ میں احمدیوں کو تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین 161

تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے وعدے 224
تقویٰ اگر صحیح ہے تو اللہ دنیاوی مسائل خود بخود حل کر دیتا ہے اور پھر دین کی خدمت کی توفیق ملتی ہے 228
تقویٰ پر چلنا دراصل شریعت کا خلاصہ ہے 224
تقویٰ کا معنی اور اس کے اختیار کرنے کی تلقین 423
تقویٰ کا میدان خالی پڑا ہے 165
تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنے کی تلقین 259
تقویٰ کی حقیقت اور اس کا معیار ارشادات حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں 508
تقویٰ کے صحیح ادراک میں باقی نیکیاں اور ایمان میں کامل ہونا شامل ہے 259
تقویٰ وطہارت میں ترقی کا معیار قرآن ہے 227
اگلی نسلوں کو سنبھالنے کے لئے بڑوں اور عہدیداروں کو تقویٰ کی ضرورت ہے 513
تبلیغ کے لئے عملی نمونہ، تقویٰ اور دعا ضروری چیزیں ہیں 501
روزوں میں لڑائی جھگڑا، جھوٹ فساد سے اگر ہم نہیں بچ رہے تو یہ تقویٰ نہیں 222
زندگی کو غربت اور مسکینی سے بسر کرنا تقویٰ کی شرط ہے 230
عقائد، زبان، عام اخلاق میں تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین 226

تکبر

تکبر کے باعث کپڑے لمبے رکھنے کا عربوں میں رواج 471
تکبر کی برائی 528
تکبر نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے اور خدا کی ناراضگی کا موجوب بناتی ہے 105
ایک صحابی کا میدان جہاد میں اکڑ کر چلنا 121

تنظیم

پاکستان میں آج کل لبیک یا رسول اللہ تنظیم چل رہی ہے، اللہ قوم کو ایسے لوگوں سے بچا کے رکھے 219
لبیک یا رسول اللہ کے نام پر ذاتی مقاصد کا حصول 235

تہجد

صحابہ کی تہجد کا نقشہ 18،465،470
آنحضرتؐ تہجد کے لئے بہت جلدی اٹھتے 111
جلسہ کے ایام میں تہجد میں شمولیت کی تلقین 430
تہجد اور نفل پڑھنے کی طرف توجہ ہونی چاہئے 526
نوافل اور تہجد کی اہمیت 527

توبہ

توبہ کا اثر صرف قیامت پر منحصر نہیں بلکہ دین و دنیا سنور جاتے ہیں 268
توبہ کی حقیقت 53،54،266
استغفار اور توبہ میں فرق 265
اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کا ذریعہ توبہ اور استغفار ہے 263
جمعہ اور عیدین سے بھی افضل دن، انسان کی توبہ کا دن 53
سچی توبہ کی تین شرطیں 267
ہمارے غالب آنے کے ہتھیار-توبہ 182

توحید

آنحضورؐ کی وہ دعائیں جن سے توحید کا ادراک ہوتا ہے 75
قرآن کریم توحید کے اثبات کے لئے ہے 78
توحید پر قائم رہنے کے لئے آخری تین سورتوں پر مشتمل دعائیں پڑھیں 83
توحید کا زبانی اقرار فائدہ نہیں دیتا 164،242
خلافت کا بنیادی کام توحید کا قیام ہے 522
جماعت احمدیہ کے قیام کا مقصد توحید کا دوبارہ قیام ہے 238
توحید کی حقیقت 242،522

توکل

متوکل ہونے کی علامت 166
صحابہ کا توکل علی اللہ اور قناعت 114،468،484
آنحضورؐ کی توکل کی بابت دعا 275

تیز چلنا

صحابہ کا تیز چلنے کا معیار اور یہ کہ فاصلہ طے کر کے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھنے آتے 416

ٹی وی

ٹی وی، انٹرنیٹ، میڈیا میں بیہودگیاں اور لغویات کے

سامان ہیں 262

ٹیکس

خیبر کی جنگ کے بعد دشمنوں سے حسن سلوک کی اعلیٰ مثال کہ زمینوں کی ملکیت ان کے پاس رہنے دی اور کچھ ٹیکس یا حصہ وصول کیا جاتا رہا 401

ج، چ، ح، خ

جانور

اخلاق انسان اور جانوروں میں فرق کرتے ہیں 104
انسان اور جانور میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے 526
غزوہ تبوک میں آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہونا اور منافق کا استہزاء اور اللہ کا اونٹنی کے فلاں جگہ ہونے کا علم دینا457

جلسہ سالانہ

جلسہ بیلجئیم کے موقع پر بعض انتظامی باتیں 441
جلسہ پر نعرہ لگانے والوں کے چہروں کے تاثرات اور ان کی حالت کے درست نہ ہونے کا سوشل میڈیا کے ذریعہ علم ہو جاتا ہے 423
جلسہ سالانہ ایک ٹریننگ کیمپ جو اللہ نے میسر فرمایا ہے439
جلسہ سالانہ بیلجئیم میں حضور انور کی شمولیت اور نصائح432
جلسہ سالانہ جرمنی اور بیلجئیم کے کارکنان کا شکریہ 443
جلسہ سالانہ جرمنی اور بیلجئیم کی میڈیا کوریج 452
جلسہ سالانہ جرمنی اور بیلجئیم میں شمولیت اور ان ممالک کے دورہ جات کا تذکرہ، برکات اور غیروں کے تاثرات 442تا453
جلسہ سالانہ جرمنی میں کام کرنے والے کارکنان کے چہروں پر مسکراہٹ کے حوالہ سے اچھی رپورٹ کا تذکرہ444
جلسہ سالانہ کا مقصد کیا ہے؟ اس کی وضاحت 422
جلسہ سالانہ کی تقریریں کیسی ہونی چاہئیں؟ 439،440
جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے اللہ کا پیسوں کا انتظام کرنا42
جلسہ سالانہ یوکے کے اختتام پر کارکنان کا شکریہ 367
جلسہ سالانہ یوکے کی پرنٹ میڈیا اور ویب سائیٹس وغیرہ کے ذریعہ کوریج کے اعداد و شمار 379،380
جلسہ سالانہ یوکے، کارکنان اور میزبانوں کے فرائض اور ذمہ داریاں 358
جلسہ کا ہر شعبہ خدمت کے علاوہ خاموش تبلیغ بھی کرتا ہے 427
جلسہ کے ایک کارکن کا خلافت سے عشق کا اظہار، اس کے پاس 26 سال سے ایک چھری جس کو خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے استعمال کیا تھا 448
جلسہ کے ایک مہمان کا تبصرہ کہ جو اللہ کے بارہ میں کم علم رکھتا ہو وہ جلسہ سالانہ میں شامل ہو جائے تو اس موضوع پر علم کا سمندر لے کر جائے گا 379
جلسہ کی برکات کا اظہار بعض مہمانوں کے تاثرات کی صورت میں 368تا380
جلسہ کی پارکنگ کے حوالہ سے ہدایات 363
جلسہ کے دنوں کے انتظامات رضاکارانہ طور پر ہوتے ہیں اس لئے بعض کمیاں بھی رہ جاتی ہیں انہیں سب شامل ہونے والوں نے دور کرنا ہے 358
جلسہ کے دوران اعلیٰ اخلاق کے اظہار کی تلقین 360،425
جلسہ کے دوران پروگرام سنیں اور ذکر الٰہی، درود اور استغفار پڑھتے رہیں 429
جلسہ کے دوران پنجوقتہ نماز کے التزام کی تلقین 363
جلسہ کے دوران حفاظتی نقطۂ نظر سے اپنے ماحول پر نظر رکھنے کی تلقین 365
جلسہ کے دوران ریویو آف ریلیجنز کی جانب سے ٹیورن شراوڈ اور شعبہ تبلیغ یوکے کی جانب سے قرآن کریم پر ایک نمائش کا اہتمام 366
جلسہ کے دوران سگریٹ پینے والوں کو ہدایت 365
جلسہ کے دوران سیکیورٹی کے حوالہ سے ہدایت 431
جلسہ کے دوران کمی کی صورت میں شعبہ کے انچارج کو لکھ دیں 361
جلسہ کے دوران لغویات اور فضول باتوں سے پرہیز کی تلقین 362

جلسہ کے دوران لنگر کے شعبہ کو ہدایات 362
جلسہ کے دوران مختلف نمائشوں سے لوگوں کو جماعت کی تاریخ کا علم ہوا 380
جلسہ کے سیشنز میں پڑھی جانے والی نظمیں صرف حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کی ہوں 444
جلسہ کے شعبہ نظافت اور صفائی کے حوالہ سے ہدایات 364
جلسہ کی کارروائی کو غور سے سننے کی تلقین 439
جلسہ کے کارکنان کو نماز باجماعت ادا کرنے کی تلقین 430
جلسہ کے کارکنان کے چہروں پر ہمیشہ مسکراہٹ رہے 361
جلسہ کے کارکنان یا میزبانوں کو نصائح اور ہدایات 424 تا 428
جلسہ کے مہمان اور کارکنان خاموش تبلیغ کرتے ہیں 360
جلسہ کے مہمانوں کو نصائح و ہدایات 428
جلسہ کے ہر شعبہ کا کارکن یاد رکھے کہ اس کا شعبہ اہم ہے 427
جلسہ کے بعض شاملین جو شامل ہونے کے باوجود کچھ حاصل نہیں کرتے 422
جلسہ میں شامل ہونے کے باوجود اس سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی تنبیہ 439
جلسہ میں شامل ہونے والوں کا مقام اور مقصد 359
جلسہ میں شامل ہونے والوں کے دو طبقات، ان کی تفصیل اور ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ 424
جلسہ میں شاملین اگر کوئی کمزوری دیکھیں تو صرف نظر کریں اور اصل مقصد کو مدنظر رکھیں کہ اللہ رسول کی باتیں سننے آئے ہیں 361
جلسہ یوکے کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اظہار بطور تشکر 367
جلسہ یوکے میں کینیڈا کے رضاکاروں کی شمولیت 379
احمدیوں پر یہ اعتراض کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ کو خاتم النبیینؐ نہیں مانتے یا قرآن علیحدہ ہے، دیگر مسلمان جب احمدیوں سے ملتے ہیں، جلسہ کا ماحول دیکھتے ہیں تو یہ غلط تاثر دور ہو جاتے ہیں 443
اس دفعہ کارکنان میں غیر معمولی خوش اخلاقی کا اظہار لوگوں نے کیا ہے 381
ایک چیف کا خلیفۃ المسیح کی سگریٹ نوشی نہ کرنے کی بابت ہدایت سن کر ایک چیف کا سگریٹ نوشی ترک کرنے کا عہد اور حضور کا خطاب سن کر احمدیت قبول کرنے کا عزم 377
پاکستان میں جلسوں پر پابندی اور ایم ٹی اے کے ذریعہ اس تشنگی کی دوری 438
جلسوں کے آغاز میں اس کا مقصد پورا نہ ہونے پر حضرت مسیح موعودؑ کا اظہار ناراضگی 437
دنیا بھر کے جلسہ ہائے سالانہ اور ان کے فوائد و اہمیت 438
عورتوں کی مارکی سے شور کی شکایت 365
لمبی فلائیٹس کے دوران اگر سموکنگ نہیں کر سکتے تو جلسہ کے دوران کیوں نہیں صبر کر لیتے 377
ہمارے جلسوں اور جماعتی نظام کی خوبی- اپنے حقوق و فرائض کو سمجھنا اور احسن رنگ میں سرانجام دینا 358
وہ لوگ جو سال میں ایک سے زائد جلسوں میں شامل ہو رہے ہیں انہیں نصائح 438
جلسہ امتِ واحد کا نظارہ، ایک مہمان کا تبصرہ 372
جلسوں کے انعقاد کا مقصد 436

جمعہ

جمعہ اور عیدین سے بھی افضل دن، انسان کی توبہ کا دن ہے 53
جمعہ کا خطبہ نماز کا حصہ ہے 270
جمعہ کی اہمیت احادیث کی رو سے 270
جمعہ کے روز ایک خاص گھڑی 270
جمعہ کے روز آنحضرتؐ کی بارش کے لئے دعا اور پھر بارش کے رکنے کی دعا 302

جنازہ

جنازہ میں شرکت کی اہمیت کی بابت دو احادیث 60
آنحضرتؐ کا غیر مسلم کے جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا اور اس میں سبق 401
مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی دلیل 571

جنت

میری امت میں سے ایک گروہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو گا، حضرت عکاشہؓ کا عرض کرنا کہ میرے لئے دعا کریں کہ میں ان میں شامل ہوں، اس حدیث کی پر معارف تشریح 247،148
بہشت کی حقیقی راہ 163
جنتی ہونے کی علامتیں 434

جنگ

بدر اور صلح حدیبیہ میں شامل ہونے والا جہنم میں داخل نہیں ہو گا 355
بدر کی جنگ میں شامل ہونے والے صحابہ کا مقام اپنی جگہ قائم ہے چاہے وہ چند سطر کا ہی ہو 306
بدر کی جنگ میں شامل ہونے والے صحابہؓ کے حالات بیان کرنے کے سلسلہ کا آغاز جن کا ایک خاص مقام ہے 197
بدر کے روز آنحضرتؐ کا قیدیوں کے بارہ میں صحابہ سے مشاورت فرمانا 476
بدر کے روز آنحضرتؐ کی دعا سے نوفل بن خویلد کا قتل ہونا 404
بدر کی طرف سفر میں دو صحابہ کے اونٹ کا بیٹھنا اور آنحضرتؐ کی برکت کے طفیل اس کا چلنا اور واپسی پر صحابہ کا نذر کے مطابق اسے ذبح کرنا 590
بدر کے قیدیوں میں آنحضورؐ کا داماد بھی تھا، اس سے حسن سلوک 628
بدر کے موقع پر ایک صحابی کو تیر لگنے پر اس کا آنحضرتؐ سے بدلہ لینے کا نرالا انداز 345
بدر کے میدان میں ایک جگہ پڑاؤ کرنے پر ایک صحابی کا مشورہ کہ آپ نے الہام کے ماتحت جگہ پسند فرمائی ہے یا محض فوجی تدبیر کے طور پر 313
بدر کے میدان میں مبارزت 583
بدر میں ابوجہل کے قتل کی تفصیلات 462
بدر میں شامل صحابہ کی تعداد کا شمار کیا جانا جو 313 تھی 579
بدر میں شامل ہونے والوں پر جنت واجب ہو گئی، اس کی وضاحت 338
ملائکہ کس طرح جنگ بدر میں شامل ہوئے؟ اس کی وضاحت 315
میں چاہتا ہوں کہ ایک تمام بدری صحابہ کا ذکر ایک جگہ جماعتی لٹریچر میں آجائے 484
بدری صحابہ کا ذکر خیر ہمارے لئے برکت کا موجب ہے 484
بدر کے ایک قیدی کو صرف اس لئے احساناً چھوڑ دیا گیا کہ اس نے کہا میری پانچ بیٹیاں ہیں اور میرے علاوہ ان کا کوئی نہیں 396
صحابہ کی جنگوں کے معاملات اللہ کے سپرد ہیں، ان معاملات اور اختلافات کو ہمارا کام نہیں کہ اپنے دلوں میں جگہ دیں 319
جنگ احد کے موقع پر آنحضرتؐ کی اپنے صحابہ کی دلجوئی اور صحابہ کی عدیم المثال قربانی 214
جنگ اُحد میں حضرت ابوطلحہؓ کی تیر اندازی کے جوہر 116
آنحضرتؐ کا اپنے صحابہؓ کو جنگ کرنے کا طریق بتانا 395
احد کی جنگ میں حضرت حمزہؓ کی شہادت کا تذکرہ 204
احد کی جنگ میں مسلمانوں کی ہزیمت سے قبائل عرب کا دلیر ہونا 329
غزوہ احد کی کچھ تفصیلات جس میں درہ پر نافذ مسلمان کی فتح کے شکست میں بدلنے اور ابوسفیان کے اعل ھبل پکارنے والے واقعہ کا تذکرہ 630تا633
احد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کے لئے آنحضورؐ کا تشریف لے جانا 625
اُحد کے میدان میں درہ پر نافذ کئے گئے صحابہ کے وہاں نہ رہنے کی وجہ سے ہونے والا نقصان اور اس واقعہ کا تذکرہ 626،627
ایک غیر مسلم کا آنحضرتؐ کی جنگوں پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دینا 395،396
آج کل جنگوں میں معصوم شہریوں پر بمباری کر کے معصوموں اور بچوں کو بھی مار دیا جاتا ہے 395

آج کل کے نام نہاد جہادیوں کا بچوں کو ریڈیکلائز کرنا اور اسلام کے لئے جنگیں کروانا 130
بڑی طاقتیں بڑی تیزی سے جنگ کی طرف بڑھ رہی ہیں، اس حوالہ سے دعا کی تلقین 233
تیسری عالمی جنگ کی طرف دنیا کا بڑھنا 158
حرمت والے مہینوں میں غلطی سے بعض صحابہ کی مشرکین سے لڑائی 211
دنیا کے لئے دعا کریں بڑی تیزی سے جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے 171
صحابہ کا مذہب پر حملہ کے باعث جنگ کرنا 122
غزوہ تبوک میں آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہونا اور منافق کا استہزاء اور اللہ کا اونٹنی کے فلاں جگہ ہونے کا علم دینا 457
غزوہ عشیرہ کا ذکر 328
مسلمانوں پر جنگوں کے خاص شوق کے الزام کی تردید 249
خیبر کی جنگ کے بعد دشمنوں سے حسن سلوک کی اعلیٰ مثال کہ زمینوں کی ملکیت ان کے پاس رہنے دی اور کچھ ٹیکس یا حصہ وصول کیا جاتا رہا 401

جہاد

ایک صحابی کا معذوری کے باوجود جہاد میں شامل ہونے کا جذبہ 115
ایک صحابی کا میدان جہاد میں اکڑ کر چلنا 121
آج کل کے نام نہاد جہادیوں کا بچوں کو ریڈیکلائز کرنا اور اسلام کے لئے جنگیں کروانا 130
آنحضرتؐ کا ایک چراگاہ تیار کروانا جہاں جہاد کے لئے گھوڑے وغیرہ چرتے تھے 356
آجکل جہاد کے نام پر اسلام کو بدنام کیا جانا 503

جھنڈا

پہلا لواء یا جھنڈا آنحضرتؐ نے حضرت حمزہؓ کو عطا کیا 201
بدر میں خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر کے پاس تھا 313
فتح مکہ کے موقع پر انصار کا جھنڈا حضرت ابولبابہؓ کے پاس تھا 302
فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ بنوساعدہ کا جھنڈا حضرت ابواسیدؓ کے پاس تھا 321
فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ بنوسلمہ کا جھنڈا حضرت قطبہؓ کے پاس تھا 410
فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ بنومالک بن نجار کا جھنڈا حضرت عمارہؓ کے پاس تھا 456
فتح مکہ کے موقع پر بنومعاویہ بن مالک کا جھنڈا حضرت جبر بن عتیکؓ کے پاس تھا 569

جہادی

آج کل کے نام نہاد جہادیوں کا بچوں کو ریڈیکلائز کرنا اور اسلام کے لئے جنگیں کروانا 130

جھوٹ

جھوٹ بولنے کے نتیجہ میں ساری برائیوں سے بچنے کی بابت آنحضرتؐ کی تلقین 98
جھوٹ کو اللہ نے شرک کے برابر قرار دیا ہے 155
جھوٹ کی مذمت 523
روزوں میں لڑائی جھگڑا، جھوٹ فساد سے اگر ہم نہیں بچ رہے تو یہ تقویٰ نہیں 222

چراگاہ

اسلامی حکومت کے تحت چراگاہ اور پانی کے لئے کنویں کھدوائے جانا 356

چندہ (نیز دیکھئے "انفاق فی سبیل اللہ / مالی قربانی)

چندہ دینے والوں کو اللہ کی طرف سے سکون کا ملنا 6
چندہ کی ادائیگی سے کاروبار میں برکت 8
چندہ کی باقاعدہ ادائیگی سے قرض کا دور ہونا 8
چندہ کی برکت سے جیل سے رہائی 7
چندہ کی برکت سے صرف احمدی کی کپاس کا نہ جلنا 8
چندہ کی برکت سے مشکلات کی دوری اور ایمان کی مضبوطی کا ایک واقعہ 5
ایک بچی کا دو تولے سونا تحریک جدید کے چندہ میں دینا 537

تحریک جدید کے چندہ کی ادائیگی کی برکت سے چوری شدہ موٹر سائیکل کا بازیاب ہونا 536
تحریک جدید کے چندہ کی ادائیگی کی برکت سے نوکری کا ملنا 535
تحریک جدید کے چندہ کی برکت سے ایک نومبائع کو ملازمت ملنا جس کی ہڈیاں بھی ٹوٹی ہوئی تھیں 540،541
تحریک جدید کے چندہ کی برکت سے آئی سی یو میں داخل مریض کا معجزانہ طور پر شفا پانا 541
تحریک جدید کے چندہ کی برکت سے بیمار بچے کو شفا ملنا 542

چھری

جلسہ کے ایک کارکن کا خلافت سے عشق کا اظہار، اس کے پاس 26 سال سے ایک چھری جس کو خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے استعمال کیا تھا 448

چیف

ایک چیف کا خلیفۃ المسیح کی سگریٹ نوشی نہ کرنے کی بابت ہدایت سن کر ایک چیف کا سگریٹ نوشی ترک کرنے کا عہد اور حضور کا خطاب سن کر احمدیت قبول کرنے کا عزم 377

حج

حج کے ایام میں مکہ میں حضرت عثمانؓ کا چار رکعتیں پڑھنا جبکہ آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکر و عمرؓ نے دو دو پڑھی تھیں، اس پر اعتراض اور حضرت عثمانؓ کا جواب 473

حدیث

حدیث کا ذخیرہ ظن کے درجہ سے آگے نہیں ہے 135
حدیث میں مذکور بعض دعاؤں کا تذکرہ 275 تا 278
صحاح ستہ کے تراجم کے لئے بورڈ کا قیام جس کا نام نور فاؤنڈیشن ہے 618

حق / حقوق

آپس میں محبت، پیار کرنے اور ایک دوسرے کی تکلیف کو سمجھنے اور حقوق ادا کرنے کی ضرورت 167
آنحضرتؐ کا حقوق العباد کے حوالے سے چند برائیوں سے منع فرمانا 528
بعض احمدیوں میں نمازوں، استغفار اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں کمی 145
بعض حالات میں حقوق العباد کا حقوق اللہ سے بڑھنا 425
صحابہ کا شیوہ، حق بات کہنا اور کسی سے نہ ڈرنا 19
حقوق العباد کی ادائیگی کی اہمیت 527

حمد

حمد کی وضاحت اور تشریح 49،50
مومن ہر کام میں کامیابی پر خدا کی حمد کرتا ہے 231

ختم نبوت / خاتم النبیینؐ

احمدیوں پر اعتراض کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ کو خاتم النبیینؐ نہیں مانتے یا قرآن علیحدہ ہے، دیگر مسلمان جب احمدیوں سے ملتے ہیں، جلسہ کا ماحول دیکھتے ہیں تو یہ غلط تاثر دور ہوتے ہیں 443

خدام

نوجوانوں کو خاص نصیحت کہ سوشل میڈیا اور دوسری غلط قسم کی صحبتوں سے اجتناب کریں 504
برکینا فاسو کے ودگو ریجن میں خدام کا مل کر کھدائی کا کام کرنا اور اس کے عوض ملنے والی رقم کا چندہ وقف جدید میں ادا کرنا 4

خط

خاندان حضرت مسیح موعود کی بعض شکایات پر حضور انور کا خط 34
پریشانیوں کی دوری کے لئے لوگ خط لکھیں تو میں لکھتا ہوں نمازوں کی طرف توجہ دیں 75
حضرت حاطب کا مکہ پر چڑھائی کے وقت مکہ والوں کو بذریعہ خط اطلاع دینا غلطی تھی، نیت مسلمانوں کو نقصان پہنچانا نہیں تھا 288
آنحضرتؐ کے مختلف بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط 411

خطاب

ایک چیف کا خلیفۃ المسیح کی سگریٹ نوشی نہ کرنے کی بابت ہدایت سن کر ایک چیف کا سگریٹ نوشی ترک کرنے کا عہد

اور حضور کا خطاب سن کر احمدیت قبول کرنے کا عزم 377
اسلام کے متعلق یورپ میں ایک بھیانک تصور اور حضرت خلیفۃ المسیح کے خطابات اور جلسوں کے ذریعہ ان غلط فہمیوں کا دور ہونا 442
حضور انور کے خطابات اور تقریروں پر غیروں کے تاثرات 548تا560

خطبہ

حضور انور کا صحابہ کی سیرت پر خطبات دینا کہ ہمارے سامنے ان کے نمونے آجائیں 515

خلافت / خلیفۂ وقت

خلافت پر دعا کی قبولیت کے ذریعہ یقین کا بڑھنا 43
خلافت سے تعلق جوڑنے اور خلیفہ وقت کے تمام پروگراموں سے فائدہ اٹھانے کی تلقین 167
خلافت سے وابستہ انعامات کے حصول کے لئے ہمیں ہر وقت جائزہ کی ضرورت ہے 238
خلافت کا انعام پانے والوں کے اطاعت کے معیار بلند ہونا ضروری ہیں 243
خلافت کا انعام پانے والوں کے لئے زکوٰۃ اور مالی قربانی ضروری ہے 242
خلافت کا بنیادی کام توحید کا قیام اور شرک کا خاتمہ ہے522
خلافت کی اہمیت خلافت کے بغیر وحدت کی لڑی میں پرویا نہیں جاسکتا 235
خلافت کی برکات سے استفادہ کے لئے شنبور صاحب کی دعا کہ اَللّٰھُمَّ اَتْمِمْ عَلَیْنَا نِعْمَۃَ الْخِلَافَۃِ 638
خلافت کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کے لگائے ہوئے بیجوں کا پوری دنیا میں پھیلنا 174
خلافت کے ساتھ راجہ نصیر احمد صاحب کا تعلق نبض کی طرح تھا، ایک مثالی اطاعت گزار 333
خلافت کے ساتھ ہر کوئی ذاتی تعلق قائم نہیں رک سکتا اور نہ ہر کوئی مرکز آسکتا ہے 297
خلافت کے نظام سے وابستہ رہنے کے لئے دعا کی تلقین 84
خلافت کے نظام کے دائمی رہنے کے لئے جن امور کا ہونا ضروری ہے 245
خلافت کے نظام میں سب سے بڑھ کر آنحضرتؐ کا مقرر کردہ امیر خلیفہ ہے 235
خلافت نے حضرت مسیح موعودؑ کے کام کو آگے بڑھایا ہے372
اس سوال کا جواب کہ یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں جبکہ دیگر خلفاء کے یوم پیدائش نہیں منائے جاتے؟85
اسلام کے متعلق یورپ میں ایک بھیانک تصور اور حضرت خلیفۃ المسیح کے خطابات اور جلسوں کے ذریعہ ان غلط فہمیوں کا دور ہونا 442
حضور انور کے امریکہ اور گوئٹے مالا کے دورہ کی میڈیا کوریج کی تفصیلات 559
انتخاب خلافت کے وقت صحابہ کی تقریریں اور حضرت ابو بکرؓ کی سب سے مؤثر تقریر 314
ایم ٹی اے کے ذریعہ خلافت سے رابطہ کیا جائے 167
آخری زمانہ میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی پیشگوئی اور جماعت احمدیہ 234،235
جلسہ کے ایک کارکن کا خلافت سے عشق کا اظہار، اس کے پاس 26 سال سے ایک چھری جس کو خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے استعمال کیا تھا 448
جلسہ کے سیشنز میں پڑھی جانے والی نظمیں صرف حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کی ہوں 444
حضرت مسیح موعودؑ کی دائمی خلافت کی خوشخبری 246
حضور انور کا امریکہ اور گوئٹے مالا کے سفر کا ذکر، برکتوں اور الٰہی تائید و نصرت کے واقعات کا بیان 547تا560
صحابہ میں خلافت کی اطاعت کا نمونہ 474
خلافت کا مقصد اصلاح ہے 237
عہدیداروں کا آپس کی رنجشوں کے باعث خلیفہ وقت کے پیچھے نماز کی بھی پرواہ نہ کرنا 521
کسی کا یہ کہنا کہ لوگ خلافت یا خلیفہ وقت کو اس حد تک اونچا مقام دے دیتے ہیں گویا وہ شرک کی حد تک چلے گئے ہیں، اس کا جواب 522
معروف فیصلہ کی تشریح کرنا خلیفہ وقت کا کام ہے کسی اور

کا نہیں 531
خلیفہ کے آنے کا کیا مقصد ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ سے کسی نے سوال پوچھا، اس کا جواب 237
خلیفۂ وقت جو کہتا ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کی نمائندگی میں جماعت سے کہتا ہے 438
خلیفہ وقت کے دوروں کے فوائد اور برکات و ثمرات 547
ایک چیف کا خلیفۃ المسیح کی سگریٹ نوشی نہ کرنے کی بابت ہدایت سن کر ایک چیف کا سگریٹ نوشی ترک کرنے کا عہد اور حضور کا خطاب سن کر احمدیت قبول کرنے کا عزم 377

خلق / اخلاق

اخلاق انسان اور جانوروں میں فرق کرتے ہیں 104
اخلاق دوسری نیکیوں کی کلید ہے 103
اخلاق سے نیکیوں کی توفیق کا ملنا 106
اخلاق کی دو اقسام 102
اسلام میں اعلیٰ اخلاق کو اپنوں اور غیروں کے لئے اپنانے کی جتنی تعلیم دی گئی ہے اتنی کسی اور مذہب میں نہیں لیکن مسلمان پھر بھی بدقسمت ہیں، اس کی وجہ 97
اعلیٰ اخلاق کا دو حالتوں سے علم ہوتا ہے 100
افسروں کے اعلیٰ اخلاق کا تب پتہ چلے گا جب وہ اپنے آپ کو قوم کا خادم سمجھیں گے 99
بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ بڑے ہو کر ان میں اعلیٰ اخلاق پیدا ہوں 98
برے اخلاق سے پرہیز کرنے کی تلقین 509
جلسہ کے دوران اعلیٰ اخلاق کے اظہار کی تلقین 360، 425
حسن خلق کی اہمیت 360
صحابہ کے وہ اعلیٰ اخلاق جو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں 389
عقائد، زبان، عام اخلاق میں تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین 226
ہر خلق کو موقع اور محل کے مطابق استعمال کر کے ہم اعجاز دکھانے والے بن سکتے ہیں 101
وعید کو توڑنا حسن خلق میں داخل ہے 604
اچھی اور نرم بات سے جھگڑوں کو ختم کیا جا سکتا ہے 360
اخلاقی حالت ایک ایسی کرامت ہے جس پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا 101
آنحضرتؐ کا اپنے اخلاق سے امت کو اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی تلقین فرمانا 97
بچوں کے اخلاق بلند کرنے کی آنحضرتؐ کی نصیحت 98
ہر قسم کے اعلیٰ اخلاق ہمارے نبیؐ میں پائے جاتے تھے 99، 100
اخلاق کی اصلاح نہایت ضروری امر ہے 103

خواب

بزرگان سلسلہ کو بذریعہ رؤیا حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں بتایا جانا 88
میاں احمد صاحب کی وفات پر صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب کا خواب دیکھنا جن میں ان کی ملاقات آنحضورؐ سے ہو رہی ہے 624

خودی

خودی اور نفسانیت کو ترک کرنے کی تلقین 520

د، ذ، ر، ز

دجال

دجال کے فتنوں سے محفوظ رہنے کی دعا 279

درود

مسلمانوں کے درود پڑھنے کے باوجود ان کی دینی اور دنیاوی لحاظ سے بدتر حالت، اس کی وجہ 430
جلسہ کے دوران پروگرام سنیں اور ذکر الٰہی، درود اور استغفار پڑھتے رہیں 429
حضرت مسیح موعودؑ کا ایک صحابی کو نماز، استغفار اور درود شریف بکثرت پڑھنے کا وظیفہ بتانا 455

درویش

درویشان قادیان کے لئے دعا کی تحریک 279

دشمن

دشمن کے ہاتھ کو روکنے کے لئے آج بھی دعاؤں کے ذریعہ اللہ کی مدد مانگنے کی ضرورت ہے 387
خیبر کی جنگ کے بعد دشمنوں سے حسن سلوک کی اعلیٰ مثال کہ زمینوں کی ملکیت ان کے پاس رہنے دی اور کچھ ٹیکس یا حصہ وصول کیا جاتا رہا 401

دعا

اسلام کا خدا دعاؤں کا سننے والا خدا ہے 44
دعا قبول کروانے کے بعض لوازمات ہیں جنہیں پورا کرنا ضروری ہے 44
دعا کرتے وقت حضرت اقدسؑ کی کیفیت 223
دعا کی قبولیت کی قانون قدرت میں نظیر 44
دعا کے نتیجہ میں ایک چور کا چوری کی ہوئی بیڑی کو واپس رکھ جانا 41
دعا کے نتیجہ میں بارش کا رکنا 38،39
دعا کے نتیجہ میں بارش کا ہونا 38
دعا کے نتیجہ میں معجزانہ طور پر شفا کے واقعات 40،41
احمدیوں کی دعائیں ہی دنیا کو تباہی سے بچا سکتی ہیں 159
اسلام کا خدا دعاؤں کا سننے والا خدا ہے 44
اللہ تک وہی بات پہنچتی ہے جو دل سے نکلتی ہے 52
ایک دعا جس کو لازم پکڑنے کی تلقین آنحضرتؐ نے حضرت حمزہؓ کو فرمائی 201
ایک صحابی کی جذباتی کیفیت کا بیان کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ایک کام سے معذرت کرنا اور اس کی وجہ یہ بتانا کہ پہلے واپس آنے پر حضورؐ کی دعائیں ملتی تھیں جو اب نہیں ہیں 391
ایک واقف زندگی کی دعا کے باعث آگ کا نقصان نہ پہنچانا 332
آجکل آدمؑ کی دعا پڑھنی چاہئے 144
بدر کے روز آنحضرتؐ کی دعا سے نوفل بن خویلد کا قتل ہونا 404
بڑی طاقتیں بڑی تیزی سے جنگ کی طرف بڑھ رہی ہیں، اس حوالہ سے دعا کی تلقین 233
بئر معونہ کے موقع پر صحابہ کی دعا پر ان کے حالات کی خبر جبرائیلؑ نے آنحضرتؐ کو دی 386
پاکستانی ملاں کے دل خدا کے خوف سے خالی ہیں، اللہ ان سے قوم کو جلد چھڑائے 42
تبلیغ کے لئے عملی نمونہ، تقویٰ اور دعا ضروری 501
جمعہ کے روز آنحضرتؐ کی بارش کے لئے دعا اور پھر بارش کے رکنے کی دعا 302
حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی قبولیت دعا کا واقعہ 213
حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کی روشنی میں دعاؤں کی برکات اور فلاسفی اور متفرق واقعات کا تذکرہ 37 تا
حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کی قبولیت کے لئے ہمیں اپنے آپ کو دعاؤں کا اہل بنانے کی ضرورت ہے 232
خلافت پر دعا کی قبولیت کے ذریعہ یقین کا بڑھنا 43
خلافت کی برکات سے استفادہ کے لئے شنبور صاحب کی دعا کہ اَللّٰھُمَّ اَتْمِمْ عَلَیْنَا نِعْمَۃَ الْخِلَافَۃِ 638
آنحضورؐ کی توکل کی بابت دعا 275
قرآن کریم کی بعض دعاؤں کا پر معارف تذکرہ 270 تا 275
مسیح موعودؑ کی بعض دعائیں 278
آخرت کی آفتوں سے بچنے کی حضرت اقدسؑ کی دعا 278
درویشان قادیان کے لئے دعا کی تحریک 279
دشمن کے ہاتھ کو روکنے کے لئے آج بھی دعاؤں کے ذریعہ اللہ کی مدد مانگنے کی ضرورت ہے 387
دنیا اور آخرت میں راحت کے حصول کی دعا 268
دنیا کے لئے دعا کریں بڑی تیزی سے جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے 171
رمضان کے آخری جمعہ میں حضور انور کا بعض دعائیں پڑھنا اور ان کی پر معارف تشریح فرمانا 270 تا 279
روحانی اور جسمانی امراض کے لئے دعاؤں اور استغفار کی ضرورت ہے 51

عالم اسلام کے اتحاد اور آپس کی دشمنیوں کے خاتمہ کے لئے دعا کی تحریک 278
عثمان چینی صاحب کی قبولیت دعا کے واقعات 192
مجاہدہ اور دعا سے دل کا غمرہ دور ہوتا ہے 107
مسلمان آجکل ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے ہیں، ان کے اور دنیا میں امن کے لئے دعا کی تلقین 577
نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے 182
نماز معراج اور تضرع سے بھری ہوئی دعا ہے 51
نماز میں اپنی زبان میں بھی دعا کرنی چاہئے 52
اس زمانہ میں آخری تینوں سورتیں پڑھنے کی ذمہ داری احمدیوں کی ہے اور پاکستانی احمدیوں کو خاص طور پر اس سنت کو جاری کرنے کی ضرورت ہے 83
ایسا کلام اور دعا جس کے پڑھنے سے انسان اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے 81
پاکستان میں جماعتی حالات میں دن بدن سختی اور دعا کی تلقین 233
پریشانیوں کی دوری کے لئے لوگ خط لکھیں تو میں لکھتا ہوں نمازوں کی طرف توجہ دیں 75
ربنا آتنا فی الدنیا۔۔۔ وہ دعا ہے جو ہماری جماعت کو بکثرت کرنے کی تلقین حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی 269
قرآن میں انبیاء کی بہت سی دعائیں ہیں جو ہم نماز اور اس کے علاوہ پڑھ سکتے ہیں 75
کافروں کا آنحضرتؐ کے پاس گروہ کی شکل میں آپؐ کو بددعا کرنے سے روکنے کے لئے آنا 53
مسلمانوں کا ظلمات اور فتنوں سے بچنے کے لئے ایک ایسی دعا بلاناغہ نہ پڑھنا جس کی آپؐ نے تلقین فرمائی 83
وہ صحابی جن کی قبر پر دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے 124
وہ قرآنی دعائیں جو نبی کریمؐ روزانہ سونے سے قبل پڑھا کرتے تھے 75
دعائیں تب کام دیتی ہیں جب عملی حالت بھی بہتر بنانے کی کوشش ہو 53

دعوت الی اللہ (نیز دیکھئے "تبلیغ")

دعوت الی اللہ بہترین مومن کی نشانی ہے 175
صحابہ کی دعوت الی اللہ کے لئے مشقت اٹھانا 417

دل

صحابہ کے دلوں کا یقین سے بھرنا 15
وہ وقت جب دل خدا سے الگ نہیں ہوتا 16
ایک صحابی کا جنگ میں کلمہ پڑھنے کے باوجود دشمن کو قتل کرنا اور آپؐ کا فرمانا کیا تُو نے دل چیر کے دیکھا تھا 21
پاکستانی ملاں کے دل خوف خدا سے خالی ہیں 42
دل پر کب اثر ہوتا ہے 52
دل کے سرسری خیالات پر مؤاخذہ نہیں 510

دَم

آنحضرتؐ کا ایک صحابی کا دم کرنا سکھانا 296
آنحضرتؐ کا ایک صحابی کو سانپ کے کاٹنے پر دم کے لئے حضرت عمارہؓ کے پاس بھیجنا 456

دنیا

دنیا اور آخرت میں راحت کے حصول کی دعا 268
دنیا بھی کمائیں لیکن تبلیغ کو ضرور وقت دیں 179
دنیا فانی چیز ہے اس کی لذت اسی کو ملتی ہے جو خدا کے واسطے اسے چھوڑتے ہیں 110
دنیا کے شغلوں کی اللہ نے اجازت دی ہے لیکن اصل مقصد دین ہونا چاہئے 433
دنیا کے لئے دعا کریں بڑی تیزی سے جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے 171
دنیا کے معبودات دنیاوی مفادات ہیں 522
احمدیوں کی دعائیں ہی دنیا کو تباہی سے بچا سکتی ہیں 159
اس زمانہ میں ہر طرف دین و دنیا کے نام پر فتنہ و فساد پھیلا ہوا ہے 160
اللہ کو پکارنے کا حق ادا کرنے کے نتیجہ میں دنیا و آخرت کی حسنات ملیں گی 157
ایسی دنیا کمائیں جو آخرت کی حسنات کی بھی موجب ہو 434

تقویٰ اگر صحیح ہے تو اللہ دنیاوی مسائل خود بخود حل کر دیتا ہے اور پھر دین کی خدمت کی توفیق ملتی ہے 228
خدا کی خاطر دنیا چھوڑنے والوں کو ملنے والی لذت 23

دوڑ

صحابہ کے درمیان آنحضرت ﷺ کا اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ لگوانا 322

دہریت

دہریت آجکل زوروں پر ہے 83
دہریت کے رد کے لئے مسیح موعودؑ کی آمد 140

دہشت گرد

اسلام کے نام پر دہشتگرد گروپوں کو اللہ پکڑے 171

دین

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی نصیحت 164،515
دین کی اشاعت اور اسلام کی حقیقی تصویر دکھانے کے لئے صرف جماعت احمدیہ مالی قربانیاں کر رہی ہے 1
دین کی خدمت اور وقف کی روح کا جذبہ کیا ہوتا ہے 33
دین کے دو کامل حصے ہیں ایک خدا سے محبت اور دوسری بنی نوع سے 56
تربیت اور دین سے جوڑنے کے تعلق میں سب سے اہم بات عبادت ہے 363
تقویٰ اگر صحیح ہے تو اللہ دنیاوی مسائل خود بخود حل کر دیتا ہے اور پھر دین کی خدمت کی توفیق ملتی ہے 228
دنیا کے شغلوں کی اللہ نے اجازت دی ہے لیکن اصل مقصد دین ہونا چاہئے 433
روحانیت بڑھانے کے ساتھ ساتھ دینی علم بڑھانے کی ضرورت اور اس کے ذرائع 166
مومن کو دینی علم سیکھنے اور سکھانے کی تلقین 172
وہ دین نہیں جس میں نماز نہیں 526
اس زمانہ میں ہر طرف دین و دنیا کے نام پر فتنہ و فساد پھیلا ہوا ہے 160

ذکر

روزوں میں بہت سارے ذکر الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے 227
ذکر الٰہی کو پہلے سے بڑھانے کی نصیحت 246
ذکر الٰہی کی تلقین 430

رجیع کا واقعہ

رجیع کے واقعہ کی تفصیلات 253،397

رحمت

رحمت کا غضب کے مقابل پر عام ہونا 262
رحمت کے حصول کے لئے تقویٰ پر چلنے کی تلقین 259
اللہ کی رحمت صرف رمضان کے پہلے عشرہ تک محدود نہیں 261
اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کا ذریعہ توبہ اور استغفار ہے 263
اللہ کی رحمت کے ہر چیز پر حاوی ہونے کا مطلب 258

رمضان / روزے

رمضان احادیث کی رو سے 260
رمضان سے فائدہ اٹھانے کا بنیادی نسخہ 224
رمضان کا مہینہ اور رحمت الٰہی 258
رمضان کی اہمیت، برکات اور مقصد 221
رمضان کے آخری جمعہ میں حضور انور کا بعض دعاؤں کا پڑھنا اور ان کی پر معارف تشریح 270تا279
رمضان کے مختلف عشروں کی اہمیت 261
رمضان میں شیطان کے جکڑے جانے سے مراد 260
رمضان میں عبادتیں کرنے اور برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ 222
رمضان میں لیلۃ القدر کی تلاش کی تلقین 261
اللہ کو تمہارے بھوکا رہنے سے کوئی غرض نہیں 222
اللہ کی رحمت صرف رمضان کے پہلے عشرہ تک محدود نہیں 261
انگلستان کے ایک مسلمان کا ایک عیسائی یا لامذہب کو دوران انٹرویو بتانا کہ معاشرتی دباؤ کے باعث روزہ رکھا ہے

ورنہ دوپہر کو فش وغیرہ کھائی ہے 222،223
احمدیوں کی بڑی ذمہ داری کہ روزوں کا حق ادا کریں 223
صحابہ میں سے ایک جلد روزہ افطار کرتے اور دوسرے نسبتاً دیر سے کرتے 469
یورپ کے وہ نوجوان جو صرف والدین کے لئے روزہ رکھتے ہیں، ان کی بری حالت کا تذکرہ 241
روزوں میں لڑائی جھگڑا، جھوٹ فساد سے اگر ہم نہیں بچ رہے تو یہ تقویٰ نہیں 222

رہبانیت

اسلام کا رہبانیت کو منع فرمانا 433

روایت

اپنی روایات کو ہمیشہ مد نظر رکھیں 444

روحانیت

روحانیت بڑھانے کے ساتھ ساتھ دینی علم بڑھانے کی ضرورت 166
نومبائعین کا احمدیت قبول کرنے کے بعد اپنے اندر روحانی تبدیلیاں پیدا کرنا اور ان میں مالی قربانی کی عادت 529
روحانی اور جسمانی امراض کے لئے دعاؤں اور استغفار کی ضرورت ہے 51
ارشادات حضرت مسیح موعودؑ ہماری روحانی تربیت کا ذریعہ ہیں 507
انسان کو جو بھی روحانی روشنی ملتی ہے وہ عارضی ہوتی ہے اس کو مستقل کرنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے 51

روزنامچہ

روزنامچہ (ڈائری) تیار کرنے کی نصیحت 504

روشنی

انسان کو جو بھی روحانی روشنی ملتی ہے وہ عارضی ہوتی ہے اس کو مستقل کرنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے 51
آنحضرتؐ کا ایک صحابی کو عصا دے کر فرمانا کہ اس سے روشنی حاصل کرو، اس کا مطلب اور حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بھی اس مثال کا ملنا 415،416

رہبانیت

اسلام کا رہبانیت کو منع فرمانا 433

زبان

عقائد، زبان، عام اخلاق میں تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین 226

زکوٰۃ

زکوٰۃ کے چندے کی بابت ایک صحابی کا خواب اور ان کا تقویٰ کا معیار 323
زکوٰۃ کے فنڈ میں مولویوں کا اربوں کا غبن کرنا 236
زکوٰۃ کے متعلق جماعتی نظام 242
ایک بدری صحابی سے زکوٰۃ نہ لینے والی روایت کی بصیرت افروز تشریح 573
خلافت کا انعام پانے والوں کے لئے زکوٰۃ اور مالی قربانی ضروری ہے 242

زمانہ

اس زمانہ میں قہر الٰہی کا زیادہ نازل ہونا، اس سے بچنے کا طریق 518
اس زمانہ میں ہر طرف دین و دنیا کے نام پر فتنہ و فساد پھیلا ہوا ہے 160
آخری زمانہ میں آنحضرتؐ کی دو رنگ کے فتنوں کی پیشگوئی 142
آخری زمانہ میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی پیشگوئی اور جماعت احمدیہ 234،235
اس زمانہ میں آخری تینوں سورتیں پڑھنے کی ذمہ داری احمدیوں کی ہے اور پاکستانی احمدیوں کو خاص طور پر اس سنت کو جاری کرنے کی ضرورت ہے 83

زمین

خیبر کی جنگ کے بعد دشمنوں سے حسن سلوک کی اعلیٰ مثال کہ زمینوں کی ملکیت ان کے پاس رہنے دی اور کچھ ٹیکس یا حصہ وصول کیا جاتا رہا 401

زنا

زنا اور اس کے محرکات سے بچنے کی نصیحت 524

زندگی

زندگی کو غربت اور مسکینی سے بسر کرنا تقویٰ کی شرط ہے 230
ارشادات حضرت مسیح موعودؑ ہماری زندگی کا لائحہ عمل ہیں 508

س، ش، ص

سزا

اللہ کے کسی کو سزا دینے کی وجہ 262
دل کے سرسری خیالات پر مؤاخذہ نہیں 510
ظلم اور عہد شکنی کے بعد سزا دینے پر بھی بعض لوگوں کا آنحضرتؐ پر ظلم کا اعتراض کرنا 397
غلط باتوں کو سن کر خاموش رہنے والے بھی خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے 513

سگریٹ

ایک چیف کا خلیفۃ المسیح کی سگریٹ نوشی نہ کرنے کی بابت ہدایت سن کر ایک چیف کا سگریٹ نوشی ترک کرنے کا عہد اور حضور کا خطاب سن کر احمدیت قبول کرنے کا عزم 377
جلسہ کے دوران سگریٹ پینے والوں کو ہدایت 365
لمبی فلائیٹس کے دوران اگر سموکنگ نہیں کر سکتے تو جلسہ کے دوران کیوں نہیں صبر کر لیتے 377

سلام

لوگوں کو سلام کہنا بھی نیکی ہے 21
جبریلؑ کا آنحضورؐ کو شہید ہونے والے صحابہ کا سلام پہنچانا 113
ایک صحابی کا موت کے وقت مسلمانوں کو سلام پہنچانا 124

سنت

اس زمانہ میں آخری تینوں سورتیں پڑھنے کی ذمہ داری احمدیوں کی ہے اور پاکستانی احمدیوں کو خاص طور پر اس سنت کو جاری کرنے کی ضرورت ہے 83
جس کام کو آپؐ نے باقاعدہ جاری رکھا اس سنت کو کرنا آج اس زمانہ میں ہمارا فرض ہے 76

سوالی

سوالی کو دیکھ کر بعض لوگوں کا چڑنا 103

سود

سب سے بڑا سود مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ ہے 20

آخری تین سورتیں

صحابہ کو آخری تین سورتوں کی برکات اور اہمیت کا آنحضرتؐ کا احساس دلانا 76
اس زمانہ میں آخری تینوں سورتیں پڑھنے کی ذمہ داری احمدیوں کی ہے اور پاکستانی احمدیوں کو خاص طور پر اس سنت کو جاری کرنے کی ضرورت ہے 83

سوشل میڈیا (نیز دیکھئے "میڈیا")

نوجوانوں کو خاص نصیحت کہ سوشل میڈیا اور دوسری غلط قسم کی صحبتوں سے اجتناب کریں 504

شراب

شراب پینے والے کا تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں 165
شرابی وغیرہ آنحضرتؐ کے امتی نہیں ہو سکتے 170
عرب میں شراب نوشی وغیرہ کی کثرت 197
شراب نوشی کی کثرت کے باوجود صحابہ کا اسے ترک کرنا 516
صحابہ کا شراب نوشی ترک کرنے کا واقعہ 571

شرک

شرک خفی کی کئی مثالیں ہیں 241
شرک سے بچنے کی تلقین حدیث کی رو سے 241
شرک کی اقسام 499،521
ایک صحابی کی شرک مٹانے کی ترکیب جو بتوں کو جلانے کے لئے ایک صحابیہ کے سپرد کر دیتے تھے 399،400
کسی کا یہ کہنا کہ لوگ خلافت یا خلیفہ وقت کو اس حد تک اونچا مقام دے دیتے ہیں گویا وہ شرک کی حد تک چلے گئے ہیں، اس کا جواب 522

شفاعت

شفاعت کی حقیقت 53

آنحضرتؐ حقیقی شفیع ہیں 57

شکر

اللہ کی شکر گزاری ضروری ہے کہ اس نے ہمیں زمانہ کے امام کو ماننے کی توفیق دی 23
جلسہ یوکے کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اظہار بطور تشکر 367
جلسہ سالانہ یوکے کے اختتام پر کارکنان کا شکریہ 367
جلسہ سالانہ جرمنی اور بیلجئیم کے کارکنان کا شکریہ 443

شکایات

خاندان حضرت مسیح موعود کی بعض شکایات پر حضور انور کا خط 34

شہادت / شہید

احد کی جنگ میں حضرت حمزہؓ کی شہادت کا تذکرہ 204
محمد ظفر اللہ شہید کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب 420
احد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کے لئے آنحضورؐ کا تشریف لے جانا 625
ڈاکوؤں کی وجہ سے دو شہید ہونے والے احمدیوں کی نماز جنازہ غائب 333

شیطان

رمضان میں شیطان کے جکڑے جانے سے مراد 260
مرتے وقت ایک شخص کے پاس شیطان کا آنا 26
شیطان سے پناہ مانگنے کی دعا 79
شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے قرآنی دعائیں 82
شیطان کی خواہش 103
وہ لوگ جن کے سروں پر شیطان سوار ہوتا ہے 164

صحابہ

میں چاہتا ہوں کہ ایک تمام بدری صحابہ کا ذکر ایک جگہ جماعتی لٹریچر میں آجائے 484
ایک بدری صحابی سے زکوۃ نہ لینے والی روایت کی بصیرت افروز تشریح 573
بدر اور صلح حدیبیہ میں شامل ہونے والا جہنم میں داخل نہیں ہوگا 355
بدر کی جنگ میں شامل ہونے والے صحابہ کا مقام اپنی جگہ قائم ہے چاہے وہ چند سطر کا ہی ہو 306
بدر کی جنگ میں شامل ہونے والے صحابہؓ کے حالات بیان کرنے کے سلسلہ کا آغاز جن کا ایک خاص مقام ہے 197
بدر کے روز آنحضرتؐ کا قیدیوں کے بارہ میں صحابہ سے مشاورت فرمانا 476
بدر کے موقع پر ایک صحابی کو تیر لگنے پر اس کا آنحضرتؐ سے بدلہ لینے کا نرالا انداز 345
بدر کے میدان میں ایک جگہ پڑاؤ کرنے پر ایک صحابی کا مشورہ کہ آپ نے الہام کے ماتحت جگہ پسند فرمائی ہے یا محض فوجی تدبیر کے طور پر 313
بدر میں شامل صحابہ کی تعداد کا شمار کیا جانا جو 313 تھی 579
بدری صحابہ کا ذکر خیر ہمارے لئے برکت کا موجب ہے 484
بئر معونہ کے موقع پر صحابہ کی دعا پر ان کے حالات کی خبر جبرائیلؑ نے آنحضرتؐ کو دی 386
صحابہ اپنی مرادوں کو پانے والے تھے 126
صحابہ راتوں کے راہب اور دین کے ستارے تھے 256
صحابہ ستاروں کی مانند 515
صحابہؓ سے آنحضرتؐ کا مشورہ کرنا 315
صحابہ سے نبی کریمؐ کی محبت کا ایک انداز 118
صحابہ کا اصل مقصد اللہ کی رضا کا حصول تھا نہ کہ دنیاوی کامیابیاں 386
صحابہ کا اعلیٰ مقام 197
صحابہ کا توکل علی اللہ اور قناعت 468
صحابہ کا جرأت اور حکمت سے تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینا 353
صحابہ کا حق کے لئے لڑائی کرنا اور جان دینا 292
صحابہ کا خدا سے سچا تعلق اور عشق 14
صحابہ کا شراب نوشی ترک کرنے کا واقعہ 571
صحابہ کا شیوہ، حق بات کہنا اور کسی سے نہ ڈرنا 19
صحابہ کا مذہب پر حملہ کے باعث جنگ کرنا 122
صحابہ کا مقام ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے 120

صحابہ کا نماز اور عبادت میں محو رہنے کا ایک انداز 344
صحابہ کا نمونہ اپنی جماعت میں دیکھنے کی حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش 130
صحابہ کو آخری تین سورتوں کی برکات اور اہمیت کا آنحضرتؐ کا احساس دلانا 76
صحابہؓ کو شروع میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کرنے میں بڑی دقتیں پیش آئیں 117
صحابہ کو مکہ سے ہجرت کرنے میں مشکلات کا سامنا، حضرت ام سلمہؓ کو مکہ والوں کا نہ جانے دینا 327
صحابہ کے آنحضرتؐ سے عشق و محبت کے عجیب انداز تھے 346
کسی غلط فہمی کی وجہ سے صحابہ پر بدظنی نہیں کرنی چاہئے220
صحابہ کے بلند مقام کا تذکرہ ارشادات حضرت اقدسؑ کی روشنی میں 14
صحابہ کی پیدا کردہ پاک تبدیلیاں 521
صحابہ کی جنگوں کے معاملات اللہ کے سپرد ہیں، ان معاملات اور اختلافات کو ہمارا کام نہیں کہ اپنے دلوں میں جگہ دیں 319
صحابہ کے درمیان آنحضرت ﷺ کا اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ لگوانا 322
صحابہ کی دعوت الی اللہ کے لئے مشقت اٹھانا 417
صحابہ کے عام روزمرہ کے معاملات میں عشق رسول کے نظارے 117
صحابہ کی غلطیوں پر کچھ کہنے کی بجائے ان سے سبق لینا چاہئے 320
صحابہ کی قربانیوں کا پر معارف تذکرہ 146 تا150
صحابہ کے وہ اعلیٰ اخلاق جو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں389
صحابہؓ میں آپؐ کی قوت قدسی سے پیدا ہونے والا انقلاب14 تا18
صحابہ میں خلافت کی اطاعت کا نمونہ 474
صحابہ میں سے ایک جلد روزہ افطار کرتے اور دوسرے نسبتاً دیر سے کرتے 469
صحابہ میں سے آنحضورؐ کی عادات و خصائل کے اعتبار سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قریب ترین تھے 465
صحابہؓ نبی کریمؐ کے اللہ کی رضا کے حصول کے لئے مالی قربانی کے واقعات 2
صحابہ نبی کریمؐ کے عظیم الشان مقام کا تذکرہ احادیث اور ارشادات حضرت اقدسؑ کی رو سے 110 تا131
صحابہ نفسانی خواہشات سے پاک تھے 111
صحابہ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھنے والے تھے 128
احد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کے لئے آنحضورؐ کا تشریف لے جانا 625
اگر امیر معاویہ باغی گروپ میں سے تھے تو پھر ان کا نام جماعت میں عزت سے کیوں لیا جاتا ہے؟ اس غلط فہمی کا جواب 319
انتخاب خلافت کے وقت صحابہ کی تقریریں اور حضرت ابو بکرؓ کی سب سے مؤثر تقریر 314
ایک صحابی کی شرک مٹانے کی ترکیب جو بتوں کو جلانے کے لئے ایک صحابیہ کے سپرد کر دیتے تھے400،399
ایک صحابیہ کا اپنے خاوند کے ڈر سے تعویذ چھپانا اور اس کے خاوند کا علم ہونے پر اس تعویذ کو پھینک دینا 466
ایک غریب صحابی سے آنحضرتؐ کی دلداری کا دلفریب انداز 591
ایک یہودی کا مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کر کے کہنا کہ اگر اس لڑکے (حضرت عاصمؓ) نے عمر پائی تو یہ ضرور اس نبی کو دیکھے گا 569
آنحضرتؐ کا ایک صحابی سے قرآن سننا 464
آنحضرتؐ کا مختلف اصحاب کو تقریر کا ارشاد فرمانا اور حضرت ابن مسعودؓ کی تقریر پسند فرمانا 471
آنحضرتؐ کے وصال کے وقت مسلمانوں کی حالت اور حضرت ابو بکرؓ کا اسے کنٹرول کرنا 314
جنگ احد کے موقع پر آنحضرتؐ کی اپنے صحابہ کی دلجوئی اور صحابہ کی عدیم المثال قربانی 214
جنگ کرنے کا طریق آنحضرتؐ کا اپنے صحابہؓ کو بتانا395
حرمت والے مہینوں میں غلطی سے بعض صحابہ کی

مشرکین سے لڑائی 211
حضرت عثمانؓ کے دور میں فتنہ پھیلانے والوں کے جھانسے میں بعض صحابہ کا آنا 280
حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ میں مالی قربانی کے لئے جوش پر مشتمل واقعات 3
حضرت مسیح موعودؑ کے بعض غریب صحابہ کی قربانیوں کا تذکرہ 4
حضور انور کا صحابہ کی سیرت پر خطبات دینا کہ ہمارے سامنے ان کے نمونے آجائیں 515
ذرا ذرا سی بات پر جھوٹی غیرت اور انا میں مبتلا ہونے والوں کے لئے صحابہ کی ذات میں نمونہ کہ کیسے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے آپس میں بھائی بھائی بن گئے 407
صحابہ کا تیز چلنے کا معیار اور یہ کہ فاصلہ طے کر کے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھنے آتے 416
صحابہ میں سے ایک میاں بیوی کا آنحضرتؐ اور چند صحابہ کی ضیافت کرنا اور حضورؐ کا انہیں خادم عطا فرمانا جس سے نیک سلوک کی تلقین کی، اس صحابی کی بیوی نے کہا کہ تم اس نصیحت کا حق ادا نہیں کر سکو گے اس پر اس صحابی نے وہ غلام آزاد کر دیا 390
صدقہ کے حکم پر ایک صحابی کا رات بھر مزدوری کر کے پیسے لانا اور منافقین کا ان پر اعتراض 417
قرآن صحابہ کی تعریف سے بھرا پڑا ہے 131
واقعہ افک کے موقع پر آنحضرتؐ کا صحابہ سے مشورہ فرمانا 611
وہ خوش نصیب صحابی جن کا دور اسلام میں امیر المومنین لقب رکھا گیا 210
وہ صدق جو صحابہ کرام نے دکھایا 119
حضرت حاطب کا مکہ پر چڑھائی کے وقت مکہ والوں کو بذریعہ خط اطلاع دینا غلطی تھی، نیت مسلمانوں کو نقصان پہنچانا نہیں تھا 288
نبی کریم ﷺ کی قوت قدسیہ کا صحابہ پر اثر 111
ایک صحابی کی جذباتی کیفیت کا بیان کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ایک کام سے معذرت کرنا اور اس کی وجہ یہ بتانا کہ پہلے واپس آنے پر حضورؐ کی دعائیں ملتی تھیں جو اب نہیں ہیں 391
نبی کریمؐ کی دعا کے نتیجہ میں ایک صحابی کا قرض دور ہونا 147
وہ صحابی جن کی قبر پر دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے 124
صحابیات کا اطاعت رسول اللہؐ کا معیار 205،206

صحاح ستہ

صحاح ستہ کے تراجم کے لئے بورڈ کا قیام جس کا نام نور فاؤنڈیشن ہے 618

صحبت

نوجوانوں کو خاص نصیحت کہ سوشل میڈیا اور دوسری غلط قسم کی صحبتوں سے اجتناب کریں 504

صدق

وہ صدق جو صحابہ کرام نے دکھایا 119

صدقہ

صدقہ کے حکم پر ایک صحابی کا رات بھر مزدوری کر کے پیسے لانا اور منافقین کا ان پر اعتراض 417

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کے واقعہ کی تفصیلات 343
حدیبیہ کی صلح ایک فتح 401،402

ظ،ع،غ

ظلم

ظلم اور شرارت سے بچنے کی نصیحت 525
ظلم اور عہد شکنی کے بعد سزا دینے پر بھی بعض لوگوں کا آنحضرتؐ پر ظلم کا اعتراض کرنا 397
سب سے بڑا ظلم بھائی کے حق میں سے ایک ہاتھ زمین دبا لینا ہے 525

ظن

ہمیشہ حسن ظن رکھنے کی تلقین 402

عائلی معاملات

مردوں اور عورتوں کے لئے سبق کہ محبت کرنے والے

خاوند اور بچوں کی فکر کرنے والی مائیں بنیں 215
انٹرنیٹ پر غلط فلموں کے دیکھنے کے باعث گھروں کا ٹوٹنا 524
خاندانی جھگڑوں اور رشتوں کے نہ چلنے کی ایک بہت بڑی وجہ جھوٹی انائیں ہیں 407

عبادت

عبادت اور نماز کی اہمیت، احادیث کی روشنی میں 238،239
عبادت اور نماز کی اہمیت 525
عبادت کا حق ادا کرنے کا طریق 157
عبادت کے لئے اللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے اور اس کے طریق بھی بتائے ہیں 75
تربیت اور دین سے جوڑنے کے تعلق میں سب سے اہم بات عبادت ہے 363
چار باتیں جن میں سے ایک بھی چھوڑ دی تو باقی تینوں کا کوئی فائدہ نہیں 458
رمضان میں عبادتیں کرنے اور برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ 222

عدل

عدل اور انصاف کی تعلیم 102

عذاب

اس غلط فہمی کا جواب کہ اگر انسان کو عذاب دینا ہے تو پھر اللہ نے پیدا کیوں کیا؟ 258

علم

ہمارے غالب آنے کے ہتھیار - دینی علم 182
روحانیت بڑھانے کے ساتھ ساتھ دینی علم بڑھانے کی ضرورت اور اس کے ذرائع 166
مومن کو دینی علم سیکھنے اور سکھانے کی تلقین 172

عمر

تبلیغ کے کام میں مصروفیت سے عمر بڑھتی ہے 170

عمل صالح

عمل صالح بجالانے کی تلقین 172
عمل صالح سے مراد 44
عمل صالح کی تعریف 143
عمل، اطاعت کامل ہو تب اعمال صالحہ ہوتے ہیں 182
عمل، دعائیں تب کام دیتی ہیں جب عملی حالت بھی بہتر بنانے کی کوشش ہو 53
عمل، آنحضرتؐ کے عملوں کا اعلیٰ معیار 97
اعمال صالحہ بکثرت بجالانے کی تلقین 181
اعمال صالحہ کی اہمیت اور کیفیت 180
اعمال صالحہ کی حقیقت کیا ہے؟ 181

عہدہ / عہدیدار

کام کو فالو اپ کرنے کی بھی عہدیداروں کو کوشش کرنی چاہئے 32
عہدیدار کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کو تسلی کروائے 33
اگلی نسلوں کو سنبھالنے کے لئے بڑوں اور عہدیداروں کو تقویٰ کی ضرورت ہے 513
بعض عہدیداروں کا نمازوں کو ترک کر دینا 33
تبلیغ کے لئے حالات کے مطابق عہدیداروں کی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے 176
وہ احساس جو ہر عہدیدار میں پیدا ہونا ضروری ہے 32
عہدیداروں کا آپس کی رنجشوں کے باعث خلیفہ وقت کے پیچھے نماز کی بھی پرواہ نہ کرنا 521
عہدیداروں، افسروں کے اعلیٰ اخلاق کا تب پتہ چلے گا جب وہ اپنے آپ کو قوم کا خادم سمجھیں گے 99

عید

جمعہ اور عیدین سے بھی افضل دن، انسان کی توبہ کا دن 53

غربت / غریب

ایک غریب صحابی سے آنحضرتؐ کی دلداری 591
اسلام کے آغاز میں غرباء کو شاندار خدمات کی توفیق ملنا 280
غربت کی انتہاء کو پہنچے ہوئے لوگوں میں مالی قربانی کا جذبہ 6
غریبوں سے آنحضرتؐ کی شفقت 562

غضب

رحمت کا غضب کے مقابل پر عام ہونا 262

غلام / غلامی

اسلام میں غلاموں کو دیا جانے والا مقام 217

حجۃ الوداع کے موقع پر غلاموں سے حسن سلوک کی تعلیم 592

صحابہ میں سے ایک میاں بیوی کا آنحضرتؐ اور چند صحابہ کی ضیافت کرنا اور حضورؐ کا انہیں خادم عطا فرمانا جس سے نیک سلوک کی تلقین کی، اس صحابی کی بیوی نے کہا کہ تم اس نصیحت کا حق ادا نہیں کر سکو گے اس پر اس صحابی نے وہ غلام آزاد کر دیا 390

غلبہ

نبیوں اور رسولوں کی مدد اور غلبہ کے متعلق سنت اللہ 173،174

ہمارے غالب آنے کے ہتھیار 182

ف،ق،ک

فتنہ

آخری زمانہ میں آنحضرتؐ کی دو رنگ کے فتنوں کی پیشگوئی 142

مسلمان تاریخ سے سبق سیکھنے کی بجائے آپس میں فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں 601

فرشتے (دیکھئے "ملائک")

فرقہ

نیا فرقہ بنانے کی مسیح موعودؑ کو کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب 141

فساد

فساد کو دور کرنے کے لئے مسیح موعودؑ کی بعثت 139

اس زمانہ میں ہر طرف دین و دنیا کے نام پر فتنہ و فساد پھیلا ہوا ہے 160

روزوں میں لڑائی جھگڑا، جھوٹ فساد سے اگر ہم نہیں بچ رہے تو یہ تقویٰ نہیں 222

مسلمانوں کے اس وقت دنیا میں فسادوں کی نذر ہونے کی وجہ 161

فقہی مسائل

جو بچے adopt کرتے ہیں ان کے لئے وضاحت کہ قرآنی حکم کے مطابق والدین کا نام لکھنا چاہئے سوائے ان بچوں کے جو اداروں کی طرف سے ملتے ہیں اور ان کے والدین کا نہیں بتایا جاتا 382

حج کے ایام میں مکہ میں حضرت عثمانؓ کا چار رکعتیں پڑھنا جبکہ آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکر و عمرؓ نے دو دو پڑھی تھیں، اس پر اعتراض کیا جانا اور حضرت عثمانؓ کا جواب 473

حضرت عائشہؓ پر بہتان لگانے کی وجہ سے تین اشخاص کو کوڑے لگے 613

خیبر کی جنگ کے بعد دشمنوں سے حسن سلوک کی اعلیٰ مثال کہ زمینوں کی ملکیت ان کے پاس رہنے دی اور کچھ ٹیکس یا حصہ وصول کیا جاتا رہا 401

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی دلیل 571

منڈی میں مال فروخت کرنے اور قیمتوں کے تقرر کی بابت اسلامی تعلیم 355

ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کرنے میں حکمت 403

فنا

ہر چیز کو فنا ہے اور ہمیشہ رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے 25

فیصلہ

اطاعت کی اہمیت اور خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ کریں گے، اس کی وضاحت 530

معروف فیصلہ کی تشریح کرنا خلیفہ وقت کا کام ہے کسی اور کا نہیں 531

قبر

احد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کے لئے آنحضورؐ کا تشریف لے جانا 625

قرآن شریف

قرآن صحابہ کی تعریف سے بھرا پڑا ہے 131

قرآن کریم پر غور و فکر کی تلقین 167

قرآن کریم کی بعض دعاؤں کا پر معارف تذکرہ 270تا275
قرآن کو بار بار پڑھنے کی تلقین 512
قرآن کے اسرار و معارف تک پہنچنے کا ذریعہ ارشادات حضرت مسیح موعودؑ ہیں 507
قرآن کی تعلیم کو سمجھنے کے لئے مولویوں کے ذہنوں کو تالے لگے ہیں 236
قرآن کی سب سے عظیم، محکم ترین، جامع ترین، خوفناک ترین، امید افزا آیات کی بابت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے 475
قرآن کے نئے اردو ترجمہ کی بابت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک خواب 63
قرآن میں انبیاء کی بہت سی دعائیں ہیں جو ہم نماز اور اس کے علاوہ پڑھ سکتے ہیں 75
قرآن میں مالی قربانی کی طرف توجہ کا ذکر کئی جگہ ہے 1
ایک صحابی کا بغیر دیکھے قرآن کی املاء کروانا 464
آخری تین سورتوں کی فضیلت احادیث کی روشنی میں 75تا84
آنحضرتؐ کا ایک صحابی سے قرآن سننا 464
آنحضرتؐ نے جن چار صحابہ سے قرآن سیکھنے کا ارشاد فرمایا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود سر فہرست تھے 460
آیات پڑھنا کافی نہیں بلکہ اس کے مضمون پر غور کرتے ہوئے اسے اپنانا ضروری ہے 58
آیت استخلاف کی تفسیر 234
آیت الکرسی اور سورۃ المومن کی پہلی چار آیات کی پر معارف تشریح احادیث اور ارشادات حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں 48
آیت الکرسی اور آخری تین سورتیں نبی کریمؐ رات کو سونے سے قبل پڑھتے 76
آیت الکرسی کی فضیلت اور پر معارف تشریح 55
تقویٰ وطہارت میں ترقی کا معیار قرآن ہے 227
جماعت احمدیہ کے چینی ترجمہ کی اپنی منفرد خصوصیات ہیں، غیروں کا اظہار 184
حضرت ابی بن کعبؓ کا فہم قرآن 118
سورۃ الانعام آیت 53 کی پر معارف تشریح 562
مسلمانوں کا کامل کتاب کو چھوڑ کر اختلافات میں پڑنا اور زمانہ کے امام کو نہ ماننا 160
معاویہ اور حضرت علیؓ کی لڑائی کے دوران معاویہ کی فوج کا قرآن کو اونچا کر کے حکم بنانا 402
ومن احسن قولا۔۔۔ میں تمام خصوصیات ہیں جو ایک مومن کا خاصہ ہونا چاہئے 172
احمدیوں پر یہ اعتراض کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ کو خاتم النبیینؐ نہیں مانتے یا قرآن علیحدہ ہے، دیگر مسلمان جب احمدیوں سے ملتے ہیں، جلسہ کا ماحول دیکھتے ہیں تو یہ غلط تاثر دور ہو جاتے ہیں 443

قرض

قرض کی ادائیگی کی تلقین 148
نبی کریمؐ کی دعا کے نتیجہ میں ایک صحابی کا قرض دور ہونا 147
چندہ کی باقاعدہ ادائیگی سے قرض کا دور ہونا 8

قناعت

صحابہ کا توکل علی اللہ اور قناعت 468

قوم

افسروں کے اعلیٰ اخلاق کا تب پتہ چلے گا جب وہ اپنے آپ کو قوم کا خادم سمجھیں گے 99
کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی جب تک وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے 244

قیمت

منڈی میں مال فروخت کرنے اور قیمتوں کے تقرر کی بابت اسلامی تعلیم 355

قیامت

توبہ کا اثر صرف قیامت پر منحصر نہیں بلکہ دین و دنیا سنور جاتے ہیں 268

کام

کام کو فالو اپ کرنے کی بھی عہدیداروں کو کوشش کرنی چاہئے 32

ایک صحابی کی جذباتی کیفیت کا بیان کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ایک کام سے معذرت کرنا اور اس کی وجہ یہ بتانا کہ پہلے واپس آنے پر حضورؐ کی دعائیں ملتی تھیں جو اب نہیں ہیں 391

آنحضرتؐ اپنے کام خود کرتے تھے 383

کتاب

ایک ہندو کی نبی کریمؐ کی سیرت پر کتاب جس کی حضورؐ نے جماعت کو خرید کر پڑھنے کی تلقین فرمائی 283

ایم ٹی اے پر حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کے پڑھنے کا انتظام ہونا چاہئے 171،172

عثمان چینی صاحب کی وفات پر خدام الاحمدیہ پاکستان کو ان کے متعلق کتاب لکھنے کی تلقین 183

کشتی نوح کے پڑھنے کی تلقین 170

کتب حضرت مسیح موعودؑ کے مطالعہ کی تلقین 167

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ ہماری زندگی کا لائحہ عمل ہیں 508

کرامت

کراماتی بننے کا نسخہ 101

اخلاقی حالت ایک ایسی کرامت ہے جس پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا 101

کفر

کفر کے فتوے لگانے والے نام نہاد علماء اور ان کے فتووں سے مسلمان ملکوں کا امن برباد ہونا 219

نماز کا ترک کرنا انسان کو کفر کے قریب کر دیتا ہے 239

حضرت اقدسؑ کی کفر سے بچنے کی تلقین 262

کنفیوشس ازم

چین میں بدھ ازم اور کنفیوشس ازم اور تاؤازم کی بعض تعلیمات کا آپس میں مخلوط ہونا 189

کنواں

اسلامی حکومت کے تحت چراگاہ اور پانی کے لئے کنویں کھدوائے جانا 356

کھیل

صحابہ کے درمیان آنحضرت ﷺ کا اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ لگوانا 322

صحابہ کا تیز چلنے کا معیار اور یہ کہ فاصلہ طے کر کے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھنے آتے 416

گ،ل،م

گناہ

اللہ اپنی رحمت و کرم سے ستر برس کے گناہ ایک کلمہ سے ایک لحظہ میں بخش دیتا ہے 64

گناہوں کی ہمیشہ بخشش مانگتے رہنا چاہئے 51

ہر ایک عضو کو گناہ سے بچانے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے 527

گوبر

ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کرنے میں حکمت 403

گھوڑا

صحابہ کے درمیان آنحضرت ﷺ کا اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ لگوانا 322

لال کتاب

جلسہ سالانہ بیلجیئم اور جرمنی کی انتظامیہ کو منصوبہ بندیوں کا جائزہ لینے اور لال کتاب میں لکھنے کی ہدایت 444

لٹریچر

چینی زبان میں لٹریچر کی تیاری میں عثمان چینی صاحب کا کردار 184،185

سپین میں جماعتی لٹریچر کی مربیان کے ذریعہ تقسیم 176

فرنچ پروگرام بنانے والوں کو حضور انور کی ہدایت کہ ان کا ترجمہ بھی کسی طریق سے ہو 371

میں چاہتا ہوں کہ ایک تمام بدری صحابہ کا ذکر ایک جگہ

جماعتی لٹریچر میں آجائے 484
انٹرنیٹ پر ہر جگہ جماعتی لٹریچر میسر ہے 141

لذت

خدا کی خاطر دنیا چھوڑنے والوں کو ملنے والی لذت 23

لغو

جلسہ کے دوران لغویات اور فضول باتوں سے پرہیز کی تلقین 362
ٹی وی، انٹرنیٹ، میڈیا میں بیہودگیاں اور لغویات کے سامان ہیں 262،524
لغویات سے پرہیز کے لئے نماز ضروری ہے 243
جلسہ کے دوران لغویات اور فضول باتوں سے پرہیز کی تلقین 362

لقب

وہ خوش نصیب صحابی جن کا دور اسلام میں امیر المومنین لقب رکھا گیا 210

لنگر

پارٹیشن کے وقت لنگر کی مساوی تقسیم کے حوالہ سے حضرت مصلح موعودؓ کا واقعہ 615
گورداسپور والے مقدمہ کے دوران قادیان اور گورداسپور دونوں جگہوں پر لنگر کا چلنا اور اس کے لئے چندہ کی تحریک 3
جلسہ کے دوران لنگر کے شعبہ کو ہدایات 362

مال / مالی قربانی (نیز دیکھئے "انفاق فی سبیل اللہ / چندہ")

اللہ کو گندا اور غلط طریق سے کمایا ہوا مال پسند نہیں 2
صحابہؓ نبی کریمؐ کے اللہ کی رضا کے حصول کے لئے مالی قربانی کے واقعات 2
مالی قربانی کا وہ جذبہ جو آج جماعت کے علاوہ کہیں اور نظر نہیں آتا 4
مالی قربانی کی اہمیت اور افادیت اور مخلصین کی مالی قربانی اور اخلاص کا تذکرہ 533 تا 543
مالی قربانی کی اہمیت 529
مالی قربانی کی برکت سے اناج میں سے کچھ بھی کم نہ ہونے کا اعجازی واقعہ 5
مالی قربانی میں کنجوسی کرنے والے نومبائع کا واقعہ جس کی زندگی ہی بدل گئی 6
مالی قربانیوں کا سلسلہ خدا کے حکم کے مطابق ہے جو آج بھی حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں نظر آتا ہے 4
مالی کمزوری کسی میں ہو تو مدد کرو ورنہ نظام جماعت کو بتاؤ 168
آج روئے زمین پر صرف احمدی ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے مالی قربانی کی سوچ رکھتا ہے 1
جماعت کے آغاز سے ہی اللہ مالی قربانی کرنے والے مخلصین عطا فرما رہا ہے 534
حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ میں مالی قربانی کے لئے جوش پر مشتمل واقعات 3
حضرت مسیح موعودؑ کے بعض غریب صحابہ کی قربانیوں کا تذکرہ 4
خلافت کا انعام پانے والوں کے لئے زکوٰۃ اور مالی قربانی ضروری ہے 242
غربت کی انتہاء کو پہنچے ہوئے لوگوں میں مالی قربانی کا جذبہ 6
قرآن میں مالی قربانی کی طرف توجہ کا ذکر کئی جگہ ہے 1
نومبائعین کا احمدیت قبول کرنے کے بعد اپنے اندر روحانی تبدیلیاں پیدا کرنا اور ان میں مالی قربانی کی عادت 529
وقف جدید کے نئے سال کا اعلان اور دنیا بھر کے احمدیوں کے مالی قربانی کے واقعات کا دلنشین تذکرہ 4
ایک صحابی جنہیں ان کی مالی قربانی کے پیش نظر حضرت مسیح موعودؑ نے سند دی کہ آئندہ انہیں قربانی کی ضرورت نہیں 3

مجاہدہ

تکبر کا جن سچے مجاہدہ اور دعا سے نکلتا ہے 105
مجاہدہ اور دعا سے دل کا غمرہ دور ہوتا ہے 107

مجدد

صدی کے سر پر مجدد کی بعثت 136

نبی ورسول ومجدد کی صداقت کی بڑی نشانی 140

محبت

محبت ایک ایسی شے ہے جو سب کچھ کرا دیتی ہے 113
اللہ سے بے نفس محبت کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے 163
آپس میں محبت، پیار کرنے اور ایک دوسرے کی تکلیف کو سمجھنے اور حقوق ادا کرنے کی ضرورت 167
مردوں اور عورتوں کے لئے سبق کہ محبت کرنے والے خاوند اور بچوں کی فکر کرنے والی مائیں بنیں 215

مُد

مُد اناج تولنے کا پیمانہ جس کا وزن کلو سے بھی کم یا اس کے برابر ہو 2

مداہنت

مداہنت اسلام کی تعلیم نہ ہے 102

مذہب

مذاہب کے درمیان نفرت اور انسانیت کے احترام کا ایک طریق 401
اسلام میں اعلیٰ اخلاق کو اپنوں اور غیروں کے لئے اپنانے کی جتنی تعلیم دی گئی ہے اتنی کسی اور مذہب میں نہیں لیکن مسلمان پھر بھی بدقسمت ہیں، اس کی وجہ 97
صحابہ کا مذہب پر حملہ کے باعث جنگ کرنا 122
چین میں بدھ ازم اور کنفیوشس ازم اور تاؤازم کی بعض تعلیمات کا آپس میں مخلوط ہونا 189
مذہبی پابندیوں کی وجہ سے پاکستانی احمدیوں کا یورپ آنا اور ان کی معاشی حالت میں بہتری 155

مربی

مربیان کا پہلا فرض تبلیغ کے لئے مختلف راستے تلاش کرنا177
ایک ماں کا اظہار، بیٹے کی تقرری بطور مبلغ افریقہ کے ایک ملک مالی میں ہوئی کسی نے کہا وہاں نہ بھجوائیں وبا پھیلی ہوئی ہے تو اس نے کہا وقف کے بعد یہ اللہ کے ہیں مجھے فخر ہے کہ خدا نے میرے بچوں کو اپنی خدمت کی توفیق دی394
سپین میں جماعتی لٹریچر کی مربیان کے ذریعہ تقسیم 176

مسجد

مساجد کی تعمیر کا ایک مقصد اشاعت اسلام ہے 500
مسجد بیت العافیت فلاڈلفیا کا افتتاح 498
مسجد کی تعمیر کا بنیادی مقصد 498
مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی دلیل 571
بالٹی مور کی مسجد بیت الصمد کا افتتاح اور اس کے کوائف550
فلاڈلفیا میں مسجد کے افتتاح کے موقع پر غیروں کے تاثرات 548
مسیح موعودؑ کے زمانہ کی ایک یادگار کو پاکستان میں نقصان پہنچائے جانے پر ہمارے جذبات 237
ہماری مساجد خالصۃً اللہ کی عبادت کے لئے ہیں پھر بھی ان کے تقدس کو پامال کیا جاتا ہے 236،237
سیالکوٹ میں ہماری مسجد پر پولیس اور انتظامیہ کی سرکردگی میں مولویوں اور ان کے چیلوں کا دھاوا 236

مسلمان

مسلمان آجکل ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے ہیں، ان کے اور دنیا میں امن کے لئے دعا کی تلقین 577
مسلمان تاریخ سے سبق سیکھنے کی بجائے آپس میں فتنوں میں پڑے ہوئے ہیں 601
مسلمان کی تاریخ کی کتاب میں تعریف اور مولویوں کے اس کے خلاف فتوے 571
مسلمان ممالک کو مظلومیت کے نام پر روس اور امریکہ کی تباہ کرنے کی سازش 171
پورے مسلمان بننے کا طریق 436
حضرت حاطبؓ کا مکہ پر چڑھائی کے وقت مکہ والوں کو بذریعہ خط اطلاع دینا غلطی تھی، نیت مسلمانوں کو نقصان پہنچانا نہیں تھا 288
مسلمانوں کے درود پڑھنے کے باوجود ان کی دینی اور دنیاوی لحاظ سے بدتر حالت، اس کی وجہ 430
سب سے بڑا سود مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ ہے20

صحابہ کے وہ اعلیٰ اخلاق جو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں 389
کفر کے فتوے لگانے والے نام نہاد علماء اور ان کے فتووں سے مسلمان ملکوں کا امن برباد ہونا 219
آنحضرتؐ کے وصال کے وقت مسلمانوں کی حالت اور حضرت ابو بکرؓ کا اسے کنٹرول کرنا 314
مولویوں کا خود اپنی طرف سے مسلمان کی تعریفیں اور بنانا جبکہ کتابوں میں اور لکھی ہیں 458
مسلمانوں پر جنگوں کے خاص شوق کے الزام کی تردید 249
مسلمانوں سے اللہ کی مدد کا آج اٹھنا اور اس کی وجہ 633
مسلمانوں کا ظلمات اور فتنوں سے بچنے کے لئے ایک ایسی دعا بلاناغہ نہ پڑھنا جس کی آپؐ نے تلقین فرمائی 83
مسلمانوں کا کامل کتاب کو چھوڑ کر اختلافات میں پڑنا اور زمانہ کے امام کو نہ ماننا 160
مسلمانوں کے اس وقت دنیا میں فسادوں کی نذر ہونے کی وجہ 161
مسلمانوں کے آپس میں اختلافات کی انتہا 122
مسلمانوں کے ضعف کی ایک وجہ اختلافات اور اندرونی تنازعات ہیں 244
مسلمانوں کے ظاہری اعمال تو مسلمانوں جیسے ہیں مگر ان میں روح نہیں، تقویٰ نہیں 142
مسلمانوں میں تفرقہ اور دوری کی ایک بڑی وجہ 319
اسلام کے نام پر مسلمانوں کا آپس میں ظلم اور قتل و غارت گری 22

مسیح موعودؑ

مسیح موعودؑ سے اعلیٰ تعلق کا اظہار صرف عمارتوں کی حفاظت سے نہیں بلکہ آپ کی تعلیم پر عمل سے ہے 237
مسیح موعود کا انکار خدا اور رسول اللہؐ کا انکار ہے 136
مسیح موعودؑ کا پیشگوئیوں کے مطابق وقت پر آنا 173
مسیح موعودؑ کی آمد کا مقصد آنحضرتؐ کی کھوئی ہوئی عظمت کا اظہار اور قرآن کی سچائی کو دکھانا ہے 178
مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد، ضرورت اور مقام 134
مسیح موعودؑ کی بعض دعائیں 278
مسیح موعود کی پیروی کرنے والا ہلاک نہ ہوگا 137
مسیح موعودؑ کے زمانہ کی ایک یادگار کو پاکستان میں نقصان پہنچائے جانے پر ہمارے جذبات 237
ایک صحابی جنہیں ان کی مالی قربانی کے پیش نظر حضرت مسیح موعودؑ نے سند دی کہ آئندہ انہیں قربانی کی ضرورت نہیں 3
احمدیت آج 210 ملکوں میں پھیلی ہے جو مسیح موعود کی صداقت کی دلیل ہے 138
حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کی قبولیت کے لئے ہمیں اپنے آپ کو دعاؤں کا اہل بنانے کی ضرورت ہے 232
خدا کے مامور کے انکار کی وجہ سے مسلمانوں سے اللہ کی مدد کا آج اٹھ جانا 633
مولویوں کا مسیح کی آمد کا انتظار مگر آنے پر انکار 565
احمدیت کے پھیلنے کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں 174،175
ایم ٹی اے پر حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کے پڑھنے کا انتظام ہونا چاہئے 171،172
خلافت کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کے لگائے ہوئے بیجوں کا پوری دنیا میں پھیلنا 174
خلیفہ کے آنے کا کیا مقصد ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ سے کسی نے سوال پوچھا، اس کا جواب 237
فساد کو دور کرنے کے لئے مسیح موعودؑ کی بعثت 139
کتب حضرت مسیح موعودؑ کے مطالعہ کی تلقین 167
مسلمانوں کا کامل کتاب کو چھوڑ کر اختلافات میں پڑنا اور زمانہ کے امام کو نہ ماننا 160
نیا فرقہ بنانے کی مسیح موعودؑ کو کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب 141

مشورہ

بدر کے میدان میں ایک جگہ پڑاؤ کرنے پر ایک صحابی کا مشورہ کہ آپ نے الہام کے ماتحت جگہ پسند فرمائی ہے یا

محض فوجی تدبیر کے طور پر 313
بدر کے روز آنحضرتؐ کا قیدیوں کے بارہ میں صحابہ سے مشاورت فرمانا 476
صحابہؓ سے آنحضرتؐ کا مشورہ کرنا 315
واقعہ افک کے موقع پر آنحضرتؐ کا صحابہ سے مشورہ 611

مصلح موعودؓ

مصلح موعود کی 58 نشانیاں اور ان کے بارہ میں دوسروں کے تاثرات اور آراء 89
اس سوال کا جواب کہ یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں جبکہ دیگر خلفاء کے یوم پیدائش نہیں منائے جاتے؟ 85
پارٹیشن کے وقت لنگر کی مساوی تقسیم کے حوالہ سے حضرت مصلح موعودؓ کا واقعہ 615
بزرگان سلسلہ کو بذریعہ رؤیا حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں بتایا جانا 88
پیشگوئی مصلح موعود کی تفصیلات اور اس کا پر معارف تذکرہ 85 تا 96

معاشرہ

خوبصورت معاشرہ کے قیام کے لئے ضروری باتیں 148
خلیفہ وقت کی باتوں پر عمل سے نئی نسل کو پاک صاف معاشرہ مل سکتا ہے 375
فیملی کے بکھرنے سے معاشرہ بکھر جاتا ہے 376
نام نہاد ترقی یافتہ معاشرہ آزاد خیالی کے باوجود اپنے بچوں کو پورونوگرافی سے بچا رہا ہے 524
معاشرہ کو پرامن بنانے کا طریق 552

معجزہ

آنحضرتؐ کا ایک صحابی کو عصا دے کر فرمانا کہ اس سے روشنی حاصل کرو، اس کا مطلب اور حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بھی اس مثال کا ملنا 415،416
آنحضرتؐ کی برکت سے گابھن نہ ہونے والی بکری کا دودھ دینا 459
غزوہ تبوک میں آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہونا اور منافق کا استہزاء اور اللہ کا اونٹنی کے فلاں جگہ ہونے کا علم دینا 457

مغفرت

اللہ اپنی رحمت و کرم سے ستر برس کے گناہ ایک کلمہ سے ایک لحظہ میں بخش دیتا ہے 64

ملاں / مولوی

پاکستانی ملاں کے دل خدا کے خوف سے خالی ہیں، اللہ ان سے قوم کو جلد چھڑائے 42
زکوٰۃ کے فنڈ میں مولویوں کا اربوں کا غبن کرنا 236
سیالکوٹ میں ہماری مسجد پر پولیس اور انتظامیہ کی سرکردگی میں مولویوں اور ان کے چیلوں کا دھاوا 236
مولوی، قرآن کی تعلیم کو سمجھنے کے لئے مولویوں کے ذہنوں کو تالے لگے ہیں 236
کفر کے فتوے لگانے والے نام نہاد علماء اور ان کے فتووں سے مسلمان ملکوں کا امن برباد ہونا 219
پاکستان میں علماء کے دو گروپس کی آپس میں ٹھن جانا اور احتجاج ہونا 235
پاکستانی مولوی حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں سرفہرست ہیں 83
مولویوں کا خود اپنی طرف سے مسلمان کی تعریفیں اور بنانا جبکہ کتابوں میں اور لکھی ہیں 458
مولویوں کا مسیح کی آمد کا انتظار مگر آنے پر انکار 565

ملائکہ

ملائکہ کا وسیع نظام اور حضرت خلیفہ اولؓ کا فرشتوں سے ہمکلام ہونا 317
ملائکہ کس طرح جنگ بدر میں شامل ہوئے؟ اس کی وضاحت 315
ملائکہ کی اقسام و متفرق تاثیرات 317
بئر معونہ کے موقع پر صحابہ کی دعا پر ان کے حالات کی خبر جبرائیلؑ نے آنحضرتؐ کو دی 386

منافق

بعض منافقین کو آنحضرتؐ کا مسجد سے باہر نکالنا 457

مسجد نبوی میں منافقین کا آنا اور مسلمانوں سے تمسخر کرنا456
غزوہ تبوک میں آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہونا اور منافق کا استہزاء اور اللہ کا اونٹنی کے فلاں جگہ ہونے کا علم دینا457

منڈی

منڈی میں مال فروخت کرنے اور قیمتوں کے تقرر کی بابت اسلامی تعلیم 355

مہمان نوازی

مہمانوں کے حقوق و فرائض اور آنحضرتؐ کا اعلیٰ ترین اسوہ 360
جلسہ کے مہمان اور کارکنان خاموش تبلیغ کر رہے ہوتے ہیں 360
جلسہ کے مہمانوں کو نصائح وہدایات 428

مہینہ

حرمت والے مہینوں میں غلطی سے بعض صحابہ کی مشرکین سے لڑائی 211

مومن

مومن بیکار اور فضول باتوں کو چھوڑتا ہے 362
مومن زنا، چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا 181
مومن کامیابی پر خدا کی حمد کرتا ہے 231
مومن کو دینی علم سیکھنے اور سکھانے کی تلقین 172
مومن کی نشانی کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر خرچ کرتا ہے 1
مومن کی نشانی کہ وہ مقتول ہونے کے لئے تیار رہتا ہے114
حقیقی مومن بننے کا طریق 158
حقیقی مومن کامل فرمانبردار ہوتا ہے 173
دعوت الی اللہ بہترین مومن کی نشانی ہے 175
ومن احسن قولا--- میں تمام خصوصیات ہیں جو ایک مومن کا خاصہ ہونا چاہئے 172

میڈیا (نیز دیکھئے ''سوشل میڈیا'')

ٹی وی، انٹرنیٹ، میڈیا میں بیہودگیاں اور لغویات کے سامان ہیں 262
جلسہ سالانہ یوکے کی پرنٹ میڈیا اور ویب سائیٹس وغیرہ کے ذریعہ کوریج کے اعداد و شمار 379،380
جلسہ پر نعرہ لگانے والوں کے چہروں کے تاثرات اور ان کی حالت کے درست نہ ہونے کا سوشل میڈیا کے ذریعہ علم ہو جاتا ہے 423
جلسہ سالانہ جرمنی اور بیلجیئم کی میڈیا کوریج 452
میڈیا میں اسلام کے بارہ میں بھیانک تصور 442
حضور انور کے امریکہ اور گوئٹے مالا کے دورہ کی میڈیا کوریج کی تفصیلات 559
انٹرنیٹ پر غلط فلموں کے دیکھنے کے باعث گھروں کا ٹوٹنا524
نوجوانوں کو خاص نصیحت کہ سوشل میڈیا اور دوسری غلط قسم کی صحبتوں سے اجتناب کریں 504

ن،و

نبی

نبی خدا کا نام سن کر ادب کی روح سے بھر جاتا ہے 324
نبی و رسول و مجدد کی صداقت کی بڑی نشانی 140
انبیاء کے سب سے زیادہ امتحانوں سے گزرنے کی وجہ 229
آنحضرتؐ کے بعد نبی کے نہ آنے سے مراد 384
قرآن میں انبیاء کی بہت سی دعائیں ہیں جو ہم نماز اور اس کے علاوہ پڑھ سکتے ہیں 75
نبیوں اور رسولوں کی مدد اور غلبہ کے متعلق سنت اللہ 173،174

نرمی

جلسہ کے دوران کارکنان کو نرم زبان کے استعمال کی ہدایت 424

نسل

خلیفہ وقت کی باتوں پر عمل سے نئی نسل کو پاک صاف معاشرہ مل سکتا ہے 375
اگلی نسلوں کو سنبھالنے کے لئے بڑوں اور عہدیداروں کو تقویٰ کی ضرورت ہے 513
جماعت میں بعض قسم کا نسلی امتیاز ہے، اس خیال کا قلع قمع528

نصیحت

صحابہ میں سے ایک میاں بیوی کا آنحضرتؐ اور چند صحابہ کی ضیافت کرنا اور حضورؐ کا انہیں خادم عطا فرمانا جس سے نیک سلوک کی تلقین کی، اس صحابی کی بیوی نے کہا کہ تم اس نصیحت کا حق ادا نہیں کر سکو گے اس پر اس صحابی نے وہ غلام آزاد کر دیا 390

نوجوانوں کو خاص نصیحت کہ سوشل میڈیا اور دوسری غلط قسم کی صحبتوں سے اجتناب کریں 504

نظام

غلط باتوں کو سن کر خاموش رہنے والے بھی خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے 513

نومبائعین تک پہنچنے کے لئے سارے نظام کو فعال ہونا چاہئے 10

نظم

جلسہ کے سیشنز میں پڑھی جانے والی نظمیں صرف حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کی ہوں 444

نعرہ

جلسہ پر نعرہ لگانے والوں کے چہروں کے تاثرات اور ان کی حالت کے درست نہ ہونے کا سوشل میڈیا کے ذریعہ علم ہو جاتا ہے 423

نفس

خودی اور نفسانیت کو ترک کرنے کی تلقین 520

انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے لئے دو چیزوں کا محتاج ہے 156

نفسانی خواہشات کو ترک کرتے ہوئے سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے 23

نماز

نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے 182

نماز سے برکات کے حصول کا طریق 240،241

نماز کے ذریعہ سے آسمان انسان پر جھک پڑتا ہے، اس سے مراد 240

نماز کی قبولیت کی علامتیں 512

نماز کیسی ہو؟ اس کی حقیقت اور روح کے معیار کیا ہیں، اس کا جواب 239

نماز معراج اور تضرع سے بھری ہوئی دعا ہے 51

نماز میں اپنی زبان میں بھی دعا کرنی چاہئے 52

اقام الصلوٰۃ سے مراد 498

انسان اور جانور میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے 526

بعض احمدیوں میں نمازوں، استغفار اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں کمی 145

بعض عہدیداروں کا نمازوں کو ترک کر دینا 33

جلسہ کے دوران پنجوقتہ نماز کے التزام کی تلقین 363

جلسہ کے کارکنان کو نماز باجماعت ادا کرنے کی تلقین 430

جمعہ کا خطبہ نماز کا حصہ ہے 270

حج کے ایام میں مکہ میں حضرت عثمانؓ کا چار رکعتیں پڑھنا جبکہ آنحضرتؐ اور حضرت ابو بکر و عمرؓ نے دو دو پڑھی تھیں، اس پر اعتراض اور حضرت عثمانؓ کا جواب 473

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک صحابی کو نماز، استغفار اور درود شریف بکثرت پڑھنے کا وظیفہ بتانا 455

صحابہ کا تیز چلنے کا معیار اور یہ کہ فاصلہ طے کر کے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھنے آتے 416

عبادت اور نماز کی اہمیت، احادیث کی روشنی میں 238،239

عبادت اور نماز کی اہمیت 525

عہدیداروں کا آپس کی رنجشوں کے باعث خلیفہ وقت کے پیچھے نماز کی بھی پرواہ نہ کرنا 521

قرآن میں انبیاء کی بہت سی دعائیں ہیں جو ہم نماز اور اس کے علاوہ پڑھ سکتے ہیں 75

لغویات سے پرہیز کے لئے نماز ضروری ہے 243

وہ دین نہیں جس میں نماز نہیں 526

ہمارے غالب آنے کے ہتھیار- نمازوں کو پانچ وقت ادا کرنا 182

نمازوں کی طرف توجہ کی ضرورت 517

نمائش

جلسہ کے دوران مختلف نمائشوں سے لوگوں کو جماعت کی تاریخ کا علم ہوا 380

جلسہ کے دوران ریویو آف ریلیجنز کی جانب سے ٹیورن شراوڈ اور شعبہ تبلیغ یوکے کی جانب سے قرآن کریم پر ایک نمائش کا اہتمام 366

نفل

نوافل اور تہجد کی اہمیت 527

نوافل کے ذریعہ فرائض کی کمی کا پورا ہونا 526

نمونہ

بیعت کرنے کے بعد وہ نمونہ جس کی ضرورت ہے 52،53

ذرا ذرا سی بات پر جھوٹی غیرت اور انا میں مبتلا ہونے والوں کے لئے صحابہ کی ذات میں نمونہ کہ کیسے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے آپس میں بھائی بھائی بن گئے 407

نور فاؤنڈیشن

صحاح ستہ کے تراجم کے لئے بورڈ کا قیام جس کا نام نور فاؤنڈیشن ہے 618

نومبائع

مالی قربانی میں کنجوسی کرنے والے نومبائع کا واقعہ جس کی زندگی ہی بدل گئی 6

نومبائعین تک پہنچنے کے لئے سارے نظام کو فعال ہونا چاہئے 10

نومبائعین کا احمدیت قبول کرنے کے بعد اپنے اندر روحانی تبدیلیاں پیدا کرنا اور ان میں مالی قربانی کی عادت 529

نومبائعین میں اللہ کی رضا کی خاطر قربانی کی روح کا پیدا ہونا 5

نیکی

نیکی اور اسکا معیار، ارشاد حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں 508

نیکی کی باتوں کو بار بار دہرانے کی ضرورت 512

نیکی کیا ہے؟ اس کی وضاحت 102

اخلاق دوسری نیکیوں کی کلید ہے 103

اخلاق سے نیکیوں کی توفیق کا ملنا 106

ایک نیکی سے کئی نیکیوں کے بچے نکلنا 361

تقویٰ کے صحیح ادراک میں باقی نیکیاں اور ایمان میں کامل ہونا شامل ہے 259

تکبر نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے اور خدا کی ناراضگی کا موجوب بناتی ہے 105

ایک نیکی سے دوسری نیکی کا پیدا ہونا 103

نیکیوں کے دو حصے ہیں، فرائض اور نوافل 228

واقعہ

فوت ہوتے وقت ایک بزرگ کا شیطان کو ابھی نہیں، ابھی نہیں کہنے والا واقعہ 25،26

والدین

والدین کے احترام کی تعلیم خواہ وہ احمدی نہ ہوں 104

جو بچے adopt کرتے ہیں ان کے لئے وضاحت کہ قرآنی حکم کے مطابق والدین کا نام لکھنا چاہئے سوائے ان بچوں کے جو اداروں کی طرف سے ملتے ہیں اور ان کے والدین کا نہیں بتایا جاتا 382

یورپ کے وہ نوجوان جو صرف والدین کے لئے روزہ رکھتے ہیں، ان کی بری حالت کا تذکرہ 241

وحی

آنحضرتؐ پر سب سے زیادہ وحی حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہوئی 610

وظیفہ

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک صحابی کو نماز، استغفار اور درود شریف بکثرت پڑھنے کا وظیفہ بتانا 455

وعید

وعید کو توڑنا حسن خلق میں داخل ہے 604

وقف

ایک ماں کا اظہار، بیٹے کی تقرری بطور مبلغ افریقہ کے ایک ملک مالی میں ہوئی کسی نے کہا وہاں نہ بھجوائیں وبا پھیلی ہوئی

ہے تو اس نے کہا وقف کے بعد یہ اللہ کے ہیں مجھے فخر ہے کہ خدا نے میرے بچوں کو اپنی خدمت کی توفیق دی 394
حضرت مصلح موعودؓ نے جب وقف کی تحریک شروع کی تو آپ کے پاس جو تین درخواستیں آئیں ان میں ایک صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب کی تھی 614
دین کی خدمت اور وقف کی روح کا جذبہ کیا ہوتا ہے 33
عاجزی سے اپنے وقف کو نبھانے والے سلسلہ کے ایک دیرینہ خادم کا تذکرہ 25

وقف جدید

وقف جدید کے اکسٹھویں سال کا اعلان 10
وقف جدید کے بجٹ سے بھی زیادہ حضرت ابو بکرؓ کی مالی قربانی 3
وقف جدید کے چندہ کی برکت سے ایک طالبہ کو سکالرشپ ملنا 9
وقف جدید کے چندہ میں ایک گیمبین عورت کا اسی طرح مرغی لے کر آنا جس طرح قادیان کی ایک عورت لے کر آئی تھی 7
وقف جدید کے ساٹھویں سال کے اختتام پر جماعتی قربانی کا جائزہ اور کوائف 10
وقف جدید کے نئے سال کا اعلان اور دنیا بھر کے احمدیوں کے مالی قربانی کے واقعات کا دلنشین تذکرہ 4
بچوں میں چندہ کی قربانی کا جذبہ 10
برکینا فاسو کے ودگو ریجن میں خدام کا مل کر کھدائی کا کام کرنا اور اس کے عوض ملنے والی رقم کا چندہ وقف جدید میں ادا کرنا 4

ویب سائیٹ

دو ویب سائیٹس کا افتتاح 366
جلسہ سالانہ یوکے کی پرنٹ میڈیا اور ویب سائیٹس وغیرہ کے ذریعہ کوریج کے اعداد و شمار 379،380

ہ، ی

ہتھیار

ہمارے غالب آنے کے ہتھیار 182

ہجرت

ہجرت حبشہ کی تفصیل 326

ہڈی

ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کرنے میں حکمت 403

ہمدردی

بنی نوع انسان سے انتہائی ہمدردی ہونی چاہئے 56
ہمدردی کا جوش جس میں نہیں وہ بخیل ہے 107
حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو ہمدردی اور بھائی چارہ کی تلقین 101،168،169
آنحضورؐ کا احد میں صحابہ سے ہمدردی کرنا 214

ہمسایہ

ہمارے ہمسائیوں کا پارکنگ پر اعتراض کرنا 363
ہمسائیوں کو اعلیٰ اخلاق دکھانے کی تلقین 106

ہندو

ایک ہندو کی نبی کریمؐ کی سیرت پر کتاب جس کی حضورؑ نے جماعت کو خرید کر پڑھنے کی تلقین فرمائی 283

یادگار

مسیح موعودؑ کے زمانہ کی ایک یادگار کو پاکستان میں نقصان پہنچائے جانے پر ہمارے جذبات 237

یورپ

مذہبی پابندیوں کی وجہ سے پاکستانی احمدیوں کا یورپ آنا اور ان کی معاشی حالت میں بہتری 155
یورپ میں آنے والے احمدیوں کو نصائح 156
یورپین ممالک میں آنے والے احمدی آزاد ہیں تو انہیں ہر وقت جائزہ کی ضرورت ہے 432

اسلام کے متعلق یورپ میں ایک بھیانک تصور اور حضرت خلیفۃ المسیح کے خطابات اور جلسوں کے ذریعہ ان غلط فہمیوں کا دور ہونا 442

یوم

اس سوال کا جواب کہ یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں جبکہ دیگر خلفاء کے یوم پیدائش نہیں منائے جاتے؟85

یہود

یہود پر آنحضرتؐ کی زیادتیوں کے الزام کا جواب302
یہود کا اسلامی تعلیم کا انکار کرنا 565
ایک یہودی کا مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کر کے کہنا کہ اگر اس لڑکے (حضرت عاصمؓ) نے عمر پائی تو یہ ضرور اس نبی کو دیکھے گا 569
ایک یہودی کا بھیس بدل کر مسجد اقصیٰ جانا، حضور انور سے اس کی ملاقات اور آنحضرتؐ کو عظیم انقلاب لانے والا تسلیم کرنا 15
یہود میں آخرت کا تصور نہیں 569

اسماء

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آخری زمانہ میں آنحضرتؐ کی دو رنگ کے فتنوں کی پیشگوئی 142

آنحضرتؐ امت میں جدوجہد کے عمل کو ترقی دینا چاہتے تھے 248

آنحضرتؐ پر سب سے زیادہ وحی حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہوئی 610

آنحضرتؐ تہجد کے لئے بہت جلدی اٹھتے 111

آنحضرتؐ حقیقی شفیع ہیں 57

آنحضرتؐ کا اپنے اخلاق سے امت کو اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی تلقین فرمانا 97

آنحضرتؐ کا اپنے صحابہؓ کو جنگ کرنے کا طریق بتانا 395

آنحضرتؐ کا ایک چراگاہ تیار کروانا جہاں جہاد کے لئے گھوڑے وغیرہ چرتے تھے 356

آنحضرتؐ کا ایک صحابی سے قرآن سننا 464

آنحضرتؐ کا ایک صحابی کا دم کرنا سکھانا 296

آنحضرتؐ کا ایک صحابی کو سانپ کے کاٹنے پر دم کے لئے حضرت عمارہؓ کے پاس بھیجنا 456

آنحضرتؐ کا ایک صحابی کو عصا دے کر فرمانا کہ اس سے روشنی حاصل کرو، اس کا مطلب اور حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بھی اس مثال کا ملنا 416،415

آنحضرتؐ کا جاہلوں کو باخدا انسان بنانا 15

آنحضرتؐ کا حقوق العباد کے حوالے سے چند برائیوں سے منع فرمانا 528

آنحضرتؐ کا صحابہ میں تقریر کا مقابلہ کروانا 471

آنحضرتؐ کا غیر مسلم کے جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا اور اس میں سبق 401

آنحضرتؐ کا مختلف اصحاب کو تقریر کا ارشاد فرمانا اور حضرت ابن مسعودؓ کی تقریر پسند فرمانا 471

آنحضرتؐ کی امت سے ایک شخص کی بعثت کا وعدہ 143

آنحضرتؐ کی امت کے 70 ہزار افراد کے بغیر حساب کے جنت میں جانے کی خوشخبری 248

آنحضرتؐ کی برکت سے گابھن نہ ہونے والی بکری کا دودھ دینا 459

آنحضرتؐ کے بعد نبی کے نہ آنے سے مراد 384

آنحضرتؐ کے تعدد ازدواج پر الزام کا جواب 325

آنحضرتؐ کی حق و انصاف کے ساتھ بعثت 345

آنحضرتؐ کے ذریعہ عرب کی اصلاح 14

آنحضرتؐ کے وصال کے وقت مسلمانوں کی حالت اور حضرت ابو بکرؓ کا اسے کنٹرول کرنا 314

آنحضرتؐ نے جن چار صحابہ سے قرآن سیکھنے کا ارشاد فرمایا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود سرفہرست تھے 460

آنحضورؐ کی توکل کی بابت دعا 275

آنحضورؐ کی وہ دعائیں جن سے توحید کا ادراک ہوتا ہے 75

احد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کے لئے آنحضورؐ کا تشریف لے جانا 625

احمدیوں پر یہ اعتراض کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ کو خاتم النبیینؐ نہیں مانتے یا قرآن علیحدہ ہے، دیگر مسلمان جب احمدیوں سے ملتے ہیں، جلسہ کا ماحول دیکھتے ہیں تو یہ غلط تاثر دور ہو جاتے ہیں 443

ایک دعا جس کو لازم پکڑنے کی تلقین آنحضرتؐ نے حضرت حمزہؓ کو فرمائی 201

ایک صحابی کا جنگ میں کلمہ پڑھنے کے باوجود دشمن کو قتل کرنا اور آپؐ کا فرمانا کیا تُو نے دل چیر کے دیکھا تھا 21

ایک صحابی کی جذباتی کیفیت کا بیان کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ایک کام سے معذرت کرنا اور اس کی وجہ یہ بتانا کہ پہلے واپس آنے پر حضورؐ کی دعائیں ملتی تھیں جواب نہیں ہیں 391

ایک غریب صحابی سے آنحضرتؐ کی دلداری کا دلفریب انداز 591

ایک غیر مسلم کا آنحضرتؐ کی جنگوں پر اعتراض کرنے والوں کو جواب دینا 396،395

ایک ہندو کی نبی کریمؐ کی سیرت پر کتاب جس کی حضورؒ نے جماعت کو خرید کر پڑھنے کی تلقین فرمائی 283

ایک یہودی کا بھیس بدل کر مسجد اقصیٰ جانا، حضور انور سے اس کی ملاقات اور آنحضرتؐ کو عظیم انقلاب لانے والا

تسلیم کرنا 15
ایک یہودی کا مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کر کے کہنا کہ اگر اس لڑکے (حضرت عاصمؓ) نے عمر پائی تو یہ ضرور اس نبی کو دیکھے گا 569
بچوں کے اخلاق بلند کرنے کی آنحضرتؐ کی نصیحت 98
بدر کے روز آنحضرتؐ کی قیدیوں کے بارہ میں صحابہ سے مشاورت 476
بدر کے روز آنحضرتؐ کی دعا سے نوفل بن خویلد کا قتل ہونا 404
بدر کی طرف سفر میں دو صحابہ کے اونٹ کا بیٹھنا اور آنحضرتؐ کی برکت کے طفیل اس کا چلنا اور واپسی پر صحابہ کا نذر کے مطابق اسے ذبح کرنا 590
بدر کے قیدیوں میں آنحضورؐ کا داماد بھی تھا، اس سے حسن سلوک 628
بدر کے موقع پر ایک صحابی کو تیر لگنے پر اس کا آنحضرتؐ سے بدلہ لینے کا نرالا انداز 345
بدر کے میدان میں ایک جگہ پڑاؤ کرنے پر ایک صحابی کا مشورہ کہ آپ نے الہام کے ماتحت جگہ پسند فرمائی ہے یا محض فوجی تدبیر کے طور پر 313
بعض منافقین کو آنحضرتؐ کا مسجد سے باہر نکالنا 457
بئر معونہ کے موقع پر صحابہ کی دعا پر ان کے حالات کی خبر جبرائیلؑ نے آنحضرتؐ کو دی 386
پہلا لواء یا جھنڈا آنحضرتؐ نے حضرت حمزہؓ کو عطا کیا 201
پھلوں کے درختوں کو پتھر مار کر کچا پھل ضائع نہ کرنے کی آنحضرتؐ کی تلقین 98
تبلیغ کی خاطر آنحضرتؐ کے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط 350، 349
تبلیغ کی طرف آنحضرتؐ کی حضرت علیؓ کو توجہ دلانا 179
جبریلؑ کا آنحضورؐ کو شہید ہونے والے صحابہ کا سلام پہنچانا 113
جس کام کو آپؐ نے باقاعدہ جاری رکھا اس سنت کو کرنا آج اس زمانہ میں ہمارا فرض ہے 76
جمعہ کے روز آنحضرتؐ کی بارش کے لئے دعا اور پھر بارش کے رکنے کی دعا 302
جنگ احد کے موقع پر آنحضرتؐ کی اپنے صحابہ کی دلجوئی اور صحابہ کی عدیم المثال قربانی 214
جنگ اُحد میں حضرت ابوطلحہؓ کی تیر اندازی کے جوہر 116
جھوٹ بولنے کے نتیجہ میں ساری برائیوں سے بچنے کی بابت آنحضرتؐ کی تلقین 98
حج کے ایام میں مکہ میں حضرت عثمانؓ کا چار رکعتیں پڑھنا جبکہ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکر و عمرؓ نے دو دو پڑھی تھیں، اس پر اعتراض اور حضرت عثمانؓ کا جواب 473
حجۃ الوداع کے موقع پر غلاموں سے حسن سلوک کی تعلیم 592
حضرت علیؓ کی شہادت کی بابت آنحضرتؐ کی پیشگوئی 294
شرابی وغیرہ آنحضرتؐ کے امتی نہیں ہو سکتے 170
صحابہؓ سے آنحضرتؐ کا مشورہ کرنا 315
صحابہ سے نبی کریمؐ کی محبت کا ایک انداز 118
صحابہ کو آخری تین سورتوں کی برکات اور اہمیت کا آنحضرتؐ کا احساس دلانا 76
صحابہ کے آنحضرتؐ سے عشق و محبت کے عجیب انداز تھے 346
صحابہ کے درمیان آنحضرت ﷺ کا اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ لگوانا 322
صحابہؓ میں آپؐ کی قوت قدسی سے پیدا ہونے والا انقلاب 18، 14
صحابہ میں سے ایک میاں بیوی کا آنحضرتؐ اور چند صحابہ کی ضیافت کرنا اور حضورؐ کا انہیں خادم عطا فرمانا جس سے نیک سلوک کی تلقین کی، اس صحابی کی بیوی نے کہا کہ تم اس نصیحت کا حق ادا نہیں کر سکو گے اس پر اس صحابی نے وہ غلام آزاد کر دیا 390
صحابہ میں سے آنحضورؐ کی عادات و خصائل کے اعتبار سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قریب ترین تھے 465
ظلم اور عہد شکنی کے بعد سزا دینے پر بھی بعض لوگوں کا آنحضرتؐ پر ظلم کا اعتراض کرنا 397
غریبوں سے آنحضرتؐ کی شفقت 562
غزوہ تبوک میں آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہونا اور منافق کا استہزاء اور اللہ کا اونٹنی کے فلاں جگہ ہونے کا علم دینا 457
غزوہ حدیبیہ کے بعد آنحضرتؐ کا اکثر سلاطین کو تبلیغی خطوط لکھنا 411
کافروں کا آنحضرتؐ کے پاس گروہ کی شکل میں آپؐ کو بددعا کرنے سے روکنے

کے لئے آنا 53
مسلمانوں کا ظلمات اور فتنوں سے بچنے کے لئے ایک ایسی دعا بلاناغہ نہ پڑھنا جس کی آپؐ نے تلقین فرمائی 83
مہمانوں کے حقوق و فرائض اور آنحضرتؐ کا اعلیٰ ترین اسوہ 360
نبی کریمؐ کی دعا کے نتیجہ میں ایک صحابی کا قرض دور ہونا 147
نبی کریم ﷺ کی قوت قدسیہ کا صحابہ پر اثر 111
ہر قسم کے اعلیٰ اخلاق ہمارے نبیؐ میں پائے جاتے تھے 99،100
واقعہ افک کے موقع پر آنحضرتؐ کا صحابہ سے مشورہ فرمانا 611
وہ قرآنی دعائیں جو نبی کریمؐ روزانہ سونے سے قبل پڑھا کرتے تھے 75
یہود پر آنحضرتؐ کی زیادتیوں کے الزام کا جواب 302
آنحضرتؐ کے صحابہ کی سیرت و سوانح 16تا110، 23تا146، 131تا 150،197تا247، 220تا280، 256تا 303،306تا336، 331تا382، 357تا 392،395تا456، 419تا484، 480تا 494،561تا590، 583تا625، 613تا 635

آ، ا

حضرت آدمؑ 1،15، 116، 144،174،237،505
آربر (Arber) صاحب کو سوود 448
آصف اویس صاحب 623
آصف احمد ظفر صاحب 623
حضرت آمنہ 198
آمنہ بنت عبداللہ بن عمیر 488
ابراہیم صاحب بیبن 138، 139
ابراہیم 287
الحاج ابراہیم صاحب 539
حضرت ابراہیمؑ 281،352،434،476
حضرت ابراہیمؓ 352
ابن ابی رھم بن عبد العزیٰ 387
ابن اسحاق 217،255،297،306، 307،311،325،327،387،39، 491،565،569،582،9
ابن الیاس 603
ابن جریر 211
علامہ ابن حجر عسقلانی 418،570،573،574
ابن خالد بن عجلان 307
ابن دیلمی 80
ابن سعد 418
ابن عابسؓ 82
ابن عباس 574
ابن عمارہ 491
ابن عیینہ 399
ابن قوقل 251
ابن مردویہ 574
ابن مندہ 491،594
ابن یونس 492
ابو احمدؓ 209
ابو اسامہ 205
ابو اسحاق 292
ابو اسید مالک بن ربیعہ 321تا325
ابو الاحوص 478
ابو الاعور بن الحارث 491
ابو البختری 291،298،311،312
ابو البکیر 492
سید ابو الحسن صاحب 190
ابو الحکم بن اخنس بن شریق 493
ابو الحمراء مولیٰ حارث بن عفراء 490
ابو الضیاح بن ثابت بن نعمان 308
ابو العاص 628
حضرت سید ابو الفرج الحصنی 89
ابو المنذرؓ 486
ابو الہیثم بن تیہان 387تا392
ابو الیسر کعب بن عمرو 628
ابو امامہ اسعد بن زرارہ 409
ابو اویس 404
ابو ایوب انصاریؓ 123،124،405،457
ابو بردہ بن نیار 415
حضرت ابو بکر صدیقؓ 2،110،218،244،250 تا 253،280،282،289،296،299،3 11،314،330،354،389،390،40 2،417،459،464،470،471،473 476،485،486،516،563،5675 602،73تا609، 604،608 613،625،630،631
ابو بکر صاحب معلم کیمرون 535
مولانا ابو بکر ایوب صاحب 585
ابو بکر بن محمد بن عمرو 293،456
ابو جہل 129،130،198،199، 202،281،283،298،462،463
ابو حاتم 410
ابو حاطب بن عمرو 563
ابو حذیفہؓ 280،326،338
ابو حنّہ 634
ابو خارجہ عمرو بن قیس 572

ابو خالد حارث بن قیس بن مخلد 487
ابو خزیمہ بن اوس 563
حضرت ابو دجانہؓ
120،121،345،396،399،571
حضرت ابو درداءؓ
128،287،308،489،494
ابو رافع بن ابو الحقیق 338،596
ابو سبرہ بن ابی رھم
347،491،568،569
ابو سعید 575
ابو سعید خدریؓ
77،82،112،284،344
ابو سفیان بن حرب 205،210،212،
484،581،602،629،630،631،633
ابو سلمہؓ 284،325 تا 331
ابو سلمہ بن عبد اللہ اسدی 580
ابو سلیط اسیرہ بن ابو خارجہ 311
ابو سلیط اسیرہ بن عمروؓ 572
ابو صرمہؓ 311
ابو ضحیٰ 319
ابو طالب 282،327،583
ابو طلحہؓ انصاری 116،384،571
ابو عبد الرحمٰن سلمی 290،458
ابو عبد اللہ 564
ابو عبس بن جبرؓ 303،415 تا 417
ابو عبیدہؓ بن الجراح 201،314
ابو عزّہ عمرو بن عبد اللہ 396
ابو عقیل بن عبد اللہ انصاریؓ 417 تا 419
ابو عمر 306
ابو عمیر 466
ابو عیاش 576
ابو غادیہ مزنی 291
ابو فکیہؓ 281
ابو قتادہؓ 323
ابو قحافہ 630
ابو کبشہ سلیمؓ 309
ابو کلاب بن ابی صعصعہ 580
ابو لبابہؓ بن عبد المنذر 297 تا 303،
416،493،563،564
ابو لہب 327
ابو لیلیٰؓ 128
ابو مجلز 295
ابو محشی الطائی 490
ابو مرثد کناز بن الحصین غنوی 310،354
ابو مریم حنفی 593،594
ابو مسعودؓ انصاری 2،468،469
ابو معشر 307
ابو ملیح 462
ابو موسیٰ اشعری
217،462،468،478
ابو میسرہ 319
ابو نائلہ 340،598
ابو نعیم 306،337،458
ابو نوفل بن ابی عقرب 295
ابو واقد اللیثی 251،568
ابو وائل 401،460
ابو وقاص مالک بن اہیب 408
ابو وہب 594
ابو ہریرہؓ 48،55،77،79،206،238،
244،247،296،323،389،567،593
ابیّ بن کعب 79،118،210،460
ابی وجزہ 312
احسان صاحب نو مبائع جرمنی 43
مرزا احسان احمد امریکہ 62
احسان اللہ صاحب 622
حافظ احسان سکندر مبلغ بیلجیم 40
مرزا احسن عمران آسٹریلیا 59
احمد صاحب 587
مسٹر احمد اینڈرسن 502
احمد عمر خالد صاحب آسٹریلیا 455
چوہدری احمد مختار صاحب 186
احمد نور صاحب 587
اخاء نور صاحب 589
اختر اورینوی صاحب پٹنہ یونیورسٹی 94
ادام بنت القین 493
ڈاکٹر ادریس صاحب بیلجیئم 482
ادریس تراوڑے صاحب مالی 43
اراشہ بن عامر 417
ارجن سنگھ ایڈیٹر رنگین امرتسر 91
ارقم بن ارقمؓ 209،326
ارما (Irma) صاحبہ 448
ارینہ دامابنتی 584
اسامہ بن زیدؓ
21،22،125،298،606،611
اسحاق بن سعد بن ابی وقاصؓ 213
اسعد بن زرارہ 387،399،566
اسفندیار منیب صاحب 68
اسماعیل Kwabena آڈو صاحب غانا 131
اسماعیل بی۔ کے آڈو صاحب غانا
131 تا 133
حضرت اسماعیلؑ 352،384
اسماعیل مالا گالا مبلغ یوگنڈا 256،257
اسماء (بنت الجون) 323
اسماء (بنت محرزؓ) 485
اسماء بنت حارث بن نوفل 563

اسود بن رزن 488
اسود بن عبد الاسد مخزومی 202
اسید بن حضیرؓ 607، 343، 342، 338
اسیر بن عروۃ 253
اسیرہ بن عمروؓ 572
اشرف (کعب کا باپ) 596
اشعث بن قیس الکندی 253
ڈاکٹر افتخار احمد صاحب 619
مرزا افضل صاحب کینیڈا 44
اقبال بشیر صاحب نظارت دیوان 70
اکرم صاحب کارکن قادیان 68
الزبتھ پریرا (Elizbeth Parera) صاحبہ میکسیکو 374
میر الٰہی بخش صاحبؓ 151
الیتہ عطیۃ العلیم 584
ام البنین بنت زہیر بن ثعلبہ 491
امّ الفضل بنت حارث 318
ام ثابت بنت حارثہ 626، 569
ام جمیل 409
ام حارث 579
ام حبیب بنت سعید 414
امّ حبیبہؓ بنت ابو سفیان 209
ام حرام 384
ام زید بنت نضلہ بن مالک 307
ام سلمہؓ 299، 285، 284، 213، 19، 325، 300 تا 415، 349، 343، 331
ام سلیم 384
ام سہل بنت ابی خارجہ 485
امّ عبد 458
ام عمرو 409
امّ قتال بنت ابی العیص 204، 203
امّ کلثوم 491، 303، 251
ام مالک بنت ابی بن سلول 315
ام مسطح بنت ابی رہم 606
ام مسطح سلمٰی بنت صخر 602
امّ ناصر 3
ام نیار بنت ایاس بن عامر 491
ام ولد 479
مولانا امام الدین صاحب 585
حضرت امام الدین کشمیریؓ 4
امامہ باہلی 572
امامہ بنت صامت 564
امامہ بنت معاذ 579
میر امان اللہ صاحب 151
امۃ الباری ناصر صاحبہ 481، 153
نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ 334، 392، 29
امۃ الحفیظ بھٹی صاحبہ 481، 480
امۃ العلی زہرا 62
امۃ القدوس صاحبہ 64
امۃ المجید احمد صاحبہ 24
امۃ النور صاحبہ کراچی 153
امۃ النور صاحبہ 481
امۃ الولی زبدہ 62
امۃ الحی بیگم صاحبہ 304، 305
امۃ الناصر 392، 393
امیر معاویہ 290، 20 تا 294، 315، 319، 320، 402
امیمہ 323
امیمہ بنت نعمان 628
امیمہ بنت عبد المطلب 209
امین احمد 334
امیہ بن خلف 298، 251، 203
امیہ بن ربیعہ بن صخر 215
میر انجم پرویز صاحب 70
صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب 614، 67، 36 تا 624
انسؓ بن مالک 3، 303، 296، 219، 128، 80، 78، 385، 384، 349، 347، 343، 37، 591، 571، 462، 416، 386
انستیسیا (Anastasia) صاحبہ لٹویا 447
حضرت انسہؓ 309
انصر محمود صاحب 394
انگکو عدنان اسماعیل (Ungku Adnan Ismail) صاحب ملائیشیا 496، 495
انیس بن قتادہ بن ربیعہ 306، 493
انیسہ بنت عدی 312
اوس بن ارقم 251
اوس بن خولیؓ 562، 411، 216
اوس بن صامت 309
اوس بن قیظی 406
اوس بن مالک 627
اوئیڈ نیسبیتھ (Ouida Nesbeth) صاحبہ جمیکا 378
ایاز محمود خان 621، 620
ایاسؓ بن بکیر 492، 491، 488، 255
ایڈون ارماندو (Edxin Armando) صاحب 557
ایلکس کیسے (Alex Keiseh) 553
ایلونہ (Illona) صاحبہ ہنگری 449
ایلیا 137
ایلینا لوبس صاحبہ فلپائن 370
ایمن بن خریم 494
ایمیلو لوپیز (Emilo Lopez) صاحب 377

ایمیلیتا اورڈونیز(Emelita Ordonez)صاحبہ آئس لینڈ 375
ایوان فرانسسکو(Ivan Francisco)صاحب 556

ب پ ت ٹ ث

شیخ البانی 636،637
بحیر بن ابی بحیرؓ 488
بحاث بن ثعلبہ 487
بحری بن عمرو 565
امام بخاریؒ 616
کپتان ڈاکٹر بدر الدین صاحب 88
براء بن عازبؓ 629،630
براء بن مالکؓ 345
برک صاحب البانیہ 452
برنرڈ جوزف(Bernard Joseph)صاحب بیلیز 369
برّہ بنت عبد المطلب 325،491
بریرہ 607،611
بسر بن سفیان 343
بسرہ بنت زید 578
بشارت احمد صاحب ننکانہ 420
بشارت نوید صاحب 497
بشریٰ صاحبہ ربوہ 69
شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ 89
صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے 3،129،193،247،248،253،283،13،325،328،330،343،345،35،0،386،387،397،408،413،455،459،580،581،596،597،599،،600،610،627،628،629
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ و مصلح موعود 3،27،61،62،64،89،90،193،195،198،280،289،290،296،210،214،300،304،305،319،323،324،325،331،350،353،355،460،463،472،474،480،531،537،591،610تا630،615تا636،638
پیشگوئی مصلح موعود 85تا96
بشیر 86،297
امام بشیر صاحب 482
بلاذری 490
بلالؓ 17،203،249،250،281،282،296،322،492،560،562
بلال ادلبی صاحب سیریا 150
بلال بن حارث مزنی 356
بلال علی صاحب 552
مسز بھٹی صاحبہ 153
بیہقی 457
پرکاش دیو جی 283
پیٹس میاکو(Patrice Mayeko)
صاحب گوادے لوپ 371
تمیم بن حرام 478
تمیم مولیٰ بنو غنم انصاری 490
تمیم مولیٰ خراش بن الصمہ 490،564
ٹونی اجٹوسکی(Toni Ajtovski)
صاحب میسیڈونیا 375
ثابت بن اقرمؓ 251،567،568
ثابت بن الجذع 564
ثابت بن ثعلبہؓ 570
ثابت بن خالد انصاریؓ 578
ثابت بن عمرو بن زید 491
ثابت بن قیس 395
ثابت بن ہزّالؓ 489
ثابت بن وقشؓ 484
ثریا گومیز(Surayya Gomez)
صاحبہ 558
ثعلبہ بن حاطب انصاری 572،564،488تا574
ثعلبہ بن خالد 566
ثعلبہ بن زیدؓ 564
ثقف بن عمرو 494
حضرت ثوبیہ 198،325

ج،چ،ح،خ

جابر بن ابی صعصعہ 580
حضرت جابر بن عبد اللہؓ 80،117،
146تا389،355،239،150
جابر بن عبد اللہ بن رئابؓ 409،568
ڈاکٹر جارج بیکر فلاڈلفیا امریکہ 501
جارج کرینو(Jorge Carino)
صاحب فلپائن 376
جاوید مائیکل صاحب صوبائی وزیر پنجاب 63
جبار بن سلمٰی 386
جبار بن صخرؓ 403تا407
جبر بن عتیک 569
جبر بن عمرو 415
جبرائیلؑ 113،313،315
جبیر بن مطعم 204
جدّ بن قیس 594،595
جریج بن مینا 350
جعفر بن ابی طالبؓ 126،127،578
جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری 203
جعفر بن محمد صادق 216
جلادینی(Djeladini)صاحب 450
مولانا جلال الدین صاحب شمس 62

حضرت میاں جمال الدینؓ 4،454
جمبول (Jambul) صاحب جارجیا 448
جنادۃ بن ملیحہ 312
جنت آڈو صاحبہ غانا 131
فادر جو (Father Joe) صاحب 551
جوزف پیرے (Joseph Pierre) صاحب ہیٹی 369
جیرونی ماس (Jaronimas) صاحب لتھوینیا 450
جیمز کینی (James Kenney) میئر فلاڈلفیا 549
جینائی پاؤلو (Jinai Paulo) تنزانیہ 6
چنوانو پاسکل (Tchinwanu Pascal) صاحب بینن 368
حارث بن ابی شمر غسّانی 411 تا 413
حارث بن ابی صعصعہ 580
حارث بن اوس بن معاذ 595 تا 601
حارث بن حاطبؓ 564
حارث بن خزمہ 492
حارث بن سوید 295
حارث بن صمّہ 396
حارث بن ظالم 491
حارث بن عابر بن نوفل 254
حارث بن عرفجہؓ 493
حارث (عمارؓ کے چچا) 280
حارث عبد الباری 584
حارثہ بن حمیر 307
حارثہ بن سراقہؓ 337،338
حاطب بن ابی بلتعہؓ 347،310،288 تا 357
حاطب بن عمرو بن عبد شمس 562
حاطب بن عمرو 563
حضرت سید حامد شاہ صاحبؓ 88
حانیہ (Haniyyah) صاحبہ 549
حباب بن منذر بن جموح 312 تا 401،315
حبان 410
حبان بن عرقہ 337
حبیب اللہ صادق 420
حبیب بن اسود 566
سید حبیب مدیر اخبار سیاست 92
حبیبہ 307
حبیبہ بنت خارجہ 252،251
حجاج 298
حجاج بن غزیہ انصاری 318
حذیفہ بن یمانؓ 484،465،464،296،284
حرام بن ملحانؓ 384،348،347،112 تا 387
حسان بن ثابتؓ 613،352،128
حضرت حسنؓ 293،250،242
خواجہ حسن نظامی 92
سید حسنات احمد صاحب کینیڈا 453
سید حسین احمد صاحب 193
حسین بی بی صاحبہؓ 45
حسین صاحب کرناٹک انڈیا 40
حضرت حسینؓ 21،250
حصین بن حارث 580،571،493
حفصہ 479
حفیظ اللہ بھروانہ صاحب 43
حکم بن عتیبہ 286
حمزہ بن حمیر 308
حضرت حمزہؓ 198،16 تا 214،208،
583،582،325،309،281
حمنہ بنت جحشؓ 611،610،215،214،209
حمنہ بنت سفیان 408
چوہدری حمید اللہ صاحب 622،67،30
حمید صاحب معلم بینن 8
حمیدہ بیگم صاحبہ 496
حمیمہ بنت عبید 485
حنش بن معتر 403
حنظلہ بن ابی عامر 414
حنیف انصاری 399
خارجہ بن حمیرا شجعی 307
خارجہ بن زیدؓ 252،251
خالد صاحب رشین ڈیسک 619
خالد احمد خان صاحب 588
خالد بن بکیرؓ 492،488،255،254
خالد بن قیس 493
خالد بن ہشام مخزومی 345
خالد بن ولیدؓ 287،286،251،
62،568،567،456،343،310
634،633،632،627،6
خالد سیف اللہ صاحب 455،454
خالدہ بنت انس 456
خالدہ بن قیس 493
خباب بن الارتؓ 15 تا 207،18،
569،564،562،294،281
خبابؓ مولیٰ عتبہ بن غزوان 490
خبیب بن عدیؓ 408،255،254
حضرت خدیجہؓ 628،563
خدیجہ بنت عمرو بن زید 306
خدیجہ صاحبہ میکسیکو 558
خراش 564
خریم بن فاتک 494
خطاب 382

خلاد بن رافع 336، 315 تا 590، 579، 338
خلاد بن قیس 494
خلید بن قیس 493
خلیدہ بن قیسؓ 493
خلیفہ بن عدیؓ 575
خلیفہ رشید الدینؓ صاحب 3
چوہدری خلیل احمد صاحب 496
خنساء بنت خدام 306
خنساء بنت خذام 493
حضرت خنیسؓ 415
خوات بن جبیرؓ 634
صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب 25 تا 64، 62، 36 تا 624، 72، 69
مولوی خورشید احمد صاحب 614
حکیم خورشید صاحب 618
خولہ بنت قیس 202
خیثمہ بن ابی سبرہ 296
خیر الدینؓ 4، 454
خیسوس (Jesus) صاحب 558

د، ڈ، ذ، ر، ز

دانیال صاحب معلم 69
سید میر داؤد احمد صاحب 617، 65، 62، 61
داؤد صاحب بیلجیم 41
ڈاکٹر داؤد صاحب 188
دحیہ کلبیؓ 412
درثمین 392
دعد 570
دومینگو تیول (Domingo Tiul) 558
قاضی دین محمد صاحب 393
دیپانو فرخ ہود صاحبہ 74
آنریبل ڈوائٹ ایونز (Hon. Dwight Evans) فلاڈلفیا 548
ڈیانا (Diana) صاحبہ 555
ڈیوڈ (David) صاحب 556، 555
سردوالفقار علی خان 92
ذوالکلاع 319
رابرٹ کینو (Robert Cano) صاحب 555
راشد جاوید صاحب ناظم دارالقضاء 31
رافع بن حارث 566
رافع بن حریملہ 565
رافع بن عنجدہ انصاریؓ 493
رافع بن مالک 566، 409، 318
رافع بن ودیعہ 457
لالہ رام چند مچندہ صاحب 94
ربّانی صاحب فضل عمر فاؤنڈیشن 31
ربیع بنت طفیل 485
ربیع بنت نضر 337
ربیعہ بن عمرو 382، 307
رجّال بن عنفوۃ 593
مسٹر رچرڈ 192
رحیم صاحب تاجکستان 451
رخیلہ بن ثعلبہ انصاری 566
رستم حماد ولی صاحب 619
رشید صاحب 194
رشید ارشد صاحب چینی ڈیسک 193
رشید بشیر الدین صاحب ابوظہبی 190
ڈاکٹر رضوان صاحب 190
رضوان وینڈن بروک صاحب 482
رضوی صاحب مبلغ ماسکو 537
رفاعہ بن رافع بن مالک بن عجلان 315 تا 319
رفاعہ بن عبد المنذر 563، 492، 489
رفاعہ بن عمرو بن جراد 307
رفاعہ بن وقشؓ 484
رفائیلا (Raffaela) صاحبہ اٹلی 378
حضرت رقیہؓ 326
رملہ 479
روزاڈلمی (Rosa Delmi) صاحبہ 557
روگر ریڈمین (Roger Redman) 377
ریاض محمود باجوہ صاحب مربی سلسلہ 70
ریطہ بنت صخر 602
ریطہ بنت علقمہ 563
زاہد قریشی صاحب 68
زاہد محمود مجید صاحب 622
زاہر بن حرام اشجعیؓ 591
زُبلُوا حمد صاحب آئیوری کوسٹ 5
زبیر بن العوامؓ 326، 318، 205، 20، 569، 471، 463، 354، 353، 347
زکی صاحب 587
زمخشری 297
زمعہ بن الاسود 298
زہری 491
زیاد بن لبیدؓ 252
زیاد بن نعیم 458
زید بن ارقمؓ 126
زید بن اسلمؓ 492، 486
زید بن ثابت 391، 307، 21
زید بن حارثہؓ 298، 281، 200، 127، 126
زید بن خارجہ 252
زید بن خطابؓ 592، 568 تا 594
زید بن دثنہؓ 255، 254
زید بن صلت 457

زید بن عمرو 384،457
زید بن قیس 306،489
زید بن مزین 602
زید بن وہب 467
زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب 315،212 تا402،354،353،317
زینب (عبداللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ) 465
زینب بنت جحشؓ 209،609
زینب بنت محمد ﷺ 628
زینی دہلان صاحب 584،585

س، ش، ص، ط، ظ

ساجد محمود بٹّر صاحب 47
سارنگ بے کمارا صاحبہ گنی کناکری 373
سارہ 288
سالم مولیٰ ابی حذیفہ 460
سامبا صاحب گیمبیا 543
سامی قزق صاحب 636
ساہام عثمان صاحب کیمرون 535
ساوادوگو اسماعیل (Sawadogo Ismail) صاحب 560
سائب بن ابی لبابہ 493
سائب بن عثمان بن مظعون 337
سباع 204
سبرہ بن فاتکؓ 494
سبیع بن قیسؓ 306،489
سبیعہ اسلمیہ 387
سحر واسکیز (Sahar Vasquez) صاحبہ بیلیز 369
سخطی 626
سخیلہ بنت خزاعی 580
سدرہ شعبان 304
سراج الدین عیسائی 242،522
سراقہ بن عمرو 308
سرگئی شتراوسکی صاحب 378
سرور سلطان بیگم صاحبہ 392
سعادت صاحب 587
سعادت احمد 584
سعد 399،491
سعد بن ابی وقاصؓ 217،296، 323،571،579،581،603،626
سعد بن خولہؓ 387
سعد بن خیثمہؓ 200،309،310،463،485
سعد بن ربیعؓ 251
سعد بن زید 489،577
سعد بن عبادہؓ 125،314،400،565،607،612
سعد بن عثمان 574،575
سعد بن معاذؓ 20،301،338،340، 342،595،598،607،612
سعدی بنت خیثمہ بن حارث 485
مرزا سعید احمد 61
سعیدؓ بن زید 19،20،459
سعید بن عثمان 574
سعید بن مسیب 302،414،562
سفیان بن بشر انصاری 490
سفیان بن خالد 254،397
سفیان بن عبد شمس سلمی 252
سفیان بن نسر انصاری 490،572
سکران بن عمرو 563
سلافہ بنت سعد 398
مرزا سلطان احمد صاحب 25،60
ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب 27
ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب 69
سلمان تاثیر صاحب گورنر پنجاب 63
سلمان رشدی 132
سلمان فارسیؓ 296
سلمہ الاکوعؓ 561
سلمہ بن ثابتؓ بن وقش 484
سلمہ بن خویلد 251،329،568
سلمہ بن سلامہ 491،568،569
سلمیٰ بن تمام 468
سلمیٰ بنت صخر 602
سلمیٰ بنت عمرو 311
سلیط بن عمرو 563
سلیط بن قیس بن عمرو 311
سلیم صاحب 72
سلیم خان صاحب انسپکٹر انڈیا 9
سلیمان 314
سلیمان بن یسار 322
سلیمان رودریگیز (Soliman Rodrigez) صاحب 557
سلیمان صاحب گنی کناکری 42
سلیمہ میر صاحبہ کراچی 151 تا154
حضرت سمرةؓ 281
سمرہ بن فاتک 494
سمیع اللہ خان صاحب فاروقی 90
سمیع اللہ زاہد صاحب 73
سمیہ صاحبہ 635
حضرت سمیّہؓ 280 تا284
سنان بن ابی سنانؓ 561
سنان بن صیفیؓ 485
سہل بن بیضاء 476
سہل بن حنیفؓ 396،399 تا403
سہل بن سعدؓ 321،322
سہل بن قیسؓ 625،626

سہیل بن بیضاء 570،571
سہیل بن سعدؓ 79
سہیل بن عمرو 217،218،298،563
سہیل بن وہبؓ 570
سواد بن رزن انصاری 488
سواد بن زریق 488
سواد بن غزیہؓ 345،346
سودہؓ بنت زمعہ 563
سویبط بن حرملہؓ 485
سوید بن مخشی 490
سیرین 352
آغا سیف اللہ صاحب 189،190
علامہ سیوطی 585
سیوطی احمد عزیز صاحب انڈونیشیا 584
سیوطی عزیز صاحب 586تا589
شادی خان صاحبؓ سیالکوٹی 88
شائس بن قیس 405،406
شاہد عباس صاحب ملائیشیا 69
شاہد محمود صاحب 620
مولانا سید شاہ محمد جیلانی 585
شائس بن عدی 565
شجاع احمد 335
شجاع بن وہبؓ 410تا414
شدّاد بن اوس 241
مرزا شریف احمد صاحبؓ 193
شریف احمد لوبس صاحب 586
قاضی شعبان احمد خان صاحب شہید 303،304
حاجی شعیب نصیر اصاحب 256
شفیع احمد صاحب محقق دہلوی 453
شماس بن عثمانؓ 19،414،415
شمائلہ ناگی صاحبہ 24
شمسوری محمود صاحب 588
شمشاد صاحب امریکہ 620
شموس بنت ابو عامر 395
شمیم پرویز صاحب 619
شنین صاحبہ نیوجرسی 554
شہاب صاحب انڈیا 536
شہناز شعبان صاحبہ 304
شیبہ بن ربیعہ 203،298،414،582،583
شیبہ بنت عاصم 578
حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ 108
صافیہ صاحبہ انڈونیشیا 540
صالح 562
صالح شقرانؒ 216،217
صخر بن امیہ 403
صفوان بن امیہ 251،254،396
صفوان بن بیضاء 570
صفوان بن معطل سلمی ذکوانی 605،611
حضرت صفیہؓ 124،205،478
صفیہ بنت خطاب 479
صفیہ بنت ربیعہ بن عبد شمس 414
صہیب بن سنانؓ 20،21،280تا282،562
صوفیہ بیگم چنّاگنٹا انڈیا 536
طارق بن شہاب 286
حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ خلیفۃ المسیح الرابع 28،35،45،46،59، 63تا
2،132،151،152،154،187، 67
58،333،442،482،483،496، 56
6،615،619،623،638
طعیمہ بن عدی 204
طفیل بن حارث 347،490،571،572،580،602
طفیل صاحب کارکن نظارت علیاء 30
حضرت طلحہؓ 19،20،116،215،318،466
طلیحہ بن خویلد 251،329،486،561،568
طورے علی صاحب آئیوری کوسٹ 369
ظفر احمد ظفر صاحب مربی سلسلہ 72
ظفر اللہ خان بٹّر صاحب شیخوپورہ 47
حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ 45،46،95،195،601،636
ظفر اللہ صاحب مربی سلسلہ 195
مولوی ظفر علی خان صاحب 91
ظلّ الرحمٰن صاحب مبلغ بنگال 88

ع،غ

عابدہ بیگم صاحبہ نوابشاہ 58
عاص (ابو البختری کا نام عاص تھا) 312
عاصم بن ثابتؓ 253تا395،310،255تا399
عاصم بن عدی 567
عاصم بن عمرو 349
عاقل بن بکیرؓ 254،311،492
حضرت عامرؓ 255،281
عامر احمد 617
عامر بن امیہؓ 575
عامر بن بکیرؓ 488،492
عامر بن حدیدہ 409
عامر بن حضرمی 562
عامر بن ربیعہ 307تا384،489
عامر بن سعد 217،408
عامر بن طفیل 347،348

عامر بن فہیرہؓ 562
عامر بن مخلدؓ 562
عائذؓ بن ماعص انصاری 485،576
حضرت عائشہؓ 60،76،78،111،
287،294،342،343،415،479،5
603،595،575،71 تا613
مادام عائشہ کا نگوبرازاویل 8
عباد بن بشرؓ
338،112،111 تا401،345
عباد بن عبداللہ بن زبیر 571
عباد بن قیس 308
عبادہ بن خشخاشؓ 594
عبادہ بن سعد 574
عبادہ بن صامتؓ 243،310،384
عبادہ بن قیس 306،489
عبادہ بن نسی 241
حضرت عباسؓ 316 تا627،318
عباس بن عبادہؓ 252
مولانا عبدالباسط صاحب 584،586
عبدالحارث 493
حافظ عبدالحلیم صاحب 497
شیخ عبدالحمید صاحب کراچی 108
عبدالرحمٰن صاحب مصر 9
عبدالرحمٰن صاحب آئیوری کوسٹ 6
عبدالرحمٰن صاحب سکھر 95
شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی 104
عبدالرحمٰن صاحب مالی 6
عبدالرحمٰنؓ بن عوف 20،129،130،
203،207،216،326،411
عبدالرحمٰن اراشی بن عبداللہ 417
عبدالرحمٰن انور صاحب 65
عبدالرحمٰن بن زید 302،303
عبدالرحمٰن بن سلمہ 602
عبدالرحمٰن بن شقران 217
عبدالرحمٰن بن عائذ 494
عبدالرحمٰن بن یزید 464
عبدالرزاق فراز صاحب 637
عبدالرؤوف صاحب 635
عبدالعزیٰ 415،417
میاں عبدالعزیز پٹواریؒ 4،334،335
عبدالعزیز صادق صاحب 419،420
عبدالقادر ڈار صاحب 151
عبدالقادر ڈاہری صاحب نوابشاہ 58
عبدالقادر عودے صاحب 637
عبداللطیفؒ صاحب بہاولپوری 190
بابو عبداللطیف صاحب 454
عبداللہ
306،399،489،491،569
نواب عبداللہ خان صاحب 392
مولوی عبداللہؓ سنوری صاحب 24
عبداللہ صاحب معلم گنی بساؤ 38
عبداللہ بن ابو عبسؓ 417
عبداللہ بن ابی بن سلول
605،607،611
عبداللہ بن ابیؓ 125،315
عبداللہ بن ارقم مخزومی 580
عبداللہ بن ام مکتومؓ 297،343
عبداللہ بن ثعلبہ 417،487
عبداللہ بن جبیرؓ
626 تا634،632،631،629
عبداللہ بن جحشؓ
206،209 تا395،215
عبداللہ بن جدّ 594،595
عبداللہ بن حمیر 308،626،629
عبداللہ بن ربیع انصاری 625
عبداللہ بن رواحہؓ
124 تا567،476،391،129
عبداللہ بن زبیرؓ 471
عبداللہ بن زیاد 252
عبداللہ بن سبا 289
عبداللہ بن سراقہؓ 489
عبداللہ بن سلمہ
290،479،485،486
عبداللہ بن سہلؓ 456
عبداللہ بن طارقؓ 254،255
عبداللہ بن عامر 383
عبداللہ بن عباسؓ 125،211،216،
249،276،284،313
عبداللہ بن عبدالاسدؓ 325 تا331
عبداللہ بن عبد منافؓ 485
عبداللہ بن عبس انصاری 488
عبداللہ بن عبیس 488
عبداللہ بن عرفطہؓ 578
عبداللہ بن عمرؓ
479،323،286،207،561
عبداللہ بن عمروؓ
114،115،117،146،147،201
عبداللہ بن قیس بن صخر انصاری 487
عبداللہ بن مرداس 477
عبداللہ بن مسعودؓ 206،242،282،
458،319،296،289 تا578،570،478
عبداللہ بن یاسرؓ 280
عبداللہ بن یوسف 494
عبدالماجد دریا آبادی 93
شیخ عبدالمجید صاحب کراچی 108
عبدالمطلب 198،409

پروفیسر عبدالمنان بیدل صاحب94،95
عبدالواحد صاحب 584
عبدربہ بن حق بن اوسؓ 484
عبدالرحمٰن بن ابزی 291
عبداللہ بن ابی ہذیل 285
عبدہ بن حسحاس 312،594
عبس بن عامر بن عدی 491
عبسہ 308
عبیداللہؓ 203،209،465
عبید بن اوس انصاریؓ 627تا634
عبید بن زید انصاریؓ 590
عبیدہ بن الجراح 630
عبیدہ بن حارثؓ 203،210،326،571،
580،581،582،583،602،603
عتبان بن مالکؓ 218،219
عتبہ بن ابی وقاص 349
عتبہ بن ربیعہ
202،203،298،414،582،583
عتبہ بن عبداللہؓ 578
عتبہ بن غزوان
490،562،564،581،582،603
عتیک 569
عتیلہ بنت قیس 308
عثمان بن حنیف 289
عثمان بن شرید 414
عثمان بن طلحہ 328
عثمان بن عبیداللہ 323
عثمان بن مظعونؓ
326،389،478،580
عثمان صاحب کیمرون 535
حضرت عثمان غنیؓ
17،20،122،123،252،281،285
،
286،289،290،296،297،302،3
18،322،326،350،383،384،39
9،404،410،415،416،467،468
،،491،489،488،478،474،473
563،569،573،575،625
عدنان ظفر صاحب 192
عدنان وینڈن بروک(Adnan
Vandenbroeck)صاحب482،483
عدی بن خیار 203
مرزا عدیل احمد صاحب 28
عروہ بن زبیرؓ 126،281
عزّیٰ 630
مرزا عزیز احمد صاحب
25،27،60،61
عزیز اللہ صاحب 454
عصمہ بن حصینؓ 575
عصیمہ انصاری 566
عطاء اللہ شاہ بخاری 334
عطاء المجیب راشد صاحب
69،196،454
راجہ عطاء المنان صاحب332
عطاء بن ابی رباح 284
عطاء محمد صاحبؓ ماسٹر 585
عطیہ 574
عطیۃ العلیم صاحبہ 587
عطیہ بن نویرہؓ 625
عفراء 462
عفیفہ صاحبہ 584
عقبہ بن ابی معیط 459
عقبہ بن عامرؓ
76،77،81،82،499،566
عقبہ بن وہب 411،565
عقیل بن ابوطالب 627
عکاشہؓ بن محصن
247تا568،346،311،251
عکرمہؓ بن ابوجہل 130،284،343،
581،582،602،626،627،633،634
علقمہ 287،456
حضرت علیؓ
17،20،179،202،216،250،28
0،287،288،290،294،295،298
300،302،303،310،318،320،،
349،353،354،396،399،402،4
03،404،465،466،471،566،57
6،582،583،599،603،606،607
611،
علی بن عبداللہ 284
علی گوہرؓ صاحب 13
علی گوہر منور 12،13
علی محمد صاحب 334
علیفہ بن عدیؓ 575،576
عمار المسکی 636
عمار بن یاسرؓ 280تا319،296،
320،344،467،562
عمارہ بن حزمؓ 456تا458
عمارہ بن غزیہ 323
عمارہ بنت خنساء 562
عمر(حضرت قدامہؓ کے بیٹے) 478
حضرت عمر فاروقؓ
17،19،20،21،119،123،148،
200،244،250،281،288،289،2
94تا
296،302،312،314،354،355،3

82،389،390،398،402،407،41
0،415،419،459،460،461،464
467،470،472،473،475،476،،
478،487،489،491،568،573،5
92،593،594،611،625،630،63
1
مولوی عمر الدین شملوی صاحب 93
عمر بن الحکم 281
عمر بن قیس 457
عمرہ 626
عمرہ بنت عبید بن مطروف 252
عمرہ بنت مسعود 563
عمرو بن ابی سرح 490،575
عمرو بن العاص 291 تا 319، 294،
632، 355 تا 634
عمرو بن امیہ ضمری 348
عمرو بن ثابتؓ 484
عمرو بن ثعلبہ انصاریؓ 486،487
عمرو بن جموحؓ 115،117
عمرو بن حاطب 563
عمرو بن حزم 293،456،457
عمرو بن حضرمی 211
عمرو بن زید 578
عمرو بن سراقہ بن المعتمرؓ 488،489
عمرو بن سعدی 301
عمرو بن شرحبیلؓ 287،319
عمرو بن طفیل 386
عمرو بن عبد اللہ 396
عمرو بن علقمہ 210
عمرو بن قتادہ 568
عمرو بن قیس 572
عمرو بن معاذ 408
عمرو بن میمون 281،477
عمیر بن ابی وقاصؓ 408،409
عمیر بن اسحاق 204
عمیر بن الحمام 580
عمیر بن ثابت بن نعمان 308
عنایت اللہ صاحب 45
عنجدہ 493
عنموائیل 86
عوف (مسطحؓ کا اصل نام عوف تھا) 602
عوف بن حارث بن عفراء 490،566
عویم بن ساعدہ 349
حضرت عیسیٰؑ 57،116،137،
143،351،353،411،476
عیسیٰ بن عمیلہ 251
عیینہ بن حصن 576
عیینہ بن غزوان 581،603
غزول (ایک ماہر تیر انداز یہودی) 400
صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب
29،60 تا 74
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام
3،4،7،10،14،16،25،37،44،45،
49،53،55،57،60 تا
62،67،80،84،100،113،116،1
19،120،159،173،177،221،2
28،229،235،237 تا
240،243،245،246،259،262،2
63،269،270،297،305،320،35
8،359،361،365،366،393،416
455،480،482،499 تا 453،
504،507،508،511،517،518،
520 تا 532،534،535،538
540،552،584،585،604،616 تا
618،624،636،637،638
مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد، ضرورت اور مقام 134 تا 145
یوم مسیح موعود 134
مسیح موعودؑ کے تبرکات اور دست مبارک سے لکھے ہوئے خطوط 154
بیعت کے بعد احباب جماعت کی حالت کیسی ہو 161 تا 171
احباب جماعت کو جلسہ سالانہ، مہمان نوازی کے متعلق نصائح 422 تا 444
آپؑ کی چند دعائیں 278
پیشگوئی مصلح موعود 85 تا 96
آپؑ کے الہامات: تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہو گا 223
میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا 175
میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا 175
تم لوگ متقی بن جاؤ..... تو خدا تمہارے ساتھ ہو گا 223
انی احافظ کل من فی الدار 232
کتب اللہ لاغلبن 174،175
ینصرکم اللہ فی دینہ 175
ینصرك اللہ من عندہ 175
غلام حسن پشاوری صاحب 392
غلام حسین صاحب نمبر دار 88
راجہ غلام حیدر صاحب 331
غلام دینؓ 335
مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ
190،193

ڈاکٹر غلام علی 480
مرزا غلام قادر صاحب 392،393
غنیوں صاحب بینن 536

ف،ق،ک،گ

ڈاکٹر فاطمہ صاحبہ 552
فاطمہ (حضرت عمرؓ کی بیٹی) 303
فاطمہ بنت ابوسفیان 479
فاطمہ بنت خطاب 459
فاطمہؓ بنت محمد ﷺ
25،249،250،303،396،479
فاطمہ جالو صاحبہ گیمبیا 7
الفاکہ 579
فائزہ صاحبہ 392
فرعون 199،275،351
فرناندو پینیتا (Fernando Pineta)
555
فروہ بن عمرو 391
فرید الرحمٰن صاحب 73
فرید صاحب انسپکٹر وقف جدید انڈیا 10
فُرَیْعَہ (مالک بن دخشمؓ کی بیٹی) 217
مرزا فضل احمد صاحب ناظر تعلیم 62
فضل بن عباسؓ 216
فلورنٹینا (Florentina) صاحبہ 559
سید فہد احمد صاحب 623
فوزیہ شمیم صاحبہ صدر لجنہ لاہور 29
قارون 243
قائداعظم 334
قثم بن عباسؓ 216
قدامہ بن مظعونؓ 478تا480
قدامہ بنت عبداللہ بن عمر 488
حافظ قدرت اللہ صاحب 454
صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ 392
ڈاکٹر قرأۃ العین صاحبہ 187
قرظہ بن کعب 403
سیدہ قریشہ طاہر صاحبہ 453
قطبہ بن عامرؓ 409،410،566
قیس بن ابی صعصعہؓ 578،579
قیس بن سائب 594
قیس بن سعد 401
قیصر 350،412،413
لالہ کرم چند 95
کرن شعبان 304
کریسی میرا (Kracimira) صاحبہ 445
کریلکا (Kirilka) صاحبہ بلغاریہ 445
کعب بن اشرف
338تا595،342تا601
کعبؓ بن زید بن قیس بن مالک
215،216،348
کعب بن مالکؓ 18،128،208،625
کلاوڈیہ (Claudia) صاحبہ 558
کلبی 306
کلثم 485
کلثوم بن ہدم
200،309،310،387،399،575
ڈاکٹر کمبرلے (Kimberly) 554
کنزہ محبوب 334
کوان چی (Kuan Chee) صاحب 496
کوری سٹورٹ (Corey Stewart) 553
کیتھرین میری روحان (Katherine Mary Rohan) صاحبہ 379
گلاڈیس رامیرس (Galadys Ramirez) صاحبہ گوئٹے مالا 373
گلوریہ صاحبہ لیٹویا 447
گولڈا مارٹینا (Golda Martina)
صاحبہ 559

ل،م

لامین جالو صاحب گیمبیا 7
لاؤرا ماٹیلدے (Laura Matilde)
صاحبہ 556
لاؤرا بریتو سوبیرانس (Laura Brito Soberanis) صاحبہ 374
لطیف صاحب معلم تنزانیہ 41
لطیف احمد صاحب کاہلوں 496
لقمان 324
لن سانگ (Lin Song) چین کے
ایک پروفیسر 184،185
چوہدری اللہ داد صاحب 334
چوہدری اللہ دتہ صاحب 47
لورین (Lorraine) صاحبہ 554
حضرت لوطؑ 96
لی کراؤچائلڈ (Lee Crowchild) 377
لیاقت علی صاحب کراچی 333تا335
لیزا پنٹو (Lisa Pinto) صاحبہ 558
لیکو (Lako) صاحبہ 448
لیلیٰ بنت ابی حثمہ 382
لیلیٰ بنت عتیک 387
لیلیٰ بنت یمان 484
لیلیٰ لطیف صاحبہ 559
لینیٹ گومیلئن 379
مارتیزا تیول (Marteza Tiul)
صاحبہ 558
مارسیا ماٹنز صاحبہ یونان 376
ماریہؓ 352
مالک (عمارؓ کے چچا) 280
مالک بن اہیب 408
مالک بن خالد 384

مالک بن دخشمؓ 217تا252،220
مالک بن رافع 315
مالک بن ربیعہؓ 321
مالک بن عمرو 494
مالک بن مسعود انصاری 487
مالک بن نمیلہؓ 493
مالک بن نویرہ 592
مانولو جوزاسکوٹو(Manolo Jose Escoto)صاحب ہونڈورس 373
ماؤزے تنگ 186
مایلی صاحب کونگوبرازویل 542
مائٹ واٹرز(Matt Waters)553
مبارک منیر صاحب بورکینافاسو 539
نواب مبارکہ بیگم صاحبہ 153،614
مبارکہ شوکت صاحبہ 454
سید مبشر احمد ایاز صاحب 71،72،257
مبشر بن عبدالمنذرؓ 284،414،488
مبشر گوندل صاحب 68
مبین احمد صاحب شہید 333،334
مبینہ محبوب 334
متمم بن نویرہ 592،593
متین صاحب معلم سلسلہ بینن 39
مجانوف محمد صاحب قرغزستان 191
مجدی بن عمرو جہنی 201
مجذر بن ذیادؓ 311،312،486،594
صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب 392،393
محبوب احمد صاحب کراچی 333،334
محرز بن عامر بن مالکؓ 485
محرز بن نضلہؓ 456
محکم بن طفیل 592
محمد ابراہیم صاحب بقاپوری 193
راجہ محمد احمد صاحب 332
محمد ادریس صاحب حیدر آبادی 13،305
میر محمد اسحاق صاحبؓ 61
شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی 88
ملک محمد افضال مربی سلسلہ 33
محمد اقبال صاحب 303
ڈاکٹر سر محمد اقبال 92
محمد اکبر صاحب 449
راجہ محمد اکبر صاحب 332
محمد اکرم صاحب 90
محمد الدین بھٹی صاحب 622
محمد الدین ناز صاحب 68
مولوی محمد امیر بنگالی 420
محمد انور صاحب نظارت علیاء 33
محمد بن ابی بکرؓ 289
محمد بن ابی حذیفہ 289
محمد بن اسحاق 306
محمد بن ایاس بن بکیر 492
محمد بن طلحہؓ 215
محمد بن علی بن حنفیہ 296
محمد بن عمر 281،306،387،568
محمد بن کعب قرظی 281
محمد بن مسلمہؓ 122،123،301، 340،341،577،596،598
محمد خان صاحب گورداسپور 454،455
محمد سالک صاحب 620
محمد سالکین صاحب 495
قاضی محمد سلیمان صاحب 303
پروفیسر محمد صاحب انڈونیشیا 372
مفتی محمد صادق صاحبؓ 501،502
مولانا محمد صادق صاحب 495
محمد طلحہ 421،623
محمد ظفر اللہ صاحب شہید کراچی 333تا335
محمد ظفر اللہ صاحب شہید سیدوالا 420،421
ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب 305
محمد عثمان چوچنگ شی 183تا196
محمد علی جوہر صاحب 92
نواب محمد علی خان صاحب 614
چوہدری محمد علی صاحب 73،70
مولوی محمد علی صاحب 550،91
محمد علی کائرے صاحب یوگنڈا 256،257
محمد عمر خالد صاحب یوکے 455
سیٹھ محمد غوث صاحب 305،304
محمد کاشف صاحب 623
محمد مبوہو عزیز(Mbohou Azize)صاحب کیمرون 375
محمد موہیل صاحب کمال ڈیرہ 90
قاضی محمد نذیر صاحب 420
محمد نصر اللہ صاحب 335،333
محمد یوسف صاحب 445،393
محمد یونس صاحب 305
محمود احمد بھٹی صاحب کراچی 480
میر محمود احمد صاحب 392،62
سید میر محمود احمد ناصر صاحب 256
مرزا محمود احمد 392
محمود بنگالی صاحب 71
مختار احمد صاحب شاہ جہان پوری 193
سید مدثر احمد صاحب 392،393
مدعم (آپؐ کا غلام) 400
مدلاج بن عمرو 494

مرثد بن ابی مرثد غنویؓ 310،309،255
مردیہ خالد 586،584
مروان بن الحکم 323،297
مریم بیگم صاحبہ 151
حافظ مزمّل صاحب مبلغ باندو باندو 39
مستنصر صاحب مبلغ مالی 42
مستنصر احمد 335

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

11،97،85،75،60،48،37،25،14،1
10،120،134،146،155،160،172،1
83،197،209،221،234،247،258،
270،280،293،306،321،336،347
358،367،382،395،408،422،43،
2،442،456،470،484،498،507،5
20،533،547،561،578،590،602،
614،625
حضور انور کا بعض شکایات پر خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے نام خط 34
حضور انور کے دورہ امریکہ کے دوران اسائلم سیکرز کا جذباتی ہونا 547
حضور انور کی جلسہ سالانہ جرمنی اور بیلجئیم میں شمولیت اور ان ممالک کے دورہ جات کا تذکرہ 442تا453
حضور انور کی جلسہ سالانہ بیلجئیم میں شمولیت اور نصائح 432
حضور انور کے خطابات اور تقاریر پر غیروں کے تاثرات 548تا560
جلسہ یوکے کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اظہار بطور تشکر 367
حضور انور کے امریکہ اور گوئٹے مالا کے دورہ کی میڈیا کوریج کی تفصیلات 559
حضور انور کے دورہ امریکہ اور گوئٹے مالا کی تفصیلات کا ذکر 547تا560
مسجد بیت العافیت فلاڈلفیا کا افتتاح 498
بالٹی مور کی مسجد بیت الصمد کا افتتاح 550
حضور انور کا رمضان کے آخری جمعہ میں بعض دعاؤں کا پڑھنا اور ان کی پر معارف تشریح 270تا279
حضور انور کی فرنچ پروگرام بنانے والوں کو ہدایت کہ ان کا ترجمہ بھی کسی طریق سے ہو 371
ایک یہودی کا بھیس بدل کر مسجد اقصیٰ جانا، حضور انور سے اس کی ملاقات اور آنحضرتؐ کو عظیم انقلاب لانے والا تسلیم کرنا 15
اس سوال کا جواب کہ یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں جبکہ دیگر خلفاء کے یوم پیدائش نہیں منائے جاتے؟ 85
حضور انور کی سگریٹ نوشی نہ کرنے کی بابت ہدایت سن کر ایک چیف کا سگریٹ نوشی ترک کرنے کا عہد اور حضور کا خطاب سن کر احمدیت قبول کرنے کا عزم 377
حضور انور کے خطابات اور جلسوں سے اسلام کے متعلق یورپ میں ایک بھیانک تصور کا دور ہونا 442
کسی کا یہ کہنا کہ لوگ خلافت یا خلیفہ وقت کو اس حد تک اونچا مقام دے دیتے ہیں گویا وہ شرک کی حد تک چلے گئے ہیں، اس کا جواب 522
حضور انور کا 'خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ کریں' کی وضاحت 530
معروف فیصلہ کی تشریح کرنا خلیفہ وقت کا کام ہے کسی اور کا نہیں 531
خلیفہ وقت کے دوروں کے فوائد اور برکات و ثمرات 547
خلیفۂ وقت جو کہتا ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کی نمائندگی میں کہتا ہے 438
عہدیداروں کا آپس کی رنجشوں کے باعث خلیفہ وقت کے پیچھے نماز کی بھی پرواہ نہیں کرنا 521
خلیفہ وقت کی باتوں پر عمل سے ایک پاک صاف معاشرہ مل سکتا ہے 375
اسائلم کرتے وقت مبالغہ آمیزی اور جھوٹ سے بچنے کی تلقین 155
حضور انور کا صحابہ کی سیرت پر خطبات دینا 515
تمام بدری صحابہ کا ذکر ایک جگہ جماعتی لٹریچر میں آجائے 484
حضور انور کا بدری صحابہؓ کی سیرت و سوانح کا ذکر فرمانا
16تا110،23تا146،131تا
197،150تا247،220تا280،256تا
306،303تا336،331تا382،357تا
395،392تا456،419تا484،480تا
561،494تا590،583تا625،613تا
635
مسطح بن اثاثہ 602،581،580تا
604،606،609،611،613
مسعود 485
مسعود احمد صاحب مربی سلسلہ 34
میر مسعود احمد صاحب 62
مسعود بن اوس 563
مسعود بن خالدؓ 486
مسعود بن خلدہؓ 486
مسعود بن سعدؓ انصاری 486
مسعود بن غافل 459

مسعودی صاحب برونڈی 541
ڈاکٹر مسلم الدروبی صاحب 150
مسیلمہ کذاب 121،204،
593،592،419،418
مشعل (Michelle) صاحبہ 552
مصطفیٰ صاحب سعودیہ 41
مصعب بن شیبہ 127
مصعب بن عمیرؓ
326،338،485،626
مصلح الدین شنبور صاحب 638
مصور صاحب 305
مطلب بن عبداللہ بن حنطب 213
صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی 88
مظفر 86
حافظ مظفر احمد صاحب
32،470،618،619
مرزا مظفر احمد صاحب 61
خواجہ مظفر صاحب نظارت علیاء 30
مظفر الدین بنگالی صاحب 420
ڈاکٹر مظفر چوہدری صاحب 496
معاذ بن جبلؓ
18،460،463،467،565،594
معاذؓ بن رفاعہ 315،130،129،18،
318،336،490،492،590
معاذ بن ماعصؓ 485،576
معاویہ بن ابی سفیان 566،625
معبد بن قیس 487
معتب بن الحمراء 488
معتب بن بشیر 488
معتب بن عبیدؓ 253،254
معتب بن عوفؓ 488
معتب بن قشیر انصاری 488
معتز قزق صاحب 635
معصوم صاحب 586
معقل بن منذر 307
معمر بن ابی سرح 575
معمر بن حزمؓ 456
معمرہ صاحبہ، بوسنیا 445
معن بن عدیؓ 592،418،220
معوذ بن رفاعہؓ 492،490،129
مغیرہ بن شعبہ 479
مقداد بن اسود 603،581،353،282
مقداد بن عمرو 582،581،403
مقرّن 628
مقوقس شاہ مصر 349تا355
مکرز بن حفص 581،602
ملاکی نبی 137
ملائکہ شعبان 304
ملحان 384
ملیکہ بنت مالک 384
ملیل بن وبرہؓ 306،307
منذر بن حارث بن ابی شمر غسّانی 411
منذر بن عمرو 322،348
منذر بن قدامہؓ 564
منذر بن محمدؓ 347تا572،349
منزہ بنت عثمان چینی صاحب 188
منصور احمد 335
منصور خان صاحب ربوہ 496
منظور شاد صاحب 192
پیر منظور محمد صاحبؓ 87
چوہدری منور حفیظ صاحب 13
منور صاحب انسپکٹر وقف جدید انڈیا 9
منور مجوکہ صاحب امیر ضلع خوشاب 31
منیر احمد سری لنکا 620
منیر الحصنی صاحب 635
منیر الدین شمس صاحب 617،618
موسیٰ صاحب معلم تنزانیہ 537
حضرت موسیٰؑ 116،136،
351،353،476،514
موسیٰ بن عقبہ 217،307،490،491
میکس فینڈے (Max Fineday)
کینیڈا 376
میگیل آنخیل (Miguel Angel)
صاحب 556
مہجع مولیٰ عمر 308،562

ن، و، ہ، ی

نادر الحصنی صاحب کینیڈا 635تا638

حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ خلیفۃ المسیح الثالث

15،28،29،62،64،67،108،109
1،393،585،614،615،617
چوہدری ناصر احمد صاحب 24
ناصر احمد ناصر صاحب 394
مرزا ناصر انعام صاحب 62
نائلہ بنت سلامہ 625
نائلہ بنت قیس 485
نجاشی 578،326،80
نحاب بن ثعلبہ انصاری 487
ندرت 617
راجہ نذیر احمد صاحب ظفر 331
سیدہ نسیم اختر صاحبہ 393
نصر اللہ خان صاحب 45
نصرت جہاں صاحبہ 392،13
نصیر صاحب 621
مرزا نصیر احمد صاحب 393
مرزا نصیر احمد طارق صاحب 392

نصیر احمد بدر صاحب مربی سلسلہ 194
راجہ نصیر احمد صاحب ناصر 331تا333
صاحبزادی نصیرہ بیگم صاحبہ
61،67،335
مرزا نظام دین صاحب 169
نعمان 399
نعمان بن اضا 565
نعمان بن بشیرؓ 127
نعمان بن ثابت بن امراء القیس 308
نعمان بن مالک 312،594
چوہدری نعمت اللہ ساہی صاحب 45،46
نکول اویلیز (Nicole Avilez)
صاحبہ 559
نمیلہ بن عبد اللہ 343
حضرت نوحؑ 476
شیخ نور احمد صاحبؓ جالندھر 108
حضرت حکیم مولوی نور الدینؓ خلیفۃ المسیح الاوّل 3،87،90،
154،278،288،317،530
نوری صاحب (ڈاکٹر مسعود الحسن)
27،34،35،196،616،617
نوفلؓ 627
نوفل بن خویلد 404
نوفل بن عبد اللہ بن نضلہ 307
نیاز فتح پوری صاحب 96
نیاز محمد خان صاحب 58
وادم صاحب رشیا 538
واردی صاحب انڈونیشیا 541
وارگا (Varga) صاحب ہنگری 449
واقدی 307،561،564،594
وبرہ 575
وجاہت احمد 335
وجیہ منور صاحب 12
وحشی بن حرب حبشی 203،204
وحید احمد صاحب 616
سید ودود احمد صاحب مبلغ آسٹریلیا 7
ودیعہ بن عمرو 307
وسینتے بریونیس (Vicente
Briones) صاحب 556
وضاح بن سلمہ 487
ڈاکٹر وفا صاحبہ یمن 450
ولڈر (Wilder) ہالینڈ 397
سید ولی اللہ شاہ صاحب 193
ولی محمد صاحبؓ 393
ولید بن عتبہ 582،583
سر ولیم میور 200،203
وہاب طیب صاحب مبلغ سوئٹزرلینڈ 39
وہب بن ابی سرح 490،575
وہب بن ربیعہ 410
وہب بن یہوزا 565
ویلنٹین ہودے (Valentine
Houde) صاحب بینن 368
حضرت ہاجرہؑ 352
ہاشم صاحب 588
ہاشم بن عتبہ 292
ہالہ 198
ہبل 630،631
ہبیل بن وبرہؓ 575
ہشام بن عامر 575
ہلال بن ربیعہؓ 321
ہند (ابوسفیان کی اہلیہ) 205
ہند بن رافع 399
ہند بنت ولید 478
ہیثم بن عدی 490
ہیری شوارٹز (Harry
Schwartz) صاحب 549
ہیلیو دورہ (Heliodoro) صاحب 559
یاسرؓ 280،282،283
یاسمین گومیز (Yasmin
Gomez) صاحبہ 558
یحییٰ صاحب مالی 42
یحییٰ بن سعید 314
یحییٰ بن عابس 292
یزید بن ثابتؓ 407
یزید بن ثعلبہ 487
یزید بن عامر 410،486
یزید بن عمروؓ 486
یزید بن معاویہ 569
یزید بن منذر بن سرح 307،384
یعقوب بن عتبہ 355
یعقوب صاحب آئیوری کوسٹ 5
شیخ یعقوب علی صاحب 305
حضرت یعقوبؑ 434،608،612
یوحنا 137
پروفیسر یوستولا کنسا بالدہ (Justo
Lacunza Balda) اٹلی 370
حضرت یوسفؑ 608،612
یوسف اسماعیل صاحب 588،589
یوشیدا (Yoshida) صاحب جاپان 371
یوکیکو کونڈو (Yukiko Kondo)
صاحبہ جاپان 370

مقامات

آ،ا

آزاد کشمیر 11،545
آسٹریلیا 7،11،12،59،71،454،455،544
آلٹن (یوکے) 358
آلڈرشاٹ (یوکے) 12
آلکن (بیلجیم) 432
آنبہ نوریہ 393
آئس لینڈ 375
آئیوری کوسٹ 5،6،11،369،540،542،544
ابلّج 327
ابوظہبی 190
ابے سینیا 326
اترپردیش 12
اٹلانٹا 545
اٹلی 370،378
اَثَانِیَہ 404
اُحُد 19، 115، 116، 204، 207، 213، 306، 384، 391، 395، 396، 400، 404، 410، 414، 415، 456، 467، 593، 627، 629
احمدیہ ہوسٹل لاہور 94
الاڈا 538
اڑیسہ 12،546
اسرائیل 452
اسکندریہ 349،350،351،353
اسلام آباد 11، 12، 29، 188، 190، 192، 193، 195، 545، 545
افریقہ 7، 11، 38، 123، 279، 380، 427، 442، 453، 481، 536
مغربی افریقہ 394،481
اکسوم 326
اَلِسّی 413
امبور 451
امرتسر 91
امریکہ 11، 12، 62، 93، 153، 171، 392، 393، 420، 498، 501، 501، 502، 505، 507، 528، 528، 537، 544، 545، 547، 548، 549، 553، 554، 555، 557، 559، 620، 637
سینٹرل امریکہ 555
لاطینی امریکہ 555
اِنا (بینن) 8
اندلس 176
انڈونیشیا 11، 279، 331، 372، 454، 495، 540، 544، 584، 585، 586، 589
انڈیا 9،10،40،92،536،537،544،546
انگلستان 26،46،191،223،332،614
انگولا 132
اوش کوش (امریکہ) 545
اوفن باخ 545
اوکاڑہ 27،545
ایبٹس فورڈ 12
ایتھوپیا 132،326
ایڈمنٹن ایسٹ 12
ایڈمنٹن ویسٹ 12،545
ایڈنبرا 545
ایڈیلیڈ ساؤتھ 12،546
ایران 151
ایکواڈور 557
ایلیاء 413

ایوان محمود 68، 69

ب، پ، ت، ٹ، ث

باب الحدیقہ 345
بالٹی مور 550، 551، 552
باندو باندو 39
بانڈونگ 585
البانیہ 452
بحر احمر 326
بخارا 616
بخشی بازار ڈھاکہ 420
بدر
115، 125، 129، 197، 202، 205، 212، 214، 218، 251، 254، 288، 306، 316، 336، 337، 338، 339، 382، 384، 387، 391، 395، 396، 399، 403، 404، 408، 409، 410، 456، 462، 467، 570، 583، 590، 630
بدوملہی 34
برزبین 546
برزبن ساؤتھ 12
برزبن لوگان 12، 546
برسلز 432
برصغیر 91، 151، 334
برطانیہ 10، 11، 184، 373، 544، 545
برکینافاسو 4، 5، 11، 380، 539، 544، 560
برما 620
برمنگھم ساؤتھ 11، 545
برمنگھم سینٹرل 541
برمنگھم ویسٹ 11، 45
برونڈی 380، 541
برید 336، 590
بریڈفورڈ 12، 546
بریڈفورڈ نارتھ 545
بریمٹن 12، 545
بُزاخَہ 251، 486، 568
بصرہ 217، 403، 413، 594
بغداد 312، 399، 410، 486
بلغاریہ 445
بلیک ٹاؤن (آسٹریلیا) 12
بن غازی 455
بندوکو شہر (آئیوری کوسٹ) 6
بنفورہ ریجن (برکینافاسو) 5
بنکاک 495
بنگال 88، 420، 546، 546
مشرقی بنگال 420
ویسٹ بنگال 12
بنگلادیش 331، 332، 419، 420
بہاولپور 545
بہشتی مقبرہ 59، 304
بوبو شہر (بورکینافاسو) 539
بورکن (جرمنی) 539
بوسٹن 12
بوسنیا 444، 445
بونے (جنوبی سولاویسی) 584
بوہیکوں (بینن) 536
بیت الدعا (قادیان) 30
بیت الرحمٰن (ملائیشیا) 495
بیت السلام (ملائیشیا) 495
بیت اللہ 184، 471
بیت المقدس 413
بیجنگ 495
بئر ابی عنبہ 579
بئر اھاب 574
بئر معونہ 215، 322، 347، 384، 385، 386، 485، 486، 492، 576، 578
بیروک 12

بیلاروس 378
بیلجیم 40، 432، 442، 443، 452، 482، 483، 544
بیلیز 69، 370، 559
بینکولو 584
بینگلور 12، 546
بینن 8، 11، 39، 368، 380، 536، 538، 544
بیوت السقیا 578، 579
بھارت 12، 544
بھیرہ 331
بھینی نگر 496
پاٹھاپریام 12
پاراکوریجن (بینن) 8
پارونگ 589
پاکستان
10، 11، 27، 36، 42، 45، 46، 46، 47، 62، 62، 83، 90، 92، 123، 151، 155، 169، 171، 183، 184، 185، 186، 187، 195، 210، 219، 235، 236، 256، 257، 279، 331، 333، 334، 393، 394، 432، 438، 443، 446، 453، 497، 517، 542، 544، 589
پالینڈ 155
پانامہ 559
پتھ پیریم 546
پٹنہ 95
پرتھ 546
پشاور 545
پلمپٹن 12، 546
پنجاب 12، 37، 305، 546، 546
پنے برگ (جرمنی) 12، 545
پوروو کیرتو (انڈونیشیا) 584
پیدرو آباد 160، 172
پیراگوئے 555
پیراماٹا 546
پیز تھ 12، 546
پیس ویلج 12، 545
پیکم 132
پیگو (بورکینافاسو) 539
پینگاڈی 12، 546
تاجکستان 451
تامل ناڈو 12، 546
تاوی تاوی (انڈونیشیا) 586
تبوک 220، 457، 570، 571، 594
تربیلا 455
ترکی 124، 183
تسمانیہ 546
تعلیم الاسلام کالج 615
تلنگانہ 12، 546
تنزانیہ 6، 11، 41، 537، 544
تنعیم 328
توکموک (قرغزستان) 191
تھائی لینڈ 547
ٹاؤن شپ لاہور 11، 545، 303
ٹمپل روڈ لاہور 89
ٹوبہ ٹیک سنگھ 545
ٹورانٹو 636
ٹیورن 366
ثنیہ المرہ 582
ثور غار 316

ج، چ، ح، خ

جاپان 370، 371
جارجیا 448، 449، 545
جالندھر 108
جامبی (انڈونیشیا) 584
جامعہ احمدیہ (پاکستان) 34، 331، 584، 585، 615، 620، 623

جامعہ احمدیہ (سیرالیون) 42
جامعہ احمدیہ (گھانا) 47
جامعہ احمدیہ (یوکے) 62، 556
جامعہ احمدیہ (انڈونیشیا) 586، 588
جامعہ احمدیہ (کینیڈا) 637
جاوا 585
جَبَّانَہ 403
جزّاگاؤں 543
جرمنی
10، 12، 422، 428، 438، 442، 445، 450، 452، 43، 150، 155، 176، 305، 427، 443، 444، 446، 448، 539، 540، 542، 544، 545، 587، 364
جلنگھم 11، 545
جموں کشمیر 12، 546
جمیکا 378
جنت البقیع 415، 468، 478
جوہور (ملائیشیا) 495
جھنگ 619
چائنا 186، 187
چکرہ اسٹیشن نوابشاہ 90
چنائی 546
چنتاگنٹا 536
چیاپس 558
چین 183، 184، 189، 193، 194، 195
حبشہ 326، 327، 330، 382، 387، 410، 414، 462، 479، 488، 490، 491، 563، 570، 575، 578
حجاز 255
حدیبیہ 285، 308، 343، 344، 355، 387، 401، 402، 411، 561، 563، 574، 576، 592، 595
حدیقۃ المہدی 358، 363، 365، 367
حرّہ 574
حسیکہ 579
حضرموت 253
حمص 203
حنین 342، 352، 419
حیدرآباد 11، 12، 45، 544، 546
حیدرآباد دکن 13
خانہ کعبہ 340
خربیٰ 595
خوشاب 31، 32
خیبر 124، 214، 308، 309، 391، 400، 404، 407، 489، 564، 603

د،ڈ،ر،ز

دارارقم 198، 209، 255، 280، 382، 459، 488
دارالاسلام (دارارقم) 209
دارالذکر 63، 66، 109
دارالسلام 537
دارالضیافت 31، 68
دپنگو (آئیوری کوسٹ) 5
دلبیک 452، 453
دمشق 89، 411، 494
دہلی 305، 420، 546
دہلی گیٹ لاہور 11
دوگوریجن (برکینافاسو) 4
ڈام شٹڈ 545
ڈرگ روڈ کراچی 190
ڈرہم 12، 546
ڈسٹرکٹ 41 (بالٹی مور) 552
ڈسٹرکٹ 48 (بالٹی مور) 551
ڈسٹرکٹ 51 (بالٹی مور) 553
ڈیٹرائٹ 12، 545
ڈیٹسن باخ 545
ڈیرہ غازی خان 11
ڈیفنس سوسائٹی کراچی 108
ڈیفنس لاہور 545

ڈیلس 12
ذوالحلیفہ 343
ذی اوان 220
ڈھاکہ 420
راولپنڈی 11
ربوہ 11، 27، 28، 30، 31، 33، 35، 45، 46، 59، 69، 184، 192، 193، 195، 256، 279، 332، 392، 393، 420، 495، 496، 544، 584، 585، 586، 587، 589، 614، 618، 619، 621
رجیع 386، 397، 398، 253، 254، 309، 310، 492
رشیا 108، 538
روانڈا 380
رَوْحَاء 218، 297، 336، 564، 590
روس 171
روضہ خاخ 310، 353
روم 124، 126، 353، 412، 413
رومہ 147
روئڈرمارک 12، 545
ری یونین جزیرہ 497
ریڈ شنڈ 545
زخول 39
زمبابوے 11
زمبوانگا 586

س، ش، ص

سالٹ پانڈ 132
سان پیدرو 542
ساندھن 9
ساؤتھ فیلڈز 545
سپین ویلی 545
سپین 155، 160، 172، 176، 377، 378، 543، 555، 556
سدبری 635
سڈنی 546
سرگودھا 11، 331، 544
سروباگارڈن لاہور 303
سرے (یوکے) 108
سری لنکا 447، 547، 620
سسکاٹون نارتھ 546
سسکاٹون ساؤتھ 12
سعودیہ (عرب) 41
سکاٹ لینڈ 12، 545
سکھر 95
سکنتھورپ 496، 545
سلور سپرنگ 12، 545
سلیکون ویلی 12، 545
سماٹرا 584، 585
سمبڑیالہ 9
سمرقند 616
سمن آباد لاہور 11
سمندری 420
سنٹرل ورجینیا 12، 545
سندھ 66، 68، 334، 615
سنگاپور 44، 184، 189، 495
سواد (عراق) 289
سوانزی (یوکے) 545
سولاویسی جنوبی 584
سوئٹزرلینڈ 39، 46، 544
سویڈن 544
سیاٹل 12، 545
سیالکوٹ 88، 236، 544
سیالہ 487
سیدوالا 420، 421
سیرالیون 11، 42، 380
سیریا 130، 150، 635، 636، 637

سیس کوئی سینا ایونیو (فلاڈلفیا) 501
سیکھواں 454، 455
سیگوریجن (مالی) 539
سین چانگ کامسا (گنی بساؤ) 38
سینٹرل جرسی 545
سینیگال 7، 11، 43، 451
شام 95، 203، 211، 212، 279، 287، 290، 310، 352، 401، 402، 412، 636
شعیبہ 326
شکاگو 153
شملہ 92
شیخ پور ضلع گجرات 151
شیخوپورہ 11، 47، 393
شیخین 213
صفا 198، 200
صفراء 583
صفین 290، 292، 293، 391، 401، 402، 403، 566، 603

ط، ع، غ، ف، ق

طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ 35، 331، 495، 584، 616، 623
طائف 204، 570
طوالو (فجی) 38
عالیہ 329
عدوا 326
عراق 279، 289، 318، 402، 482
عرب 14، 52، 99، 101، 105، 110، 124، 176، 197، 247، 314، 320، 323، 324، 326، 328، 329، 329، 338، 340، 340، 341، 352، 386، 396، 411، 413، 443، 489، 596، 598، 600، 637
عرفات 464
عزیز آباد کراچی 11، 545
عسفان 254، 343، 397
عشیرہ 328
عقبہ 217، 251، 252، 297، 307، 318، 387، 388، 403، 409، 456، 457، 485، 487، 488، 491، 568، 577
عمر کوٹ 11، 544
عیص 200
عینین 204
غانا 11، 131، 132، 392
غسان 413
غمر 248
غوطہ 411
فارس 403
فجی 8، 38
فدک 125
فرات (دریا) 291
فرانس 155
فریڈبرگ 12
فرینکفرٹ 12، 545
فضل عمر ہسپتال 66، 622
فلاڈلفیا 498، 500، 501، 502، 505، 547، 548، 549
فلپائن 370، 376، 586
فلسطین 550
فلوریزہائم 12، 545
فن لینڈ 544
فیصل آباد 11، 45، 420، 455، 545
قادسیہ 401
قادیان 3، 7، 12، 26، 30، 37، 45، 59، 68، 71، 93، 95، 108، 145، 150، 151، 279، 304، 305، 335، 392، 393، 419، 454، 455، 480، 495، 496، 546، 614، 615
قبا 78، 286، 328، 399، 416
قرطبہ 176

قرظ(یمن) 412
قرغزستان 191
قسطنطنیہ 124
قطن 329

ک،گ

کارولائی 12
کارونا گاپلی 12
کاری 4
کاسل ہل 12،546
کالسروئے 422
کالیکٹ 12،546
کانگوبرازاویل 8
کراچی 11، 28، 108، 109، 151، 153، 154، 184، 186،190،333،335،480،481،544،545،585
کرتو ضلع شیخوپورہ 47
کرناٹک 12،40،537،546
کرنال 305
کریم نگر 545
کشمیر 92،303
کعبہ 112،199،386،475
کلر کہار 195
کلسیاں بھٹیاں 542
کلکتہ 12،420،546
کماسی(گھانا) 132،392
کمال ڈیرہ 90
کنانور ٹاؤن 12،546
کنداری 588
کنڈا(گیمبیا) 7
کوبلنز(جرمنی) 545
کوٹلی آزاد کشمیر 11
کوسووو 448
کوفہ 253،288،289،296،403،464،467،468،471،592
کولن 12
کولون 545
کونگوبرازاویل 380،542
کونگوکنساشا 544
کوہلنز 12
کوئٹہ 11،545
کیبون(گوئٹے مالا) 558
کیرالہ 12،546
کھیڑا اچھروال 37
کیل(جرمنی) 545
کیلگری 12،545
کیمپ بیل ٹاؤن(آسٹریلیا) 546
کیمرون 11،375،535،544
کینبرا 12،546
کینیا 11،40
کینیڈا 9، 11، 12، 44، 45، 332، 376، 377، 379، 453،542،544،545،635،637،638
گجرات 9،11،151،544
گراس گراؤ 12،545
گلاسگو 11،545
گلشن اقبال 11،545
گنی بساؤ 11،38
گنی کناکری 42،373
گہانگا 541
گوادے لوپ 371
گوجرانوالہ 544
گورداسپور 3،335،454
گوئٹے مالا 373،547،554،555،556،557، 558،559،560
گیسٹ ہاؤس تحریک جدید 619
گیمبیا 7،11،380،535،543،544

گھانا 11، 43، 47، 132، 380، 544، 620، 622

ل، م، ن

لاڈوہ 305
لاریل 545
لاس اینجلس 12، 545
لامپونگ 584، 585
لانگن 12
لاہور 11، 26، 29، 30، 63، 66، 68، 89، 91، 94، 108، 303، 331، 334، 392، 420، 455، 543، 544، 545، 560
لائبیریا 481، 544
لائیڈ منسٹر 12
لتھوینیا 450، 452
لدھیانہ 86
لکھنو 93
لمبرگ 545
لندن 1، 12، 12، 14، 25، 35، 37، 48، 60، 75، 85، 97، 110، 120، 134، 146، 152، 176، 177، 183، 184، 197، 209، 221، 234، 247، 258، 280، 293، 306، 321، 332، 336، 347، 364، 367، 368، 369، 382، 395، 408، 442، 456، 470، 484، 520، 533، 545، 619، 636
لورل 12
لیبیا 132، 455
لیٹویا 446، 447
ماڈل ٹاؤن 109
ماڈیبو (کیمرون) 535
مارتا (کیمرون) 535
مارزڈن پارک (آسٹریلیا) 12، 546
ماریشس 544
ماسکو 538، 619
مالی 6، 11، 42، 43، 380، 394، 539
ماؤنٹ ڈروئیٹ 12
مدرسۃ الحفظ 61
مدینہ 19، 20، 100، 113، 120، 123، 125، 126، 147، 149، 200، 201، 209، 210، 211، 213، 214، 217، 220، 248، 249، 251، 252، 253، 254، 284، 286، 288، 289، 290، 296، 297، 298، 301، 302، 309، 310، 311، 312، 316، 317، 324، 326، 327، 329، 330، 336، 338، 339، 340، 342، 347، 348، 349، 350، 352، 355، 382، 387، 388، 397، 399، 404، 405، 408، 409، 410، 411، 413، 415، 417، 419، 460، 462، 463، 468، 473، 479، 486، 488، 489، 490، 491، 492، 531، 563، 564، 566، 568، 569، 575، 578، 580، 590، 596، 598، 599، 600، 605، 611، 627، 629
مڈل ایسٹ 11، 544
مڈل سیکس 12
مراکو 176
مروہ 198، 200
مسجد بیت الصمد 550
مسجد مسرور 553
مسجد اقصیٰ 15، 454، 496
مسجد بشارت 160، 172، 543
مسجد بیت الاسلام 635
مسجد بیت الرحمٰن 155
مسجد بیت السمیع 507
مسجد بیت العافیت 498، 548
مسجد بیت الفتوح 1، 14، 37، 48، 60، 75، 85، 97، 110، 120، 134، 146، 183، 197، 209، 221، 234، 247، 258، 280، 293، 306، 321، 336، 347، 367، 382، 395، 408، 442، 456، 470، 484، 520، 533

مسجد بیت النور 304
مسجد ضرار 220
مسجد فضل 11، 24، 69، 363، 545
مسجد مبارک 61، 619
مسجد نبوی 284، 299، 405، 416، 456، 457، 463، 579
مسی ساگا 12، 545
مشرقی پاکستان 58، 59، 331، 420
مصر 9، 95، 289، 290، 350، 352، 353، 354، 492
مصلی 336، 355، 590
مظفر آباد 303
مغلپورہ 11
مقام ابراہیم 461
مقدونیہ 450
مقمل (پہاڑ) 356
مکہ 20، 99، 113، 129، 199، 201، 203، 204، 209، 210، 212، 248، 252، 253، 254، 255، 280، 281، 282، 285، 287، 288، 290، 310، 311، 312، 316، 321، 326، 328، 339، 340، 347، 349، 351، 353، 354، 357، 382، 384، 387، 388، 397، 398، 402، 404، 409، 410، 411، 413، 414، 415، 417، 456، 459، 473، 474، 479، 488، 491، 563، 570، 575، 582، 597، 602، 602، 628
مکونو ڈسٹرکٹ (یوگنڈا) 256
ملائشیا 69، 184، 189، 495، 496، 544، 547
ملبرن بیروک 12، 546
ملبرن لانگ وارن 12، 546
ملتان 192
ممباسہ 108
من ہائم 545
مناصع 606
منصف 336، 590
منیٰ 388
منیلا 586
مہاراشٹر 12، 546
مہدی آباد 12، 545
موتہ 126، 308، 391، 567، 580، 625
مورڈن 1، 14، 25، 37، 48، 60، 75، 85، 97، 110، 120، 134، 146، 183، 197، 209، 221، 234، 247، 258، 280، 293، 306، 321، 336، 347، 367، 382، 395، 408، 442، 456، 470، 484، 520، 533
مورفلڈن 12، 545
موروگورہ (تنزانیہ) 41
موزمبیق 132
موضع گل منج 454
مونٹریال ویسٹ 12
مونٹی نیگرو 445
میامی 369
میرپور آزاد کشمیر 545
میرپور خاص 11، 545
میرٹھ 10
میسیڈونیا 375
میکسیکو 374، 556، 558
میوہسپتال 66
نارتھ ویلز 545
نارووال 11، 13، 545
ناروے 544
نائجیریا 11، 132، 380، 544
نائیجر 11، 544
نجد 344، 486
نخیر قلعہ 253
نخلہ 210، 211، 316، 489
نسروانگا 8
نشتر کالونی 303
نقیع 356
ننکانہ 420
نوابشاہ 58، 90، 334، 545

نوئس 545،12
نیامی ڈسٹرکٹ (گیمبیا) 535
نیامیناویسٹ (گیمبیا) 7
نیپال 547
نیڈا 12
نیومالڈن 545،11
نیوجرسی 554

وہ،ی

واپڈاٹاؤن 543
وادی القریٰ 407،400
وادی ناجح 602،580
واشنگٹن 547
وان 545،12
وائن گارٹن 545،12
ودان 602،581
ورجینیا 553،526
ونڈسر 12
ووسٹر پارک 545،11
ویٹاچوک کورنگی 333
ویٹیکن 378
ویزبادن 545،12
ویسٹن 545،12
ویلز 132
ویلنسیا 155
وینکوور 545،44،12
ہارڈفورڈشائر 12
ہالینڈ 482،454،397،379
ھجر 290
ہرٹس 12
ہملٹن ساؤتھ 654
ہند 420
ہندوستان 362،334،279،94،92،11
ہنگری 450،449
ہوشیارپور 89،86،37
ہونڈروس 557،373
ہیٹی 369
ہیز 11
ہیمبرگ 12
ہیوسٹن 547،507،12
یادگیر 546
یارک (امریکہ) 545
یثرب 410،409،388،384
یرموک 462
یمامہ 112، 121، 286، 289، 338، 342، 345، 410، 411، 417، 418، 456، 485، 487، 488، 489، 492، 578، 580، 592، 593، 594
یمن 22،279،280،349،412،450،462،562
ینبع 328
یوایس اے 559،552،551
یوپی 10،9
یوکے 1، 12، 14، 24، 25، 37، 48، 59، 60، 61، 62، 75، 85، 97، 108، 110، 120، 132، 134، 146، 155، 176، 183، 184، 192، 197، 209، 221، 234، 247، 258، 280، 293، 306، 321، 336، 347، 358، 366، 367، 376، 379، 380، 382، 395، 408، 420، 427، 438، 442، 443، 455، 456، 470، 484، 496، 497، 520، 533، 541، 544، 555، 559، 620
یوگنڈا 380،332،331،257،256
یورپ 64،155،159،176،393،427،427، 438،442،615
یونان 376
Adelaide South 546
Adowa 326

Edmonton West 545
Floersheim 545
Frankfurt 545
Georgia 545
Gilingham 545
Glasgow 545
Gross Gerau 545
Guadeloupe 175
Haiti 369
Hamburg 545
Hamilton South 546
Honduras 557
Houston 507
Islamabad 545
Jambi 584
Johor 495
Kari 4
Karlsruhe 422
Kendari 588
Kiel 545
Koblenz 545
Koeln 545
Kunda 7
Lampung 584
Latvia 446
Laurel 12,545
Limburg 545
Los Angeles 545
Manila 586
Mannheim 545
Marsden Park 546
Mehdiabad 545
Melbourne Berwick 546
Alken 432
Atlanta 545
Axun 326
Baltimore 550
Bandung 585
Belize 369, 559
Bengkulu 584
Birmingham South 545
Birmingham West 545
Bone 584
Borken 539
Bradford 546
Bradford North 545
Brampton 545
Brisbane 546
Brisbane Logan 546
Cabun 558
Calgary 545
CampbellTown 546
Canberra 546
Castle Hill 546
Central Jersey 545
Central Virginia 545
Chiapas 558
Darmstadt 545
Detroit 545
Dilbeek 432
Ditzenbach 545
DM Arena 422
Durham 546
Ecuador 557
Edinburgh 545

Shatimba 6
Silicon Valley 545
Silver Spring 545
SinchangKamsa 38
South Samatra 584
South Sulawesi 584
Southfields 545
SpenValley 545
Surrey 108
Susquehanna Avenue 501
Swansea 545
Sydney 546
Talengana 546
Tasmania ACT 546
Tawi-Tawi 586
Vancouver 545
Vaughan 545
Weingarten 545
Weston 545
Wiesbaden 545
Worcester Park 545
York 545
Zamboanga 586
Zuchwil 39
Melbourne Long Varren 546
Mississauga 545
Moerfelden 545
Neus 545
New Malden 545
North Wales 545
Offenbach 545
Oshkosh 545
Panama 559
Parramatta 546
Parung 589
Pathapiriyam 546
Peace Village 545
Peckham 132
Penrith 546
Perth 546
Philadelphia 498
Pinneberg 545
Plumpton 546
Purwokerto 584
ReidStadt 545
Roedermark 545
Sadbury 635
Saskatoon North 546
Scotland 545
Scunthorpe 496, 545
Seattle 545

کتابیات

آ، ا

آسمانی فیصلہ 436
آئینہ کمالات اسلام 87
الابانۃ الکبریٰ 79
سنن ابن ماجہ 82، 98، 99، 287، 294، 362
سنن ابوداؤد 20، 82، 98، 118، 203، 276، 361، 425، 524، 531، 583، 613
الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم 307
احمدیہ گزٹ کینیڈا 453
ازالہ اوہام 530، 527، 524، 615
الاستیعاب 121، 198، 214، 215، 217، 220، 251، 282، 296، 308، 319، 325، 328، 355، 486، 487، 488، 490، 491، 494، 567، 578، 592، 593، 594
اسد الغابہ 17، 18، 21، 22، 111، 115، 118، 121، 123، 124، 126، 127، 128، 146، 198، 208، 209، 213، 214، 216، 219، 247، 251، 252، 255، 285، 286، 290، 292، 300، 306، 307، 308، 309، 310، 312، 313، 315، 318، 321، 325، 329، 338، 345، 349، 458، 459، 461، 462، 464، 465، 467، 468، 478، 480، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 493، 494، 561، 562، 563، 565، 572، 573، 574، 579، 583، 590، 591، 594، 595، 602، 625، 626، 628
اسلام کا اقتصادی نظام 94
اسلامی اصول کی فلاسفی 81، 100، 158، 444، 523، 524
الاصابہ فی تمییز الصحابہ 111، 128، 129، 201، 216، 217، 297، 302، 307، 308، 309، 310، 321، 330، 337، 349، 471، 478، 479، 486، 489، 490، 492، 493، 494، 564، 569، 602، 604، 626
اصحاب احمد 305
اصحاب بدر 456، 460، 572، 575
اعجاز المسیح 49
الاکمال فی رفع الارتیاب 307
الفضل (اخبار) 88، 89، 90، 185، 393، 502
امتاع الاسماع 217، 253، 303، 322، 579، 590، 627
انجام آتھم 4، 108
انجیل 77، 296، 412
انڈیپنڈنٹ (اخبار) 380
انوار العلوم 3، 200، 215، 290، 297، 320
اوڑھنی والیوں کے لئے پھول 153
ایل پیریو دیکو (اخبار) 555، 560

ب، پ، ت

بالٹی مورسن (اخبار) 559
بخاری 2، 22، 60، 76، 77، 78، 79، 98، 99، 111، 113، 114، 116، 118، 119، 146، 147، 148، 149، 150، 179، 203، 204، 207، 212، 213، 218، 219، 222، 226، 242، 244، 260، 261، 275، 276، 280، 285، 287، 311، 315، 317، 318، 322، 343، 348، 353، 354، 379، 385، 402، 417، 435، 460، 462، 464، 465، 571، 596، 604، 607، 610، 618، 620، 630
بدر (اخبار) 278

بدر البدور المعروف اصحاب بدر 492
براہین احمدیہ
16، 80، 246، 444، 501، 615، 617، 620
براہین احمدیہ حصہ پنجم 260، 502، 530، 604
پارس (اخبار) 95
پریس سالبر (اخبار) 559
پسر موعود 87
تاریخ احمدیت 91، 92، 94، 95، 304، 501
تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام 561
تاریخ الخمیس 113، 458، 633
تاریخ الطبری 562، 576، 581، 603
تاریخ دمشق لابن عساکر 218
تاریخ مدینہ دمشق 625
تحریک جدید (رسالہ) 620
تحفہ گولڑویہ 83، 241
تذکرہ 174، 175، 444
ترمذی 49، 55، 79، 99، 125، 146، 216، 239، 276، 278، 296، 355، 361، 426، 470
تفسیر القرطبی 613
تفسیر روح البیان 619
تفسیر حضرت مسیح موعودؑ 80، 245
تفسیر کبیر امام رازی 98
تفسیر کبیر
63، 94، 95، 96، 211، 281، 320، 325، 463، 531، 612، 633، 638
تورات 77، 565

ج، چ، ح، خ

الجامع لشعب الایمان 117، 236، 242، 323، 528
جنگ مقدس 261
چار عبداللہ 476
چشمہ معرفت 55، 58، 266، 269، 283، 284
حبیب کبریا کے تین سو اصحاب 485، 576
حقائق الفرقان 288، 530
حقیقۃ الوحی 87، 139
الحکم (اخبار) 88، 145، 278، 380
حلیۃ الاولیاء 216
خالد (رسالہ) 71، 87، 88، 93، 94
خطبات محمود 27، 305، 356، 474، 613، 615، 616

د، ر، ز

درثمین 615
دعوۃ الامیر 444
دی اکنامسٹ (اخبار) 380
دی ایکسپریس (اخبار) 380
دیباچہ تفسیر القرآن 301، 350، 353، 460، 461، 631
رحمت دارین کے سو شیدائی 569
رسول اعظم ﷺ کی بعثت کے متعلق سابقہ پیشگوئیاں 637
رنگین (اخبار) 91
روح البیان 80
روض الانف 561
ریلیجن نیوز سروس (اخبار) 559
ریویو آف ریلیجنز 61، 62، 366، 371، 375، 380، 501، 555، 556
زبور 77
زمیندار (رسالہ) 91

س، ش، ص، ط

سبز اشتہار 87
سبل الہدیٰ والرشاد 357، 456، 567، 579
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب 242، 522
سرمہ چشم آریہ 615، 620
سرور کائنات کے پچاس صحابہ 253
سنن الدار قطنی 507
سنن الکبریٰ 216، 302، 319، 350، 568
سوانح عمری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم 283، 284
سوانح فضل عمر 93، 95، 96

سیاست (اخبار) 92
سیر الصحابہ 121، 123، 124، 309، 310، 337، 357، 466، 491، 570
سیرت ابن کثیر 216، 561
سیرت ابن ہشام 19، 201، 202، 203، 205، 210، 247، 255، 311، 327، 386، 456، 457، 563، 565، 567، 576، 581، 603
سیرۃ الحلبیہ 124، 210، 344، 413، 561، 603
سیرت المہدی 61، 393
سیرت خاتم النبیینؐ 129، 130، 201، 209، 216، 248، 249، 254، 283، 285، 297، 300، 313، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 338، 341، 344، 345، 346، 347، 348، 350، 397، 398، 401، 408، 409، 459، 580، 581، 582، 601، 610، 627، 628، 629،
سیرۃ صحابہ رسول اللہ 463، 470، 471، 477
السیرۃ النبویۃ علیٰ ضوء القرآن والسنۃ 579
شرح زرقانی 198، 220، 338، 633
شرف المصطفیٰ 322
الشمائل المحمدیہ 591
شہادت القرآن 423، 422، 437
صحابہ کرام کا انسائیکلوپیڈیا 572
صدق جدید (اخبار) 93
الطبقات الکبریٰ لابن سعد 2، 17، 18، 19، 21، 112، 122، 123، 124، 125، 198، 200، 201، 203، 205، 206، 207، 209، 214، 216، 217، 251، 252، 253، 255، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 289، 291، 292، 293، 295، 298، 302، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 319، 321، 329، 329، 336، 337، 338، 342، 345، 347، 349، 355، 459، 461، 462، 463، 465، 466، 467، 468، 469، 471، 477، 478، 479، 484، 485، 486، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 561، 562، 563، 564، 566، 569، 580، 590، 592، 596، 602، 603، 625، 626، 628، 634

ع، ف، ق، ک

عرفان الٰہی 586
عصمت انبیاء 57، 264
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری 114، 146، 596
عیون الاثر 308، 312
فتح الباری شرح صحیح بخاری 317، 322
فضائل صحابہ از امام احمد بن حنبل 294
فلاڈلفیا انکوائیرر (اخبار) 559
قرآن کریم (دیکھئے مضامین میں زیر لفظ 'قرآن')
قرطبہ (اخبار) 377
کتاب المحبر 492
کتاب المغازی للواقدی 252، 298، 336، 579، 590، 595، 626
کرامات الصادقین 49، 50
کشتی نوح 170، 180، 187، 240، 525، 527
کنز العمال 1، 99، 118، 121، 261، 562

ل، م، ن

لغات الحدیث 583
مثنوی مولوی معنوی 360
مجمع الزوائد 115، 250، 325
مجموعہ اشتہارات 504، 525
محمود کی آمین 615، 620
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح 515
مستدرک علی الصحیحین 284، 287، 291، 294، 296، 303، 315، 319، 323، 522، 582
مسلم 20، 60، 77، 78، 81، 113، 121، 124، 125، 149، 179، 216، 239، 244، 247، 260، 321،

349، 361، 462، 463، 528، 571
مسند احمد بن حنبل 2، 21، 77، 80، 82، 113، 124،
128، 148، 201، 202، 206، 207، 241، 282،
284، 295، 464، 467، 469، 503، 522، 525،
595، 615، 618، 623
مصنف ابن ابی شیبہ 323
مصنف فی الاحادیث والآثار 82
معجم الشعراء 128
المعجم الکبیر للطبرانی 18، 22، 80
مکتوبات احمد 278
ملفوظات
14، 16، 23، 25، 26، 37، 44، 51، 53، 54، 56، 100،
101، 102، 105، 106، 107، 111، 114، 117،
119، 120، 131، 134، 135، 137، 138، 140، 141،
142، 143، 144، 148، 152، 156، 157، 159، 162،
163، 164، 165، 166، 167، 169، 170، 171، 178،
179، 180، 181، 182، 197، 224، 226، 227، 228،
230، 232، 238، 240، 243، 265، 266، 267، 269،
365، 423، 424، 425، 426، 430، 433، 434، 435،
436، 439، 440، 500، 503، 504، 505، 514، 515،
516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523،
526، 527، 528، 532، 534، 538، 540
منہاج بشرح صحیح مسلم 217
مواہب الرحمٰن 532
نجم الہدیٰ 256
نزول المسیح 174
نسائی 81، 287، 526
نسیم دعوت 56
نقطۂ نظر 393
نقوش صحابہ نمبر (رسالہ) 475
نور الحق 256
نیو کینیڈا (اخبار) 453

وہ، ی

الوصیت 174، 246
ہفنگٹن پوسٹ (اخبار) 380
ہمدرد (اخبار) 92
ہیرلڈ (اخبار) 380
ہیوسٹن کرونیکل (اخبار) 559
یوم الفرقان اسرار غزوہ بدر 579
Ahmadiyya Muslim Community's Contribution to the world 185
An Outline of Ahmadiyya Muslim Jama'at 185
Arabic English Lexicon by Edward William Lane 564
El Periódico Newspaper 55, 560
Five Volume English Commentary 637
Fundamental Questions and Answers about Islam 185
Houston Chronicle 559
Introduction to morality 185
Invitation to Ahmadiyya 444
Islamic Concept of Jihad and Ahmadiyya Muslim Jama'at 185
My Life and Ancestry 185
Prensa Libre (Newspaper) 559
Religion News Service 559
The Baltimore Sun 559
The Life of Muhammad by William Muir 200
The Life of Muhammad by William Muir 203
The Philadelphia Inquirer 559